مذہبی انسائیکلوپیڈیا

یعنی

مکمل تبلیغی

پاکٹ بک

مرتّبہ

جناب ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؔ

بی اے۔ایل ایل۔بی۔ایڈووکیٹ گجرات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

پیش لفظ

جماعت احمدیہ کی ایک صدی سے زائد عرصہ پر محیط تاریخ کے مطابق ہر قسم کے ادوار اور دنیا جہاں کے ہر حصہ میں جن خوش نصیب خادمانِ احمدیت کو دعوت الی اللہ کے میدان میں یادگار خدمات کی سعادت ملی۔ان میں مرحوم محترم جناب ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم بی۔اے۔ایل ایل بی ایڈووکیٹ امیر جماعتہائے احمدیہ شہر و ضلع گجرات کا اسمِ گرامی بہت نمایاں ہے۔کالج کے زمانۂ طالب علمی سے لے کر قانون کی پریکٹس کے دوران تا دمِ آخر پورے برصغیر کے میدانِ مناظرات میں آپ کا طوطی بولتا رہا۔حضرت مصلح موعود نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کی زبانِ مبارک سے آپ کو ''خالدِ احمدیت'' کا خطاب ملا۔ وفات پر روزنامہ الفضل نے آپ کو ''احمدیت کے بہادر سپاہی اور سلسلہ کے دلیر اور نڈر مجاہد'' کے نام سے یاد کیا۔ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن گجرات نے اپنی قرارداد میں لکھا کہ:۔

''ایک عالم ہمارے درمیان سے اٹھ گیا ہے جو ہمہ گیر لیاقت اور تخلیقی صلاحیتوں کا حامل تھا۔''

۱۹۳۶ء سے ۱۹۵۶ء تک آپ کو ہر سال جلسہ سالانہ پر خطاب کرنے کا اعزاز ملا۔۱۹۴۰ء میں امیر جماعت منتخب ہوئے۔جماعتی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ کو ہمیشہ مثالی رنگ میں عملی و ادبی، ملکی و ملّی اور سماجی و فلاحی خدمات کی توفیق ملتی رہی۔آپ فی الواقع ایک مثالی داعی الی اللہ تھے۔ایک کامیاب مناظر کی حیثیت سے آپ نے سرزمین پنجاب کے گوشے گوشے میں نہایت شاندار مناظرے کئے۔۱۹۵۳ء کے فساداتِ پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں جماعت احمدیہ کے ایک وکیل کی حیثیت سے نہایت گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔آپ کی غیر معمولی قابلیت خصوصًا کتب قدیمہ کی تلاش و تجسس کے حوالہ سے فاضل جج صاحبان نے برملا تعریف کرتے ہوئے آپ کا شکریہ ادا کیا۔ہفتہ وار لاہور نے ایک متعصّب مخالفِ احمدیت کا بھری بزم میں یہ اعتراف درج کیا ہے کہ:۔

''اسلام پر اعتراض کا جواب دے کر خادم کا چہرہ یوں کھل اٹھتا ہے جیسے گلاب کا پھول۔''

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات پر آپ کی مثال

دیتے ہوئے اپنے تحریری نوٹ میں فرمایا۔

''پس اے وکیلو اور اے ڈاکٹر و اور اے تاجر و اور صنّاعو اور اے زمیندار و اور اے دوسرے پیشہ ورو! تم پر خادم مرحوم کی زندگی یقیناً ایک حجت ہے کہ تم دنیا کے کاموں میں مصروف رہتے ہوئے بھی دین کا علم حاصل کر سکتے اور دین کی خدمت میں زندگی گزار سکتے ہو۔''

سینتالیس سال کی مختصر عمر (۱۹۱۰ء تا ۱۹۵۷ء) میں آپ نے بلا شبہ حیرت انگیز اور معیاری خدماتِ جلیلہ کی توفیق پائی۔ ''مکمل تبلیغی پاکٹ بک'' آپ کا زندہ جاوید تاریخی کارنامہ ہے۔ صرف سترہ اٹھارہ برس کی عمر سے ہی آپ نے پاکٹ بک ترتیب دینا شروع کی جو وقفہ وقفہ سے مفید اضافوں کے ساتھ چھپتی رہی۔ آخری ایڈیشن چھوٹی تقطیع کے بارہ سو صفحات پر مصنف کی اجازت سے محترم منشی محمد رمضان صادق مرحوم پوسٹل پنشنر گجرات نے شائع کیا۔ یہ ''مذہبی **انسائیکلوپیڈیا**'' ادیانِ عالم کے میدانِ کارزار میں یقیناً ایک موثر و مجرّب کارگر ہتھیار ہے۔ موجودہ ایڈیشن اسی کے مطابق ہے۔

محترم خادم صاحب نے ۳۱ دسمبر ۱۹۵۷ء کو حرکتِ قلب بند ہونے سے لاہور میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ خاص میں مدفون ہوئے۔

اے خدا بر تُربتِ اُو ابرِ رحمت ہا ببار

خادم صاحب مرحوم کے جملہ لواحقین دلی شکریہ کے حقدار ہیں جنہوں نے صدقہ جاریہ کے طور پر اس کتاب کا حقِ اشاعت جماعت کو تفویض کیا ہے۔ **فجزاھم اللّٰہ۔**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

(از مؤلف)

میرے جسم کا ذرّہ ذرّہ جذباتِ تشکّر سے معمور ہو کر اس مالکِ حقیقی کے حضور سجدہ کناں ہے کہ اس نے میری کمزوری اور بے بضاعتی کے باوجود محض اپنے فضل سے مجھے ''پاکٹ بک'' کے چھٹے ایڈیشن کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا۔ هُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ۔

پچھلے سال ۲۰ دسمبر ۱۹۵۱ء کو میرے والد ذی مرتبت حضرت ملک برکت علی رضی اللہ عنہ کی اچانک وفات کے المناک صدمہ کے باعث میری ذاتی ذمہ داریوں اور مصروفیتوں میں بے حد اضافہ ہو گیا لیکن ''پاکٹ بک'' کے کلیۃً نایاب ہونے کے باعث بزرگان واحباب کی طرف سے متواتر فرمائش تھی کہ نیا ایڈیشن جلد سے جلد شائع کیا جائے۔ ادھر سالِ رواں کے دوران ''احراری فتنہ'' میں بعض ایسے نئے اعتراضات اٹھائے گئے جن کا جواب ''پاکٹ بک'' میں درج ہونا ضروری تھا۔ اس وجہ سے نئے ایڈیشن میں مضامین کا معتد بہ اضافہ ناگزیر ہو گیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی خوف تھا کہ مضامین کے بڑھ جانے سے حجم بہت بڑھ جائے گا۔ جو موجودہ سائز اور نام دونوں کی تبدیلی کا مقتضی ہوگا۔ اس مشکل کا حل اس طریق سے کیا گیا کہ سابق ایڈیشن کے مقابلہ میں اس ایڈیشن کے مسطر میں چار سطروں کا اضافہ کر دیا گیا۔ اس طریق سے موجودہ حجم میں ۲۴۰ صفحات کا نیا مضمون شامل کیا جا سکا۔ ''انگریز کی خوشامد''، تنسیخ جہاد، خود کاشتہ پودا کے الزامات اور بعض دوسرے اعتراضات کے جوابات میں نئے مضامین شامل کئے گئے ہیں۔

قلتِ وقت کے باعث پروف خاکسار نہیں دیکھ سکا۔ سابق ایڈیشن کی طرح اس ایڈیشن کے بھی پروف اور اعراب کی درستی اور انڈیکس کی تیاری کا کام بتمام وکمال برادرم مکرم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل دیالگڑھی مبلغ سلسلہ نے بکمال مہربانی سرانجام دیا۔ جس کے لئے میں تہِ دل سے ان کا

شکر گذار ہوں۔ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب موصوف کو جزائے خیر دے اور صحت و عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

احباب سے بھی درخواست ہے کہ مولوی صاحب موصوف کی صحت وعافیت کے لئے دعا فرمائیں۔

اس ایڈیشن کی تیاری کے لئے بہت سے احباب و بزرگان نے نہایت مفید اور قیمتی مشورے دیئے ہیں میں ان سب کا شکر گذار ہوں۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاء۔

پچھلا ایڈیشن زیر اہتمام صیغہ نشر و اشاعت صدر انجمن احمدیہ دسمبر ۱۹۴۵ء میں قادیان سے شائع ہوا تھا اور دسمبر ۴۷ء تک نایاب ہو چکا تھا لیکن ۱۹۴۷ء کے انقلاب عظیم سے پیدا شدہ حالات کے باعث نئے ایڈیشن کی اشاعت سال رواں سے پہلے نہ ہو سکی۔

بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ غیر مسلموں خصوصًا سکھوں اور ہندوؤں سے متعلقہ حصہ کو موجودہ ایڈیشن سے حذف کر دیا جائے لیکن کافی غور وخوض اور مشورہ کے بعد یہی مناسب خیال کیا گیا کہ اس حصہ کو حذف نہ کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

اس ایڈیشن میں قریبًا آٹھ صد نئے حوالجات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

ہستیٔ باری تعالیٰ کا مضمون سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ایک مختصر رسالہ سے لیا گیا ہے۔

خاکسار کی معلومات کے علاوہ ویدک دھرم کے متعلقہ حصہ میں جناب مہاشہ محمد عمر صاحب فاضل اور جناب ملک فضل حسین صاحب مہاجر کی معلومات بھی شامل ہیں۔ اسی طرح شیعہ مذہب کے متعلق حضرت میر محمد اسحاق رضی اللہ عنہ کی قابل قدر معلومات بھی شامل ہیں۔

سکھ مذہب کے متعلق مضمون بتمام کمال جناب گیانی واحد حسین صاحب مبلّغ سلسلہ کا لکھا ہوا ہے۔ بعض دوسرے دوستوں نے بھی قیمتی مشورے دیئے۔ میں ان سب بزرگوں اور دوستوں کا شکر گزار ہوں۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

ترتیب مضامین

اس ایڈیشن میں سابقہ ایڈیشن کی ترتیب مضامین ہی بحال رکھی گئی ہے۔ قارئین کو چاہئے کہ کتاب کی ترتیب کو ایک دفعہ ذہن نشین کر لیں۔ پھر حوالہ یا مضمون نکالنا چنداں مشکل نہ رہے گا۔

''صداقت مسیح موعود پر اعتراضات کا مضمون چار☆ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا باب الہامات اور وحی پر اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ اس میں حضور کے الہامات و کشوف و رؤیا پر جس قدر اعتراضات کئے گئے ہیں ان کا جواب دیا گیا ہے۔ مثلاً

اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْکَ۔ ٹیچی ٹیچی۔ کشف سُرخی کے چھینٹے وغیرہ۔

دوسرے باب میں پیشگوئیوں پر اعتراضات کا جواب ہے۔ مثلاً محمدی بیگم والی پیشگوئی، ثناءاللہ، عبدالحکیم، اپنی عمر، پانچواں بیٹا وغیرہ کے متعلق پیشگوئیوں پر بحث ہے۔

تیسرے باب میں ان اعتراضات کے جوابات ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً تناقضات، غلط حوالے، مبالغے یا تنسیخ جہاد، انگریز کی خوشامد، خود کاشتہ پودا وغیرہ سے متعلق جملہ اعتراضات جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی تحریر یا تقریر پر کئے گئے ہیں ان سب کا جواب اس تیسرے باب میں ملے گا۔

چوتھے باب میں ان اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات یا حضورؑ کے کسی فعل کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً پیدائش، جائے نزول، خوراک، لباس، وفات، ورثہ وغیرہ ان سب سے متعلقہ اعتراضات کا جواب اس چوتھے باب میں دیا گیا ہے۔ اس ترتیب کو مدِّ نظر رکھا جائے تو مضمون نکالنے میں بے حد آسانی رہے گی۔

علاوہ ازیں ایک مکمل انڈیکس بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ اس سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔

☆ موجودہ ایڈیشن میں ان چار ابواب اور صداقت کے مضمون کو الگ الگ پانچ حصوں میں کر دیا گیا ہے۔ (ناشر)

ضروری ہدایات

(۱) بعض دلائل نیز بعض اعتراضات کے بعض جواب عمدًا چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بزرگان سلسلہ اور ان کے اس خادم کے تجربہ اور مشاہدہ کے رو سے دلائل مندرجہ پاکٹ بک ھٰذا ہی زیادہ مفید اور مؤثر ثابت ہوئے ہیں۔ اسی لئے حتی الامکان انہی دلائل اور جوابات کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

(۲) سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے متعلق بعض اعتراضات چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ ان کے لئے یہ گُر یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جس کتاب کا معترض حوالہ دے اصل کتاب نکال کر اس کا سیاق وسباق دیکھ لینا چاہئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہیں اس کا جواب ہوگا۔

(۳) مخالفین احمدیت کے اکثر اعتراضات کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کی بجائے سیرت المہدی اور دیگر ایسی کتب پر ہوتی ہے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خود تحریر فرمودہ نہیں بلکہ دوسرے بزرگان و احباب کی بیان کردہ روایات ہیں۔ ان اعتراضات کو بھی پاکٹ بک ھٰذا میں نہیں لیا گیا کیونکہ مستند صرف حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی تحریرات ہیں۔ ان کے سوا جس قدر روایات ہیں ان میں غلطی کا امکان ہے۔ پس ہماری تمام بحث سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی تحریرات و کتب پر مبنی ہونی چاہئے۔

(۴) کوشش کی گئی ہے کہ اعتراضات کے جوابات تحقیقی بھی ہوں اور الزامی بھی۔ خاکسار کا تجربہ یہ ہے کہ الزامی جواب اگر پہلے دیا جائے تو وہ معترض کو تحقیقی جواب کی طرف متوجہ ضرور کر دیتا ہے۔ اس لئے معترض کی حالت اور رویہ کو مدِّنظر رکھ کر عام طور پر پہلے الزامی جواب پیش کرنا چاہئے۔

(۵) یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہئے کہ مبلّغ کیلئے نہایت ضروری ہے کہ جو بات وہ دوسرے کو سمجھانا چاہتا ہے پہلے اسے خود سمجھ لے۔ پس جو دلیل یا جواب اپنی سمجھ میں نہ آئے اسے ہرگز دوسرے کے سامنے پیش نہیں کرنا چاہئے۔

(۶) اس ضمن میں نہایت ضروری بات یہ ہے کہ مخالف کے ساتھ گفتگو کرتے وقت گھبرانا قطعًا نہیں چاہئے۔ نہ مخالف کے ظاہری ''علم'' سے دبنا چاہئے بلکہ یاد رکھنا چاہئے کہ جو بات حق کے

خلاف ہے وہ ''علم'' نہیں بلکہ جہالت ہے۔ پس گفتگو سے پہلے اللہ تعالیٰ سے خاص طور پر دعا کرنی چاہیئے اور اس کے بعد خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت پر کامل یقین رکھنا چاہیئے۔ اس کی تائید و نصرت کے نظارے تبلیغ و مباحثات و مناظرات میں ہم نے بے شمار دیکھے ہیں۔ پس یقین رکھنا چاہیئے کہ حق و صداقت کے رعب کے مقابلہ میں مخالفین کا خشک اور زمینی علم کچھ کام نہیں دے سکتا۔

(۷) آپ کے علم اور تجربہ کے رو سے اگر کوئی مفید مشورہ یا مزید حوالجات یا معلومات ہوں تو براہ کرم ان سے خاکسار کو مطلع فرمائیں تا کہ اگلے ایڈیشن کی تیاری کے وقت ان کو مدنظر رکھ لیا جائے۔

(۸) پاکٹ بک ھٰذا میں جملہ حوالجات تحقیق اور صحت کے بعد درج کئے گئے ہیں۔ سوائے اس کے کہ کسی جگہ سہو کتابت سے ہندسے میں کوئی فرق پڑ گیا ہو۔ حوالجات نہایت صحیح ہیں۔ یعنی جن کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں حتّی الامکان مؤلف نے ان کو دیکھ کر لکھا ہے۔

(۹) بالآخر ان تمام بزرگوں اور دوستوں سے جنہیں اس پاکٹ بک سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملے عاجزانہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ خاکسار کی دینی و دنیوی، روحانی و جسمانی ترقی کے لئے خلوصِ دل سے دعا فرمائیں۔ خدا تعالیٰ ہم سب پر اپنا فضل نازل فرمائے۔ تا حق کا بول بالا ہو اور احمدیت جلد سے جلد اکنافِ عالم پر چھا جائے۔ آمین ثم آمین۔

والسلام

طالبِ دعا

احقر ملک عبدالرحمٰن خادم

گجرات (پنجاب) ۵۲-۱۲-۲۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

حضرت ملک برکت علی رضی اللہ عنہ

سیدالاولین والآخرین حضرت **محمد** مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، حضور آل واصحاب، اہل بیت اور خلفاء نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء اور خادمانِ سلسلہ پر لاکھوں لاکھ درود وسلام کے بعد میں اپنے والد مرحوم ومغفور حضرت ملک برکت علی رضی اللہ عنہ کا نام زیب عنوان کرتا ہوں جن کا عشقِ دین اور جوشِ تبلیغ مجھے ورثہ میں ملا اور جن کی تعلیم وتربیت سے میں **خدامِ احمدیت** میں شمار ہونے کے قابل بنا۔ اور جن کی وفات پچھلے سال آج کے دن **۲۰**؍دسمبر کو ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ان پر اپنے بے شمار فضل نازل فرمائے اور جنت کے اعلیٰ مقامات میں اپنے خاص محبوبوں اور پیاروں میں جگہ دے۔ (آمین)

احقر
ملک عبدالرحمٰن خادم
محلّہ جٹاں گجرات (پنجاب)
۲۰؍دسمبر ۱۹۵۲ء

فہرست مضامین

ہستی باری تعالیٰ کے دلائل

دلائل فضیلت مسیح بمقابلہ آنحضرتؐ کا جواب

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	وفات مسیح ناصری	
	(الف) دلائل از روئے قرآن کریم	

(ب) وفات مسیحؑ از روئے حدیث

مسئلہ امکان نبوت

دلائل امکان نبوت از روئے قرآن مجید

دلائل امکان نبوت از روئے حدیث

الہامات پر اعتراضات کے جوابات

پیشگوئیوں پر اعتراضات کے جوابات

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر

تحریرات پر اعتراضات کے جوابات

حضرت کی ذات پر اعتراضات کے جوابات

(الف) چار سوال اہل پیغام سے

(ب) نبوت حضرت مسیح موعودؑ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ہستی باری تعالیٰ کے دلائل

از افادات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

پہلی دلیل:

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے کہ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسۡمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ وَّاَبۡقٰی اِنَّ ہٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰی صُحُفِ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ مُوۡسٰی (الاعلیٰ:۱۵تا۲۰) یعنی مظفر و منصور ہو گیا وہ شخص کہ جو پاک ہوا اور اس نے اپنے رب کا زبان سے اقرار کیا اور پھر زبان سے ہی نہیں بلکہ عملی طور سے عبادت کر کے اپنے اقرار کا ثبوت دیا لیکن تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہو حالانکہ انجام کار کی بہتری ہی اصل بہتری اور دیرپا ہے۔ اور یہ بات صرف قرآن شریف ہی پیش نہیں کرتا بلکہ سب پہلی کتابوں میں یہ دعویٰ موجود ہے۔ چنانچہ ابراہیمؑ و موسیٰؑ نے جو تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی اس میں بھی یہ احکام موجود ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مخالفین قرآن پر یہ حجت پیش کی ہے کہ اپنی نفسانی خواہشوں سے بچنے والے، خدا کی ذات کا اقرار کرنے والے اور پھر اس کا سچا فرمانبردار بننے والے ہمیشہ کامیاب و مظفر ہوتے ہیں اور اس تعلیم کی سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ یہ بات پہلے تمام مذاہب میں مشترک ہے۔ چنانچہ اس وقت کے بڑے بڑے مذاہب مسیحی، یہودی اور کفار مکہ پر حجت کے لئے حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی مثال دیتا ہے کہ ان کو تو تم مانتے ہو۔ انہوں نے بھی یہ تعلیم دی ہے۔ پس قرآن شریف نے ہستی باری تعالیٰ کا ایک بہت بڑا ثبوت یہ بھی پیش فرمایا ہے کہ کل مذاہب اس پر متفق ہیں اور سب اقوام کا مشترکہ مسئلہ ہے چنانچہ جس قدر اس دلیل پر غور کیا جائے نہایت صاف اور سچی معلوم ہوتی ہے۔

حقیقت میں کل دنیا کے مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ کوئی ہستی ہے جس نے کل جہان کو پیدا کیا۔ مختلف ممالک اور احوال کے تغیر کی وجہ سے خیالات و عقائد میں بھی فرق پڑتا ہے لیکن باوجود اس

کے جس قدر تاریخی مذہب ہیں سب اللہ تعالیٰ کے وجود پر متفق اللسان ہیں۔ گو اس کی صفات کے متعلق ان میں اختلاف ہو۔ موجودہ مذاہب یعنی اسلام، مسیحیت، یہودیت، بُدھ ازم، سکھ ازم، ہندو ازم اور عقائد زرتشی تو سب کے سب ایک اللہ، خدا، الوہیم، پرمیشور، پرماتما، ست گُرو یا یزدان کے قائل ہی ہیں مگر جو مذاہب کہ دنیا کے پردہ سے مٹ چکے ہیں ان کے متعلق بھی آثار قدیمہ سے پتہ چلتا ہے کہ سب کے سب ایک خدا کے قائل اور معتقد تھے خواہ وہ مذاہب امریکہ کے جُدا شدہ ملک میں پیدا ہوئے ہوں یا افریقہ کے جنگلوں میں، خواہ روما میں، خواہ انگلستان میں، خواہ جاوا اور سماٹرا میں، خواہ جاپان وچین میں، خواہ سائبیریا و منچوریا میں ۔ یہ اتفاق مذاہب کیونکر ہوا اور کون تھا جس نے امریکہ کے رہنے والے باشندوں کو ہندوستان کے عقائد سے آگاہ کیا؟ پہلے زمانہ میں ریل وتار وڈاک کا یہ انتظام تو تھا نہیں جواَب ہے۔ نہ اس طرح جہازوں کی آمدورفت کی کثرت تھی۔ گھوڑوں اور خچروں وغیرہ کی سواری تھی اور بادبانی جہاز آجکل کے دنوں کا سفر مہینوں میں کرتے تھے اور بہت سے علاقے تو اس وقت دریافت بھی نہ ہوئے تھے پھر ان مختلف المذاق اور مختلف الرسوم اور ایک دوسرے سے ناآشنا ممالک میں ایک عقیدہ پر کیونکر اتفاق ہو گیا؟ مَن گھڑت ڈھکوسلوں میں تو دو آدمیوں کا اتفاق ہونا مشکل ہوتا ہے۔ پھر کیا اس قدر قوموں اور ملکوں کا اتفاق جو آپس میں کوئی تبادلۂ خیالات کے ذرائع نہ رکھتی تھیں اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ عقیدہ ایک امر واقعہ ہے اور کسی نامعلوم ذریعہ سے جسے اسلام نے کھول دیا ہے ہر قوم اور ہر ملک میں اس کا اظہار کیا گیا ہے۔ اہل تاریخ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جس مسئلہ پر مختلف اقوام کے مؤرخ متفق ہو جائیں اس کی راستی میں شک نہیں کرتے۔ پس جب اس مسئلہ پر ہزاروں لاکھوں قوموں نے اتفاق کیا ہے تو کیوں نہ یقین کیا جائے کہ کسی جلوہ گر کو دیکھ کر ہی سب دنیا اس خیال کی قائل ہوئی ہے۔

دوسری دلیل:

دوسری دلیل جو قرآن شریف میں ہستی باری تعالیٰ کے متعلق دی ہے۔ ان آیات سے معلوم ہوتی ہے کہ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي

الْمُحْسِنِيْنَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ط كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ط وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (الانعام: ۸۴تا۸۷) پھر کچھ آیات کے بعد فرمایا کہ: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (الانعام:۹۱) یعنی یہ ایک دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابل میں دی اور ہم جس کے درجات چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں۔ تحقیق تیرا رب بڑا حکمت والا اور علم والا ہے اور ہم نے اسے اسحٰقؑ اور یعقوبؑ دیئے۔ ہر ایک کو ہم نے سچا راستہ دکھایا اور نوحؑ کو بھی ہم نے سچا راستہ دکھایا ان سے پہلے اور اس کی اولاد میں سے داؤدؑ اور سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ہارونؑ کو بھی اور ہم نیک اعمال میں کمال کرنے والوں کے ساتھ اسی طرح سلوک کیا کرتے ہیں۔ اور زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو بھی راستہ دکھایا اور یہ سب لوگ نیک تھے۔ اور اسمٰعیلؑ، الیسعؑ، یونسؑ اور لوطؑ کو بھی راستہ دکھایا اور ان سب کو ہم نے اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت دی تھی اور پھر فرماتا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے کہ جن کو خدا نے ہدایت دی۔ پس تو ان کے طریق کی پیروی کر۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اس قدر نیک اور پاک لوگ جس بات کی گواہی دیتے ہیں وہ مانی جائے یا وہ بات جو دوسرے ناواقف لوگ کہتے ہیں اور اپنے چال چلن سے ان کے چال چلن کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ سیدھی بات ہے کہ انہی لوگوں کی بات کو وقعت دی جائے گی جو اپنے چال چلن اور اپنے اعمال سے دنیا پر اپنی نیکی اور پاکیزگی اور گناہوں سے بچنا اور پرہیز کرنا ثابت کر چکے ہیں۔ پس ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ وہ انہی کا تتبّع کرے اور ان کے مقابل میں دوسرے لوگوں کی بات کا انکار کر دے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس قدر نیکی اور اخلاق کے پھیلانے والے لوگ گزرے ہیں اور جنہوں نے اپنے اعمال سے دنیا پر اپنی راستی کا سکہ بٹھا دیا تھا وہ سب کے سب اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ایک ایسی ہستی ہے جسے مختلف زمانوں میں اللہ یا گارڈ یا پرمیشور لکھا گیا ہے۔ ہندوستان کے راستباز رامچندرؒ، کرشنؑ۔ ایران کا راستباز زرتشتؑ۔ مصر کا راستباز موسیٰؑ۔ ناصرہ کا راستباز مسیحؑ۔ پنجاب کا ایک راستباز نانکؒ۔ پھر سب راستبازوں کا سرتاج عرب کا نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کو اس کی قوم نے بچپن ہی سے صادق کا قول دیا اور جو کہتا ہے کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا (یونس:۱۷) میں نے تم میں اپنی عمر گزاری ہے کیا تم میرا کوئی جھوٹ ثابت کر سکتے ہو؟ اور اس کی قوم کوئی اعتراض نہیں کر سکتی اور ان کے علاوہ اور ہزاروں راستباز جو وقتاً فوقتاً دنیا میں ہوئے ہیں یک زبان ہو کر پکارتے ہیں کہ ایک خدا ہے اور یہی نہیں بلکہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس سے ملاقات کی اور اس سے ہم کلام ہوئے۔ بڑے سے بڑے فلاسفر جنہوں نے دنیا میں کوئی

کام کیا ہو وہ ان میں سے ایک کے کام کا ہزارواں حصہ بھی پیش نہیں کر سکتے بلکہ اگر ان لوگوں اور فلاسفروں کی زندگی کا مقابلہ کیا جائے تو فلاسفروں کی زندگی میں اقوال سے بڑھ کر افعال کے باب بہت ہی کم نظر آئیں گے۔ وہ صدق و راستی جو انہوں نے دکھلائی وہ فلاسفر کیوں نہ دکھلا سکے؟ وہ لوگوں کو راستی کی تعلیم دیتے ہیں مگر خود جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتے لیکن اس کے مقابلہ میں وہ لوگ جن کا میں نام اوپر لے چکا ہوں صرف راستبازی کی خاطر ہزاروں تکلیفوں کو برداشت کرتے رہے ہیں لیکن کبھی ان کا قدم اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ ان کے قتل کرنے کے منصوبے کیئے گئے، ان کو وطنوں سے خارج کیا گیا، ان کو گلیوں اور بازاروں میں ذلیل کرنے کی کوشش کی گئی، ان سے کُل دنیا نے قطع تعلق کر لیا مگر انہوں نے اپنی بات نہ چھوڑی اور کبھی نہ کیا کہ لوگوں کی خاطر جھوٹ بول کر اپنے آپ کو بچا لیتے اور ان کے عمل نے، ان کی دنیا سے نفرت نے، نمائش سے علیحدگی نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ وہ بے غرض تھے اور کسی نفسانی غرض سے کوئی کام نہ کرتے تھے۔ پھر ایسے صادق ایسے قابل اعتبار یک زبان ہو کر کہہ رہے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی۔ اس کی آواز سنی اور اس کے جلوے کا مشاہدہ کیا تو ان کے قول کا انکار کرنے کی کسی کے پاس کیا وجہ ہے۔ جن لوگوں کو ہم روز جھوٹ بولتے سنتے ہیں وہ بھی جب چند مل کر ایک بات کی گواہی دیتے ہیں تو ماننا ہی پڑتا ہے۔ جن کے احوال سے ہم بالکل ناواقف ہوتے ہیں وہ اخباروں میں اپنی تحقیقاتیں شائع کرتے ہیں تو ہم تسلیم کر لیں گے مگر نہیں مانتے تو ان راستبازوں کا کلام نہیں مانتے۔ دنیا کہتی ہے کہ لنڈن ایک شہر ہے اور ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔ جغرافیوں والے لکھتے ہیں کہ امریکہ ایک براعظم ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ سیّاح کہتے ہیں کہ سائبیریا ایک وسیع اور غیر آباد علاقہ ہے اور ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ کیوں؟ اسی لئے کہ بہت سے لوگوں کی گواہی اس پر ہو گئی ہے حالانکہ ہم ان گواہوں کے حالات سے واقف نہیں کہ وہ جھوٹے ہیں یا سچے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے وجود پر عینی گواہی دینے والے وہ لوگ ہیں کہ جن کی سچائی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ انہوں نے اپنے مال و جان، وطن، عزت و آبرو کو تباہ کر کے راستی کو دنیا میں قائم کیا۔ پھر ان سیاحوں اور جغرافیہ والوں کی بات کو ماننا اور ان راستبازوں کی بات کا انکار کرنا کہاں کی راستبازی ہے۔ اگر لنڈن کا وجود چند لوگوں سے سن کر ثابت ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا وجود ہزاروں راستبازوں کی گواہی پر کیوں ثابت نہیں ہو سکتا؟

غرضیکہ ہزاروں راستبازوں کی شہادت جو اپنے عینی مشاہدہ پر خدا تعالیٰ کے وجود کی گواہی دیتے ہیں کسی صورت میں بھی رد کے قابل نہیں ہو سکتی۔ تعجب ہے کہ جو اس کوچہ میں پڑے ہیں وہ تو سب

بالاتفاق کہہ رہے ہیں کہ خدا ہے لیکن جو روحانیت کے کوچہ سے بالکل بے بہرہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان کی بات نہ مانو ہماری مانو کہ خدا نہیں ہے۔ حالانکہ اصول شہادت کے لحاظ سے اگر دو برابر کے راستباز آدمی بھی ایک معاملہ کے متعلق گواہی دیں تو جو کہتا ہے کہ میں نے فلاں چیز کو دیکھا اس کی گواہی کو اس کی گواہی پر جو کہتا ہے میں نے اس چیز کو نہیں دیکھا ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ان میں سے ایک کی نظر اس چیز پر نہ پڑی ہو لیکن یہ ناممکن ہے کہ ایک نے نہ دیکھا ہو اور سمجھ لے کہ میں نے دیکھا ہے۔ پس خدا کے دیکھنے والوں کی گواہی اس کے منکروں پر بہرحال حجت ہوگی۔

تیسری دلیل:

تیسری دلیل جو قرآن شریف سے معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ انسان کی فطرت خود خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک دلیل ہے کیونکہ بعض ایسے گناہ ہیں کہ جن کو فطرت انسانی قطعی طور پر ناپسند کرتی ہے، ماں، بہن اور لڑکی کے ساتھ زنا، پاخانہ، پیشاب اور اس قسم کی نجاستوں سے تعلق ہے۔ جھوٹ ہے۔ یہ سب ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے ایک دہریہ بھی پرہیز کرتا ہے۔ مگر کیوں؟ اگر کوئی خدا نہیں تو کیوں وہ اپنی ماں، بہن اور دوسری عورتوں میں فرق جانتا ہے۔ جھوٹ کو کیوں برا جانتا ہے؟ کیا دلائل ہیں کہ جنہوں نے مذکورہ بالا چیزوں کو اس کی نظر میں بدنما قرار دیا ہے اگر کسی بالائی طاقت کا رعب اس کے دل پر نہیں تو وہ کیوں ان سے احتراز کرتا ہے؟ اس کے لئے تو جھوٹ اور سچ ظلم اور انصاف سب ایک ہی ہونا چاہیئے۔ جو دل کی خوشی ہوئی کرلیا۔ وہ کون سی شریعت ہے جو اس کے جذبات پر حکومت کرتی ہے۔ وہ خدا کی حکومت ہے جس نے دل پر اپنا تخت رکھا ہے اور گو ایک دہریہ زبان سے اس کی حکومت سے نکل جائے لیکن وہ اس کی بنائی ہوئی فطرت سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اور گناہوں سے اجتناب یا ان کے اظہار سے اجتناب اس کے لئے ایک دلیل ہے کہ کسی بادشاہ کی جواب دہی کا خوف ہے جو اس کے دل پر طاری ہے گو وہ اس کی بادشاہت کا انکار ہی کرتا ہے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (القیامة : ۲،۳) یعنی جیسا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ نہ خدا ہے نہ کوئی جزا سزا ہے۔ ایسا نہیں بلکہ ہم ان امور کی شہادت کے لئے دو چیزیں پیش کرتے ہیں۔ ایک تو اس بات کو کہ ہر بات کے لئے ایک قیامت کا دن مقرر ہے جس میں اس کا فیصلہ ہوتا ہے اور نیکی کا بدلہ نیک اور بدی کا بدلہ بد مل جاتا ہے۔ اگر خدا نہیں تو یہ

جزا سزا کیونکر مل رہی ہے اور جو لوگ قیامت کُبریٰ کے منکر ہیں وہ دیکھ لیں کہ قیامت تو اس دنیا سے شروع ہے۔ زانی کو آتشک وسوزاک ہوتا ہے۔ شادی شدہ کو نہیں ہوتا۔ حالانکہ دونوں ایک ہی کام کر رہے ہوتے ہیں۔ دوسری شہادت نفس لوّامہ ہے۔ یعنی انسان کا نفس خود ایسے گناہ پر ملامت کرتا ہے کہ یہ بات بری ہے اور گندی ہے۔ دہریہ بھی زنا اور جھوٹ کو برا جانیں گے۔ تکبر اور حسد کو اچھا نہ سمجھیں گے مگر کیوں؟ ان کے پاس تو کوئی شریعت نہیں۔ اسی لئے نا کہ ان کا دل برا مناتا ہے اور دل اسی لئے برا مناتا ہے کہ مجھے اس فعل کی ایک حاکم اعلیٰ کی طرف سے سزا ملے گی۔ گو وہ لفظوں میں اسے ادا نہیں کرسکتا۔ اسی کی تائید میں ایک اور جگہ قرآن شریف میں ہے کہ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا (الشمس: ۹) اللہ تعالیٰ نے ہر نفس میں نیکی اور بدی کا الہام کر دیا ہے۔ پس نیکی بدی کا احساس خود خدا کی ایک زبردست دلیل ہے اگر خدا نہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک چیز کو نیک اور ایک کو بد کہا جائے۔ اور لوگ جو دل میں آئے وہ کر لیا کریں۔

چوتھی دلیل:

چوتھی دلیل جو قرآن شریف سے ذاتِ باری کے متعلق ملتی ہے یہ ہے کہ وَاَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْيَا وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى (النجم: ۴۳ تا ۴۷) یعنی یہ بات ہر ایک نبی کی معرفت ہم نے پہنچا دی ہے کہ ہر ایک چیز کا انتہا اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی جا کر ہوتا ہے اور خواہ خوشی کے واقعات ہوں یا رنج کے وہ خدا ہی کی طرف سے آتے ہیں اور موت و حیات سب اسی کے ہی ہاتھ میں ہیں اور اس نے مرد اور عورت دونوں کو پیدا کیا ہے ایک چھوٹی سی چیز سے جس وقت وہ ڈالی گئی۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ ہر ایک فعل کا ایک فاعل ہوتا ہے اور ضرور ہے کہ ہر کام کا کوئی کرنے والا بھی ہو۔ پس اس تمام کائنات پر اگر غور کرو گے تو ضرور تمہاری رہنمائی اس طرف ہوگی کہ سب اشیاء آخر جا کر ذات باری پر ختم ہوتی ہیں۔ اور وہی انتہا ہے تمام اشیاء کی اور اسی کے اشارہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی ابتدائی حالت کی طرف متوجہ کر کے فرمایا کہ تمہاری پیدائش تو ایک نطفہ سے ہے اور تم جوں جوں پیچھے جاتے ہو کمزور ہی ہوتے جاتے ہو۔ تم کیونکر اپنے خالق ہو سکتے ہو؟ جب خالق کے بغیر کوئی مخلوق ہو نہیں سکتی اور انسان

اپنا آپ خالق نہیں ہے کیونکہ اس کی حالت پر جس قدر غور کریں وہ نہایت چھوٹی اور ادنیٰ حالت سے ترقی کر کے اس حالت کو پہنچتا ہے اور جب وہ موجودہ حالت میں خالق نہیں تو اس کمزور حالت میں کیونکر خالق ہوسکتا تھا۔ تو ماننا پڑے گا کہ اس کا خالق کوئی اور ہے جس کی طاقتیں غیر محدود اور قدرتیں لا انتہا ہیں۔ غرضیکہ جس قدر انسان کی درجہ بدرجہ ترقی پر غور کرتے جائیں اس کے اسباب باریک سے باریک تر ہوتے جاتے ہیں اور آخر ایک جگہ جا کر تمام دنیاوی علوم کہہ دیتے ہیں کہ یہاں اب ہمارا دخل نہیں اور ہم نہیں جانتے کہ یہ کیوں ہوگیا اور وہی مقام ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ کام کر رہا ہوتا ہے اور ہر ایک سائنس دان کو آخر ماننا پڑتا ہے کہ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى (النجم: ۴۳) یعنی ہر ایک چیز کی انتہا آخر ایک ایسی ہستی پر ہوتی ہے کہ جس کو وہ اپنی عقل کے دائرہ میں نہیں لا سکتے اور وہی خدا ہے۔ یہ ایک ایسی موٹی دلیل ہے کہ جسے ایک جاہل سے جاہل انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔

کہتے ہیں کسی نے کسی بدوی سے پوچھا تھا کہ تیرے پاس خدا کی کیا دلیل ہے۔ اس نے جواب دیا کہ جنگل میں ایک اونٹ کی مینگنی پڑی ہوئی ہو تو میں دیکھ کر بتا دیتا ہوں کہ یہاں سے کوئی اونٹ گزرا ہے، پھر اتنی بڑی مخلوق کو دیکھ کر کیا میں معلوم نہیں کر سکتا کہ اس کا کوئی خالق ہے۔ واقعی یہ جواب ایک سچا اور فطرت کے مطابق جواب ہے۔ اور اس مخلوقات کی پیدائش کی طرف اگر انسان توجہ کرے تو آخر ایک ہستی کو ماننا پڑتا ہے کہ جس نے یہ سب پیدا کیا۔

پانچویں دلیل:

پانچویں دلیل ہستی باری تعالیٰ کی جو قرآن شریف نے دی ہے گو اسی رنگ کی ہے لیکن اس سے زیادہ زبردست ہے اور وہاں استدلال بالاَوْلٰی سے کام لیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۣ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ (الملک: ۲ تا ۵) یعنی بہت برکت والا ہے وہ جس کے ہاتھ میں ملک ہے۔ اور وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا ہے تا کہ دیکھے کہ تم میں سے کون زیادہ نیک عمل کرتا ہے اور وہ غالب ہے بخشندہ ہے۔ اس نے ساتوں آسمان بھی پیدا کئے ہیں اور ان میں آپس میں

موافقت اور مطابقت رکھی ہے۔تُو کبھی کوئی اختلاف اللہ تعالیٰ کی پیدائش میں نہیں دیکھے گا۔پس اپنی آنکھ کو لَوٹا۔کیا تجھے کوئی شگاف نظر آتا ہے۔دوبارہ اپنی نظر کر لَوٹا کر دیکھ تیری نظر تیری طرف تھک کر اور درماندہ ہو کر لوٹے گی۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تمام کائنات اتفاقاً پیدا ہوگئی اور اتفاقی طور سے مادہ کے ملنے سے یہ سب کچھ بن گیا۔اور سائنس سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ ہوسکتا ہے کہ دنیا خود بخود جُڑ کر آپ ہی چلتی جائے اور اس کی کَل پھرانے والا کوئی نہ ہو لیکن ان کا جواب اللہ تعالیٰ ان آیات میں دیتا ہے کہ اتفاقی طور پر جڑنے والی چیزوں میں کبھی ایک سلسلہ اور انتظام نہیں ہوتا بلکہ بے جوڑی ہوتی ہیں۔مختلف رنگوں سے مل کر تصویر بنتی ہے لیکن کیا اگر مختلف رنگ ایک کاغذ پر پھینک دیں تو اس سے تصویر بن جائے گی۔اینٹوں سے مکان بنتا ہے۔لیکن کیا اینٹیں ایک دوسرے پر پھینک دینے سے مکان بن جائے گا؟ بفرض محال اگر یہ مان لیا جائے کہ بعض واقعات اتفاقاً بھی ہو جاتے ہیں لیکن نظام عالم کو دیکھ کر کبھی کوئی انسان نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب کچھ آپ ہی ہو گیا۔مانا کہ خود بخود مادہ پیدا ہو گیا، مانا کہ خود بخود ہی مادہ سے زمین پیدا ہوگئی۔اور یہ بھی مان لیا کہ اتفاقاً ہی انسان بھی پیدا ہو گیا، لیکن تم انسان کی خلقت پر نظر تو کرو کہ کیا ایسی کامل پیدائش کبھی خود بخود ہو سکتی ہے؟

عام طور سے دنیا میں ایک صفت کی خوبی سے اس کے صنّاع کا پتہ لگتا ہے۔ایک عمدہ تصویر کو دیکھ کر فوراً خیال ہوتا ہے کہ کسی بڑے مصور نے بنائی ہے۔ایک عمدہ تحریر کو دیکھ کر سمجھا جاتا ہے کہ کسی بڑے کاتب نے لکھی ہے اور جس قدر ربط بڑھتا جائے اسی قدر اس کے بنانے یا لکھنے والے کی خوبی اور بڑائی ذہن نشین ہوتی جاتی ہے۔پھر کیونکر تصور کیا جاسکتا ہے کہ ایسی منظّم دنیا خود بخود اور یونہی پیدا ہوگئی!

ذرا اس بات پر تو غور کرو کہ جہاں انسان میں ترقی کرنے کے قویٰ ہیں وہاں اسے اپنے خیالات کو عملی صورت میں لانے کے لئے عقل دی گئی ہے اور اس کا جسم بھی اس کے مطابق بنایا گیا ہے۔چونکہ اس کو محنت سے روزی کمانا تھا اس لئے اسے مادہ دیا کہ چل پھر کر اپنا رزق پیدا کرے۔درخت کا رزق اگر زمین میں رکھا ہے تو اسے جڑیں دیں کہ وہ اس کے اندر سے پیٹ بھرے۔اگر شیر کی خوراک گوشت رکھی تو اسے شکار مارنے کے لئے ناخن دیئے۔اور اگر گھوڑے اور بیل کے لئے گھاس کھانا مقرر کیا تو ان کو ایسی گردن دی جو جھک کر گھاس پکڑ سکے۔اور اگر اونٹ کے لئے درختوں کے پتے اور کانٹے مقرر کئے تو اس کی گردن بھی لمبی بنائی۔کیا یہ سب کارخانہ اتفاق سے ہوا؟ اتفاق نے اس بات کو معلوم کر

لیا تھا کہ اونٹ کو گردن لمبی دوں اور شیر کو پنجے اور درخت کو جڑیں اور انسان کو ٹانگیں۔ ہاں کیا یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ جو کام خود بخود ہو گیا اس میں اس قدر انتظام رکھا گیا ہو۔ پھر اگر انسان کے لئے پھیپھڑا بنایا تو اس کے لئے ہوا بھی پیدا کی۔ اگر پانی پر اس کی زندگی رکھی تو سورج کے ذریعہ اور بادلوں کی معرفت اسے پانی پہنچایا۔ اور اگر آنکھیں دیں تو ان کے کارآمد بنانے کے لئے سورج کی روشنی بھی دی تا کہ وہ اس میں دیکھ بھی سکے۔ کان دیئے تو ساتھ اس کے خوبصورت آوازیں بھی پیدا کیں۔ زبان کے ساتھ ذائقہ دار چیزیں بھی عطا فرمائیں۔ ناک پیدا کیا تو خوشبو بھی مہیّا کر دی۔ ممکن تھا کہ اتفاق انسان میں پھیپھڑا پیدا کر دیتا لیکن اس کے لئے یہ ہوا کا سامان کیونکر پیدا ہو گیا؟ ممکن تھا کہ آنکھیں انسان کی پیدا ہو جاتیں لیکن وہ عجیب اتفاق تھا کہ جس نے کروڑوں میلوں پر جا کر ایک سورج بھی پیدا کر دیا کہ تا وہ اپنا کام کر سکیں۔ اگر ایک طرف اتفاق نے کان پیدا کر دیئے تھے تو یہ کون سی طاقت تھی جس نے دوسری طرف آواز بھی پیدا کر دی۔ برفانی ممالک میں مان لیا کہ کتے اور ریچھ تو اتفاق نے پیدا کر دیئے لیکن کیا سبب کہ ان کتوں یا ریچھوں کے بال اتنے لمبے بن گئے کہ وہ سردی سے محفوظ رہ سکیں۔ اتفاق ہی نے ہزاروں بیماریاں پیدا کیں اور اتفاق ہی نے ان کے علاج بنا دیئے۔ اتفاق ہی نے بچھو بوٹی جس کے چھونے سے خارش ہونے لگ جاتی ہے پیدا کی اور اس نے اس کے ساتھ پالک کا پودا اُگا دیا کہ اس کا علاج ہو جائے۔ یہ دہریوں کا اتفاق بھی عجیب ہے کہ جن چیزوں کے لئے موت تجویز کی ان کے ساتھ طوالت کا سلسلہ بھی قائم کر دیا اور جن چیزوں کے ساتھ موت نہ تھی وہاں یہ سلسلہ ہی نہ رکھا۔ انسان اگر پیدا ہوتا مگر نہ مرتا تو کچھ سالوں میں ہی دنیا کا خاتمہ ہو جاتا۔ اس لئے اس کے لئے فنا دی لیکن سورج اور چاند اور زمین نہ نئے پیدا ہوتے ہیں نہ اگلے فنا ہوتے ہیں۔ کیا یہ انتظام کچھ کم تعجب انگیز ہے کہ زمین اور سورج میں چونکہ کشش رکھی ہے اس لئے ان کو ایک دوسرے سے اتنی دور رکھا ہے کہ آپس میں ٹکرا نہ جائیں۔ کیا یہ سب باتیں اس بات پر دلالت نہیں کرتیں کہ ان سب چیزوں کا خالق وہ ہے جو نہ صرف علیم ہے بلکہ غیر محدود علم والا بھی ہے۔ اس کے قواعد ایسے منضبط ہیں کہ ان میں کچھ اختلاف نہیں اور نہ کچھ کمی ہے۔ مجھے تو اپنی انگلیاں بھی اس کی ہستی کا ثبوت معلوم ہوتی ہیں۔ مجھے جہاں علم دیا تھا اگر شیر کا پنجہ مل جائے تو کیا میں اس سے لکھ سکتا تھا۔ شیر کو علم نہیں دیا اسے پنجے دیئے۔ مجھے علم دیا۔ لکھنے کے لئے انگلیاں بھی دیں۔

سلطنتوں میں ہزاروں مدبر اُن کی درستی کے لئے دن رات لگے رہتے ہیں لیکن پھر بھی دیکھتے

ہیں کہ ان سے ایسی ایسی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں کہ جن سے سلطنتوں کو خطرناک نقصان پہنچ جاتا ہے بلکہ بعض اوقات وہ بالکل تباہ ہو جاتی ہیں لیکن اگر اس دنیا کا کاروبار صرف اتفاق پر ہے تو تعجب ہے کہ ہزاروں دانا دماغ تو غلطی کرتے ہیں لیکن یہ اتفاق غلطی نہیں کرتا۔ سچی بات یہی ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے جو بڑے وسیع عالم کا مالک اور عزیز ہے اور اگر یہ نہ ہوتا تو یہ انتظام نظر نہ آتا۔ اب جس طرف نظر دوڑا کر دیکھو تمہاری نظر قرآن شریف کے ارشاد کے مطابق خائب وخاسر واپس آئے گی اور ہر ایک چیز میں ایک نظام معلوم ہوگا۔ نیک جزا اور بدکار سزا پا رہے ہیں۔ ہر ایک چیز اپنا مفوّضہ کام کر رہی ہے اور دم کے لئے سُست نہیں ہوئی۔ یہ ایک بہت وسیع مضمون ہے لیکن میں اسے یہیں ختم کرتا ہوں۔ عاقل را اشارہ کافی است۔

چھٹی دلیل:

قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منکر ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتے ہیں اور یہ بھی ایک ثبوت ہے ان کے باطل پر ہونے کا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے ماننے والوں کو ہمیشہ فتوحات دیتا ہے اور وہ اپنے مخالفوں پر غالب رہتے ہیں۔ اگر کوئی خدا نہیں تو یہ نصرت وتائید کہاں سے آتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرعون اور موسیٰ کی نسبت فرماتا ہے: قَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى (النّٰزعٰت: ۲۵،۲۶) یعنی جب حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو اطاعت الٰہی کی نسبت کہا تو اس نے تکبر سے جواب دیا کہ خدا کیسا؟ خدا تو میں ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی ذلیل کر دیا۔ چنانچہ فرعون کا واقعہ ایک بیّن دلیل ہے کہ کس طرح خدا کے منکر ذلیل وخوار ہوتے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں دنیا میں کبھی کوئی سلطنت دہریوں نے قائم نہیں کی بلکہ دنیا کے فاتح اور ملکوں کے مصلح اور تاریخ کے بنانے والے وہی لوگ ہیں کہ جو خدا کے قائل ہیں۔ کیا جہان کی ذلت ونکبت اور ایک قوم کی صورت میں کبھی حکومت نصیب نہ ہونا کچھ معنی نہیں رکھتا؟

ساتویں دلیل:

ساتویں دلیل اللہ تعالیٰ کی ہستی کی یہ ہے کہ اس کی ذات کے ماننے اور اس پر حقیقی ایمان رکھنے والے ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں اور باوجود لوگوں کی مخالفت کے ان پر کوئی مصیبت نہیں آتی۔

خدا تعالیٰ کی ہستی کے منوانے والے ہر ایک ملک میں پیدا ہوئے ہیں اور جس قدر ان کی مخالفت ہوئی ہے اتنی اور کسی کی نہیں ہوئی لیکن پھر دنیا ان کے خلاف کیا کر سکی؟ راچند رکو بَن باس دینے والوں نے کیا سکھ پایا اور انہوں نے کونسی عشرت حاصل کر لی۔ کیا راچند ر کا نام ہزاروں سال کے لئے زندہ نہیں ہو گیا اور ان کا نام ہمیشہ کے لئے بدنام نہیں ہوا؟ اور پھر کرشن کی بات کو رد کر کے کیا فائدہ حاصل کیا؟ کیا وہ کرو چھتر کے میدان میں تباہ نہ ہوئے؟ فرعون سا بادشاہ جو بنی اسرائیل سے اینٹیں پتھوا تا تھا اس نے موسیٰؑ سے بے کس انسان کی مخالفت کی مگر کیا موسیٰؑ کا وہ کچھ بگاڑ سکا۔ وہ غرق ہو گیا اور موسیٰؑ بادشاہ ہو گئے۔ حضرت مسیحؑ کی دنیا نے جو کچھ مخالفت کی وہ بھی ظاہر ہے اور ان کی ترقی بھی جو کچھ پوشیدہ نہیں۔ ان کے دشمن تو تباہ ہوئے اور ان کے غلام دنیا کے بادشاہ ہو گئے۔ ہمارے آقاؐ بھی دنیا میں سب سے زیادہ اس پاک نام کے پھیلانے والے تھے۔ یہاں تک کہ ایک یورپ کا مصنف کہتا ہے کہ ان کو خدا کا جنون تھا (نعوذ باللہ) ہر وقت خدا خدا ہی کہتے رہتے تھے۔ اُن کی سات قوموں نے مخالفت کی۔ اپنے پرائے سب دشمن ہو گئے مگر کیا پھر آپ کے ہاتھ پر دُنیا کے خزانے فتح نہیں ہوئے؟ اگر خدا نہیں تو یہ تائید کس نے کی؟ اگر یہ سب کچھ اتفاق تھا تو کوئی مبعوث تو ایسا ہوتا جو خدا کی خدائی ثابت کرنے آتا اور دنیا اسے ذلیل کر دیتی۔ مگر جو کوئی خدا کے نام کو بلند کرنے اٹھا وہ معزز و ممتاز ہی ہوا چنانچہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ: وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (المائدۃ: ۵۷) اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی کرتا ہے۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ یہی لوگ خدا کے ماننے والے ہی غالب رہتے ہیں۔

آٹھویں دلیل

آٹھویں دلیل جو قرآن شریف سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت میں ملتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور یہ بات کسی خاص زمانہ کے متعلق نہیں ہے بلکہ ہر زمانہ میں اس کے نظارے موجود ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ (البقرۃ: ۱۸۷) یعنی جب میرے بندے میری نسبت سوال کریں تو انہیں کہہ دو کہ میں ہوں اور پھر قریب ہوں اور پکارنے والے کی دعا کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہیے کہ وہ بھی میری بات مانیں

اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔اب اگر کوئی شخص کہے کہ کیونکر معلوم ہو کہ وہ خدا سنتا ہے۔کیوں نہ کہا جائے کہ اتفاقاً بعض دعا کرنے والے کے کام ہو جاتے ہیں۔جیسے بعض کے نہیں بھی ہوتے اگر سب دعائیں قبول ہو جاتیں تب تو کچھ بات بھی تھی لیکن بعض کے قبول ہونے سے کیونکر معلوم ہو کہ اتفاق نہ تھا بلکہ کسی ہستی نے انہیں قبول کر لیا۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ دعا کی قبولیت اپنے ساتھ ایک نشان رکھتی ہے۔چنانچہ ہمارے آقا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ثبوتِ باری کی دلیل میں یہ پیش کیا تھا کہ چند بیمار جو خطرناک طور سے بیمار ہوں چنے جائیں اور قرعہ سے بانٹ لئے جائیں اور ایک گروہ کا ڈاکٹر علاج کریں اور ایک طرف میں اپنے حصہ والوں کے لئے دعا کروں۔پھر دیکھو کہ کس کے بیمار اچھے ہوتے ہیں۔اب اِس طریق امتحان میں کیا شک ہوسکتا ہے چنانچہ ایک سگ گزیدہ جسے دیوانگی ہوگئی تھی اور جس کے علاج سے کسولی کے ڈاکٹروں نے قطعاً انکار کر دیا تھا اور لکھ دیا تھا کہ اس کا کوئی علاج نہیں۔اس کے لئے آپ نے دعا کی اور وہ اچھا ہو گیا حالانکہ دیوانہ کتّے کے کٹے ہوئے دیوانے ہو کر کبھی اچھے نہیں ہوتے۔پس دعاؤں کی قبولیت اس بات کا ثبوت ہے کہ کوئی ایسی ہستی موجود ہے جو انہیں قبول کرتی ہے اور دعاؤں کی قبولیت کسی خاص زمانہ سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ ہر زمانہ میں اس کے نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔جیسے پہلے زمانہ میں دعائیں قبول ہوتی تھیں ویسی ہی اب بھی ہوتی ہیں۔

نویں دلیل:

نویں دلیل قرآن شریف سے وجود باری کی ''الہام'' معلوم ہوتی ہے۔یہ دلیل اگرچہ میں نے نویں نمبر پر رکھی ہے لیکن درحقیقت نہایت عظیم الشان دلیل ہے جو خدا تعالےٰ کے وجود کو یقینی طور پر ثابت کر دیتی ہے۔چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (ابراھیم:۲۸) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اس دنیا اور اگلی دنیا میں پکی باتیں سنا سنا کر مضبوط کرتا رہتا ہے۔پس جبکہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ ایک بڑی تعداد کے ساتھ ہمکلام ہوتا رہتا ہے۔تو پھر اس کا انکار کیونکر درست ہوسکتا ہے اور نہ صرف انبیاء اور رسولوں سے ہی ہمکلام ہوتا ہے بلکہ اولیاء سے بھی بات کرتا ہے اور بعض دفعہ اپنے کسی غریب بندہ پر بھی رحم کر کے اس کی تشفی کے لئے کلام کرتا ہے۔چنانچہ اس عاجز (حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایّدہ اللہ) سے بھی اس نے کلام کیا

اوراپنے وجودکودلائل سے ثابت کیا۔ پھریہی نہیں بعض دفعہ نہایت گندہ اور بد باطن آدمیوں سے بھی ان پر حجت قائم کرنے کے لئے بول لیتا ہے۔ چنانچہ بعض دفعہ چوہڑوں، چماروں، کنچنیوں تک کوخوابیں اور الہام ہوجاتے ہیں۔ اوراس بات کا ثبوت کہ وہ کسی زبردست ہستی کی طرف سے ہیں یہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ان میں غیب کی خبریں ہوتی ہیں جو اپنے وقت پر پوری ہوکر بتادیتی ہیں کہ یہ انسانی دماغ کا کام نہ تھا اور نہ کسی بدہضمی کا نتیجہ تھا اور بعض دفعہ سینکڑوں سال آگے کی خبریں بتائی جاتی ہیں تا کہ کوئی یہ نہ کہہ دے کہ موجودہ واقعات خواب میں سامنے آگئے۔ اور وہ اتفاقاً پورے بھی ہوگئے۔ چنانچہ توریت اور قرآن شریف میں مسیحیوں کی ان ترقیوں کا جن کودیکھ کراب دنیا حیران ہے پہلے سے ذکر موجود تھا اور پھر صریح لفظوں میں تفصیل کے ساتھ بلکہ ان واقعات کا بھی ذکر ہے جو آئندہ پیش آنے والے ہیں۔ مثلاً

اوّل : اِذَاالْعِشَارُ عُطِّلَتْ (التکویر: ۵) یعنی ایک وقت آتا ہے کہ اونٹنیاں بے کار ہوجائیں گی۔ اورحدیث مسلم میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ **وَلَيُتْرَكُنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا۔** (**صحیح مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسی ابن مریم حاکمًا بشریعة نبینا محمدؐ**، مسند احمد بن حنبل جلد۲ صفحہ۴۹۴ مطبوعہ بیروت) یعنی اونٹنیوں سے کام نہ لیا جائے گا۔ چنانچہ اس زمانے میں ریل کے اجراء سے یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ ریل کے متعلق نبی کریم ﷺ کے کلام میں ایسے ایسے صاف اشارے پائے جاتے ہیں جن سے ریل کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہےاوریقین ہوجاتا ہے کہ کلام نبوت میں یہی سواری ہے جوحبس ماء سے چلے گی اوراپنے آگے دھوئیں کا ایک پہاڑ رکھے گی اورسواری و باربرداری کے لحاظ سے حِمَار کی جابجا ہوگی اور چلتے وقت ایک آواز کرے گی۔ **و غیر ذالک**۔[1]

دوم:۔ اِذَاالصُّحُفُ نُشِرَتْ ۔(التکویر:۱۱) یعنی کتابوں اورنوشتوں کا بکثرت شائع ہونا۔ آجکل بباعث چھاپہ کی کلوں کے جس قدراس زمانہ میں کثرتِ اشاعت کتابوں کی ہوئی اس کے بیان کی ضرورت نہیں۔

---

[1] دیکھو **کنزالعمال کتاب القیامة باب خروج النار** حدیث نمبر۳۸۸۸۹۔ تَخْرُجُ نَارٌ مِنْ حَبْسِ سَيْلٍ. نیز اَمَامَهٗ جَبَلُ دُخَانٍ نیز دیکھو(بحارالانوار جلد نمبر۵۲ صفحہ۱۹۲۔۱۹۳ الطبعہ الثالثہ **باب علامات ظهوره من السفیانی و الدجال**، **کنزالعمال کتاب القیامة باب الدجال** حدیث نمبر۳۹۷۰۹۔)رَكْبُ ذَوَاتُ الْفُرُوْجِ السُّرُوْجُ کہ وہ ایسی سواریاں ہوں گی جن میں بہت سے چراغ روشن ہوں گے اوران کے اندر بہت سے دروازے کھڑکیاں ہوں گی۔ خادم۔

سوم:۔ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۔(التکویر : ۸)نوع انسان کے باہمی تعلقات کا بڑھنا اور ملاقاتوں کا طریق سہل ہوجانا کہ موجودہ زمانے سے بڑھ کر متصور نہیں۔

چہارم:۔ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ (النٰزعٰت:۷،۸) متواتر اور غیر معمولی زلزلوں کا آنا یہانتک کہ زمین کانپنے والی بن جائے۔سو یہ زمانہ اس کے لئے بھی خصوصیت سے مشہور ہے۔

پنجم:۔ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا (بنی اسرائیل: ۵۹)
یعنی کوئی ایسی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے کچھ مدت پہلے ہلاک نہیں کریں گے یا کسی حد تک اس پر عذاب وارد نہیں کریں گے۔چنانچہ اسی زمانہ میں طاعون اور زلزلوں اور طوفان اور آتش فشاں پہاڑوں کے صدمات اور باہمی جنگوں سے لوگ ہلاک ہورہے ہیں اور اس قدر اسباب موت کے اس زمانہ میں جمع ہوئے ہیں اور اس شدت سے وقوع میں آئے ہیں کہ مجموعی حالت کی نظیر کسی پہلے زمانہ میں پائی نہیں جاتی۔

پھر اسلام تو ایسا مذہب ہے کہ ہر صدی میں اس کے ماننے والوں میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں جو الہام الٰہی سے سرفراز ہوتے رہتے ہیں اور خارق عادت نشانات سے ظاہر کرتے ہیں کہ ایک قادر وتوانا مدبّر بالا رادہ عالم الغیب ہستی ہے۔چنانچہ اس زمانہ کے مامور پر نہایت بےبسی و گمنامی کی حالت میں خدا نے وحی نازل کی کہ

اوّل:۔يَاْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ.... يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوْحِىْ اِلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ.... وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ.

(دیکھو براہین احمدیہ حصہ سوم روحانی خزائن جلد اصفحہ ۲۶۷۔۲۶۸)

کہ ہر ایک راہ سے لوگ تیرے پاس آئیں گے اور ایسی کثرت سے آئیں گے کہ وہ راہیں جن پر وہ چلیں گے عمیق ہوجائیں گی۔تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم آپ القا کریں گے مگر چاہیے کہ تو خدا کے بندوں سے جو تیرے پاس آئیں گے بدخلقی نہ کرے اور چاہیے کہ تو ان کی کثرت دیکھ کر ملاقاتوں سے تھک نہ جائے۔ایک شخص ایک ایسے گاؤں میں رہنے والا جس کے نام سے بھی مہذب دنیا میں سے کوئی آگاہ نہیں یہ اعلان کرتا ہے۔پھر باوجود سخت مخالفتوں اور روکوں کے ایک دنیا دیکھتی ہے کہ امریکہ وافریقہ سے لے کر تمام علاقوں کے لوگ یہاں حاضر رہتے ہیں اور آدمیوں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ ان سب سے مصافحہ و ملاقات کرنا کسی آدمی کا کام نہیں ہوسکتا۔پھر ایک مقتدر

جماعت اپنے پیارے وطن چھوڑ کر یہاں رہنا اختیار کرتی ہے اور قادیان کا نام تمام دنیا میں مشہور ہوجاتا ہے۔ کیا یہ چھوٹی سی بات ہے؟ اور کیا یہ ایسا نشان ہے جسے معمولی نظر سے ٹال دیا جائے؟

دوم:۔ عیسائیوں میں سے ڈوئی نے امریکہ میں نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے یہ ناپاک کلمات شائع کئے کہ ''میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ دن جلد آئے کہ اسلام دنیا سے نابود ہوجائے۔ اے خدا! تو ایسا ہی کر۔ اے خدا! اسلام کو ہلاک کر۔'' تو صرف یہ حضور مسیح موعود ہمارے امام علیہ السّلام ہی تھے جنہوں نے اس کے مقابلہ میں اشتہار دیا کہ ''اے جو مدعی نبوّت ہے آ اور میرے ساتھ مقابلہ کر۔ ہمارا مقابلہ دعا سے ہوگا اور ہم دونوں خدا تعالےٰ سے دعا کریں گے کہ ہم میں سے جو شخص کذّاب ہے وہ پہلے ہلاک ہو۔'' (ٹیلیگراف امریکہ ۵ جولائی ۱۹۰۳ء The Sunday Herald Boston June) لیکن اس نے رعونت سے کہا۔ ''کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان مچھروں اور مکھّیوں کا جواب دوں گا اگر میں اپنا پاؤں ان پر رکھوں تو ان کو کچل کر مار ڈالوں گا۔'' (ڈوئی کا پرچہ نیوز آف ہیلنگ دسمبر ۱۹۰۳ء) مگر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اُسی اشتہار ۲۳ر اگست ۱۹۰۱۳ء میں شائع کیا تھا۔ کہ ''اگر ڈوئی مقابلہ سے بھاگ گیا تب بھی یقیناً سمجھو کہ اس کے صیـــحـــون پر جلد تر آفت آنے والی ہے۔ اے خدا اور کامل خدا! یہ فیصلہ جلد کر اور ڈوئی کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کردے۔''

پھر اس کے بعد سنو کیا ہوا۔ وہ جو شہزادوں کی زندگی بسر کیا کرتا تھا۔ جس کے پاس سات کروڑ روپیہ تھا۔ اس کی بیوی اور اس کا بیٹا اس کے دشمن ہوگئے اور باپ نے اشتہار دیا کہ وہ ولدالزنا ہے۔ آخر اس پر فالج گرا۔ پھر غموں کے مارے پاگل ہوگیا۔ آخر مارچ ۱۹۰۷ء میں بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ جیسا کہ خدا نے اپنے ماموریت کو پہلے سے اطلاع دی اور جیسا کہ حضرت اقدس علیہ السّلام نے ۱۰ر فروری ۱۹۰۷ء کے اشتہار میں شائع فرمایا تھا۔ ''خدا فرماتا ہے کہ میں ایک تازہ نشان ظاہر کروں گا جس میں فتح عظیمہ ہوگی۔ وہ تمام دنیا کے لئے ایک نشان ہوگا۔'' ہلاک ہو کر خدا کی ہستی پر گواہی دے گیا۔ یہ عیسائی دنیا، پرانی اور نئی دنیا دونوں پر حضور کی فتح تھی۔

سوم:۔ آریوں کا ایک نامی لیڈر لیکھرام تھا۔ رسالہ کرامات الصادقین مطبوعہ صفر ۱۳۰۸ھ میں یہ پیشگوئی درج کی کہ لیکھرام کی نسبت خدا نے میری دعا قبول کر کے مجھے خبر دی ہے کہ وہ چھ سال کے اندر ہلاک ہوگا۔ اور اس کا جرم یہ ہے کہ وہ خدا کے نبی ﷺ کو گالیاں دیتا تھا اور بُرے لفظوں کے ساتھ توہین کرتا تھا۔ پھر ۲۲ر فروری ۱۸۹۳ء کے اشتہار میں اُس کے مرنے کی صورت بھی بتا دی عِجۡلٌ جَسَدٌ

لَـہ، خَـوَارٌ لَـہ، نَصَبٌ وَعَذَابٌ (اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء مشمولہ آئینہ کمالات اسلام) یعنی لیکھرام گوسالہ سامری ہے جو بے جان ہے اور اس میں محض ایک آواز ہے جس میں روحانیت نہیں۔ اس لئے اس کو عذاب دیا جائے گا جو گوسالہ سامری کو دیا گیا تھا۔ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ گوسالہ سامری کو ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا تھا اور پھر جلایا گیا اور دریا میں ڈالا گیا تھا۔ پھر ۲؍اپریل ۱۸۹۳ء کو آپ نے ایک کشف دیکھا (برکات الدعا حاشیہ صفحہ ۴ طبع اوّل) کہ ایک قوی مہیب شکل جو گویا انسان نہیں ملائک شدّاد وغلاّظ سے ہے وہ پوچھتا ہے کہ لیکھرام کہاں ہے؟ پھر کرامات الصادقین (روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۹۶) کے ایک شعر سے دن بھی بتا دیا۔

وَبَشَّرَنِیْ رَبِّی وَقَالَ مُبَشِّرًا سَتَعْرِفُ یَوْمَ الْعِیْدِ وَالْعِیْدُ اَقْرَبُ

یعنی عید سے دوسرے دن یعنی ہفتہ والے دن اور

اَلا اے دشمن نادان و بے راہ بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ

پانچ سال پہلے شائع کر کے قتل کی صورت بھی بتا دی۔ آخر لیکھرام ۶؍مارچ ۱۸۹۷ء کو قتل کیا گیا اور سب نے متفق اللفظ ہو کر بیان کیا کہ یہ پیشگوئی بڑی صفائی کے ساتھ پوری ہو کر اللہ کی ہستی کے لئے حجتِ ناطقہ ٹھہری۔ پس الہام ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے خدا کا انکار کرنا انتہائی ہٹ دھرمی ہے۔

دسویں دلیل:

دسویں دلیل جو ہر ایک نزاع کے فیصلہ کے لئے قرآن شریف نے بیان فرمائی ہے اس آیت سے نکلتی ہے کہ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:۷۰) یعنی جو لوگ ہمارے متعلق کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اپنی راہ دکھا دیتے ہیں اور اس آیت پر جن لوگوں نے عمل کیا ہے وہ ہمیشہ نفع میں رہے ہیں۔ وہ شخص جو خدا تعالیٰ کا منکر ہواُسے تو ضرور خیال کر لینا چاہیے کہ اگر خدا ہے تو اس کے لئے بہت مشکل ہوگی۔ پس اس خیال سے اگر سچائی دریافت کرنے کی اس کے دل میں تڑپ ہو تو اسے چاہیے کہ گڑگڑا کر اور بہت زور لگا کر وہ اس رنگ میں دعا کرے کہ اے خدا! اگر تو ہے اور جس طرح تیرے ماننے والے کہتے ہیں تو غیر محدود طاقتوں والا ہے تو مجھ پر رحم کر اور مجھے اپنی طرف ہدایت کر اور میرے دل میں بھی یقین اور ایمان ڈال دے تا کہ میں محروم نہ رہ جاؤں۔ اگر اس طرح

سچے دل سے کوئی شخص دعا کرے گا اور کم سے کم چالیس دن تک اس پر عمل کرے گا تو خواہ اس کی پیدائش کسی مذہب میں ہوئی ہو وہ کسی ملک کا باشندہ ہو رب العالمین ضرور اس کی ہدایت کرے گا اور وہ جلد دیکھ لے گا کہ اللہ تعالیٰ ایسے رنگ میں اس پر اپنا وجود ثابت کر دے گا کہ اس کے دل کی شک وشبہ کی نجاست بالکل دور ہو جائے گی اور یہ تو ظاہر ہے کہ اس طریق فیصلہ میں کسی قسم کا دھوکہ نہیں ہوسکتا۔ پس سچائی کے طالبوں کے لئے اس پر عمل کرنا کیا مشکل ہے؟

گیارہویں دلیل:

دنیا میں تمام اشیاء جس قدر ہمیں دکھائی دیتی ہیں سب مرکب ہیں۔ ہوا کو لو وہ بھی مرکب ہے۔ پانی بھی مرکب ہے۔لہٰذا جب سب مرکب ہوئیں تو ان کو ترکیب کرنے والا بھی ضروری ہے۔ اگر کہو کہ وہ خود بخود مرکب ہوسکتی ہیں تو یہ بات مشاہدۃً غلط ہے مثلاً درخت سے پھل یا پتے توڑ کر پھینک دیئے جائیں تو وہی پھل اور پتے دوبارہ خود بخود اس درخت سے نہیں لگتے جس سے ثابت ہوا کہ مرکب ہونا اُن کا خاصہ نہیں ورنہ جب توڑے جاتے پھر لگ جاتے۔

بارہویں دلیل:

نظامِ عالم میں ترتیب ہے۔مثلاً سورج روشنی دیتا ہے۔کھیتیاں پکاتا ہے۔ وغیرہ۔ چاند رات کی مشعل ہے۔ پانی پیاس بجھاتا ہے۔غرض دنیا میں بہت سی چیزیں انسان کو فائدہ پہنچاتی ہیں۔اب ان کے متعلق تین ہی صورتیں عقل میں آسکتی ہیں (۱) یا تو کہا جائے کہ یہ سب اتفاقی ہیں لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ اتفاقی وہ ہوتی ہے جو کبھی ہو کبھی نہ ہو۔(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ وہ سب اپنی مرضی سے ایسا کرتے ہیں تو اس صورت میں بجائے ایک خدا کے کئی خدا تسلیم کرنے پڑیں گے۔(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ ہم کہیں۔نہ یہ سب اتفاقی ہیں نہ اپنی مرضی سے کام کرتے ہیں بلکہ سب کے سب ایک حکمران کے قبضہ قدرت کے ماتحت کام کرتے ہیں۔غرض تینوں صورتوں سے دہریوں کا مذہب باطل ہے۔

تیرہویں دلیل:

دنیا یا خود بخود ہے یا کسی نے بنائی ہے۔اگر کہو کہ خود بخود ہے تو یہ بات درست نہیں کیونکہ عدم سے وجود میں آنا ایک فعل ہے اور کوئی فعل بغیر فاعل کے نہیں ہوتا اور فاعل کا وجود فعل سے پہلے موجود

ہونا ضروری ہوتا ہے۔سو اگر عدم سے وجود میں آنے کا فاعل دنیا ہے تو اس کے یہ معنے ہوئے کہ دنیا اپنے خود بخود بننے سے پہلے موجود تھی جو بالبداہت باطل ہے۔رہی دوسری بات کہ کسی نے بنائی ہے تو یہی درست ہے اور اس بنانے والے کو ہم خدا کہتے ہیں۔

چودھویں دلیل:

دہریوں کا یہ دعویٰ کہ ہم خود بخود ہیں ترجیح بلا مرجّح ہے۔اگر وہ کہیں کہ ہم خود مرجّح ہیں تو یہ بات غلط ہے کیونکہ مرجّح ترجیح سے پہلے ہوتا ہے۔اگر یہی بات ہے تو عدم سے وجود میں آنا کیسا؟ اور جب ہم نہ ہوئے تو کوئی اور مرجّح ہوگا۔پس اسی کو ہم خدا کہتے ہیں۔

پندرھویں دلیل:

دنیا قدیم ہے یا حادث۔اگر کہو قدیم ہے تو یہ بات غلط ہے۔کیونکہ قدیم وہ ہوسکتی ہے جو کسی کی محتاج نہ ہو اور دنیا کی ہر چیز دوسری کی محتاج ہے۔مثلاً بارش نہ ہو تو زمین اکیلی کچھ نہیں اگا سکتی۔پس ثابت ہوا کہ دنیا قدیم نہیں۔جب قدیم نہ ہوئی تو حادث ٹھہری اور حادث کا کوئی مُحْدِث چاہیے۔سو وہی خدا ہے۔

سولہویں دلیل:

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی مصنوع بغیر صانع کے نہیں۔جو چیز بھی لو فطرت خود گواہی دے گی کہ ضرور بضرور کوئی نہ کوئی اِس کا پیدا کرنے والا ہے۔سو اتنے بڑے عالم کو کہہ دینا کہ یہ خود بخود ہے درست نہیں۔

سترھویں دلیل (از خادم):

ہمارا روزمرہ کا تجربہ ہے کہ انسان کسی چیز کے اجزاء اور مرکبات سے جتنا واقف ہو اس چیز کے مستقبل کے متعلق بھی اتنا ہی اس کو علم ہوتا ہے۔مثلاً ایک گھڑی ساز ایک گھڑی بناتا ہے۔وہ چونکہ اس کے اجزاء اور مرکبات سے واقف ہے اس لئے وہ بتا سکتا ہے کہ وہ گھڑی کتنا عرصہ کام دے گی مگر

چونکہ انسان اپنا خالق نہیں اس لئے اپنے وجود کے اجزاء اور دنیا کی اشیاء کی ماہیت کامل طور پر نہیں جانتا۔اس لئے عالم الغیب بھی نہیں لیکن اگر کوئی ایسی ہستی ہو جو آئندہ کے تمام حالات جانتی ہو تو یقیناً وہ خالق دنیا (خدا) ہوگی۔خدا تعالیٰ اپنے انبیاء کو دنیا میں بھیجتا ہے (جو بوجہ انسان ہونے کے بذاتِ خود غیب نہیں جانتے) مگر خدا تعالیٰ اُن پر آئندہ کی خبریں کھولتا ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن:۲۷،۲۸) اور اس طریق سے اپنی ہستی کا ثبوت دیتا ہے۔دیکھو آنحضرت ﷺ کو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل بتایا تھا کہ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً (یونس:۹۳) کہ فرعون کے ساتھ جب وہ ڈوب رہا تھا خدا نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اس کا جسم محفوظ رہے گا۔تورات نے صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ فرعون مع اپنے رتھ کے سمندر میں پتھر کی طرح غرق ہوگیا لیکن قرآن نے بتایا کہ اس کی لاش محفوظ ہے۔چنانچہ ہمارے زمانہ میں اس کا محفوظ جسم برآمد ہونا قرآن کی صداقت اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر زبردست دلیل ہے۔اسی طرح چاند،سورج کو رمضان کے مہینہ میں ۱۳/اور ۲۸/تاریخ کو گرہن لگنا اور اس کا امام مہدیؑ کی صداقت پر گواہ ہونا اور پھر اس نشان کا حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے زمانہ ۱۸۹۴ء میں بعینہٖ پورا ہو جانا خدا کی ہستی اور آنحضرتؐ کی صداقت پر بُرہان قاطع ہے۔

(سنن دار قطنی جلد دوم باب صفة صلوٰة الخسوف والکسوف وَهَيئتُهما صفحه ۱۸۸مطبع انصاری دهلی ۱۳۱۰ھ)

دہریوں کے اعتراضات مع جوابات

(۱) اعتراض اوّل:۔ چونکہ خدا نظر نہیں آتا اس لئے معلوم ہوا کہ اس کا وجود وہم ہی وہم ہے؟

جواب اوّل:۔ دنیا میں بہت سی چیزیں ہیں جو نظر نہیں آتیں۔ جیسے عقل، ہوا، روح، بجلی اور زمانہ وغیرہ مگر دہریہ ان چیزوں کے وجود کے مقر ہیں۔

جواب دوم:۔ اگر خدا لوگوں کو نظر آیا بھی کرتا تب بھی اس کو ہر شخص تسلیم نہ کرتا۔ مثلاً اندھوں کو کس طرح نظر آتا ہے؟ دہریہ اندھوں کو کیا جواب دیتے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ آنکھوں سے نظر آنا ایک ایسا امر نہیں جس سے ساری دنیا کی تشفی ہوسکتی۔

جواب سوم:۔ اگر آنکھوں سے نظر آجائے اور سب لوگ اُس جلال والی ہستی کا مشاہدہ کرلیں تو پھر دین کا کارخانہ ہی باطل ہوجائے اور ایمان بالغیب پر جو ثواب مقرر ہیں وہ ضائع ہوجائیں۔ آنکھوں سے وہی چیز نظر آتی ہے جو کسی خاص سمت پر واقع ہو اور محدود ہو یا دیکھنے والے کی آنکھ سے دور ہو۔ خدا تعالیٰ کی ہستی تو سمتوں سے پاک ہے۔ سمتیں مخلوق کی ہیں اور یہ نہیں ہوسکتا کہ مخلوق اپنے خالق کا احاطہ کرے علاوہ ازیں جب اس کو آنکھ نے دیکھا اور اس کا احاطہ کیا تو وہ محدود ثابت ہوا اور محدود ہونا نقص ہے اور خدا نقصوں سے پاک ہے نیز وہ ہر جگہ موجود ہے۔ آنکھ سے دور ہستی نہیں۔ سچ ہے:
لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ **(الانعام: ۱۰۴)**

(۲) اعتراض دوم:۔ اگر خدا کا کوئی وجود ہوتا تو مذہب میں اختلاف نہ ہوتا بلکہ سب مذہب آپس میں متفق ہوتے کیونکہ ان کا اتارنے والا بھی ایک مانا جاتا لیکن چونکہ اختلاف ہے اس لئے معلوم ہوا کہ الہام وغیرہ وہم ہے اور خدا کا کوئی وجود نہیں۔

جواب اوّل:۔ مذہب کے اختلاف سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا بھیجنے والا کوئی نہیں۔ کیونکہ مذاہب اور شریعت لوگوں کے لئے بطور نسخہ ہوتے ہیں۔ جس طرح ایک ہی طبیب مختلف بیماروں

میں مختلف بیماریوں کی حالت کے مطابق مختلف نسخے تجویز کرتا ہے۔اسی طرح خدا تعالیٰ بھی لوگوں کے مختلف حالات کے مطابق شریعت تجویز کرتا ہے۔مثلاً بنی اسرائیل عرصہ دراز تک محکوم رہنے کی وجہ سے بے غیرتی کے مرض میں مبتلا ہو چکے تھے۔اس وقت خدا نے نسخہ بھیجا کہ کان کے بدلے کان، ناک کے بدلے ناک، آنکھ کے بدلے آنکھ۔غرض اسی طرح پُر زور طریقوں سے ان میں جوشِ انتقام پیدا کیا پھر جب چودہ سو برس کا لمبا عرصہ گزر گیا اور حضرت عیسیٰؑ کا وقت آیا۔اس وقت یہودی نہایت انتقام گیر اور کینہ توز تھے۔اس لئے ان کے لئے جو نسخہ آیا اس میں درج تھا کہ اگر کوئی شخص تیرے داہنے گال پر تھپڑ مارے تو بایاں گال بھی اس کے آگے کر دو۔اس کے بعد جب ایسے وسائل پیدا ہونے لگے اور وہ زمانہ آ گیا کہ دنیا کے لوگ دور دراز ملکوں کے آپس میں ملنے لگے۔تب ایک مکمل نسخہ آیا جس کی موجودگی میں کسی اور نسخہ کی ضرورت نہ رہی۔اس میں نسخہ لکھنے والے حکیم مطلق نے لکھا کہ موقع و محل کے مطابق عمل کرو۔انتقام کے موقع پر انتقام۔عفو کے موقع پر عفو۔غرض اختلاف مذاہب سے یہ بات ثابت نہیں کہ وہ ایک سرچشمہ سے نہیں نکلے بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں کی طبیعتوں اور حالتوں میں اختلاف ہے۔اگر غور سے دیکھا جائے تو دنیا میں جس قدر مذاہب ہیں اصول میں وہ سب متفق ہیں اور سب ایک اصول پر مجتمع ہیں اور جو اختلاف ہم کو نظر آتا ہے وہ بعد میں آنے والوں کی ملاوٹ اور تحریف کا نتیجہ ہے۔ہاں اگر فروع میں کہیں کہیں کوئی فرق نظر آئے تو وہ قوموں کی حالتوں کی تبدیلی کی وجہ سے ہے۔

(۳) اعتراض سوم:۔ اگر کوئی خدا ہوتا تو دنیا میں یہ تفرقہ نہ ہوتا۔کوئی غریب ہے کوئی امیر۔کوئی مریض اور کوئی تندرست۔کوئی کمزور اور کوئی طاقتور۔

جواب اوّل:۔ یہ اعتراض تو ایسا ہے جیسا کہیں کہ ہندوستان یا پاکستان کا کوئی حاکم نہیں کیونکہ یہاں تفرقہ ہے۔کوئی ڈپٹی کمشنر ہے کوئی گورنر۔

جواب دوم:۔ اللہ تعالیٰ نے چاند، سورج، ہوا، پانی وغیرہ سب کو یکساں طور پر دیئے ہیں پھر ترقی کرنے کے اصول اور قوانین مقرر کر دیئے ہیں۔ایک شخص ان قانونوں پر عمل کر کے ترقی کر جاتا ہے۔دوسرا شخص غفلت سے کام لے کر ان قواعد پر عمل پیرا نہیں ہوتا اور اس طور پر ترقی کرنے سے محروم رہ جاتا ہے۔جیسا کہ گورنمنٹ نے سکول اور کالج کھولے ہیں بعض ان کے ذریعہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہیں لیکن بعض ان کے قواعد پر پوری طرح عمل نہ کر کے علم سے بے بہرہ رہ جاتے ہیں۔

جواب سوم:۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک افسر کے ماتحت کئی مختلف ملازم ہوتے ہیں۔کوئی

اعلیٰ کوئی ادنیٰ، کوئی باورچی اور کوئی باغ کا مالی اسی طرح اس کے اصطبل میں مختلف قسم کے گھوڑے اور جانور ہوتے ہیں مگر اس اختلاف سے افسر کی ہستی کا انکار نہیں ہوسکتا۔

(۴) **اعتراض چہارم:۔** جو لوگ خدا کے مقر ہیں وہ بھی گناہ کرتے ہیں۔ اگر خدا ہے تو اس کے قائل کیوں گناہ سے نہیں بچتے؟

جواب اوّل:۔ نافرمانی سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے، ہمارے ملک میں کئی چور اور ڈاکو ہیں کیا اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ یہاں کوئی حاکم نہیں؟ حالانکہ وہ اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ فلاں حاکم ہے۔

جواب دوم:۔ یہ کہنا کہ خدا پر ایمان لاکر لوگ گناہ کرتے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔ صرف منہ سے کہہ دینا کہ ہم خدا کو مانتے ہیں۔ اس سے دل میں ایمان ثابت نہیں ہوتا۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ صریحاً نافرمانی کرتے ہیں۔ ان کے دل میں حقیقی ایمان نہیں بلکہ ان کے ایمان میں ضعف ہے۔

(۵) **اعتراض پنجم:۔** اگر خدا ہے تو کہاں ہے؟ اور کب سے؟

جواب اوّل:۔ یہ سوال مہمل ہے۔ کب اور کہاں زمانہ اور مکان ہیں جو مخلوق ہیں۔ لہٰذا حادث میں قدیم کا محدود ہونا محال ہے۔

جواب دوم:۔ اسی طرح دہریوں سے ہم پوچھتے ہیں کہ دنیا کب سے ہے؟ اگر کہیں قدیم سے تو ہم کہیں گے کہ خدا بھی قدیم ہے۔ اگر کہیں فلاں زمانہ سے تو ثابت ہوا کہ دنیا حادث ہے۔ بتاؤ اس حادِث کا محدث کون ہے؟

اسلام اور ویدک دھرم

خدا تعالیٰ جو علیم اور حکیم ہے اس نے دنیا کو ظلمت و گمراہی کی تاریک و تار گھٹاؤں میں گھرا دیکھ کر اپنی سنّت قدیمہ کے مطابق دنیائے جہالت کو منوّر کرنے کرنے کے لئے نورِ اسلام ظاہر کیا۔ یہ مذہب ''فاران کی چوٹیوں پر'' (بائبل استثناء باب ۳۳ آیت ۲) سے تمام دنیا پر چمکا اور کروڑہا انسانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کر کے منزلِ مقصود تک پہنچایا۔ تمام دنیا کی متحدہ طاقتوں نے اس نورِ خداوندی کو بجھانے کی کوشش کی لیکن یہ بچہ تلواروں کے سایہ میں پلا، پھلا اور پھولا۔ حتیٰ کہ ایک وقت آیا جب دنیا کا کونہ کونہ اس ''سراج منیر'' (الاحزاب:۴۷) کی ظلمت سوز ضیاء سے منوّر ہو گیا۔ ہزارہا مذاہب اس کے مقابل پر آئے مگر اسلام کے دلائل بیّنہ و براہین ساطعہ کے آگے سرنگوں ہوئے بغیر ان کے لئے اور کوئی چارہ نہ تھا۔

وید جو ممکن ہے ابتدائے دنیا میں جب انسانی دماغ نے ابھی منازِل ارتقاء طے نہ کی تھیں (دیکھو ستیارتھ پرکاش باب ۷ دفعہ ۴۷) ابتدائی تعلیم دینے کے لئے نازل ہوئے ہوں لیکن آج جبکہ ترقی علوم سے انسانی دماغ ارتقاء کے بلند ترین مقام پر پہنچ چکا ہے۔ اس ویدک تعلیم کو عالمگیر اور قابل تتبّع قرار دینا دسمبر میں برف بیچنے کے مترادف ہے۔

(۱) عالمگیر کامل الہامی کتاب کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے عالمگیر اور الہامی ہونے کا پہلے خود دعویٰ کرے اور پھر اس کے دلائل بھی خود ہی بیان کرے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الشعراء:۱۹۳) کہ یہ کتاب خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ پھر فرمایا: نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ (محمد:۳) کہ یہ کتاب محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔ پھر فرماتا ہے: لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (الفرقان:۲) کہ قرآن مجید اس لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ تمام دنیا کے لوگوں کے لئے موجب ہدایت ہو مگر اس کے مقابل وید نہ تو اپنے الہامی ہونے کے مدعی ہیں اور نہ وہ اپنے ملہمین کا کچھ اتا پتہ بتاتے ہیں کہ وہ تھے کون؟ انسان تھے یا آگ، پانی، ہوا، سورج؟ ان کی زندگی کیسی تھی؟ انہوں نے وید کی تعلیم پر کس طرح پر عمل کیا؟ کس طرح تبلیغ کی؟ تاکہ ہمارے لئے وید کی تحقیق کرنے کے لیے آسانی ہوتی مگر ویدوں نے ان سب باتوں کو نظر انداز کر کے اپنے غیر مکمل ہونے کا کافی ثبوت بہم پہنچا دیا ہے اندریں صورت آریہ صاحبان کا وید کو کامل الہامی اور عالمگیر کتاب ثابت

کرنا ''مدعی سُست گواہ چست'' بلکہ ''مدعی مفقود اور گواہ موجود'' کا مصداق ہے۔

(۲) وہی کتاب مکمل الہامی کہلاسکتی ہے جو اس منبع ہدایت (خدا) کے متعلق نہایت اعلیٰ اور اکمل تعلیم دے۔ جو کتاب خدا تعالیٰ کو نہایت بھیانک شکل میں پیش کرتی ہے وہ کبھی الہامی نہیں ہوسکتی۔ قرآن شریف نے خدا تعالیٰ کی مختلف صفات بیان کر کے فرمایا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (بنی اسرائیل: ۱۱۱) ہر قسم کی خوبیاں خدا تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں اور خدا تعالیٰ ہر قسم کی برائی سے پاک ہے۔ کیسی اعلیٰ اور اکمل تعلیم ہے۔

ویدوں کی خدا کے متعلق تعلیم ملاحظہ ہو:

لاعلم خدا:۔ خدا کہتا ہے:۔ ''اس دنیا میں پاپ اور پُن بھوگنے کے دو راستے ہیں۔ ایک عارفوں یا عالموں کا۔ دوسرا علم و معرفت سے معرا انسانوں کا۔ میں نے یہ دو رستے سنے ہیں۔'' (یجروید ادھیائے ۱۹ منتر ۴۷ اردو ترجمہ عبدالحق ودیارتھی جوالہ رگ وید آدی بھاش بھومکا مترجم نہال سنگھ صفحہ ۱۲۲) پھر خدا پوچھتا ہے:۔ ''اے بیاہے ہوئے مرد عورتو! تم دونوں رات کو کہاں ٹھہرے تھے اور دن کہاں بسر کیا تھا اور کھانا وغیرہ کہاں کھایا تھا۔ تمہارا وطن کہاں ہے۔ جس طرح بیوہ (نیوگن) اپنے دیور (نیوگی خاوند) کے ساتھ شب باش ہوتی ہے اسی طرح تم کہاں شب باش ہوئے تھے۔''

(رگ وید اشٹک ۷ر ادھیائے ۸ ورگ نمبر ۱۸ منتر ۲ بھومکا صفحہ ۱۲۵ وستیارتھ پرکاش باب ۴ دفعہ ۱۳۰)

چور خدا:۔ ''اے اندر دولتوں سے مالا مال پرمیشور! ہم سے الگ مت ہو۔ ہماری مرغوب سامانِ خوراک مت چُرا اور نہ کسی اور سے چُروا۔'' (رگ وید اشٹک سوکت نمبر ۱۹ ترقی نمبر ۸ آریہ بھومی صفحہ ۵۸ مصنفہ دیانند) تفصیل دوسری جگہ درج ہے۔ ع

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

(۳) ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہر وہ چیز جو انسانی ہاتھ کی ایجاد ہو دوسرا انسان اس کی تعمیر کی طاقت رکھتا ہے مگر صانع قدرت کی مصنوعات کو بنانے کی کوشش تضیعِ اوقات ہے پس الٰہی کلام میں یہی مابہ الامتیاز ہے کہ وہ بے مثل ہوتا ہے۔ قرآن شریف نے ببانگ دہل تمام دنیا کو اپنے مقابل پہ بلا کر کہا: قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (بنی اسرائیل: ۸۹) کہ اگر تمام جن اور انسان جمع ہو کر بھی قرآن کریم کی نظیر لانے کی کوشش کریں تو بھی اس کی مثل نہیں لاسکیں گے۔ چنانچہ واقعات نے بتا دیا

کہ قرآن کا یہ دعویٰ کس قدر وزنی تھا اور ۱۳۰۰ سال تک کوئی اس مطالبہ کا جواب نہ دے سکا۔ پنڈت کالی چرن اور دھرم بھکشو نے چند غلط فقرات لکھ کر اندھوں میں کانا راجہ بننا چاہا مگر ایسی منہ کی کھائی کہ بولنے کا نام تک نہ لیا مگر اس کے بالمقابل برہمنوں نے اتھر وید کو اپنے پاس سے بنا کر رگ وید، سام وید اور یجر وید کے ساتھ ایسا ملا دیا کہ آریہ صاحبان اتھر وید کو بھی باقی تینوں ویدوں کی طرح الہامی ماننے لگ گئے۔ حالانکہ باقی ویدوں میں اتھر وید کا کہیں ذکر نہیں بلکہ وہاں صاف طور پر تین ہی ویدوں کا ہونا لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو:

''ایک ایک وید کو............ بارہ بارہ[۱۲] سال مل کر چھتیس[۳۶] سال میں ختم کریں۔'' (ستیارتھ پرکاش ب ۳ دفعہ ۲۶) فرمایئے جناب! وید تین ہیں یا چار۔ بارہ سال میں ایک پڑھنے سے ۳۶ سال میں کتنے وید ختم ہوئے تین یا چار؟ اور سنیے: جس سبھا میں رگ وید، یجر وید، سام وید کے جاننے والے تین سبھا سد ھ ہوکر آئین باندھیں۔'' (منوسمرتی ادھیائے ۱۲-۱۱۲ بحوالہ ستیارتھ پرکاش ب ۶ دفعہ ۲)

پھر یجر وید ادھیائے ۳۶ کے پہلے منتر میں ''رگ وید، سام وید اور یجر وید'' کا نام ہے مگر اتھر وید کا کہیں ذکر نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اتھر وید بعد میں برہمنوں نے باقی تینوں ویدوں میں ملا دیا ہے۔ پس وید بے مثل نہ رہے۔

(۴) کامل الہامی کتاب وہی ہوسکتی ہے جو عین فطرت انسانی کے مطابق تعلیم دے۔ قرآن کہتا ہے: فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا (الروم:۳۱) کہ اسلام عین فطرت انسانی کے مطابق تعلیم دیتا ہے مگر اس کے بالمقابل ویدک دھرم کی تعلیم فطرت انسانی کے سخت خلاف ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(الف) ''بچوں سے لاڈ نہیں کرنا چاہیے بلکہ تنبیہ ہی کرتے رہیں'' (ستیارتھ ب ۲ دفعہ ۲۰)

(ب) ''پیدائش ہی سے گایتری منتر پڑھنا اچھا ہے۔'' (ستیارتھ ب ۳ دفعہ ۱۴)

(ج) ''بالکل شادی نہ کرنا اچھا ہے۔ ورنہ ۴۰ سال کی عمر میں (ستیارتھ ب ۳ دفعہ ۳۴-۳۵)

(د) وید میں ہے:۔ ''بادل جو بمنزلہ باپ کے ہے۔ زمین میں جو بمنزلہ دُختر کے ہے۔ باران کی صورت حمل قائم کرتا ہے۔'' (رگ وید منڈل نمبر ا سوکت ۱۶۴ منتر ۳۳ بحوالہ رگ وید آدی بھاش بھومکا صفحہ ۱۶۳)

علاوہ ازیں نیوگ کا حیاسوز مسئلہ ایسا ہے کہ فطرتِ انسانی اسے دھکے دے رہی ہے۔صرف ایک حوالہ نقل کرتا ہوں:

سوامی دیانند صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ جب ایک شادی ہوگی اور ایک عورت کے لئے ایک خاوند ہوگا۔اگر مرد وعورت دونوں جوان ہوں اور عورت حاملہ ہو یا مرد مریض ہوتو ان صورتوں میں اگر حاملہ عورت کے خاوند یا ایک مریض خاوند کی جوان عورت یا ایک مریض عورت کے جوان خاوند سے رہا نہ جائے تو کیا کرے۔'' سوامی جی کا جواب ملاحظہ فرمایئے:

''اگر حاملہ عورت سے ایک سال صحبت نہ کرنے کے عرصہ میں مرد سے یا دائم المریض مرد کی عورت سے رہا نہ جائے تو کسی سے نیوگ کرکے اس کے لئے اولاد پیدا کرے لیکن رنڈی بازی یا زناکاری کبھی نہ کریں۔(ستیارتھ ب۴ دفعہ ۱۴۶)

حضرات! انسانی کانشنس کیا ایک لمحہ کے لئے بھی یہ قبول کرسکتی ہے کہ ایسی حیاسوز تعلیم دینے والی کتاب کبھی خدا کا کلام ہوسکتا ہے۔ظاہر ہے کہ مندرجہ بالا فقرہ میں ''اس کے لئے اولاد پیدا کرے'' محض ڈھکوسلہ ہے کیونکہ جس صورت میں عورت حاملہ ہوگی اولاد کے حصول کے لئے کہیں اور جاکر نیوگ کرنا تحصیل حاصل ہے۔پس اصل علاج تو سوامی صاحب نے ''رہا نہ جائے'' کا بتایا ہے۔

ہمارے گجرات (پنجاب) میں سوامی جی تشریف لائے اور آکر لیکچر دیا۔ایک شخص نے سوامی جی سے سوال کیا۔''جس عورت کا خاوند کنجری کے پاس جائے اُس کی عورت کیا کرے؟ انہوں نے فرمایا: اُس کی عورت بھی ایک مضبوط آدمی رکھ لے۔'' (جیون چرتر مصنّفہ لیکھرام و آتمارام صفحہ ۳۵۵)

حیرت ہے کہ اس تعلیم کو کامل، مکمل بلکہ اکمل اور عالمگیر الہامی قرار دیا جاتا ہے ؎

گر یہی دیں ہے جو ہے ان کے خصائل سے عیاں
مَیں تو اک کوڑی کو بھی لیتا نہیں ہوں زینہار

(۵) خدا علیمِ کُل ہے۔اس کے لئے تینوں زمانے یکساں ہیں۔وہ آئندہ کے حالات جانتا ہے کیونکہ وہی قَدَّرَهٗ تَقۡدِيۡرًا (الفرقان:۳) کا فاعل ہے مگر انسان ضعیف البنیان کمی علم کی وجہ سے آئندہ کے حالات نہیں جان سکتا۔پس انسانی اور الہامی کلام میں ایک یہ مابہ الامتیاز ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں پیشگوئیاں ہوتی ہیں جو اسے انسانی کلام سے ممتاز و بالا ثابت کرتی ہیں۔ویدوں میں پیشگوئیوں کا نام تک نہیں مگر اس کے بالمقابل قرآن شریف نے آئندہ زمانہ کی اخبار بیان فرما کر آئندہ

زمانوں کے لئے قرآن کی صداقت کے نئے نئے ثبوت مہیا فرمائے۔قرآن شریف نے فرمایا کہ جب فرعونِ مصر دریائے نیل میں غرق ہونے لگا تو اس وقت خدا نے اسے کہا: فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ (یونس: ۹۳) کہ اے فرعون! میں آج سے تیرے جسم کو محفوظ رکھوں گا نہ اس کو دریائی مچھلیاں یا پانی تلف کر سکے گا نہ زمین کے کیڑے یا مٹی اس کی تباہی کا موجب ہوں گے۔ بلکہ یہ محفوظ رہے گا۔تا کہ تیرے بعد کے آنے والوں کے لئے نشان بنے اور بہت سے لوگ ہمارے نشانوں سے غافل ہیں۔

قرآن شریف نے خدا تعالیٰ اور فرعون کی گفتگو کا ذکر فرمایا اور اس کے ثبوت میں اپنا وعدہ بیان کر کے اس کو بطور پیشگوئی کے دنیا کے سامنے پیش کیا۔آج ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد فرعون کی لاش صحیح وسالم برآمد ہوئی اور مصر کے عجائب گھر کی زینت ہو کر لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً (یونس: ۹۳) کے مطابق ہمارے لئے بطور نشان بنی۔

کیا ایسی عظیم الشان پیشگوئی کے پورا ہونے کے بعد بھی قرآن کریم کے الہامی ہونے میں شک وشبہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ مبارک وہ جو حق کو قبول کرتے ہیں۔

تردید قدامت وید

(منقولی دلائل)

آریوں کا دعویٰ ہے کہ وید ابتدائے عالم میں اترے تھے۔ویدوں کے نازل ہونے سے پہلے کوئی مخلوق نہ تھی۔

(۱)''اے لوگو! جو عالم ہمارے بالتشریح کہتے تھے۔ مذکورہ بالا تعلیم کا اور ہی پھل وکام کئے تھے۔'' (یجر وید ادھیائے ۴۰ منتر ۱۳ صفحہ ۲۰۴)

(۲) زمانہ قدیم کے دیو یعنی صاحب علم ومعرفت راستی شعار گزر چکے ہیں۔''

(بھومکا صفحہ ۲۰ وصفحہ ۴۶)

(۳)''پہلے زمانہ میں جو عالم وفاضل اور بے گناہ (پاک) تھے۔وے بہت جلدی عاجزی سے تعلیمی فائدہ کے لئے اپنی اولاد کی حفاظت کے لئے طلوع آفتاب یا صبح صادق کو (لکشیہ) مدّنظر رکھ کر

اپنے یگیہ آدی (مذہبی فرائض) شروع کرتے تھے۔'' (رگ وید منڈل نمبر ۷ سوکت نمبر ۶۱ منتر ۱) اس سے یہ معلوم ہوا کہ وید شروع دنیا میں نہیں اترے۔

(۴) ''اے دشمنوں کے مارنے والے، اصول جنگ میں ماہر، بے خوف و ہراس، پُر جاہ وجلال عزیز جوانمردو! تم سب رعایا کے لوگوں کو خوش رکھو۔ پرمیشور کے حکم پر چلو اور بد فرجام دشمن کو شکست دینے کے لئے لڑائی کا سرانجام کرو۔ تم نے پہلے میدانوں میں دشمنوں کی فوج کو جیتا ہے۔ تم نے اپنے حواس کو مغلوب اور روئے زمین کو فتح کیا ہے۔''

(رگ وید بھاشا بھومکا صفحہ ۳۰۶ منقول از اتھرون وید کانڈ نمبر ۶۔ انواک نمبر ۱۰ ورک ۹۷ منتر نمبر ۳)

خط کشیدہ عبارت ظاہر کرتی ہے کہ وید کے نزول سے پہلے لوگ گزرے اور لوگوں نے مخالفوں پر فتح پائی۔ ورنہ یہ عبارت الحاقی ثابت ہوگی۔

(۵) ''اے سورج کی طرح ایشورج اور وِدّیا اور سُکھ کے داتا مہاتما عالم انسان جیسے سورج کے اکاش میں چلنے کے صاف راستے ہیں جو آپ کے پہلے مہاتماؤں کے عمل میں آئے۔ بلا گردوغبار راستہ میں اُن پر آرام سے چلنے کے لائق راستوں سے آج ہم کو چلایئے اور ان طریقوں سے چلنے پر ہم لوگوں کی حفاظت بھی کیجئے اور ہم کو زیادہ تر ہدایت کیجئے اور اسی طرح سے سب کو خبردار کیجئے۔''

(یجر وید صفحہ ۱۳۰۶ حصہ سوم ادھیائے ۲۴ منتر ۲۷)

(۶) پارسی لوگ ژنداوستا کی ابتداء کروڑوں برس ویدوں سے پہلے بتاتے ہیں۔

وید کی حقیقت

وید اور قرآن کا مقابلہ نہیں ہوسکتا کیونکہ مقابلہ کے لئے میدان میں آنا ضروری ہے اور وید میدان میں نہیں آیا کیونکہ خود تمہارا عقیدہ ہے کہ وید کی زبان کسی قوم کی زبان نہیں کیونکہ اس طرح پکش پاتھ یعنی طرفداری ہوتی ہے اور اس وقت بھی سنسکرت کسی ملک کی زبان نہ تھی اور نہ اترتے وقت کسی ملک اور قوم کی زبان تھی۔

سوال (۱) خاص ایشور کی زبان ہے تو سوال یہ ہے کہ جب کسی ملک اور قوم کی زبان نہیں تو اس کا انکشاف کیسے ہوا؟ اگر کہو کہ ترجمہ کیا ہے۔ تو پھر بھی طرفداری لازم آتی ہے کہ خدا نے کسی قوم کی زبان میں ترجمہ کیا تو حاصل کلام یہ کہ وید کا انکشاف حقیقتاً نہیں تو مقابلہ کیسے ہو۔

سوال (۲) سنسکرت مردہ زبان ہے اور اب بھی اس کا فہم مشکل ہے۔ اگر اس کے معنی میں اختلاف ہو تو حل کس طرح کریں۔

سوال (۳) وید پستک ایسے پراچین (پرُانے) زمانہ کی بتائی جاتی ہے جس کی کوئی تاریخ محفوظ نہیں جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ وید کی کیا ضرورت تھی؟ کون سی گمراہی تھی جس کے دور کرنے کے لئے آئی تھی کیونکہ تمہارے خیالات کے مطابق ابتدائے آفرینش سے لوگ مکتی خانہ سے نکلے تھے تو پھر اس کا اثر قوم پر کیا ہوا؟ پھر ہم کہتے ہیں کہ اس کے نہ اترنے سے کیا نقصان ہونا تھا؟ کیونکہ اگر اترنے سے فائدہ ثابت نہ ہو تو ہم کہتے ہیں کہ اگر نہ ہوتا تو کوئی نقصان نہ ہوتا۔

سوال (۴) جن پر وید نازل ہوا تھا ان کا چال چلن کیسا تھا؟ کوئی تاریخ نہیں جس سے ان کے ماں باپ اور قومیّت اور چال چلن معلوم ہو سکے۔

سوال (۵) خود ہندوؤں کے ہاں اختلاف ہے کہ کس پر اترے۔ سناتن دھرمی برہما پر نازل شدہ اور آریہ رشیوں پر نازل شدہ مانتے ہیں۔ پھر کہیں چار وید اور کہیں تین وید۔ پس جب اصل کتاب میں بھی اختلاف ہے تو وہ ہدایت کیا دے سکتا ہے؟

سوال (۶) وہ الفاظ جن سے وہ رشی کا ثبوت دیتے ہیں مثلاً اگنیؔ ۔ وایوؔ۔ ادتؔ۔ انگراؔ چار رشیوں کے نام پر جو الفاظ دلالت کرتے ہیں وہ کئی معانی میں مشترک ہیں۔ اگنی آگ پر اور پرمیشور کا نام اور تیسرے نیوگی کا نام بھی اگنی ہے۔ وایوؔ ہوا پر۔ انگراؔ پانی پر بھی اور ادتؔ سورج پر بھی بولا جاتا ہے تو آیا یہ

عناصر اربعہ کے نام ہیں یا اجرام کے نام ہیں یا رشیوں کے نام ہیں؟ کوئی تاریخ ہوتی جو بتاتی کہ یہ رشیوں کے ہی نام ہیں۔

سوال (۷) وید کی تعداد میں اختلاف ہے کہ تین ہیں یا چار۔

سوال (۸) پھر وید یا اس کے حامل ناکام ہیں کیونکہ اتنی میعاد اس کو ملی ہے کہ تمہارے قول کے مطابق ایک ارب یا ڈیڑھ ارب سال گزر چکے مگر اب تک نہ شائع ہوئی نہ ترقی ہوئی اور خود ماننے والوں کی تعداد بھی تھوڑی ہے یہ دھوکہ نہ کھایئے کہ ۳۰ کروڑ ہندو ہے کیونکہ جینی لوگ۔ پھر برہمن لوگ جن سے بنگال بھرا پڑا ہے پھر دام مارگی سانیگی یہ سب وید کے منکر ہیں تو ان سب کو نکال کر محض چند لوگ ہی رہ جاتے ہیں۔

سوال (۹) پھر ماننے والے دو قسم کے ہیں۔ایک آریہ دوسرے سناتن۔ان کا باہم عقائد میں بہت اختلاف ہے۔مسلمانوں میں خواہ کئی فرقے ہوں لیکن اصول میں کوئی اختلاف نہیں۔ کلمہ شہادت،نماز،روزہ،حج،زکوٰۃ قرآن وغیرہ سب ایک ہیں۔

الف۔ سناتن دھرم والے خدا کے حلول کے قائل مگر آریہ منکر۔

ب۔سناتن دھرم روح و مادہ کو حادث اور آریہ لوگ انادی اور غیر حادث مانتے ہیں۔

ج۔سناتن دھرمی مورتی پوجا کے قائل اور آریہ منکر۔

د۔سناتن دھرمی نیوگ کو زناکاری اور خلاف وید اور آریہ عین جائز اور حلال اور ضروری اور وید کی مقدس تعلیم کے مطابق مانتے ہیں۔

آریہ سماج کے معیاروں کے مطابق وید الہامی نہیں

(از جناب مہاشہ محمد عمر صاحب مولوی فاضل)

(۱) ایشور کا گیان ابتداء میں ہونا چاہیے کیونکہ جن چیزوں پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے پرماتما نے ان کو انسان کی پیدائش سے پہلے پیدا کیا اور مکمل پیدا کیا جیسے سورج۔

تردید الف:۔ سورج کے ساتھ وید کی مثال نہیں دی جاسکتی کیونکہ سورج سے ہر ایک بشر بالغ و نابالغ ،بوڑھا، جوان یکساں فائدہ حاصل کرتا ہے۔بخلاف وید کے جس کے پڑھنے کے لئے بڑے بڑے دھرماتما اور ودّوان کوشش کرتے ہیں لیکن کامیاب نہیں ہوتے۔

ب:۔ویدوں میں ایسے سینکڑوں منتر ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وید ابتدائے دنیا میں نہیں بنے بلکہ ویدوں کے نزول سے پہلے دنیا میں مخلوق موجود تھی۔

ج:۔ابتداء میں کامل گیان کا نازل ہونا پر ماتما کے بتانے کے خلاف ہے کیونکہ ابتداء میں جب کہ پر ماتما نے دنیا کو پیدا کیا لوگوں کی حالت بچوں کی طرح تھی اور اس کو سوامی جی نے اپنی کتاب اپدیش منجری میں تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔''ان سب کو صرف کھانا اور پینا اور بھوگ کرنا (جماع کرنا) صرف اتنا ہی یاد تھا۔آدی سرشٹی میں سب انسانوں کی حالت بچوں کی تھی۔ان کو پاؤں سے چلنا اور آنکھوں سے دیکھنا اس کے بغیر ان کو کچھ گیان نہ تھا۔''(اپدیش منجری ہندی صفحہ ۸۹) پس پر ماتما جو کہ علیم ہے کس طرح ہوسکتا ہے کہ وہ بچوں کو کامل گیان دے۔ایسے بچوں کو جن کو سوائے کھانے اور بھوگ کے کچھ سمجھ ہی نہیں۔اس لئے یہ ضروری ماننا پڑے گا کہ پر ماتما نے ان رشیوں کو گیان دیا لیکن کامل نہیں بلکہ ان کی عقل اور سمجھ کے مطابق۔

د:۔سوامی جی نے اس کے آگے لکھا ہے کہ''یہ حالت ان رشیوں کی پانچ سال رہی۔ پھر پر ماتما نے ان کو ویدوں کا گیان دیا۔''(اپدیش منجری ہندی صفحہ ۹۰) یعنی پیدائش کے ساتھ ہی ان کو ویدوں کا گیان نہیں دیا گیا بلکہ پانچ سال دنیا بننے کے بعد اُن کو گیان ملا۔

اعتراض:۔ اس پر ہمارے آریہ بھائی کہا کرتے ہیں کہ واقعی انسانوں کو اس وقت اتنا گیان نہ تھا کہ وہ کامل گیان کو جانتے لیکن پر ماتما کا گیان تو کامل ہے۔اُس نے اپنے علم کے مطابق کامل گیان دیا۔

جواب:۔ یہ ٹھیک ہے کہ پر ماتما کا گیان کامل ہے لیکن سوال تو یہ ہے کہ جن لوگوں کو وہ گیان دیتا تھا وہ کامل نہیں تھے کہ اس کو سمجھ سکتے یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کہ ایک کالج کا پروفیسر جو کہ ایم۔اے ہے۔ایک بچے کے آگے جبکہ وہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے اس کے پاس جائے تو وہ اس کے آگے ایم۔اے کا کورس رکھ دے اور کہے کہ یہ لڑکا واقعی اتنی لیاقت نہیں رکھتا کہ یہ ایم۔اے کا کورس سمجھ سکے لیکن میں تو ایم۔اے ہوں اور علم کے لحاظ سے کامل ہوں۔تو سب لوگ اس کو بیوقوف کہیں گے اور جواب دیں گے کہ تیرا علم واقعی کامل ہے لیکن جس بچے کو تُو نے پڑھانا ہے وہ اس قابل نہیں کہ ایم۔اے کے کورس کو سمجھ سکے اس کے لئے تو وہی پہلا قاعدہ چاہیے جو یہ سمجھتا جائے۔

دوسرا معیار:۔ الہامی کتاب کے لئے ضروری ہے کہ اس میں ایک لفظ کی بھی کمی وبیشی نہ

ہواور وہ محفوظ چلی آتی ہو۔

وید اس اصول کے مطابق بھی الہامی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جب ہم ویدوں کو غور سے دیکھتے ہیں تو ان میں اس قدر اختلاف ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ چنانچہ ہم پہلے اتھر وید کو لیتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس میں بھی لوگوں نے اپنے پاس سے منتر مِلا دیئے ہیں۔

اتھر وید (۱) سوامی دیانند نے رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا ہندی کے صفحہ ۸۶ پر لکھا ہے کہ اتھر وید کا پہلا منتر ''اوم شنو دیوی'' ہے۔

(۲) لیکھرام نے کلیات آریہ مسافر میں لکھا ہے کہ پہلا منتر ''اوم شنو دیوی'' ہے۔

(۳) مہا بھاشیہ کے مصنف کا یہ مذہب ہے کہ پہلا منتر ''اوم شنو دیوی'' ہے۔

لیکن موجودہ وید کو اُٹھاؤ تو یہ منتر چھبیسواں[۲۶] ہے۔ تو کیا پہلے پچیس[۲۵] منتر کسی آریہ سماجی نے اتھر وید میں ملا دیئے ہیں۔

اتھر وید کے منتروں کی تعداد میں اختلاف

سائیں بھاشیہ ۵۹۷۷۔ سیوک لال ۵۹۴۷۔ ساتولیک ۷۰۰۰۔ ویدک سدھانت ۶۰۰

یجر وید میں ملاوٹ:۔ یجر وید بمبئی والے میں ۲۵ ادھیائے کے ۴۷ منتر ہیں لیکن دیانند نے جو اجمیر میں چھپوایا ہے اس میں ۴۸ ہیں۔

یجر وید کے ۴۰ ادھیائے میں ''اوم کھم برہم'' بمبئی والے میں منتر کا جزو نہیں ہے لیکن دیانند نے اس کو منتر میں شامل کر دیا ہے۔

تعداد منتروں میں اختلاف

یجر وید کلپ تر	۱۹۷۵	دیانند جی	۱۹۷۵
سالولیک	۱۴۰۰	شوشنکر کا ویہ تیرتھ	۹۸۷
ویدک مت	۱۰۰۰	(منقول از وید سرو صفحہ ۱۵۲)	

سام وید تحریف:۔ سام وید اجمیر والے میں ۶۵ منتر زیادہ ہیں۔ دیکھو نمبر ۴۳ اور کاشی میں چھپے سام وید میں یہ منتر نہیں۔ صفحہ ۵۰

منتروں کی تعداد میں اختلاف

دیانند کا وید	۱۸۲۴	جیوانند	۱۸۰۸
شوشنکر	۱۵۴۹	دیاشنکر	۲۱۹
ساتولیک	۷۰		

رگ وید میں تحریف:۔ سائیں اچاریہ ۱۰۰۰ سے کچھ زیادہ۔

پنڈت شوشنکر	۱۰۴۰۲	سوامی دیانند جی	۱۰۵۸۹
انو واک انو کرمنی	۱۰۵۸۰	چھند سنگرہ شلوک کے مطابق	۱۰۴۰۲
گاتیری وغیرہ کے مطابق	۱۰۱۴۲	پنڈت جگن ناتھ	۱۰۴۵۲
چرن ویوہ کا ٹیکا کار	۱۰۴۷۲	مہتہ برت	۱۰۴۴۲
ورتمان سنگھتا کے مطابق	۱۰۴۴۰		

(وید سروسو مصنفہ پنڈت ویدک منی جی صفحہ ۶۸ مطبوعہ اندر پریس دہلی)

تیسرا معیار:۔ اس میں عقل اور اخلاق کے خلاف تعلیم نہ ہو۔ اس اصول کے مطابق بھی وید الہامی نہیں ہیں کیونکہ کئی وید منتر ہیں جن کی تعلیم انسانی اخلاق کو گرانے والی ہے۔ مثلاً

ا۔ رگ وید کے ایک منتر کا ترجمہ سوامی جی اس طرح کرتے ہیں:

''بادل بمنزلہ باپ قرار دیا ہے اور زمین کو بمنزلہ لڑکی۔ بادل زمین میں اس طرح پانی ڈالتا ہے جیسے باپ لڑکی میں نطفہ۔'' (رِگ وید آدی بھاشہ بھومکا ہندی صفحہ ۲۹۹)

ب۔ لِنگ کا صاف کرنا۔ ''اس لنگ کو صاف کرتا ہوں جس سے رکھشا کی جاتی ہے۔ اس گدا (پاخانہ کی جگہ) اِندری کو پوِتر کرتا ہوں۔''

آگے لکھا ہے کہ ''گرو پتنی (یعنی استاد کی عورت) کرتی ہے۔''

اس پر یہ اعتراض ہے کہ گرو کی عورت کس طرح لڑکے کے لنگ اور گدا کو صاف کرے۔

ایک شُبہ کا ازالہ:۔ یہاں پر آریہ مناظر کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ چھوٹی عمر کے لئے ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ جتنی دیر بچہ گورو کل میں رہتا ہے اس وید منتر پر ان کو عمل کرنا ضروری ہے اور گورو کل میں ۲۵ سال کا جوان بچہ بھی ہوتا ہے۔ اس کے لِنگ کو استاد کی عورت کس طرح صاف کرے گی۔

ج:۔''ان دونوں منتروں کو پڑھ کر پُرش اپنی گربھنی (حمل والی) اِستری کے گر بھاشیہ پر ہاتھ رکھے۔''

(سنسکا رودھی مع تفسیر ودیا کھیا باب پُنسون سنسکار از دیا نند جی سرسوتی مترجم مطبع شہید دھرم مہاشہ راجپال اینڈ سنز مالک آریہ پست کالیہ ہسپتال روڈ انار کلی لاہور صفحہ ۱۲۱)

آریہ سماجی دوست بتائیں کہ وہاں پر ہاتھ رکھنے سے کیا فائدہ؟

د:۔بیل سے بھوگ کرنا۔''پانی کے لئے مینڈھا سے پرم ایشوریہ کے لئے بیل سے بھوگ کریں۔'' (یجر ویدادھیائے ۲۱ منتر ۶۰)

ر:۔''ہے انسانو! تم مضبوط گدا اِندری (پاخانہ کی جگہ) کے ساتھ موجودہ اندھے سانپوں اور کٹل (یعنی سخت موذی) سانپوں کو کام میں لاؤ۔

س:۔ٹانگوں کے اوپر چڑھ۔ہاتھ کا سہارا دے۔اتم من کے ساتھ عورت کو ویریہ ڈالے۔''

(اتھر وید ۱،۲،۳۹)

غرض آریہ سماج کے اپنے اصولوں کے مطابق بھی وید الہامی ثابت نہیں ہوتے۔

عجیب وغریب پُر لُطف ویدک دعائیں

ا۔''اے پرمیشور و راجن! آپ بہت بولنے والے کو نزدیک ودیا والے کے لئے (آور) حد سے باہر والے کے لئے گونگے ظاہر کیجئے۔'' (یجر ویدادھیائے ۳۰/۱۹ صفحہ ۲۰)

دعائیں ہمیشہ مفید اور نیک چیزوں کے حصول کے لئے کی جاتی ہیں مگر یہ ویدک فلسفہ ہی الٹ ہے بھلا اگر ویدک ایشور بغیر کرموں کے اور کچھ دے ہی نہیں سکتا تو پھر دعائیں سکھانا فضول اور لغو ٹھہرا۔ پھر دعائیں سکھائیں بھی تو وہ بھی ایسی کہ اگر قبول ہو جائیں تو ایک ہی سال میں آریہ سماجیوں کا خاتمہ اپنی ہی دعاؤں کے طفیل ہو جائے۔ (خادؔم)

۲۔''اے پرمیشور و راجن! آپ آگ کے لئے موٹی اشیاء کو زمین کے لئے بغیر پاؤں کے رینگنے والے سانپ وغیرہ کو پیدا کیجئے۔'' (یجر ویدادھیائے ۳۰/۳۱)

ہم اس دعا پر آمین کہتے ہیں بشرطیکہ وہ صرف آریوں کے ہی گھروں تک محدود رہیں۔(مؤلّف)

۳۔''ہے پرمیشور و راجن! آپ زمین و آسمان کے درمیان کھیلنے کودنے اور بانس سے ناچنے والے نٹ وغیرہ پیدا کیجئے۔'' (یجر ویدادھیائے ۳۰ منتر ۲۱)

(تا کہ وید کی حقیقت دنیا پر ظاہر ہو۔مؤلّف)

۴۔ ہے پرمیشور وراجن! آپ بین بجانے والے اور ہاتھوں سے دادتر بجانے اور تونو نامی باجے بجانے والے۔ان سب کو ناچنے کے لئے اور خوشی کے لئے تالی وغیرہ بجانے والے کو پیدا وظاہر کیجئے۔'' (یجروید ادھیائے ۳۰ منتر ۲۰ صفحہ ۱۲۰)

وید کی تعلیم پرمیشور کے متعلق اور پرمیشور کا حُلیہ

پرمیشور ناقص اور کمزور:۔''اے نہایت ہی قابل عبادت اور سب طرف سے روشن ایشور و عالم! یہ جو آپ کا محیط ہونا اور پرورش کرنا ہے۔اس سے آپ ترقی کو حاصل کریں اور دوسروں کو بڑھائیں۔آپ خود مضبوط ہوجیئے اور دوسروں کو مضبوط کیجئے۔'' (یجروید ادھیائے ۳۸ منتر ۲۱ صفحہ ۱۹۳)

''وہ سدا بڑھنے والا ،حیرت انگیز صفات، عادات سے متصف پرمیشور ہمارا کس طرح دوست ہوئے''الٰی آخرہٖ (یجروید ادھیائے ۳۶/۴)

پرمیشور کی بیوی:۔''اے انسانو! میں ایشور جیسے برہمن،کھتری،ویش،شودر اور اپنی استری سیوک وغیرہ کو چار وید روپی بانی کا اپدیش کرتا ہوں ویسے ہی آپ لوگ بھی اچھی طرح اپدیش کریں۔'' (منقول از دیانند یجروید بھاش ادھیائے ۲۶۔منتر ۲ صفحہ ۶۶)

سُکھ کی خواہش:۔''پرمیشور کہتا ہے کہ میری یہ خواہش عمدگی سے بڑھے اور مجھے وہ غیر میسّر غائبانہ سُکھ حاصل ہو۔'' (یجروید ادھیائے ۲۶ منتر ۲)

پرمیشور کے برابر طاقتور راجہ:۔''اے بیوقوف راجہ! بغیر دودھ کی گائیوں کی طرح ہم لوگ اس متحرک وغیر متحرک کائنات کے منتظم سُکھ پوروک کو دیکھنے لائق ایشور کے برابر طاقتور۔آپ کی عزت واحترام کریں۔'' (یجروید ادھیائے ۲۷ منتر ۳۵ صفحہ ۸۱)

ناچنے والے پیدا کرنے کی دعا:۔ ہے پرمیشور وراجن! آپ بین بجانے والے اور ہاتھوں سے دادتر بجانے اور تونو نامی باجے کو بجانے والے۔ان سب کو ناچنے کے لئے اور خوشی کے لئے تالی وغیرہ بجانے والے پیدا وظاہر کیجئے۔'' (یجروید ادھیائے ۳۰ منتر ۲۰)

پس لوگوں کو چاہیے کہ ہنسی اور زنا وغیرہ عیوب کو چھوڑ کر اور گانے بجانے ناچنے وغیرہ کی تعلیم کو حاصل کر کے خوش ہوں لیکن ستیارتھ ب ۳ نمبر ۴۸ و باب ۶ نمبر ۱۶ میں اِن افعال کو شہوانی عیب لکھا ہے۔

آریوں کا پرمیشور فریبی:۔''اے اِندر تو نے سوشا کو فریب سے قتل کیا۔''
(رگ وید اشٹک اول انوواک ۳ سکت ۴ شرتی نمبر ۷)

پرمیشور کھاؤ پیئو پیٹو:۔''اِندر کا شکم سوم کا رس کثرت سے پینے کے باعث سمندر کی مانند پھولتا ہے اور تالو کی نمی کی مانند ہمیشہ تر رہتا ہے۔ اِنہیں کھانوں سے اِندر کا پیٹ بھرتا ہے اور قوت حاصل ہوتی ہے۔اے خوبصورت زنخدان والے اِندر! ان تعریفوں سے خوش ہو۔''

(رگ وید اشٹک اول انوواک ۳ سکت ا

The Hymns of the Rigiveda translated eith a popular commentary by Ralph T H griffith MACIE Third Edition Vol:1 p:10, 1920)

پرمیشور کی لاعلمی:۔''اے بیاہے ہوئے مرد عورتو! تم دونوں رات کو کہاں ٹھہرے تھے اور دن کہاں بسر کیا تھا۔تم نے کھانا وغیرہ کہاں کھایا تھا۔تمہارا وطن کہاں ہے۔جس طرح بیوہ عورت اپنے دیور (دوسرے خاوند) کے ساتھ شب باش ہوتی ہے یا جس طرح بیاہا ہوا مرد اپنی بیاہتی عورت کے ساتھ اولاد کے لئے شب باش ہوتا ہے اس طرح تم کہاں شب باش ہوئے تھے؟۔''

(ستیارتھ پرکاش باب ۴ دفعہ ۱۳۰ بھومکا صفحہ ۱۲۵ مترجم نہال سنگھ)

''اِس دنیا میں پاپ اور پُن کا نتیجہ بھوگنے کے لئے دو راستے ہیں۔ایک عارفوں یا عالموں کا۔دوسرا علم ومعرفت سے مبرّا انسانوں کا۔اُن کو پُتر یاں اور دیویاں بھی کہتے ہیں۔میں نے یہ دو راستے سنے ہیں۔یہ تمام دنیا انہی دو راستوں پر چلی جارہی ہے۔''

(یجروید ۷/۴/۱۹۔ ورگوید آدی بھوش بھومکا مترجم نہال سنگھ صفحہ ۱۲۲۔ بیان تناسخ)

ناک آنکھ کان والا پرمیشور:۔''برہمن اس (ایشور) کا منہ تھا۔ایشور کے بازوؤں سے کھشتری۔رانوں سے ویش۔پاؤں سے زمین اور کان سے طرفین پیدا ہوئیں۔چاند مَن (دل) سے پیدا ہوا۔آنکھ سے سورج پیدا ہوا۔منہ سے اندر اور آگ اور سانس سے ہوا پیدا ہوئی۔''

(رگوید منڈل نمبر ۱۰ سوکت نمبر ۹۱ منتر ۱۲،۱۳)

زرہ بکتر پہننے والا پرمیشور:۔''ورن (ایشور) اپنی ساری رعایا میں سب پر حکومت کرنے کے لئے آکر بیٹھا ہے۔سنہری کوچ کو پہنتا ہوا ورن (ایشور) چمکتے ہوئے لباس کو پہنتا ہے۔اس کے جاسوس چاروں طرف بیٹھے ہیں۔'' (رگوید منڈل نمبر ۱ سوکت نمبر ۲۵ منتر ۲۳)

ایشور چوری کرتا ہے:۔''اے اِندر دولتوں سے مالا مال پرمیشور! ہم سے الگ کبھی

مت ہو۔ ہمارے مرغوب سامان خوراک مت چُراؤاور نہ کسی اور سے چُرواؤ۔

(رگویداشٹک نمبرا انوواک نمبر۷سوکت نمبر۱۹اشرتی ۸آریہ بھونے مصنّفہ دیونند)

سُکھ دکھ برداشت کرنے والا پرمیشور:۔ ''اے جگدیش ور! جس سبب آپ سب دُکھ سُکھ کے برداشت کرنے والے ہیں۔'' (تفسیر یجروید سوامی دیانند)

خداعلم سیکھنے کامحتاج ہے:۔ ''اے جگت ایشور! میں اور آپ پڑھنے پڑھانے والے دونوں محبت کے ساتھ رہ کر عالم اور دیندار ہوں کہ جس سے دونوں کی ترقی علم ہمیشہ ہووے۔''

(یجروید بھاش جلداوّل منتر۲۱)

ایشور مجسم اور اس کا حُلیہ:۔ ''ہزاروں سروں والاپُرش (ایشور) ہزاروں آنکھوں والا۔ ہزاروں پاؤں والا۔ وہ ترلوکی (کائنات) کوسب طرف سے گھیر کرٹھہرا ہوا ہے۔ دس اُنگل پرے۔

(رگوید منڈل نمبر۱۰سوکت نمبر۹۱منتر نمبر۱۱)

پرمیشور کے پاؤں:۔ ''وشنو (ایشور) اس سارے جگت وکائنات پر پاؤں سے چلا۔ تین طرح پراُس نے پاؤں رکھا۔ یہ جگت اس کے دھولی (دھول) والے پاؤں میں اکٹھا ہوا۔

(رگوید منڈل نمبرا سوکت نمبر۲۲منتر۱۷)

وشنو جوسب کا محافظ ہے اور کسی سے دھوکہ نہیں دیا جاتا۔ وہ سارے کاموں کو کرتا ہوا یہاں سے تین پاؤں چلا۔

خدا کا دایاں ہاتھ:۔ ہے خزانوں کے مالک اِندر! تجھ سے دولت چاہتے ہوئے ہم نے تیرے دائیں ہاتھ کو پکڑا ہے۔'' (رگ وید منڈل نمبر۱۰سوکت نمبر۴۷منتر۱۳)

ایشور کی فرج:۔ پرجاپتی گربھ (حمل) میں وچرتا ہوا بہت طرح سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کی یونی (فرج) کو عقلمند دیکھتے ہیں۔'' (یجروید ادھیائے نمبر۳۱منتر نمبر۱۹ اردوترجمہ صفحہ۱۲۶)

ایشور کی ترقی:۔ ''اے بہت اشیاء میں رہنے والے پرماتمن (خدا) جو یہ میری زبان ہے۔ آپ کو یقیناً بڑھاوے۔'' (یجروید ادھیائے نمبر۳۳منتر نمبر۸۱)

ایشور سوم رس پیتا ہے:۔ ہے پرمیشور وایو (ایشور)! اپنی الپ شکتی (محدود طاقت) سے سوم اوشدھیوں کا اتم (عمدہ) رس تیار کیا ہے اور بھی جو کچھ ہمارے عمدہ پدارتھ ہیں۔ وے آپ کے سرین (نذر) کئے گئے ہیں۔ ان کو آپ قبول کریں اور سروآتما (فراخدلی) سے پان کریں۔''

(رگویداشٹک ادھیائے نمبرا ورگ نمبر۲منتر۱)

ایشور کا ثانی:۔ ''مَیں ایشور سب لوگوں کو حکم دیتا ہوں کہ میرے برابر دھرماتما صفات و افعال وعادات والے آدمی ہی کی رعایا ہو۔''

ایشور سوتا ہے:۔ ''جو برہما (ایشور) تیز رفتار کو مضبوط کرتا ہوا جو کو کنپاتا اور گھروں یعنی جیوؤں (ارواح) کے بیچ قائم ہوتا ہوا سوتا ہے۔''

(رگوید منڈل نمبر ا سوکت نمبر ۱۶۴ منتر ۳۰۔ رگوید بھاش جلد ۳ صفحہ ۶۳۳)

وید کی تعلیم خلاف عقل وسائنس

ا۔''ہے دینے ہارے (والے) جیسے لینے والے پڑھانے اور اپدیش کرنے والوں کا میل کرے۔ اور وہ آج بکرا وغیرہ جانوروں کے بیچ سے لینے لائق چیز کا چکنا حصہ یعنی گھی دودھ وغیرہ اُدّلار (نکالا ہوا) کیا ہوا لیویں۔'' (اس سے بکرا گھی دینے والا ثابت ہوتا ہے)

(تفسیر دیانندی بھاشا یجروید جلد ۲ ادھیائے ۲۱ منتر ۴۳)

نوٹ:۔ اس حوالہ کے پیش کرنے سے یہ مقصود نہیں کہ گویا ہمارے خیال میں بکرے کے لئے دودھ دینا ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے قانون شاذ کے ماتحت یہ ممکن ہے۔ چنانچہ اس کا ثبوت صداقت مسیح موعود پر اعتراضات کی ذیل میں ایک اعتراض کے جواب میں موجود ہے۔ ہمارا اعتراض تو اس امر پر ہے کہ اس وید منتر سے معلوم ہوتا ہے کہ بکرے کا دودھ دینا قانون عام کے ماتحت ہے اور بجائے بکری اور گائے بھینس کے دودھ اور گھی بکرے سے حاصل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ امر ہمارے روزمرّہ کے مشاہدہ کے خلاف ہے۔ یہ تو ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کبھی کبھی شاذ کے طور پر جو کہ **اَلشَّاذُ کَالْمَعْدُوْمِ** کے مطابق معدوم کا حکم رکھتا ہے اپنی سنّت شاذہ کا ثبوت دے مگر گھی دودھ وغیرہ کو عام طور پر گائے بھینس اور بکری کی بجائے ''بکرے'' کے ساتھ منسوب کرنا یقیناً خلافِ عقل وسائنس اور معارض مشاہدہ وتجربہ ہے۔ خادؔم

۲۔''ہے رعایا کے مالک ایشور جو روح مادہ وغیرہ اشیاء ہیں یہ سب اچھا روپ وغیرہ (مراد خواہش) صفات سے متصف ہوں۔'' (تفسیر دیانند بھاشا یجروید جلد ا ادھیائے ۱۰ منتر ۲۰)

اس سے مادہ میں خواہش کا ثبوت ملتا ہے۔ کیا سائنس سے یہ ثابت ہوسکتا ہے؟

۳۔ ’’گرہست جنوں (عیالداروں) کو چاہیے کہ اس طرح کوشش کریں کہ جس سے تینوں یعنی بھوت (ماضی) بھوشیت (مستقبل) اور ورتمان (حال) زمانہ میں بہت ہی سُکھی ہوں۔‘‘

(تفسیر ایضاً جلد ا صفحہ ۲۳۱)

اس سے آج کا کام کئے ہوئے کا پھل گذشتہ دنوں میں مل جانا چاہیے۔ حال و مستقبل کے لئے تو انسان کرسکتا ہے مگر آج کا پھل پہلے مل چکا ہے یہ کیسے؟ بالکل خلافِ عقل ہے۔

۴۔ میں جو سوم لتا وغیرہ بوٹیوں (کو) جو زمین وغیرہ سے تین برس پہلے مکمل سُکھ دینے میں عمدہ ظاہر ہوئیں جو حاصل کرنے والے بیماروں کے سو اور سات جنم اور ناڑیوں کے زخموں کو مفید ہیں ان کو جلدی جانوں۔‘‘ (تفسیر ایضاً جلد ا صفحہ ۴۱۶ ادھیائے نمبر ۱۲ منتر ۱۵)

نوٹ:۔ کیا زمین سے قبل بھی بوٹیاں تھیں۔ اور ان سے لوگوں نے فائدہ حاصل کیا؟

آریوں کے ناقابل عمل اصول

ضروری نوٹ:۔ ستیارتھ پرکاش مصنفہ پنڈت دیانند کے جو حوالے یہاں درج کئے گئے ہیں اُن میں نمبر صفحہ ستیارتھ پرکاش کے نویں ایڈیشن شائع کردہ راجپال مینجر آریہ پستکالیہ انارکلی لاہور کو مدّنظر رکھ کر دیا گیا ہے یہ ستیارتھ پرکاش کا وہ اردو ترجمہ ہے جس کے مترجمین میں سوامی شردھانند پنڈت چموپتی ایم۔اے اور ماسٹر آتمارام جیسے آریہ پنڈتوں کے نام ہیں اور آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب سندھ (بلوچستان) کی طرف سے یہ ترجمہ شائع کیا گیا ہے اور سرورق پر لکھا ہے۔ ’’صرف یہی ترجمہ مستند ہے۔‘‘ (خادم)

ا۔ ’’بچے از خود اکھنڈ (لا منتھر ازل) برہمچریہ رکھ کر اور تیسرا اعلیٰ درجہ کا برہمچریہ کر کے مکمل یعنی چار سو سال تک عمر کو بڑھائیں۔‘‘ (ستیارتھ پرکاش باب ۳ دفعہ نمبر ۳۰) گویا نیک اور باایمان آریہ کو چاہیے کہ برہم چاری رہ کر چار سو سال کی عمر حاصل کرے۔ دیانند سے بڑھ کر تو باایمان اور کامل برہمچاری اور کوئی آریہ نہ ہوگا مگر اس کی عمر بھی ساٹھ سال سے متجاوز نہ ہوئی۔ پس ثابت ہوا کہ یہ تعلیم باطل اور ناقابل عمل ہے۔

۲۔ بقول دیانند مردہ دفن کرنے میں بہت اقتصادی نقصان ہوتا ہے (حالانکہ قبر کی کھودائی ۸/

ہوتی ہے۔) (خادم) لیکن جلانے میں صندل کی لکڑی، عود، کستوری ۳۰ اور ڈیڑھ من روغن زرد وغیرہ وغیرہ اشیاء قیمتی سے تقریباً دوسو روپیہ کا زیر بار ہونا ضروری ہے۔ اگر میسر نہ آوے تو بھیک مانگے یا گورنمنٹ سے امداد طلب کرے۔ (ستیارتھ ب۱۳ دفعہ ۲۷)

مگر جنگ میں جہاں ہزاروں مرتے ہیں یہ عالمگیر اصول دریابُرد ہو جاتا ہے جیسے مہا بھارت کی جنگ میں ہوا۔ کیونکہ وہاں یہ اشیائے قیمتی نہ مل سکیں اور نہ میسر آسکتی تھیں۔

۳۔ جس لڑکی کا خاوند مر جائے تو پھر اس کنیّا کو چاہیے کہ کسی شخص واحد سے بیاہ نہ کرے۔ وہ عمر بھر ایک کی نہ ہو رہے بلکہ دس بارہ مختلف نوجوانوں سے تادمِ آخر مضبوط اولاد حاصل کرتی رہے۔

(ستیارتھ ب۴ دفعہ ۱۱۸)

۴۔ آریہ عورت کے تیسرے نیوگی خصم کو اگنی کہتے ہیں کیونکہ اس میں حرارت زیادہ ہوتی ہے۔

(ستیارتھ ب۴ دفعہ ۱۳۶)

پہلے اور دوسرے خصم میں حرارت کیوں کم ہوتی ہے اور پانچویں دسویں وغیرہ میں کیوں کم و بیش نہیں؟ اس کی تشریح مطلوب ہے۔

۵۔ بموجب اعتقاد دیانندی روح و مادہ مع اپنی تمام قوتوں، حسوں اور خاصیتوں کے ازلی ابدی خود بخود ہیں۔ یعنی اپنے وجود کے آپ خدا ہیں اور پرمیشور کا کام صرف ارواح اور مادہ کو جوڑنے جاڑنے کا ہے لیکن اب معلوم ہوا کہ روحوں میں جوڑنے جاڑنے کی قوت انفصال واتصال کی خواہش بھی ازل سے ہے۔ (ستیارتھ ب ۷ دفعہ ۵۳) آریہ اور دہریہ میں کیا فرق ہوا۔ خاک

۶۔ نجات کے طالب اور سچے آریہ کو چاہیے کہ قریباً پچاس سال کا ہو کر بیاہ کرے یا ۴۴ سال کے بعد۔ (ستیارتھ ب۳ دفعہ ۳۴)

مگر پچاس سال تک تو انسان بوڑھا ہو جاتا ہے۔ پھر بیاہ کس لئے اور کس کے لئے۔ مضبوط اولاد کیونکر اور کون پیدا کرے گا۔ اس میں کوئی غلطی یا راز ضرور ہے (غالباً اس عرصہ میں بذریعہ نیوگ اولاد پیدا کرنے کی مہلت دی ہوگی) ایسا بیاہ کرنے والا دوسو سال سے چار سو سال تک عمر حاصل کر سکتا ہے۔

(ستیارتھ ب۶ دفعہ ۳۰)

مگر تجربہ اس اصول کا دشمن ہے۔ سوائے دیانند کے جو بجائے پچاس کے ساٹھ سال مجرد رہ کر سفید ریش ہو کر بڑھاپے کے نشان اور آثار دیکھ کر راہیٔ عالم فنا ہوئے۔ چار سو سال کی عمر

والے کوتو ستّر سال میں ابھی ڈاڑھی بھی نہیں آنی چاہیے۔اسی لئے سوامی جی منہ سر استرے سے صاف رکھتے تھے۔ملاحظہ ہو تصویر سوامی جی۔

۷۔ممالک متوسط کی قسمت چھتیس گڑھ میں بعض قوموں کی عمر تیس سال تک ختم ہوتی ہے۔ پھر وہاں چارسو سال کی عمر حاصل کرنے کے لئے شرط کیا ہوگی اور نیک آریہ پچاس سال کا ہو کر کیونکر بیاہ کرے۔(خوب عالمگیر اصول ہیں)۔

۸۔۴۸ سال کے بعد شادی کرے۔بالکل شادی نہ کرنا اچھا ہے۔

(ستیارتھ ب۳ دفعہ ۳۴)

ہندوستان کے آریہ اگر ۴۸ سال کے بعد بیاہ کرنا شروع کردیں تو انشاء اللہ نصف صدی میں آریوں کا خاتمہ ہی ہوجائے اور ہندو مسلم سوال بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے۔

۹۔ھون۔(۱) ہون کرنا سب پر فرض ہے ورنہ پاپ ہوتا ہے۔

(ستیارتھ پرکاش ب۳ دفعہ ۲۰)

(۲) ہون دن میں دو دفعہ صبح وشام کرنا چاہیے۔ (ستیارتھ ب۳ دفعہ ۱۵)

(۳) ایک وقت کے ھون میں سولہ آہوتی فی کس گھی چاہیے۔ (ستیارتھ ب۳ دفعہ ۲۲)

(۴) ہر آہوتی میں چھ ماشہ گھی کم از کم جلانا چاہیے۔ (ستیارتھ ب۳ دفعہ ۲۲)

گویا ۱۶x۶=۹۶ ماشہ =۸ تولے۔قریباً 1½ چھٹانک گھی ایک وقت آدمی کو جلانا چاہیے اور دو وقت کا کل گھی روزانہ ۵/۳۱ چھٹانک ہوا۔ماہوار ۵/۱۶x۳۰=۹۶ چھٹانک۔گویا اگر گھی کا نرخ ۴ چھٹانک فی روپیہ ہو تو ماہوار ۲۴ روپے کا صرف گھی ہی جلانا پڑے گا۔

آجکل کے نرخ ۱۲۵ روپے فی سیر کے حساب سے یہ خرچ بڑھ کر ۱۲۵x۶=۷۵۰ روپے ماہوار آئے گا۔(مرتّب)

(۵) گھی کے ساتھ کیسر۔کستوری۔خوشبودار پھول عطر اور چندن۔اگر تگر وغیرہ بھی جلانا چاہیے۔

(ستیارتھ پرکاش ب۳ دفعہ ۱۷، ۱۸)

تو گویا اس حساب سے ہر آریہ کو ہون کرنے کے لئے کم از کم ۷۵۰ روپے تک ماہوار خرچ کرنا پڑتا ہے۔غریب آدمی اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔اور مشکل تو یہ ہے کہ اگر نہ کرے تو پاپ ہوتا ہے (جیسا کہ اوپر گزر چکا) مگر اسلام نے اپنے احکام میں بھی حکمت رکھی ہے کہ وہ اُنہی پر فرض کئے ہیں جو

اُن کی استطاعت رکھتے ہوں۔پس ویدک تعلیم عالمگیر الہامی نہ رہی۔

۱۰۔نیک نیت اور مذہبی آریہ کوسندھیا او پاسنا کرنا اور پانچ مہا یگیوں کا ادا کرنا ایسا ضروری ہے۔جیسا سانس پر سانس لینا ضروری ہے۔(ستیارتھ باب۳ دفعہ۴۴) پس جو آریہ سانس پر سانس لیتا مگر سندھیا وغیرہ بطریق مذکورہ بالانہیں کرتا اور چار سو سال کا نہیں ہوتا کیا وہ نیک آریہ ہے؟ یا وہ شودر ہے۔(بقول ستیارتھ ب۴ دفعہ ۳۸) پانچ مہا یگیوں (فرائض) میں سے دوسرا فرض ویدوں کوانگوں سمیت با قاعدہ پڑھنا اور سندھیا او پاسنا کرنا فرض ہے۔چھ انگ یہ ہیں۔۱۔سِکھشا (علمِ قراءت)۔ ۲۔کلپ(سنسکاروں یعنی رسوم کے متعلق ہدایات اور ہر سنسکار کے متعلق ویدوں سے منتروں کا انتخاب)۳۔چھند وعلم عروض۔۴۔دیاکرن (علمِ صرف ونحو)۔۵۔نرکت (علمِ لغت)۔۶۔جوتش (علمِ ہندسہ وہیئت) جس میں ریاضی کی تمام شاخیں یعنی حساب۔مساحت وغیرہ علم طبقات الارض وجیالوجی اور جغرافیہ اور باقی تین فرائض اور ہیں جو ہم بخوف طوالت نہیں لکھ سکتے۔جبکہ یہ لوگ عملاً آریہ ہی نہیں تو پھرنا حق تضیع اوقات ہے۔

۱۱۔جو بطریق مذکورہ بالا سندھیا وغیرہ نہیں کرتا اور چھ سال کے اندر وید ختم نہیں کرتا۔اُس کو گھر سے نکال کر شودروں کے گھروں میں بھیج دینا چاہیے۔ (ستیارتھ ب۳ دفعہ۴۷)

۱۲۔بعدازاں بوڑھے والدین اپنی خدمت کے لئے غیروں کے لڑکے رکھ لیں اور انہیں بیٹے تصور کرلیں۔ (ستیارتھ ب۴ دفعہ۱۱۰)

غیروں کے جوان لڑکے اس بوڑھے کے گھر میں رہ کر کیا کچھ نہ کریں گے۔ناظرین خود سمجھ لیں۔

۱۳۔ساز بجانا، ناچنا، گیت گانا، سُر لگانا وغیرہ آریوں کو ضرور سیکھنا چاہیے (ستیارتھ ب۳ دفعہ۱۰۲) مگر اسی ستیارتھ ایڈیشن چہارم میں سوامی جی ب۳ دفعہ ۴۸ پر ساز بجانے، ناچنے وغیرہ کو شہوانی عادات قرار دیتے ہیں۔

۱۴۔برہمنوں کے گواہ برہمن اور شودروں کے گواہ شودر اور عورتوں کی گواہ عورتیں ہی ہوا کریں۔

(ستیارتھ ب۶ دفعہ۶۳)

اگر کوئی برہمن یا ویش شودروں کے محلّہ میں جا کر کسی کنیّا کو ناپاک کر نکلے یا کوئی عورت شودر برہمنوں کے محلّہ میں کسی کا گلا گھونٹ جائے تو کیا اس کو رہائی دے دیں۔کیونکہ کوئی عورت یا اس کی ذات کا گواہ میسر نہیں آسکتا؟ خدا اس قانون والوں کو طاقت نہ دے۔

۱۵۔ جو کوئی وید کو برا سمجھے اور اس کی مذمت کرے یا کم از کم وید کے موافق بنائی ہوئی عابد لوگوں کی تصانیف کی (یعنی ستیارتھ وغیرہ کی) تحقیر کرے اس منکر کو جلاوطن کر کے ملک اور گھر بار سے خارج کر دینا چاہیے۔ (ستیارتھ ب۳ دفعہ۵۲)

۱۶۔ جو دھرم پر قائم نہیں رہتا۔ خواہ استاد ہو یا مائی باپ اس کو راجہ بغیر سزا ہرگز نہ چھوڑے۔ یعنی قید و قتل وغیرہ۔ (ستیارتھ ب۶ دفعہ۷۲)

آریہ عورتوں کو ویدک نصائح اور فرائض

۱۔اے دیور نیوگی (دوسرے خاوند) کی خدمت کرنے والی عورت اور اے بیاہے ہوئے خاوند کی فرمانبردار بیوی (یعنی دو خاوند والی عورت ۔مؤلّف) تو نیک اوصاف والی ہو۔تو گھر کے کاروبار میں عمدہ اصول پر عمل کر اور اپنے پالے ہوئے جانوروں کی حفاظت کر۔اور عمدہ کمال و خوبی اور علم و تربیّت حاصل کر۔ طاقتور اولاد پیدا کر اور ہمیشہ اولاد کی پرورش میں متحدرہ۔اے نیوگ کے ذریعہ سے دوسرے خاوند کی خواہش کرنے والی تو ہمیشہ سُکھ دینے والی ہو کر گھر میں ہون وغیرہ کی آگ کا استعمال اور تمام خانہ داری کے کاروبار کو دل لگا کر بڑی احتیاط سے کر۔'' (ستیارتھ ب۴ دفعہ۱۳۶)

تعدد ازدواج پر اعتراض کرنے والے دو خاوندوں والی بیوی پر غور کریں حالانکہ مرد دَس کو نطفہ دے سکتا ہے مگر عورت دو کا نطفہ نہیں لے سکتی۔خلاف قدرت و فطرت تعلیم یہ نئی دلہن کو پہلی رات کو منانے کی ہدایت کی گئی ہے۔کس قدر شرمناک تعلیم ہے۔

۲۔استقرار حمل کی کارروائی کا وقت ایک پہر رات گزرنے کے بعد ایک پہر رہنے تک ہے۔ جب منی کے رحم میں گرنے کا وقت آئے تب دونوں بے حرکت نہایت خوش دل ۔منہ کے ساتھ منہ۔ ناک کے سامنے ناک وغیرہ تمام جسم سیدھا رکھیں ۔مرد منی ڈالنے کا کام کرے۔جب منی عورت کے جسم میں داخل ہو۔اس وقت وہ اپنی مقعد اور جائے مخصوص کو اوپر کھینچے اور منی کو کھینچ کر عورت رحم میں قائم کرے۔

(سنسکار ودھی مع تفسیر از پنڈت دیانند سرسوتی باب گربھادیانی سنسکار صفحہ۱۸۰ مطبع شہید دھرم مہاشہ راجپال اینڈ سنز مالک آریہ پستکالیہ ہسپتال روڈ انارکلی لاہور و ستیارتھ پرکاش ب۴ دفعہ۴۳)

کروڑوں مخلوقات اس آسن سے بے خبر ہے۔مگر اولاد خدا کے فضل سے اس آسن پر عمل

کرنے والوں سے کہیں زیادہ مضبوط پیدا ہوتی رہتی ہے۔

۳۔ جیون چرتر مصنّفہ لیکھرام و آتمارام صفحہ ۳۵۵ میں لکھا ہے کہ ''دوسرے دن سوامی دیانند جی نے مورتی پوجا کے کھنڈن (تردید بت پرستی) پر لیکچر دیا اور مندروں میں عورتوں کے جانے اور وہاں کی دُردشا (بُری حالت) کا برن فرمایا اور فرمایا کہ سال میں ایک ہی بار اپنے پتی (خاوند) کے پاس جاوے یعنی وبچار (زنا نہ کرے) کسی شخص نے مکان کی چھت سے دریافت کیا کہ جس عورت کا پتی طوائف (کنجری) کے پاس جاوے اس کی عورت کیا کرے؟ انہوں نے کہا۔ اس کی عورت بھی ایک مضبوط آدمی رکھ لے۔'' یہ تعلیم کس قدر ناقابل عمل، اخلاق سوز اور بے حیائی پیدا کرنے والی ہے۔

۴۔ ''اے بیوہ عورت! اپنے اس مرے ہوئے اصلی خاوند کو چھوڑ کر زندہ دیور یعنی دوسرے خاوند کو قبول کر۔ اس کے ساتھ رہ کر اولاد پیدا کر۔ وہ اولاد جو اس طرح پیدا ہوگی تیرے اصلی خاوند کی ہوگی۔'' (ستیارتھ ب۴ دفعہ ۱۳۳) کیونکہ دوسرے خاوند سے نکاح تو نہ ہوگا۔ بغیر نکاح کے ہی اولاد پیدا شدہ مردہ خاوند کی ہوگی۔ جائز ناجائز کا سوال نہیں صرف اولاد کے حصول کی غرض مدّنظر ہے۔

۵۔ ''پُرش کا لِنگ استری کی یونی میں گھسنے پر خصوصیت سے نطفہ چھوڑتا ہے مگر پیشاب اس سے علیحدہ چھوڑتا ہے۔ وہ نطفہ جھلّی سے ڈھکا حمل کی شکل ہو کر پیدا ہوتا ہے اور پیدا ہونے پر اس ڈھکن کو چھوڑ دیتا ہے اور بیرونی ہوا جو جھلّی کو چھوڑتا ہے وہی قسم قسم کی زندگی کے اسباب کی موجودگی یعنی روح کے متعلق دہن اور اس رس کی برابر ناش رہت پر تیکُش وغیرہ گیان کے اسباب آنکھ وغیرہ اعضاؤں سے ملتا ہے یعنی ان کو ترقی دیتا ہے۔ مطلب مرد کا آلۂ تناسل عورت کی اندام نہانی سے ملنے پر نطفہ کو پیشاب سے علیحدہ چھوڑتا ہے۔'' (یجر وید ادھیائے ۱۹ منتر ۷۶ صفحہ ۱۳۸۸ اردو ترجمہ مطبع نگم پرکاش مسجد سوٹھہ ضلع دہلی)

۶۔ ''عورت مرد حمل رکھنے کے وقت بالمقابل اور پریم میں چُور رہوں۔ منہ کے مقابل منہ۔ آنکھ کے سامنے آنکھ۔ دھیان کے سامنے دھیان۔ جسم کے سامنے جسم کا انتظار کر۔ حمل قائم کریں جس سے بدشکل یا ٹیڑھے عضوؤں والی اولاد پیدا نہ ہو۔'' (کوکا پنڈت کے بھی کان کتر رہے ہیں اور تناسخ کو باطل ٹھہرا رہے ہیں)۔ (یجر وید ادھیائے ۱۹ منتر ۸۸ صفحہ ۱۳۲۲ اردو ترجمہ مطبع نگم پرکاش مسجد سوٹھہ ضلع دہلی)

۷۔ ''اے نیشو! جیسے بیل گایوں کو گیا بھن کر کے نسل بڑھاتا ہے ویسے ہی گرہستی لوگ استریوں کو حمل رکھا کر پرجا بڑھاویں۔''

(یجر وید بھاش حصہ سوم ادھیائے ۲۸ منتر ۳۲ صفحہ ۱۹۴ اردو ترجمہ مطبع نگم پرکاش مسجد سوٹھہ ضلع دہلی)

کیا لطیف مشابہت ہے اور طرزِ بیان کا کمال۔ بیل گائے ماں بہن کا امتیاز نہیں رکھتے۔ صرف نسل بڑھانا مقصود ہوتا ہے۔

۸۔ نیوگ شہوت مٹانے کا آلہ ہے۔ ملاحظہ ہو حوالجات ذیل:

مرد عورت کے رنڈوے یا بیوہ ہونے سے قطعِ نسل سے بچنے کا علاج پنڈت دیانند جی مہاراج یوں فرماتے ہیں کہ

''اگر خاندان کے سلسلے کو جاری رکھنے کے لئے کسی اپنی ذات کا لڑکا گود لے لیں گے اس سے خاندان چلے گا اور زنا کاری بھی نہ ہوگی اور اگر برہمچریہ نہ رکھ سکیں تو نیوگ کر کے اولاد پیدا کر لیں۔

(ستیارتھ ب۴ دفعہ ۱۱۰)

۹۔ زنا اور نیوگ کا طریق اور قواعد یکساں ہیں۔ ملاحظہ ہوں ذیل کے حوالے۔

''بیاہ کرنے میں لڑکی اپنے باپ کا گھر چھوڑ کر خاوند کے گھر جاتی ہے اور اس کا باپ سے زیادہ تعلق نہیں رہتا مگر نیوگ کی صورت میں عورت اسی بیاہے خاوند کے گھر میں رہتی ہے۔''

(ستیارتھ ب۴ دفعہ ۱۱۱)

یہی زنا میں ہوتا ہے۔ اور سنو:۔

۱۰۔''اس بیاہی عورت کے لڑکے اسی بیاہے خاوند کے وارث ہوتے ہیں مگر نیگتا عورت (جس نے نیوگ کیا ہو) کے لڑکے ویرج داتا کے نہ بیٹے کہلاتے ہیں (درانحالیکہ عورت سے نیوگ اپنی اولاد کے لئے کیا ہو) نہ اس کا گوتر ہوتا ہے اور نہ اس کا اختیار ان لڑکوں پر ہوتا ہے بلکہ وے متوفّی خاوند کے بیٹے کہلاتے ہیں۔ اسی کا گوتر ذات ہوتا ہے اور اسی کی جائیداد کے وارث ہو کر اسی گھر میں رہتے ہیں۔''

(ستیارتھ ب۴ دفعہ ۱۱۹)

زنا میں بھی یہی ہوتا ہے۔ اگر کسی کی بیوی سے کسی کا ناجائز تعلق ہو تو اس عورت کی اولاد اپنے خاوند کی اولاد سمجھی جاتی ہے اور اسی کی وارث ہوتی ہے۔ حالانکہ قانوناً اور اخلاقاً جس کا نطفہ ہو۔ اسی کی گوتر اور وارث ہوتا ہے۔ مگر مخفی یارانہ کی وجہ سے چونکہ ظاہر نہیں ہوتا اس لئے ایسا واقع ہوتا ہے۔ ورنہ دنیا کے کسی خطہ کا قانون ابھی تک اس قسم کے کرایہ کے نطفہ کو جائز قرار نہیں دیتا بلکہ اس کو ناجائز اور حرام کی ولادت قرار دیتا ہے۔ اس تعلیم کی رو سے تمام آریوں کی ولادت مشکوک ہو جاتی ہے۔ ابھی اور سنو۔

۱۱۔''بیاہی عورت مرد کو باہم خدمت اور پرورش کرنی لازم ہے مگر نیوگ شدہ عورت کا اس قسم کا

کوئی تعلق نہیں رہتا۔''　　(ستیارتھ ب۴ دفعہ ۱۱۱ جواب ۳)

۱۲۔ بیاہی عورت مرد کا تعلق دونوں کی موت تک رہتا ہے مگر نیوگ شدہ عورت مرد کا تعلق کاریہ کے بعد چھوٹ جاتا ہے۔''　　(ستیارتھ پرکاش ب۴ دفعہ ۱۱۱ جواب ۴)

ان دونو حوالوں نے تو معاملہ بالکل صاف کر دیا۔ زنا میں بھی یہی ہوتا ہے۔

۱۳۔ بیاہی عورت مرد باہم گھر کے کاموں کو سرانجام دیتے ہیں۔ کوشش کرتے اور نیوگ شدہ عورت مرد اپنے اپنے گھر کے کام کرتے ہیں۔　　(ستیارتھ ب۴ دفعہ ۱۱۱ جواب ۵)

زنا کاری میں بھی یہی ہوتا ہے کہ کام کیا اور الگ ہوئے اور نیوگ میں بھی یہی صورت ہے جس طرح زانی زانیہ کے پاس حق محبت ادا کر کے اپنی حاجت روائی کرتے اور پھر الگ ہو جاتے ہیں اور پھر اس کو کوئی حق نہیں رہتا کہ اس کو چُھو بھی جائے۔ اسی طرح نیوگ میں بھی ہدایت کی گئی ہے۔ ہاں اگر کسی کا دل پھنس جائے تو پھر کوئی ہدایت نامہ کارگر نہیں ہوتا۔ کیونکہ دل بے اختیار ہے۔ پس ایسی بے تعلقی میں مجامعت کا نام بیاہ ہے تو ایسے بیاہ تو روزانہ چار چار آنہ میں ہو رہے ہیں۔ کوئی نئی اور اعلیٰ بات تو اس میں نہیں۔ بلکہ ان چار چار آنہ والیوں کی تو گورنمنٹ بھی بوقت ضرورت دادرسی کرتی ہے اور حق تلفی ہونے پر ان کی فریاد کو سنتی ہے مگر نیوگ کے متعلق تو گورنمنٹ نے بھی خلاف فیصلہ دے کر زنا کاری قرار دیا ہے۔　　(ملاحظہ ہو فیصلہ اسسٹنٹ کمشنر پشاور۔ سناتن دھرم گزٹ اپریل ۱۹۰۴ء)

۱۴۔ نیوگ بیوہ ہی کے لئے نہیں بلکہ خاوند یا عورت کی موجودگی میں بھی ہو سکتا ہے۔ سنیئے فرمایا ہے:۔

''نیوگ جیتے جی بھی ہوتا ہے۔ جب خاوند اولاد پیدا کرنے کے نا قابل ہو تب اپنی عورت کو اجازت دے کہ اے نیک بخت اولاد کی خواہش کرنے والی عورت تو مجھ سے علاوہ دوسرے خاوند کی خواہش کر کیونکہ اب مجھ سے تو اولاد نہ ہو سکے گی۔ تب عورت دوسرے کے ساتھ نیوگ کر کے اولاد پیدا کر لے۔''

''لیکن اب بیاہے عالی حوصلہ خاوند کی خدمت میں کمر بستہ رہے۔ ویسے ہی عورت بھی جب بیماری وغیرہ میں پھنس کر اولاد پیدا کرنے کے نا قابل ہو۔ تب اپنے خاوند کو اجازت دے کہ اے مالک! آپ اولاد کی امید مجھ سے چھوڑ کر کسی دوسری بیوہ عورت سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کیجیے۔''

(ستیارتھ ب۴ دفعہ ۱۳۸)

اس حوالہ میں الفاظ **نیک بخت** اور **عالی حوصلہ** قابل غور ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور نیک بختی کیا ہوگی کہ خود ہی اپنی بیوی کو زنا کی تحریک کر کے اپنے لئے راستہ کھول رہا ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر عالی حوصلگی کیا ہوگی کہ اپنی غیرت و عزت کو خیر باد کہہ کر اپنے ننگ و ناموس اور اپنی محبوبہ کو دوسرے اگنی مشٹنڈے کے سپرد کر رہا ہے۔ یہ بے نظیر عالی حوصلگی قابل آفرین ہے۔ خاوند کی موجودگی میں دوسرے کی بغل میں جا کر سونا اور خالص کاریہ کرانا مذکورہ بالا زنا کے قواعد کے ماتحت آنا نہیں تو اور کیا ہے؟ ادم شیم؟ عورت کا نیوگی تلاش کرنا بھی نرالا قانون ہے۔

۱۵۔ بغیر اولاد کی ضرورت اور خواہش کے صرف شہوت رانی کے لئے نیوگ جب ثابت ہو۔ اور ہو بھی خاوند کی موجودگی اور اس کے نکاح میں ہونے کی حالت میں تو سوائے زنا کے اور کیا نام رکھا جا سکتا ہے۔ سنیے:

''اگر بیاہا خاوند دھرم کی غرض سے غیر ملک میں گیا ہو تو عورت آٹھ برس۔ اور اگر علم اور نیک نامی کے لیے تو چھ برس اور دولت وغیرہ کے لئے تو تین برس تک انتظار کر کے پھر نیوگ کر کے اولاد حاصل کرے۔ جب شادی شدہ خاوند آوے تب نیوگ شدہ خاوند سے قطع تعلق ہو جاوے۔''

(ستیارتھ باب ۴ دفعہ ۱۴۰)

اس حوالہ نے تو پردہ ہی اٹھا دیا۔ مزید تشریح کا محتاج نہیں۔ صرف اس قدر جتا دینا ضروری ہے کہ حوالہ نمبر ۱۲ میں سوامی جی نے فرمایا تھا کہ کاریہ یعنی مجامعت کرنے کے بعد تعلق نہیں رہتا مگر اس میں بتایا گیا ہے کہ جب تک خاوند باہر سے واپس نہ آوے تب تک نیوگی اور نیوگن تعلق قائم رکھیں۔ اس کے واپس آنے پر قطع تعلق کر لیں۔ عجیب فراخدلی اور عالی حوصلگی ہے۔

۱۶۔ سب سے زبردست پرمان یعنی حکم سوامی جی کا جو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ نیوگ ناجائز طور پر شہوت رانی کا زبردست آلہ ہے۔ لیجیے سنیے اور سنائیے۔ فرماتے ہیں:۔

سوال: ''جب ایک بیاہ ہوگا۔ ایک مرد کے لئے ایک عورت اور ایک عورت کے لئے ایک مرد رہے گا اس عرصہ میں عورت حاملہ، دائم المریض یا مرد دائم المریض ہو جائے اور دونوں کا عالمِ شباب ہو اور رہا نہ جائے تو پھر کیا کریں؟

جواب:۔ اگر حاملہ عورت سے ایک سال صحبت نہ کرنے کے عرصہ میں مَرد یا دائم المریض مرد کی عورت سے رہا نہ جائے تو کسی سے نیوگ کر کے اس کے لئے اولاد پیدا کرے لیکن رنڈی بازی یا

زنا کاری نہ کریں۔'' (ستیارتھ پرکاش باب ۴ دفعہ ۱۴۶)

''رہا نہ جائے'' کا جملہ قابلِ غور ہے۔ سوامی جی کا بطور ٹیپ کے مصرعہ کے ہر حکم نیوگ کے آخر میں یہ لکھ دینا کہ ''نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے'' صرف نیوگ کی قباحت اور گندگی کا چھپانا ہے ورنہ اسی حوالہ میں ہی دیکھ لیں کہ جب اس کی عورت حاملہ ہے تو ضرور ہے کہ اس کے لئے کوئی نونہال جنے گی۔ پھر اولاد پیدا کرنے کی کیا ضرورت لاحق ہوئی۔ وہی ''رہا نہ جائے'' والا مسئلہ ہی حل کرنا مقصود ہے اور یہی زنا اور شہوت رانی ہے جو ثابت ہے۔ اب کہاں ہیں وہ جو اسلام کے پاک مسئلہ تعدّد ازدواج پر اعتراض کرتے ہیں۔ تعدّد ازدواج میں قدرتاً اور فطرتاً ایک آدمی کئی عورتوں سے کئی لڑکے پیدا کرسکتا ہے مگر ایک عورت کئی مردوں سے سوائے شہوت مٹانے کے اور کچھ حاصل نہیں کرسکتی۔ اگر مختلف اوقات میں نیوگ کے بہانہ دس مردوں کے پاس گئی اور بدقسمتی سے کسی کا نطفہ ٹھہر گیا تو وہ مشترکہ اور معجون مرکب بچہ ہوگا جس کا والی وارث وہی ہوسکتا ہے جو اسی طرح پیدا ہوا ہو!

ویدک تہذیب کے نمونے

بعض دفعہ بعض بدزبان آریہ سماجی مسلم مناظرین کے سامنے بے سروپا روایات اور تفاسیر کے حوالے پڑھ دیتے ہیں مگر جب ان کو کہا جائے کہ یہ تحریرات جماعت احمدیہ کے مسلّمات میں سے نہیں ہیں۔ لہٰذا حجت نہیں تو آریہ سماجی جواب دیتے ہیں کہ یہ ترجمہ اور تفسیر ہماری طرف سے تو نہیں ہے خود تمہارے ہی ''مسلمان بھائیوں'' کی تحریر کردہ ہے۔ اس کے جواب میں وید کی مندرجہ ذیل تفسیر پڑھی جاسکتی ہے جو پنڈت مہیدھر فاضل وید نے آج سے سینکڑوں سال قبل کی ہے۔ جس طرح آریہ اس تفسیر کو تسلیم نہیں کرتے اسی طرح احمدیوں کے مقابلہ میں غلط اور بے بنیاد روایات اور تفاسیر بھی حجت نہیں ہوسکتیں۔ خادمؔ

۱۔ مہیشی (زن یجمان) رُوبروئے جملہ مہتمان یگیہ نزد اسپ افتادہ مے گوید۔ اے اسپ! من دررحم خود نطفہ تو کز وحمل قرار مے یابد میگیرم تو ہم آں نطفہ را دررحم من بینداز۔''

(یجروید ادھیائے ۲۳ منتر ۱۹ بحوالہ رگ وید آدی بھاش بھومکا مصنّفہ پنڈت دیانند سرسوتی مترجم اُردو نہال سنگھ کرنالوی صفحہ ۱۸۷ و بھومکا اصل ہندی صفحہ ۳۴۵)

۲۔ ''کارپردازان یگیہ زنان و دوشیزگان بہ انگشت ہائے خود شکل اندامِ نہانی ساختہ بطریق

تمسخر میگویند کہ بوقت زدد گامئے زنان آواز ہلہلا مے خیزد۔ وقتیکہ عضوِ مرد مثل کنجشک در اندام زن مے رود۔ زن آنرا در جسمِ خود مے خورد و انزال میکند و درآن وقت آواز گاگلا مے خیزد و دوشیزگان بہ انگشت ھائے خود صورت عضوِ مرد نمایند و میگویند کہ روزنِ خشفہ باروئے تو مشابہت دارد۔‘‘

(یجروید ادھیائے ۲۳ منتر ۳۲۔ رگ وید آدی بھاش بھومکا مترجم اُردو صفحہ ۱۸۹ اور ہندی صفحہ ۳۵۱)

۳۔ ’’اندامِ زن را دست کشیدہ فراخ بکنند تا کہ آں کشادہ شود۔‘‘

(یجروید ادھیائے ۲۳ منتر ۳۶ بھومکا اُردو صفحہ ۱۹۰)

قدامت روح و مادہ

آریوں کے دلائل کی تردید

دلیل اوّل:۔ خدا قدیم سے ہے اور اس کی صفات بھی قدیم سے ہیں اور منجملہ اس کی صفات کے مالک کی صفت بھی ہے اور مالک بغیر مملوک کے نہیں پایا جاتا۔ پس ساتھ اس کا کوئی مملوک قدیم سے ہونا ضروری ہے اور وہ روح و مادہ ہے۔

جواب:۔ ہم بھی مانتے ہیں کہ وہ قدیم سے مالک اور خالق ہے مگر مملوک کو روح و مادہ میں مقیّد کرنا کونسی عقلمندی ہے۔ ہم بھی قدامت نوعی کے قائل ہیں نہ قدامت شخصی کے یعنی مخلوق کی انواع میں سے کوئی نہ کوئی قدیم سے چلی آتی ہے اور خدا تعالیٰ کی تمام صفات کا تعطل ایک وقت میں ہم نہیں مانتے۔ یہ دلیل آریوں کی بعینہٖ عیسائیوں کی اس دلیل جیسی ہے جو وہ تثلیث کے ثبوت میں پیش کیا کرتے ہیں کہ وجود معلولات متعددہ علل متعددہ کو چاہتا ہے۔ پس علل کی کثرت ماننی پڑتی ہے پس تثلیث ثابت (زیادہ علل کیوں نہیں؟ صرف تین کیوں؟) اسی طرح آریہ لوگ بھی خدا کی صفت ’’مالک‘‘ ثابت کرنے کے لئے روح و مادہ کو پیش کرتے ہیں مگر ہم کہتے ہیں روح و مادہ کے بغیر اور بھی اشیاء ہوسکتی ہیں۔

دلیل دوم:۔ ہمارا مشاہدہ بتاتا ہے کہ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی علّت مادی ضرور ہوتی ہے پس روح و مادہ کی علّت کیا ہے؟

جواب نمبر ۱:۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ہر چیز کی صنع کے لئے آلات ضروری ہیں مگر تم خود پرمیشور کو آلات کے بغیر کام کرنے والا مانتے ہو (دیکھو رگ وید آدی بھومکا صفحہ ۶، ۹)

جواب نمبر۲:۔علت مادی مرکبات کی ہوتی ہے کیونکہ مرکب وہ ہے جو دو سے بنے۔پس وہ دونوں اس کی علّت ہوں گے مگر مفرد تو کسی سے بنا نہیں اس لئے مرکبات کے قاعدہ کو اس پر چسپاں کرنا بالکل فضول ہے۔

دلیل سوم:۔نیست سے ہست اس لئے نہیں ہوسکتا کہ نیستی کے معنی ہیں کچھ بھی نہیں اور جو نہ ہو اس سے ہو جائے یہ محض ہنسی ہے۔

جواب نمبرا:۔ہمارا یہ کہنا کہ صندوق لکڑی سے بنا ہے اور یہ کہنا کہ مادہ خدا کی قدرت سے بنا ہے۔ دونوں میں فرق یہی ہے کہ پہلے میں علت مادی مراد ہے اور دوسرے میں علت فاعلی۔

(رگ وید آدی بھاش بھومکا صفحہ ۸۰)

خدا کے لئے سب ہست ہے۔نیست اور ہست تو ہم انسان اپنی نسبت سے بولتے ہیں۔ اُس کی علّت فاعلی سب کچھ کر دکھاتی ہے۔

اس دلیل کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب

قرآن مجید کی آیت كُنْ فَيَكُوْنُ (البقرۃ:۱۱۸) پر اعتراض کہ کُنْ کس کو کہا؟

جواب نمبرا:۔زید کا نقشہ پرمیشور کو معلوم تھا یا نہ؟ اگر معلوم تھا تو کس کا نقشہ معلوم تھا؟ نیز یہ محاورہ ہے۔

جواب نمبر۲:۔انسان جب اپنے ذہن میں کوئی نقشہ کھینچتا ہے۔مثلاً کسی مکان بنانے کا نقشہ۔ تو بنانے کے وقت اسباب وآلات کی تلاش و پڑتال میں لگ جاتا ہے اور اُسے خارجی وجود میں لاتا ہے مگر خدا چونکہ خود آلہ ہے اس لئے وہ ایسا نہیں کرتا بلکہ وہ صرف امر کُنْ سے بنا دیتا ہے۔

دلیل چہارم:۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ہر خلق مادہ سے ہوتی ہے۔

جواب:۔موجودہ قانون یا مشاہدہ دلیل نہیں کیونکہ

الف۔جس طرح اب ہر چیز مادہ سے بنتی ہے اور پہلے لازماً عدم سے وجود میں آئی تھی۔اسی طرح اب انسان مرد اور عورت سے پیدا ہوتے ہیں مگر پہلے بلا باپ وماں کیونکہ ابتداء ماننی لازمی ہے۔

(ستیارتھ باب ۸ دفعہ ۴۲)

دیکھو خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا (الفرقان:۳) یعنی ہر شے عدم سے وجود میں

آتی ہے مگر بعد میں ایک اندازہ سے آتی ہے۔

ب۔ الہام اب نہیں ہوتا۔ ہاں ابتدا میں ہوا بقول تمہارے۔ اسی طرح خلق کو قیاس کرلو۔

ج۔ ہمارے مشاہدہ میں پرے نہیں۔

د۔ ہمارے مشاہدہ میں مادہ اصل حالت میں نہیں۔ (صفحہ ۱۰ دیباچہ ستیارتھ پرکاش) آریہ لوگ ابتدا میں مخلوق کا پیدا ہونا اِسی طرح مانتے ہیں کہ کھیتوں کی طرح اُگ پڑے تھے۔ پس اگر یہ ایسا ہی ہوا تھا تو اس کی نظیر دو۔ ورنہ شرماؤ۔

عقلی دلائل حدوث روح و مادہ پر

دلیل اوّل:۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ سرب شکتیمان ہے۔ پس چونکہ وہ قادرِ مطلق ہے اس لئے ہر کام وہ کرسکتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (البقرة :۱۴۹)

اعتراض:۔ خدا اپنے جیسا خدا نہیں بنا سکتا۔ نہ وہ مر سکتا ہے؟

جواب نمبر۱:۔ تمام صفات مساوی ہیں۔ اپنی مثل بنانا قدرت نہیں بلکہ کمزوری ہے کیونکہ دوسری صفات کٹتی ہیں۔ چونکہ اس کی صفات میں سے حـــیّ ہونا اور واحد ہونا ہے۔ اگر وہ مثل بنائے تو واحد نہیں رہتا۔ اپنے آپ کو مار دے تو حیّ نہیں رہتا مگر مادہ اور روح میں کونسی صفت کٹتی ہے؟

جواب نمبر۲:۔ کوئی معیار پیش کرو ورنہ قادرِ مطلق نہ مانو۔ ہاں انسان سے زیادہ قادر مانو۔ اسی طرح انسان بمقابلہ حیوان کے اور ڈاکٹر بمقابلہ کمپونڈر کے قادرِ مطلق ہے۔

دلیل نمبر۲:۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (الرعد:۱۷)

ا۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے کیونکہ اگر وہ بعض چیزوں کا خالق نہ ہو تو واحد نہ ہوگا یعنی واحد فی الصّفات۔

۲۔ اگر وہ ہر چیز کا خالق نہیں تو وہ ان اشیاء پر غلبہ جائز طور پر پانے کا مستحق نہیں۔ اسی کی تائید کرتی ہے یہ آیت وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً (الانعام:۶۲)

اعتراض:۔ انسان بھی اکثر اشیاء کا مالک ہے اور اسے غلبہ حاصل ہے بدوں خَلق کے۔

جواب نمبر۱:۔ خدا کی اجازت سے۔

جواب نمبر۲:۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ (الشــــوریٰ: ۱۲) پس اُس کی مِلک اور انسان کی مِلک

میں فرق ہونا چاہیے۔

اعتراض:۔ ہم بھی موجود ہیں ۔خدا بھی موجود ہے۔ہم بھی ابدی ہیں۔خدا بھی ابدی ہے تو توحید فی الصفات کیسے ہوئی بلکہ اشتراک ثابت ہوا۔

جواب:۔ ہم اس کے قائم رکھنے سے موجود ہوئے وہ خود قدیم ہے مگر روح و مادہ کا وجود حادث ہے۔دلیل یہ ہے کہ خدا چاہے تو قائم نہ رکھے یا ابدی نہ بنائے مگر روح کونہیں مٹائے گا۔

(دیکھو سورۃ ہود رکوع ۹ آیت ۱۰۳تا۱۰۹)

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (البقرۃ:۲۵۶) حیّ پر اعتراض تھا مگر قَیُّوْم نے دور کردیا۔

دلیل نمبر۳:۔ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا (الفرقان: ۳) یعنی ہر چیز سوائے باری تعالیٰ کے مخلوق ہے کیونکہ محدود ہے اور محدود کا محدّ د چاہیے اور روح اور مادہ بھی محدود ہیں۔

(دیکھو ستیارتھ ب۸ دفعہ ا)

دلیل نمبر۴:۔ اگر روح پیدا نہیں ہوسکتی تو لازماً خدا نجات یافتہ لوگوں کو دنیا میں بھیجے گا اور یہ ظلم ہے۔دیانند جی کو دقت پیش آئی تو وہ مکتی کو قید سے تعبیر کرنے لگے۔

دلیل نمبر۵:۔ روح و مادہ کو اور ان کے خواص کو قدیم ماننے سے ذاتِ باری پر دلیل قائم نہیں رہتی کیونکہ جب بڑا کام خود ہوا تو چھوٹا کام کیوں نہ خود ہوا؟

دلیل نمبر٦:۔ صفات کی فنا ذات کی فنا ہے۔اس لئے آریوں کے نزدیک جس طرح روح کی ذات مخلوق نہیں اسی طرح صفات بھی مخلوق نہیں۔

پس اگر ثابت ہو کہ صفات میں تغیر ہے تو ذات میں بھی تغیر ماننا پڑے گا اور ہر متغیّر قائم بالذّات ہے صفات کا تغیر۔دیکھو نیک سے بد اور بد سے نیک۔جاہل سے عالم اور عالم سے جاہل۔

دلیل نمبر۷:۔ خدا ظرف ہے۔روح مظروف ہے، ظرف پہلے ہونا چاہیے۔

دلیل نمبر۸:۔ روح و مادہ محتاج الغیر ہیں یا نہیں؟ اگر محتاج ہیں تو قدیم نہ ہوئے۔اگر محتاج نہیں تو پھر ماتحت نہیں ہوسکتے۔

دلیل نمبر۹:۔ تین چیزیں ازلی ہیں۔(ستیارتھ ب۸ دفعہ۲ سوال۳) پھر پانچ ازلی (ستیارتھ ب۸ دفعہ۳۹) دلیل کہ اکاش ازلی ہے (ستیارتھ ب۸ دفعہ) اکاش مخلوق ہے (بھومکا صفحہ ٦۷) پھر زمانہ فانی ہے (صفحہ۱۲ ستیارتھ) اور اکاش فانی ہے (ستیارتھ ب۹ دفعہ۹) سب سے پہلے خدا کا ہونا ضروری

ہے۔(ستیارتھ ب ۷ دفعہ ۷)

زمانہ جس طرح دوبارہ پیدا ہوتا ہے بغیر علّت مادی کے اسی طرح مادہ بھی بغیر علّت مادی کے پیدا ہوسکتا ہے۔(دیکھو حوالجات رگ وید بھومکا صفحہ ۵۳، ۷۰، ۷۳، ۷۸)

دلیل نمبر۱۰:۔اگر وہ خلق نہیں کرسکتا تو وہ عالم نہیں۔اگر وہ عالم ہے تو خالق بھی ہے۔ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ (یٰسٓ: ۸۰)

پس جبکہ کامل علم خالق ہونے کا مقتضی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا خالق نہ ہونا اُس کے نقص علم پر دلیل ہے۔

دلیل نمبر۱۱:۔ستیارتھ ب ۸ دفعہ ۵۷ جیو اور پرکرتی کے صفات اور فعل اور عادات ازلی ہیں۔

۲۔خدا تو مرکب کو بھی بدل نہیں سکتا۔(ستیارتھ باب ۸ دفعہ ۱۴)

۳۔جو قدرتی اصول ہیں۔مثلاً آگ گرم، پانی ٹھنڈا وغیرہ اس کی طبعی صفات کو پرمیشور بھی نہیں بدل سکتا۔(ستیارتھ صفحہ ۲۸۱ باب ۸ دفعہ ۱۴)

جہاں جیو اور پرکرتی کے صفات دیئے گئے ہیں وہاں مادہ سے تعلق پیدا کرنے کا حق نہیں یا طریق تعلق پیدا کرنے کا بتاؤ۔

دلیل نمبر۱۲:۔ستیارتھ۔جس مادہ سے روح بنائی جاوے وہ آخر ختم ہوجائے گا۔

دلیل نمبر۱۳:۔ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ (الطور: ۳۶، ۳۷) یعنی منکرین حدوثِ روح و مادہ کہتے ہیں کہ روحیں پیدا نہیں ہوئیں۔(۱) کیا وہ بغیر علل کے خود بخود ہیں؟ اور ظاہر ہے کہ یہ ہو نہیں سکتا کیونکہ اس سے ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہے جو محال ہے(۲) دوسری شق یہ ہوسکتی تھی کہ خود علت ہوں لیکن اگر ایسا ہو تو اس سے تقدم الشیء علٰی نفسہٖ لازم آتا ہے جو محال ہے۔(۳) جو علت العلل ہوں اور آسمانوں اور زمینوں کے مالک ہوں تو اس سے تعدد لازم آتا ہے جو محال ہے۔علاوہ ازیں خالق مخلوق کا محتاج نہیں۔ مگر ہم زمین وآسمان کے محتاج ہیں۔اگر یہ ہماری مخلوق ہوتے تو ہم ان کے محتاج نہ ہوتے۔

دلیل نمبر۱۴:۔ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل: ۸۶) آریہ لوگ جو حدوث روح و مادہ کے منکر ہیں کسی زمانہ میں سوال کریں گے کہ روح کیا چیز ہے۔آیا حادث ہے یا قدیم ہے۔جواب میں کہہ دے کہ یہ میرے رب

کی مخلوق میں سے ہے:۔ لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (الاعراف:۵۵) قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (بنی اسرائیل:۸۹) دلیل اس کا (روح کا) علم ناقص ہے۔ اگر قدیم سے ہوتی تو علم کامل ہوتا جیسے خدا کا علم کامل ہے۔

پس ان دلائل سے حدوث ثابت ہوا۔ آریوں کے اعتراضات بالکل کچے ہوتے ہیں جیسے دہریوں کے ہوتے ہیں۔ دہریہ بھی کہا کرتے ہیں کہ خدا اگر ہے تو بتاؤ وہ کیا چیز ہے؟ یہی سوال ایک دفعہ ایک کمہار کے لڑکے نے کیا جس کے جواب میں کہا گیا کہ خدا چیز نہیں کیونکہ چیزوں کو تو وہ پیدا کرتا ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ تم سے پوچھا جاوے کہ تمہارا باپ کون سا برتن ہے۔ تو تم کہو گے کہ برتن تو میرا باپ بنایا کرتا ہے۔ وہ برتن نہیں۔ اسی طرح خدا بھی خالق الاشیاء ہے۔

دلیل نمبر ۱۵:۔ ارواح و مادہ صاحب علم و ارادہ نہیں۔ اگر صاحب علم و ارادہ ہیں تو پھر کیوں وہ آپس میں نہیں مل جاتے اور صاحب علم و ارادہ کے بغیر کوئی خَلق نہیں ہوسکتی۔ پس روح و مادہ مخلوق ہیں نہ کہ خود بخود۔

دلیل نمبر ۱۶:۔ اگر روح و مادہ مخلوق نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ خالق نہیں بلکہ صرف ایک معمار کی حیثیت رکھتا ہے حالانکہ یہ بات مسلّمات آریہ کے خلاف ہے۔

دلیل نمبر ۱۷:۔ جب روح و مادہ اللہ تعالیٰ کے ماتحت ہیں تو پھر وہ خود بخود کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اگر کہو کہ اللہ تعالیٰ کے ماتحت ہونا ان کی فطرتی اور ذاتی صفت ہے تو ہم کہیں گے کہ پھر وہ کیوں اطاعت الٰہی میں تکلیف محسوس کرتی ہیں۔

دلیل نمبر ۱۸:۔ روحوں کا اللہ تعالیٰ سے ذاتی محبت رکھنا جیسے ان کو ایک بچہ سے ذاتی محبت ہوتی ہے کیونکہ اس سے نکلا ہوا ہوتا ہے۔ یہی صاف دلیل ہے کہ یہ اس سے نکلا ہوا ہے اور وہ صرف مخلوق ہونے کی حالت ہے۔

دلیل نمبر ۱۹:۔ روحوں کی اپنی کمزوری کی وجہ سے ایک عالم اور فیّاض ہستی کا محتاج ہونا بھی ان کے مخلوق ہونے پر ایک زبردست دلیل ہے۔

دلیل نمبر ۲۰:۔ آریہ سماج کا یہ ادّعا کہ چونکہ مادہ ''اجزائے لا یتجزیٰ'' (ATOMS) کا نام ہے۔ جو نا قابل تقسیم و تفریق ہیں اس لئے مادہ ازلی ہے۔ موجودہ عالمگیر جنگ میں سائنس نے

(ATOM BOMB) ایٹم بم کی ایجاد سے باطل ثابت کر دیا ہے کیونکہ وہ ATOM جسے ''لا یتجزیٰ'' یعنی نا قابل تقسیم خیال کیا جاتا تھا اب تقسیم کے قابل ہی ثابت نہیں ہوا بلکہ اسے فی الواقع تقسیم کر کے فنا کر دیا گیا ہے۔ پس جب مادہ فانی ثابت ہو گیا تو وہ ابدی بھی نہ رہا اور معلوم ہو گیا کہ خدا تعالیٰ ہی مادہ کا پیدا کرنے والا ہے۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۔ (خادم)

حدوثِ روح اور مادہ کے اثبات پر ویدوں اور اپنشدوں سے نقلی دلائل

۱۔ ''اے انسانو! میں ایشور سب سے پہلے موجود اور ساری دنیا کا مالک ہوں۔ میں جگت کی پیدائش کا قدیم باعث ہوں۔ تمام مال و دولت پر غالب اور اس کا بخشنے والا ہوں۔''

(رگوید منڈل نمبر ۱۰ سوکت نمبر ۴۸ منقول از ستیارتھ پرکاش باب ۷ دفعہ ۹)

اِس سے معلوم ہوا کہ سب سے اوّل خدا تعالیٰ تھا۔ اُس نے سب کو پیدا کیا۔ وہی سب کی پیدائش کا قدیم باعث ہے۔

۲۔ ''جس وقت یہ ذروں سے مل کر دنیا پیدا نہیں ہوئی تھی اُس وقت یعنی کائنات سے پہلے است یعنی شونیا اکاش (فضا) بھی نہیں تھی۔ کیونکہ اُس وقت اس کا کاروبار نہ تھا۔ اُس وقت ست (پرکرتی) یعنی کائنات کی غیر محسوس علّت جس کو ست کہتے ہیں وہ بھی نہ تھی اور نہ پرمانو تھے اور وراٹ (کائنات) میں جو اکاش دوسرے درجے پر آتا ہے وہ بھی نہ تھا بلکہ اُس وقت صرف پربرہم کی سامرتھ (قدرت) جو نہایت لطیف اور اس تمام کائنات سے برتر و بے علّت ہے موجود تھی۔''

(بھاش بھومکا اردو صفحہ ۷۰)

۳۔ ''اُس پُرش (پرمیشور) نے پرتھوی یعنی زمین کے بنانے کے لئے پانی سے رس کو لے کر مٹی کو بنایا۔ اسی طرح آگ کے رس سے پانی کو پیدا کیا اور آگ کو ہوا سے اور ہوا کو اکاش سے اور اکاش کو پرکرتی سے اور پرکرتی کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔''

(بھاش بھومکا اردو صفحہ ۷۸ پیدائش عالم کا بیان منتر ۱۷)

۴۔ ''اُس پُرش (پرمیشور) کی غایت درجہ قدرت ہی اس دنیا کے بنانے کا مصالحہ و مواد ہے کہ جس سے یہ سب دنیا پیدا ہوئی۔ سو پرمیشور سب کے چاہنے والا ہو کر اس دو قسم کی دنیا کو مرصّع و مسجّع کرتا

ہے وہ ایشور اس کا (دنیا کا بنانے والا) دنیا میں محیط ہو کر دیکھ رہا ہے۔"

(بھاشیہ بھومکا ہندی صفحہ ۱۲۲ بحوالہ یجر وید ۲/۳۰)

۵۔"دیوتاؤں کے پہلے یگ میں نیستی سے ہستی پیدا ہوئی۔" (یعنی دیوتاؤں سے پیشتر زمانہ میں نیستی سے ہستی پیدا ہوئی۔ (رگوید منڈل نمبر ۱۰)

۶۔"پرکرتی وغیرہ اعلیٰ و لطیف کائنات اور گھاس مٹی چھوٹے کیڑے مکوڑے وغیرہ ادنیٰ مخلوقات نیز انسان کے جسم سے لے کر اکاش تک متوسط درجہ کی کائنات یہ تینوں قسم کی دنیا پرش (پرمیشور) نے اپنی قدرت سے پیدا کیں۔"

(اتھرون وید کانڈ نمبر ۱۰ انوواک نمبر ۴ منتر نمبر ۷ منقول از بھومکا)

۷۔"اس کائنات سے پہلے صرف ایک آتما (پرمیشور) ہی تھا اور کوئی دوسری (قابل تمیز) چیز نہ تھی۔"

(رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا صفحہ ۵۳ منقول از نیک اُپنشد ادھیائے نمبر ۱۔کھنڈ نمبر ۱۔اصلاح وید پر بحث)

۸۔"اِس سے پہلے محیط کل پر پرمیشور ہی تھا۔"

(شت پتھ برہمن کانڈ نمبر ۱۱۔ادھیائے رگوید صفحہ ۵۳)

۹۔"اس سے پہلے دنیا کچھ بھی نہ تھی۔"

(شت پتھ برہمن کانڈ نمبر ۱۱ ادھیائے رگوید صفحہ ۵۳)

۱۰۔"چونکہ وہ پرمیشور اَنّ یا مٹی وغیرہ کل کائنات فانی سے الگ اور جینے مرنے سے مبرّا ہے اس لئے وہ بذاتہٖ غیر مولود اور سب کو پیدا کرنے والا ہے۔وہی (خدا) اس کائنات کو اپنی قدرت سے بناتا ہے اس کی کوئی علّت نہیں ہے بلکہ سب کی علّتِ اوّلین علّت فاعلی اِسی پرمیشور کو جاننا چاہیے۔"

(رگوید بھاش بھومکا صفحہ ۷۳)

۱۱۔"اے عزیزو! پرمیشور اس دنیا میں پیشتر موجود تھا۔وہ اپنی ذات سے ایک اور بے عدیل تھا۔" (اس حوالہ سے صاف معلوم ہو گیا کہ سب سے اوّل صرف پرمیشور ہی اکیلا اور بے عدیل تھا۔اگر روح و مادہ بھی اس کی طرح قدیم ہوتے تو ان کا ساتھ ہی ذکر ہوتا)۔

(رگ وید آدی بھومکا اردو صفحہ ۵۳ مترجم نہال سنگھ)

۱۲۔"پرلے (قیامت) کے وقت یہ کائنات اسی کی قدرت میں سما جاتی ہے۔"

(بھومکا اردو صفحہ ۷۳)

۱۳۔''اور اُسی کی قدرت سے پھر یہ کائنات دوبارہ پیدا ہوتی ہے۔'' (ایضاً)

۱۴۔''یہ تمام کاروبار عالم اور روئے زمین تیری قدرت میں اس طرح قائم ہے جیسے ماں کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے۔'' (بھومکا اردو صفحہ ۱۸۷)

۱۵۔''وہی تمام دنیا کا پیدا کرنے والا، قائم رکھنے والا، فنا کرنے والا۔''

(ستیارتھ پرکاش ب ۷ دفعہ ۳)

۱۶۔''مجھ پرمیشور کو ہی ساری دنیا کا پیدا کرنے والا سمجھو۔'' (ستیارتھ پرکاش ب ۷ دفعہ ۸)

۱۷۔''وہ بآسانی تمام بلا امداد غیرے تمام دنیا کو بناتا ہے تو پھر ساتھ ہی اس کو روح اور مادہ کا محتاج ٹھہرانا دو متضاد باتیں ہیں۔'' (ستیارتھ پرکاش ب ۷ دفعہ ۷ تا ۹)

۱۸۔''اس جہان میں جو کچھ ہے اس تمام مخلوق کا بنانیوالا ہوں۔'' (ستیارتھ پرکاش ب ۷ دفعہ ۸)

۱۹۔''اس (خدا) کے دل میں خواہش ہوئی کہ اپنے بدن سے اس قسم کی خلقت پیدا کرنی چاہیے۔ تو اُس نے پہلے پانی (رج) کو پیدا کیا پھر اس نے پانی میں بیج ڈالا۔''

(منوادھیائے اشلوک ۸ منوسمرتی ۱/۹)

۲۰۔''چونکہ وہ متحرک اور ساکن جہان کو زندہ اور قائم رکھتا ہے اس واسطے وہ تمام قادروں سے قادر ہے۔'' (ستیارتھ صفحہ ۱۴۔۴۲۔۱/۳۹)

۲۱۔''جو چیز ترکیب سے پیدا ہوتی ہے وہ ازلی ابدی کبھی نہیں ہوسکتی اور فعل بھی پیدائش اور فنا سے آزاد نہیں ہے۔'' (ستیارتھ پرکاش ب ۸ دفعہ ۲۸)

۲۲۔''رُوح میں ترکیب وتفریق ہے۔

(ستیارتھ پرکاش ب ۷ دفعہ ۵۳)

لہٰذا روح حادث ثابت ہوئی۔

روح و مادہ۔ زمانہ وخلا کے غیر حادث ہونے پر نو اعتراضات منطقی و علمی

ہم صرف صانع کو قدیم اور غیر حادث مانتے ہیں مگر آریہ لوگ صانع کے علاوہ رُوح و مادہ زمانہ اور مکان یعنی خلا کو بھی قدیم مانتے ہیں۔ دیکھو! عقائد آریہ منتو یا انادی پدارتھ صفحہ ۲۴۶۔

اعتراضات:۔(۱) کہ سوائے صانع کے دوسروں کو قدیم ماننے سے صانع کی ضرورت

نہیں رہتی۔ جب یہ مان لیا جائے کہ علاوہ صانع کے روح و مادہ مع اپنے خواص کے قدیم ہیں تو اتّصال وانفصال بھی منجملہ خواص کے ہے۔ پس ترکیب کے لئے حاجت صانع کی نہیں؟

(۲) جو چیز قدیم ہو اس کی ذات ہی اس کی علّت ہے اور جس کی ذات اس کے وجود کی علّت ہو اُس میں کوئی نقص نہیں ہوسکتا کیونکہ وجود نقص علت قاصرہ کا مستلزم ہے اور قدیم میں علت قاصرہ ناممکن ہے۔

(۳) یہ کہ استحقاق صانع کے لئے روح و مادہ پر تصرف ثابت نہیں۔ کیونکہ یہ دونوں اپنے وجود اور خواص میں اس کے محتاج نہیں تو یہ اُن پر تصرّف کیوں کرے گا۔ کیونکہ استحقاقِ تصرّف کا باعث مِلک ہے اور مِلک یا خَلق سے یا ورثہ سے یا بیع سے یا ہبہ سے یا کسی پر غلبہ پانے سے پیدا ہوتا ہے۔ خَلق کا عدم معروض ہے اور ورثہ اور بیع اور ہبہ کی شقوق جانب واجب ہیں۔ خود ساقط ہیں۔ باقی رہ گیا غلبہ سے مالک بن جانا، سو اس سے لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ خدا اور انسان کا مفہوم ایک ہے۔ جس طرح ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ پر چڑھائی کر کے ایک مُلک چھین کر اپنی ملکیت میں کرے۔ اسی طرح خدا بھی کرتا ہے۔ حالانکہ انسان اس کے صفات میں قطعاً کسی طرح بھی شریک نہیں۔ پس اس طریق سے کسی چیز کو اپنی مِلک میں لانا گویا انسان کے برابر خدا کو ٹھہرانا ہے اور وہ محال ہے۔

(۴) اگر ایسا ہی مان لیا جائے تو علم ذات باری تعالیٰ ناقص رہے گا۔ اگر خالق کُل اسے تسلیم نہ کیا جائے اس لئے کہ کسی چیز کی خَلق سے وہ اسی لئے قاصر ہوگا کہ اسے اس چیز کی خلقی ترکیب معلوم نہیں اور جس چیز کا وہ خالق نہیں اس کے اصلاح وفساد سے بھی وہ باہر نہیں ہوسکتا۔ علیٰ الخصوص جب علمِ ذاتِ باری کو نظری مانا جائے پھر تو ذاتِ باری کو ہر روح اور ذرّہ مادہ کی شاگردی کرنی پڑے گی۔

(۵) اگر باعث بعض اشیاء کے عدمِ خلق کا عدم قدرت ہے تو قادرِ مطلق سرب شکتیمان صانع نہ رہا۔ اس پر یہ سوال کہ وہ اپنی مثل پیدا نہیں کرسکتا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ مخلوق کو خالق کی مثل قرار دینا محال ہے اور صانع کا اپنے آپ کو فنا کرنا۔ علاوہ ازیں اور عیوب میں مبتلا کرنا قدرت نہیں کہلا سکتا بلکہ خلافِ قدرت ہے۔

(۶) روح اور مخلوق کے عدمِ مخلوق فرض کرنے سے ان کو بطش شدید کرنا ظلم ہے کیونکہ جس کو استحقاق ہے ہی نہیں اس کو استحقاق بطش کیسے حاصل ہوا۔

(۷) سوائے واجب کے اور کوئی قدیم نہیں اور ماسوائے اُس کی قدرت سے وجود پذیر

ہوئے۔آریوں کی مسلمہ کتب سے ثابت ہے دیکھو حوالہ ’’پرکرتی کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔‘‘

(رگوید بھاش بھومکا صفحہ ۷۸ طبع سوم ومنوسمرتی ادھیائے نمبرا شلوک ۸)

(۸) زمانہ اگر مقدار فعل کا نام ہے تب زمانہ فعل کی عرض ہوا اور فعل فاعل کا عرض ہوا۔ پس زمانہ مخلوق ہوا۔ اسی طرح خلا سے مراد اگر وہ محل ہے جس میں کچھ نہیں تو موجود نہیں۔ اور اگر خلا اس محل کا نام ہو جس میں کچھ ہو تو وہ حال کی عرض ہے۔ پس حال کے مخلوق ہونے سے محل مخلوق ہوا اور اگر خلا محض فرض کیا جائے تو وہ وجودی چیز نہیں بلکہ عدمی ہے ہماری کلام وجود میں ہے کہ سوائے واجب اور کوئی قدیم نہیں۔ نہ عدم میں کیونکہ عدم اصلی پر موجود کا قدیم ہے۔ الاّ الواجب تعالیٰ کیونکہ اس کا کوئی عدم نہیں۔

(۹) قرآن شریف جو آخری الہامی کتاب ہے وہ ما سوائے اللہ سب کو مخلوق قرار دیتا ہے جیسے فرمایا:

(۱) اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ (الرعد:۱۷) (۲) خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیْرًا (الفرقان:۳) (۳) رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی (طٰہٰ:۵۱) (۴) وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (قٓ:۳۹)

ان آیات میں روح و مادہ وغیرہ ما سوائے اللہ تمام چیزیں آ گئیں۔

تناسخ

تناسخ کے معنے ہیں گناہوں اور نیکیوں کے باعث بار بار جنم لینا۔ آریوں کی طرف سے اثباتِ تناسخ کی بڑی اور ایک ہی دلیل انسانوں میں اختلاف کا پایا جانا ہے۔ اس پر مندرجہ ذیل سوال پڑتے ہیں:۔

۱۔ ویدوں سے اس کا ثبوت دو کہ تناسخ کا مسئلہ برحق ہے۔ نیز یہ کہ اس کی دلیل اختلاف ہے۔

۲۔ یہ دلیل دلیل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ اختلاف کو دیکھ کر یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ پہلے جنم کے اعمال ہیں مثلاً رات کو اگر کوئی جاتا ہو تو اس کے متعلق خیال کیا جائے کہ اس وقت دفاتر، ڈاکخانہ جات، مدارس اور شفاخانے سب بند ہیں تو یہ شخص اس وقت سوائے چوری کرنے کے اور کہیں نہیں جا رہا۔ تو جیسے یہ خیال باطل ہے کیونکہ ناممکن ہے کہ وہ کسی اور ضروری کام سے جا رہا ہو۔ اسی طرح یہ خیال بھی باطل ہے کہ اختلاف دنیا کا باعث پچھلے جنم کے اعمال ہی ہیں۔

۳۔اگر اختلاف کو دلیل مانا جائے تو پھر چاہیے کہ جہاں دلیل پائی جائے وہاں دعویٰ بھی پایا جائے اور جہاں اختلاف پایا جائے وہاں پچھلے جنم کے اعمال کا اُسے نتیجہ مانا جائے۔مثلاً ہم کہتے ہیں کہ خدا میں تین صفتیں پائی جاتی ہیں (سَت ۔چِت ۔انند)اور روح میں (سَت ۔چِت)اور مادہ میں (سَت) ہے۔کیا ان کا اختلاف بھی پچھلے جنم کے اعمال کی وجہ سے ہے۔کیا وجہ ہے کہ خدا ہمیشہ حاکم اور روح ہمیشہ محکوم رہتی ہے۔

دوسری مثال:۔ پھر دیکھو فلکی اجرام میں کوئی سورج،کوئی ستارہ،کوئی چاند،کوئی سیارہ، کیا ان کا اختلاف بھی وہی وجہ رکھتا ہے؟ یا کوئی اور۔

تیسری مثال:۔ بعض بعض ایسی زمینیں ہیں کہ ان سے ہیرا اور لعل نکلتا ہے اور کسی سے سنگ خارا اور بعض سے کچھ بھی نہیں۔کیا اس اختلاف کا باعث بھی پچھلے جنم کے اعمال ہیں۔

۴۔جونوں کی نوع میں جو اختلاف پایا جاتا ہے مثلاً پھلدار درختوں آم،کھجور اور بمبئی کے آم وغیرہ۔پھر عرب کے گھوڑے اور ہندوستان کی گھوڑیاں۔کشمیر کے سیب۔یوپی کے آم وغیرہ کیا مختلف شہروں کے آموں وغیرہ میں مختلف ذائقہ اور خوبی اسی تناسخ کی وجہ سے ہے یا کسی اور وجہ سے۔پھر پتھروں کی مختلف قسمیں۔بعض بہت قیمتی اور بعض بالکل ردّی پتھروں میں جونیں جاتی ہیں۔

(ستیارتھ پرکاش ب۳۳ دفعہ ۹/۳۱)

۵۔آریہ کہتے ہیں کہ مکتی خانہ میں سنسکرت بولی جاتی ہے بلکہ وید کنٹھ ہوتے ہیں مگر جب دنیا میں آتے ہیں تو وہ بھول جاتے ہیں۔سوال اس پر یہ ہے کہ اگر وہاں ایسے ازبر ہوتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ یہاں آکر بالکل بھول جاتے اور عقل پر ایسے پتھر پڑ جاتے ہیں کہ کوئی حرف بھی یاد نہیں رہتا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات ہی غلط ہے۔

۶۔علمِ طبّ رائیگاں جاتا ہے کیونکہ اگر تمام امراض وغیرہ خدا کی طرف سے ہیں اور لُولا، لنگڑا، اندھا، کانا ہونا کسی پچھلے جنم کے اعمال کے نتیجہ میں ہے تو ہمیں ان کا علاج نہیں کرنا چاہیے۔ اگر علاج کریں تو اس میں خدا کا مقابلہ ہوگا کیونکہ خدا تو انہیں سزا دینا چاہتا ہے مگر ہم اس سزا کو دور کرنا چاہتے ہیں۔

۷۔آریہ لوگ تناسخ کے مسئلہ کے اس لئے قائل ہیں کہ اگر وہ اسے نہ مانیں تو وہ جانتے ہیں کہ ہمارا خدا ارواح کو پیدا تو کر سکتا نہیں۔پس جب روحیں محدود اور پرمیشور پیدا کرنے سے عاجز ہے۔

پھر اگر وہ مکتی یافتہ روحوں کو بار بار جونوں کے چکر میں نہ لائے تو دنیا کیونکر چلے۔اس طرح تو آہستہ آہستہ تمام ارواح اس کے ہاتھ سے چلے جائیں گے اور وہ خالی ہاتھ ہو بیٹھے گا۔

(دیکھو ستیارتھ پرکاش ب۹ دفعہ ۲۳،۲۴)

۸۔مکتی خانہ سے کروڑ ہا سال کے بعد نکالا جاتا ہے۔اگر یہ مسئلہ سچا ہوتا تو ہم کہتے ہیں کہ زمین بڑی ہونی چاہیے تھی ورنہ اتنے عرصہ کے لوگ اس پر آ ہی نہیں سکتے۔

۹۔دنیا کا کارخانہ جو انواع واقسام کا بہت بڑے تناسب سے قائم ہے اگر اسے کرموں کا نتیجہ خیال کیا جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ ممکن ہے کہ کسی وقت میں تمام مرد عورتیں ہو جائیں تمام عورتیں مرد ہو جائیں مگر ایسا ہوتا نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تناسخ باطل ہے۔

۱۰۔اگر تناسخ برحق ہے تو آریوں کا یہ دعویٰ کہ پرمیشور بڑا دیالو کرپالو ہے باطل ہے کیونکہ انسان کو جو کچھ مل رہا ہے وہ اس کے پہلے کرموں کا نتیجہ ہے۔خدا اُسے کچھ دے نہیں سکتا مگر وہی جو اس نے پچھلے اعمال کئے اور اس کا بدلہ اگر وہ کرم نہ کرتے تو وہ کچھ بھی نہ دیتا۔پس پرمیشور کا ان پر کوئی احسان نہیں اور نہ ہی وہ دیالو اور کرپالو ہے بلکہ مجبور ہے۔

۱۱۔تناسخ کے ماننے سے دنیا سے پیار محبت اور اخلاقِ فاضلہ اُڑ جاتے ہیں کیونکہ جو کسی کے ساتھ احسان کرے گا وہ یہی سمجھے گا کہ مجھے اپنے کرموں کے نتیجہ میں مل رہا ہے۔دوسرا چاہے اپنی جان و مال،عزت بھی کیوں نہ قربان کر دے۔

۱۲۔تناسخ کے ماننے سے لازم آئے گا کہ پرمیشور بہت ہی کمزور اور چھوٹی موٹی حکومت کے قابل بھی نہیں کیونکہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ داروغہ کے جیل خانہ میں سے کسی کو یہ ہمت نہیں ہوتی کہ اس کے قیدی کوئی بلاتحاشا آزاد کرتا چلا جائے اور وہ داروغہ جیل چوں تک بھی نہ کرے مگر برعکس اس کے روزمرہ دیکھتے ہیں کہ لاکھوں اور کروڑوں قیدی چھُریوں اور بندوقوں کے ذریعہ مسلمان عیسائی اور ہنود آزاد کرتے جاتے ہیں اور کوئی ان کو روکتا تک نہیں۔پس ایک روح ذبح کرنے والے لوگ اور بھیڑیئے، شیر اور چیتے وغیرہ تمام ان جانوروں پر جن کو وہ کھاتے ہیں اور اُن کی روحوں کو آزاد کرتے ہیں۔اُن پر احسان کرتے ہیں اور مسلمان تو بہت ہی احسان کرتے ہیں۔

۱۳۔منوسمرتی ادھیائے ۱۲ اشلوک ۵۵ میں لکھا ہے کہ برہمن کو قتل کرنے کے نتیجہ میں سؤر، کتا، گائے، بکرا، اونٹ، بھیڑیا وغیرہ جونوں میں قاتل کو جانا پڑتا ہے۔اس پر سوال یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ

برہمن کو قتل کر کے ایک تو سؤر بن جائے، دوسرا کتا اور تیسرا بھیڑیا وغیرہ۔ اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔صورت اوّل یہ ہے کہ اختلاف جون اس لئے ہے کہ نوعیت قتل میں فرق ہے اگر برہمن کو ننگا کر کے مارا جائے تو سؤر اور اگر کپڑے سمیت مارا جائے تو بکرا اور اگر جوتے سے مارا جائے تو گائے اور اگر الٹا کر کے یا درخت پر لٹکا کر مارا جائے تو بھیڑیا اور اونٹ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ برہمنوں میں فرق ہے۔ اگر کسی برہمن بچہ کو مارا جائے تو فلاں جون اور جوان برہمن کو مارا جائے تو فلاں جون اور اگر بوڑھے کو مارا جائے تو فلاں جون۔تو یا یہ اختلاف نوعیت قتل کی وجہ سے ہوگا یا نوعیت مقتول کی وجہ سے ہوگا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ نوعیت قاتل میں فرق ہے۔قتل کرنے والا بچہ۔ جوان یا بوڑھا ہو یا نوعیت مقتول میں کہ عورت کو مارے یا مرد کو۔غرضیکہ اس اختلاف کی وجہ بتائیں کیا ہے؟

(نیز ستیارتھ پرکاش ب۹ دفعہ ۴۷)

۱۴۔ ہم کہتے ہیں کہ جب ایشور نے ایک انسان کو اس کے اعمال کی وجہ سے سؤر بنایا تو سؤر کے لئے ضروری ہے کہ وہ گوشت کھائے۔تو معلوم ہوا کہ تناسخ کے ماننے سے گوشت خوری اور جیوہتیا ماننی پڑتی ہے۔

۱۵۔ اگر مختلف جونوں میں جانا بطور سزا و جزا ہے اور سزا اصلاح کے لئے دی جاتی ہے تو پھر سزا یا جزا یافتہ روح کو علم ہونا چاہیے کہ مجھ کو فلاں عمل کی وجہ سے سزا مل رہی ہے تاکہ وہ آئندہ کو اس گناہ سے بچے ورنہ یہ اندھیر نگری والا حال ہوگا۔ کیا کوئی آریہ بتا سکتا ہے کہ وہ اندھا کانا یا لنگڑا کس جرم کی وجہ سے بنایا گیا ہے یا اس کی والدہ یا بیوی کس عمل کی سزا میں عورت بنائی گئی ہے؟ ہرگز نہیں۔

۱۶۔ ''میں (خدا) خود ہی یہ کہتا ہوں جو دیوتاؤں یا انسانوں کا پیارا ہوں کہ میں جس کے لئے چاہتا ہوں اس کو بُرا بناتا ہوں۔جس کو چاہتا ہوں اسے برہما بناتا ہوں۔جس کو چاہتا ہوں رشی بناتا ہوں اور جس کے لئے چاہتا ہوں اسے عقلمند بناتا ہوں۔'' (اتھروید) اس حوالے سے تناسخ باطل ہو گیا کیونکہ پرمیشور کے اختیار میں ہو گیا۔ اعمال کی ضرورت ہی نہ رہی۔

۱۷۔سوال:۔ جب اختلاف دنیا کی وجہ یہ نہیں تو اور کیا ہے؟

جواب:۔ قرآن شریف فرماتا ہے: وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ (الشوریٰ: ۲۸) یعنی ہم نے اختلاف دنیا کا اس لئے رکھا ہے تاکہ انتظام عالم میں خلل واقع نہ ہو۔

اگر تمام ایک جیسے ہوں تو کبھی کا یہ سلسلہ درہم برہم ہو جاتا۔

۱۸۔اگر دنیا کا تمام سلسلہ گناہوں کے سلسلہ پر چل رہا ہے تو پھر پرمیشور سرب شکتیمان کہاں رہا۔سب کچھ ہمارے گناہوں کے طفیل ہو رہا ہے۔پھر پرمیشور کی کیا ضرورت ہے؟

۱۹۔ایشور، روح، مادہ تین کیوں ہیں؟ اس اختلاف کی کیا وجہ ہے؟

۲۰۔اگر پرمیشور کے عطیات پچھلے اعمال کے بدلے پر ہی موقوف ہیں تو پھر دیانند جی کا (ستیارتھ پرکارش ب۴ دفعہ۴۳) میں بے نظیر اولاد حاصل کرنے کے لئے یہ طریق جماع لکھنا کہ جب ویرج (منی) گرنے کا وقت ہو اس وقت مرد عورت بے حرکت ناک کے سامنے ناک آنکھ کے سامنے آنکھ یعنی سیدھا جسم رکھیں اور نہایت خوش دل رہیں۔ہلیں نہیں۔مرد اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑے اور عورت ویرج حاصل کرنے کے لئے اپان وایو کو اوپر کھینچے۔جائے مخصوص کو اوپر سکوڑ کر ویریہ کو اوپر کشش کر کے رحم میں ٹھہرائے وغیرہ وغیرہ اس قدر طویل طویل آسن لکھنا فضول ٹھہرتا ہے کیونکہ پچھلے اعمال کی بدولت جو کچھ ملنا ہے وہ بہر حال ملنا ہے۔یہ مفت کی کوشش اور محنت کرنے سے کیا حاصل؟

۲۱۔بعض گناہ بتائے گئے ہیں جن سے خاص خاص جونوں میں انسان پڑتا ہے۔کاش سب گناہ بتا دیئے جاتے کہ فلاں فلاں گناہ سے فلاں فلاں جون میں ڈالا جاتا ہے تو ہمیں بہت آسانی ہوتی تا کہ ہمیں جس چیز کی ضرورت ہوتی وہی تیار کروالی جاتی۔(دیکھو بعض جونوں کے گناہ منوسمرتی ادھیائے ۱۲ اشلوک ۵۴ تا آخر)

۲۲۔اگر تناسخ درست مانا جائے تو خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا انکار کرنا پڑتا ہے۔اس طرح ماننا پڑے گا کہ خدا ارواح کو پیدا نہیں کر سکتا اور نہ ہی کچھ گناہ معاف کرتا ہے۔حالانکہ ایک شریف انسان کئی دفعہ قصور معاف کر دیتا ہے۔گویا دریں صورت خدا کو ایک بھیانک اور کینہ ور ماننا پڑے گا۔

۲۳۔اگر تناسخ درست ہے تو ماننا پڑے گا کہ انسان جو نیک کام کرتا ہے اُن کا بدلہ نہیں مل سکتا کیونکہ اگر اس نے ہزار نیکیاں کیں اور ایک بدی کی اور پھر اس بدی کے عوض میں مثلاً کتے کی جون میں گیا تو پھر وہ درجہ بدرجہ گنہگار رہتا جائے گا اور آخر کار نجات کا منہ نہ دیکھ سکے گا۔

۲۴۔ہمیں بتایا جائے کہ مدارِ زندگی کیا ہیں؟ پس ظاہر ہے کہ وہ ہوا، پانی، آگ، کھانا وغیرہ ہیں اور ان کا انسانی پیدائش سے پہلے پیدا ہونا ضروری ہے۔اگر کہو کہ پہلے پیدا ہو گئی تھیں تو پھر

بتلاؤ کہ وہ کن اعمال کے بدلہ میں تھیں۔

۲۵۔انسان کے رہنے کے لئے جو زمین ہے وہ بھی اس کی پیدائش سے پہلے ہوگی تو پھر وہ کس عمل کے بدلے مانی جائے گی؟

۲۶۔اللہ تعالیٰ نے جب روح و ماہ کو مرکب کر کے مخلوق پیدا کی تو کیا اس وقت انسان بنایا گیا تھا یا کچھ اور؟ اگر انسان بنایا گیا تھا تو وہ کس عمل کے بدلے میں؟ اگر کوئی اور مخلوق بنایا گیا تھا تو پھر اس کا انسان بننا ایک موہوم بات ہے کیونکہ اُن میں اعلیٰ کی طرف ترقی کا مادہ نہیں۔

۲۷۔تناسخ کو مان کر قبول کرنا پڑے گا کہ میوہ جات وغیرہ سب گناہوں کے بدلے میں ہیں تو پھر ان کے کھانے کے متعلق آریہ صاحبان کو خود غور کرنی چاہیے اور نیز اگر کبھی ہند میں کوئی ایسا رشی آ جاوے یا تمام ہندو ہی ہندو ہوں تو پھر کیا میوے نہیں پائے جائیں گے؟ یا نہ پائے گئے تھے۔

۲۸۔اگر تناسخ کو صحیح مانا جائے تو گویا ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ پلیدی اور خباثت کو پسند کرتا ہے۔نعوذ باللہ کیونکہ تناسخ کے رو سے ممکن ہے کہ ایک آدمی اسی سے شادی کرے جو پچھلی جون میں اس کی والدہ رہ چکی ہے۔وغیرہ وغیرہ۔

آریہ جواب دیتے ہیں کہ رشتہ جسم سے ہوتا ہے۔جون بدلنے سے رشتہ نہیں رہتا۔اس پر اعتراض یہ پڑتا ہے کہ سات سال کے بعد یہاں جسم بدل جاتا ہے۔کیا رشتے سات سال کے بعد نہیں رہتے۔پھر اگر آریہ جواب دیں کہ نکاح کر لیں گے تو اس پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ نکاح تو کر لیا ماں کو ماں کیسے بنائیں گے؟

۲۹۔اگر تناسخ کو درست مانا جائے تو پھر انسان سوشل تعلقات قائم نہیں کر سکتا کیونکہ امکان ہے کہ جو اس کا گھوڑا تھا وہ اس کا باپ ہو اور کسی صورت میں نہ اس کو مار سکتا ہے نہ اس پر سواری وغیرہ کر سکتا ہے۔

۳۰۔تناسخ کو ماننے سے اللہ تعالیٰ سے ہرگز ہرگز محبت نہیں ہو سکتی کیونکہ انسان کو یقین ہوگا کہ وہ مجھ پر تو کچھ احسان نہیں کرے گا۔

۳۱۔اگر تناسخ مانا جائے تو پھر ایک دفعہ گناہ کرنے کے بعد توبہ کا موقع نہ ملے گا اور وہ گناہ میں زیادہ بڑھتا جائے گا کیونکہ جب انسان مایوس ہو جائے تو پھر گناہ میں ترقی کرتا ہے۔

۳۲۔پھر دعا کرنا فضول ہوگا۔حالانکہ یہ خلاف واقعہ ہے۔

۳۳۔ایک ہی گناہ سے گھوڑا پیدا ہوتا ہے تو پھر چاہیے تھا کہ تمام گھوڑے ایک قسم اور قد وقامت کے ہوں حالانکہ عربی گھوڑے اور پنجابی گھوڑے میں فرق بین ہے۔پس بتایا جاوے کہ یہ اختلاف کن اعمال کا نتیجہ ہیں۔اگر یہ اعمال کا نتیجہ نہیں تو پھر انسان کا اختلاف کیونکر اعمال کا نتیجہ ہوگیا۔اسی طرح دیگر حیوانات کے متعلق قیاس کرلو۔

۳۴۔طبقہ نباتات میں بھی باوجود ایک گناہ کے اختلاف ہے، جیسے کابلی چنے اور پنجابی چنے اور پھر دیگر نباتات میں اسی طرح ہے۔اگر یہ اختلاف کسی عمل کا نتیجہ نہیں اور فی الواقعہ بھی نہیں کیونکہ چنا وغیرہ بننا مطلقاً ایک گناہ سے ہوتا ہے تو پھر انسان کا اختلاف کیونکر اعمال کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔پس ایشور اور روح اور حیوانات نباتات کا اختلاف جب کسی عمل کا نتیجہ نہیں تو کیونکر تسلیم کرلیا جاوے کہ انسان کا اختلاف اس کے اعمال کا نتیجہ ہے۔

۳۵۔مندرجہ ذیل اشیاء مدار زندگی ہیں:۔

(۱)ہوا (۲)پانی (۳)سورج (۴)زمین (۵) کھانا وغیرہ

اب ہر ایک چیز کا پیدائش سے پہلے ہونا ضروری ہے کیونکہ دریں صورت زندگی محال ہے جب باقی اشیاء جو مدار زندگی ہیں بغیر اعمال کے ہیں تو پھر کھانا بھی بغیر عمل کے ہوا۔اور جب زندگی نہ ہوگی تو کھانا کیسے پیدا ہوسکتا ہے۔جبکہ اس نے کوئی عمل نہیں کیا اور پھر جب تک عمل کرتا ہوگا تو کیا کھاتا ہوگا؟

۳۶۔اگر کسی وقت سارے لوگ نیک ہوجائیں اور بدعملیاں ترک کردیں تو پھر کیا آرام ہو سکتا ہے۔کیونکہ سب آرائش کے اسباب تو بدعملیوں سے پیدا ہوتے ہیں اور جب بدعملیاں پیدا نہ ہوں تو آرام مشکل ہے۔معلوم ہوا کہ مدعیان تناسخ یہ نہیں چاہتے کہ تمام دنیا نیک ہوجائے۔

لطیفہ:۔پھر ہم گھوڑے وغیرہ کی جگہ زیادہ آرام کی سواری مثلاً موٹر وغیرہ بنالیں گے۔

احمدی:۔گھوڑے کی جگہ تو موٹر بنالی لیکن عورت کی جگہ کیا بنالیں گے۔

۳۷۔اگر چکراواگون سزا ہے تو کیوں جرم نہیں بتایا جاتا۔تا کہ اس سے بچ سکیں۔

۳۸۔اگر چکراواگون کا سزا ہے تو پھر جب گدھا اس کو محسوس نہ کرے یا ہم تم محسوس نہ کریں تو پھر یہ سزا کیسی؟

۳۹۔جب پرمیشور نے مثلاً کسی کو بکری کے قالب میں جانے کی تکلیف دی تو پھر ہم اس بکری کو ذبح کرکے اس سزا سے نکال سکتے ہیں۔تو یہ پرمیشور نے سزا کیسی دی۔دوسرے پھر گوشت خوری تو

اجر اور ثواب کا موجب ہوگی کیونکہ ہم تو اس کو اس کی سزا سے نکالتے ہیں۔

۴۰۔انسانی زندگی کا انحصار دو چیزوں پر ہے۔نباتات وحیوانات اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں جونوں کے چکر کے نتیجہ ہی میں ملتی ہیں۔اگر نباتات وحیوانات نہ ہوتے تو دنیا کا سلسلہ ہی ختم ہو جاتا۔

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ازروئے ویدک دھرم

ازمہاشہ محمد عمر صاحب مولوی فاضل

۱۔ پہلا معیار:۔ ایشوری گیان حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی زندگی پاک اور پوتّر ہو۔ چنانچہ آریہ سماج کے بانی مہرشی دیانند سرسوتی جی نے ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے کہ چاروں رشیوں پر ہی کیوں وید کا گیان ہوا؟

جواب:۔ ’’وہی تمام لوگوں سے اعمال اور اخلاق کے لحاظ سے پاک اور پوتّر تھے اس لئے پرماتما نے اُن کو ویدوں کا گیان دیا۔‘‘

پس جو کوئی دعویٰ الہام کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کی آتما پوتّر اور اس کا جیون پاک وصاف ہونا چاہیے۔

حضرت مرزا صاحب:۔ ’’کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کرسکتا ہے۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ ۶۴)

۲۔ دوسرا معیار:۔ جو پربھو کے بھگت اور اس کی سیوا میں لگے رہتے ہیں اُن کا مقابلہ دشمن نہیں کرسکتے۔‘‘ (رگ وید منڈل نمبر۵ سوکت نمبر۴)

لیکھرام کا آپ کے ساتھ مقابلہ کرنا اور مباہلہ میں مارا جانا۔ گنگا بشن نامی ایک آریہ کا ہلاک ہونا جو پہلے آپ کے مقابلہ پر آیا لیکن پھرڈر کر کہیں بھاگ گیا۔ مگر خدا نے پھر بھی اس کو نہ چھوڑا۔

۳۔ تیسرا معیار:۔ ’’پربھو جس کا رکھشک (مددگار) ہوتا ہے۔ وہ مضبوط ہوتا ہے اور بل کو پراپت ہوتا ہے۔‘‘ (رگوید منڈل نمبر ۷ سوکت نمبر۳۲ منتر ۱۶)

یعنی خدا تعالیٰ جس کی حفاظت کرتا ہے اس کو کوئی مٹا نہیں سکتا وہ دنیا میں باوجود مخالفین کے زیادہ ہونے کے دنیا میں ترقی کرتا جاتا ہے چنانچہ حضرت اقدس علیہ السّلام کے خلاف لوگوں نے کئی منصوبے کئے تا کہ آپ کو قتل کردیں لیکن خدا نے اس اصول کے مطابق آپ کی حفاظت کی اور آپ کو ان لوگوں کے منصوبوں سے بچالیا۔ چنانچہ لیکھرام کے قتل پر آریوں اور ہندوؤں نے بزور کوشش کی کہ آپ کو نقصان پہنچے اور آپ کے قتل کے منصوبے سوچے گئے لیکن خدا نے ان میں دشمنوں کو ناکام رکھا۔

جیسا کہ آپ نے ''سراج منیر'' صفحہ ۲۱ پر مفصّل لکھا ہے۔

۴۔**معیار چہارم**:۔سانپ، مفتری، ڈشٹ۔ دوسرے آدمیوں کا مال چُرانے والے کبھی دنیا میں کامیاب نہیں ہوئے۔

اِس میں بتایا گیا ہے کہ مفتری اور ڈشٹ کبھی دنیا میں بامراد اور کامیاب نہیں ہوتے بلکہ وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ان کا نام ونشان مِٹ جاتا ہے۔اگر حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ اپنے دعویٰ میں سچے نہ ہوتے تو یقیناً آپ کبھی کامیاب نہ ہوتے۔

پانچواں معیار:۔''دھرم ایوہتومنتی دھرمور کھشتی رکھشا'' منو دھرم ادھرمی کو مار دیتا ہے اور دھرمی کی رکھشا کرتا ہے۔یعنی جو آدمی دھرم پر ہوتا ہے وہ تباہ و برباد نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔جیسا کہ حضرت اقدس علیہ السلام اگر دھرم پر قائم نہ ہوتے تو اس اصول کے مطابق یقیناً مٹا دیئے جاتے اور ادھرم ان کا سارا کام تباہ کر دیتا لیکن انہوں نے ترقی کی۔بخلاف لیکھرام کے کہ وہ چونکہ دھرم پر قائم نہ تھا اس لئے ادھرم نے اس کو نا کام کر کے مٹا دیا اور اس کی مدد نہ کی۔

چھٹا معیار:۔آپ کی پیشگوئیوں کا پورا ہونا۔لیکھرام کے قتل کی پیشگوئی۔دیانند کی موت کی پیشگوئی، آریہ سماج کی موت کی پیشگوئی۔دلیپ سنگھ کی پیشینگوئی۔تقسیم بنگال۔وغیرہ۔آریہ سماج کی موت کے متعلق اخبارات میں بہت سے مضامین نکلتے ہیں۔وہاں دیکھ لیں۔

سناتن دھرم

حضرت کرشن علیہ السلام کی آمد کی نشانیاں

(۱) شری کرشن جی خود فرماتے ہیں کہ:۔

’’ہے بھارت! جب دھرم کی نیستی اور ادھرم کا دور دورہ ہو جاتا ہے تب میں اوتار لیتا ہوں۔‘‘

(۲) پھر فرماتے ہیں:

’’کہ نیک لوگوں کی حفاظت اور بدوں کو نیست و نابود کرنے اور صراط مستقیم یعنی دین خدا کو قائم کرنے کے لئے ہر ایک یگ پر میرا اوتار ہوتا ہے۔‘‘ (گیتا ادھیائے ۴ شلوک ۷، ۸)

(۳) شری ویاس جی پہلی نشانی مہا بھارت کے مصنّف مقدس رشی بیان فرماتے ہیں کہ کلجگ کے دورے میں اندھا دھند ادھرمی (بیدینی) کی علمداری رہتی ہے۔ جھوٹ، فریب، ہتیا (ایذاء رسانی) غصّہ، لالچ کا دور دورہ ہوتا ہے۔ انسان کو خراب افعال سے رغبت اور نیک اعمال سے نفرت ہو جاتی ہے۔ جپ تپ (عبادت، ریاضت) پوجا پاٹ، برت، ہون ایسے ایسے تمام نیک کام براہمن تک چھوڑ دیتے ہیں اوروں کا کیا ذکر۔ خوردنی اور ناخوردنی چیزوں کا امتیاز نہیں رہتا۔ چھوت چھات کو واہیات سمجھتے ہیں۔ کھشتریوں کو رعیّت پروری سے تنفّر ہوتا ہے۔ جرأت اور بہادری کھو بیٹھتے ہیں۔ سنتوں کی خدمت گزاری سے کچھ کام نہیں رہتا۔ دولت ہی کی فکر میں اندھے رہتے ہیں۔ غلّہ بے مزہ۔ پھل بے ذائقہ ہو جاتے ہیں۔ کم عمر صاحب اولاد ہو جاتی ہیں۔ آٹھ برس کی عمر میں حمل ٹھہر جاتا ہے۔ درختوں کی بارآوری کم ہو جاتی ہے۔ گائیوں کا دودھ گھٹ جاتا ہے۔ اوقات مناسب پر پانی نہیں برستا۔ امساک کے بارہ سے قحط عالمگیر ہوتے ہیں۔ ناخن اور بال بڑھا کر لوگ مہاتما بن جاتے ہیں۔ برہمچاری مال خوب مارتے ہیں۔ عورتوں کا چلن بگڑ جاتا ہے۔ خاوندوں کے ہوتے ہوئے نوکروں سے ملتفت ہوتی ہیں۔ مرد حسین بی بی سے محبت نہیں کرتے۔ زنانے بازاری کو گلے کا ہار بناتے ہیں۔ شراب خانے آباد رہتے ہیں۔ عبادت خانے سنسان۔ جہاں پہلے دھرم تھے وہاں بدفعلیاں اور بدعملیوں کی گرم بازاری رہتی ہے۔‘‘ (مہابھارت بن پرب صفحہ ۸۹، ۶۸۶، ۶۸۷)

(۴) جس وقت کلجگ آ گیا سمجھ لیجئے کہ دنیا کی ہوا پلٹ گئی۔ وہ وہ پاپ، وہ وہ گناہ ہوں گے کہ زمین کانپ اٹھے گی۔ لڑکے والدین کو بیوقوف سمجھیں گے۔ رضا جوئی فرمانبرداری کیسی؟

عورتیں لڑائی جھگڑے بکھیڑے سے خاوندوں کے ناک میں دم لائیں گی۔ جب اس طرح سے دھرم کا پیالہ چھلکنے کو ہوگا تو بھگوان جی کو تکلیف کرنی پڑے گی کہ کلنکی اوتار میں جلوہ دکھائیں گے۔ پاپ کی ناؤ ڈوبے گی۔ دھرم کی بیل ہری بھری ہوگی۔ (مہا بھارت بن پرب صفحہ ۶۸۹)

(۵) نہہ کلنکی کی طاقتیں غیبی ہوں گی۔ طاقت میں بے نظیر، عقلمندی میں یکتائے روزگار۔ یوں تو نہ کوئی ہتھیار پاس ہوگا (لڑائی کا اوزار) مگر ایک اشارے میں سب کچھ موجود ہو جائے گا۔ ذات مبارک دھرم کو از سر نو زندہ کرے گی۔ بدکردار راجے لقمۂ تیغ اجل ہو جائیں گے۔ دھرم کی خلاف ورزی عذاب میں سمجھی جائے گی۔ (ایضاً صفحہ ۶۰ و ۶۹۰)

عیسائیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت

بائبل کی پیشینگوئیاں

۱۔استثناء باب ۱۸ آیت ۱۵

’’خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔تم اسی طرف کان دھریو۔‘‘

۲۔استثناء باب ۱۸ آیت ۱۷تا۱۹

’’اور خداوند نے مجھے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔میں اُن کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے مونہہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤنگا وہ سب ان سے کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جوکوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سُنے گا۔تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔‘‘

۳۔استثناء باب ۳۳ آیت ۱،۲

’’اور یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی۔اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا۔شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت ان کے لئے تھی۔‘‘

۴۔زبور باب ۳۵۔آیت ۱تا۲۸۔

’’اے خداوند ان سے جو مجھ سے جھگڑتے ہیں ......اور میری زبان تیری صداقت اور تیری ستائش کی بات تمام دن کہتی رہے گی۔‘‘

۵۔یسعیاہ باب ۴۲۔آیت ۹تا۲۵

’’دیکھو تو سابق پیشینگوئیاں برآئیں اور میں نئی باتیں بتلاتا ہوں اس سے پیشتر کہ واقع ہوں میں تم سے بیان کرتا ہوں۔خداوند کے لئے ایک نیا گیت گاؤ۔اے تم جو سمندر پر گزرتے ہو

اورتم جواس میں بستے ہواے بحری ممالک اوران کے باشندو!تم زمین پر سرتا سراس کی ستائش کرو۔ بیابان اوراس کی بستیاں۔قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے......کیونکہ انہوں نے نہ چاہا کہ اس کی راہوں پر چلیں اور وہ اس کی شریعت کے شنوانہیں ہوئے اس لئے اس نے اپنے قہر کا شعلہ اور جنگ کا غضب اُس پر ڈالا۔"

۶۔غزل الغزلات باب ۵ آیت ۱۰ تا ۱۶

"میرا محبوب سرخ وسفید ہے۔دس ہزار آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کی مانند کھڑا ہوتا ہے۔اس کا سر ایسا ہے جیسا چوکھا سونا۔اُس کی زلفیں پیچ در پیچ ہیں اور کوّے کی مانند کالی ہیں۔اُس کی آنکھیں ان کبوتروں کی مانند ہیں جولبِ دریا دودھ میں نہا کر تمکنت سے بیٹھتے ہیں اُس کے رخسارے پُھولوں کے چمن اور بلسان کی اُبھری ہوئی کیاریوں کی مانند ہیں۔اُس کے لب سوسن ہیں جن سے بہتا ہوا مُر ٹپکتا ہے۔اس کے ہاتھ ہیں جیسے سونے کی کڑیاں جس میں ترسیس کے جواہر جڑے ہیں۔اس کا پیٹ ہاتھی دانت کا کام ہے جس پر نیلم کے گُل بنے ہیں۔اس کے پاؤں پر کھڑے کئے جائیں۔اس کی قامت لُبنان کی سی ہے۔وہ خوبی میں رشکِ سرو ہے اُس کا منہ شیرینی ہے۔ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔ اے یروشلم کی بیٹیو! یہ میرا پیارا۔یہ میرا جانی ہے۔"

۷۔ یسعیاہ باب ۵۳ آیت ۱۰ تا ۱۲

"لیکن خداوند کو پسند آیا کہ اُسے کچلے۔اُس نے اُسے غمگین کیا۔جب اس کی جان گناہ کے لئے گزرانی جائے تو وہ اپنی نسل کو دیکھے گا اور اس کی عمر دراز ہوگی۔اور خدا کی مرضی اس کے ہاتھ کے وسیلے پر آئے گی۔اپنی جان کا دکھ اُٹھا کے وہ اُسے دیکھے گا اور سیر ہوگا۔اپنی ہی پہچان سے میرا صادق بندہ بہتوں کو راستباز ٹھہرائے گا کیونکہ وہ ان کی بدکاریاں اپنے اوپر اٹھالے گا۔اس لئے میں اُسے بزرگوں کے ساتھ ایک حصّہ دوں گا۔اور وہ لُوٹ کا مال زورآوروں کے ساتھ بانٹے گا کہ اس نے اپنی جان موت کے لئے انڈیل دی اور گنہگاروں کے درمیان شمار کیا گیا اور اس نے بہتوں کے گناہ اُٹھا لئے اور گنہگاروں کی شفاعت کی۔"

۸۔اعمال باب ۳ آیت ۲۲،۲۳

"چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی

برپا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا۔''

۹۔متی باب ۲۱ آیت ۴۲ تا ۴۴

''جس پتھر کو معماروں نے رد کیا۔ وہی کونے کے سرے کا پتھر ہوا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور تمہاری نظروں میں عجیب ہے۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اُس قوم کو جو اس کے پھل لائے گی دے دی جائے گی۔ اور جو اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ہو جائیں گے مگر جس پر وہ گرے گا اُسے پیس ڈالے گا۔''

۱۰۔لوقا باب ۱۳ آیت ۳۵

''دیکھو تمہارا گھر تمہارے لئے ویران چھوڑا جاتا ہے۔ کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اب سے مجھے پھر ہرگز نہ دیکھو گے جب تک نہ کہو گے کہ مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام پر آتا ہے۔''

۱۱۔یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶

''اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی سچائی کی روح جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی۔''

۱۲۔یوحنا باب ۱۴ آیت ۳۰

''اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔''

۱۳۔یوحنا باب ۱۵ آیت ۲۶، ۲۷

''لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا۔ یعنی سچائی کی روح جو باپ کی طرف سے نکلتا ہے۔ تو وہ میری گواہی دے گا اور تم بھی گواہ ہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو۔''

۱۴۔یوحنا باب ۱۶ آیت ۷، ۸

''میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر میں جاؤں گا تو اُسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔''

۱۵۔ یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲ تا ۱۴

’’مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ سچائی کا روح آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سُنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔‘‘

۱۶۔ لوقا باب ۲۰ آیت ۹ تا ۱۸

انگوری باغ کی تمثیل اور نوکر بیٹے اور خود خداوند کے آنے کا قصّہ۔

۱۷۔ مکاشفہ باب ۵ آیت ۱۔

قرآن مجید اور سورۃ فاتحہ کی پیشگوئی۔

تردید الوہیّتِ مسیح ناصری علیہ السلام

۱۔ ’’خدا ایک ہے۔‘‘

الف۔ حوالجات از عہد نامہ قدیم:

(۱) ۲ سلاطین ۱۵/۱۹ (۲) یسعیاہ ۵،۶/۴۵ (۳) زبور ۸ تا ۸۶/۱۰ (۴) ۲ سموئیل ۲۲/۷ (۵) زبور ۹۰/۲ (۶) استثنا ۶/۴ (۷) استثنا ۳۳/۲۶ (۸) اسموئیل ۲/۲ (۹) اسیموئیل ۳،۴/۷ (۱۰) ۲ سیموئیل ۲۲/۳۲ (۱۱) اسلاطین ۸/۳۹ (۱۲) استثنا ۴/۲۹ (۱۳) استثنا ۹/۷ (۱۴) یسعیاہ ۴۳/۱۰ (۱۵) اسیموئیل ۱۷/۴۶ (۱۶) اسلاطین ۸/۲۳ (۱۷) اتواریخ ۱۶/۲۵ (۱۸) اتواریخ ۱۷/۲۰ (۱۹) اتواریخ ۲۹/۱۱ (۲۰) ۲ تواریخ ۶/۱۴ (۲۱) زبور ۱۸/۳۱ (۲۲) زبور ۴۸/۱۴ (۲۳) زبور ۵۰/۷

ب۔ از عہد نامہ جدید:۔

۱۔ اعمال ۲۳/۱۷ ’’پس جس کو تم بغیر معلوم کئے پوجتے ہو مَیں تم کو اُسی کی خبر دیتا ہوں۔‘‘

۲۔ یوحنا ۵/۴۴۔ ’’تم جو ایک دوسروں سے عزت چاہتے ہو اور وہ عزت جو خدائے واحد سے ہوتی ہے کیونکر ایمان لا سکتے ہو۔‘‘

۳۔ یوحنا ۳/۱۷۔ ’’اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تُو نے بھیجا ہے۔ جانیں۔‘‘

۴۔ مرقس ۲۹،۱۲/۳۰۔ ’’اول یہ کہ اے اسرائیل اس پر خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔

اور تو خداوند سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔‘‘

۵۔ اکرنتھیوں ۴ تا ۸/۶ ’’ اور سوا ایک کے اور کوئی خدا نہیں۔ اگر آسمان و زمین میں بہت سے خدا کہلاتے ہیں۔ چنانچہ بہتیرے خدا اور بہتیرے خداوند ہیں لیکن ہمارے نزدیک تو ایک ہی خدا ہے یعنی باپ۔‘‘

۶۔ اِفسیوں ۶/۴۔ ’’ اور سب کا خدا اور باپ ایک ہی ہے جو سب کے اوپر اور سب کے درمیان اور سب کے اندر ہے۔‘‘

۷۔ یوحنّا ۲۰/۱۷ ’’ میں اپنے باپ اور تمہارے باپ اور اپنے خدا اور تمہارے خدا کے پاس اوپر جاتا ہوں۔‘‘

۲۔ عیسائیوں کی دلیلیں اور اُن کی تردید

پہلی دلیل:۔ پہلی دلیل جو عیسائی صاحبان کی طرف سے پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ مسیح کو تورات وانجیل میں خدا کا بیٹا کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ خدا کا بیٹا تھا۔

جواب نمبر ۱۔ ابن اللہ کا لفظ توریت اور انجیل میں صرف مسیح کے واسطے نہیں بولا گیا بلکہ یہ لفظ مسیح کے سوا سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کے متعلق استعمال کیا گیا ہے لیکن عیسائی صاحبان ان تمام لوگوں کو خدا کے بیٹے تسلیم نہیں کرتے۔ حالانکہ جیسا مسیح کو ابن اللہ کہا گیا ویسا ہی باقیوں کے حق میں ابن اللہ کا لفظ بولا گیا۔ (دیکھو ذیل کے حوالجات):۔

۱۔ اسرائیل خدا کا بیٹا ہے۔	خروج باب ۴ آیت ۲۲
۲۔ داؤد خدا کا بڑا بیٹا ہے۔	زبور باب ۸۹ آیت ۲۶، ۲۷
۳۔ سلیمان خدا کا بیٹا ہے۔	اتواریخ باب ۲۲ آیت ۹، ۱۰
۴۔ قاضی مفتی خدا کے بیٹے ہیں۔	زبور باب ۸۲ آیت ۶
۵۔ سب بنی اسرائیل خدا کے بیٹے ہیں۔	رومیوں باب ۹ آیت ۴
۶۔ تمام یتیم بچے خدا کے لڑکے ہیں۔	زبور باب ۶۸ آیت ۵
۷۔ بدکار لوگ خدا کے لڑکے ہیں۔	یسعیاہ باب ۳ آیت ۱

جواب نمبر ۲:۔ اگر عیسائی صاحبان مسیح کو اس لئے خدا کا بیٹا تصور کرتے ہیں کہ اس کے لئے

لفظ ابن اللہ بولا گیا ہے تو پھر ہم اسے انسان سمجھتے ہیں اس لئے کہ انجیل میں اُسے انسان کا بیٹا کہا گیا ہے۔ دیکھو حوالے:۔

ا۔ یسوع ابن داؤد بن ابراہیم۔ متی باب ا آیت ا

۲۔ انسان کا بیٹا کھاتا پیتا آیا۔ متی باب ۱۱ آیت ۱۹ و متی ۲۰/۸ و ۹/۶ و ۱۰/۲۳

۳۔ میں جو ابن آدم ہوں۔ انسان ہوں۔ متی باب ۴۔ آیت ۴

جواب نمبر۳:۔ خدا کا بیٹا ہونے سے مطلب ''راستباز'' اور خدا کا محبوب ہونا ہے۔

(ا یوحنا ۲/۲۹ و ۲/۱ و متی ۵/۴۵)

معلوم نہیں کہ مسیح میں کونسی ایسی خصوصیت ہے جس کی وجہ سے اُسے تو خدا کا بیٹا بلکہ مجسم خدا سمجھا جاوے اور باقیوں کو محض عاجز انسان خیال کیا جاوے۔

دوسری دلیل:۔ مسیح نے عظیم الشان معجزے دکھائے۔ کیونکہ وہ معجزے بشری طاقت سے بالاتر تھے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ مسیح انسان نہ تھا خدا تھا۔

جواب نمبر۱:۔ عیسائی صاحبان اگر معجزے دکھانا ہی الوہیت کی علامت سمجھتے ہیں تو پھر تمام انبیاء علیہم السلام خدا ہونے کے مستحق ہیں۔ اور کیوں نہیں؟ آپ لوگ موسیٰ، ایلیاہ وغیرہ کو خدا سمجھتے جنہوں نے آپ کے مسیح سے بھی بڑھ کر معجزے دکھائے۔ سنیئے:۔

ا۔ پہلا معجزہ:۔ مسیح کا سب سے بڑا معجزہ مُردوں کو زندہ کرنا ہے۔ مگر اس میں بھی مسیح کی کوئی خصوصیّت نہیں۔ مسیح کے علاوہ اور انبیاء علیہم السلام سے بھی یہ کرامت صادر ہوئی۔ دیکھو حوالے:۔

ا۔ الیسع نے مُردے زندہ کئے۔ ۲ سلاطین باب ۴ آیت ۳۵ تا ۳۷

۲۔ حزقیل نے ہزاروں پرانے مردے زندہ کئے۔ حزقیل باب ۳۷ آیت ا تا ۱۳

۳۔ ایلیاہ نے مردے زندہ کئے۔ ا سلاطین باب ۱۷ آیت ۲۲

۴۔ الیشع کی لاش نے مردہ زندہ کر دیا۔ ۲ سلاطین ۱۳/۲۱

ناظرین خود انصاف فرما سکتے ہیں کہ اگر مسیح بسبب مردے زندہ کرنے کے خدا ہو سکتا ہے تو الیسع، حزقیل اور ایلیاہ وغیرہ جنہوں نے ہزاروں مردے زندہ کئے کیوں نہ خدا سمجھے جاویں۔ لیکن عیسائی ان کو محض انسان ہی سمجھتے ہیں۔

جواب نمبر۲:۔ انجیل سے ثابت ہے کہ مردوں سے مراد روحانی مردے ہیں نہ کہ جسمانی:۔

الف۔ یوحنا ۲۰/۱۸ و ا۔ کرنتھیوں ۳۱ تا ۱۵/۵۱ و افسیوں ۲/۱ و ۲/۵

ب۔ مُردہ سے مراد شہوات۔ کلسیوں ۳ تا ۳/۵

ج۔ زندگی سے مراد یسوع پر ایمان لانا۔ یوحنا ۱۷/۳

۲۔ دوسرا معجزہ:۔ بیماروں کو اچھا کرنا۔

جواب:۔ اس میں بھی اور انبیاء مسیح کے شریک ہیں۔

ا۔ الیشع نے نعمان سپہ سالار کو جو کوڑھی تھا اچھا کیا۔ (۲ سلاطین باب ۵ آیت ۱۴)

۲۔ یوسف نے اپنے باپ یعقوب کو آنکھیں دیں۔ دیکھو (پیدائش باب ۴۶ آیت ۴ تا ۳۰)

۳۔ بیماروں سے روحانی بیمار مراد ہیں۔ مرقس ۱۲/۱۷ و پطرس ۲/۲۴

۴۔ رُوحانی اندھے بہرے۔ متی ۱۳/۱۳ و ۱۵/۱۴ و یوحنا ۹/۳۹

۳۔ تیسرا معجزہ:۔ تھوڑے کھانے اور شراب کو بڑھا دینا۔

جواب:۔ یہ کام بھی بہت سے انبیاء سے ظہور پذیر ہوا بلکہ بعض انبیاء اس کام میں مسیح سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ دیکھو حوالے:۔

ا۔ ایلیاہ نے مٹھی بھر آٹے اور تھوڑے تیل کو بڑھا دیا کہ وہ سال بھر تک تمام نہ ہوا۔

دیکھو (ا سلاطین باب ۱۷ آیت ۱۲ تا ۱۶)

۲۔ الیشع نے بھی ذرا سے تیل کو اس قدر بڑھا دیا کہ گھر والوں کے پاس اُس کے رکھنے کے لئے کوئی برتن نہ رہا۔ (۲ سلاطین باب ۴ آیت ۲ تا ٦)

۴۔ چوتھا معجزہ:۔ بغیر کشتی کے دریا پر چلنا۔

جواب:۔ یہ بھی صرف مسیح کا کام نہ تھا بلکہ موسیٰ نے اس سے بڑھ کر معجزہ دکھایا۔ اس نے سمندر کو ایسی لاٹھی ماری کہ وہ پھٹ گیا اور سیال پانی الگ الگ دونوں طرف کھڑا ہو گیا۔

۲۔ یُوشع نے یردن کو خشک کر دیا۔ (کتاب یوشع ۳/۱۷)

۳۔ ایلیاہ نے دریا کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ (۲ سلاطین ۲/۸)

۴۔ الیشع نے ناکارہ چشموں اور بنجر زمینوں کو ایک پیالہ پانی سے اُچھال دیا۔

(۲ سلاطین ۱۹ تا ۲/۲۲)

۵۔ الیشع نے چادر مار کر پانی کے دو ٹکڑے کیئے۔ (۲ سلاطین ۲/۱۴)

۶۔موسیٰ کی دعا سے مینہ اور اولے تھم گئے۔ (خروج ۹/۳۴)

۷۔موسیٰ نے ہاتھ بڑھا کر مینڈک پھیلا دیئے۔ (خروج ۹/۲۳)

۸۔ہارون نے مینڈک مصر میں پھیلا دیئے۔ (خروج ۶،۸/۷)

۹۔موسیٰ نے ہاتھ پھیلا کر سب مصر پر اندھیرا کر دیا۔ (خروج ۱۰/۲۲)

۱۰۔موسیٰ نے ہاتھ بڑھا کر سب سواریوں کو ہلاک کر دیا۔ (خروج ۲۶ تا ۱۴/۲۹)

۱۱۔یشوع نے چاند اور سورج کو حکم دے کر کھڑا کر دیا۔ (یشوع ۱۲ تا ۱۰/۱۴)

۱۲۔یسعیاہ نے سورج کو دس درجہ پیچھے ہٹا دیا۔ (۲ سلاطین ۲۰/۱۱)

۱۳۔تین شخص جلتی آگ میں ڈالے مگر نہ جلے۔ (دانیال ۲۱ تا ۳/۲۵)

۵۔پانچواں معجزہ:۔مسیح نے پرندے بنائے۔پس وہ خالق ٹھہرا۔

احمدی:۔توارت میں ہے۔ہارون نے جوئیں بنائیں۔ (خروج ۸/۱۷)

پس وہ بھی بقول شما خالق ٹھہرا۔یک نہ شد دو شد۔

ایک اور بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت مسیح نے مریدوں کو فرمایا کہ اگر تم میں رائی کے برابر بھی ایمان ہو تو تم میرے جیسے کام کر سکتے ہو۔اب عیسائی صاحبان سے سوال ہے کہ اگر معجزاتِ عظیم الشان کی وجہ سے آپ لوگ مسیح کو خدا مانتے ہو۔تب تو حواریوں کو بھی شریکِ الوہیّت ماننا چاہیے۔کیونکہ انہوں نے بھی معجزات دکھائے اور اگر آپ یہ کہیں کہ حواریوں نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ بالکل ہی بے ایمان تھے۔

ایک اور جواب:۔انجیل میں مسیح نے صاف فرما دیا کہ میرے بعد بہت سے جھوٹے نبی پیدا ہوں گے جو اتنے بڑے بڑے معجزات دکھائیں گے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ کاملین کو دھوکہ میں ڈال دیں لیکن تم ان کے دھوکہ میں ہرگز نہ آنا۔مسیح کے اس قول سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے نزدیک ایک جھوٹا آدمی معجزات دکھا سکتا ہے تو پھر معجزات خدائی کا معیار کس طرح ہوئے اور معجزات دکھانے سے مسیح کی خدائی کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟

تیسری دلیل:۔جس سے مسیح کی الوہیّت ثابت کی جاتی ہے وہ مسیح کا ایک قول ہے جو اس نے اپنے مخالف یہودیوں کو کہا۔کہ ”تم نیچے سے ہو۔میں اوپر سے ہوں۔تم اس جہان کے ہو۔میں اِس جہان کا نہیں۔“

جواب:۔اس فقرہ کے معنے بالکل صاف ہیں کہ اے یہودیو! میں نبی ہوں۔ میرے علوم آسمانی ہیں اورتم زمینی علوم پر مٹے ہوئے ہو۔تم میرا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہو۔ یہ ایک عام محاورہ ہے۔اردو میں بھی مستعمل ہے۔ دیکھو ہم ایک شخص کو زمینی یا دنیا دار کہتے ہیں۔اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ زمین میں اور دنیا میں رہتا ہے کیونکہ زمین اور دنیا میں تو نیک بھی رہتے ہیں۔مسیح بھی تیس برس تک (ہمارے نزدیک ۱۲۰ برس تک)اسی دنیا میں رہا۔ بلکہ اس فقرہ کے یہ معنی ہیں کہ یہ شخص خدا سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ دنیا سے محبت کرتا ہے۔اسی طرح مسیح نے بھی یہودیوں کو کہا کہ میں تمہاری طرح تقلیدی علوم کا اور زمینی فنون کا وارث نہیں بلکہ میں آسمانی علوم کا وارث ہوں،لیکن اگر عیسائی خواہ مخواہ ضد سے اس فقرے سے مسیح کی الوہیت ثابت کرنا چاہیں تو وہ یاد رکھیں کہ اس بات میں بھی مسیح کی خصوصیّت نہیں بلکہ تمام نیک لوگ اور حواری اس بات میں شامل ہیں۔ دیکھو حوالے:

۱۔مسیح حواریوں کے متعلق خدا سے دعا میں عرض کرتا ہے:۔

’’اس لئے کہ جیسا میں دنیا کا نہیں ہوں وے بھی دنیا کے نہیں ہیں۔‘‘

(یوحنا باب ۱۷ آیت ۱۴)

اب اگر اس دنیا کا نہ ہونے کی وجہ سے مسیح خدا ہو۔تو پھر تمام حواری بھی اسی وجہ سے خدا سمجھنے چاہئیں۔

۲۔ایک جگہ مسیح حواریوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔

’’اِس لئے کہ دنیا کے نہیں ہو۔‘‘ (یوحنا باب ۱۵ آیت ۱۹)

چوتھی دلیل:۔مسیح کہتا ہے کہ میں اور باپ ایک ہیں۔ میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ہے۔

جواب:۔یہ الفاظ اگر مسیح کی خدائی کا ثبوت بن سکتے ہیں تو تمام لوگ جن کے متعلق انجیل میں خود یسوع نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں وہ بھی خدائی کے مستحق ہیں۔ دیکھو حوالہ:۔

۱۔مسیح خدا کے حضور حواریوں کی سفارش کرتا ہوا ایک جگہ کہتا ہے۔’’تا کہ وہ سب ایک ہو جاویں۔جیسا کہ اے باپ تو مجھ میں ہے اور میں تجھ میں ہوں کہ وہ بھی ہم میں ایک ہوں۔‘‘

(یوحنا باب ۱۷ آیت ۲۱ تا ۲۳)

اب اگر ایک ہو جانے کے لفظ سے کوئی خدا بن سکتا ہے تو تمام حواری بھی خدا ہونے

چاہئیں۔ نیز دیکھو (یوحنا باب ۱۴۔ آیت ۲۰)

پانچویں دلیل:۔ مسیح نے کہا کہ "میں خدا سے نکلا ہوں۔" "تو مجھ سے پیدا ہوا۔"

(عبرانیوں ۵/۱ و یوحنا ۴۲/۸)

جواب: ا۔ پورا حوالہ پڑھو۔ "یسوع نے ان سے کہا۔ "اگر خدا تمہارا باپ ہوتا تو تم مجھ سے محبت رکھتے اس لئے کہ میں خدا سے نکلا اور آیا ہوں۔ کیونکہ میں آپ سے نہیں آیا بلکہ اسی نے مجھے بھیجا۔" (یوحنا ۴۲/۸)

پس خود مسیح نے "نکلنے" کی تشریح کر کے بتا دیا کہ اس سے مراد تجسّم الٰہی نہیں بلکہ صرف صفت ارسال المرسلین کا اظہار ہے۔ چنانچہ مزید وضاحت کے لئے دیکھو:۔ (ایوحنا ۱۷/۸)

۲۔ "جو کوئی خدا سے ہوتا ہے وہ خدا کی باتیں سنتا ہے۔" (یوحنا ۴۷/۸)

۳۔ "جو اس کے نام پر ایمان لاتے ہیں...... خدا سے پیدا ہوئے۔" (ایوحنا ۱۲۔۱۳/۱)

۴۔ "جو کوئی راستبازی سے کام کرتا ہے وہ اس سے پیدا ہوا ہے۔" (ایوحنا ۲۹/۲)

۵۔ "جو کوئی خدا سے پیدا ہوا وہ گناہ نہیں کرتا۔" (ایوحنا ۹/۳)

۶۔ "جو کوئی محبت رکھتا ہے وہ خدا سے پیدا ہوا ہے۔" (ایوحنا ۱/۵)

۷۔ "شاعروں میں سے بعض نے کہا کہ ہم تو اس کی نسل ہیں۔ پس خدا کی نسل ہو کر یہ خیال کرنا مناسب نہیں۔ (اعمال ۲۸، ۲۹/۱۷)

۸۔ "سب ایک ہی اصل سے ہیں۔" (عبرانیوں ۱۱/۲)

چھٹی دلیل:۔ "یسوع کے لئے کل اور آج بلکہ ابد تک یکساں ہے۔" (عبرانیوں ۸/۱۳)

جواب:۔ لیکن لکھا ہے:۔

ا۔ "پیشتر اس کے کہ پہاڑ پیدا ہوئے اور زمین اور دنیا کو تو نے بنایا۔ ازل سے ابد تک تُو ہی خدا ہے۔" (زبور ۲/۹۰)

۲۔ "مجھ سے آگے کوئی خدا نہ بنا اور میرے بعد بھی کوئی خدا نہ ہوگا۔"

(یسعیاہ باب ۴۳ آیت ۱۰)

۳۔ "ملک صدق بے باپ، بے ماں، بے نسب نامہ ہے۔ نہ اس کے دنوں کا شروع، نہ زندگی کا آخر بلکہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا۔" (عبرانیوں ۳/۷)

تحقیقی جواب :۔مسیح کے لئے کل اور آج یکساں ہونا، بلکہ اس کے علم کا ازلی و ابدی ہونا محض دعویٰ ہے جو محتاجِ دلیل ہے۔ بلکہ خود انجیل سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ مثلاً:۔

۱۔ انجیر کے درخت کا علم نہ ہوا کہ اس میں پھل ہے یا نہیں۔ (متی ۱ تا ۲/۸ و مرقس ۲/۲۳)

۲۔ ''میرے کپڑے کو کس نے چُھوا؟'' (لوقا ۴۷، ۹/۴۵ و مرقس ۵/۳۰)

ساتویں دلیل :۔حضرت مسیح کا بے باپ پیدا ہونا۔

جواب :۔اگر مسیح اس وجہ سے خدا ہو سکتا ہے کہ وہ بے باپ تھا تو آدم تو ڈبل خدا ہونا چاہیے کیونکہ مسیح تو صرف بے باپ ہی تھا۔ مگر آدم بے باپ ہی نہ تھا بلکہ ماں بھی اس کی کوئی نہ تھی۔ اس طرح ملک صدق سالم بھی خدا مجسم ہونے کا حقدار نہ تھا۔ کیونکہ وہ بھی بغیر ماں باپ کے تھا۔ دیکھو عبرانیوں باب ۷ آیت ۳۔

پھر علاوہ ازیں تمام وہ حیوانات جو ابتدائے آفرینش میں خدا نے بے باپ اور ماں کے پیدا کئے سب کے سب خدا مجسم ہونے چاہئیں۔ اچھا ان کو جانے دیجیے۔ اب موجودہ لاکھوں کروڑوں کیڑے مکوڑے جو برسات آتے ہی بغیر ماں باپ ہوتے ہیں کیا وہ مسیح کے ساتھ خدائی کے حقدار نہیں؟ بلکہ ان کا زیادہ حق ہے کیونکہ مسیح کے متعلق تو کوئی شبہ بھی کر سکتا ہے کہ اس کا کوئی باپ بھی ہو مگر جس کی ماں بھی نہ ہو اُس پر کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ گو ہم مریم کو پاکباز و عصمت مآب سمجھتے ہیں پر دنیا کا منہ کون بند کرے اور یہودیوں کے الزامات کا جواب کون دے۔

آٹھویں دلیل :۔آدم نے گناہ کیا اس وجہ سے اس کی تمام نسل میں گناہ کا بیج بویا گیا۔ اور تمام انسان اِس میں گرفتار ہوئے۔ مسیح چونکہ آدم کی پشت سے نہیں تھا اس لئے وہ گنہگار نہ ہوا۔ اور گناہ سے پاک صرف خدا ہے اس لئے مسیح خدا ہوا۔

جواب:۔اس دلیل میں جس قدر بھی دعوے ہیں سب کے سب سرے سے ہی غلط ہیں۔ نمبروار سنیئے:۔

۱۔ آدم کے گناہ کی وجہ سے اس کی نسل کا گنہگار ٹھہرنا خدا کے عدل کے بالکل خلاف ہے۔ کیا یہی عیسائیوں کے خدا باپ کا عدل ہے کہ باپ کے گناہ کرنے سے بیٹا گنہگار سمجھا جاوے؟

۲۔ جو آدم کی پشت سے ہو وہ گنہگار رہوتا ہے۔ یہ بات بھی بالکل غلط ہے عقلاً بھی جیسا کہ اوپر ثابت کر آئے ہیں اور نقلاً بھی۔ اپنے گھر کی کتاب لُوقا کھولئے گا۔ باب ۱ آیت ۶۔ ''وے دونوں خدا

کے حضور راستباز اور خداوند کے حکموں اور قانونوں پر بے عیب چلنے والے تھے۔''

دیکھیے یہ زکریا اور اس کی بیوی کی تعریف ہے۔اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں میاں بیوی بالکل بے گناہ تھے۔تو یہ دعویٰ کرنا کہ آدم کی اولاد میں سب گنہگار ہیں۔خود لوقا کے نزدیک غلط ہے کیونکہ زکریا اور اس کی بیوی بابا آدم ہی کی اولاد میں سے تھے۔

۳۔یہ کہنا کہ جو آدم کی پشت میں سے نہ ہو وہ بے گناہ ہوتا ہے ایک نہایت ہی بدیہی البطلان قضیہ ہے۔کیا شیطان گنہگار نہیں؟ اور کیا وہ آدم کی اولاد میں سے ہے؟ پھر سانپ نے گناہ کیا اور اسے مٹی کھانی پڑی۔کیا وہ آدم کی پشت سے ہے؟ پھر تمام وہ دیو یا بھوت جنہیں مسیح اور اس کے حواری نکالا کرتے تھے خبیث روحیں نہ تھیں؟ کیا وہ بھی آدم کی نسل سے تھے؟

۴۔عیسائیوں کا یہ کہنا کہ مسیح بے گناہ تھا۔ مدعی سست گواہ چست والی بات یاد دلاتا ہے کیونکہ مسیح صاف اقرار کرتا ہے کہ مجھے نیک مت کہو نیک صرف باپ ہے۔ پھر اگر خود مسیح بھی دعویٰ کرتا تو کیا ہوتا۔دلیل کے بغیر تو کوئی شخص نہیں مانتا۔گو ہم اسے نیک سمجھتے ہیں اس لئے کہ ہمارے قرآن نے اس کی تعریف کی مگر یہودیوں کو کون لا جواب کرے۔وہ فوراً الزام لگانے شروع کر دیتے ہیں کہ اس نے یہ کیا اور وہ کیا۔ بدچلن عورت سے تیل ملوایا۔ یہودیوں کے عالموں کو گندی گالیاں دیں۔ بغیر اجازت لینے کے حواریوں سمیت ایک کھیت کے سٹّے توڑ کر نوش کرنے لگا۔کھاؤ پیؤ اور شرابی تھا۔ غرض ان یہودیوں کا منہ کون بند کرے۔

عیسائیوں کی یہ دلیل کہ مسیح اس وجہ سے کہ وہ آدم کی نسل سے نہ تھا پاک اور بے گناہ ہے قطعی طور پر غلط ہے۔کیونکہ:۔

ا۔آدم کا گناہ جو بقول عیسائیوں کے موروثی طور پر اب تک آدم کی نسل میں چلا آتا ہے۔اس کا اصل ذمہ وار (مطابق پیدائش ا۔۶ ؍۳) آدم نہ تھا بلکہ حوا تھی جس نے شیطان کے دھوکہ میں آکر آدم کو بہکایا۔پس مسیح بوجہ حوا کی اولاد ہونے کے گنہگار ٹھہرا۔

۲۔تورات میں لکھا ہے:۔

الف۔''اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے وہ کیونکر پاک ٹھہرے۔'' (ایوب ۲۵/۴)

ب۔''اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے وہ کیونکر صادق ٹھہرے۔'' (ایوب ۱۵/۵)

(۵) چونکہ مسیح بے گناہ تھا اس لئے وہ خدا ہوا مگر اس خدائی میں مسیح اکیلا نہیں۔زکریا بھی گناہ

سے پاک تھا، اس لئے وہ بھی خدا ہوا۔ زکریا کی بیوی بھی گناہ سے پاک تھی اس لئے وہ بھی خدا ہوئی اور خدا کی بیوی بھی۔ اس حساب سے یحییٰ بھی خدا ٹھہرا۔ کیونکہ اس کی ماں بھی خدا، باپ بھی خدا، بلکہ یحییٰ مسیح سے بڑا خدا ہونا چاہیے۔ کیونکہ مسیح کی ماں تو انسان تھی اور یحییٰ کے ماں باپ دونوں خدا تھے۔

ملک صدق سالم بھی خدا ہونے کا مستحق ہے کیونکہ وہ آدم کی اولاد سے نہ تھا۔ اور جو آدم کی اولاد سے نہ ہو۔ وہ گناہ سے پاک ہوتا ہے۔ اور جو گناہ سے پاک ہو وہ خدا ہوتا ہے۔ اس لئے ملک صدق سالم بھی خدا ہوا۔ پھر تمام فرشتے بھی خدا ہیں کیونکہ وہ گناہ سے پاک ہیں۔ پھر تمام حیوانات چرند و پرند خدائی کے حقدار ہیں کیونکہ وہ گناہوں میں آلودہ نہیں۔

نویں دلیل:۔ خود تین دن مردہ رہ کر پھر زندہ ہو گیا۔

جواب:۔ مسیح جسمانی طور پر مر کر نہیں جیا بلکہ روحانی طور پر زندہ کیا گیا۔

الف۔ اپطرس ۳/۱۸۔ ''وہ جسم کے اعتبار سے مارا گیا مگر روح کے اعتبار سے زندہ کیا گیا۔''

ب۔ ''جس طرح یسوع مر کر جیا اسی طرح ہم بھی مر کر جیتے ہیں۔''

(رومیوں ۶/۱۰ و ۱۰۔ ۸/۱۱ و پطرس ۲/۲۴)

مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوا

مسیح دراصل صلیب پر فوت نہ ہوا تھا۔ بوجہ ذیل:

(۱) مسیح کا اپنے واقعہ صلیب کو یونس نبی سے مشابہ قرار دینا۔ ''مگر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا۔'' (متی ۱۲/۳۹)

(۲) پیلاطوس کی بیوی کو خواب آیا تھا کہ اگر مسیح ہلاک ہو گیا تو پھر تم ہلاک کئے جاؤ گے لیکن ان کا تباہ و برباد نہ ہونا۔ (متی ۲۷/۱۹)

(۳) ''پیلاطوس اس کے چھوڑنے کی کوشش کرنے لگا۔'' (یوحنا ۱۹/۱۲)

(۴) حضرت مسیح کی دعا ایلی ایلی لما سبقتنی بھی مانع ہے۔ (متی ۲۷/۴۶)

(۵) صرف ایک گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ صلیب پر رہنا۔ (مرقس ۱۵/۲۳)

(۶) پہلو چھیدنے سے خون نکلنا۔ (یوحنا ۱۹/۳۴)

(۷) مسیح کی ہڈیاں نہ توڑی جانا۔ (یوحنا ۱۹/۳۳)

(۸) پیلاطوس کا تعجب کرنا کہ وہ اتنی جلدی مر گیا۔ (مرقس ۱۵/۴۴)

(۹) حواریوں سے ملنا اور زخم دکھانا۔ (یوحنا ۲۵۔۲۷/۲۰)

(۱۰) مسیح علیہ السلام کا ملعون ٹھہرایا جانا۔ (گلتیوں ۳/۱۳)

(۱۱) ساری رات دعا کرنا۔ (متی ۲۶/۳۹)

(۱۲) مرہم عیسیٰ دوا کا بننا۔ (یوحنا ۳۹۔۱۹/۴۰)

(۱۳) ابھی اور بھیڑوں کو جمع کرنا۔ (یوحنا ۱۰/۱۶)

دسویں دلیل:۔ چونکہ وہ آسمان پر چلا گیا اس لئے خدا ہے۔

جواب نمبر۱:۔ ایلیاہ پیغمبر رتھ سمیت آسمان پر چلا گیا۔ (۲ سلاطین ۲/۱۱)

جواب نمبر۲:۔ مسیح آسمان پر نہیں گیا۔

(الف) کوئی آسمان پر نہیں گیا۔'' (یوحنا ۲/۱۳)

(ب) مسیح پہلے بھی آسمان ہی سے آیا تھا۔ (یوحنا ۶/۳۸ و ۶۲۔۶/۶۳)

لہٰذا اب بھی روحانی طور پر وہ آسمان پر ہی ہے نہ کہ جسمانی طور پر۔

(ج) ''میں تمہارے لئے جگہ تیار کرنے جاتا ہوں۔'' (یوحنا ۲،۱۴/۳)

پس جہاں یسوع کے شاگرد گئے وہاں یسوع بھی گیا۔

۱۔ چونکہ مسیح میں عوارض انسانیہ تھے اس لئے وہ خدا نہیں۔

۲۔ چونکہ وہ قادر مطلق نہ تھا کیونکہ وہ کہتا ہے۔''دائیں بائیں بٹھانا میرا کام نہیں۔''
(متی ۲۰/۲۳۔مرقس ۱۰/۴۰)

اور پھر صلیب پر سے کیوں نہ اترا۔ حالانکہ دریں صورت یہودی ماننے کو تیار تھے۔ لہٰذا خدا نہ تھا۔

گیارہویں دلیل:۔ اور ضرور تھا کہ جو نبی کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بچہ جنے گی اور اس کا نام عمانوایل رکھیں گے۔ جس کا ترجمہ ہے۔''خدا ہمارے ساتھ۔'' (متی ۲۲۔۱/۲۳)

جواب نمبر۱:۔ یسعیاہ ۱۴/۷ کی اصل عبارت نقل کرنے میں عیسائی انجیل نویسوں نے تحریف کی ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں:۔

''دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بچہ پیدا ہوگا اور وہ اس کا نام عمانوایل رکھے گی۔''
(یسعیاہ ۷/۱۴)

جواب نمبر۲:۔مریم نے اپنے بچّے کا نام یسوع رکھانہ کہ عمانوایل۔

جواب نمبر۳:۔یسعیاہ ۸/۱ میں ایک لڑکے مہیر شالال حاش بز کی پیدائش کا ذکر ہے۔پس وہی اس پیشگوئی کا مصداق ہے۔

جواب نمبر۴:۔عمانوایل کا ترجمہ ''خدا ہمارے ساتھ'' ہے۔مگر یسوع کے ساتھ خدا نہ تھا۔ بوجوہات ذیل:۔

الف۔یسوع کی ناکام زندگی۔

ب۔خوداس کا **ایلی ایلی لما سبقتنی** کہہ کراس کا اقرار کرنا۔

ج۔چالیس دن اس کے ساتھ شیطان کا رہنا۔

د۔اور پھر اس کے بعد کچھ عرصہ کے لئے اس سے جُدا ہونا۔ (لوقا ۴/۱۳) لٰہذا یسوع عمانوایل نہیں ہوسکتا۔

مسیح روح اللہ ہوکر خدا نہیں بن سکتا

بارہویں دلیل:۔قرآن مجید میں مسیح کو روح اللہ کہا گیا ہے۔قرآن مجید میں مسیح کی نسبت رُوْحٌ مِّنْهُ (النساء:۱۷۲) کا لفظ آیا ہے۔دوسری جگہ آتا ہے۔وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا (التحریم:۱۳) ایسا ہی تیسری جگہ آتا ہے۔اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ....رُوْحٌ مِّنْهُ (النساء:۱۷۲)

جواب:۔ہمارا یہ مذہب نہیں اور نہ اسلام نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ سوائے خدا کے مسیح یا کسی اور کو ہم خدا مانیں بلکہ اسلامی تعلیم اس کے صریح خلاف ہے۔چنانچہ مندرجہ بالا آیات میں سے دوسری آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ (النساء:۱۷۲) کہ تین خدا مت کہو۔ایسے عقیدہ سے باز آجاؤ کہ تمہارے لئے یہی بہتر ہے۔اسی طرح ایک جگہ فرماتا ہے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (المائدة:۱۸و۷۳) نیز لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ (المائدة:۷۴) کہ ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ مسیح خدا ہے نیز ان لوگوں نے بھی کفر کیا جنہوں نے کہا کہ خدا تین میں سے ایک ہے۔

علاوہ ازیں اگر کوئی روح اللہ کے لفظ سے خدا بن جاتا ہے تو اس میں حضرت مسیح کی خصوصیّت نہیں ۔اس طرح سے تو پھر قرآن مجید کے رو سے ہزاروں کروڑوں بلکہ سب ہی خدا بن

جائیں گے۔دیکھو:۔

الف۔خدا تعالیٰ آدم کے متعلق فرماتا ہے۔ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ (السجدة:١٠) فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ (الحجر:٣٠،صٓ:٧٤) گویا آدم میں بھی بعینہٖ مسیح کی طرح خدا کی روح پھونکی گئی۔کیا وہ بھی خدا بن گیا۔

ب۔جبرائیل کے حق میں فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (مریم:١٨)

ج۔پھر حزقیال ١٤/٣٧ عربی بائبل میں ان لوگوں کے متعلق جو اپنے گھروں سے ہزاروں کی تعداد میں نکالے گئے تھے اور ان کو مار دیا گیا تھا اور پھر زندہ کیا۔تو اس زندہ کرنے کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے **فَاُعْطِيْ فِيْكُمْ رُوْحِيْ** (حزقیال ١٤/٣٧ عربی بائبل) جس کے مقابل اردو بائبل میں یہ الفاظ ہیں:۔

''اور میں اپنی روح تم میں ڈالوں گا اور تم جیؤ گے۔'' الغرض اس طرح صرف مسیح خدا نہ ہوا بلکہ سب سے پہلے آدمؑ پھر اس کی اولاد اور جبرائیلؑ وغیرہ تمام خدا ہوئے۔

د۔خود بائبل میں ''روح اللہ'' اور ''خدا کی روح'' کا لفظ غیر خدا کے لئے بے شمار مرتبہ استعمال ہوا ہے بلکہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد نبوت ہے۔ملاحظہ ہو:۔

١۔بادشاہ مصر نے حضرت یوسف کے متعلق کہا۔کیا ہم ایسا جیسا کہ یہ مرد ہے کہ جس میں خدا کی روح ہے پا سکتے ہیں۔'' (پیدائش ٣٨/٤١)

٢۔دیکھو خداوند نے بضلی ایل کو......حکمت اور فہم اور دانش اور سب طرح کی کاریگریوں میں روح اللہ سے معمور کیا۔(خروج ٣٠۔٣١/٣٥)

٣۔نیز دیکھو حزقی ایل ١٤/٣٧،گنتی ٢٤/٢،١٨/٢٧ و خروج ٣١/٣ و دانیال ٨،٩،١٨/٤ و یسعیاہ ٦١/١ و نحمیاہ ٣٠/٩ نئے عہد نامے میں یہ الفاظ بکثرت استعمال ہوئے ہیں۔

١۔''بولنے والے تم (حواری) نہیں بلکہ تمہارے باپ کی روح مجھ میں بھی ہے۔'' (١کرنتھیوں ٤٠/٧)

٢۔انجیل کا مندرجہ ذیل حوالہ سب سے صاف ہے:۔

''خدا نے کہا۔آخری دنوں میں ایسا ہوگا کہ میں اپنی روح میں سے ہر بشر پر ڈالوں گا اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بیٹیاں نبوت کریں گی۔'' (اعمال ٢/١٧)

٣۔انجیل کے مندرجہ ذیل مقامات دیکھو:۔

لوقا ٣٥/١ و ٤١/١ و ٦٧/١ و ٢٥/٢ و ١٥/١۔اعمال ٤/٢ و ١کرنتھیوں ٤ تا ١١/١٢

تیرھویں دلیل:۔ مسیح کو قرآن مجید میں **کلمۃ اللّٰہ** کہا گیا ہے۔لہٰذا وہ خدا ہے۔

جواب: قرآن مجید میں ہے: قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (الکہف:۱۱۰)

پس خدا کے کلمات کی تو کوئی حد ہی نہیں۔اگر خدا کے کلمے خدا ہونے لگے تو پھر دنیا کا ذرہ ذرہ خدا بن جائے گا۔

خدا تعالیٰ ایک دوسری جگہ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ اگر تمام درخت قلمیں اور سب سمندر سیاہی بن جائیں مَا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ (لقمٰن:۲۸) پھر بھی کلماتُ اللہ شمار نہ ہو سکیں۔

چودہویں دلیل:۔ انجیل میں مسیح کی نسبت ''وسیلہ'' لفظ استعمال ہوا ہے۔جس سے ثابت ہوا کہ وہ خدا ہے۔ایسا ہی نئے عہد کا درمیانی کہا گیا ہے۔

جواب:۔ چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا **اَلا یا ایّھا السّاقی اَدر کاسًا و ناوِلُھا**

انجیل میں ''وسیلہ'' کا لفظ بمعنی معرفت استعمال ہوا ہے۔ملاحظہ ہو:۔

''کیونکہ اس نے ایک دن ٹھہرایا ہے جس میں وہ راستی سے دنیا کی عدالت اس آدمی کی معرفت کرے گا جسے اس نے مقرر کیا ہے۔'' (اعمال:۱۷/۳۱)

اب دیکھیے بائبل میں کیا لکھا ہے:۔

''تب بھی تو بہت برس تک ان کی برداشت کرتا رہا اور اپنی روح سے یعنی اپنے نبیوں کی معرفت سے انہیں سمجھاتا رہا ہے۔'' (نحمیاہ ۹/۳۰)

پس تمام انبیاء ہی خدا اور انسانوں کے درمیان وسیلہ ثابت ہوئے۔مسیح کی خصوصیت کیا رہی؟ نیز ملاحظہ ہو ''تو نے روح القدس کے وسیلہ سے ہمارے باپ اپنے خادم داؤد کی زبانی فرمایا۔'' (اعمال ۴/۲۵)

لغت میں بھی ہے:۔ **اَلْوَسِيْلَةُ : وَالْوَسِيْلَةُ مَا يُتَقَرَّبُ بِهٖ اِلَى الْغَيْرِ. الْمَنْزَلَةُ عِنْدَ الْمُلُوْكِ. الدَّرَجَةُ.**

پس وسیلہ کے معنے مقرب الٰہی اور صاحب درجہ ہونے کے ہیں نہ کہ خدا ہونے کے۔

خدا کا تجسّم محال ہے

انجیل کا مندرجہ ذیل اقتباس عیسائی پادریوں کی تمام منطقیانہ موشگافیوں کے جواب کے لئے کافی ہے۔

''اگر چہ انہوں نے خدا کو جان لیا۔مگر اس کی خدائی کے لائق اس کی بڑائی اور شکر گزاری نہ کی بلکہ وہ باطل خیالات میں پڑ گئے اور ان کے بے سمجھ دلوں پر اندھیرا چھا گیا۔وہ اپنے آپ کو دانا جتا کر بے وقوف بن گئے اور غیر فانی خدا کے جلال کو فانی انسان اور پرندوں اور چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں کی صورت میں بدل ڈالا۔'' (رومیوں :۲۱ تا ۱/۲۳)

حواری خدا کی عبادت کرتے تھے

۱۔ ''ہم جو خدا کی روح سے خدا کی عبادت کرتے ہیں اور یسوع مسیح پر فخر کرتے ہیں۔'' (فلپیوں ۳/۳)

۲۔ ''مگر سچے پرستار روح اور راستی سے باپ کی پرستش کرتے ہیں۔'' (یوحنا ۲۳،۲۴/ ۴)

۳۔ حواریوں کا ایمان مسیح کا باپ سے کمتر ہونے پر بہت صاف تھا۔ چنانچہ پولوس کا کلام شرک سمجھا۔''تم مسیح کے ہو۔مسیح خدا کا ہے۔'' ''ہر ایک مرد کا سر مسیح ہے اور مسیح کا سر خدا ہے۔'' (ا۔کرنتھیوں:۳/۲۳) (ا۔کرنتھیوں: ۱۱/۳)

۴۔ حواری سوائے باپ کے کسی کو خدا نہ کہتے تھے۔

''ہمارا ایک خدا ہے جو باپ ہے۔'' (ا۔کرنتھیوں ۶،۴/ ۸)

۵۔ اس اکیلے خدا کی تعریف۔وہ مبارک اور اکیلا حاکم۔بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خدا ہے۔فقط اسی کو ہے۔وہ اس نور میں رہتا ہے جس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔اور اسے کسی انسان نے نہ دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے۔اس کی عزت اور سلطنت ابد تک رہے۔ (ا۔تیمتھیس ۱۵،۱۶/ ۶)

مسیح نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا

(اقبالی ڈگری)

مسیح نے خدا ہونے کا دعویٰ بالکل نہیں کیا۔ یہ صرف عیسائی صاحبان کی خوش فہمی ہے کہ ان کو

خدا بنا رہے ہیں۔ بلکہ اگر حضرت عیسیٰ نے اپنے متعلق خدا یا ابن کا لفظ استعمال بھی کیا ہے تو صرف انہی معنوں میں کیا ہے جن معنوں میں تمام نبیوں اور بزرگوں پر اس لفظ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ ثبوت اس کا سنیے:۔

ایک دفعہ حضرت مسیح نے یہودیوں کے سامنے دعویٰ کیا کہ میں ابن اللہ ہوں۔ یہود یہ سن کر طیش میں آ گئے اور انہوں نے ارادہ کیا کہ مسیح پر پتھراؤ کریں۔ مسیح نے کہا کہ تم مجھے کس قصور پر سزا دیتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ تو انسان ہو کر اپنے تئیں خدا بناتا ہے۔ اس کفر بکنے کی ہم سزا دیتے ہیں۔ مسیح نے جواب میں کہا:۔

''کیا تمہاری شریعت میں نہیں لکھا کہ میں نے کہا تم خدا ہو۔ جبکہ اس نے انہیں جن کے پاس کلام آیا خدا کہا۔ اور ممکن نہیں کہ کتاب باطل ہو۔'' (یوحنا باب ۱۰ آیت ۳۴ تا ۳۶)

اس عبارت کو سنا کر مسیح نے اپنے ابن اللہ ہونے کی حقیقت کھول دی کہ تم ناحق مجھے کافر کہتے ہو جبکہ توریت میں لکھا ہے کہ تمام وہ لوگ جن کے پاس خدا کا کلام آیا یعنی یہود، خدا ہیں۔ تو پھر تم میرے ابن اللہ کہلانے پر خفا کیوں ہوتے ہو۔ جبکہ تمہارے ہاں کتبِ انبیاء میں لکھا ہے کہ قضاۃ اور بزرگ لوگ الوہیم یعنی خدا ہیں۔ اسی طرح انہی معنوں میں مَیں بھی ابن اللہ ہونے کا مدعی ہوں۔

الہامی منطق

(مسیح میں خدائی صفات نہ پائی جاتی تھیں۔)

۱۔ خدا آزمایا نہیں جاتا۔ (یعقوب ۱/۱۳)

مسیح آزمایا گیا۔ (متی ۱/۴ و عبرانیوں ۴/۱۵) لہٰذا مسیح خدا نہیں۔

۲۔ خدا نہیں مرتا۔ (۱۔ تیمتھس ۶/۱۶ و دانی ایل ۶/۲۶)

مسیح مرا۔ (متی ۲۷/۵۰ و یوحنا ۱۹/۳۰ اور رومیوں ۵/۶)

نتیجہ مسیح خدا نہیں ہے۔

۳۔ خدا قیوم ہے۔

مسیح قیوم نہیں (متی ۲۰/۲۳۔ اپنے دائیں بائیں بٹھانا میرا کام نہیں)

۴۔ اللہ تعالیٰ کسی سے دعا نہیں مانگتا۔

مسیح نے دعا مانگی۔ (لوقا ۵/۱۶ و ۲۲/۴۴)

۵۔ خدا قادرِ مطلق ہے۔آپ سے ہر کام کرسکتا ہے۔(۲۔کرنتھیوں ۱/۷)
مسیح قادرِ مطلق نہ تھا اور آپ سے ہر کام نہ کرسکتا تھا۔ (یوحنا ۵/۳۰ و ۸/۲۸)
صغریٰ:۔ اَلْمَسِیْحُ غَیْرُ قَادِرٍ
کبریٰ:۔ وَ کُلُّ مَا ھُوَ غَیْرُ قَادِرٍ فَلَیْسَ ھُوَ بِاِلٰہٍ
نتیجہ:۔ فَالْمَسِیْحُ غَیْرُ اِلٰہٍ
۶۔ صرف خدا عالم الغیب ہے۔ (۱۔سلاطین ۸/۳۹)
(''تو ہاں تُو ہی اکیلا سارے بنی آدم کے دلوں کو جانتا ہے۔'')
لیکن مسیح عالم الغیب نہ تھا۔ثبوت کے لیے ملاحظہ ہو۔ (مرقس ۱۳/۳۲)
''لیکن اس دن یا اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا۔مگر باپ۔''
ب۔ انجیر کا درخت۔ (متی ۱۸،۲۱/۱۹)
ج۔ مجھے کس نے چھوا۔ (لوقا ۴۵،۸/۴۶)
د۔ پطرس کو جنت کی کنجیاں (متی ۱۶/۱۹)
مگر بعد میں پطرس شیطان (متی ۱۶/۲۳)
۷۔ خدا قائم بالذات ہے۔
مسیح قائم بالذات نہیں۔ (۲۔کرنتھیوں ۱۳/۴ اور رومیوں ۶/۱۰)
۸۔ خدا جو کہتا ہے ہو جاتا ہے۔ (حزقی ایل ۱۲/۲۵ وزبور ۱/۵۰ و مرقس ۱۴/۳۶)
مسیح جو کہتا ہے وہ نہیں ہوتا۔
(الف) متی ۲۰/۲۳۔اپنے دائیں بائیں بٹھانا میرا کام نہیں۔
ب۔ یوحنا ۵/۳۰۔''میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کرسکتا۔''
ج۔ متی ۱۶/۲۸۔شاگردوں سے کہا کہ تم میں سے کئی زندہ ہوں گے کہ میں آسمان سے واپس آجاؤں گا لیکن ابھی تک نہیں آیا۔شاگرد سب مر گئے۔
۹۔ خدا نہیں تھکتا اور ماندہ نہیں ہوتا۔(یسعیاہ ۴۰/۲۸ و یرمیاہ ۱۰/۶)
مسیح تھکا ماندہ ہوا۔(یوحنا ۴/۶۔چنانچہ یسوع سفر سے تھکا ماندہ ہوکر اس کوئیں پر یونہی بیٹھ گیا۔)
۱۰۔ ''خدا تھکے ہوؤں کو زور بخشتا ہے اور ناتوانوں کی توانائی زیادہ کرتا ہے۔''
(یسعیاہ ۴۰/۲۹ وزبور ۱۴۵/۱۴)

مگر مسیح کا اپنا یہ حال ہے کہ:۔ ''لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور پرندوں کے گھونسلے مگر ابن آدم کے لیے سر دھرنے کی جگہ نہیں۔'' (متی ۸/۲۰) لہٰذا مسیح خدا نہیں۔

وَ تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ

معقولی دلائل درتر دید الوہیت مسیح

۱۔ ہندو لوگ کرشن جی مہاراج کو خدا کہتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ کرشن کو خدا نہ مانیں اور مسیح کو خدا مان لیں؟

۲۔ جب مسیح مر گیا (متی ۲۷/۵۰) اور دو رات دن مرا رہا۔ تو کیا خدا مر جایا کرتے ہیں؟ خدا نہیں مر سکتا۔

۳۔ جب مسیح نے تجسّم اختیار کیا تھا تو ثلاثہ اقانیم اکٹھے یکجا تھے یا دو الگ اور اقنوم ثانی جسم میں تھا؟

اگر دو الگ الگ تھے تو مجموعہ الوہیت مکمل نہ رہا اور اگر ثلاثہ اقانیم یکجا تھے تو صرف اقنوم ثانی نے ہی تجسم اختیار نہ کیا بلکہ ثلاثہ اقانیم نے۔

۴۔ مسیح دشمنوں کے مقابلہ میں مغلوب ہوا۔ مصلوب و ملعون ہوا۔ کیا خدا مغلوب و مصلوب و ملعون ہو سکتا ہے؟ اگر ہو سکتا ہے تو عاجز انسان اور خدا کے درمیان ما بہ الامتیاز کیا شے ہے؟

۵۔ جب مسیح نے یہ کہا تھا کہ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھ میں سونپتا ہوں اور مر گیا تھا۔ (لوقا ۲۳/۴۶) تب کونسی روح بول رہی تھی۔ انسانی یا الٰہی؟ اگر کہو انسانی فقط۔ تو الٰہی روح کہاں گئی تھی؟ اور یہ بھی بتاؤ کہ روحیں دو ہیں؟ مگر مسیح ایک۔ ایک الٰہی روح جو غیر محدود اور ایک انسانی جو محدود ہے تو یہ دونوں ایک جسم میں کس طرح حلول کر سکتی ہیں؟

۶۔ مسیح کہتا ہے جو عورتوں سے پیدا ہوئے یوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا ظاہر نہیں ہوا (متی ۱۱/۱۱) مسیح بھی عورت سے پیدا ہوا تھا۔ یوحنا سے چھوٹا ہوا۔ پس یوحنا بڑا خدا ہوا۔ کیونکہ جب یوحنا سے چھوٹا خدا ہو گیا تو یوحنا بڑا خدا ہوگا۔

۷۔ ایوب ۷/۹ میں لکھا ہے۔ ''جو گور میں اترا، پھر اوپر نہ آئے گا'' تو مسیح مر کر قبر سے کیونکر نکلا۔

۸۔ ایوب ۸/۲۰۔ ''خدا سچے آدمی کو نہیں چھوڑے گا۔ وہ بدکاروں کی امداد نہیں کرتا'' اور مسیح

مغلوب، مصلوب اور یہودی کامیاب ہوئے۔

۹۔ استثناء ۱۸/۲۰ میں ہے۔ ''غیر معبودوں کی پرستش کی طرف بلانے والا جھوٹا ہے۔ وہ قتل کیا جاوے گا۔'' مسیح نے آ کر خود کو خدا کہا اور مقتول ہوئے تو جھوٹے ثابت ہوئے نہ کہ خدا اور سچا خدا۔

۱۰۔ اگر مسیح بغیر باپ ہونے کی وجہ سے خدا ہے تو ملک صدق سالم کیوں خدا نہیں۔ (عبرانیوں ۷/۲)

۱۱۔ مرقس ۱۸/۱۰۔ ''اے نیک استاد! مگر مسیح کو خود نیک ہونے سے انکار ہے۔ (حوالہ مذکور)

کفارہ

مسیحی مفہوم: اوّل:۔ ہر انسان گنہگار ہے۔ نہ صرف بلوغت سے لے کر بلکہ پیدائشی گنہگار ہے۔

دوم:۔ اس لئے کہ آدم وحوا نے گناہ کیا اور اولاد میں وراثتاً آیا۔ اس لئے ہر انسان گنہگار ہے۔

سوم۔ صفات الٰہی میں چونکہ خدا عادل ہے بلا وجہ بخش نہیں سکتا۔ اور وہ رحیم بھی ہے بوجہ عدل چھوڑ نہیں سکتا۔ بوجہ رحم اقنوم ثانی کو تجسم اختیار کرنا پڑا (نہ معلوم خود تجسم اختیار کیا یا باپ کے حکم سے کیونکہ سب اقنوم الوہیت میں مساوی ہیں۔ خادم) اور دوسری طرف خدا نے انسان بن کر اور مصلوب ہو کر جہان کے گناہ اٹھائے۔ جو کوئی اس پر ایمان لاتا ہے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں بوجہ مسیح کی اس تکلیف کے جو اس نے صلیب پر برداشت کی۔

بنیاد کفارہ: گناہ پیدائش سے ہے عملوں سے نہیں۔ تمام لوگ پیدائش سے (مرد وعورت سے پیدا ہوئے۔ اس لئے) گنہگار ہوئے۔ مسیح بے گناہ (صرف عورت سے پیدا ہوا) تھا۔ اس لئے قربان ہوا اور دنیا کو گناہوں سے نجات دی۔

تعریف کفارہ: کفارہ کے لفظی معنی ڈھکنا۔ ڈھانپنا۔ خدا کا ایک بیٹا ہے اور وہ ایک بیٹا ہے۔ اس خدا کے بیٹے نے مریم کے پیٹ میں حلول کیا اور وہ خدا کا بیٹا انسان کے بیٹے کی شکل میں پیدا ہوا۔ خدائی کا دعویدار رہوا۔ یہودیوں نے پکڑ کر صلیب پر لٹکا کر جان نکال دی۔ یہ تکلیف خدا کے بیٹے نے محض انسان کے گناہوں کی وجہ سے اٹھائی اور اب وہ گناہوں کا کفارہ ہو گئے۔ اب کسی قسم کی سزا انسان کو نہ دی جائے گی۔

ضرورتِ کفارہ: انسان گنہگار ہے اور گناہ کا نتیجہ موت ہے بلکہ جہنم کی سزا مگر خدا رحیم ہے۔ اس کا رحم چاہتا ہے کہ انسان سزا سے بچ جاوے۔ پھر وہ عادل ہے۔ عدل کا تقاضا ہے کہ سزا ضرور دی

جائے۔اب رحم اور عدل ایک جگہ کس طرح جمع ہوں۔خدا کا بیٹا گناہوں کو اپنے اوپر لے کر اپنا مارا جانا قبول کر کے تمام جہانوں کے لئے نجات کا ذریعہ ہوگیا۔

کفارہ کی تائید میں حوالجات کی تردید جو یسوعیوں کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں

(۱)''اچھا گڈریا میں ہوں۔اچھا گڈریا بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتا ہے۔''

(۲)''یسوع کے صلیب دیئے جانے کا دن قریب آیا تو ایک دن روٹی کھانے کے وقت روٹی اور انگور کا رس جماعت میں تقسیم کرتے ہوئے کہا۔کھاؤ یہ میرا بدن ہے اور پیو، یہ میرا لہو ہے۔

ابطال:۔۱۔ آدم سے زیادہ گنہگار حوا تھی۔اس لئے جو صرف عورت سے پیدا ہوا وہ زیادہ گنہگار رہا تو قربان کیسے ہوا؟ قربان تو معصوم ہوسکتا ہے بقول شما (دیکھو توریت۔کہ سانپ نے بہکا کر حوا کو دانہ کھلایا جس پر حوا نے آدم کو بہکایا۔پیدائش ۳/۱۳)

۲۔ انجیل میں لکھا ہے کہ یسوع کے مصلوب ہونے سے قبل یوحنا اور زکریا مع اپنی بیوی کے نہایت پاک راستباز تھے۔ثابت ہوا کہ کفارہ پر ایمان لائے بغیر بھی آدمی راستباز ہوسکتا ہے۔کفارہ ضروری نہ رہا نیز یسوع سے پہلے جتنے انبیاء تھے ان کی نجات کس طرح ہوئی؟

الف۔ ''زکریا اور اس کی بیوی وہ دونوں خداوند کے حضور راستباز اور خداوند کے سارے حکموں اور قانونوں پر بے عیب چلنے والے تھے۔'' (لوقا ۵،۶/۱)

ب۔ ''یوحنا خداوند کے حضور بزرگ۔'' (لوقا ۱/۱۵)

ج۔ ''یوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا نہیں۔'' (متی ۱۱/۱۱)

د۔ ''یوحنا نبی سے بھی بڑا تھا۔'' (لوقا ۷/۲۷)

۳۔ اگر کفارہ صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ یہودا اسکریوطی مسیح کے پکڑوانے والے کو جزائے خیر ملے اور نجاتِ ابدی کو پہنچے۔

۴۔ یہ عدل نہیں کہ گنہگار دنیا میں اچھی طرح گناہ کریں اور عاقبت کو بھی جنت میں داخل ہوں۔اور ان کے عوض حضرت مسیح بے گناہ صلیب پر چڑھائے جائیں اور دوزخ میں بھی رہیں۔غرض یہ ظلم ہے۔

۵۔ اگر حضرت عیسیٰ اپنی خوشی سے کفارہ قبول کرتے تو صلیب پر کیوں پکار پکار کر کہتے کہ **ایلی ایلی لما سبقتانی** یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔معلوم ہوا

کہ جبراً صلیب دیا گیا۔پس وہ کفارہ گناہوں کا کیسے ہوئے؟ (متی ۲۷/۴۶)

۶۔ جب مسیح نے سب گناہ اٹھالئے تو گویا وہ مجموعہ گناہوں کا ہوئے۔پس گناہ گار آدمی اپنے گناہوں سے عذاب ابدی میں رہے گا۔تو کیا حال ہے اس کا جس نے سب کے گناہ اٹھائے۔

۷۔ بتقدیر تسلیم کفارہ انبیاء جو پہلے مسیح سے گزرے ہیں لازم آتا ہے کہ کفارہ کے بغیر دوزخ میں رہے ہوں۔کیونکہ تب تک کفارہ نہ ہوا تھا۔

۸۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کفارہ سب کا ہوا ہے یا کہ موجودین کا۔بر تقدیر ثانی آئندہ اور گزشتہ کے واسطے نیا کفارہ چاہیے۔بر تقدیر اوّل جب لوگ اور گناہ پیدا نہ ہوئے تھے تو ان کے گناہ کیونکر ایک شخص نے اٹھالئے؟

۹۔ جب مسیح نے سب گناہ اٹھالئے تو وہ گویا اوّل نمبر پر گنہگاروں میں سے ہوئے۔پس محتاج ہوئے طرف کسی منجی کے۔کیونکہ بجز منجی کے نجات ممکن نہیں۔پس وہ بھی محتاج کفارہ کا ہوگا اور تسلسل لازم آئے گا۔

۱۰۔کفارہ سے لازم آتا ہے کہ قاتل اور چور وغیرہ مجرموں کو پھانسی کی سزا نہ دی جائے۔ حالانکہ مسیحی لوگ سزا دیتے اور لیتے بھی ہیں۔

۱۱۔ جب کفارہ ہوگیا۔تو نیکی کرنے کی کیا حاجت رہی۔باوجود اس کے مسیح نے چالیس روزے رکھے اور حواری بھی پابندی نیکی کی کرتے رہے۔

۱۲۔ اگر مسیح نے گناہ اٹھائے بھی ہیں تو لازم آتا ہے کہ امور غیر متناہی واقع ہوں۔

۱۳۔مسیح اگر کفارہ ہونے کو آئے تھے تو آتے ہی کفارہ کیوں نہ ہوئے۔بلکہ انجیل سے ثابت ہے کہ خلقت کو نصیحت کرنے آئے تھے۔ (لوقا۱۸/۳۱)

۱۴۔ اس کفارہ کے ہونے سے معافی گناہ کی تو نہیں ہوئی بلکہ زیادتی وقوع میں آئی ہے کیونکہ یہودی مسیح کی تحقیر کرنے کے باعث مستحق عذاب کے ہوئے۔

۱۵۔ اگر کفارہ موافق مرضی خدا کے ہوتا تو علامت رحمت ظاہر ہوتیں حالانکہ چار انجیلوں سے ثابت ہے کہ بعد سُولی کے اس طرح کی علامت خدا کے قہر کی ظاہر ہوئیں کہ کبھی نہ ہوئی ہوں گی۔مثلاً جہان میں اندھیرا ہوجانا اور مردوں کا قبروں سے نکلنا، زمین کا کانپنا، ہیکل کا پردہ پھٹ جانا۔وغیرہ وغیرہ

۱۶۔ جبکہ باقرار مسیحیان حضرت عیسیٰ جز وخدا ہیں تو یہ ظاہر ہے کہ صلیب پر کھینچنے والا انسان

تھا۔پس اس سے غلبہ مخلوق کا خالق پر پایا جاتا ہے۔

۱۷۔ کفارہ کو ماننے سے لازم آتا ہے کہ کسی بخشش کرنے والے کی حاجت نہ رہے حالانکہ کتاب اعمال میں موجود ہے کہ حواریین بخشیش دیتے تھے۔اور مسیح حواریوں کو فرماتے تھے کہ جس کو تم بخشو گے وہ بخشا جائے گا۔

۱۸۔ اناجیل سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ قیامت کو عدالت کریں گے۔اگر یہ سچ ہے تو بطلان کفارہ میں کیا پیچ ہے۔

۱۹۔ ہرایک فرقے پر اطاعت وتقلید پیشوا اپنے کی لازم ہے۔پس اگر مسیح مصلوب ہوئے تو عیسائی کیوں صلیب پر نہیں چڑھتے۔

۲۰۔ اعتقاد کفارہ سے تحقیر شان متصور ہے۔یہ تحقیر ان کے پیرو پولوس بھی کرتے رہے۔ قطع نظر مخالف کے۔چنانچہ گلتیوں کے خط میں لکھا ہے جو سولی دیا گیا وہ لعنتی ہے۔(گلتیوں ۳/۱۳) مصلوب خدا کا ملعون ہوتا ہے۔(استثنا ۲۱/۲۳)

۲۱۔ اگر مسیح کفارہ ہونے آئے تھے تو دعا ردِ بلا کی نہ مانگتے حالانکہ انجیل میں موجود ہے کہ مسیح نے رات بھر بہت تضرع سے یہ دعا مانگی کہ یہ عذاب سولی کا مجھ سے ٹل جائے۔دیکھو متی ۲۶/۳۹ ومرقس ۱۴/۳۶ ولوقا ۲۲/۴۲۔

۲۲۔ مسیح من حیث الروح کفارہ ہوئے یا من حیث الجسم۔برتقدیر ثانی جسم ان کا بشریت کا تھا اور کل بشر گنہگار ہیں۔برتقدیر اوّل روح کو آپ خدا سمجھتے ہیں وہ سولی دیئے جانے سے مبرّا ہے دوسرے روح محسوس نہیں جو صلیب پر کھینچا جاتا۔اپنے جسم کے متعلق مسیح خود کہتا ہے جسم کمزور ہے۔ (مرقس ۱۴/۳۸)

۲۳۔ الف۔جو ایمان لاتا ہے نجات پائے گا۔یوحنا ۱۶تا۳/۱۹ و رومیوں ۳/۲۵

ب۔ایمانداروں کی علامتیں دیکھو:۔متی ۱۷/۲۰ و ۱۸/۹ و۲۱/۲۱ و مرقس ۱۶/۱۷ و یوحنا۱۱تا۱۴/۱۱۔ پہاڑ ہٹانا،درخت سوکھانا،زہر کھانا،بیماروں کو شفا دینا۔وغیرہ وغیرہ۔مگر چونکہ کسی عیسائی میں یہ علامتیں نہیں،لہٰذا کوئی بھی ایماندار نہیں۔کسی کی نجات نہ ہوئی۔کفارہ باطل۔

۲۴۔ مسیح کی قربانی خلافِ فطرت وعقل ہے۔ہمیشہ چھوٹی چیز بڑی چیز پر قربان ہوتی ہے۔ لفظ قربانی ''قرب'' سے نکلا ہے۔

۲۵۔ کفارہ پر ایمان لانے کے بعد مسیحی لوگوں سے گناہ سرزد ہی نہیں ہوتے یا ہوتے ہیں، لیکن معاف ہو جاتے ہیں اگر سرزد نہیں ہوتے، مشاہدہ کے خلاف۔ ہو جاتے ہیں اور معاف ہوتے ہیں، دلیل دو۔

۲۶۔ مسیح نے اپنی مرضی سے کفارہ ہوکر اپنے ذمے بندوں کے گناہ لئے یا باپ کی مرضی سے۔اگر باپ کی مرضی سے تو باپ غیر عادل۔اگر اپنی مرضی سے تو خود غیر عادل۔

۲۷۔ انسان بوجہ گنہگار ہونے کے کفارہ ہوسکتا تھا وہ فطرتاً گنہگار ہے۔تمام لوگ ابن آدم ہیں،مگر مسیح ابن اللہ ہے اور پاک ہے۔اس لئے کفارہ ہوا۔مگر ہم کہتے ہیں وہ ابن آدم بھی ہے۔ پھر حوا نے بھی گناہ کیا تھا بلکہ آدم سے پہلے اسی نے گناہ کیا،اور مریم بھی اولاد آدم سے تھی۔ مسیح ان سے پیدا ہوئے۔ ماں کے خواص بچے میں سرایت کرتے ہیں۔مسیح کی ماں بے گناہ نہ تھی نسل آدم سے تھی۔اس لئے مسیح گناہ سے کیسے پاک ہوئے؟ وہ بھی گناہگار ہوئے۔''جو عورت سے پیدا ہوا کیونکر پاک ٹھہرے۔ (ایوب۲۵/۴ و ۱۵/۱۴)

۲۸۔ آدم کی وجہ سے ساری نسل کا گنہگار ہونا خدا کے عدل کے خلاف ہے۔

۲۹۔ موت گناہ کی سزا ہے۔جب گناہ معاف ہو چکا تو پھر موت کیسی؟ (رومیوں ۶/۱۶)

۳۰۔ عورت درد زِہ سے بچہ جنے گی۔ مرد پسینہ کی کمائی سے روٹی کمائے گا مگر کفارہ پر ایمان لاکر بھی درد زِہ ہوتا اور پسینہ کی کمائی سے روٹی نصیب ہوتی ہے۔

۳۱۔ یہودیوں نے احسان کیا کہ کفارہ ادا کر دیا۔پھر لعنتی کیوں ہوئے؟

۳۲۔ چونکہ مسیح کا دعویٰ صرف بنی اسرئیل کی ہدایت کے لئے آنے کا تھا۔اس کا کفارہ بھی صرف بنی اسرئیل کے لئے ہوگا۔تمہارا اس کی تبلیغ کر کے لوگوں کو دھوکہ دینا کیونکر جائز ہے۔

الف۔ ''میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔'' (متی ۱۵/۲۴)

ب۔ ''لڑکوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈالنا اچھا نہیں۔'' (متی ۱۵/۲۶)

ج۔ ''اس نے شاگردوں کو ہدایت کی کہ بنی اسرئیلیوں کے سوا اور کسی کو تبلیغ نہ کرنا۔''(متی ۵،۱۰/۶)

د۔ پولوس کا یسوع کی وفات کے بعد غیر قوموں کو تبلیغ کرنا محض غصہ کی وجہ سے تھا۔(اعمال ۵ تا ۱۸/۷)

اور یسوع کے دوسرے شاگرد پطرس سے جھگڑے کہ تو نے غیر قوموں کے پاس جا کر کیوں

منادی کی۔(اعمال ۱۱/۳)اوراس کے جواب میں اس نے ایک بے معنی سا خواب سنا کران کوٹا لنا چاہا۔اگر یسوع نے کبھی غیرقوموں کی ہدایت کا بھی دعویٰ کیا ہوتا۔توپطرس اپنی خواب سنانے کی بجائے یسوع کا وہ قول پیش کرتا جس سے ثابت ہوا کہ غیرقوموں میں تبلیغ محض پولوس کی ایجاد ہے۔پس جب کفارہ بنی اسرئیل میں محدود ہوگیا تو خدا کی باقی ساری مخلوق اس سے محروم ہوگئی اور خدا کے بیٹے کی اتنی بڑی قربانی ''کوہ کندن وکاہ برآوردن'' کی مصداق ہوئی۔

۳۳۔ قول عیسائی کہ انسان کمزور ہے۔گناہ اٹھا نہیں سکتا۔اس لئے خدا کے بیٹے نے وہ گناہ اٹھالئے۔یہ عدل کے خلاف ہے۔دوسروں کے عوض میں کسی کو سزا کیوں دی جاوے۔اس موقع پرتو ''اندھیرنگری چوپٹ راجہ'' والی مثال صادق آئے گی۔

۳۴۔ قول عیسائی کہ اگر خدا گناہوں کی سزا نہ دیوے اور وہ بخش دے تو یہ عدل کے خلاف ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں نے عدل کی تعریف غلط سمجھی ہے۔عدل کہتے ہیں کسی کا حق نہ مارنا۔جیسے مزدورکوایک روپیہ کی بجائے دودے دیں تو یہ عدل کے خلاف نہیں۔ہاں ایک روپیہ کی بجائے آٹھ آنے دے دیں تو خلافِ عدل ہے۔اسی طرح گناہ معاف کرنا عدل کے خلاف نہیں۔ہاں بڑھ کرسزا دیناعدل کے خلاف ہے۔ثواب میں انعام ہوتا ہے۔اگراعمال سے زیادہ دیا جائے تو خلاف عدل نہیں۔

اس کے متعلق انجیل کی شہادت۔صاحب مکان کے مزدوروں کا قصہ

نقلی دلائل

۱۔متی ۶/۱۴۔''اگرتم آدمیوں کے گناہ بخشو گے تو تمہارا باپ بھی جوآسمان پر ہے تمہیں بخش دے گا۔''پس جب خودخدا انہیں بخش سکتا تو وہ بندوں کو کیسے کہتا ہے کہ تم بخشو؟

۲۔استثنا ۱۸، ۹/۱۹۔اسرائیلیوں کی ہلاکت کو نبی کی دعا سے ٹال دیا۔معلوم ہوا کہ گناہ بغیر کفارہ بھی معاف ہوسکتے ہیں۔

۳۔پیدائش ۲۰/۷۔''نبی کی دعا ہمارے واسطے شفاعت کرتی ہے اور ہمیں زندگی بخشتی ہے۔''کسی کفارہ کی ضرورت نہ رہی۔

کفارہ پرایمان لانے سے خرابیاں

(۱)دعا کا مسئلہ فضول جاتا ہے(۲)گناہ پر دلیری۔عیسائی گناہ کرے یسوع بخشوا دے

گا۔ یوحنا۱۱/۲ (۳) نبی کو لعنتی ماننا پڑتا ہے (۴) توریت کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس میں کفارہ کا ذکر نہیں (۵) خدا غیر عادل ٹھہرتا ہے کہ ناحق اپنے بیٹے کو سولی دی۔

۳۵۔ یسعیاہ ۷/۵۵۔ ''وہ جو شریر ہے اپنی راہ کو ترک کرے اور بدکردار اپنے خیالوں کو۔ اور خداوند کی طرف پھرے کہ وہ اس پر رحم کرے گا۔ اور ہمارے خدا کی طرف کہ وہ کثرت سے معاف کرے گا۔'' اس میں گناہوں کی معافی کا ذریعہ ترکِ گناہ بتایا ہے نہ کہ کفارہ۔

۳۶۔ اگر کفارہ سچ ہے تو خدا رحیم نہیں۔ کیونکہ اس نے بہرحال سزا دے لی۔ پھر وہ رحم کہاں برتتا ہے؟ عیسائیوں کے مزعومہ عدل کو پورا کر لیا۔

۳۷۔ سزا کی غرض بندہ کی اصلاح ہے۔ بیٹے کو سزا دے کر بندے کی کیا اصلاح ہوئی۔ اس سے خدا تو خوش نہیں ہوتا۔ نہ نیکی سے اسے فائدہ ہے اور نہ بدی سے کوئی نقصان۔ پس اصل غرض سزا کی اصلاحِ نفس ہے۔ جب وہ نہ ہوئی تو کفارہ بے فائدہ۔ نیز کفارہ ساز گناہ کی سزا کی غرض سے ناواقف معلوم ہوتا ہے۔

۳۸۔ یسوعی کہتے ہیں کہ کفارہ ہو سکتا ہے۔ جیسے ایک بادشاہ کا قرض دار جب اپنا قرض ادا نہ کر سکے تو بادشاہ کا بیٹا اگر اس قرض کو ادا کر دے تو وہ چھوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح جب لوگوں کے گناہ بیٹے نے اٹھا لیے تو وہ سزا سے بری ہو گئے۔ مگر اتنا نہیں سوچا کہ جب بیٹا اتنا اختیار رکھتا ہے کہ اپنے خزانے سے دے دے اور رحم کرتا ہے تو کیا بادشاہ رحم نہیں کر سکتا؟

۳۹۔ گناہوں کی معافی کے ذرائع۔ ۲ تواریخ ۱۲ تا ۱۴/۷ اپنے تئیں عاجز کرنا، دعا مانگنا، خدا کا مونہہ ڈھونڈنا، برے راہوں سے پھرنا۔ اگر یہ ذرائع انسان اختیار کرے تو بغیر کفارہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔

۴۰۔ متی ۱۲/۳۱۔ روح کے خلاف کا کفر معاف نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یسوع کے نزدیک گناہ دو قسم کے ہیں۔ صغائر اور کبائر۔ کبائر بغیر سزا کے معاف نہیں ہو سکتے۔ پس کفارہ باطل کیونکہ کفارہ سب گناہوں کو یکساں معاف کرتا ہے۔

۴۱۔ متی ۱۳/۷۔ نجات کی راہ مشکل اور تنگ بتایا ہے۔ جو بہت محنت اور جانفشانی کا کام ہے حالانکہ کفارے کی راہ تو تنگ نہیں جو مرضی آئے کرے پس کفارہ نجات کے لیے نہیں۔

۴۲۔ خدا قربانی پسند نہیں کرتا بلکہ رحم پسند کرتا ہے۔ (متی ۱۲/۷) لہٰذا کفارہ باطل ہے۔

۴۳۔ کفارہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ ''اعمال'' کی قطعاً ضرورت نہیں۔ مجرد ''ایمان'' ہی کافی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کفارہ کے بانی (پولوس) نے شریعت کو ''لعنت'' قرار دیا ہے۔ جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے:۔

الف۔ ''مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا۔ اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ کیونکہ لکھا ہے جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔'' (گلتیوں ۳/۱۳)

ب۔ ''اب ہم جانتے ہیں کہ شریعت جو کہتی ہے اُن سے کہتی ہے جو شریعت کے ماتحت ہیں۔ تا کہ ہر ایک کا منہ بند ہو جائے اور ساری دنیا خدا کے نزدیک سزا کے لائق ٹھہرے......مگر اب شریعت کے بغیر خدا کی ایک راستبازی ظاہر ہوئی۔ جس کی گواہی شریعت اور نبیوں سے ہوتی ہے۔ یعنی خدا کی وہ راستبازی جو یسوع مسیح پر ایمان لانے سے سب ایمان لانے والوں کو حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے کہ سب نے گناہ کیا اور خدا کے جلال سے محروم ہیں۔ مگر اس کے فضل کے سبب اس مخلصی کے وسیلے سے جو یسوع مسیح میں ہے مفت راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں۔ اسے خدا نے اس کے خون کے باعث ایک کفارہ ٹھہرایا جو ایمان لانے سے فائدہ مند ہو......کونسی شریعت کے سبب سے؟ کیا اعمال کی شریعت سے؟ نہیں بلکہ ایمان کی شریعت سے۔ چنانچہ ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان شریعت کے اعمال کے بغیر ایمان کے سبب سے راستباز ٹھہرتا ہے۔'' (رومیوں ۱۹ تا ۳/۲۹)

ج۔ جھوٹ جائز:۔ یہی وجہ ہے کہ پولوس کہتا ہے: ''اگر میرے جھوٹ کے سبب سے خدا کی سچائی۔ اس کے جلال کے لیے ظاہر ہوئی تو پھر کیوں گنہگار کی طرح مجھ پر حکم لگایا جاتا ہے۔'' (رومیوں ۳/۷)

گویا اگر جھوٹ بول کر عیسائیت کی تبلیغ کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

د۔ کفارہ کی آزادانہ تعلیم ہی کا نتیجہ تھا کہ یسوع کے معاً بعد ہی عیسائیوں میں خطرناک طور پر بدکاری شروع ہوگئی تھی۔ چنانچہ پولوس رسول عیسائیوں کو مخاطب کر کے لکھتا ہے:۔

''یہاں تک سننے میں آیا ہے کہ تم میں حرامکاری ہوتی ہے بلکہ ایسی حرامکاری جو غیر قوموں میں بھی نہیں ہوتی۔ چنانچہ تم میں سے ایک شخص اپنے باپ کی بیوی کو رکھتا ہے اور تم افسوس تو کرتے نہیں تا کہ جس نے یہ کام کیا تم میں سے نکالا جائے بلکہ شیخیاں مارتے ہو۔'' (۱۔کرنتھیوں ۵/۱،۲)

پس عیسائیوں کا یہ دعویٰ کہ کفارہ گناہ کو جڑ سے کاٹتا ہے باطل ہے۔

عیسائی:۔ قرآن میں بھی کفارہ ہے جیسا کہ لکھا ہے:۔ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ (المائدة:۹۰)

احمدی:۔ قرآن مجید میں لفظ کفارہ سزا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ آیت کا مطلب

یہ ہے کہ جو شخص قسم توڑے اس کو سزا یہ ہے کہ وہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ان کو کپڑے پہنائے یا ایک غلام آزاد کرے مگر کفارہ کی سزا تو بے گناہ مسیح کو دی جاتی ہے اور گناہ کرنے والا آرام اور مزے سے پھرتا ہے۔

نوٹ:۔ بعض عیسائی ''حج بدل'' کو بھی پیش کر دیا کرتے ہیں۔ سو یاد رکھنا چاہیے کہ حج بدل میں روپیہ اسی شخص کا ہوتا ہے جس کو حج بدل کا ثواب ملتا ہے لیکن یسوعی کفارہ میں خون تو مسیح کا بہایا گیا اور گناہ عیسائیوں کے معاف ہوئے۔ پس فرق ظاہر ہے۔ (خادمؔ)

ابطال تثلیث

۱۔ تثلیث کا عقیدہ مسیح سے پہلے کسی نبی نے بیان نہیں کیا اور نہ خود مسیح نے مشرح ذکر کیا۔ اگر مسیح کو معلوم تھا کہ یہود نے انہیں سُولی دے دینا ہے تو انہوں نے اپنا عقیدہ کیوں نہ ظاہر کیا؟

۲۔ تین ایک اور ایک تین۔ یہ آپس میں ضدّین ہیں۔ اگر مان لیا جاوے کہ ایک تین ہیں اور تین ایک ہے تو تقسیم الشیء الٰی نفسہٖ لازم آتی ہے۔ اور وہ محال ہے۔ کیونکہ ایک کی تقسیم الٰی اجزائہٖ تو ہوسکتی ہے مگر الٰی نفسہٖ نہیں ہوسکتی۔

۳۔ تین اقانیم۔ اگر تینوں کامل ہیں تو ایک ہی کافی ہے تین کی ضرورت نہیں۔ اگر ناقص ہیں تو مجموعہ بھی ناقص ہوگا۔

۴۔ یوحنا ۱۷/۳ ''حقیقی اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح جسے تو نے بھیجا ہے جانیں۔''

۵۔ مرقس ۱۲/۳۰۔ ''خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔''

۶۔ متی ۲۲/۳۷۔ ''خداوند ایک خدا سے محبت رکھ۔''

۷۔ استثنا ۴/۳۵۔ ''خداوند وہی خداوند ہے۔ اُس کے سوا کوئی ہے ہی نہیں۔''

۸۔ استثنا ۴/۳۹۔ ''خداوند وہی خدا ہے کہ جو اوپر آسمان کے ہے۔''

۹۔ استثنا ۶/۴۔ ''خداوند وہی خدا ہے۔ خدا ایک ہے''۔

۱۰۔ یسعیاہ ۴۵/۵ و ۴۶/۵۔ ''میں ہی خداوند ہوں اور میرے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ اور نہ ہی میرے مشابہ ہے۔''

۱۱۔ مرقس ۱۳/۳۲ ۔علم میں مساوی نہیں ۔

۱۲۔ متی ۲۳۔ ۲۰/۲۹ ۔قدرت میں مساوی نہیں ۔

۱۳۔ تثلیث سے اللہ تعالیٰ کے لیے ترکیب ماننی پڑتی ہے اور مرکب غیر کا محتاج ہوتا ہے۔ اس سے اس کا ممکن ہونا ثابت ہے جو اس کی عدم الوہیت کو ثابت کرتا ہے۔

۱۴۔ اقانیم ثلاثہ میں جو امتیاز ہے وہ یا تو صفت کمال ہوگی یا نہ ہوگی اگر صفت کمال ہے تو باقی دو اقنوم ناقص ہوئے۔ ورنہ وہ ناقص ہوا۔

۱۵۔ انسانیت محدود ہے۔ الوہیت بھی اس کے ساتھ مل کر محدود ہو جائے گی۔

۱۶۔ اگر الوہیت مسیح یا تثلیث درست ہو تو ہر ایک خدا کو مرکب فی الجزئین یعنی ما بہ الاشتراک اور ما بہ الامتیاز ماننا پڑے گا اور مرکب خدا نہیں ہوسکتا۔

۱۷۔ اگر مسیح واقعی خدا اور ابن اور اقنوم ثالث تھے اور ان کے حق میں بائبل میں پیشگوئیاں ہیں۔ تو بتاؤ یہود نے ان پیشگوئیوں کی کہاں تصدیق کی ہے؟ کیونکہ وہ انبیاء کے حقیقی وارث ہیں۔ اگر کہو وہ تعصّب سے پیشگوئیوں کو نہیں مانتے تو یہ فضول سی بات ہے کیونکہ وہ متعصب تب ہوئے جب مسیح آ چکے۔ جب آئے بھی نہ تھے اس وقت تو وہ مانتے ہوں گے اس وقت کی تصدیق بتاؤ کہ وہ مسیح ابن خدا کی آمد کے منتظر ہیں۔

تحریف بائبل

قرآن مجید اہل کتاب کے متعلق فرماتا ہے:۔

۱۔ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ (المائدۃ: ۱۴)

یعنی اہل کتاب کے متعلق تین باتیں یاد رکھو:

(۱) تحریف کرتے ہیں۔ (۲) دو قسم کی تحریف لفظی و معنوی۔ (۳) تو ہمیشہ ان کی خیانت پر اطلاع پاتا رہے گا۔ سو یہ لوگ واقعی ان تین صفات سے متصف ہیں۔ خود بائیبل میں لکھا ہے:۔

”اِن لوگوں نے شریعتوں کو عدول کیا۔ قانونوں کو بدلا۔“ (یسعیاہ ۲۴/۵ و یرمیاہ ۸/۸)

انجیل میں امکان تحریف۔ (مکاشفہ ۲۲/۱۹،۱۸)

اب دیکھیئے تحریف مشتے از خروارے۔اولاً وہ حوالجات پیش کرتا ہوں جو پُرانی اناجیل ۱۸۹۶ء سے پہلے والی میں ہیں مگر بعد کے مطبوعہ میں نہیں ہیں۔

۱۔ متی ۲۱/۱۷۔ ''پر یہ جنس بغیر دعا اور روزہ کے نہیں نکلتی۔''

۲۔ متی ۱۱/۱۸۔ ''کیونکہ انسان کا بچہ کھوئے ہوؤں کو بچانے کے لیے آیا ہے۔''

۳۔ مرقس ۱۶/۷۔ ''اگر کسی کے کان سننے کے ہوں سن لے۔''

۴۔ مرقس ۴۴/۹۔ ''جہاں ان کا کیڑا نہیں جاتا اور آگ نہیں بجھتی۔''

۵۔ مرقس ۲۶/۱۱۔ ''پر اگر تم معاف نہ کرو تو ہمارا باپ بھی جو آسمان پر ہے تمہارا قصور معاف نہ کرے گا''۔

۶۔ مرقس ۲۸/۱۵۔ ''تب پورا ہوا وہ نوشتہ جو کہتا ہے کہ وہ بدکاروں میں گنا گیا۔''

۷۔ لوقا ۳۶/۱۷۔ ''دو کھیت میں ہوں گے۔ایک لیا جائے گا۔دوسرا چھوڑا جائے گا۔''

۸۔ لوقا ۱۷/۲۳۔ ''اور اسے لازم تھا کہ ہر عید میں کسی کو ان کے واسطے چھوڑ دے۔''

۹۔ یوحنا ۴/۹۔ ''چونکہ ایک فرشتہ اس حوض میں اتر کر پانی کو ہلاتا تھا۔سو پانی کے ہلنے کے بعد جو کوئی پہلے اس میں اترتا تھا کیسی ہی بیماری میں گرفتار کیوں نہ ہو۔چنگا ہو جاتا تھا''۔

۱۰۔ اعمال ۳۴/۱۵۔ ''پر سیلاس کو وہاں رہنا پسند آیا۔''

۱۱۔ متی ۱۷/۱۹۔ پرانی انجیل کے الفاظ:۔''اس نے اسے کہا۔تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے۔نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔''

نئی انجیل کے الفاظ:۔''تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے۔''

۱۲۔ یوحنا کا پہلا خط ۵/۷۔تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں۔باپ۔کلام۔روح القدس۔اور یہ تینوں ایک ہیں۔

۱۳۔ یوحنا انجیل ۵۳/۷۔ ''اور ہر ایک اپنے گھر کو گیا۔''

۱۴۔ یوحنا۔۵۳/۷ و ۱تا۱۱/۸۔قلمی نسخوں میں نہیں پائی جاتیں۔

۱۵۔ استثنا ۵تا۱۲/ ۳۴ (یہ موسیٰ کی پانچویں کتاب ہے) اس میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ مر گئے۔اگر یہ الہامی ہیں تو کس پر اُتریں۔حضرت موسیٰ تو زندہ نہ تھے۔یہ الحاق ہے۔

۱۶۔ (تازہ تحریف)

۱۹۳۱ء سے پہلے کی چھپی ہوئی تمام بائبلوں میں استثناء۳۳/۲ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی بایں الفاظ تھی کہ

''خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ وہ فاران کی چوٹیوں سے ان پر جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔'' اس آیت میں پیشین گوئی تھی جو فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پوری ہوئی۔ اس دن آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہؓ تھے مگر نئی بائبل میں جو ۱۹۳۱ء میں چھپی ہے۔ ''دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا'' کی بجائے ''لاکھوں قدوسیوں میں سے آیا'' کردیا ہے۔

ع کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

۱۷۔ انجیل مطبوعہ ۱۸۹۶ء متی ۲۴/۷ یوں تھی:۔ ''جگہ جگہ کال پڑیں گے، مری پڑے گی اور بھونچال آئیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشتی نوح میں ''مری پڑے گی'' کا حوالہ متی کے نام سے دیا ہے۔ عیسائیوں نے ۱۹۰۸ء کی شائع کردہ انجیل سے ''مری پڑے گی'' نکال دیا ہے۔ مگر لطف یہ ہے کہ انجیل لوقا ۲۱/۱۱ اردو میں اب تک موجود ہے...... ''جا بجا کال اور مری پڑے گی۔'' مگر چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حوالہ لوقا کا نہیں دیا اس لئے لوقا میں تحریف نہیں کی گئی اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ انگریزی انجیل میں متی ۲۴/۷ میں اب بھی مری پڑنے کا ذکر موجود ہے:۔

"There shall be famines and pestilences and earth quakes."

(The Holy Bible Printed in Great Britain ۱۹۱۶)

۱۸۔ یشوع اور ایوب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ یشوع مر گیا۔ (یشوع ۲۴/۲۹)

ایوب مر گیا (۴۲/۱۷)

اس قسم کی سینکڑوں ہزاروں تحریفیں اور اضافے بائیبل میں موجود ہیں۔ پس یہ کتاب کس طرح الہامی کہلا سکتی ہے؟ (امریکن بائیبل کے نئے ایڈیشن میں سے مرقس کی آخری آیات کو جن میں مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہے نکال دیا گیا ہے۔)

اختلافاتِ بائبل

لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (النساء: ۸۳)

نوٹ:۔ تناقضات و اختلافات بائبل کا مضمون دراصل تحریف بائبل کے مضمون کا ضروری جزو ہے کیونکہ الہامی کلام میں تناقضات کا وجود اس بات کو قطعی طور پر ثابت کر دیتا ہے کہ ان دو مختلف اور متناقض بیانات میں سے ایک ضرور ہی انسانی تحریف یا بعد کا الحاق ہے۔ دونوں کلام خدا کے نہیں ہو سکتے۔ پس پادری صاحبان کے لیے دو راستوں میں سے ایک راستہ کھلا ہے۔ یا تو ہمارے پیش کردہ حوالوں میں تطابق ثابت کریں یا اس بات کا اقرار کریں کہ موجودہ بائبل محرف و مبدل ہے۔

۱۔ ا۔ سلاطین ۱۵/۳۲ میں لکھا ہے کہ آسا اور شاہ اسرائیل بعشا کے درمیان ان کی تمام عمر لڑائی رہی۔ اور ۲۔ تواریخ ۱۵/۱۹ میں لکھا ہے کہ آسا کی سلطنت کے پنتیسویں برس پھر لڑائی نہ رہی۔

۲۔ ا۔ سموئیل ۲۱/۱ میں لکھا ہے کہ داؤد اکیلا اخیملک کاہن کے پاس آیا مگر مرقس ۲۵، ۲/۲۶ میں لکھا ہے کہ داؤد اپنے ساتھیوں سمیت ابیاتار کاہن کے گھر گیا۔

۳۔ پیدائش ۲۴ تا ۴۶/۲۷ میں لکھا ہے کہ یعقوب اپنی صُلب سے پیدا شدہ اولاد اور اولاد کی بیویوں سمیت کل چھیاسٹھ مردوں کے ساتھ آیا مگر خروج ۱/۵ میں لکھا ہے کہ صرف یعقوب اپنے صُلبی بیٹوں کے ساتھ جن کی تعداد ۷۰ تھی آیا۔

۴۔ پیدائش ۲۲/۱۴ میں لکھا ہے کہ ابراہیم نے خدا کو دیکھا اور اس جگہ کا نام یہوواہ یری رکھا۔ مگر خروج ۲، ۶/۳ میں لکھا ہے۔ خدا موسیٰ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میں نے ابراہیم و اسحاق و یعقوب پر اپنا یہوواہ نام ظاہر نہیں کیا۔

۵۔ یرمیاہ ۴، ۳۴/۵ میں ہے کہ اے صدقیاہ! تو تلوار سے نہیں مرے گا بلکہ آرام سے اور تجھ پر خوشبوئیاں سلگائی جائیں گی مگر یرمیاہ ۱۰، ۵۲/۱۱ میں لکھا ہے کہ صدقیاہ کے سامنے اس کے بیٹوں کو مارا گیا پھر اس کی آنکھیں نکالی گئیں اور پیتل کی زنجیروں سے جکڑا گیا اور مرنے کے دن تک قید خانہ میں رہا۔

۶۔ ۲ سلاطین ۲۴/۶ میں لکھا ہے۔ یہویقیم بادشاہ باپ دادوں میں شامل ہو کر سو رہا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا بادشاہ ہوا مگر یرمیاہ ۳۶/۳۰ میں لکھا ہے کہ وہ بمع خاندان کے تباہ کیا جائے گا۔ اس کی نسل سے کوئی تخت نشین نہ ہوگا اور اس کی لاش پھینکی جائے گی تا کہ گرمی اور سردی میں باہر رہے۔

۷۔ مرقس باب ۴۶، ۱۰/۴۷ میں لکھا ہے کہ یریحو سے نکلتے وقت راستے میں ایک اندھا نکلا مگر متی ۲۹، ۲۰/۳۰ میں لکھا ہے کہ دو اندھے ملے۔

۸۔ مرقس ۱،۲، ۵/۲ کہ یسوع کو ایک بدروح والا ملا مگر متی ۸/۲۸ میں دو کا ذکر ہے۔

۹۔ مرقس ۱۶/۵ میں مسیح کی قبر میں ایک سفید پوش آدمی مگر لوقا ۲۴/۴ میں دو آدمیوں کا ذکر ہے۔

۱۰۔ مرقس ۱۵/۳۲ و متی ۲۷/۴۴ دونوں میں ہے کہ مسیح کے ساتھیوں یعنی دونوں چوروں نے مسیح کو ملامت کی اور طعنہ کیا مگر لوقا ۳۹، ۲۳/۴۰ میں لکھا ہے کہ ایک نے طعنہ دیا اور دوسرے نے اپنے ساتھی کو اس بات سے باز رکھا۔

۱۱۔ یوحنا ۱۷، ۲۰/۱۷۔ میرے بھائیوں کو کہہ دو کہ میں اب خدا اور باپ کے پاس آسمان پر جاتا ہوں لیکن متی باب ۲۸/۱۰ میں ہے کہ میرے بھائیوں کو کہو کہ گلیل کو جاویں۔ وہاں مجھے دیکھیں گے۔

۱۲۔ متی ۵، ۷، ۲۷/۷ کہ مسیح کو پکڑوانے والے یہودا اسکریوطی نے مسیح کی گرفتاری پر جو روپیہ لیا تھا اس کو ہیکل میں واپس آ کر پھینک دیا مگر اعمال ۱/۱۸ میں لکھا ہے کہ اس نے اس روپیہ سے ایک کھیت مول لیا۔

۱۳۔ متی ۱۲/۴۰ میں ہے کہ مسیح نے یونس جیسا معجزہ دکھانے کا اظہار کیا مگر متی ۱ تا ۲۸/۷ اور یوحنا ۲۰/۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح اپنی قبر میں صرف ایک ہی دن رہا اور پھر غائب ہو گیا۔

۱۴۔ متی ۲۶/۳۴ و یوحنا ۱۳/۳۸ ان دونوں حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پطرس کو مرغ کی بانگ سے قبل ہی مسیح کا انکار کرنا پڑے گا مگر مرقس ۶۷ تا ۱۴/۷۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرغ کے دو بار بانگ دینے کی شرط ہے نہ کہ مطلق بانگ سے قبل کی اور ایسا ہی ہوا۔

۱۵۔ لوقا ۷ و ۲۳/۱۶ میں مسیح نے اپنے حواریوں کے ساتھ بیٹھ کر عید الفطر کے دن جس میں فسح کرنا ضروری تھا بیٹھ کر کھانا کھایا اور یوحنا ۱۹/۱۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح بے چارا تو عدالت میں رہا۔

۱۶۔ یوحنا ۱۲/۲۸ میں مسیح اپنے آپ کو باپ سے چھوٹا کہتا ہے مگر فلپیوں ۲/۶ میں خدا کے برابر ہونے میں غنیمت نہ جانا۔

۱۷۔ یوحنا ۵/۳۱ میں مسیح نے اپنے متعلق اپنی گواہی کو سچا قرار نہیں دیا اور یوحنا ۸/۱۴ میں اپنی گواہی کو سچا قرار دیا۔

۱۸۔ متی ۵/۳۹ میں لکھا ہے کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ اگر کوئی طمانچہ مارے تو دوسری گال

آ گے کر دو مگر لوقا ۲۲/۳۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نے اپنے حواریوں کو بٹوے اور جھولی اور کپڑے بیچ کر تلوار خرید نے کا اپنی حفاظت کے لیے حکم دیا۔

۱۹۔ متی ۸/۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ کفرنحوم میں داخل ہوتے ہی ایک صوبیدار نے اپنے لڑکے کے علاج کے لیے بڑی منت سماجت کی اور لوقا ۲۔۷/۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ صوبیدار پاس آیا ہی نہیں یہودیوں نے سفارش کی تھی۔

۲۰۔ اعمال ۹/۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ سولس (جو پولوس ہی ہے) پر نور آیا اور ساتھیوں نے آواز سنی۔ مگر کسی نے نہ دیکھا مگر اعمال ۲۲/۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتھیوں نے نور دیکھا مگر آواز نہ سنی۔

۲۱۔ اسموئیل ۴، ۳۱/۵ میں ہے کہ ساؤل نے خودکشی کی مگر ۲سموئیل ۵، ۱/۱۰ میں ہے کہ ایک عمالیقی نے ساؤل کو مارا۔

۲۲۔ لوقا ۲۳/۲۶ کہ شمعون نام کرینی یسوع کے پیچھے پیچھے صلیب لیے پھرتا رہا اور یوحنا ۱۹/۱۷ میں ہے۔ یسوع آپ اپنی صلیب اٹھا کر کھوپڑی مقام تک لے گیا۔

۲۳۔ پیدائش ۵۰/۱۳ میں ہے کہ یعقوب کا مدفن مکفیلہ کے کھیت کے کنارے میں جس میں ابراہام نے گورستان کی ملکیت کے لئے عفرون حتی سے ممرے کے مقابل مول لیا تھا۔ گاڑا اور اعمال ۷/۱۶ میں ہے۔ اس مقبرے میں جس کو ابراہام بنی ہمور سے لیا تھا گاڑا۔

۲۴۔ گنتی ۳۸، ۳۳/۳۷ میں ہے کہ ہارون کی وفات کوہ ہور اروم میں ہوئی۔ مگر استثنا ۱۰/۶ میں لکھا ہے کہ موسیرہ میں ہوئی۔

۲۵۔ رومیوں ۲/۱۳ میں لکھا ہے کہ شریعت پر چلنے والا راستباز اور رومیوں ۳/۲۰ میں لکھا ہے راستباز نہیں۔

۲۶۔ پیدائش ۲۵ تا ۱/۲۷ میں لکھا ہے کہ انسان کو حیوانات کے بعد پیدا کیا مگر پیدائش ۱۸۔ ۲/۲۰ میں لکھا ہے کہ انسان حیوانات سے پہلے پیدا ہوا۔

۲۷۔ پاک جانور سات سات نر و مادہ اور ناپاک دو دو نر اور ان کی مادہ کشتی نوح میں چڑھائے۔ پیدائش ۲/۷ اور پیدائش ۶/۱۹، ۸/۷، ۱۴/۷ میں لکھا ہے پاک جانور بھی دو دو کشتی میں رکھے۔

۲۸۔ اسلاطین ۱۵/۷ ہر ایک ستون ۱۸ ہاتھ اونچا اور ہر ایک گھیر سوت کا بارہ ہاتھ مگر ۲تواریخ ۳/۱۵ میں ۲ستون ۳۵ ہاتھ لمبے۔

۲۹۔ خروج ۹، ۲۴/۱۰ تب موسیٰ اور ہارون اوپر گئے اور بنی اسرائیل کے خدا کو دیکھا مگر خروج ۲۰ تا ۲۳/۳۳ میں ہے۔اور بولا تو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا اس لیے کوئی انسان نہیں کہ مجھے دیکھے اور جیتا رہے۔یعنی کوئی خدا کو نہیں دیکھ سکتا۔

۳۰۔ خروج ۳۱/۱۷ کہ چھ دن میں خداوند نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کیا اور تازہ دم ہوا۔ پھر یسعیاہ ۲۴/۴۳ اور اپنی خطاؤں سے مجھے تھکایا مگر ۲۸/۴۰ میں ہے۔خداوند ابدی خدا ہے زمین کے کناروں کو پیدا کرنے والا۔ وہ تھک نہیں جاتا اور ماندہ نہیں ہوتا۔

۳۱۔ یسعیاہ ۲۳/۴۵ ہر ایک زبان میری قسم کھائے گی مگر متی ۳۴،۳۵/۵ پھر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ہرگز میری قسم نہ کھانا۔

۳۲۔ پیدائش ۱/۱۷ میں خدائے قادر ہوں۔متی ۱۹/۲۶ پر خدا سے سب کچھ ہوسکتا ہے مگر قاضیوں ۱/۱۹ میں ہے۔خدا نے کوہستانیوں کو خارج کیا پر نشیب کے رہنے والوں کو خارج نہ کرسکا کیونکہ ان کے پاس لوہے کی لاٹھیں تھیں۔

۳۳۔ گنتی ۱۹/۲۳ خدا انسان نہیں جو جھوٹ بولے نہ آدم زاد ہے کہ پشیمان ہو نیز اسموئیل ۱۵/۲۹ مگر پیدائش ۶/۶ میں ہے۔تب خداوند زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت دلگیر ہوا۔

۳۴۔ یوحنا ۳/۳۵ باپ بیٹے کو پیار کرتا ہے اور سب چیزیں اس کے ہاتھ میں دی ہیں مگر مرقس ۶/۵ میں ہے اور وہ کوئی معجزہ وہاں نہ دکھا سکا۔

۳۵۔ ۲سموئیل ۱و۲۴/۲ بعد اسکے خداوند کا غصہ اسرائیل پر بھڑکا کہ اس نے داؤد کے دل میں ڈالا کہ ان کا مخالف ہو مگر اتواریخ ۲۱/۱ میں ہے کہ شیطان نے داؤد کو بھڑکایا۔

۳۶۔ امثال ۳۰/۵ خدا کا ہر ایک سخن پاک ہے مگر ہوسیع ۲/۱ خدا نے ہوسیع کو فرمایا کہ جا اور ایک زنا کار عورت اور زنا کے لڑکے اپنے واسطے لے۔

۳۷۔ ۲۰/۴ خروج۔تو اپنے لیے مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا پانی میں یا زمین کے نیچے ہے مت بنا مگر خروج ۲۵/۲۰ تصویریں بنائی گئیں۔

۳۸۔ ۱ تیمیتھیس ۶/۱۶ خدا نور میں رہتا ہے اور اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا مگر ۱ سلاطین ۸/۱۲ تب سلیمان نے کہا کہ خداوند نے فرمایا تھا کہ میں گھٹا کی تاریکی میں رہوں گا۔

۳۹۔ ۲تواریخ ۳۶/۹ یہویکین آٹھ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا مگر ۲سلاطین ۸/ ۲۴ میں ہے کہ یہویکین جب تخت پر بیٹھا اس وقت وہ اٹھارہ برس کا تھا۔

۴۰۔ ۲سلاطین ۸/ ۲۴ یہویکین نے تین مہینے بادشاہت کی مگر ۲تواریخ ۳۹/۹ میں تین ماہ دس روز سلطنت کی۔

۴۱۔ ۲سلاطین ۲۵/۱۹ پانچ آدمی جو بادشاہ کا منہ دیکھتے تھے پکڑے مگر یرمیاہ ۵۲/۲۵ میں ہے۔ بادشاہ کے مصاحبوں میں سے سات شخصوں کو پکڑا گیا۔

۴۲۔ زبور ۹۲/۱۲ صادق کھجور کے درخت کی مانند لہلہائے گا مگر یسعیاہ ۵۱/۱ میں ہے کہ راستباز ہلاک ہوتا ہے۔

۴۳۔امثال ۱۲/۲۱ صادق پر کوئی بڑا حادثہ نہ پڑے گا مگر عبرانیوں ۱۲/۶ خداوند جسے پیار کرتا ہے اسے تنبیہ کرتا ہے اور جس کو بیٹا بنالیتا ہے اس کو کوڑے بھی لگاتا ہے۔

۴۴۔ ۵۵ زبور آیت ۲۳۔خونی اور دغاباز لوگ اپنی آدھی عمر کو نہ پہنچیں گے مگر ایوب ۷, ۲۱/۹ میں شریروں کی عمر زیادہ بتلائی ہے۔

۴۵۔ زبور ۱۲/۷۳ دیکھو یہ شریر جو سدا اقبال مند رہتے ہیں وہ اپنی دولت بڑھاتے جاتے ہیں مگر ایوب ۵، ۱۸/۹ میں ہے۔ہاں شریر کا چراغ ضرور بجھایا جائے گا۔

۴۶۔ امثال ۲۰/۱ مَے یعنی شراب مسخرا بناتی اور مست بنانے والی ہے۔ نیز امثال ۳۱،۳۲/ ۲۳ مگر استثنا ۲۶/ ۱۴ میں ہے۔جس چیز کو تیرا جی چاہے مول لے۔مَے ہو یا مسکر یا اور کوئی چیز۔

۴۷۔ ۲سموئیل ۶/۲۳۔ساؤل کی بیٹی میکل مرتے دم تک بے اولاد رہی مگر ۲سموئیل ۲۱/۸ میں ہے۔میکل بنت ساؤل کے پانچ لڑکے۔

۴۸۔ یوحنا ۸/۱۴ یسوع نے کہا اگر میں اپنی گواہی دیتا ہوں تو بھی میری گواہی سچ ہے مگر یوحنا ۵/۳۱۔اگر میں اپنی گواہی آپ دوں تو میری گواہی حق نہیں۔

۴۹۔ یسوع ملعون (گلتیوں ۳/۱۳)۔ملعون نہیں ا۔کرنتھیوں ۱۲ باب آیت ۳۔

۵۰۔ متی ۲/۲۳ تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائے گا مگر عہد قدیم کے کسی صحیفہ میں یہ پیشگوئی نہیں ملتی۔یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ پہلے صحیفوں میں یہ پیشگوئی موجود تھی مگر بعد میں نکال دی گئی۔یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ متی میں غلط بیانی کی گئی ہے۔دونوں صورتوں میں سے کوئی

بھی صورت ہو بائیبل کا پایۂ اعتبار سے گرنا ثابت ہے۔

من نہ گویم کہ ایں مکن آں کن　　　مصلحت بین وکار آساں کن

۵۱۔ اور اس وقت جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہوا کہ انہوں نے اس کی قیمت کے وہ تیس روپے لے لئے (متی ۲۷/۹) حالانکہ یہ یرمیاہ کی معرفت نہیں کہا گیا تھا بلکہ زکریا نبی کی معرفت کہا گیا تھا۔(دیکھو زکریا ۱۲، ۱۱/۱۳)

۵۲۔ یہوداا سکریوطی نے جا کر اپنے آپ کو پھانسی دی۔(متی ۲۷/۵) لیکن اعمال ۱/۱۸۔ ''وہ سر کے بل گرا۔ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور ساری انتڑیاں نکل پڑیں۔''

۵۳۔ ایک سردار (یائر نامی) نے آکر کہا کہ میری بیٹی مر چکی ہے۔(متی ۹/۱۸) لیکن لوقا ۸/۴۲ و مرقس ۵/۲۳ میں ہے کہ ''میری بیٹی مرنے کو ہے تُو چل تا کہ وہ نہ مرے''۔

خلاف عقل و مشاہدات امور

۱۔ خدا پچھتایا۔ پیدائش ۶/۶ علیمِ کُل۔ پھر پچھتایا خلاف عقل ہے۔

۲۔ خرگوش جگالی کرتا ہے (احبار ۱۱/۶) خلاف مشاہدہ ہے۔

۳۔ یربوع جنگلی چوہا جگالی کرتا ہے۔ استثنا ۱۴/۷

۴۔ باپ سے بیٹا دو سال بڑا۔ یہود رام بادشاہ کا باپ چالیس سال کی عمر میں مرا۔ ۲۔ تواریخ ۲۱/۵۔ تو اس کا بیٹا ۴۲ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ ۲۔ تواریخ ۲۲/۲،۱۔

عیسائیت میں عورت کی حیثیت

اسلام: (۱) عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء: ۲۰) (۲) هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرة: ۱۸۸) (۳) **خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ** (ترمذی کتاب المناقب باب فضل ازواج النبیؐ، ابن ماجہ ابواب النکاح باب حسن معاشرة النساء) (۴) خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا (النساء: ۲) (۵) **اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّهَاتِكُمْ.** (روح البیان جز نمبر ۳ صفحہ ۳۳۲ سورۃ الانفال آیت نمبر ۲۵) (۵) **وَ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ وَ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ.** (بخاری کتاب الصوم باب حق الجسم فی الصوم)

مگر انجیل: (۱) عورتیں کلیسا کی مجلس میں نہ بولیں۔(۱۔ کرنتھیوں ۱۴/۳۴)

۲۔ عورتیں سر نہ گوندھیں۔سنگار نہ کریں۔اچھے اور قیمتی کپڑے نہ پہنیں۔
(۱۔پطرس ۳/۳ و ۱۔تیمتھیس ۸تا۱۰/۲)

۳۔ عورتیں لمبے بال رکھیں۔بال نہ کٹوائیں۔(۱۔کرنتھیوں ۵۔۱۴۔۱۶/۱۱)

۴۔ مرد عورت کے لیے نہیں بلکہ عورت مرد کے لیے پیدا ہوئی۔(۱۔کرنتھیوں ۱۹/۱۱)

۵۔ عورت اپنے خاوند سے ہی پڑھے۔(۱۔کرنتھیوں ۳۵/۱۴)

۶۔ عورت معلّمہ نہ بنے۔(۱تیمتھیس ۱۱تا۱۳/۲)

۷۔ مرد کے لیے اچھا ہے کہ وہ عورت کو نہ چھوئے۔(۱۔کرنتھیوں ۱/۷ و ۸/۷)

۸۔ شادی کرنے سے شادی نہ کرنا بہتر ہے۔(۱۔کرنتھیوں ۸، ۲۸، ۲۹، ۳۲ تا ۴۰/۷)

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

از روئے بائیل

پہلی دلیل:۔الف۔ ''وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔''(استثنا ۱۸/۲۰)

ب۔''خداوند یوں کہتا ہے کہ ان نبیوں کی بابت جو میرا نام لے کر نبوت کرتے ہیں۔جنہیں میں نے نہیں بھیجا............ یہ نبی تلوار اور کال سے ہلاک کئے جائیں گے۔''(یرمیاہ:۱۴تا۱۶/ ۱۴)

ج۔''اور وہ جھوٹا نبی یا خواب دیکھنے والا قتل کیا جائے گا۔''(استثنا:۵/ ۱۳)

د۔''اور میرا ہاتھ ان نبیوں پر جو دھوکہ دیتے ہیں اور جھوٹی غیب دانی کرتے ہیں چلے گا...... میں اپنے غضب کے طوفان سے اسے توڑوں گا اور میرے قہر سے جھما جھم مینہ برسے گا اور میرے خشم کے پتھر پڑیں گے تاکہ اسے نابود کریں۔'' (حزقی ایل باب۱۳ آیت ۹ تا ۱۳)

ھ۔چنانچہ انجیل اعمال ۳۶، ۵/۳۷ میں دو جھوٹے نبیوں کا ذکر بھی ہے جو مارے گئے اور ان کے متبعین تتر بتر ہو گئے۔پہلے کا نام تھیوداس اور دوسرے کا نام یہودہ گلیلی تھا۔

دوسری دلیل: یسوع کہتا ہے۔''تم میں کون مجھ پر گناہ ثابت کر سکتا ہے۔''(یوحنا ۸/۴۶)

نیز یوحنا ۱۴/۱۹''میں اتنی مدت سے تمہارے ساتھ ہوں۔''

حضرت مرزا صاحب:۔''کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔''

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۴)

تیسری دلیل: قبولیت دعا:۔''جو دعا ایمان کے ساتھ ہو گی اس کے باعث بیمار بچ جائے گا اور خداوند اسے اٹھا کھڑا کرے گا۔اور اگر اس نے گناہ کئے ہوں تو ان کی بھی معافی ہو جائے گی۔پس تم آپس میں ایک دوسرے سے اپنے اپنے گناہوں کا اقرار کرو۔اور ایک دوسرے کے لیے دعا مانگو تا کہ شفا پاؤ۔راستباز کی دعا کے اثر سے بہت کچھ ہو سکتا ہے۔''(یعقوب ۱۵تا ۵/۱۷ و یوحنا ۹/۳۱)

''میں کثرت قبولیت دعا کا نشان دیا گیا ہوں۔کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں تیس ہزار کے قریب قبول ہو چکی ہیں اور ان کا میرے پاس ثبوت ہے۔''

(ضرورۃ الامام۔روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۴۹۷)

مثالیں: عبدالکریم، عبدالرحیم ابن نواب محمد علی خان صاحبؓ، وعبدالحیؒ صاحبزادہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ[1]

چوتھی دلیل:۔ ''اے اسرائیلیو! یسوع ناصری ایک شخص تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تم پر ان معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں سے ثابت ہوا جو خدا نے اس کی معرفت تم کو دکھائے۔''

(اعمال ۲/۲۲ و یوحنا ۳/۲ و ۹/۱۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام:۔ ''اور میرے مقابلہ سے خواہ اعجازی کلام میں اور خواہ آسمانی نشانوں میں تمام لوگوں کا عاجز آجانا اور میری تائید میں خدا تعالیٰ کی لاکھوں پیشگوئیاں پوری ہونا۔ یہ تمام نشان اور علامات اور قرائن ایک خدا ترس کے لئے میرے قبول کرنے کے لئے کافی ہیں۔''

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۱)

(۲) ''اور جن نشانوں نے اس حَکَم پر گواہی دینی تھی وہ نشان ظہور میں آچکے ہیں۔ اور اب بھی نشانوں کا سلسلہ شروع ہے۔ آسمان نشان ظاہر کر رہا ہے، زمین نشان ظاہر کر رہی ہے اور مبارک وہ جن کی آنکھیں اب بند نہ رہیں۔''

(ضرورۃ الامام۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۴۹۶)

پانچویں دلیل:۔ کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو

(ا) پولوس رسول کہتا ہے: ''کیونکہ یہ تدبیر کا کام اگر آدمیوں کی طرف سے ہوا تو آپ برباد ہو جائے گا لیکن اگر خدا کی طرف سے ہے تو تم ان لوگوں کو مغلوب نہ کر سکو گے۔'' (اعمال ۵/۳۹)

(ب) ''جو پودا خدا نے نہیں لگایا۔ وہ جڑ سے اکھاڑا جائے گا۔''

(متی ۱۵/۱۳ و زبور ۱۵تا۲۰/۳۴ و امثال ۱۲/۲۱ و یسعیاہ ۹/۱۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ؎

یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں
ایسے کاذب کے لئے کافی تھا وہ پروردگار
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۳۴)

---

[1] تفصیل نشانات دیکھو مضمون صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مشمولہ ہٰذا۔ خادم

چھٹی دلیل:۔ دانیال نبی کہتا ہے:۔

''جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائے گی اور وہ مکروہ چیز جو خراب کرتی ہے قائم کی جائے گی۔ایک ہزار دوسونوے دن ہوں گے۔مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے۔۱۳۳۵ روز تک آتا ہے۔''

(دانیال ۱۱،۱۲/۱۲)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۲۹۰ھ ہی میں مبعوث ہوئے۔

''یہ عجیب امر ہے اور میں اس کو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک بارہ سونوے (۱۲۹۰) ہجری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ ومخاطبہ پا چکا تھا۔'' (حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۰۸)

ساتویں دلیل:۔ ''مسیح موعود مشرق سے آئے گا اور مغرب کی طرف بجلی کی طرح اس کی تبلیغ پہنچے گی۔'' (متی ۲۷/۲۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''خدا نے محض اپنے فضل سے نہ میرے کسی ہنر سے مجھے چُن لیا۔میں گمنام تھا مجھے شہرت دی اور اس قدر جلد شہرت دی کہ جیسا کہ بجلی ایک طرف سے دوسری طرف اپنی چمکار ظاہر کر دیتی ہے''

(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۴۷)

آٹھویں دلیل:۔ (۱) ستارے گریں گے اور چاند اور سورج تاریک ہو جائیں گے۔'' (متی ۲۹/۲۴)

یہ چاند اور سورج گرہن ۱۸۹۴ء بمطابق رمضان ۱۳۱۱ھ میں ظاہر ہوا۔

(۲) ''چاند،سورج اور ستاروں میں نشان ظاہر ہوں گے۔'' (لوقا ۲۵/۲۱)

نویں دلیل:۔ لڑائیاں ہوں گی،بھونچال آئیں گے اور مری پڑے گی۔(طاعون)

(لوقا ۱۱/۲۱ و زکریا ۱۲/۱۴)

چنانچہ بائبل انگریزی زکریا ۱۲/۱۴ میں تو لفظ پلیگ ''PLAGUE'' بھی موجود ہے۔۱۸۸۲ء میں یہ طاعون بھی پڑی۔

تو نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کے لیے   تا وہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار

دسویں دلیل:۔ ''تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ جو اس نے کہا ہے وہ واقع اور پورا نہ ہو تو وہ بات خدا نے نہیں کہی۔'' (استثنا ۲۲/۱۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہزاروں پیشین گوئیاں پوری ہوئیں۔ تفصیل دیکھو مضمون ''حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں'' مشمولہ کتاب ہذا۔

گیارہویں دلیل:۔ یسوع نے جھوٹے اور سچے نبی میں امتیاز یہ بتایا ہے:۔

''درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔''

(متی ۱۶ تا ۲۰/ ۷ ولوقا ۴۴،۴۵/ ۶ ومتی ۳۳/ ۱۲ و یوحنا ۱۶ تا ۲۷/ ۱۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کی عملی حالت دیکھو۔

بارھویں دلیل:۔ ''پیادوں نے جواب دیا کہ انسان نے کبھی ایسا کلام نہیں کیا جیسا کہ یہ انسان کرتا ہے۔'' (یوحنا ۴۶/ ۷)

گویا مسیح کا بے مثل کلام مسیح کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل تھی اور یہی دلیل قرآن مجید نے اپنی صداقت کی پیش کی ہے: لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (بنی اسرائیل :۸۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

ا۔ ''میں قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔'' (ضرورۃ الامام۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۴۹۶)

۲۔ ''اعجاز احمدی'' لکھ کر دس ہزاری انعام شائع فرمایا۔ لکھا کہ ''خدا تعالیٰ اُن کی قلموں کو توڑ دے گا اور اُن کے دِلوں کو غبی کر دے گا۔'' (اعجاز احمدی۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۴۸)

۳۔ ''اعجاز المسیح'' وغیرہ

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

تیرھویں دلیل:۔ نبی ہی غالب آتے ہیں۔

''میں نے یہ باتیں تم سے اس لیے کہیں کہ تم مجھ میں اطمینان پاؤ۔ دنیا میں مصیبت اٹھاتے ہو لیکن خاطر جمع رکھو میں دنیا پر غالب آیا ہوں۔'' (یوحنا ۳۳/ ۱۶) نیز ا۔ یوحنا ۴/ ۵۔ قرآن مجید میں بھی ہے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ (المجادلة: ۲۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''ٹھٹھا کرو جس قدر چاہو، گالیاں دو جس قدر چاہو اور ایذا اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو جس قدر چاہو اور میرے استیصال کے لئے ہر ایک قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو جس قدر چاہو پھر یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دکھلا دے گا کہ اُس کا ہاتھ غالب ہے'' (اربعین نمبر۳۔روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۰۳،۴۰۴)

چودھویں دلیل:۔ انبیاء کی جماعتیں تدریجاً ترقی کرتی ہیں۔ ''دیکھو جہان اس کا پیرو ہو چلا۔'' (یوحنا ۱۲/۱۹) جماعت احمدیہ کی تدریجی ترقی کو دیکھو۔

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر عیسائیوں کے اعتراضات

پہلا اعتراض:۔ مسیح ناصری نے آسمان سے آنا تھا۔ مرزا صاحب مسیح کیسے ہو سکتے ہیں؟

الجواب نمبر۱:۔ یہ کہنا کہ مسیح ناصری خود آئے گا غلط ہے۔ خود مسیح نے کہہ دیا ہے کہ میں اب واپس دنیا میں نہیں آؤں گا بلکہ جو کوئی آئے گا ''میرے نام پر'' آئے گا۔ دیکھو یوحنا ۱۶/۱۰۔ ''میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔'' متی ۲۳/۳۹ میں ہے۔ ''اب سے مجھے پھر ہرگز نہ دیکھو گے جب تک نہ کہو گے کہ مبارک وہ جو خداوند کے نام پر آتا ہے۔'' (متی ۲۳/۳۹)

جواب نمبر۲:۔ جس طرح یوحنا ایلیاہ ہو سکتا ہے۔ حضرت مرزا صاحبؑ بھی مسیح ہو سکتے ہیں۔

توریت میں ہے:۔ ''ایلیاہ رتھ سمیت آسمان پر چڑھ گیا۔'' (۲۔سلاطین ۲/۱۱) پھر لکھا ہے:۔ ''ایلیاہ دوبارہ دنیا میں آئے گا۔'' (ملاکی ۴/۵)

مگر وہ آسمان سے نازل نہ ہوا۔ یسوع نے یوحنا کو جو پیدا ہوا تھا ''ایلیاہ'' قرار دیا۔ (متی ۱۱/۱۴) اسی طرح آج تم کہتے ہو کہ مسیح آسمان سے آئے گا۔

جواب نمبر۳:۔ انجیل سے ثابت ہے کہ مسیح موعود پیدا ہوگا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب ابنِ آدم (یسوع) نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا۔ (متی ۱۹/۲۸)

دوسرا اعتراض:۔ مسیح تو جلال کے ساتھ آسمان سے اترے گا اور سب لوگ اس پر ایمان لے آویں گے۔

الجواب:۔ غلط ہے۔ (الف) یسوع نے تو صاف کہا ہے:۔ ''لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آ چکا۔ انہوں نے اس کو نہ پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی ان کے ہاتھ سے دُکھ اٹھائے گا۔'' (متی ۱۷/۱۲) گویا جس طرح انہوں نے ایلیاہ کو جو آنے والا تھا ''یوحنا'' کی شکل میں نہ پہچانا اور اس کی تکذیب کی۔ اسی طرح مسیح موعود کی بھی تکذیب کریں گے اور وہی پرانا اعتراض پیش کریں گے کہ اس نے آسمان سے نازل ہونا تھا۔

(ب) پھر یسوع کہتا ہے:۔ کہ خدا کی بادشاہت ظاہری طور پر نہ آئے گی۔ (لوقا ۱۷/۲۰)

لہذا آسمان سے جلال کے ساتھ نازل ہونا چہ معنی دارد۔

(ج) مسیح کی آمد چور کی طرح ہوگی۔ (۲۔پطرس ۳/۱۰ وا۔ تھسلنیکیوں ۵/۲ ولوقا ۱۲/۳۹ ومتی ۲۴/۴۳)

چور رات کو چھپ کر اور لباس بدل کر آتا ہے یا جلال کے ساتھ اپنی اصلی شکل میں۔ اسی طرح مسیح نے بھی بھیس بدل کر اپنے مثیل کے رنگ میں آنا تھا مگر تم نے اس کے کلام کو نہ سمجھا۔

تیسرا اعتراض:۔ مسیح نے کہا:۔ بہت سے جھوٹے مسیح آئیں گے تم ان پر ایمان نہ لانا۔ مرزا صاحب بھی انہیں میں سے ہیں۔ خواہ کتنے نشان دکھائیں ہم نہیں مانیں گے۔

الجواب:۔ یسوع نے جن جھوٹے مدعیان مسیحیت و نبوت کا ذکر کیا ہے وہ وہی ہیں جو یسوع کو ''خداوند'' کہتے ہیں اور اس کے نام سے بدروحوں کو نکالنے کے اور اس کے فیض اور اسی کی برکت سے مسیحیت کے مدعی ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

''جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو۔ جو تمہارے پاس بھیڑوں کے لباس میں آتے ہیں مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیے ہیں۔ ان کے پھلوں سے تم انہیں پہچان لو گے...... جو مجھ سے اے خداوند! اے خداوند! کہتے ہیں اس دن بہتیرے مجھ سے کہیں گے اے خداوند، اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی؟ اور تیرے نام سے بدروحوں کو نہیں نکالا۔ اور تیرے نام سے بہت سے معجزے نہیں دکھائے۔'' (متی ۷/۱۵ تا ۲۲) گویا وہ جھوٹے نبی (۱) بُرے پھلوں والے (۲) یسوع کو خداوند کہنے والے (۳) اسی کی برکت سے سب کچھ کرنے والے ہوں گے۔ مرزا صاحب میں یہ تینوں باتیں نہیں پائی جاتیں۔ آپ تو یسوع کی الوہیت کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ آپ نے تحفہ قیصریہ میں مسیح کے نام سے آنے والا اپنے آپ کو کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مسیح موعود ہیں۔ اصل مسیح چونکہ فوت ہو گیا ہے اس لیے آنے والا مثیل مسیح حضور علیہ السلام ہی کا وجود باجود ہے۔ ورنہ آپ نے یسوع کے فیض سے نبوت پانے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ ہاں یسوع کی عبارت مندرجہ متی ۷/۱۸ میں ڈوئی جیسے عیسائی مدعیانِ مسیحیت و نبوت شامل ہیں جو الوہیتِ مسیح کے قائل اور اسی کے نام سے سب کچھ کرنے کے مدعی ہیں۔ (مثلاً تھیوداس اور یہوداہ گلیلی دیکھو اعمال ۵/۳۶، ۳۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اس پیشگوئی کو چسپاں کرنا سراسر ظلم ہے۔ آپ کی اولاد اور جماعت کو دیکھو۔

چوتھا اعتراض:۔ مَری پڑنا۔ لڑائیوں کا ہونا۔ بھونچال آنا۔ چاند سورج کا تاریک ہونا

وغیرہ۔ یہ نشان تو مسیح کی آمد ثانی کے پہلے ہونے ہیں نہ کہ اس کی آمد کے بعد۔

الجواب:۔ یہ عقلاً غلط ہے۔ سزا ہمیشہ قانون کی خلاف ورزی کے بعد ہوتی ہے نہ کہ اس سے قبل؟ دنیا میں عالمگیر عذاب ہمیشہ نبی کی بعثت اور اس کی تکذیب کے بعد ہی آیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل: ۱۶) اور یہی بات آپ کی توریت میں بھی لکھی ہے۔ ''اور یہ ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت میں سے نیست و نابود ہو جائے گا۔'' (استثنا ۱۸/۱۹ و اعمال ۳/۲۳)

لہٰذا آپ کی انجیل کے کاتب نے اتنی غلطی کی ہے کہ پیچھے واقع ہونے والی بات کو پہلے لکھ دیا۔ پس کاتب کا قلم باطل ہے۔ (یرمیاہ: ۸/۸)

اور انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کی آمد اچانک ہوگی اور اس کا اس سے قبل کسی کو علم نہ ہوگا۔ پس اس سے پہلے بیماریاں پڑنا غلط ثابت ہوا۔ (متی ۳۲ تا ۲۴/۴۳ مرقس ۳۲ تا ۱۳/۳۷)

پانچواں اعتراض:۔ مرزا صاحب کو ان کے گھر میں قبولیت نہ ہوئی۔ قادیان میں بھی سب لوگ احمدی نہیں ہوئے۔ پنجاب اور ہندوستان نے ان کو قبول نہیں کیا۔

الجواب:۔ یہ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کی دلیل ہے نہ کہ کذب کی۔ خود یسوع کہتا ہے:۔

(الف) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ کوئی نبی اپنے وطن میں مقبول نہیں ہوتا۔ (لوقا ۴/۲۴)

(ب) نبی اپنے وطن اور اپنے گھر کے سوا کہیں بے عزت نہیں ہوتا۔ (متی ۱۳/۵۷)

(ج) یہی تو مسیح ناصری کی پیشگوئی تھی کہ مسیح کی آمد ثانی کے وقت اس کی تکذیب ہوگی اور لوگ اسے نہیں مانیں گے۔

۱۔ ''لیکن پہلے ضرور ہے کہ بہت دُکھ اٹھائے اور اس زمانہ کے لوگ اسے رد کریں......ابنِ آدم کے ظاہر ہونے کے دن بھی ایسا ہی ہوگا۔'' (لوقا ۱۷/۲۵)

۲۔ ''لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آچکا اور انہوں نے اس کو نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی ان کے ہاتھ سے دُکھ اٹھائے گا۔'' (متی ۱۷/۱۲)

(د) نئے عہد نامے میں صاف لفظوں میں موجود ہے کہ تکذیب ہونا اور دکھ پہنچنا سچے نبیوں کی علامت ہے۔ ملاحظہ ہو۔ یعقوب ۵/۱۰۔ ''جن نبیوں نے خداوند کے نام سے کلام کیا ان کو دُکھ اٹھانے اور صبر کرنے کا نمونہ سمجھو......تم نے ایوب کے صبر کا حال تو سنا ہی ہے۔''

چھٹا اعتراض:۔ مرزا صاحب کی پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں۔ محمدی بیگم وغیرہ۔

الجواب:۔ محمدی بیگم وغیرہ پیشگوئیاں تفصیل سے دوسری جگہ درج ہیں۔ یہ سب پیشگوئیاں انذاری تھیں اور پوری ہوئیں لیکن تمہاری بائبل سے ثابت ہے کہ انذاری پیشگوئیاں ٹل جایا کرتی ہیں۔ یونس نبی کی چالیس یومی پیشگوئی دیکھو یوناہ باب ۳ آیت ۴۔ اسی طرح اپنے پولوس رسول کی پیشگوئی دیکھو اعمال ۱۰ تا ۲/۲۵

پہلے کہا:۔ ''اس سفر میں بہت تکلیف اور نقصان ہوگا۔ نہ صرف مال اور جہاز کا بلکہ ہماری جانوں کا بھی۔'' (اعمال ۲۷/۱۰) لیکن بعد میں کہا۔ خاطر جمع رکھو کیونکہ تم میں سے کسی کی جان کا نقصان نہ ہوگا مگر جہاز کا...... ان سب کی خدا نے تیری خاطر جان بخشی کی۔ (اعمال ۲۲ تا ۲۷/۲۴)

یسوع کی پیشگوئیوں کا حال مضمون ''قرآنی مسیح و انجیلی یسوع'' میں مذکور ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۲۸۔

تم یسوع کی ایک پیشگوئی انجیل سے سچی ثابت کردو ہم اسکے مقابلہ میں حضرت مرزا صاحبؑ کی دو پیش کریں گے۔ آؤ میدان میں نکل کر مقابلہ کرو۔ دیدہ باید

جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کو انعامی چیلنج بھی دیا مگر کسی عیسائی کو مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حضرت علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

''میرا یہ بھی دعویٰ ہے کہ یسوع کی پیشگوئیوں کی نسبت میری پیشگوئیاں اور میرے نشان زیادہ ثابت ہیں۔ اگر کوئی پادری میری پیشگوئیوں اور میرے نشانوں کی نسبت یسوع کی پیشگوئیاں اور نشان ثبوت کے رو سے قوی تر دکھلا سکے تو میں اسکو ایک ہزار روپیہ نقد دونگا''

(اشتہار مشمولہ رسالہ انجام آتھم و تبلیغ رسالت جلد ۶۔ ص ۱۷)

ساتواں اعتراض:۔ مرزا صاحب کی وفات کے بعد ان کی جماعت میں اختلاف پھیل گیا۔

الجواب:۔ ذرا انجیل پڑھو۔ یسوع کی وفات کے تھوڑا ہی عرصہ بعد پولوس کرنتھیوں کو یوں مخاطب کرتا ہے:۔ ''اے بھائیو!...... تم میں جھگڑے ہو رہے ہیں۔'' (۱۔کرنتھیوں ۱/۱۱)

''تم میں بڑا نقص یہ ہے کہ آپس میں مقدمہ بازی کرتے ہو۔'' (۱۔کرنتھیوں ۶/۷)

آٹھواں اعتراض:۔ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو مریم قرار دیا۔ وہ عورت کس طرح بن گئے؟

الجواب:۔ انجیل پڑھو۔ پولوس عیسائیوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

ا۔ ''میں نے ایک ہی شوہر کے ساتھ تمہاری نسبت کی ہے تاکہ پاکدامن کنواری کی مانند تم کو

مسیح کے پاس حاضر کروں۔" (۲ کرنتھیوں ۱۱/۲)

گویا عیسائی یسوع کی بیویاں ہیں۔

۲۔"میں تجھے دلہن کے برّے کی بیوی دکھاؤں۔" (مکاشفہ ۲۱/۹) اس میں یسوع کے بارہ شاگردوں کو یسوع کی بیویاں قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ یسوع نے اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا ہے۔ یہ ہے میری ماں۔ (لوقا ۸/۲۱)

نواں اعتراض:۔ مرزا صاحب نے اپنے متعلق حمل، حیض، دردِزہ وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں جو مردوں کے لیے جائز نہیں۔

الجواب:۔ یہ سب استعارات ہیں (ان کی تشریح غیر احمدی علماء کے اعتراضات کے جوابات میں دیکھو) یہاں پر مختصر طور پر ذرا انجیل کے مندرجہ ذیل مقامات پڑھ لو:۔

ا۔ پولوس عیسائیوں کو کہتا ہے:۔"کاش تم میری تھوڑی سی بیوقوفی برداشت کر سکتے۔ ہاں تم میری برداشت کرتے تو ہو۔ مجھے تمہاری بابت خدا کی سی غیرت ہے کیونکہ میں نے ایک ہی شوہر کے ساتھ تمہاری نسبت کی ہے تا کہ تم کو پاکدامن کنواری کی مانند مسیح کے پاس حاضر کروں۔" (۲ کرنتھیوں ۱۱/۲،۱)

گویا تمام عیسائی کنواری عورتیں تھیں اور پولوس نے ان کی شادی مسیح سے کر دی۔

نوٹ:۔ اس عبارت میں پولوس نے اپنی بیوقوفی کا ذکر کیا ہے اور رومیوں ۷/۲۴ میں اپنے آپ کو کمبخت آدمی بھی قرار دیا ہے۔

"پھر خواہش حاملہ ہو کر گناہ کو جنتی ہے۔" (یعقوب ۱/۱۵)

۲۔ پطرس عیسائیوں سے کہتا ہے:۔"تم فانی تخم سے نہیں بلکہ تم غیر فانی سے خدا کے کلام کے وسیلے سے نئے سرے سے پیدا ہوئے ہو۔" (ا۔پطرس ۱/۲۳)

۳۔"جس طرح کہ پیٹ والی عورت جس کے جننے کا وقت نزدیک ہو درد دکھاتی ہے اور اس پیڑ سے جو اسے لگی چیخیں مارتی ہے۔ اے خداوند ہم تیری نگاہ میں ویسے ہی ہیں۔ ہم حاملہ ہوئے۔ ہمیں دردزہ لگا۔ پر گویا ہوا جنے۔" (یسعیاہ ۲۶/۱۸،۱۷) یہ "ہوا جنے" کا محاورہ قابل غور ہے۔

۴۔"یروشلم ان کے درمیان حائض عورت کی طرح ہے۔" (یرمیاہ کا نوحہ ۱/۱۷،۷ پرانا عہدنامہ)

۵۔"اری اے بانجھ تو جو نہیں جنتی خوشی سے للکار...... کیونکہ تیرا خالق تیرا شوہر ہے۔"

(یسعیاہ ۱ تا ۵/۵۴)

۶۔بنی اسرائیل کو کہا ہے۔’’تمہارے پیٹ میں کوڑے کا حمل ہوگا تم گرگٹ جنو گے۔‘‘ (یسعیاہ۱۱/۳۳)

۷۔خدا کی ’’بیویوں‘‘ کے پستان وغیرہ:۔

’’خداوند کا کلام مجھے پہنچا اوراس نے کہا کہ اے آدم زاد! دوعورتیں تھیں۔ جوایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئیں۔انہوں نے مصر میں زنا کاری کی۔ وہ اپنی جوانی میں یار باز ہوئیں۔ وہاں ان کی چھاتیاں ملی گئیں اور وہاں ان کے بکر کے پستان چھوئے گئے۔ان میں سے بڑی کا نام آہولہ اوراس کی بہن آہولیبہ۔اور وہ میری جوروئیں ہوئیں اور بیٹے بیٹیاں جنیں۔‘‘ (حزقی ایل ا تا ۵/ ۲۳)

۸۔مذکورہ بالا آہولیبہ کا حال سنو:۔

’’تب اس کی زنا کاری عام ہوئی اوراس کی برہنگی بے ستر ہوئی۔تب جیسا میرا جی اس کی بہن سے ہٹ گیا تھا ویسا ہی میرا دل اس سے بھی ہٹا۔تس پر بھی اس نے اپنی جوانی کے دنوں کو یاد کر کے جب وہ مصر کی زمین میں چھنالہ کرتی تھی زنا کاری پر زنا کاری کی۔سو وہ اپنے ان یاروں پر مرنے لگی جن کا بدن گدھوں کا سا بدن اور جن کا انزال گھوڑوں کا سا انزال تھا۔‘‘ (حزقیل ۱۸ تا ۲۰/ ۲۳)

۹۔’’جس طرح جوان مرد ایک کنواری کو بیاہ لاتا ہے اسی طرح وہ جو تجھ (یروشلم) کو تعمیر کرتے تجھے بیاہ لے جائیں گے اور جس طرح دولہا دلہن پر ریجھتا ہے۔اسی طرح تیرا خدا تجھ پر ریجھے گا۔‘‘ (یسعیاہ ۵/۶۲)

۱۰۔’’خداوند یوں فرماتا ہے کہ تیری ماں کا طلاق نامہ جسے لکھ کر میں نے اسے چھوڑ دیا کہاں ہے؟......تمہاری خطاؤں کے باعث تمہاری ماں کو طلاق دی گئی۔‘‘ (یسعیاہ ۱/ ۵۰)

۱۱۔خداوند نے مجھ سے کہا کیا تو نے دیکھا ہے کہ برگشتہ اسرائیل نے کیا کیا ہے؟ وہ ہر ایک اونچے پہاڑ پر اور ہر ایک ہرے درخت کے تلے گئی اور وہاں زنا کاری کی اور جب وہ سب کچھ کر چکی تو میں نے کہا کہ میری طرف آ۔ پر وہ نہ پھری۔اوراس کی بے وفا بہن یہوداہ نے یہ حال دیکھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ جب اسی باعث سے کہ اس نے زنا کاری کی تھی۔ میں نے برگشتہ اسرائیل کو نکالا اوراسے طلاق نامہ لکھدیا۔باوجود اس کے اس کی بے وفا بہن یہوداہ نہ ڈری۔ بلکہ اس نے بھی جا کے چھنالہ کیا اور ایسا ہوا کہ اس نے اپنے چھنالے کی بُرائی سے زمین کو ناپاک کیا اور پتھر اور لکڑی کے ساتھ زنا کاری کی۔‘‘ (یرمیاہ ۶ تا ۹/ ۳)

۱۲۔زیادہ تفصیل سے یروشلم (خدا کی بیوی) کی زنا کاری کا حال ملاحظہ ہو۔

(حزقی ایل باب ۱۶ آیت ا تا ۶۳)

۱۳۔اور خداوند فرماتا ہے کہ از بسکہ صیہون کی بیٹیاں شوخ ہیں اور گردن کشی اور شوخ چشمی سے خراماں ہوتی ہیں اور اپنے پاؤں سے نِت ناز رفتاری کرتی اور گھنگھر و بجاتی جاتی ہیں اس لیے خداوند صیہون کی بیٹیوں کی چاندیوں کو گنجی کرے گا اور خداوند ان کے اندام نہانی کو اکھاڑے گا۔''

(یسعیاہ ۱۶،۱۷/۳)

۱۴۔''خداوند نے یہوداہ کی کنواری بیٹی کو کولھو میں لتاڑا۔'' (یرمیاہ کا نوحہ باب پہلا آیت ۱۵)

۱۵۔پولوس کہتا ہے۔''کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ ساری مخلوقات مل کر اب تک کراہتی ہے اور دردِ زہ میں پڑی تڑپتی ہے۔اور نہ فقط وہی بلکہ ہم بھی آپ اپنے باطن میں کراہ رہے ہیں۔'' (رومیوں ۲۲۔۸/۲۳)

۱۶۔''اے میرے بچو! تمہاری طرف سے مجھے پھر جننے کے سے درد لگے۔'' (گلتیوں ۴/۱۹)

۱۷۔خدا کو دردِ زہ:۔میں بہت مدت سے چپ رہا اور آپ کو دیکھتا رہا۔پر اب میں اس عورت کی طرح جس کو دردِ زہ ہو چلاؤں گا۔ہانپوں گا اور زور زور سے ٹھنڈی سانس بھی لوں گا۔''

(یسعیاہ ۴۲/۱۴)

دسواں اعتراض:۔ مرزا صاحب نے بعض کتابوں کے حوالے غلط دیئے ہیں۔

الجواب:۔ ہم حضرت مرزا صاحب کی کتابوں کو سہوِ کتابت اور سبقت قلم سے پاک نہیں سمجھتے۔خصوصاً جب کہ ہم آپ کو نبی مانتے ہیں مگر ذرا اپنے خداوند یسوع کا بتایا ہوا حوالہ کہ داؤد نے ابیاتار سردار کاہن کے عہد میں اس کے گھر سے نذر کی روٹیاں کہیں بائیبل سے نکال دو۔نیز متی میں جو یہ لکھا ہے۔''تا کہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہوا کہ وہ ناصری کہلائے گا۔'' (متی ۲/۲۳) اس کا حوالہ بائبل سے نکال دو۔

تمہارے انجیلی ملہم کی دیانتداری کا یہ حال ہے کہ یسعیاہ ۷/۱۴ کی عبارت کنواری حاملہ ہوگی۔بچہ پیدا ہوگا اور وہ اس کا نام عمانوایل رکھے گی۔'' کو نقل کرتے ہوئے''کنواری حاملہ ہوگی اور بچہ جنے گی اور اس کا نام عمانوایل رکھیں گے۔'' کر دیا ہے۔محض اس لیے کہ تمہارے خداوند کا نام اس کی والدہ نے عمانوایل نہیں بلکہ یسوع رکھا تھا۔ ؏ کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

گیارہواں اعتراض:۔ مرزا صاحب کی عبداللہ آتھم والی پیشگوئی پوری نہ ہوئی؟

الجواب:۔ اس میں شرط تھی۔''۱۵۔ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا......بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے'' (جنگ مقدس۔روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۲۹۲)

اس کا ثبوت کہ وہ راجع الی الحق ہوا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انعامی اشتہارات ہیں۔آپ نے آتھم کو حلف مؤکد بعذاب اٹھانے کے لیے چار ہزار روپیہ تک انعامی چیلنج دیا مگر وہ میدان میں نہ آیا۔

عیسائی: اس کے لیے حلف اٹھانا ناجائز تھا (یعقوب ۵/۱۲ و متی ۵/۳۴) اس لئے مرزا صاحب کا مطالبہ حلف درست نہ تھا۔

جواب:۔ غلط ہے۔انجیل سے ثابت ہے کہ یسوع کے بعد اس کے شاگرد اور رسول قسمیں کھاتے رہے چنانچہ پولوس نے مسیح کی قسم بھی کھائی۔(ا۔تھسلنیکیوں ۵/۲۸،۲۷) (انجیلی اصطلاح میں خداوند سے مراد یسوع ہے)۔فخر کی قسم۔(ا۔کرنتھیوں ۱۶/۲۱)

اس لیے آتھم کا بہانہ شائستہ اعتناء نہ ہونے کے وجہ سے صداقت حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گواہ ہے۔

بارھواں اعتراض: مرزا صاحب کی آمد کی وجہ سے تمام مسلمان پاک نہیں ہو گئے مگر خداوند یسوع کے ''کفارہ'' پر ایمان لانے سے ہم پاک ہو گئے اور کفارہ نے گناہ کو جڑ سے کاٹ دیا۔

الجواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے خدا تعالیٰ کی سنّت قدیمہ کے مطابق جماعت احمدیہ کا جو ایک پاکبازوں کی جماعت ہے قیام ہوا۔کیا مسیح کی آمد پر تمام یہودی پاک ہو گئے تھے؟ ہاں یسوع کی زندگی میں صرف بارہ آدمی ظاہری طور پر پاک ہوئے تھے جن کی حالت کا نقشہ انجیل نے خوب کھینچا ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کے فضل سے مسیح سے لاکھوں گُنا کامیابی ہوئی۔

باقی رہا کفارہ سے گناہ کا جڑ سے کٹنا۔سو یہ بھی غلط ہے۔انجیل میں ہے کہ یسوع کے بعد خود عیسائیوں میں بدکاری موجود تھی۔چنانچہ پولوس رسول عیسائیوں کو مخاطب کر کے لکھتا ہے:۔''یہاں تک سننے میں آیا ہے کہ تم میں حرام کاری ہوتی ہے بلکہ ایسی حرام کاری جو غیر قوموں میں بھی نہیں ہوتی۔چنانچہ تم میں سے ایک شخص اپنے باپ کی بیوی کو رکھتا ہے اور تم افسوس تو کرتے نہیں تاکہ جس نے یہ کام کیا تم میں سے نکالا جائے بلکہ شیخیاں مارتے ہو۔'' (ا۔کرنتھیوں ۵/۱)

غرضیکہ موجودہ عیسائیوں اوران کی تبلیغ کی وہی کیفیت ہے جو مسیح نے ان الفاظ میں بیان کی ہے:۔

''اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ ایک کو مرید کرنے کے لئے تری اور خشکی کا

دورہ کرتے ہو اور جب وہ مرید ہو چکتا ہے تو اسے اپنے سے دونا جہنم کا فرزند بنا دیتے ہو۔'' (متی ۲۳/۱۵)

تیرھواں اعتراض:۔ مرزا صاحب کہتے ہیں ؎

کرمِ خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں　　　ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

گویا اپنے آپ کو انسان بھی نہیں سمجھتے چہ جائیکہ وہ مسیح ہوں۔

الجواب:۔ ذرا اپنی بائیبل کو پڑھو تا تمہیں معلوم ہو کہ تم جس قول کو بغرض تکذیب پیش کر رہے ہو وہی قول صداقت مسیح موعود علیہ السلام کا مؤید ہے۔

(الف)۔ داؤد کہتا ہے۔''پر میں کیڑا ہوں نہ انسان۔ آدمیوں کا ننگ ہوں اور قوم کی عار۔''

(۲۲ زبور آیت ٦)

(ب) تمہارا مسیح کہتا ہے۔''لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابنِ آدم کے لیے سر دھرنے کی جگہ نہیں۔'' (متی ۸/۲۰)

(ج) پولوس کہتا ہے:۔''ہائے میں کیسا کمبخت آدمی ہوں۔'' (رومیوں ۷/۲۴)

(د) کاش تم میری تھوڑی سی بیوقوفی کی برداشت کر سکتے۔'' (۲۔کرنتھیوں باب ۱۱۔آیت ۱)

(ھ) اس قسم کے الفاظ خدا کے نیک بندے اپنی نسبت بطور انکسار استعمال فرمایا کرتے ہیں۔ان کو حقیقت پر محمول کر کے ان پر ہنسی اڑانا شریف آدمیوں کا شیوہ نہیں۔حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

''میں نے حدیث شریف پڑھی ہے جس میں جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ زمانہ آخر میں مخلوق کا نیک گمان اس شخص کے متعلق ہوگا جو سب سے بدتر ہوگا اور وعظ بیان کرے گا۔چنانچہ میں نے اپنے آپ کو سب سے بدترین دیکھا۔اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سچا ہونے کی وجہ سے وعظ بیان کرتا ہوں۔''

(تذکرہ اولیاء حضرت خواجہ فریدالدین عطار صفحہ ۲۳۱ اشاعت اوّل اگست ۲۰۰۴ء ادارہ اسلامیات لاہور۔کراچی)

(و) حضرت داتا گنج اپنی کتاب ''کشف المحجوب'' میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ امام صاحب (امام جعفر صادقؒ) کے پاس آئے اور کہا۔اے رسولؐ کے بیٹے! مجھے کوئی نصیحت فرماؤ کیونکہ میرا دل سیاہ ہو گیا ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ اے ابا سلمان! آپ اپنے زمانہ کے زاہد ہیں۔آپ کو میری نصیحت کی کیا ضرورت ہے؟ داؤد طائیؒ نے فرمایا کہ اے

فرزند پیغمبرؐ! خداوند تعالیٰ نے آپ کو سب خلقت پر فضیلت دی ہے۔ آپ کو سب کے لیے نصیحت کرنا واجب ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا۔ اے ابا سلمان! میں ڈرتا ہوں کہ قیامت کو میرا جدّ بزرگوارؐ مجھے گرفت کرے کہ تو نے حق مطابعت ادا نہیں کیا اور یہ کام نسب سے صحیح اور نسبت سے قوی نہیں ہوتا...... داؤد طائی رونے لگے اور کہا اے خداوند عز وجل جس کا خمیر نبوت کے پانی سے ہے اور اس کی طبیعت کی ترکیب دلائل روشن سے ہے اور جس کا نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ماں بتول یعنی فاطمۃ الزہراؓ ہے اس کے سامنے داؤد کون ہوتا ہے جو اپنے معاملہ پر غرہ ہو۔ یہ بھی انہیں سے روایت ہے کہ ایک روز اپنے غلاموں میں بیٹھے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ آؤ ہم بیعت کریں یعنی عہد کریں کہ قیامت کے دن جو شخص ہم میں سے نجات پائے وہ سب کی شفاعت کرے۔ اوروں نے کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے! آپ کو ہماری شفاعت کی کیا پروا ہے کیونکہ آپ کے جدّ مبارک سب خلقت کے شفیع ہیں۔ امامؒ نے (امام جعفر صادقؒ نے) کہا کہ میں اپنے فعلوں کے ساتھ شرم رکھتا ہوں کہ دادا بزرگوار کو کس طرح مونہہ دکھاؤں اور یہ سب اپنے نفس کی عیب گیری ہے اور یہ صفت کامل صفتوں سے ہے اور سب بار یابِ جناب الٰہی کے انبیاء اور اولیاء اور رسول اسی صفت پر ہوئے ہیں۔'' (کشف المحجوب صفحہ ۱۹۱۔۱۹۰ ناشر کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور طبع اول جنوری ۱۹۷۹ء)

(ز) حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ دعا سکھائی گئی ہے:۔

(۱) قُلِ اللّٰھُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّنِیْ وَ اِنِّیْ ذَلِیْلٌ فَاَعِزَّنِیْ وَ اِنِّیْ فَقِیْرٌ فَارْزُقْنِیْ (مستدرک امام حاکمؒ بحوالہ جامع الصغیر امام سیوطی جلدا باب القاف مطبع مصطفیٰ مصر) یعنی یہ دعا کر کہ اے خدا! میں کمزور ہوں تو مجھے طاقت دے۔ میں ''ذلیل'' ہوں مجھے عزت اور غلبہ دے۔ میں فقیر ہوں تو مجھے رزق عطا فرما۔

۲۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَسْمَعُ کَلَامِیْ وَ تَرٰی مَکَانِیْ وَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَ عَلَانِیَتِیْ. لَا یَخْفٰی عَلَیْکَ شَیْءٌ مِّنْ اَمْرِیْ وَ اَنَا الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ...... وَ اَبْتَھِلُ اِلَیْکَ ابْتِھَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ وَ اَدْعُوْکَ دُعَآءَ الْخَائِفِ الضَّرِیْرِ مَنْ خَضَعَتْ لَکَ رَقَبَتُہٗ وَ فَاضَتْ لَکَ عَبْرَتُہٗ وَ ذَلَّ لَکَ جِسْمُہٗ وَ رَغِمَ لَکَ اَنْفُہٗ.

(طبرانی بحوالہ الجامع الصغیر للسیوطی جلدا باب الالف صفحہ ۵۷ مصری)

یعنی اے اللہ! تو میرے کلام کو سنتا اور میرے مکان کو دیکھتا ہے۔ تو میرے مخفی اور ظاہر کا علم

رکھتا ہے۔ میرے کام میں سے کوئی چیز تجھ سے چھپی ہوئی نہیں ہے اور میں مفلس اور محتاج ہوں ......اور میں تیرے سامنے ایک گنہگار ذلیل کی طرح گڑگڑاتا ہوں اور ایک ایسے خوفزدہ نابینا کی سی دعا کرتا ہوں جس کی گردن تیرے آگے جھکی ہوئی ہے اور اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور اس کا جسم تیرے آگے سجدہ ریز ہے اور تیرے سامنے اس کی ناک ذلیل اور شرمندہ ہے۔

اب یہ سب چونکہ خالق کے آگے مخلوق کی مناجات ہے اس لیے اس میں جتنا بھی زیادہ ابتہال اور انکسار اور تذلّل ہوگا اتنا ہی اس کا مقام بالا از اعتراض ہوگا۔ یہی صورت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کی ہے۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ شعر جس پر اعتراض کیا گیا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز وانکسار اور دعا کا حامل ہے جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا (بحوالہ زبور) اوپر درج ہو چکی ہے۔ بلکہ یہ کہنا بالکل درست ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کی یہ مناجات لفظاً لفظاً حضرت داؤدؑ کی دعا کا ترجمہ ہے۔ پس جو شخص اس پر اعتراض کرتا ہے یا اس پر تمسخر اڑاتا ہے وہ حد درجہ کا شقی اور مُتَفَنِّی انسان ہے اور اپنی بدفطرتی کے مظاہرہ کے سوا اور کچھ نہیں کرتا۔

(ح) حضرت اقدس علیہ السلام کا یہ قول محمول بہ انکسار ہے جیسا کہ خود حضورؑ فرماتے ہیں:۔

إِنَّ الْمُهَيْمِنَ لَا يُحِبُّ تَكَبُّرًا

مِنْ خَلْقِهِ الضُّعَفَاءِ دُوْدِ فَنَاءِ

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۷۱)

کہ خدا تعالیٰ اپنی مخلوق سے جو کہ ضعیف اور کیڑے ہیں تکبر پسند نہیں کرتا۔ اس میں حضورؑ نے تمام مخلوق کو کیڑے قرار دیا ہے اور تکبر سے اظہار نفرت فرمایا ہے۔ پھر فرماتے ہیں:۔

وَ مَا نَحْنُ اِلَّا كَالْفَتِيْلِ مَذَلَّةً

بِاَعْيُنِهِمْ بَلْ مِنْهُ اَدْنٰى وَ اَحْقَرُ

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۳۴)

کہ ہم اپنے مخالفوں کی نظر میں ایک ریشۂ خرما کی طرح ہیں بلکہ اس سے زیادہ حقیر اور ذلیل۔ پھر تحریر فرماتے ہیں:۔

''اس آیت میں ان نادان مؤحدوں کا ردّ ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کلی ثابت نہیں اور...... کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مجھ کو یونس بن متیؑ سے بھی زیادہ فضیلت دی جائے۔ یہ نادان نہیں سمجھتے کہ......وہ بطور انکسار اور تذلل ہے جو ہمیشہ ہمارے سیّد صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی۔ ہر ایک بات کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے اگر کوئی صالح اپنے خط میں احقر عباد اللہ لکھے تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ شخص درحقیقت تمام دنیا یہاں تک کہ بت پرستوں اور تمام فاسقوں سے بدتر ہے اور خود اقرار کرتا ہے کہ وہ احقر عباد اللہ ہے کس قدر نادانی اور شرارت نفس ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد۵ صفحہ۱۶۳)

قرآن کا مسیح اور انجیل کا یسوع

تحریرات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۱۔ ’’ہمیں پادریوں کے یسوع اور اس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی۔ انہوں نے ناحق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے کر ہمیں آمادہ کیا کہ ان کے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کریں چنانچہ اسی پلید نالائق فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زانی لکھا ہے اور اس کے علاوہ اور بہت گالیاں دی ہیں۔

(حاشیہ) اگر پادری اب بھی اپنی پالیسی بدل دیں اور عہد کرلیں کہ آئندہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نہیں نکالیں گے تو ہم بھی عہد کریں گے کہ آئندہ نرم الفاظ کے ساتھ ان سے گفتگو ہوگی ورنہ جو کچھ کہیں گے اس کا جواب سنیں گے۔‘‘

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۹۲،۲۹۳ بقیہ حاشیہ)

۲۔ ’’مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹمار رکھا اور آنے والے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے۔‘‘

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۹۳ بقیہ حاشیہ)

۳۔ ’’ہم اس بات کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک اور راستباز نبی مانیں اور اُن کی نبوت پر ایمان لاویں۔ سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے جو اُن کی شان بزرگ کے برخلاف ہو اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ دھوکہ کھانے والا اور جھوٹا ہے۔‘‘

(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۲۸ و تبلیغ رسالت مجموعہ اشتہارات جلد ۷ صفحہ ۷۷)

۴۔ ’’مَیں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حسین جیسے یا حضرت عیسیٰ جیسے راستباز پر بدزبانی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا اور وعید مَنْ عَادَا وَلِیًّالِی دست بدست اُس کو پکڑ لیتا ہے۔‘‘

(اعجاز احمدی۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۴۹)

۵۔ ’’موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں مَیں مسیح موعود ہوں سو میں اس کی عزت کرتا ہوں جس کا ہم نام ہوں اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔‘‘

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۷، ۱۸)

۶۔ ’’جس حالت میں مجھے دعویٰ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مجھے مشابہت ہے تو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ میں اگر نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برا کہتا تو اپنی مشابہت ان سے کیوں بتلاتا؟ کیونکہ اس سے تو خود میرا برا ہونا لازم آتا ہے۔‘‘

(اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۲۵۷ حاشیہ طبع باردوم و تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۷۰ حاشیہ)

۷۔ ’’ہمارا جھگڑا اس یسوع کے ساتھ ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے نہ اس برگزیدہ نبی کے ساتھ جس کا ذکر قرآن کی وحی نے مع تمام لوازم کے کیا ہے‘‘۔

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۳۲ و مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۳۹ طبع باردوم)

۸۔ ’’هٰذَا مَا كَتَبْنَا مِنَ الْاَنَاجِيْلِ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِلْزَامِ. وَ اِنَّا نُكْرِمُ الْمَسِيْحَ وَ نَعْلَمُ اِنَّهُ كَانَ تَقِيًّا وَ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ الْكِرَامِ.‘‘

(البلاغ (ترغیب المومنین) رحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۴۵۱ حاشیہ)

۹۔ ’’ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کی شان مقدس کا بہر حال لحاظ ہے اور صرف (پادری) فتح مسیح کے سخت الفاظ کے عوض ایک فرضی مسیح کا بالمقابل ذکر کیا گیا ہے۔ اور وہ بھی سخت مجبوری سے کیونکہ اس نادان (پادری فتح مسیح) نے نہایت ہی شدت سے گالیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالی ہیں۔ اور ہمارا دل کھایا ہے‘‘۔ (نورالقرآن نمبر ۲ (رسالہ فتح مسیح) روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۳۷۶)

۱۰۔ ’’ہم اس سچے مسیح کو مقدس اور بزرگ اور پاک جانتے اور مانتے ہیں جس نے نہ خدائی کا دعویٰ کیا نہ بیٹا ہونے کا۔ اور جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبر دی اور ان پر ایمان لایا۔‘‘

(نورالقرآن نمبر ۲ (رسالہ فتح مسیح) روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۳۹۵)

۱۱۔ ’’اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ نیک انسان تھا اور نبی تھا مگر اسے خدا کہنا کفر ہے۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۹)

(تبلیغ رسالت جلد ۲ صفحہ ۱۱ و مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۹ طبع باردوم)

۱۲۔ ’’قرآن شریف میں فقط اس مسیح کے معجزات کی تصدیق ہے جس نے کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ کیونکہ مسیح کئی ہوئے ہیں۔‘‘

(ایک عیسائی کے تین سوال اوران کے جوابات (تصدیق النبیؐ) روحانی خزائن جلد۴ صفحہ ۴۶۴ حاشیہ)

نیز دیکھو(رسالہ آریہ دھرم ٹائٹل پیج آخری صفحہ وحقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۷۴ و جنگ مقدس صفحہ ۵۰ وانوارالاسلام صفحہ ۳۴)

غیراحمدی علماء کی تحریرات

۱۔ جناب مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی اپنی کتاب ازالۃ الاوہام صفحہ ۳۷۰ میں فرماتے ہیں:

’’ہمراہ جناب مسیح بسیار زناں ہمراہ مے گشتند و مال خود مے خوارنیدند و زنان فاحشہ پایہا آنجناب رامے بوسیدند و آنجناب مرتا و مریم را دوست مے داشت و خود شراب برائے نوشیدن دیگر کساں عطامے فرمودند۔‘‘

۲۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ دیوبند لکھتے ہیں:۔

’’یہ نصاریٰ جو دعویٰ محبت حضرت عیسیٰ سے کرتے ہیں تو حقیقت میں ان سے محبت نہیں کرتے کیونکہ دار و مدار ان کی محبت کا خدا کے بیٹے ہونے پر ہے۔ سو یہ بات حضرت عیسیٰ میں تو معدوم، البتہ ان کے خیال میں تھی۔ اپنی خیالی تصویر کو پوجتے ہیں اور اس سے محبت رکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خداوند کریم نے ان کی واسطہ داری سے برطرف رکھا ہے۔‘‘

(ہدایۃ الشیعہ صفحہ ۳۲۵، ۳۲۶ از مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی۔ ادارۃ تالیفات اشرفیہ ملتان)

۳۔ جناب مولوی آل حسن صاحب فرماتے ہیں:۔

’’حضرت عیسیٰ کا معجزہ احیاء موتی کا بعض بھان متی کرتے پھرتے ہیں کہ ایک آدمی کا سر کاٹ ڈالا بعد اس کے سب کے سامنے دھڑ سے ملا کر کہا اٹھ کھڑا ہو۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔‘‘

(استفسار صفحہ ۳۳۶ از مولوی رحمت اللہ مہاجر مکی بر حاشیہ ازالۃ الاوہام)

۴۔ ’’اشعیا اور ارمیاہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی بہت سی غیب گوئیاں قوائد رمل و نجوم سے بخوبی نکل سکتی ہیں۔ بلکہ اس سے بہتر۔‘‘ (استفسار صفحہ ۳۳۶ مصنفہ مولوی رحمت اللہ مہاجر مکی بر حاشیہ ازالۃ الاوہام)

۵۔ ’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کو حد سے زیادہ جو گالیاں دیں۔ تو ظلم کیا۔‘‘

(استفسار صفحہ ۴۱۹ مصنفہ مولوی رحمت اللہ مہاجر مکی بر حاشیہ ازالۃ الاوھام)

حضرت مسیح علیہ السلام اور یسوع کے دو حلیے

موجودہ انجیل نے یسوع کی ایسی گندی تصویر کھینچی ہے کہ اسے دیکھ کر کوئی منصف مزاج انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ خدا کے اس برگزیدہ نبی کی تصویر ہے جسے قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسیح ابن مریم کے نام سے موسوم کیا ہے۔

۱۔نسب نامہ

قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نسب نامہ کو بالکل پاک اور مطہر قرار دیتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے: مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا (مریم:۲۹) مگر انجیل کے یسوع کا نسب نامہ سخت ناپاک اور گندہ ہے۔ چنانچہ انجیل متی ۱/۱ میں ''یسوع کا نسب نامہ'' کے عنوان کے نیچے تین عورتوں تامار، راحاب اور ریاہ کی بیوی (بنت سبع) کا ذکر ہے (متی باب ۱ آیت ۲، ۵، ۷) اور تورات میں لکھا ہے کہ یہ تینوں بدکار اور زنا کار عورتیں تھیں۔ ملاحظہ ہو:

راحاب فاحشہ تھی۔ (یشوع ۲/۱)

تامار نے اپنے خسر سے زنا کیا۔ (پیدائش ۳۸/۱۶)

بنت سبع زوجہ اوریاہ نے (نعوذ باللہ) داؤد سے زنا کیا۔ (۲۔سموئیل ۱۱/۲)

تورات میں ہے:۔ بدکاروں کی نسل کبھی نام آور نہ ہوگی۔ (یسعیاہ ۱۴/۲۰)

''حرامی بچہ دس پشت تک خدا کی بادشاہت میں داخل نہ ہوگا۔'' (استثنا ۲۳/۱)

۲۔مریم کا صدیقہ ہونا

قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو صدیقہ قرار دیا ہے۔ فرمایا:۔ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ (المائدۃ:۷۶) نیز فرمایا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا (التحریم : ۱۳) گویا وہ حضرت عیسیٰ پر کامل طور پر ایمان لائی اور خدا کی باتوں پر کماحقہٗ عمل کرتی تھی۔

مگر انجیلی یسوع کے متعلق انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ماں اس پر ایمان نہ لائی تھی۔ چنانچہ متی ۴۶ تا ۵۰/۱۲ و مرقس ۳۱ تا ۳۵/۳ میں ہے کہ اس کی ماں اور اس کے بھائی جب یسوع کو ملنے آئے تو وہ اپنے شاگردوں میں کھڑا تھا۔ کسی نے جب اس کو بتایا کہ تیری ماں اور تیرے بھائی تجھ سے ملنا

چاہتے ہیں۔تو اس نے جواب دیا۔''کون ہے میری ماں؟اور کون ہیں میرے بھائی؟اپنے شاگردوں کی طرف منہ کر کے کہا: میری ماں اور میرے بھائی تو یہ ہیں جو خدا کا کلام سنتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔'' (لوقا ۸/۲۱) گویا اس کی ماں اور اس کے بھائی خدا کے کلام کو سنتے اور اس پر عمل نہ کرتے تھے۔ کیونکہ اگر وہ واقعی خدا کی مرضی پر چلنے والی اور اس کی باتوں پر عمل کرنے والی ہوتی تو وہ یسوع کے بیان کردہ معنوں کی رو سے اس کی روحانی ماں بھی ٹھہرتی ہے۔تو اس صورت میں یسوع پر اس کی دونی عزت لازم آتی مگر اس کا''کون ہے میری ماں'' کہنا اور پھر ماں کے معنے بیان کر کے اپنے شاگردوں کو اس میں شامل کرنا اور جسمانی ماں کو اس سے باہر نکالنا صاف طور پر ثابت کرتا ہے کہ اس کی ماں اس پر ایمان نہ لائی۔لہٰذا انجیلی یسوع اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ کا مصداق نہ رہا۔

مندرجہ بالا استدلال انجیل کی اس عبارت سے اور زیادہ قوی ہوجاتا ہے کیونکہ اس کے بھائی بھی اس پر ایمان نہ لائے تھے۔(یوحنا ۵/۷) کیا کوئی عیسائی موجودہ انجیل میں سے کوئی ایک ہی حوالہ ایسا پیش کرسکتا ہے کہ جس میں یہ لکھا ہو کہ یسوع کی ماں مریم یسوع پر ایمان لائی تھی؟ ہرگز نہیں۔

۳۔ماں سے بدسلوکی

قرآن مجید نے اپنے مسیح علیہ السلام کو بَرًّا بِوَالِدَتِیْ (مریم: ۳۳) قرار دیا ہے اور یوں بھی فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ (بنی اسرائیل: ۲۴) کے عام حکم سے انبیاء علیہم السلام کا استثنا نہیں۔لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے کامل طور پر وفادار تھے اور اس سے انتہائی طور پر نیک سلوک کرتے تھے مگر انجیل کا یسوع اپنی ماں کو''کون ہے میری ماں!'' (متی ۱۲/۴۶ و مرقس ۳/۳۳) ''اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام'' (یوحنا ۲/۴) کے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔گویا اپنے آپ کو اس سے کلی طور پر مستغنی اور بے تعلق قرار دیتا ہے اور اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ایسا آدمی تو یسوع کے فتوے کے مطابق واجب القتل ہے۔ (متی ۱۵/۴ و رومیوں ۱/۳۲) لہٰذا وہ بَرًّا بِوَالِدَتِیْ (مریم: ۳۳) کا مصداق نہ رہا۔

۴۔پاک انسان ہونا

قرآن مجید نے اپنے مسیح علیہ السلام کے متعلق اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (البقرۃ: ۲۵۴) فرمایا ہے گویا وہ بہت پاک اور مقدس انسان تھے۔جس طرح کہ خدا تعالیٰ کے تمام انبیاء ہوتے ہیں مگر انجیل کا یسوع انجیل کے رو سے ایک پاک کریکٹر کا انسان ثابت نہیں ہوتا۔

۵۔ایک بدکار عورت سے محبت

(الف) اس کے پاؤں پر ایک بدچلن عورت نے عطر ڈالا۔(لوقا ۷/۳۷)

(ب)عطر ڈالنے والی بدچلن عورت کا نام مریم تھا۔ جو مرتھا اور لعزر کی بہن تھی۔

(یوحنا۔۳/۱۱ و ۳،۲/۱۲)

(ج) یسوع اس بدچلن عورت سے محبت رکھتا تھا۔(یوحنا ۱۱/۵)

(د)اس بدچلن عورت کو بھی یسوع سے محبت تھی۔(لوقا ۷/۴۷)

(ر)وہ بدچلن عورت روئی تو یسوع بھی گھبرا کر رونے لگا۔(یوحنا ۱۱/۳۵)

(و)یسوع اس بدچلن عورت کے گھر گیا اور اس سے تنہائی میں باتیں کرتا رہا۔(لوقا ۳۷ تا ۷/۵۰)

(ز)اس کے ساتھ عورتیں رہتی تھیں(لوقا ۱،۳/۸ و متی ۲۷/۵۵)

(ش)ایک بدچلن سامری عورت سے جو کئی خاوند کر چکی تھی یسوع نے تنہائی میں معنی خیز گفتگو کی۔(یوحنا ۷ تا ۴/۱۹)

(ص) یہ فقرہ خاص طور پر قابل غور ہے ”اتنے میں اس کے شاگرد آ گئے اور تعجب کرنے لگے کہ وہ عورت سے باتیں کر رہا ہے پس عورت اپنا گھڑا چھوڑ کر شہر کو چلی گئی۔“(یوحنا ۲۷،۴/۲۸)

(ض)ایک نوجوان لڑکے سے محبت۔(یوحنا ۷/۲۱ و ۱۹/۲۶)

(ط)اس کو گود میں بٹھانا اور چھاتی سے لگانا (یوحنا ۱۳ تا ۲۶/ ۱۳ او ۲۰،۲۱/ ۲۱) گویا اس لڑکے سے یسوع کو محبت تھی اور شاگرد یسوع سے جب کوئی راز کی بات پوچھنا چاہتے تو براہ راست پوچھنے کی بجائے اس لڑکے کے ذریعہ سے دریافت کرتے اور یسوع بتا دیتا۔ یوحنا ۲۱/۲۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ پطرس کو یہ فکر تھا کہ یسوع کے چلے جانے کے بعد اس لڑکے کا کیا حال ہوگا اور اس کا کون پُرسان حال ہوگا مگر یسوع نے مہمل سے فقرہ میں بات کو ٹال دیا۔ یہی اور اسی قسم کی اور باتیں تھیں جن کی بناء پر جب پیلاطوس نے یہودیوں سے پوچھا کہ تم یسوع پر کیا الزام لگاتے ہو تو انہوں نے جواب میں اس سے کہا کہ ”اگر یہ بدکار نہ ہوتا تو ہم اسے تیرے حوالے نہ کرتے۔“(یوحنا ۱۸/۳۰) بایں ہمہ جناب کا اپنا حال یہ تھا کہ ایک ”خونِ حیض“ والی عورت کے چھونے سے قوت نکل گئی۔(مرقس ۵/۳۰ و لوقا ۸/۴۶)

۶۔ بدنمونہ

قرآن مجید نے اپنے مسیح کو مَثَلًا لِّبَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡلَ (الزخرف:۶۱) یعنی بنی اسرائیل کے لئے اچھا نمونہ قرار دیا ہے۔مگر انجیلی یسوع کا نمونہ اس کے اخلاق و عادات قطعاً اس قابل نہیں تھیں کہ کوئی منصف مزاج انسان اس کو نمونہ کہہ سکے۔

۱۔ گالیاں دینا۔زنا کار لوگ (متی ۱۲/۳۹)''اے سانپو! افعی کے بچو!''(متی ۲۳/۳۳)اے بدکارو! (متی ۷/۲۳)۔اندھو(متی ۱۷تا۲۳/۱۹)وغیرہ۔

۲۔ گندے ہاتھوں سے کھانا کھانا۔اس کے بعض شاگردوں نے جب اس کی موجودگی میں ناپاک یعنی بن دھوئے ہاتھوں سے روٹی کھائی۔ (مرقس ۷/۲) تو اس پر بعض فقیہوں اور فریسیوں نے اعتراض کیا۔اس کے جواب میں بجائے اپنے شاگردوں کو تادیب کرنے کے الٹا یہودیوں سے بحث کرنا شروع کر دیا اور کہا کوئی چیز باہر سے آدمی میں داخل ہو کر انسان کو ناپاک نہیں کر سکتی۔(مرقس ۷/۱۵) بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھانا آدمی کو ناپاک نہیں کرتا۔متی ۱۵/۲۰۔

۳۔ مغلوب الغضب تھا۔

الف۔یہودیوں کو گالیاں دیں۔

ب۔انجیر کے درخت پر بلا وجہ غصہ کھایا۔(مرقس ۱۴/۱۱ و متی ۱۹۔۲۱/۱۵)

۴۔ غیر کی چیز پر بلا اجازت ہاتھ صاف کرنا جائز سمجھتا تھا۔اس کے شاگردوں کا بالیں توڑنا اور اس کا حمایت کرنا۔(متی ۱،۱۲/۵ و مرقس ۲/۲۳)

۵۔ بزدل ہونا۔خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنے بندوں کی عموماً اور انبیاء کی خصوصاً یہ صفت بتائی ہے کہ وہ بزدل نہیں ہوتے۔ اَلَآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ (یونس:۶۳) کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیۡ (المجادلۃ:۲۲)

ع کجا غوغائے شاں بر خاطر من وحشتے آرد

کہ صادق بزدلی نہ بود و گر بیند قیامت را

(درثمین فارسی)

چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے نبی تھے لہٰذا بزدل نہ تھے مگر انجیل کا یسوع بزدل تھا۔ ملاحظہ ہو:۔

ا۔ قتل کا مشورہ سن کر چھپ کر چلا گیا اور کہا کسی کو میرا نام نہ بتانا۔(متی ۱۵تا۱۷/۱۲)

۲۔ ایک شہر میں تمہیں ستائیں تو دوسرے میں بھاگ جاؤ۔(متی ۲۳/۱۰)

۳۔ اسی تعلیم کے نتیجے میں پولوس رسول قید خانہ سے سیوا جی مرہٹے کی طرح ٹوکرے میں بیٹھ کر بھاگا تھا۔(۲۔کرنتھیوں ۳۲،۳۳/۱۱)

۴۔ جب یہودیوں نے مارنے کو پتھر اٹھائے تو ڈر کر کہا سب لوگ خدا کے بیٹے ہیں۔ (یوحنا ۳۱تا۳۵/۱۰)

۷۔ مفسد ہونا

خدا کے انبیاء دنیا میں اصلاح کی غرض سے آتے ہیں جیسا کہ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ (ھود:۸۹) لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بوجہ نبی اور رسول ہونے کے بنی اسرائیل کی اصلاح ہی کے لئے آئے تھے۔ مفسد ہونا تو قرآن مجید نے منافق کی نشانی قرار دی ہے مگر انجیل کا یسوع دنیا میں اصلاح کے لئے نہیں بلکہ فساد کیلئے آیا تھا۔ ملاحظہ ہو:۔

الف۔ ''یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا ہوں۔ صلح نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔'' (متی ۳۴/۱۰) اور کہا کپڑے بیچ کر تلوار خریدو۔(لوقا ۳۷/۲۲)

ب۔ ''میں زمین پر آگ ڈالنے آیا ہوں اور اگر آگ لگ چکی ہوتی تو میں کیا ہی خوش ہوتا۔ تم گمان کرتے ہو کہ میں صلح کرانے آیا ہوں میں کہتا ہوں کہ نہیں میں جدائی کرانے کیونکہ اب سے ایک گھر کے پانچ آدمی آپس میں مخالفت رکھیں گے۔ باپ بیٹے سے مخالفت رکھے گا اور بیٹا باپ سے۔'' (لوقا ۵۲،۵۳/۱۲)

ج۔ ''میرا وہی شاگرد ہوسکتا ہے جو اپنے ماں باپ، بیوی بچوں، بہن بھائیوں کا دشمن ہو۔'' (لوقا ۲۶/۱۴)

د۔ اور خود ہی کہتا ہے جس گھر میں پھوٹ پڑے وہ برباد ہو جاتا ہے۔(لوقا ۱۷/۱۱)

عیسائی:۔ خدا کے نبی جب آتے ہیں کچھ لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں کچھ ایمان لے آتے ہیں۔ اس طرح تفریق پڑ جاتی ہے۔

احمدی:۔خدا کے انبیاء کی آمد سے دو مخالف جماعتوں کا ہو جانا انبیاء کی آمد کی غرض نہیں قرار دی جاسکتی۔گو اس کو بعثت نبوت کے متعلق قرار دے لیا جائے۔مثلاً ایک طالب علم بی۔اے کا امتحان دے اور اس میں فیل ہو جائے۔امتحان دینے سے اس کی غرض تو پاس ہونا تھی مگر وہ خلاف منشاء فیل ہو گیا۔اب اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں لڑکے نے بی۔اے کا امتحان دیا تا کہ وہ فیل ہو جائے تو یہ خلافِ عقل ہوگا۔اسی طرح یہ کہنا کہ فلاں نبی دنیا میں اس لئے آیا کہ تا دنیا میں لڑائیاں ہونے لگ جائیں۔بالکل خلافِ عقل بات ہے۔

۸۔شیطان کا ساتھی

قرآن مجید کہتا ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا (النحل:۱۲۹) کہ متقیوں کے ساتھ خدا تعالیٰ ہوتا ہے اور انبیاء کے ساتھ تو بوجہ ان کے اتقی الناس ہونے کے سب سے زیادہ۔لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی خدا تھا مگر انجیل میں جو یسوع کی سوانح زندگی درج ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے ساتھ نہ تھا۔

۱۔ اس کی ناکام زندگی۔

۲۔ اس کا ایلی ایلی لما سبقتانی کہنا۔(متی ۲۷/۴۶)

۳۔ شیطان کا اس کے ساتھ چالیس روز رہنا اور پھر کچھ عرصہ کے لئے اس سے جدا ہونا۔
(لوقا ۴/۱۳)

۹۔جھوٹ بولنا

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ کے انبیاء سب سے زیادہ سچے اور سچ بولنے والے اور راستباز ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی راست گو اور سعادت شعار انسان تھے مگر انجیل کا یسوع راست گو نہ تھا۔

۱۔بھائیوں کو کہا تم عید پر جاؤ۔میں نہیں جاتا مگر جب وہ چلے گئے تو ان کے پیچھے پیچھے چھپ کر خود بھی چلا۔(یوحنا ۷/۸ تا ۱۰)

۲۔یوحنا......چاہو تو مانو۔ایلیاہ جو آنے والا تھا یہی ہے(متی ۱۱/۱۴،۱۳) مگر یوحنا کا انکار۔
(یوحنا ۱/۲۱)

۳۔ داؤد......سردار کاہن ابیاتار کے عہد میں خدا کے گھر میں گیا اور نذر کی روٹیاں کھائیں۔(مرقس ۲/۲۶) حالانکہ وہ سردار ابیاتار نہیں بلکہ اخیملک تھا۔(ا۔سموئیل ۲۱/۱)

۱۰۔غلط پیشگوئیاں

قرآن مجید کی آیت:۔ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن: ۲۷،۲۸) کے مطابق انبیاء کی صداقت کا معیار ان کی سچی پیشگوئیاں ہیں اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بھی سچے نبی ہونے کی وجہ سے اس میں داخل ہیں مگر انجیلی یسوع کی تمام پیشگوئیاں غلط نکلیں۔

(۱) تم میں سے کئی زندہ ہوں گے کہ میں آجاؤں گا۔متی ۱۶/۲۸ و مرقس ۹/۱

(۲) شاگردوں کو کہا تم میرے ساتھ حکومت کرو گے۔متی ۱۹/۲۸

(۳) ساتھ مصلوب ہونے والے چور کو کہا۔تو میرے ساتھ آج ہی جنت فردوس میں ہوگا۔ لوقا ۲۳/۴۳۔مگر وفات کے تین دن بعد کہتا ہے کہ میں ابھی تک خدا کے پاس اوپر نہیں گیا۔یوحنا ۲۰/۱۷

(۴) پطرس کو جنت کی کنجیاں (متی ۱۶/۱۹) مگر پھر اس کو شیطان کہا۔متی ۱۶/۲۳۔

(۵) الف۔صرف یونس کا معجزہ ان کو دیا جائے گا۔متی ۱۲/۳۹۔

ب۔ یونس تین دن اور تین رات مچھلی کے پیٹ میں رہا (یوناہ باب ۱ آخری آیت پرانی بائبل ایڈیشن ۱۸۸۷ء)

ج۔ یسوع صرف ایک ہی دن زمین میں رہا۔(لوقا ۲۴/۱ و متی ۲۸/۱)

د۔ یونس مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا مگر بقول عیسائیاں مر کر رہا۔

۱۱۔ملعون

قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ (مریم: ۳۲) کے الفاظ میں مبارک قرار دیا ہے مگر انجیلی یسوع بروئے انجیل لعنتی تھا۔

۱۔ الف۔مسیح لعنتی تھا کیونکہ صلیب پر لٹکایا گیا۔ (گلتیوں ۳/۱۳)

ب۔جو صلیب دیا جائے وہ خدا کا ملعون ہے۔ (استثنا ۲۱/۲۳)

۲۔ پطرس کو کہا۔جو تو زمین پر باندھے گا۔آسمان پر وہی بندھے گا۔(متی ۱۶/۱۹ و ۱۸/۱۸)

پطرس نے یسوع کو لعنت کی۔(متی ۲۶/۷۴)

۱۲۔ مکذّب انبیاء

قرآن مجید۔ مسیح تمام پہلے انبیاء کا مصدق تھا اور اپنے بعد بھی انبیاء کی آمد کا مبشر تھا۔ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (الصّف:۷) مگر انجیلی یسوع تمام انبیاء کو چور اور ڈاکو کہتا تھا اور بعد میں آنے والوں کو جھوٹا کہتا تھا:۔

''جتنے مجھ سے پہلے آئے سب چور اور ڈاکو ہیں۔'' (یوحنا۸/۱۰)

''اور بہت سے جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے۔'' متی ۱۱/۲۴۔ پس قرآن کا مسیح، موجودہ انجیل والا یسوع نہیں ہوسکتا۔ فَافْهَمُوْا اَيُّهَا الْعَاقِلُوْنَ الطَّالِبُوْنَ لِلْحَقِّ .

شراب: (۱) یسوع نے سب سے پہلے جو معجزہ دکھایا وہ شراب بنانا تھا۔ (یوحنا۷، ۲/۹ و ۴/۴۶)

۲۔ پھر کہا۔ نئی مے نئی مشکوں میں بھرنی چاہیے۔ (لوقا۵/۳۷)

۳۔ پولوس کہتا ہے:۔ ''تھوڑی سی شراب پی لیا کر۔'' (۱۔ تیمتھیس ۵/۲۳)

بھائی اور بہنیں:۔ ''اس کے بھائی اس کے پاس آئے۔'' (لوقا۸/۱۹ و مرقس ۳/۳۱ و یوحنا ۷/۵)

''اس کی بہنیں۔'' (متی ۱۳/۵۵،۵۶)

دلائل فضلیت مسیح بمقابلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب

عیسائی پادری غیر احمدیوں کے عیسائیت نواز عقائد کو پیش کر کے مسلمانوں کو حلقۂ عیسائیت میں پھنساتے چلے جاتے ہیں اور اسی غرض سے ایک رسالہ بنام ''حقائق قرآن'' بھی انہوں نے شائع کر رکھا ہے۔ غیر احمدیوں کے عقائد پر تو بے شک اس رسالہ کے مندرجہ اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں مگر خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کے سامنے ان مزعومہ دلائل کی کچھ حقیقت نہیں۔ چند چیدہ اعتراضات کے جوابات درج کئے جاتے ہیں۔

دلیل نمبر۱:۔ حضرت مسیح کا معجزانہ طور پر پیدا ہونا

الجواب نمبر۱:۔ بے شک قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور ہمارا اس پر ایمان ہے مگر بغیر باپ کے پیدا ہونے والے کو باپ کے پیدا ہونے والے پر فضیلت دینا غلطی ہے۔ قرآن مجید نے خود اس کا جواب دیا ہے: اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ (آل عمران:۶۰) کہ عیسیٰ کی مثال آدمؑ کی ہے۔ اب آدمؑ تو بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے عیسائی بھی آپ کو مانتے

ہیں۔پس اگر بغیر باپ کے پیدا ہونا فضیلت ہے تو بے ماں و باپ کے پیدا ہونا تو اس سے بھی بڑھ کر درجۂ فضیلت ہونا چاہیے۔پھر عیسائی صاحبان کیوں آدمؑ کو حضرت عیسیٰ سے افضل نہیں مانتے؟اسی طرح انجیل میں لکھا ہے۔''ملک صدق...... بے باپ، بے ماں، بےنسب نامہ ہے...... بلکہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا۔'' (عبرانیوں ۱تا۷/۳) کیا عیسائی صاحبان ملک صدق کو حضرت عیسیٰؑ سے افضل مانتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ بے باپ پیدا ہونا وجہ فضیلت نہیں۔لہٰذا اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو افضل قرار دینا غلطی ہے۔

جواب نمبر۲:۔ اگر بے باپ پیدا ہونا وجہ فضیلت ہے تو کیا ہم ان تمام کیڑوں مکوڑوں کو جو برسات کے دنوں میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں بے ماں اور بے باپ پیدا ہوتے ہیں تمام انسانوں سے افضل قرار دے سکتے ہیں؟

جواب نمبر۳:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بے باپ ہونا کس طرح موجب فضیلت ہوسکتا ہے جبکہ ان کی ولادت سے لے کر آج تک ساڑھے انیس سو سال گزر جانے تک ان پر اور ان کی والدہ صدیقہ پر پے بہ پے کفار ناہنجار ناجائز ولادت کا الزام لگاتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام عمر اس اعتراض کا جواب دیتے رہے۔یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بریت اَیَّدۡنٰہُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ (البقرۃ: ۸۸و۲۵۴) کے الفاظ سے کرنی پڑی۔کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے متعلق کبھی کسی نے کوئی اعتراض کیا؟ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طعنہ زنی کا نشانہ بننا پڑا۔پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بے باپ پیدا نہ ہونا بذاتِ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آپ کی فضیلت کو ثابت کرتا ہے۔

جواب نمبر۴:۔قرآن مجید کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بے باپ پیدا کرنے میں کیا حکمت تھی۔قرآن مجید میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے فرمایا: اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَہۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ (البقرۃ:۱۲۵) کہ اے ابراہیم! تجھے لوگوں کا مقتداء اور راہنما (نبی) بناتا ہوں۔انہوں نے عرض کیا کہ اے خدا! میری نسل میں بھی (نبوت رکھ) تو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ہاں تیری نسل میں جو ظالم ہوں گے وہ اس نعمت سے محروم کر دئے جائیں گے۔دوسری جگہ فرمایا: وَ جَعَلۡنَا فِیۡ ذُرِّیَّتِہِ النُّبُوَّۃَ (العنکبوت:۲۸) کہ ہم نے حضرت ابراہیمؑ

کی نسل میں نبوت رکھی۔اب حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کی دوشاخیں تھیں۔بطریق ذیل:

حضرت ابراہیمؑ

حضرت اسمٰعیل۔بنی اسماعیل (عرب) حضرت اسحاق۔یعقوب۔اسرائیل۔بنی اسرائیل

چنانچہ حضرت اسحٰقؑ کی نسل سے (بنی اسرائیل میں) پے بہ پے نبی ہوئے۔حضرت موسیٰؑ داؤد وسلیمان، یحییٰ، زکریا علیہم السلام سب انبیاء بنی اسرائیل سے ہوئے لیکن بالآخر بنی اسرائیل ظالم ہوگئے اوراس وعدہ کے مستحق نہ رہے جو خدا تعالی نے ابراہیمؑ سے کیا تھا۔چنانچہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر کے بتا دیا کہ اب حضرت اسحٰق کی نسل میں نبوت کا خاتمہ ہے۔اب چونکہ بنی اسرائیل ظالم ہو گئے ہیں اس لئے خدا کے وعدہ کے مطابق نبوت بنی اسمٰعیل کی طرف منتقل کر دی جائے گی ۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے ان کے بعد نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی جو بنی اسرائیل سے نہ تھے۔نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے محض اپنی قدرت مجردہ سے بغیر باپ کے پیدا کر کے یہودیوں کوایک نمونہ سے سمجھایا کہ تم اس پاک مولود کو جس کی والدہ ہر طرح سے بدکاری کی آلائش سے پاک ہے ولدالزنا قرار دیتے ہواور حالت یہ ہے کہ تم میں سے ہزاروں بچے بدکاری کے نتیجہ میں ایسے پیدا ہوتے ہیں جن کے باپوں کا پتہ نہیں اور ہم نے تمہاری عملی حالت کے اظہار کے لئے عملی نمونہ قائم کیا ہے۔گو خدا تعالیٰ نے اس بچہ کو محض روح القدس کے وسیلہ سے بغیر باپ کے پیدا کیا مگر تم میں اب کوئی نہیں جو نبی کا باپ بن سکے۔لہٰذا تم اس قابل نہیں رہے کہ تم کو اس عہد کے مطابق جو خدا تعالیٰ نے ابراہیم کے ساتھ کیا تھا نبوت کی نعمت سے مشرف کیا جائے۔اس لئے اب وہ عظیم الشان نبی جو دس ہزار قدوسیوں کی جمعیت کے ساتھ اپنے داہنے ہاتھ میں آتشی شریعت لے کر آنے والا تھا مکہ کی بستی میں بنی اسمٰعیل کے گھرانے میں پیدا ہوگا اور تم سے نبوت چھین کر ان کو عنایت کی جائے گی تا کہ مسیح علیہ السلام کی یہ پیشگوئی پوری ہو کہ ’’جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور تمہاری نظروں میں عجیب ہے۔‘‘ (متی ۲۱/۴۲)

غرض یہ حکمت تھی جس کی بناء پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بے باپ پیدا کیا تا کہ یہودیوں کی عملی حالت پر گواہ رہے۔پس اس کو وجہ فضیلت قرار دینا کسی صورت میں بھی قرین قیاس نہیں ہوسکتا۔

بنی اسرائیل کی زناکاری کے ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو: (حزقیل ۶/۱۶ اورحزقیل ۱تا۵/۲۳ و ۱۷،۲۰/۲۳ و یرمیاہ ۶/۳)

دلیل نمبر۲ حضرت مسیح کی والدہ کا تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہونا

الجواب۔ قرآن مجید میں حضرت مریم کے متعلق اِصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران: ۴۳) تو بے شک آتا ہے مگر اس جگہ اَلْعٰلَمِیْنَ سے مراد دنیا میں قیامت تک پیدا ہونے والی عورتیں مراد لینا درست نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن مجید کے شارح اوّل بلکہ معلّمِ اعظم اور يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (البقرۃ: ۱۳۰) کے مصداق ہیں۔اس آیت کی تفسیر فرمائی ہے۔ چنانچہ تفسیر بیضاوی میں یہ روایت درج ہے۔ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَکِ شَبِيْهَةَ سَيِّدَةِ نِسَآءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ ۔(بیضاوی تفسیر سورۃ آلِ عمران ع۴ ۔زیر آیت قَالَ یَا مَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذَا ......) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت مریمؑ بنی اسرائیل کی عورتوں کی سردار تھیں۔ اب جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مریم صدیقہ کو سَيِّدَةُ نِسَآءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ قرار دیا ہے۔ان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ پر فضیلت کیسے ثابت ہوئی؟

ہاں اتنا ضرور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ (بخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب مناقب فاطمہ جلد۲ صفحہ ۱۹۱) سب جنتی عورتوں کی سردار قرار دیا ہے۔اب حضرت مریمؑ یقیناً نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ میں سے ہیں۔پس فاطمہؓ ان سے افضل ٹھہریں۔اس سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ثابت ہوئی۔ کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب سے افضل تھیں تو اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کمال کا کیا دخل؟ ہاں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کا کمال تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر تربیت کے نتیجہ میں آپ کی بیٹی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر سبقت لے گئیں۔

قرآن مجید میں جہاں حضرت مریمؑ کے متعلق زیر بحث الفاظ آئے ہیں وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور خبر یہ نہیں بتایا گیا کہ حضرت مریمؑ کو خدا تعالیٰ نے تمام جہاں کی عورتوں میں سے چن لیا ہے تا یہ نتیجہ نکل سکے کہ گویا حضرت مریمؑ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتوں سے بھی افضل ہیں بلکہ قرآن مجید میں ذکر یہ ہے کہ فرشتے نے جب وہ حضرت مریمؑ کو ولادت مسیح کی خوشخبری دینے آیا اس وقت ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی سب عورتوں میں آپ کو چنا ہے۔ پس اس آیت سے اتنا ہی ثابت ہوسکتا ہے کہ اس وقت جب فرشتے نے یہ کہا کہ جس قدر عورتیں موجود تھیں ان میں سے حضرت مریمؑ کو ایک نبی کی ماں بننے کے لئے خدا تعالیٰ نے چنا۔ بعد میں پیدا ہونے والی عورتوں کا نہ وہاں ذکر

ہے اور نہ یہ مناسب تھا نیز حضرت مریمؑ کے متعلق قرآن میں جو تعریفی الفاظ آئے ہیں وہ یہودیوں کے بہتانات کی تردید کی غرض سے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا (النساء:۱۵۷) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ مطہرہ پر بھی کوئی الزام لگا؟ تا اس سے بریت کی ضرورت ہوتی۔

دلیل نمبر۳

مسیح کی پیدائش کے وقت خارق عادت امور وقوع میں آئے مثلاً نخل خشک ہرا بھرا ہو کر پھل لایا۔ چشمہ جاری ہو گیا۔ مریمؑ کی تسکین کے لئے فرشتے نازل ہوئے۔

الجواب:۔ مسیح کی پیدائش کے وقت کسی خارق العادت امر کے وقوع کا قرآن مجید میں ذکر نہیں۔ قرآن مجید میں کہیں نہیں لکھا کہ نخل خشک ہرا بھرا ہو گیا بلکہ قرآن مجید سے تو ثابت ہے کہ وہ کھجور کا درخت پہلے ہی ہرا بھرا تھا۔ چشمہ کا جاری ہونا کوئی خارق عادت امر نہیں ہے۔ ہزاروں چشمے دنیا میں جاری ہوتے ہیں۔ خارق عادت کے معنی تو یہ ہیں کہ ایسا واقعہ ظہور میں آئے جو کبھی دیکھا نہ گیا ہوگا نیز حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ یعنی ہاجرہؓ زوجہ ابراہیم علیہ السلام کی سخت گھبراہٹ کے وقت چشمہ زمزم جاری ہوا جس کا ذکر (بخاری کتاب الانبیاء باب يَزِفُّوْنَ النَّسَلَانِ فِي الْمَشْي جلد۲ صفحہ ۱۶۰ مصری) میں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کو عرب میں چھوڑ جانا یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا ہی پیش خیمہ تھا نیز قرآن مجید کی آیت فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا (مریم:۲۴) یعنی حضرت مریم کو دردزہ کھجور کے تنا کے پاس لے گئی اور حضرت مریم نے شدت درد سے چلا کر کہا کہ اے کاش! میں اس سے پہلے ہی مر چکی ہوتی اور دنیا سے بے نام ہو چکی ہوتی۔ صاف طور پر بتلا رہا ہے کہ حضرت مسیح کی ولادت کے وقت کوئی خارق عادت امر واقع نہیں ہوا۔ خارق عادت امر تو جب ہوتا اگر حضرت مریم کو اس تکلیف اور شدت سے درد و کرب نہ ہوتا۔

نیز ایک بچہ جننے والی عورت کو هُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (مریم:۲۶) کہنا کہ خود کھجور کا تنا ہلا اور جو کھجوریں نیچے گریں ان کو کھا لے، جہاں اس کی قابل رحم حالت کا نقشہ کھینچ دیتا ہے وہاں اس بات کی مزید تائید بھی کرتا ہے کہ کوئی خارق عادت امر اس موقع پر ظہور میں نہیں آیا۔ بھلا جو فرشتہ تسکین دینے آیا تھا وہ کھجور کے درخت سے کھجوریں اتار کر بھی دے سکتا تھا۔ پس حضرت مریم کو زچگی کی حالت

میں کھجور کے تنے کو ہلانے کی تکلیف دہی کی کیا ضرورت تھی؟

پس ان آیات سے کہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ثابت ہوتی ہے ۔ بھلا حضرت مریمؑ بیچاری تو اپنے مخصوص حالات کی بناء پر جب قوم کی طرف سے مقطوع ہو جانے پر مجبور ہو چکی تھیں اور کوئی انسان ان کی تسکین کے لئے وہاں موجود نہ تھا۔ نہ کوئی دائی تھی نہ عورت ۔ ایسے موقع پر اگر خدا تعالیٰ نے اس پاک عورت کو آواز دے کر کھجور کا تنا ہلا کر کھجوریں کھانے کی ہدایت فرمائی تو ایک لابدی امر کیا۔

مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت ایسے حالات میں نہ ہوئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے لئے کوئی امر اپنی قوم کی نظروں میں استحقار سے دیکھے جانے کے قابل ہو۔ ہاں آپ کی جدّہ حضرت ہاجرہؓ جب کہ وہ بے کس و بے بس تھیں اور کوئی انسان ان کی تسکین کے لئے وہاں موجود نہ تھا، وہاں بھی فرشتہ نازل ہوا۔(بخاری کتاب الانبیاء باب یزفون النسلان فی المشی)

مزید برآں حضرت مریمؑ کے متعلق جس قدر قرآن مجید میں الفاظ ہیں بطور ''ذب'' کے ہیں نہ کہ بطور مدح کے۔لہٰذا ان کی فضیلت ثابت نہیں ہوسکتی۔

دلیل نمبر ۴

مسیح کا تکلم فی المهد و ایتاء کتاب و نبوت بزمانہ شیر خوارگی

الجواب: ۔قرآن مجید میں حضرت مسیح علیہ السلام کا نام نہ صرف **تکلم فی المهد** بلکہ **تکلم فی الکهل** بھی مذکور ہے یعنی فرشتے نے حضرت مریم کو کہا کہ تیرا بیٹا مهد (چھوٹی عمر) میں بھی کلام کرے گا اور کھل (چالیس سال کی عمر) میں بھی۔اب اگر مهد کے معنی گہوارہ لے کر اس کو معجزہ قرار دیا جائے تو کھل (تیس چالیس سال کی عمر) میں کیا سب لوگ باتیں نہیں کرتے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہوئی؟

اصل بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملتی ہے۔ باتیں چالیس سال کی عمر میں سب انسان ہی کرتے ہیں مگر نبی چالیس سال کی عمر میں نبوت کی باتیں کرتا ہے۔ جو اس کو دوسرے لوگوں سے ممیّز کرتی ہیں۔ پس **تکلم فی المهد** (بچپن کی عمر میں باتیں کرنے کا) مطلب یہ ہوگا کہ بچپن میں باتیں تو سب بچے کرتے ہیں مگر خدا کے نبی بچپن ہی سے عقل کی باتیں کرتے ہیں۔

ع ہونہار برواکے چکنے چکنے پات

چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق اسی سورۃ مریم میں ہے اٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا (مریم: ۱۳) کہ ہم نے اس کو بچپن ہی کی عمر میں دانائی دی یعنی وہ بچپن میں ہی دانائی کی باتیں کرتے تھے۔ چنانچہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان لوگوں کی جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کا زمانہ دیکھا شہادت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بچپن ہی میں عام بچوں سے بہت ممیّز تھے اور لغویات میں حصہ نہ لیتے تھے اور لغو کھیل کود کی طرف خیال نہ تھا۔ جیسا کہ عام بچوں کا ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ورقہ بن نوفل نے آپ کی دانائی کی باتوں سے معلوم کر لیا کہ آپ بڑے ہو کر انبیاء کے سردار بنیں گے۔ (بخاری باب کیف بدء الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

باقی رہا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن ہی میں نبوت اور کتاب مل گئی تھی یہ قرآن سے ثابت نہیں۔ سورۃ آل عمران نکال کر دیکھئے وہاں فرشتہ حضرت مریمؑ کے پاس آکر خوشخبری دے رہا ہے کہ تیرے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا اور یہ امر خدا کی قدرت کاملہ کے آگے ناممکن نہیں وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (آل عمران: ۴۹، ۵۰) کہ وہ بچہ جو پیدا ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ کتاب سکھائے گا پھر تورات کا سبق پھر اس کے بعد انجیل اور وہ ہوگا بنی اسرائیل کی طرف رسول۔ یہ کہ میں آیا ہوں خدا کی طرف سے نشان لے کر۔ یعنی حضرت مسیح کا اپنا کلام شروع ہو جاتا ہے۔ فرشتہ نے قبل از وقت ولادت کی پیشین گوئی کو بیان کرتے کرتے بغیر کسی وقفہ کا ذکر کرنے کے اس پیدا ہونے والے کا اپنا کلام ذکر فرما دیا ہے۔ پیدائش کا ذکر بھی نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ قرآن مجید صرف ضروری باتوں کا ذکر ضروری جگہ پر فرما دیتا ہے۔ چنانچہ اتنے بڑے وقفہ کا ذکر نہیں کیا اور اسلوب بیان اور بیان پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ کلام اس زمانہ کا ہے جب آپ نبوت کی عمر کو پہنچ کر نبی بن چکے تھے اور معجزات دکھاتے تھے بچپن کا آیات مذکورہ میں کہیں ذکر نہیں۔ سورۃ مریم میں مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا (مریم: ۳۰) کا مطلب یہ ہے کہ جو ابھی کل کا بچہ ہے اس کے ساتھ ہم کیسے گفتگو کریں۔ یہ تو ہمارے ہاتھوں میں پلا ہے۔ جیسا کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا (الشعراء: ۱۹) کیا تو بچپن کی حالت میں میرے ہاتھوں میں نہیں پلا؟ آج تُو مجھے ہی نصیحتیں کرنے آ گیا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی یہودی عمائد حضرت مریمؑ کو جواب دیتے ہیں۔ ''كَانَ'' ہمارے معنوں کی تائید کرتا ہے فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا (مریم: ۲۸) کی ''ف'' سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ ولادت کے معاً بعد کا واقعہ ہے درست نہیں۔ عربی زبان میں '' فا ''نتیجہ کے لئے

بھی آتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بچہ جو رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (آل عمران: ۵۰) ہونے والا تھا۔ جب بڑا ہو گیا تو ان کی ماں ان کو ساتھ لے کر بنی اسرائیل کی طرف آئیں تا کہ وہ ان کو تبلیغ حق کریں جو ان کی پیدائش کا مقصد تھا۔ چنانچہ اسی رکوع میں ہے فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا (مریم: ۲۳) پس حضرت مریم حاملہ ہو گئیں اور ایک دور کے مکان میں چلی گئیں۔ پس دردِزہ ان کو کھجور کے تنے کی طرف لے گئی۔ اب حمل کے بعد ہی دردِزہ کا ذکر ہے اور فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ پر "ف" استعمال ہوئی ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ حمل ہوتے ہی دردِزہ شروع ہو گیا؟ پس "ف" سے معاً بعد لینا درست نہیں۔

۲۔ قرآن مجید سورۃ آل عمران کی آیت اوپر نقل کر آیا ہوں کہ فرشتہ نے آکر مریمؑ کو بتایا کہ حضرت مسیحؑ کو پہلے علم کتاب عطا ہو گا پھر علم حکمت، پھر علم تورات اور اس کے بعد ان کو نئی کتاب (انجیل) عطا ہو گی اور یہی اللہ تعالیٰ کا باقی سب انبیاء کے ساتھ دستور ہے۔ یعنی پہلے ان کو فہم کتاب عطا ہوتا ہے پھر انہیں کتاب ملتی ہے۔

پھر قرآن مجید میں ہے اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّ ...... عِيْسٰى (النساء: ۱۶۴)

یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم نے آپ پر اسی طرح وحی نازل کی ہے جس طرح نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء حضرت عیسیٰ و ایوب وغیرھم علیہم السلام پر نازل کی تھی۔ اب قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اسی طرح وحی کا نزول بیان فرماتا ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوا اور اس میں کسی قسم کا فرق قرار نہیں دیتا۔ نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی خصوصیت بیان فرماتا ہے بلکہ باقی انبیاء کے ساتھ ان کا بھی ذکر کر دیتا ہے۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کو تو چالیس برس کے قریب حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ (الاحقاف: ۱۶) کے ماتحت نبوت عطا ہوئی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس میں شامل ہیں۔ چنانچہ انجیل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ۳۱ برس کی عمر میں منادی شروع کی۔ جب یسوع خود تعلیم دینے لگا تو برس تیس ایک کا تھا" (لوقاباب ۳/۲۳)

دلیل نمبر ۵

از روئے قرآن عیاں ہے کہ جس وقت مسیح کے دشمنوں نے آپ کو پکڑنا چاہا تو آسمان سے فرشتے نازل ہوئے اور اسے آسمان پر اٹھا لے گئے لیکن حضرت محمدؐ صاحب کو بچانے کے لئے کوئی فرشتہ نازل نہیں ہوا؟

الجواب: ۔قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں کہیں نہیں لکھا کہ حضرت مسیحؑ کو خدا کا کوئی فرشتہ آسمان پر اٹھا کر لے گیا۔قرآن کی تیس آیات سے حضرت مسیح کی وفات ثابت ہوتی ہے۔قرآن مجید میں بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کی آیت بے شک موجود ہے مگر رفع کا ترجمہ آسمان پر اٹھالینا قطعاً غلط ہے قرآن مجید میں ہے یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (المجادلة: ۱۲) کہ خدا تعالیٰ رفع کرتا ہے تمام ایمان والوں کا اور ان لوگوں کا جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے علم عطا ہوا ہو۔کن معنوں میں؟ فرمایا دَرَجٰتٍ یعنی مقامات اور درجات بلند کرنے کے معنوں میں۔اس سے آسمان پر اٹھانا مراد نہیں ہوتا۔

اسی طرح حدیث میں بھی ہے۔اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَی السَّمَآءِ السَّابِعَةِ (کنز العمال جلد ۳ کتاب الاخلاق قسم الاقوال۔۵۷۱۷ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان) کہ جب انسان خدا تعالیٰ کے آگے گر جائے اور انکساری اختیار کرے تو خدا تعالیٰ اس کا ساتویں آسمان پر رفع کرتا ہے۔ اب اس حدیث میں ساتویں آسمان کا بھی لفظ ہے مگر پھر بھی اس کے معنے آسمان پر اٹھانے کے نہیں بلکہ درجات کے بلند ہونے کے لئے جاتے ہیں۔مگر قرآن مجید میں جو لفظ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق آئے ہیں بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ (النساء: ۱۵۹) ان میں تو آسمان کا نام بھی نہیں۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِدْرِیْسَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا وَّ رَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا (مریم: ۵۸،۵۷) کہ حضرت ادریسؑ سچے نبی تھے اور ہم نے ان کا بلند مکان پر رفع کیا۔اب حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق بھی رفع کا لفظ استعمال ہوا ہے اور مَکَانًا عَلِیًّا بھی۔ کیا وہ بھی آسمان پر زندہ ہیں؟

۲۔قرآن مجید میں لکھا ہے یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ (آل عمران: ۵۶) خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ اے عیسیٰ! پہلے تجھ کو وفات دوں گا پھر تیرا رفع کروں گا۔ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ نے بتایا کہ ان کا رفع ہو چکا ہے۔پس ثابت ہوا کہ ان کی وفات بھی ہو چکی ہے کیونکہ رفع سے پہلے وفات کا وعدہ ہے اور مُتَوَفِّیْکَ کے معنے وفات دینے ہی کے ہیں جیسا کہ بخاری میں لکھا۔قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُتَوَفِّیکَ مُمِیْتُکَ. (بخاری کتاب التفسیر. باب ما جعل اللّٰہ من بحیرة و لاسائبة و لا وصیلة و لا حام) کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مُتَوَفِّیْکَ کے

معنی موت دینے ہی کے ہیں۔

ابن مریم مر گیا حق کی قسم　　داخل جنت ہوا وہ محترم
مارتا ہے اس کو فرقاں سر بہ سر　　اس کے مر جانے کی دیتا ہے خبر

(درّثمین اردو)

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔ کیونکہ نہ صرف یہ کہ ان کی طبعی زندگی کا خاتمہ ہو گیا بلکہ ان کی تعلیم بھی مر گئی۔ ان کی تعلیم کے ثمرات مٹ گئے۔ مگر ہمارا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہے۔ اس کی تعلیم زندہ ہے۔ اس کے فیوض روحانیہ کی نہر اب بھی جاری ہے اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری انسان کو اعلیٰ ترین مقامات پر پہنچا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ کے مامور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے فرمایا ؎

قَدْ مَاتَ عِیْسٰی مُطْرِقًا وَّ نَبِیُّنَا　　حَیٌّ وَ رَبِّیْ اِنَّهٗ وَافَانِیْ

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے لیکن ہمارا نبی زندہ ہے۔ خدا کی قسم میں نے اس کے فیوض کو خود تجربہ کیا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو مضمون دربارہ وفات مسیح علیہ السلام صفحہ ۲۳۳)

دلیل نمبر ۶

مسیح کا مردوں کو زندہ کرنا اہلِ اسلام نے از روئے قرآن تسلیم کیا ہے؟

الجواب:۔ قرآن نے جن معنوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مردہ زندہ کرنے کا محاورہ بولا ہے انہی معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی تو مردے زندہ کرنے کا ذکر فرما دیا ہے:۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ (الانفال:۲۵) اے مومنو! اللہ اور رسول کا کہا مانو۔ جب وہ تم کو بلائے تا کہ تم کو زندہ کرے۔ اب یہی لفظ اُحْیِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق استعمال ہوا ہے اور یہی یُحْیِیْ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق۔ یہ ہمارے علماء کی بدقسمتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تو جسمانی مردے زندہ کرنا مراد لیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روحانی مردے۔

۲۔ پھر قرآن میں موتٰی (یعنی مردوں) کا مفہوم بیان کر دیا ہے۔ فرمایا: فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی (الروم:۵۳) کہ تو مردوں کو نہیں سنا سکتا۔ اس کے متعلق حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی اپنے ترجمہ قرآن میں لکھتے ہیں:۔ ”غرض یہ ہے کہ کافر مردے اور بہرے ہیں ان میں سننے اور سمجھنے کی

صلاحیت نہیں اور نہ سننا چاہتے ہیں۔"

(ترجمۃ القرآن از مولوی حافظ نذیر احمد صاحب مرحوم صفحہ ۴۹۴ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی)

۳۔ "تلخیص المفتاح" صفحہ ۶۰ مطبع مجتبائی دہلی میں جو عربی بلاغت کی کتاب ہے لکھا ہے:۔ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ ضَالًّا فَهَدَيْنَاهُ (صفحہ ۶۰) یعنی وہ شخص جو مردہ تھا ہم نے اسے زندہ کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گمراہ تھا ہم نے اسے ہدایت دی۔

پس ثابت ہوا کہ بلغاء کے نزدیک احیائے موتی کے معنے گمراہوں کو ہدایت دینا ہے اور یہی کام خدا کے انبیاء علیہم السلام کا ہے۔

۴۔ انجیل میں بھی یہ محاورہ استعمال ہوا ہے:۔

الف۔ "اور اس (یسوع) نے تمہیں بھی زندہ کیا ہے جب اپنے قصوروں اور گناہوں کے سبب مردہ تھے۔" (افسیوں ۲/۱)

ب۔ "جب قصوروں کے سبب مردہ ہی تھے تو ہم کو مسیح کے ساتھ زندہ کیا۔" (افسیوں ۲/۵)

ج۔ پولوس رسول کہتا ہے:۔ "اے میرے بھائیو! مجھے اس فخر کی قسم جو ہمارے خداوند یسوع مسیح میں تم پر ہے۔ میں ہر روز مرتا ہوں۔" (۱ کرنتھیوں ۱۵/۳۱)

ہاں ہم مانتے ہیں کہ حضرت مسیح نے بارہ مردے زندہ کئے۔ یہوداہ اسکریوطی وغیرہ۔ مگر ان کی زندگی کیسی تھی؟ اس کے لئے جس کو ضرورت ہو وہ انجیل کا مطالعہ کرے مگر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسے مردہ زندہ کئے جن پر پھر موت نہیں آئی۔ ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم وہ مردے تھے جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زندہ کیا اور ایک وہ بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، فرمانبرداری کے طفیل نبوت کے مقام پر سرفراز کیا گیا۔

دلیل نمبر ۷

صفت خلق حقیقی بھی خاصہ ربّ العالمین ہے اور یہ وصف بھی صرف حضرت مسیحؑ میں پایا جاتا تھا۔

الجواب۔ یہ بالکل درست ہے کہ صفتِ خلقِ حقیقی خاصہ ربّ العالمین ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں صفت خالقیت نہ تھی۔ خدا کے انبیاء ایسے وقت میں آتے ہیں جبکہ لوگ زمین کی طرف جھک چکے ہوتے ہیں اور دنیا ہی دنیا ان کی نظروں میں ہوتی ہے۔ انبیاء کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو جو زمینی مٹی میں مل کر مٹی ہو چکے ہوتے ہیں بلندی کی طرف رفعت و منزلت کی طرف پرواز

کر جانا چاہتے ہیں اور وہ ان میں روحانیت اور للّٰہیت کی ایسی روح پھونک دیتے ہیں کہ وہی زمینی لوگ پرندوں کی طرح اڑکر آسمانی انسان بن جاتے ہیں پھر وہ اس شعر کے مصداق ہو جاتے ہیں۔ ؎

ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں　　آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار

یہی معنے ہیں اس آیت کے: اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْـَٔۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ (آل عمران: ۵۰) اَخْلُقُ کے معنے ''پیدا کرتا ہوں'' کرنا قطعاً درست نہیں کیونکہ خلق کے معنے پیدا کرنے، کسی چیز کی ابتداء کرنے اور تجویز کرنے کے بھی ہوتے ہیں مگر اول الذکر معنوں میں یعنی ''پیدا کرنے کے'' معنوں میں سوائے خدا تعالیٰ کے یہ لفظ اور کسی کے لئے نہیں بولا جاتا۔ جیسا کہ مفرداتِ راغب جو عربی لغت کی معتبر کتاب ہے لکھا ہے۔ پس اس جگہ اَخْلُقُ لَکُمْ کے معنی ہوں گے میں تمہارے فائدہ کے لئے تجویز کرتا ہوں چنانچہ کتاب الشعراء والشعراء لابن قتیبہ کے صفحہ ۲۹ پر مشہور عربی شاعر کعب بن زہیر بن سلمٰی کا یہ قول درج ہے۔

لَاَنْتَ تَفْرِیُ مَا خَلَقْتَ وَ بَعْضُ　　الْقَوْمِ یَخْلُقُ ثُمَّ لا یفْرِیُ

اور لَاَنْتَ تَفْرِیُ مَا خَلَقْتَ کا ترجمہ مَا قَدَرْتَ لکھا ہے۔ اسی طرح تفسیر بیضاوی تفسیر سورۃ آل عمران زیر آیت اَخْلُقُ لَکُمْ الخ لکھا ہے اَخْلُقُ لَکُمْ. اَقْدِرُ لَکُمْ پس اس آیت کے وہی معنے درست ہیں جو ہم نے کئے۔ قرآن مجید صاف لفظوں میں فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ ؕ وَاِنْ یَّسْلُبْھُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْہُ مِنْہُ ۔(الحج: ۷۴) جن لوگوں کو خدا کے سوا تم پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے خواہ وہ سب جمع ہو کر بھی بنانے کی کوشش کریں یہاں تک کہ اگر مکھی ان کی کوئی چیز اٹھا کر لے جائے تو وہ اس کو اس سے بھی نہ چھڑا سکیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی انہی معبودانِ باطلہ میں سے ہیں جیسا کہ فرمایا: لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ (المائدۃ: ۱۸) پس قرآن مجید تو یہ کہتا ہے کہ حضرت مسیح ایک مکھی بھی نہ بنا سکتے تھے چہ جائیکہ ان کے متعلق چمگادڑیں اور پرندے بنانے کا اِدّعا کیا جائے۔ ایسا دعویٰ کرنے والوں کو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھنی چاہیے: اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ خَلَقُوْا کَخَلْقِہٖ فَتَشَابَہَ الْخَلْقُ عَلَیْھِمْ ؕ قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ (الرعد: ۱۷) کہ ان لوگوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں (جن کے متعلق کہتے ہیں) کہ انہوں نے بھی اس کی طرح پیدا کیا اور پھر ان کی پیدائش کی ہوئی چیزیں خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کے ساتھ مل جل گئیں۔ ان کو کہہ دو کہ صرف اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے اور اس کے سوا اور کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ کہنا کہ: اَخْلُقُ لَكُمْ (آل عمران: ۵۰) والی آیت میں لفظ خَلق انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے جن معنوں میں خدا تعالیٰ کے لئے بالبداہت باطل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کے پاس اس وقت آئے جبکہ وہ دنیا داری میں پھنس کر مٹی ہو چکے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ وہ پرندوں کی طرح خدا کی طرف اڑنے لگ جائیں۔ پھر ان میں روحانیت کی روح پھونکی جس سے وہ خدا کی طرف اڑنے لگے۔ یہی معنی اس آیت کے ہیں اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهُ (فاطر: ۱۱) کہ خدا ہی کی طرف اوپر چڑھتے ہیں پاک کلمات اور نیک کام۔ وہ ان کو بلند کرتا ہے۔ ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پطرس اور یہوداہ اسکریوطی جیسے پرندے بنائے جو اڑے اور اڑ کر پھر زمین پر گر پڑے مگر خدا کے برگزیدہ رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر، عمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہم جیسے پرندے بنائے جنہوں نے فضائے روحانیت کی لاانتہا بلندیوں کی طرف پرواز کی۔ دنیوی نگاہوں نے اپنی پستی سے ان کی بلندی کو ناپنا چاہا مگر نگاہیں ناکام واپس آئیں۔ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا بنایا ہوا ایک پرندہ (مسیح موعود) اس بلندی پر پہنچا کہ خدا تعالیٰ نے اس کے متعلق: اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةٍ لَا یَعْلَمُهَا الْخَلْقُ (تذکرہ ایڈیشن سوم۔ الشرکۃ الاسلامیہ صفحہ ۱۰۷، الہام ۱۸۸۳ء) کا ارشاد فرمایا۔

دلیل نمبر ۸

اندھوں کو بینائی بخشنا اور بہروں کو شنوائی عطا کرنا اور کوڑھی کو شفا بخشنا بھی قرآن نے مسیح کے اقتداری نشانات و معجزات تسلیم کئے ہیں۔ کیا آنحضرتؐ نے بھی کوئی ایسا معجزہ دکھایا؟

الجواب: ۔ قرآن مجید میں اُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ (آل عمران: ۵۰) آیا ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے میں بری کرتا ہوں اندھے اور کوڑھے کو۔ اُبْرِئُ مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "میں بری کرتا ہوں۔" اُشْفِیْ کا لفظ نہیں جس کا ترجمہ یہ ہو کہ "میں شفا دیتا ہوں۔" آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اندھوں اور کوڑھوں پر کوئی قید تھی جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو بری کیا۔

یاد رہے کہ تورات میں یہ لکھا ہوا تھا کہ اندھے، کوڑھے، لنگڑے ہیکل میں داخل نہ ہوں کیونکہ وہ ناپاک ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آکر ان کی اس قید کو ہٹا دیا۔ ملاحظہ ہو تورات:۔

"کیونکہ وہ مرد جس میں کچھ عیب ہے نزدیک نہ آئے جیسے اندھا یا لنگڑا...... یا داد کھجلی بھرا...... وہ عیب دار ہے...... وہ اپنا کھائے مگر پردے کے اندر داخل نہ ہو۔ میرے مقدس کو بے حرمت نہ کرے۔"

(احبار۱۸تا۲۱/۲۴) ''پھر خداوند نے موسیٰ کو مخاطب کر کے فرمایا بنی اسرائیل کو حکم کر کہ ہر ایک مبروص اور جریان والا جو مردہ کے سبب ناپاک ہے ان کو خیمہ گاہ سے باہر کر دیں۔ کیا مرد اور کیا عورت دونوں کو نکال دو کہ اپنی خیمہ گاہوں کو جن میں میں رہتا ہوں ناپاک نہ کریں۔'' (گنتی ۱تا۵/۳) پس یہ وہ قید تھی جس سے مسیح نے ان کو بری کیا۔ ہاں خدا کے انبیاء روحانی اندھوں کو بصارت وبصیرت عطا کرتے آئے ہیں۔ اندھا وہ ہے جو خدا کے انبیاء کی صداقت کو شناخت نہیں کرتا۔ فرمایا مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (بنی اسرائیل: ۷۳) کہ جو یہاں اندھا ہے وہ اگلے جہان میں بھی اندھا ہے۔ قرآنِ مجید نے اپنی تمام آیات کو مُبْصِرَةٌ (بینائی بخشنے والا) قرار دیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بے شک پطرس، یوحنا، یہوداہ جیسے اندھوں اور کوڑھوں کو بینائی دی اور کام کرنے کے قابل بنایا مگر ان کی یہ بینائی اور قوت عارضی تھی۔ مسیح کے گرفتار ہوتے ہی ان کی یہ سب طاقتیں مسلوب ہو گئیں مگر ہمارے نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اندھوں کو آنکھیں دیں اور کوڑھوں کو کام کرنے والا بنایا کہ جو شخص ان سے وابستہ ہوا، اس نے بھی بینائی پائی۔

دلیل نمبر ۹

قرآن میں بھی یہ لکھا ہے کہ لوگ اپنے گھروں میں جو کچھ کرتے اور کھاتے پیتے تھے حضرت مسیح ان کو وہ سب کچھ بتا دیتے تھے۔

الجواب:۔ قرآن میں یہ نہیں لکھا کہ حضرت مسیح لوگوں کو یہ بتایا کرتے تھے آج تم گوشت کھا کر آئے ہو اور تم دال۔ بلکہ آیت یوں ہے:۔ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ (آل عمران: ۵۰) کہ میں تم کو بتاتا ہوں (احکام) ان چیزوں کے متعلق جو تم کھاتے ہو اور جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ رکھتے ہو یعنی جمع وخرچ کے احکام بیان کرتا ہوں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کہا كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (الاعراف: ۳۲) کہ کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو۔ ورنہ یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ یہ بتا دیا کرتے تھے کہ آج زید سبزی کھا کر آیا ہے اور بکر کدّ و اور عمر نے اپنے گھر میں مکی اور باجرہ جمع کر رکھا ہے مضحکہ خیز ہے۔

دلیل نمبر ۱۰

قرآن میں تمام انبیاء کے گناہوں کا ذکر ہے۔ خصوصاً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملتا ہے کہ اپنے گناہوں کی معافی مانگ۔ ہم نے تجھے گمراہ پایا اور ہدایت کی۔

الجواب:۔ سائل نے دو آیات پیش کی ہیں (۱) وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (محمد: ۲۰)

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی (الضحٰی:۸)

پہلی آیت کا جواب:۔ ذَنْب کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرآن میں پانچ مرتبہ آیا ہے اور پانچوں مرتبہ جنگ اور فتوحات کے ذکر کے بعد ہی آیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ لَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا (النساء:۱۰۶) سورۃ مومن:۸ میں پہلے نصرت کا ذکر ہے بعد میں استغفار کا۔سورۃ محمد:۲۰ میں بھی جنگ کے ذکر کے ساتھ۔ اسی طرح سورۃ نصر میں بھی فتوحات کے ذکر کے ساتھ استغفار کا حکم ہے۔سورۃ فتح میں بھی اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا (الفتح:۲) کے بعد استغفار کرنے کا حکم ہے۔ پس معلوم ہوا کہ استغفار اور ذنب کا فتوحات اور نصرتِ الٰہی کے ساتھ گہرا واسطہ ہے۔ خدا تعالیٰ کی نصرت کبھی گنہگاروں اور بدکاروں کو نہیں ملا کرتی۔

ع کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو

پھر ذنب کے ساتھ فتوحات اور نصرت کا کیا جوڑ؟ نیز یہ کہنا کہ اے نبی! تو اپنے اور مومنوں کے لئے استغفار کر، صاف طور پر بتا رہا ہے کہ اس آیت میں ذنب کے معنی اِثْمٌ یعنی گناہ نہیں۔ بلکہ بشری کمزوری کے ہیں۔قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اثم کا لفظ نہیں بلکہ ذنب کا لفظ ہے جس کے معنی بشری کمزوری کے ہیں۔قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے کہ حضورؐ پاک اور بےلوث انسان تھے۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم:۵) کہ اے نبی! تو اخلاق کے بلندترین مقام پر فائز ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے خدا اسمٰعیلؑ کی نسل میں سے ایک ایسا عظیم الشان نبی پیدا کر جو يُزَكِّيْهِمْ (البقرۃ:۱۳۰) کا مصداق ہو یعنی ان کو پاک کرے۔ قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے يُزَكِّيْهِمْ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کو پاک بناتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ (عبس:۱۷) کہ یہ مومن جن کے ہاتھ میں خدا تعالیٰ نے قرآن دیا ہے نہایت ہی پاک لوگ ہیں۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو پاک بنا بھی دیا پس ایسے عظیم الشان انسان کے متعلق یہ کہنا کہ وہ خود گنہگار تھا سراسر بےانصافی ہے۔ پس ذَنْب کے معنے یہی ہیں کہ چونکہ نبی عالم الغیب نہیں ہوتا اس لئے فتوحات اور لڑائیوں کے بعد بعض دفعہ محض بشریت کی وجہ سے بعض ایسے فیصلے سرزد ہو جاتے ہیں جن سے موجودہ لوگ تو مستفید ہو جائیں مگر بعد میں آنے والے لوگ جو بوقتِ فیصلہ موجود نہیں ہوتے نقصان اٹھا لیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی! تو ایسی بشری کمزوریوں کے غلط نتائج سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ سے

استغفار کر لے۔یعنی یہ دعا کرے کہ اس کمی کو خدا تعالیٰ پورا کر دے۔کیونکہ وہ عالم الغیب ہے تا کہ نبوت کے عظیم الشان مقصد میں کوئی امر روک نہ ہو۔

ذَنۡبَ ذَنۡبًا کے معنے لغت میں پیچھے آنے کے بھی ہیں۔اگر ان معنوں کو مدنظر رکھا جائے تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اے نبی! تو اپنے متبعین اور آئندہ آنے والے مومنین کے لئے مغفرت کی دعا کر وبس۔

دوسری آیت کا جواب:۔ضَالّ بمعنی گمراہ نہیں بلکہ ضَالّ بمعنی متلاشی ہے۔جیسا کہ سورۃ یوسف کی آیت اِنَّكَ لَفِیۡ ضَلٰلِكَ الۡقَدِیۡمِ (یوسف:۹۶) میں۔آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تجھ کو دنیا کے لئے ہدایت کا متلاشی پایا اور تجھ کو ہدایت عطا کی۔دوسرا قرینہ اس سورۃ (الضّحٰی) کی ترتیب ہے اس میں وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی (الضحٰی:۸) کے نتیجے میں اس کے بالمقابل وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ (الضحٰی:۱۱) یعنی اے نبی! تو ضَالّ تھا ہم نے تجھ کو ہدایت عطا کی۔پس تو بھی کسی سائل کو مت ڈانٹ۔اس آیت کی بناوٹ ہی بتا رہی ہے کہ یہاں ضَآلًّا کے معنے سائل اور متلاشی کے ہیں۔ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صاف طور پر قرآن میں آیا ہے مَاضَلَّ صَاحِبُكُمۡ وَمَا غَوٰی (النجم:۳) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کبھی گمراہ ہوئے اور نہ راہِ راست سے بھٹکے۔باقی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گناہ! ہم تو سب انبیاء کو گناہ سے پاک مانتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی (النجم:۹،۱۰) فرمایا۔

دلیل نمبر ۱۱

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور قربِ قیامت میں فتنۂ دجال کو فرو کرنے کے لئے آئیں گے۔

الجواب:۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کا زندہ آسمان پر ہونا قرآن اور احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں جیسا کہ سوال نمبر ۵ کے جواب میں بیان ہوا اور جس شخص کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ وہ آخری زمانہ میں فتنہ دجال کو فرو کرنے کے لئے مبعوث ہوگا اس نے اسی اُمت محمدیہ میں سے پیدا ہونا تھا۔چنانچہ بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب نزولِ عیسٰی و مسند احمد جلد۲ صفحہ ۲۳۶ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَ اِمَامُكُمۡ مِنۡكُمۡ کہ مسیح موعود اُمت محمدیہ کا امام ہوگا جو اس امت ہی میں سے ہوگا۔پھر بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو مسیح ناصری کا حلیہ بیان فرمایا ہے وہ سرخ رنگ اور گھنگھریالے بال ہے مگر آنے والے مسیح کا حلیہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گندمی رنگ اور سیدھے بال بیان فرمایا ہے۔(بخاری جلد۲صفحہ۱۵۹مطبع الہیہ مصر) دو حلیے ایک آدمی کے نہیں ہو سکتے۔ پس اختلاف حلیتین بتاتا ہے کہ پہلا مسیح فوت ہو چکا اور آنے والا مسیح اسی دنیا سے پیدا ہونا تھا۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے بھی لکھا ہے۔''وَجَبَ نُزُوْلُهٗ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ بِتَعَلُّقِهٖ بِبَدَنٍ اٰخَرَ.'' (تفسیر عرائس البیان جلد اصفحہ۲۶۲) کہ آخری زمانہ میں پہلا مسیح واپس نہیں آئے گا بلکہ اب وہ ایک نئے وجود کی صورت میں ہی ظہور پذیر ہوگا۔ پس یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کا کمال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ایک انسان کو مسیح بنا سکتی ہے بلکہ اس سے بھی اگلے مقام پر لے جا سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ مقدر تھا کہ وہ دجالی فتنہ سے جو پہلے مسیح کی بگڑی ہوئی اُمت کی طرف سے کھڑا کیا جانا تھا۔ جس کی بنیادیں پہلے مسیح کی خدائی پر مستحکم اور استوار کی جانی تھیں اس کو مٹانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قوتِ قدسی ایک محمدی مسیح کھڑا کرے جو اس فتنہ کو عصائے محمدیؐ سے پاش پاش کر دے اور الوہیت باطلہ و تثلیث نادرہ کی دھجیاں فضائے آسمان میں بکھیر کر رکھ دے۔ ؎

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

(درثمین اُردو)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی پیشگوئیوں کے عین مطابق وہ آنے والا قادیان کی سرزمین میں ظاہر ہوا اور اپنی باطل شکن صدا سے تثلیثِ باطلہ کے قصرِ عظیم المنظر میں اضمحلال پیدا کر گیا۔ ؎

وہ آیا جس کی آمد دیکھنے کو — نگاہ شوق سوئے آسمان ہے
مسیح وقت آیا قادیاں میں — جبھی تو قادیاں دارالاماں ہے

مبارک وہ جو اسے قبول کریں اور اس کے دامن اطاعت کے ساتھ وابستہ ہو کر افواجِ باطل کے ازہاق کا ہمت آفریں کام کریں۔ (خادم)

سکھ مذہب

حضرت بابا نانک رحؒ صاحب مسلمان ولی اللہ تھے

ہمارا عقیدہ ہے کہ جناب بابا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ پکے مسلمان اور ولی اللہ تھے اور اس کی بنیاد ہمارے آقا و پیشوا سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا وہ کشف ہے جس میں حضورؑ کو بابا صاحبؒ بحالت اسلام دکھائے گئے (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۵۸۱ تا ۵۸۴ و تذکرہ صفحہ ۱۵ ایڈیشن چہارم) اور پھر وہ دلائل ہیں جو آپؑ نے بابا صاحب کے اسلام کے ثبوت میں ۱۸۹۵ء میں کتاب ''ست بچن'' اور اس کے بعد ''چشمہ معرفت'' (روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۵۰ تا ۳۶۸) میں تحریر فرمائے۔ علاوہ ازیں سلسلہ احمدیہ کے علماء کی طرف سے بھی کئی ایک ٹریکٹ اور کتابیں اس موضوع پر شائع ہو چکی ہیں۔ ذیل میں ہم یکجائی طور پر بغیر کسی حاشیہ آرائی کے وہ امور درج کرتے ہیں جو اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔

بابا صاحبؒ کے مسلمان ہونے کے عقیدہ کی ابتداء

بابا نانک صاحبؒ کے مسلمان ہونے کا عقیدہ آپ کے زمانہ زندگی ہی سے مسلمانوں میں چلا آتا ہے۔ یعنی بابا صاحب کی زندگی میں مسلمان آپ کو ولی اللہ کہتے تھے (جنم ساکھی بالا صفحہ ۱۳۲ و جنم ساکھی منی سنگھ صفحہ ۱۰۸ و صفحہ ۱۱۰ و تواریخ گُرو خالصہ صفحہ ۲۴ و صفحہ ۴۴ مصنفہ پروفیسر سندر سنگھ، بحوالہ سکھ گورُو صاحبان اور مسلمان ایک تاریخی جائزہ از عباد اللہ گیانی صفحہ ۳) بلکہ آپ کو ولی عارف یقین کرتے تھے (تواریخ گُرو خالصہ صفحہ ۴۰۳، سکھ گورُو صاحبان اور مسلمان ایک تاریخی جائزہ از عباد اللہ گیانی صفحہ ۳) اور نانک درویش کے نام سے پکارتے تھے (جنم ساکھی بالا صفحہ ۱۳۶ و جنم ساکھی سری گُرو سنگھ سبھا صفحہ ۲۴۸، بحوالہ سکھ گورُو صاحبان اور مسلمان ایک تاریخی جائزہ از عباد اللہ گیانی صفحہ ۳)

مسلمانوں میں بابا صاحبؒ کی یادگاریں

پھر لکھا ہے کہ آپ حاجی درویش بن کر مکے میں حج کے لئے گئے (جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۳۱

ایڈیشن دوم ساکھی نمبر ۳۷ صفحہ ۲۱۶ ، بحوالہ سکھ گورُ وصاحبان اور مسلمان ایک تاریخی جائزہ از عباد اللہ گیانی صفحہ۴) اور ممالک اسلامی میں آپ کے مقامات کو نانک قلندر یا ولی ہند کے دائرہ کے نام سے پکارا جاتا ہے (تواریخ گُروخالصہ صفحہ ۳۹۶ مصنفہ گیانی گیان سنگھ، بحوالہ سکھ گورُ وصاحبان اور مسلمان ایک تاریخی جائزہ از عباد اللہ گیانی صفحہ۴) قلندر مسلمان فقیروں کے لیے مشہور لفظ ہے (ناواں تے تھاواں دا کوش مصنفہ ماسٹر متاب سنگھ) اور گیانی گیان سنگھ نے لکھا ہے کہ مکہ شریف میں بابا نانکؒ کا مکان مسجد کی شکل پر بنا ہوا ہے جو ولی ہند کے نام سے مشہور ہے (تواریخ گُروخالصہ صفحہ۴۴۲ بحوالہ ہمارا نانک اور عباد اللہ گیانی صفحہ ۳۷) اور عرب میں بابا صاحب ولی ہند کے نام سے مشہور ہیں اور آپ کے مکانات مسجدوں کی شکل میں بنے ہوئے ہیں (تواریخ گُروخالصہ صفحہ ۴۴۵ و ناواں تے تھاواں دا گوش صفحہ ۳۵۰ بحوالہ ہمارا نانک اور عباد اللہ گیانی صفحہ ۳۷) اور بغداد کے مسلمان بابا صاحب کو مسلمان پیر خیال کرتے ہیں (تواریخ گُروخالصہ صفحہ ۶۲ مصنفہ گیانی گیان سنگھ مطبوعہ وزیر ہند پریس امرتسر ۱۹۲۳ء) اور ہزارہ کے علاقہ میں ایسے لوگ آباد ہیں جو اپنے آپ کو نانک ولی کے مرید بتاتے ہیں۔ (تواریخ گُروخالصہ صفحہ۴۶۴)

بابا صاحب کی وفات پر مسلمانوں کا دعویٰ

بابا صاحب کی وفات پر بھی مسلمانوں نے پُرزور اصرار کیا کہ ہم آپ کی لاش مبارک کو جلانے نہیں دیں گے اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ آپ پکے مسلمان اور حاجی ہیں (تواریخ گُروخالصہ صفحہ ۶۳ مصنفہ پروفیسر سندر سنگھ بحوالہ سکھ گورُ وصاحبان اور مسلمان ایک تاریخی جائزہ از عباد اللہ گیانی صفحہ ۵۹) سردار خزان سنگھ صاحب نے بھی مسلمانوں کے اس اصرار کی وجہ یہی بتائی ہے کہ وہ آپ کو مسلمان یقین کرتے تھے۔ (ہسٹری اینڈ دی فلاسفی آف دی سکھ ریلیجن صفحہ ۱۰۶ بحوالہ سکھ گورُ وصاحبان اور مسلمان ایک تاریخی جائزہ از عباد اللہ گیانی صفحہ ۵۹)

بابا نانکؒ صاحب کے اسلام پر ایک شہادت

گوردوارا کے ٹریبونل کے ججوں نے مقدمہ نانک کے فیصلہ میں لکھا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے (دیکھو ہیوز صاحب کی ڈکشنری آف اسلام صفحہ ۵۸۳ تا ۵۹۱) کہ گُرو نانک صاحب نے اپنے خاص اصول اسلام سے لئے ہیں۔ یہ بات پکی ہے کہ بابا صاحب نے اپنے آپ کو اسلام کا مخالف ظاہر نہیں کیا اور اس نے ایک مسلمان فقیر کی شکل میں مکے کی یاترا کی۔ (اداسی سکھ نہیں صفحہ ۲۲ بحوالہ بحوالہ ہمارا

نانک اور عباد اللہ گیانی صفحہ۱۵۴)

بابا نانکؒ صاحب کا نام مسلمانوں کا ساتھا

گیانی گیان سنگھ صاحب لکھتے ہیں کہ مسلمان بابا صاحب کو ''نانک شاہ'' کے نام سے پکارتے تھے (تواریخ گُرو خالصہ صفحہ ۱۲۸ بحوالہ سکھ گورُو صاحبان اور مسلمان ایک تاریخی جائزہ از عباد اللہ گیانی صفحہ۳) اور جنم ساکھی بالا میں ''نانک شاہ ملنگ'' لکھا ہے۔ (جنم ساکھی بالا صفحہ ۲۰۸ بحوالہ سکھ گورُو صاحبان اور مسلمان ایک تاریخی جائزہ از عباد اللہ گیانی صفحہ۳) یاد رہے کہ ملنگ مسلمان فقیروں کے ایک فرقہ کا نام ہے (مہاں گوش مصنفہ سردار کاہن سنگھ صاحب آف نابھہ) اور ولی اللہ، درویش، ملنگ یہ سب مسلمان فقیروں کے مخصوص القاب ہیں (ملاحظہ ہو وراں بھائی گورداس وار۲۳۔ پوڑی ۳۰ بحوالہ سکھ گورُو صاحبان اور مسلمان ایک تاریخی جائزہ از عباد اللہ گیانی صفحہ۳)۔

بابا نانکؒ صاحب کی تعلیم

گیانی گیان سنگھ صاحب کا بیان ہے کہ مسٹر کنیگم نے اسلامی تاریخوں کے حوالجات سے تحریر کیا ہے کہ بابا نانک صاحب کے ہمسایہ میں سید میر حسن صاحب نے جو اس علاقہ میں اولیاء کرامتی کی صلح کل اور بے لاگ پیر مانے ہوئے تھے اپنا سارا دینی و دنیاوی علم بابا نانکؒ صاحب کو پڑھایا اور بڑے بڑے راہ حق کے بھید بتائے (حاشیہ تواریخ گُرو خالصہ صفحہ ۸۶ بحوالہ ہمارا نانک اور عباد اللہ گیانی صفحہ۵) اور یہ بھی لکھا ہے کہ جناب بابا نانکؒ صاحب نے سرسہ شریف میں خواجہ عبدالشکور صاحب کے مزار پر چِلّہ کیا۔ (تواریخ گُرو خالصہ صفحہ۲۲۴)

بابا نانک صاحب کا السّلام علیکم کہنا

قرآن شریف میں مرقوم ہے: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (النساء: ۹۵) یعنی نہ کہو اس شخص کو جو تمہیں السلام علیکم کہے کہ تو مسلمان نہیں۔ اس ارشاد کے مطابق جو ہم کو السلام علیکم کہے گا ہم اسے مسلمان کہنے پر مجبور ہیں۔ بھائی گورداس جی نے بھی لکھا ہے کہ آپس میں ملتے وقت السلام علیکم کہنا مسلمانوں کا کام ہے (وار۲۳۔ پوڑی ۳۰) اور یہ ثابت ہے کہ جناب بابا صاحب نے مسلمانوں کو ملتے وقت السلام علیکم کہا جس کے جواب میں ہر دو فریق نے وعلیکم السلام کہا۔

(جنم ساکھی بالاصفحہ ۱۳۷ وصفحہ ۴۷۶ وصفحہ ۵۱۲ وجنم ساکھی میکالف والی صفحہ ۱۳۸ بحوالہ ہمارا نانک اور عباداللہ گیانی صفحہ ۱۷۸)
اس سے صاف ثابت ہے کہ مسلمان بابا نانک صاحبؒ کومسلمان یقین کرتے تھے اور وہ بھی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے۔ یادرہے کہ گُرو گوبند سنگھ صاحب سے پہلے گُرو صاحبان اوران کے سکھوں میں پَیریں پونا کہا جاتا تھا (وار ۲۳۔ پوڑی ۲۰۔ مصنفہ گورداس وگورمت سدھا کر صفحہ ۱۲۸ مصنفہ سردار کاہن سنگھ) یہ بالکل ثابت نہیں کہ جناب بابا صاحب نے کبھی ''پَیریں پونا'' استعمال کیا ہو۔

بابا نانکؒ صاحب کا اذان کہنا

اذان دینا بھی ایک پکے مسلمان کی علامت ہے۔ بابا صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ آپ نے کانوں میں انگلیاں ڈال کر اذان کہی (جنم ساکھی بالاصفحہ ۲۰۳، بحوالہ خالصہ دھرم کے گوروؤں کی تاریخ از عبدالرحمان صفحہ ۸۲۔۸۳) نیز بھائی گورداس نے آپ کا بغداد اور مکہ شریف میں اذان کہنا بتایا ہے۔ ملاحظہ ہو (وار پہلی صفحہ ۱۳۔۱۴ بحوالہ خالصہ دھرم کے گوروؤں کی تاریخ از عبدالرحمان صفحہ ۸۲۔۸۳) اور مسٹر میکالف نے لکھا ہے کہ
''جب کبھی وقت آیا تو گُرو نانکؒ صاحب نے حضرت محمدؐ صاحب کے ماننے والے پکے مسلمانوں کی طرح بانگ دی''۔ (میکالیف اتہاس صفحہ ۱۴۷ بحوالہ خالصہ دھرم کے گوروؤں کی تاریخ از عبدالرحمان صفحہ ۸۲۔۸۳)

اذان کہنے والا بلند آواز سے خدا تعالیٰ کی بزرگی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کا اقرار کرتا ہوا مسلمانوں کو نماز کے لئے مسجد کی طرف بُلاتا ہے۔ پس بابا نانک صاحبؒ کے اذان دینے سے ثابت ہوا کہ وہ رسالتِ محمدؐیہ کے اقراری تھے۔

بابا صاحب اور نماز

آپ فرماتے ہیں:

خصم کی ندر دلیہ پسندی جنی کر ایک دھیایا
تیہہ کرر کھّے پنج کرساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائی

(گرنتھ صاحب صفحہ ۲۲ سری راگ محلّہ اگھر ۳ بحوالہ خالصہ دھرم کے گوروؤں کی تاریخ از عبدالرحمان صفحہ ۹۰)
یعنی خدا کی نگاہ اور دل میں وہی لوگ پسندیدہ ہیں جنھوں نے اس کو ایک جانا۔ تیس روزے

رکھے۔ پانچ نمازیں ادا کیں۔علاوہ ازیں سری گُروگرنتھ صاحب میں بعض اور کئی مقامات پر بھی نماز ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے بلکہ جنم ساکھیوں میں بابا صاحب نے نماز نہ پڑھنے والے کو لعنتی قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

ل لعنت بر سرتناں جو ترک نماز کرین　　　　تھوڑا بُہتا کھٹیا ہتھوہتھ گوین

(جنم ساکھی بالا صفحہ ۲۲۲ بحوالہ خالصہ دھرم کے گوروؤں کی تاریخ از عبدالرحمان صفحہ ۹۲ و جنم ساکھی ولایت والی صفحہ ۲۴۷) اور جنم ساکھی منی سنگھ صفحہ ۱۰۷ میں بابا صاحب کا حکم نماز با جماعت ادا کرنے کا درج ہے۔

بابا نانکؒ صاحب اور زکوٰۃ

اسی طرح زکوٰۃ ادا کرنے کے بارے میں بابا صاحب کا ارشاد جنم ساکھی بالا صفحہ ۱۹۹ پر درج ہے۔

دین نہ مالِ زکوٰۃ جو تِس دا سنو بیان　　　　اِک لیون چور لٹ اک آفت پوے اجان

پھر لکھا ہے:

ل لعنت بر سرتناں جو زکوٰۃ نہ کڈھدے بیان　　　　دھکا پوندا غیب دا ہوندا سب زوال

(جنم ساکھی منی سنگھ صفحہ ۴۱۴ بحوالہ ہمارا نانک اور عباداللہ گیانی صفحہ ۱۳۷) نیز تواریخ گُرو خالصہ صفحہ ۴۱۰ میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم درج ہے۔

بابا صاحبؒ اور روزہ وحج

آپ نے روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا ہے۔ ملاحظہ ہو (گرنتھ صاحب صفحہ ۲۲ و جنم ساکھی بالا صفحہ ۱۴۳ و ۱۷۸ بحوالہ خالصہ دھرم کے گروؤں ی تاریخ از عبدالرحمٰن ۱۵۱) بابا صاحب کو الہام ہوا کہ اے نانک مکے مدینے حج کر۔ (جنم ساکھی بالا صفحہ ۱۳۶ و جنم ساکھی بالا اردو صفحہ ۱۵۳ بحوالہ خالصہ دھرم کے گوروؤں کی تاریخ از عبدالرحمان صفحہ ۹۹) اور باوا صاحب مردانہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ: ''اگر ہمارے نصیب میں حج کعبہ ہے تو ہم بھی جائیں گے۔'' جنم ساکھی بالا صفحہ ۱۰۳۔ پھر لکھتا ہے کہ آپ حاجی درویش بن کر مکے کے حج کو حاضر ہوئے اور سورہ کلام (سورۂ کلام سے قرآن شریف کی کوئی سورۃ مراد ہے) کی صفت کرنے لگے۔ (جنم ساکھی بالا صفحہ ۱۳۱) اور آپ فرماتے ہیں۔''جو صدق دل سے حج کرے۔ اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بے گناہ بچہ۔

مردانہ خوب یادرکھو جو کوئی مکہ شریف کو نہ مانے وہ کافر ہے۔ خواہ کوئی ہو۔" (جنم ساکھی بالا اردو صفحہ ۱۷۶ و ۱۷۷ بحوالہ سکھ گورُوصاحبان اور مسلمان ایک تاریخی جائزہ از عباداللہ گیانی صفحہ ۲۹) باباصاحب نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی تاکید فرمائی ہے۔ (خالصہ دھرم کے گوروؤں کی تاریخ از عبدالرحمان صفحہ ۱۵۱) جیسا کہ گرنتھ صاحب سری راگ محلّہ امیں لکھا ہے:

برکت تِن کو اگلی پڑھدے رہن درودؐ

یعنی اُن لوگوں کو اگلے جہان میں برکت ملے گی، جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے رہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

ص صلاحیت محمدیؐ مُکھ تھیں آکھو نِت　　　خاصہ بندہ ربدا سرمتراں ہوں مِت

صلوٰت گذشت کو آکھو مُکھ تے نِت　　　خاصے بندے رب دے سرمتراں دے مِت

(جنم ساکھی بالا والی صفحہ ۲۲۱ بحوالہ ہمارا نانک اور عباداللہ گیانی صفحہ ۸۰-۸۱)

یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہمیشہ زبان سے کرتے رہو کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے خاص بندے اور پیاروں سے پیارے ہیں۔ اور لکھا ہے۔

م محمدؐ مَن توں مَن کتیباں چار　　　مَن خُدائے رسول نوں سچّا ای دربار

(جنم ساکھی سری گُروسنگھ سبھا صفحہ ۲۴۷ بحوالہ ہمارا نانک اور عباداللہ گیانی صفحہ دیباچہ)

یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ کیونکہ ان کا دربار سچا ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضورؐ کو جبرائیلؑ لے گیا اور آپ پردہ میں خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ اے پیغمبر! تیرا شیشہ صاف ہے جس میں میری شکل نظر آتی ہے۔ (جنم ساکھی بالا صفحہ ۱۶۱ و جنم ساکھی منی سنگھ صفحہ ۴۶۸) پھر لکھتا ہے کہ باباصاحب نے مردانہ کو کہا کہ یہ مقام بزرگوں کا ہے۔ اس جگہ فرشتہ پیغمبری کی آیات لایا کرتا تھا جن میں ایک آیت یہ ہے **لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ** (نزھة النظر فی شرح نخبة الفکر صفحہ ۱۳ حاشیہ از محمد عبداللہ ٹونکی تحت ادارہ السید محمد عبدالاحد ۱۳۴۴ء مطبع المجتبائی دہلی) یعنی "اے پیغمبر! اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو زمین آسمان پیدا نہ کرتا۔" (جنم ساکھی منی سنگھ صفحہ ۴۱۸) اور پوراتن جنم ساکھی صفحہ ۱۱۱ میں باباصاحب کا قول درج ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے دربان ہیں۔

باباصاحب اورقرآن شریف

گرنتھ صاحب رام کلی محلّہ ا صفحہ ۸۳۶ (بحوالہ خالصہ دھرم کے گوروؤں کی تاریخ ازعبدالرحمان صفحہ ۱۰۰)
میں لکھا ہے: ''کل پردان کتیب قرآن'' یعنی کُل یُگ میں خدا تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کے لئے
قرآن شریف کومنظور فرمایا ہے اور ایک شخص کے سوال پر باباصاحب فرماتے ہیں: قرآن کتیب کمایئے
''یعنی قرآن شریف پر عمل کرو''۔ ''کر چانن صاحب ایویں ملے''۔اس سے جو روشنی پیدا ہوگی۔اس میں
خدا ملے گا۔(جنم ساکھی سنگھ سبھا صفحہ ۱۲۹ وجنم ساکھی بالا صفحہ ۴۱۲ بحوالہ خالصہ دھرم کے گوروؤں کی تاریخ از
عبدالرحمان صفحہ ۸۷)

باباصاحب کا ایک قول یہ ہے:

توریت انجیل زبورتریہہ پڑھ سُن ڈٹھے وید۔رہیا قرآن شریف کل جگ میں پروار

(جنم ساکھی بالا صفحہ ۱۴۷ بحوالہ خالصہ دھرم کے گوروؤں کی تاریخ ازعبدالرحمان صفحہ ۸۷ وچشمہ معرفت،
روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۶۰) یعنی میں نے توریت، انجیل، زبوراوروید پڑھ اورسن کر دیکھ لئے ہیں۔
قرآن کتاب ہی کُل یُگ کی ہدایت کے لئے خدا تعالی نے منظور فرمائی ہے اور جناب باباصاحب کا وہ
قرآن شریف جس کوسفر میں آپ ساتھ رکھا کرتے تھے گُرو ہرسہائے ضلع فیروز پور کے گوردوارہ میں آج
تک موجود ہے۔

باباصاحب اورقیامت

آپ قیامت کے قائل تھے جیسا کہ لکھا ہے:

'' آسمان دھرتی چل سی مقام وہی ایک — سری راگ

دن ردّ چلے نس سس چلے تارکا لکھ پلوئے — محلّہ ا صفحہ ۶۰

مقام وہی ایک ہے نانکؒ سچ بگوئے '' — (گرنتھ صاحب آد بحوالہ ہمارا نانک اور
عباداللہ گیانی صفحہ ۹۲)

یعنی آسمان اورزمین بھی فنا ہو جائیں گے۔وہ ایک یعنی خدا ہی ہمیشہ قائم رہے گا۔دن اور
سورج فنا ہو جائیں گے اور لاکھوں ستارے بھی نیست ونابود ہو جائیں گے وہ ایک ہی ہمیشہ قائم رہنے والا
ہے۔نانک سچ کہتا ہے(جنم ساکھی بالا صفحہ ۱۳۹و۱۵۲و۲۳۳ بحوالہ خالصہ دھرم کے گوروؤں کی تاریخ ازعبدالرحمان

صفحہ۱۰۱ او جنم ساکھی سنگھ سبھا صفحہ ۲۵۰) میں قیامت کو برحق تسلیم کیا گیا ہے۔

باباصاحبؒ اور بہشت دوزخ کا عقیدہ

باباصاحب نے اسلامی بہشت اور دوزخ کے عقیدہ کو بھی تسلیم کیا ہے (دیکھو راگ ماجھ محلّہ اصفحہ ۱۳۱ او جنم ساکھی بالا صفحہ ۱۳۹ و ۱۹۱ و ۳۳۴ و گرنتھ صاحب آسا محلّہ ا صفحہ ۴۳۷ بحوالہ ہمارا نانک اور عباد اللہ گیانی صفحہ ۱۰۳-۱۰۴) جنم ساکھیوں اور گرنتھ صاحب میں عقیدہ شفاعت کو برحق تسلیم کیا گیا ہے۔طوالت کے ڈر سے صرف ایک حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ باباصاحب نے فرمایا ہے:

عملاں والے تِت دن ہوسن بے پرواہ

سِٹی چُھٹے نانکا حضرت جناں پناہ

(جنم ساکھی سنگھ سبھا صفحہ ۲۵۰ بحوالہ ہمارا نانک اور عباد اللہ گیانی صفحہ ۹۶)

یعنی قیامت کے دن وہ لوگ جن کے اعمال نیک ہوں گے بےفکر ہوں گے۔ نانک کہتا ہے وہی لوگ نجات پائیں گے جن کی پشت پناہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔

باباصاحبؒ کی شادی

آپ نے اپنی دوسری شادی مسلمان حیات خان نامی کی دُختر سے کی جس سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ (سکھاں دے راج دی وتھیا صفحہ ۱۰ مصنفہ پنڈت سرد ہارام بحوالہ خالصہ دھرم کے گوروؤں کی تاریخ ازعبدالرحمان صفحہ ۱۴۱) جنم ساکھیوں کے قلمی نسخوں میں بھی یہ واقعہ درج ہے۔

باباصاحبؒ کا چولہ

پھر ایک زبردست ثبوت باباصاحب کے مسلمان ہونے کا آپ کا چولہ مبارک ہے۔ جو آج تک ڈیرہ بابانانک میں آپ کی اولاد کے پاس بطور یادگار چلا آتا ہے۔اس چولہ مبارک پر قرآن شریف کی آیات لکھی ہوئی ہیں اور گُرو گرنتھ صاحب میں آپ کو بارگاہِ خداوندی سے چولہ ملنے کا ذکر مذکور ہے چنانچہ لکھا ہے:

ڈھاڈی سچے محل خصم بلایا

سچی صفت صلاح کپڑا پایا

(گرنتھ صاحب راگ مَاجھ محلّہ اصفحہ ۱۴۰ بحوالہ حضرت بابانانک کا مقدس چولہ ازعباد اللہ گیانی صفحہ ۲۸)

یعنی مالک (خدا تعالیٰ) نے ڈھاڈی یعنی خدا تعالیٰ کی تعریف کرنے والے نانک کو اپنے حضور بلایا اور سچی صفت اور تعریف کا بھرا ہوا کپڑا (لباس عطا کیا اور گرنتھ صاحب کی لغت میں جو سکھوں کی ایک مشہور ''خالصہ ٹریکٹ سوسائٹی'' نے شائع کی ہے بتایا ہے کہ گُرو گرنتھ صاحب میں گُرو نانک صاحب کو خدا تعالیٰ کی درگاہ سے قباء ملنے کا ذکر ہے۔کوش صفحہ ۸۸۱ بحوالہ حضرت بابا نانک کا مقدس چولہ از عباد اللہ گیانی صفحہ ۲۷ بھائی گورداس کے کلام کا مرتبہ گرنتھ صاحب کے بعد دوم درجہ پر بتایا جاتا ہے۔اس میں بھی بابا صاحب کو بارگاہِ الٰہی سے ایک خلعت پہنایا جانا لکھا ہے۔چنانچہ بھائی صاحب لکھتے ہیں:

بھاری کری تپسیا بدھے بھاگ ہر سیو بن آئی

بابا پیدھا سچے کھنڈ نوں ندھ نام غریبی پائی

(وار ۲۴ پوڑی صفحہ ۲۲ بحوالہ حضرت بابا نانک کا مقدس چولہ از عباد اللہ گیانی صفحہ ۲۹)

گیانی ہزار سنگھ صاحب نے اس کلام کا ترجمہ حسب ذیل کیا ہے۔''یعنی بابا صاحب نے بہت عبادت کی اور بہت خوش قسمتی سے خدا کے ساتھ بن آئی یعنی خداوند باری آپ پر بہت خوش ہوئے۔گُرو جی کو سچے کھنڈ (خدا کے دربار) سے ایک پوشاک ملی۔صاف ظاہر ہے کہ یہ وہی پوشاک ہے جس کا ذکر گرنتھ صاحب میں کیا گیا ہے۔جنم ساکھی بالا صفحہ ۴۳۴ و نانک پرکاش اُتر آردھ ادھیائے ۱۷ مصنفہ بھائی سنتو کھ سنگھ و بابا گنیش سنگھ نے اپنی کتاب سری گُرو نانک سوریوے جنم ساکھی صفحہ ۳۹۸ بحوالہ حضرت بابا نانک کا مقدس چولہ از عباد اللہ گیانی صفحہ ۱۵۹ میں چولہ صاحب کے متعلق تحریر کیا ہے کہ جب بابا صاحب کو بارگاہِ الٰہی سے چولہ ملا تو پہن کر شہر کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔لوگوں نے بادشاہ کے حکم سے آپ کے گلے سے چولہ اتارنا چاہا لیکن چولہ آپ کے جسم کے ساتھ چمٹ گیا اور وہ اتارنے میں ناکام ہوئے وغیرہ اور جنم ساکھی کا بیان ہے کہ بابا صاحب نے اپنا چولہ اتار کر رکھ دیا اور اپنے بیٹوں کو اس کے اٹھانے کا حکم دیا لیکن وہ کراماتی چولہ کو نہ اٹھا سکے بلکہ ہلا بھی نہ سکے (صفحہ ۵۸۶) پس معلوم ہو گیا کہ یہ وہی چولہ تھا جس کا ذکر جنم ساکھی بالا میں بھی کیا گیا ہے۔

سکھوں کے اُداسی فرقہ کا بیان ہے کہ بابا نانک صاحب کی وفات کے بعد وہ عربی میں لکھا ہوا چولہ لکھمی داس کو پہنایا گیا (جیونی سری چندر جی مہاراج صفحہ ۱۲) اسی طرح جنم ساکھی بالا و نانک پرکاش و سری گُرو نانک سوریوے جنم ساکھی و خورشید خالصہ مصنفہ باوا نہال سنگھ وغیرہ میں چولہ صاحب کو کرامت والا بتایا ہے اور خورشید خالصہ کے مصنف نے یہ تو تسلیم کیا ہے کہ جو چولہ ڈیرہ بابا نانک میں ہے وہ جنم

ساکھی کا بیان کردہ ہے لیکن یہ کہنا کہ چولہ صاحب پر دیگر زبانوں کے حروف بھی درج ہیں۔ سراسر واقعہ کے خلاف ہے۔ سردار کرتار سنگھ صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر نے جغرافیہ ضلع گورداسپور[1] میں چولہ صاحب کا خاکہ شائع کر کے یہ حقیقت آشکار کر دی کہ اس پر سوائے آیات قرآنی کے اور کسی زبان کا کوئی حرف نہیں۔ اصل خاکہ درج ذیل ہے۔ یہ مقدس چولہ اب تک ڈیرہ بابا نانک میں آپ کی اولاد کے پاس محفوظ ہے۔ جسے دیکھنے کے لئے ہر سال ہزارہا کی تعداد میں لوگ دور دراز سفر کر کے آتے ہیں۔ جو شخص چاہے اب بھی تصدیق کر سکتا ہے کہ اس پر قرآن شریف کی آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔ مذکورہ بالا تحقیق سے ثابت ہے کہ بابا صاحب کو یہ چولہ خدا کی طرف سے ملا اور یہ چولہ بڑا با برکت تھا جو بابا صاحب کو آفات اور تکالیف سے بچاتا تھا۔ بابا صاحب اسے زیب تن فرماتے تھے اور اس پر قرآن شریف کی آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔ چنانچہ اس کی بزرگی کو ہندو اور سکھ سب تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ پنڈت میلا رام صاحب وفاؔ لکھتے ہیں:

کی تجھی پر قطع قدرت نے قبائے معرفت — کہنا پڑتا ہے یہ سب کو تیرا چولہ دیکھ کر

(افضل انبیاء صفحہ ۳۲ مصنفہ بھائی سیوا سنگھ)

[1] یہ جغرافیہ بطور ریڈر سکولوں میں پڑھایا جاتا ہے اور گورنمنٹ آف انڈیا سے رجسٹری شدہ ہے۔ اسے ملکھراج ڈبل بک سیلز پبلشرز بٹالہ نے شائع کیا ہے۔

دیکھو اپنے دیں کو کس کس صدق سے دکھلا گیا ÷ وہ بہادر تھا نہ رکھتا تھا کسی دشمن سے ڈر

اور لالہ سنت رام جی لکھتے ہیں:

چولہ گورو نانک دے تن دا　　　　ایہہ سب کشٹ مٹادے من دا
ٹوٹ رہن نہ دیندا دھن دا　　　　دیندا جنم سدھار جی
میلہ چولے صاحب دا آیا ویکھ رہیا سنسار جی
چلو چلئے درشن کریئے کھلا ہے دربار جی
جو اک واری درشن کردا　　　　وہ نردوہیں جہانیں تردا
ہوجائے امرناں جمدا مردا　　　　سچی ہے گفتار جی
میلہ چولے صاحبدا آیا ویکھ رہیا سنسار جی
چلو چلئے درشن کریئے کھلا ہے دربار جی
ہورہی چولے دی روشنائی　　　　اندر چارکوٹ دے بھائی
دنیا سب درشن کو آئی　　　　ہورہی جے جے کار جی
میلہ چولے صاحبدا آیا ویکھ رہیا سنسار جی
چلو چلئے درشن کریئے کھلا ہے دربار جی
عربی اس پر لکھی تمام　　　　پڑھ پڑھ دیکھے خلقت عام
ہو رہیا درس صبح اور شام　　　　سب کر رہے دیدار جی
میلہ چولے صاحبدا آیا ویکھ رہیا سنسار جی
چلو چلئے درشن کریئے کھلا ہے دربار جی
جو جو سکھنا سکھ سکھ آون　　　　منگیاں کُل مراداں پاون
جو جو درس کرن تر جاون　　　　کدی نہ آوے ہار جی
میلہ چولے صاحبدا آیا ویکھ رہیا سنسار جی
چلو چلئے درشن کریئے کھلا ہے دربار جی

(قصہ اُستت میلہ چولہ صاحب جیدی صفحہ ۳)

ان تمام امور سے صاف ثابت ہے کہ بابا نانک صاحبؒ ایک مسلمان ولی تھے۔

فقط

خاکسار گیانی واحد حسین مبلّغ

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

ازروئے سکھ ازم ۔ پرگنہ بٹالہ کا گُرو

ہندو، مسلمان اور سکھوں کی کتابوں میں ایک اوتار کی آمد کی پیشگوئی درج ہے۔ کسی نے اس کا نام نہہ کلنک اور کسی نے امام مہدی اور مسیح رکھا ہے۔ دراصل یہ سب ایک ہی مہان پُرش کے نام ہیں جیسا کہ ہندو صاحبان نے بھی تسلیم کیا ہے:

نہہ کلنک اوتار آ آ اے امام دو جہاں　　منتظر ہیں ہم کہ اب ہوتا ہے تیرا کب ظہور
تو مسلمانوں کا مہدی تو نصاریٰ کا مسیح　　تو شۂ سُکّانِ پستی تو شہنشاہِ طیور

(از پریتم ضیائی اخبار دیر بھارت لاہور کرشن نمبر۔ اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۶)

اسی طرح سوامی بھولا ناتھ جی لکھتے ہیں:

''ہندو کہتے ہیں کہ وہ پُورن برہم نش کلنک اوتار دھارن کریں گے مسلمانوں کا وشواش ہے کہ امام مہدی کا پراور بھاؤ ہوگا۔ سکھوں کا وشواش ہے کہ کلکی اوتار ہوگا اور عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ایشور سے ایک ہوکر پدھاریں گے۔ پرنتو اب یہ جاننا شیش ہے کہ ساری ستائیں پرتھک پرتھک ہوں گی یا ایک ہی! اِس کا اُتر یہ ہے کہ نہیں یہ ایک ہی ہوں گی۔ ہندو اسے اپنی درشٹ سے دیکھیں گے۔ مسلمان اپنی سے۔ سکھ یا عیسائی اُسے اپنی درشٹ سے دیکھیں گے۔'' (رسالہ ست یگ ستمبر ۱۹۴۱ء صفحہ ۱۳)

موہن مغول

سری گور بھگت مال صفحہ ۴۵۲ و دیگر سکھ کتب میں مرقوم ہے کہ سری کرشن جی مہاراج نے بھگت نام دیو جی کو مغل روپ میں درشن دیئے۔ جس پر بھگت جی نے کہا:

''دوارکا کی نگری میں کاہے کے مگول۔'' (گرنتھ صاحب صفحہ ۱۱۷۶) یعنی ہے بھگوان دوارکا نگری میں مغل کہاں سے آ گئے۔ اسی شبد میں کرشن جی کو ''میر مکند'' کہا گیا ہے جس کا ترجمہ ہے۔ ''مغل کرشن'' کیونکہ ''میر'' میرزا کا مخفف ہے اور گُرو گرنتھ صاحب میں بابر بادشاہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔

''کوٹی ہو پیر درج رہائے جاں ''میر'' سنیا دھایا۔''　　(راگ آسا محلّہ اصفحہ ۴۱۷)

یعنی میر بابر کی چڑھائی کوسن کر کروڑوں پیراس کوروک کر رہ گئے اور جنم ساکھی بالا صفحہ ۴۰۰ میں بابر کے لئے ''میر'' لفظ آیا ہے اور ''مکند'' کا ترجمہ ہے مکتی داتا اور کرشن۔ پس صاف ظاہر ہے کہ نہہ کلنک اوتار کا ظہور مغل کے جامہ میں ہی ہوگا۔ پھر لکھا ہے:

''کل کلوالی شرع نبیڑی قاضی کرشنا ہوآ، (آدگرنتھ صاحب صفحہ ۸۳۹)

بابا نانک صاحب فرماتے ہیں کہ کلجگ کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے لئے شری کرشن جی قاضی کے روپ میں برگٹ ہوں گے۔ بابا نانک صاحب فرماتے ہیں:

آدپُرکھ کواللہ کہیے شیخاں آئی واری	دیول۔دیوتیاں کر لاگا ایسی کیرت چالی
کوزہ مانگ نماز مصلا نیل روپ بنواری	گھر گھر میاں سبھناں جیاں بولی اور تماری
جے تو میر مہیپت صاحب قدرت کون جاری	چارے کونٹ سلام کریں گے گھر گھر صفت تماری
تیرتھ سمرت پُن دان کچھ لاہا ملے دیہاڑی	نانک نام ملے وڈیائی میکا کھڑی سمائی

(بسنت منڈول محلّہ اصفحہ ۱۱۹۰ گرنتھ صاحب آد)

ترجمہ:۔ اب آدپرکھ کو اللہ کہا جائے ......شیخوں کی باری آ گئی ہے۔مندر اور دیوتوں پر (خدانے) ٹیکس لگا دیا ہے۔یہی رواج ہو گیا ہے۔اے اللہ کوزہ، بانگ، نماز، مصلا، نیل روپ ورے بنواری یعنی کرشن کے سپرد کیا ہے اور ہر گھر میں میاں میاں اور ہر ایک زبان پر یہی ہے اے اللہ تیری بولی بھی اور ہوگئی ہے اگر تو نے میر یعنی میرزا کو زمین کا مالک بنایا ہے تو ''قدرت کون ہماری'' ہماری کیا طاقت ہے یعنی ہم کون ہیں۔اس کو چارے کونٹ سلام کریں گے اور گھر گھر میں تیری صفت ہوگی۔ تیرتھ پر جانے اور پُن دان کرنے سے جو پھل ملتا تھا وہ ایک گھڑی میں مل گیا۔

نوٹ:۔ یاد رہے بنواری یا بن والی یہ شری کرشن جی کا نام ہے (مہان کرشن صفحہ ۲۵۰۸) بابا نانک صاحب فرماتے ہیں:۔صفحہ ۷۲۳ ''آون اٹھتر ے جان ستانویں ہور بھی اُٹھسی مرد کا چیلہ'' آدگرنتھ صاحب صفحہ ۷۲۳ یعنی بابر مغل نے ۱۵۷۸ بکرمی میں ایمنا آباد پر حملہ کیا اور ۱۷۹۷ بکرمی میں مغل راج کا خاتمہ ہو جائے گا۔(تواریخ گُروخالصہ صفحہ ۱۳۴ مصنفہ گیانی گیان سنگھ) ''ہور بھی اُٹھسی مرد کا چیلہ'' اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ایک مغل پہلے ہے اور ایک اور اٹھے گا۔ پر کے ارتھ پر کرن کے مطابق ہوتے ہیں۔ مضمون بابر کا ہے اور وہ ''مرد کا چیلہ'' بھی بابر کی طرح مغل ہی ہونا چاہیے۔

ا۔آنے والا گُرونہہ کلنک مسلمان ہوگا

نقل مطابق اصل:

چکنا چور کرے گا پورا تانکا لیکھ نہ مٹیا جائی
مسلمان صفت شریعت سچے کی وڈیائی

ارتھ:۔ایہہ ورتارا ادرت جاوے گا۔سنسار کے بُکھے کون کون گُرو کہاویں گے۔جوگی، سنیاسی،جنگم، برہمچاری برہمن کلجگ کے پچھے گورو کہاون گے۔تنہاں کے باب ایہہ ہووے گی۔چکنا چور کرے۔گور پورا تانکا لیکھ نہ مٹیا جائی۔انہاں دے باب ایہہ ہووے گا۔سو مٹنے کا نہیں اور اک جو بندہ صاحب کا اٹھے گا۔تِسدا نام ریسد ہوگا (یعنی خدا رسیدہ رشی ہوگا۔سو گُورو کے حکم سے اٹھے گا۔پر جامہ اس کا مسلمان ہووے گا[1]۔خدا تعالیٰ اس نوں اپنی بندگی بخشن گے۔اوا کا پرکھ نوں جانے گا۔

جہاں جہاں جھوٹ ہو جائے گا سو اس کو حوالے کرے گا۔سو پا برہم کے حکم کے ساتھ چکنا چور کرے گا۔جتنیاں جھوٹیاں ٹھوراں ہون۔تیرتھ۔مڑیاں دیہورے۔پیراں دے ٹھکانے۔راج رنگ کٹیاں ٹھوراں ہن۔جہاں جہاں جھوٹ ہووے گا۔سو سزا پاون گے۔اس وقت دھند کا رورت جاوے گا۔پڑھن گے پر کماون گے نہیں۔'' (وڈی جنم ساکھی صفحہ ۲۳۴)

اُردو ترجمہ:۔ کامل ڈشٹوں کا ناس کرے گا۔کیونکہ نوشتہ تقدیر ٹل نہیں سکتا۔وہ گُرو مسلمان ہوگا۔اور صادق ہوگا صدق کی ہی بڑائی ہوا کرتی ہے۔گُرو صاحب خود تفسیر کرتے ہیں کہ زمانہ کی یہ حالت ہوگی کہ ہر قسم کے لوگ گُرو کہلائیں گے۔یعنی جوگی،سنیاسی،جنگم، برہمچاری، برہمن وغیرہ یہ سب کلجگ کے گُرو کہلائیں گے۔ان کے ساتھ ایسا سلوک ہوگا کہ سچا اور کامل گُرو اُن کو ملیامیٹ کرے گا۔یہ نوشتہ تقدیر کا ٹل نہیں سکتا۔اس وقت ایک بندہ خدا کا مبعوث ہوگا۔جسے خدا تعالیٰ بندگی کی توفیق بخشے گا وہ خدا پر ہی توکل کرے گا اور دوسرے پر اس کا تکیہ نہ ہوگا۔جہاں جہاں جھوٹ ہوگا اُن کے مُنہ پر مارے گا۔سو خدا تعالیٰ کے حکم سے مخالفوں کو پیس ڈالے گا۔جتنے جھوٹ کے اڈے ہوں گے یعنی تیرتھ، مڑیاں، دیہورے، پیروں کے مقام، راگ رنگ رلیوں کے مقام اور جہاں جہاں جھوٹ ہوگا وہاں جھوٹوں کی گت ہوگی اور کاذبوں کو سزا دی جائے گی۔اس وقت ظلم وفساد سے آسمان دھواں دھار ہو جائے گا۔اس پیشگوئی کو اکثر لوگ پڑھیں گے مگر اس کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے والے خوش قسمت تھوڑے ہوں گے۔

---

[1] یہ پیشگوئی نئے ایڈیشن میں سے نکال دی گئی ہے۔

اے خالصہ جی! مسلمانی لباس میں گُرو مرزا غلام احمد قادیانی پرگنہ بٹالہ میں آ گیا ہے اسے مان کر گُرو جی کے پیارے بن جاؤ اور بے مکھ ہو کر اُس کے سراپوں کا شکار نہ ہو جاؤ۔

۲۔ نہہ کلنک اوتار مسلمان ہو گا۔ پیشگوئیاں کرے گا اور کتابوں کے ذریعہ خلق اللہ کی اصلاح کرے گا۔

(نقل مطابق اصل)

دھندوکار۔ جو ورتسی نہ ہندو نہ مسلمان — رام رحیم نہ جان نہ کہے کلام
ناں گا تیری نہ ترینوں نہ فاتحہ نہ درود — نہ تیرتھ نہ دیہورا نہ دیوی کی پوج
گورمکھ کوئی نہ جان سن نہ کرے اپدیش — اکو ورتن ورتیئے نہ کو کرے اویس
بید کتیب نہ جان سن نہ دوارہ نہ مسیت — روزہ بانگ نہ ورت نہ نیم نہ کوکڈھے حدیث
کوئی نہ کسی کی جان سی نہ کو کرے سلام — نانک شُبد ورتدا اِس کوئی مدھی جان

اس کا مطلب خود گُرو صاحب فرماتے ہیں کہ ایسا زمانہ جور و ظلم کا آنے والا ہے کہ ہندو مسلمان اپنے دین دھرم کو ترک کر دیں گے۔ ہندو گا تیری اور ترین کو بھول جاویں گے اور مسلمان فاتحہ اور درود کی حقیقت سے بے خبر ہوں گے۔ دیوی اور تیرتھ یاترا کو ترک کر دیں گے۔ ست گُرو کو کوئی بھی نہ پہچانے گا اور نہ کوئی نصیحت لے گا۔ سب پر ایک ہی طرح کی اباحتی حالت وارد ہو جائے گی۔ ہندو اور مسلمان اپنی اپنی کتب اور مقامات مقدسہ کو یکسر فراموش کر دیں گے۔ مسلمان نماز روزہ کو جواب دے دیں گے اور مسجد کو دور سے سلام کریں گے یہ تقدیر اسی طرح پر جاری و ساری ہو گی۔

(تسدا پر مارتھ) بھائی اجیتیا! جدوں گُرو اس دھرتی پر واشٹ ہو جاویں گے تاں پچھے سنسار وچ ایسی ورت جاوے گی۔ کوئی کسے نوں جائے گا نہیں۔ اتے دھندوکار ورت جاسی اجیہے من مکھ ہون گے۔ جو کوئی نہ ہندو رہے گا نہ مسلمان رہے گا نہ رام کو منن گے نہ رحیم کو منن گے۔ نہ گا تیری ترپن۔ اشنان دھرم نہ نیم نہ تیرتھ۔ نہ پوجا۔ نہ دیوی نہ دیہورا۔ نہ دھرم سالہ نہ مسیت۔ نہ بانگ نہ نماز نہ فاتحہ نہ دعا سلام۔ نہ کو کسے دھیائے سی۔ نہ دیوی کی پوجا سنسار کرے گا۔ تِس سمے نہ کوئی کتے جائیکے پرمیشور دا نام لوے گا تس کو مارن گے۔ ایسا ورتارا ورت جاوے گا۔ دوہاں دھراں دا ناش ہو جاوے گا۔ تاں اس سمے اک بھگت پیدا ہو جاوے گا۔ سونیل بستر پھرے گا۔ اِتے اُنتر وشبد پوتھیاں اوچارے گا۔ تاں اِس دے واسطے پرمیشور آپ اُتاری ہوئے کر سہائتا کرے گا اُتے شبد اَلپ رہ جاوے گا کوئی کوئی ورلا ہی جانے

گا۔اس پاس کوئی ورلا ہی جاوے گا۔تاں اجیتے رندھاوے ارواس کیتی۔ سچے بادشاہ جی!اوہ کون بھگت ہووے گا؟ تاں بچن ہویا اے بچہ اجیتیا تو سن!

شلوک: نہہ کلنک ہوئے اتر سی مہاں بلی اوتار
سنت رچھیا جگ جگ وشٹان کرے شتنگار
نواں دھرم چلائسی جگ ہوم ہوئے وار
نا نک کلجگ تارسی کیرتن نام اودھار

(جنم ساکھی بالا کلاں صفحہ ۲۶۰)

ارتھ:۔گُرو صاحب خود فرماتے ہیں کہ تسدا پر مارتھ بھائی اجیتیا جو گورو کلجگ وچ آیا ہے اتے جاں گُرو جاماں پہن سی۔تاں دھندو کا رورت جاوے گا۔اس سمے اک بھگت پرمیشور دی پوجا کرے گا اس دے گھر اک استری بہت چندری[1] ہو جاوے گی۔اوہ نار جائے لوکاں اگے چغلی کرے گی۔ تت کر کے سنت کو دیت دکھ دیون گے۔تاں اوہ سنت واسطے گورو جامہ پہن سی۔ جہاں تک اس سنت دے دوکھی ڈشٹ ہوون گے۔انہاں نوں چُن چُن کر مارے گا۔

مطلب:۔اے اجیتیا جب گورو اس سرزمین سے گزر جائیں گے تو باہمی ہمدردی درمیان سے اُٹھ جاوے گی۔ظلم سے آسمان ایسا تاریک ہو جاوے گا کہ ہندو اور مسلمان دونوں قومیں اپنے فرائض منصبی کو بالائے طاق رکھ دیں گے اور جو کوئی الگ ہو کر یاد الٰہی میں مشغول ہو گا لوگ اُسے ایذا دیں گے ایسا زمانہ آجاوے گا کہ ہر دو فریق کا ناش ہو گا۔یعنی ہندو مسلمان دونو آپس میں لڑ لڑ کر مر مٹیں گے۔ پس ایسے زمانہ میں ایک بھگت پیدا ہو گا جو مسلمانی لباس پہنے گا یعنی مسلمان جامہ میں گورو آئے گا اور غیب کی باتوں والی کتابیں تالیف کرے گا یعنی پیشگوئیوں کی اشاعت کر کے نبی اللہ کہلائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ خود زمین پر اُتر کر اس گورو کی نصرت فرمائے گا۔اس کی تعلیم اور حقائق اور معارف جاننے والے قدرے قلیل لوگ ہوں گے اور اس کے پاس جانے والے بھاگوان بہت تھوڑے ہوں گے۔پھر اجیتے رندھاوے نے دست بستہ عرض کی کہ اے سچے بادشاہ! وہ بھگت کون ہووے گا؟ تب گورو نانک نے فرمایا۔ترجمہ شلوک:۔وہ آنے والا گورو شری نہہ کلنک اوتار ہو گا۔بھلے لوگوں کی بھلائی کرے گا اور ڈشٹوں کو چُن چُن کر ہلاک کرے گا وہ از سر نو مذہب جاری کرے گا کیونکہ دوسری قومیں اپنے اپنے

[1] حق کے قبول کرنے میں بخیل ہو گی۔

مذہب کوفراموش کر چکی ہوں گی۔اس گُرو کی بعثت کے قریب فساد عظیم برپا ہوگا۔ایسے وقت میں وہ بھگت ایشور کی پوجا کرے گا۔اس کی بڑی بیوی چندری یعنی حق کی مخالف ہوگی اور لوگوں اور شریکوں کے ہاں جا جا کر غیبت کیا کرے گی اور بُرے لوگ اس بھگت کو ایذاء دیں گے اور وہ گُرو ڈشٹوں کو چُن چُن کر (دعائے مباہلہ سے) ہلاک کرے گا۔چنانچہ امریکہ کا ڈوئی اور لیکھرام آریہ مباہلہ سے ہلاک ہوئے۔

۳۔مرزا مہدی ہوگا اور کرشن اوتار

(دسم گرنتھ گورو گوبند سنگھ جی کا)

تومر چھند:

جگ جیتیو جب سرب تب باڑھیوات گرب
دیا کال پُرکھ بسار ایہہ بھانت کیں بچار
جگت جیت کیں غلام اپنا جپاوت نام

دجّال کا حال

یعنی دنیا میں دجّال عام طور سے غلبہ حاصل کرے گا اور بہت غصہ میں آ کر سب کو زیر کر کے غلام بنالے گا اور خدا کو چھوڑ کر اور دنیا کو غلام بنا کر اپنا نام جپاوے گا۔

جگ ایس ریت چلائے سراتّر پتر پھرائے
نہیں کال پرکھ چینت نہیں دیوجاپ بھنت
تب کال دیور سائے اک اور پرکھ بنائے
رچے انس مہدی میر رسونت ہاٹھ ہمیر
نہ توں کو بدھ کیں پن آپ موکیلیں
جگ جیت آپ نہ کیں سب انت اکال ادھین
ایہہ بھانت پورن سدھار بھئے چوبیس اوتار

(مرزا امام مہدی اور کرشن اوتار ہوگا۔دجّال کو قتل کرے گا۔) مہدی میر سے مہدی مرزا مراد ہے کیونکہ جنم ساکھی کے صفحہ ۴۰۰ پر ساکھی میر بابر میں بابر مغل بادشاہ کو سری گورو نانک جی نے میر بابر کئی بار کہا ہے۔

مطلب:۔ گورو گوبند سنگھ جی دسم گرنتھ میں فرماتے ہیں کہ جب دنیا میں لوگ خدا کو چھوڑ دیں گے اور ہر ایک اپنی بڑائی کرے گا اور وہ دوسرے کو حقارت سے دیکھے گا اور لوگ خدا کی عبادت چھوڑ دیں گے اور دہریہ ہو جائیں گے۔تب خدا کی صفت قہاریّت جوش میں آوے گی اور وہ ایک شخص کو اصلاحِ خلق کے لئے مبعوث فرمائے گا۔

۴۔امام مہدی قوم مغل سے ہوگا

وہ مستقل مزاج اور خلیق ہوگا۔دجّال کو یدھ یعنی قتل کردے گا۔آخر کار لوگ عاجز آ جائیں گے اور وہ آہستہ آہستہ دنیا پر فتح پائے گا۔اور چوبیسواں اوتار (کرشن ثانی) یعنی شری نہہ کلنک اوتار وہی ہوگا جس کی قومیں منتظر ہوں گی جیسے کہ خود حضرت مسیح موعودؑ قادیانی نے لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۳ میں دعویٰ کیا کہ میں مسلمانوں کے لئے مسیح موعود ہوں اور ہندوؤں وغیرہم کے لیے نہہ کلنک اور کرشن ثانی ہوں۔

گرنتھ صاحب میں لکھا ہے کہ

’’ بلے چھلن سبل علن بھگت پھلن کا ہن کر۔نہہ کلنک بجے ڈنکہ چڑھے چڑھو دل روندجیو۔‘‘

(دیکھو گرنتھ صاحب صفحہ ۱۲۹۸)

بھاٹ جی فرماتے ہیں کہ مہاراج نے باون روپ ہو کر راجہ بل کو چھلن کیا اور پاپیوں اور ظالموں کا نشٹ کیا اور بھگتوں یعنی تابعداروں کو ترقی دی، سرسبز کیا اور مہاراج کرشن جی جب نہہ کلنک ہو کر دوبارہ تشریف لاویں گے تو اس وقت رد ّسورج اور راندر بمعنی چاندان کے ساتھ ہوں گے یعنی اس کے گواہ ہوں گے۔یہ پیشگوئی ۱۸۹۴ء میں پوری ہو چکی ہے۔

۵۔آنے والے گورو کا مقام

تاں مردانے نے پچھیا۔گورو جی۔کبیر بھگت جیہا کوئی اور بھی ہوئیا ہے۔سری گُرو نانکؒ جی آکھیا۔مردانیاں۔اک جٹیٹا ہوسی۔پَر اَساں توں پچھے سو برس توں ہوسی۔پھر مردانے پچھیا۔جی کیہڑے تھائیں اتے ملک وچ ہوسی؟ تاں گورو نے کہیا۔مردانیاں وٹالے دے پرگنے وچ ہوسی۔سُن مردانیاں نرنکار دے بھگت سب اکّو روپ ہُندے ہن۔پَر اوہ کبیر بھگت نالوں وڈا ہوسی۔

(دیکھو ساکھی بھائی بالا والی۔وڈی ساکھی صفحہ ۲۵۱ مطبوعہ مفید عام پریس منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز)

ترجمہ:۔تب مردانے نے پوچھا۔گورو جی! کوئی بھگت کبیر جیسا بھی ہوا ہے؟ گورو صاحب

نے فرمایا:۔اے مردانے ایک زمیندار ہوگا لیکن ہم سے سو سال کے بعد ہوگا پھر فرمایا کہ وہ گورو پرگنہ بٹالہ یعنی تحصیل بٹالہ میں ہوگا۔اے مردانے سنو! خدا کے بھگت سب ایک جیسے ہی ہوتے ہیں ۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (البقرۃ:۲۸۶) لیکن وہ بھگت کبیر سے بڑا ہوگا۔ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (البقرۃ: ۲۵۴) یعنی ہم نے بعض کو بعض پر بزرگی دی ہے۔پس یہ گورو مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ ہیں جو حسب حدیث اَلْحَارِثُ ابْنُ حَرَّاثٍ (سنن ابوداؤد کتاب المہدی) معزز زمیندار ہیں۔

اعتراض:۔ بھائی سیوا سنگھ جی کہتے ہیں کہ بابا ہنڈال جٹ کے چیلوں نے یہ ساکھی جنم ساکھی میں ڈال دی اور آنے والا گورو ہنڈال جٹ ہوگا۔اس کے مصداق حضرت مرزا صاحب قادیانی نہیں ہیں۔

جواب:۔ صفحہ ۲۵۱ میں ہنڈال کا نام ونشان بھی نہیں۔باقی رہا یہ کہ ہنڈال نے یہ پرسنگ خود ڈال دیا ہے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ ہنڈال جنڈیالہ ضلع امرت سر میں ہوا۔نہ کہ پرگنہ بٹالہ میں۔دیکھو تاریخ گورو خالصہ صفحہ ۷۰۶۔پس اس پرسنگ سے ہنڈال اور اس کے مریدوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

بابی یا بہائی مذہب

یہ فتنہ اگر چہ پرانا ہے مگر چونکہ کبھی مقابل پر نہیں آیا اس لئے دبا رہا اور اس کی تردید وتنقید کی بھی چنداں ضرورت پیش نہ آئی مگر چند سالوں سے دو تین شخصوں کے بابی ہو جانے کے باعث اس کا چرچا ہوا ہے اور چونکہ بابیوں کا وطیرہ ہے کہ ظاہر کچھ اور باطن کچھ۔ بظاہر بھیڑ اور صلح کل بنتے ہیں لیکن باطن میں بھیڑیئے اور نسل انسانی اور حق کے دشمن قاتل ہیں اور بالخصوص اسلام اور بانیٔ اسلام کے دشمن ہیں اور بظاہر اپنے تئیں مسلمان بتاتے ہیں اس لئے ان کے کذب اور ملمع سازی کی پردہ دری کرنے کے لئے ان کی کتب سے ان کے مذہب کی حقیقت بیان کی گئی ہے تا کہ لوگ ان کے دھوکہ میں نہ آویں۔

ان میں ایک بڑا مرض یہ بھی ہے کہ اپنی کتب کی اشاعت عام نہیں کرتے جس طرح قرآن کریم بوجہ ایک کامل اور سچی شریعت ہونے کے دنیا کے ہر گوشہ میں اور صد ہا زبانوں میں اشاعت پا رہا ہے اور کوئی مسلمان بھی قرآن کریم کو پیش کرنے سے نہیں ہچکچاتا۔ اس طرح بابی اپنی کتابوں کو شائع نہیں کرتے بلکہ ڈرتے ہیں۔ تاہم بڑی دقت اور مشکل سے جناب مولوی فضل دین صاحب وکیل نے ان کی کتب کو دستیاب کر کے یہ ذخیرہ بہم پہنچایا ہے۔

بہاء اللہ کا دعویٰ خدائی

بابی یا بہائی عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں حالانکہ بہاء اللہ کی اصل کتابوں کی رو سے وہ اسلام سے کوسوں دور ہیں۔ اس کے ثبوت میں ہم اولاً بہاء اللہ کا دعویٰ خدائی کے ۲۰ حوالجات پیش کرتے ہیں۔ دعویٰ خدائی اور اسلام ایک جگہ ہرگز جمع نہیں ہو سکتے۔

۱۔ کتاب الاقدس مطبوعہ مطبع ناصری بمبئی ۱۳۱۴ھ کے صفحہ ۱۶۲ پر جناب بہاء اللہ اپنے ایک مرید کو خطاب کر کے لکھتے ہیں:۔ **یَا اَکْبَرُ یَذْکُرُکَ مَالِکُ الْقَدْرِ فِیْ حِیْنِ اَحَاطَتْہُ الْاَحْزَانُ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالرَّحْمٰنِ** کہ اے اکبر! تجھ کو قضا وقدر کا مالک ایسے وقت میں یاد کرتا ہے جبکہ اس کو غموں نے گھیرا ہوا ہے۔

اس عبارت میں قضا وقدر کے مالک سے مراد بہاء اللہ خود ہے اگر دعویٰ خدائی نہ ہوتا تو اپنے تئیں قضا وقدر کا مالک نہ کہتے۔

۲۔ کتاب الاقدس صفحہ ۲۲۵۔ اَلَّذِیْ یَنْطِقُ فِی السِّجْنِ الْاَعْظَمِ اَنَّہٗ لَخَالِقُ الْاَشْیَاءِ وَ مُوْجِدُ الْاَسْمَآءِ قَدْحَمَلَ الْبَلَایَا لِاِحْیَآءِ الْعَالَمِ وَاِنَّہٗ لَھُوَالْاِسْمُ الْاَعْظَمُ الَّذِیْ کَانَ مَکْتُوْبًا فِیْ اَزَلِ الْاَزَالِ کہ وہ شخص جو عکہ کے بڑے قید خانہ میں بولتا ہے (یعنی خود بہاء اللہ) وہ تمام چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ان کا ایجاد کرنے والا بھی ہے۔ اس نے مصیبتوں کو دنیا کے زندہ کرنے کے لیے اپنے اوپر اٹھایا اور اسم اعظم ہے جو ہمیشہ سے مخفی تھا۔

۳۔ یہ بہاء اللہ خود عکہ کے قید خانہ میں سے اپنے متعلق لکھ رہا ہے۔ یہ الفاظ قابل غور ہیں۔ وَالْکِتٰبُ یَقُوْلُ قَدْ جَاءَ مُنْزِلِیْ (کتاب الاقدس صفحہ ۲۴۰) کہ کتاب بیان پکار کر کہہ رہی ہے کہ میرا اتارنے والا آ گیا ہے۔

یہ کتاب بیان خدا کی طرف سے اتاری ہوئی بتلائی جاتی ہے۔ بہاء اللہ کہتا ہے کہ اس کے اتارنے والا میں آ گیا ہوں۔

۴۔ یَا عِیْسَی افْرَحْ بِمَایَذْکُرُکَ مَالِکُ الْعَرْشِ وَالثَّرٰی (کتاب الاقدس صفحہ ۱۷)

یہ بہاء اللہ کے خط بنام مرید کا ایک فقرہ ہے۔ اس میں عرش وفرش کا مالک بہاء اللہ اپنے تئیں قرار دیتا ہے۔

۵۔ کتاب الاقدس صفحہ ۶۹ پر بہاء اللہ نے محیط کل ہونے کا دعویٰ کیا ہے جو خدا کی صفت ہے۔

۶۔ کتاب الاقدس صفحہ ۵۸ پر مہیمن، قیوم، رسولوں کو بھیجنے والا اور معبود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۷۔ کتاب الاقدس صفحہ ۱۸۸ پر عالم کل یعنی محیط کل عالم ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۸۔ کتاب الاقدس باب شریعت میں عیسائیوں کے عقیدہ کی طرح انسانی ہیکل میں خدا تھے کیونکہ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ انسانوں کی ہر حال میں مدد کرنے پر قادر ہوں اور یہ صرف خدا کا کام ہے۔

۹۔ کتاب الاقدس باب شریعت میں تمام بادشاہوں کو پیدا کنندہ قرار دیا ہے اور یہ صفات خدائی ہیں۔

۱۰۔ کتاب الاقدس صفحہ ۱۱۵ پر ہے یَذْکُرُوْنَ نُقْطَۃَ الْبَیَانِ وَیَفْتُوْنَ عَلٰی مُرْسِلِہٖ وَیَقْرَءُوْنَ الْاٰیَاتِ وَیُنْکِرُوْنَ مُنْزِلَھَا۔ اس میں بہاء اللہ بانی گروہ کے اس حصہ کو جو بہاء اللہ کے دعاوی کو تسلیم نہیں کرتا مخاطب کر کے اپنی حیثیت یہ قرار دیتے ہیں کہ باپ کو بھیجنے والے اور اس پر کتاب بیان

اتارنے والے خود بہاء اللہ ہیں اور کتاب اور رسول کا اتارنا خدا کا کام ہے۔

۱۱۔ کتاب مبین پہلا باب سورۃ الہیکل صفحہ ۳۸ میں بہاء اللہ اپنے منکروں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اِيَاكُمْ اِنْ تَفْعَلُوْا بِیْ مَا فَعَلْتُمْ بِمُبَشِّرِیْ اِذَا نُزِّلَتْ عَلَيْكُمْ اٰيَاتُ اللّٰهِ مِنْ شَطْرِ فَضْلِیْ لَا تَقُوْلُوْا اَنَّهَا مَا نُزِّلَتْ عَلَى الْفِطْرَةِ اِنَّ الْفِطْرَةَ قَدْ خُلِقَتْ بِقَوْلِیْ ۔اس میں بہاء اللہ نے اپنے تئیں خالق فطرت بیان کیا ہے اور یہ صفت خدائی ہے۔

۱۲۔ کتاب مبین صفحہ ۲۹۸ میں بہاء اللہ کہتے ہیں۔ حَمَلْنَا الشَّدَائِدَ مِنْ كُلِّ دَنِیٍّ بَعْدَ اِذْ كَانَ فِیْ قَبْضَتِنَا مَلَكُوْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِيْنَ کہ ہم نے ہر ایک ذلیل سے ذلیل آدمی سے تکلیفیں اٹھائی ہیں باوجود یکہ تمام آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت ہمارے ہاتھ میں ہے۔

۱۳۔ کتاب مبین صفحہ ۳۲۳ (الاقدس الاعظم) میں بہاء اللہ لکھتے ہیں :۔ یہ کتاب اتاری گئی ہے عزیز حکیم کی طرف سے جو کہتا ہے کہ میں عکہ کے قید خانہ میں قید ہوں۔

۱۴۔ اقتدار از بہاء اللہ صفحہ ۳۶ پر لکھتے ہیں کہ قلم اعلیٰ نے اسی طرح پر نطق فرمایا جبکہ مخلوق کا قدیمی مالک ظالموں کی شرارت سے قید خانہ میں پڑا تھا۔ اس میں بہاء اللہ مالک قدیم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

۱۵۔ اقتدار از بہاء اللہ صفحہ ۱۱۴ میں لکھتے ہیں کہ:۔ بہاء اللہ کو دیکھنے والا شخص ظاہر میں اس کو انسانی شکل میں دیکھتا ہے، لیکن جب کوئی شخص اس کے باطن کی طرف غور کرے گا تو آسمانوں اور زمینوں کی کل مخلوق کا اس کو محافظ پاتا ہے۔

۱۶۔ اقتدار از بہاء اللہ صفحہ ۱۶۲ پر لکھتے ہیں۔ ’’اے مخاطب دیکھ! خدا کا فضل اس حد تک پہنچا ہے کہ تو اپنے گھر میں آرام سے ہے اور خدا تعالیٰ جو بے حد مصیبتوں میں مبتلا ہے قید خانہ میں تجھ کو یاد کرتا ہے۔‘‘ مشتے از خروارے حوالجات سے بخوبی ظاہر ہے کہ جس طرح عیسائی مسیح کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ وہ کامل انسان بھی تھے اور کامل خدا بھی تھے۔ جو دنیا کو نجات دینے کے لئے انسانی شکل میں ظاہر ہوئے تھے اسی طرح بہاء اللہ بھی اپنے تئیں پیش کرتا ہے۔

اس بات سے کبھی دھوکہ نہ کھانا چاہیے کہ بہاء اللہ کی کتابوں میں ایسی عبارتیں بھی موجود ہیں جن میں وہ اپنے تئیں انسان بھی ظاہر کرتا ہے کیونکہ خدائی کا دعویٰ کرنے والے جیسا کہ بہاء اللہ سے پہلے کئی گزر چکے ہیں اسی رنگ میں دعویٰ کرتے ہیں کہ اس میں کچھ نہ کچھ معقولیت کا رنگ بھی لوگوں کو نظر آئے کیونکہ ان کی ظاہری حالت کھانے پینے، ہگنے موتنے اور بشری لوازمات ایسے موانع ہیں

جن کے ہوتے ہوئے خصوصاً اس زمانہ میں کوئی بھی خالص خدا نہیں منوا سکتا جیسا کہ عیسائی اب عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق انسانی ہیکل اور خدائی صفات ملا جلا کر ایسا گورکھ دھندہ پیش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر بہائی امریکہ اور یورپ کے علاقہ میں پائے جاتے ہیں۔ اسی دوعملی کے رنگ سے بہاء اللہ نے فائدہ اٹھایا ہے۔ اپنی کتاب مبین صفحہ ۵۳ پر لکھتا ہے **قَدْ ظَهَرَتِ الْكَلِمَةُ الَّتِیْ سَتَّرَهَا الْاِبْنُ اِنَّهَا قَدْ نُزِّلَتْ عَلٰی هَیْكَلِ الْاِنْسَانِ فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ تَبَارَکَ الرَّبُّ الَّذِیْ هُوَ الْاَدَبُ قَدْ اَتٰی بِمَجْدَتِهٖ الْاَهَمِّ بَیْنَ الْاُمَمِ** کہ وہ کلمہ ہے جسے بیٹے نے پردہ میں رکھا تھا وہ ظاہر ہو گیا ہے اور وہ اس زمانہ میں ہیکل انسانی پر اترا ہے۔ مبارک ہے وہ ربّ جو اپنی عظمت کے ساتھ امتوں کے درمیان آیا ہے۔

اس حوالہ میں بہاء اللہ نے وہی باپ، بیٹے، روح القدس کا گورکھ دھندہ پیش کر کے خدا اور انسان کو ہر دو حالتوں میں پیش کر کے دھوکہ دیا ہے۔ پس جہاں باقی لوگ بہاء اللہ کی انسانیت والی باتیں پیش کریں وہاں ان کو یہ حوالہ پیش کر کے ملزم کرنا چاہیے اور یہ سب کچھ عیسائیوں کی کاسہ لیسی ہے یا عیسائیوں کو پھنسانے کی ترکیب ہے کیونکہ وہ اس قسم کا لچر عقیدہ رکھنے کے عادی ہیں۔

۱۷۔ کتاب ادعیہ صفحہ ۱۵۹، ۱۶۷ محفل روحانی ملی بہائیاں پاکستان طبع ونشر نمود۔ ۱۱۶ بدیع میں بہاء اللہ ملاء اعلیٰ کو حکم کرتا ہے ان دنوں تمام مخلوقات کے ربّ بہاء اللہ کی زیارت کر لو۔ اس کا طواف بھی۔

۱۸۔ الواح مبارکہ از بہاء اللہ صفحہ ۱۱۴ میں ایران کے بادشاہ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے بہاء اللہ لکھتے ہیں ”حال آنکہ شان حق نیست کہ بہ نزد احدے حاضر شود چہ کہ جمیع از برائے اطاعت او خلق شدہ اند ولکن نظر بایں اطفال صغیر وجمعی از نساء کہ ہمہ از یار و دیار دور ماندہ اند۔ ایں امر را قبول نمودیم“۔ یعنی خدا کی شان نہیں کہ کسی کے پاس جائے مگر دور افتادہ بچوں اور عورتوں کی خاطر میں نے ایسا کرنا پسند کیا ہے۔

۱۹۔ اقتدار کے صفحہ ۱۳۰ پر لکھتے ہیں: ”**وَ نَفْسِیْ عِنْدِیْ عِلْمٌ مَاکَانَ وَمَایَكُوْنُ** “ کہ مجھے اپنی ذات کی قسم ہے کہ مجھے گزشتہ اور آئندہ سب کا علم ہے۔ اس میں عالم الغیب ہونے کا دعویٰ ہے۔

۲۰۔ الواح مبارکہ از حضرت بہاء اللہ کے صفحہ ۱۵۴ میں اپنے مریدوں کو کہتے ہیں:

(ترجمہ یہ ہے) ”اے اللہ کے دوستو! تم فرش راحت پر آرام نہ کرو جب تم نے اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان لیا اور جو مصائب اس پر وارد ہیں اس کو سن لیا تو اس کی مدد کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

بہاء اللہ کے نزدیک آنحضرتؐ اور دوسرے انبیاء کا درجہ

بابی یا بہائی عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں یا آپ کو افضل الانبیاء مانتے ہیں مگر چونکہ ان میں بھی شیعوں کی طرح تقیّہ جائز ہے اس لئے اس دھوکہ دہی کو بھی وہ مذہباً جائز سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سب بالکل جھوٹ ہے۔ اس کے لئے ذیل کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

۱۔ کتاب ایقان صفحہ ۲۰۲ میں بہاء اللہ علی محمد باب کے متعلق لکھتا ہے:

''قدر و رتبہ آنحضرت باب را ملاحظہ فرما کہ قدرش اعظم از کل انبیاء و امرش اعلیٰ و ارفع از عرفان و ادراک کل اولیاء است۔'' اس میں باب کو بہاء اللہ نے اپنے متعلق صرف بشارت دینے والا ظاہر کیا ہے۔ تو جب خود دعویٰ خدائی کیا تو ظاہر ہے کہ اپنے تئیں اولیاء سے کس قدر بزرگ تر سمجھتا ہوگا۔ چنانچہ ذیل کے حوالہ جات سے ظاہر ہے۔

۲۔ بہاء اللہ اپنی کتاب مبین لوح رئیس میں صفحہ ۱۳۵ کی ایک طویل عبارت میں لکھتا ہے کہ آنحضرتؐ کا قول **مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ** کہ اے خدا جیسا حق تھا ہم نے تجھے نہیں پہچانا اگر وہ پرانے زمانے میں ہوتے تو فوراً بول اٹھتے کہ اے رسولوں کے مقصود! ہم نے تجھ کو پہچان لیا اور حضرت ابراہیمؑ کا یہ قول کہ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی (البقرۃ:۲۶۱) کہ اے رب دکھا کہ تو کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے تو ان کو جواب ملا۔ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ (البقرۃ:۲۶۱) کیا تو اس بات پر ایمان نہیں لایا؟ عرض کیا وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ (البقرۃ:۲۶۱) اطمینان قلب کے لئے۔ اگر ابراہیمؑ میرے زمانے میں ہوتے تو اقرار کرتے کہ میرا دل مطمئن ہوگیا۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ نے کہا تھا کہ رَبِّ اَرِنِیْ وہ بھی میرے زمانے میں ہوتے تو ان کی مراد پوری ہوتی۔

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ بہاء اللہ تمام نبیوں کے متعلق اپنا زمانہ مبارک قرار دیتا ہے۔

۲۔ مبین صفحہ ۹ لوح ملک روس میں بہاء اللہ لکھتے ہیں۔ ''**قَدْ ارْتَفَعَتْ اَیَادِی الرُّسُلِ لِلِقَائِیْ**''۔ کہ تمام رسولوں کے ہاتھ میری زیارت کے لئے اٹھتے ہیں۔

۳۔ مبین صفحہ ۷۹۔ ''**مَا نَزَلَتِ الْکِتَابُ اِلَّا لِذِکْرِیْ**'' کہ رسولوں پر جو تمام کتابیں نازل ہوئی ہیں ان کے نازل کرنے سے صرف میری ذات کا ذکر کرنا مقصود تھا۔

۴۔مبین صفحہ ۲۸۔ ’’ظَهَرَ نِشَانُ مَا ظَهَرَ فِيْ الْإِبْدَاعِ شِبْهَةً كَمَا رَئَيْتُمْ وَسَمِعْتُمْ.‘‘ کہ بہاء اللہ اس شان سے ظاہر ہوا ہے کہ وہ بینظیر ہے جیسا کہ خود تم نے اس کو دیکھا اور سنا ہے۔

۵۔مبین پہلا باب سورۃ الہیکل صفحہ ۵: ’’يَعْتَرِضُوْنَ عَلَى الَّذِيْ شَعْرَةً مِنْهُ خَيْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ مِمَّنْ فِيْ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ‘‘ کہ تم اس پر اعتراض کرتے ہو کہ جس کا ایک بال خدا کے نزدیک آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوقات سے بہتر ہے۔ (آسمان و زمین کی مخلوقات میں ملائکہ رُسل سے افضل ہونے کا دعویٰ)۔

۶۔مبین ۱۴۶ الوح رئیس۔ ’’مَالَكُمْ اَعْرَضْتُمْ عَنِ الَّذِيْ خُلِقْتُمْ لِاَمْرِهِ۔‘‘ اے لوگو تمہیں کیا ہو گیا جو اس ذات (بہاء اللہ) سے روگردانی کرتے ہو۔ جس کے حکم سے تم کو پیدا کیا گیا ہے۔

۷۔کتاب الاقدس صفحہ ۷۵ مطبع الناصری بمبئی ۱۳۱۴ھ۔ ’’اِنَّا خَلَقْنَا الْخَلْقَ لِهٰذَا الْيَوْمِ‘‘ کہ ہم نے تمام مخلوقات کو بہاء اللہ کے ظہور فرمانے کے دن کے لئے پیدا کیا ہے۔

۸۔مبین صفحہ ۳۱۵ ’’لَوْلَاهُ مَا نَزَلَ الْوَحْيُ فِي اَزَلِ الْاَزَالِ‘‘۔ کہ اگر یہ بہاء اللہ نہ ہوتا تو ازل سے ابد تک کسی پر بھی وحی کا نزول نہ ہوتا۔

۹۔بہاء اللہ اپنی کتاب ادعیہ محبوب صفا صفحہ ۱۹۵ محفل روحانی ملی بہائیان پاکستان طبع ونشر نمود۔ ۱۱۶ بدیع میں باب کی نسبت لکھتا ہے کہ ’’اِنَّهُ سُلْطَانُ الرُّسُلِ‘‘ باب تمام رسولوں کا بادشاہ ہے یہ دوسری طرف باب کی عبارت الواح مبارکہ صفحہ ۱۱۰ میں بہاء اللہ نے نقل کی ہے کہ

’’محمد رسول را مبعوث مے فرمودیم‘‘

کہ آنحضرتؐ کو میں نے مبعوث کیا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ باب رسولوں کا بادشاہ اور آنحضرتؐ کو نبی بنا کر بھیجنے والا مانا جاتا ہے تو بہاء اللہ جو اپنی کتاب الاقدس صفحہ ۱۱۵۔۱۹۵ میں لکھتا ہے کہ باب کو بھیجنے والا میں ہوں۔ اس کے مقابلہ میں آنحضرتؐ اور دوسرے انبیاءؑ کا کیا درجہ ہوسکتا ہے؟

شریعت بابیہ نے شریعت محمدیہؐ کو منسوخ کر دیا

اہل بہاء کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید میں جو وعدہ قیامت کا دیا گیا ہے وہ وعدہ پورا ہو چکا ہے۔ ان کے نزدیک قیامت صغریٰ سے مراد علی محمد باب کا زمانہ ہے جو ۱۲۶۶ء میں مارا گیا۔ اور قیامت کبریٰ سے مراد بہاء اللہ (مرزا حسین علی ایرانی) کا زمانہ ہے جو ۱۳۰۹ھ میں فوت ہوا۔ چنانچہ بہائیوں کی مسلمہ کتاب

بحرالعرفان کے صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے۔ ''قیامت صغریٰ ظہور حضرت اعلیٰ روح ما سوای فداہ بودہ کہ درسنِ ستّین ظاہر شدہ وقیامتِ کبریٰ ایں ایام است کہ دریں قیامت جمال قدم جل ذکرہ الاعظم ظاہر گردیدہ''۔ اسی طرح کتاب نقطۃ الکاف صفحہ ۲۹ میں جو بابیوں اور بہائیوں کی معتبر کتاب ہے۔ لکھا ہے کہ ''مراد از قیامت قیام وظہور اُوست'' کہ قیامت سے علی محمد باب کا ظاہر ہونا مراد ہے۔ تو اب یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن کریم کی مقرر کردہ قیامت باب اور بہاء اللہ کی آمد پر آ گئی تو اب جہاں کہیں بھی قیامت کا لفظ قرآن میں ہے اس سے باب اور بہاء اللہ مراد ہے۔ اس سے آگے نیا دور ہوگا۔

اب وہ حوالے پیش کئے جاتے ہیں کہ جن سے باب اور بہاء اللہ کے آنے سے شریعت محمدؐیہ منسوخ ہو گئی۔

۱۔ بحرالعرفان صفحہ ۱۱۵۔ ''حَلَالُ مُحَمَّدٍ حَلَالٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَحَرَامُ مُحَمَّدٍ حَرَامٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ'' یعنی آنحضرتؐ کے حرام حلال کئے ہوئے قیامت یعنی آمد باب اور بہاء اللہ تک حرام حلال تھے۔ اب نیا دور ہے۔

۲۔ بحرالعرفان صفحہ ۱۱۷۔ ''میگویند قائم کہ ظاہر مے شود۔ بشریعت مقدسہ نبوی رفتار مے فرمایند واحکام راتغیر وتبدّل نمے دہد وبرہم نمے زند پس ظاہر مے شود از برائے چہ وشغلش چیست۔'' یعنی شیعہ جو کہتے ہیں کہ جب قائم آل محمد ظاہر ہوگا تو آنحضرت صلعم کی مقدس شریعت کا پیرو ہوگا اور احکام شریعت میں کوئی تبدیلی نہیں کرے گا تو ہم اہل بہاء کہتے ہیں کہ اگر قائم نے آ کر شریعت میں کوئی تبدیلی نہیں کرنی تھی تو اس کا آنا کس لئے اور اس کے آنے سے کیا مطلب؟

مدعا یہ کہ قائم آل محمد (علی محمد باب) کے آنے کی تو غرض ہی یہ ہے کہ وہ شریعت اسلامی کو منسوخ کر کے ایک نئی شریعت کو قائم کرے۔

۳۔ بحرالعرفان صفحہ ۱۱۸:۔ ''البتہ شکے نیست کہ بدیں وآئین جدید ظاہر مے شود۔'' کہ اس میں ذرا شک نہیں کہ قائم آل محمد نیا دین اور نیا طریقہ لے کر آئے گا۔

۴۔ بحرالعرفان صفحہ ۱۲۶:۔ ''اینکہ جمع ادیان را یکے مے فرمائید یعنی نسخ مے فرمائید شریعت قبل را۔'' یعنی وہ قائم آل محمد تمام دینوں کو ایک یعنی پہلی شریعت (شریعت محمدؐیّہ) کو منسوخ کر دے گا۔

۵۔ بحرالعرفان صفحہ ۱۴۶ میں لکھا ہے کہ نماز کا حکم جو قرآن میں ہے وہ ۱۲۶۱ھ تک ہے۔ اس کے بعد اسلامی نماز کا حکم منسوخ ہوگا اور اس وقت نئی شریعت اور نئے احکام جاری ہوں گے۔

۶۔اسی طرح بحرالعرفان صفحہ ۱۳۵ و کتاب الفرائد صفحہ ۲۸۲ و صفحہ ۳۰۲ از شیخ عبدالسلام علی اصل الایقان و نقطہ الکاف صفحہ ۱۵۰ سے ظاہر ہے کہ شریعت اسلامی منسوخ اور نئی شریعت بابیہ قابل عمل ہے۔

شریعت بابیہ و بہائیہ کی اتباع کرنے کی تاکید

۱۔بہاء اللہ اپنی کتاب ادعیہ محبوب صفحہ ۱۹۵ محفل روحانی ملی بہائیان پاکستان طبع و نشر نمود۔ ۱۱۶ بدیع میں لکھتے ہیں ''یَا قَوْمِ فَاتَّبِعُوْا حُدُوْدَ اللّٰهِ الَّتِیْ فُرِضَتْ فِی الْبَیَانِ مِنْ لَّدُنْ عَزِیْزٍ حَکِیْمٍ قُلْ اِنَّهُ لَسُلْطَانُ الرُّسُلِ وَ کِتَابُهُ لَاُمُّ الْکِتَابِ۔'' اس حوالہ میں کتاب البیان کو تمام کتابوں کی ماں اور اس کی اتباع کرنے کا حکم ہے۔

۲۔کتاب ایقان مصر صفحہ ۱۶۲ پر بہاء اللہ لکھتے ہیں:۔''در عہد موسیٰؑ تورات بود و در زمن عیسیٰؑ انجیل و در عہد محمد الرسول اللہ فرقان۔ و در ایں عصر بیانؔ۔ صاف نسخ قرآن موجود ہے۔

۳۔کتاب الاقدس صفحہ ۱۶۱ میں لکھتے ہیں ''کُنْ.... اُخُذْ کِتَابِیَ الَّذِیْ اِذْ نَزَّلَ خَضَعَتْ لَهُ کُتُبُ الْعَالَمِ'' اے میرے متبع! میری کتاب کو پکڑ لے جس کے اترنے پر دنیا کی تمام کتابیں اس کے سامنے سرنگوں ہیں یعنی اللہ کی کتابیں اس کے آنے سے منسوخ ہوگئی ہیں۔

۴۔اسی طرح کتاب مبین کے صفحہ ۳۷ و کتاب اقتدار از بہاء اللہ صفحہ ۴۳ و مکاتب عبدالبہاء در مصر محروسہ سنہ ۱۳۴۰ھ کی تیسری جلد صفحہ ۵۰۰ سے نسخ شریعت محمدؐ یہ ثابت ہے۔

شریعت بابیہ و بہائیہ کے منکروں پر فتویٰ کفر

بابی صلح کل ہونے کا دعویٰ کرتے رہتے ہیں مگر ذیل کے فتووں سے ان کی حقیقت ظاہر ہے۔

۱۔علی محمد باب نے روح المعانی میں محمد بغداد شہاب الدین السید محمود السنوسی کے نام خط میں لکھا کہ جب تک تم البیان کی شریعت کے احاطہ میں داخل نہ ہو جاؤ خدا تمہارے اعمال کچھ بھی قبول نہ کرے گا خواہ تم ہر ایک چیز قربان کر دو اور سب کچھ خرچ کر دو تو خدا ہرگز تم سے راضی نہ ہوگا۔ سوائے اس تعلیم کے ذریعہ جو مجھ پر نازل ہوئی ہے۔ جو لوگ میرے اس دین میں داخل نہ ہوں گے ان کی وہی حالت ہے جیسی ان کی جو اسلام کے زمانہ میں اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے (یعنی کفار) آج مسلمانوں کو ان کا دین اور اعمال اس طرح نفع نہ دیں گے جس طرح محمد رسول اللہ کے مبعوث ہونے کے بعد

یہود ونصاریٰ کوان کا دین کوئی نفع نہیں دے سکتا۔

۲۔کتاب الاقدس صفحہ ۲۴۸ میں بہاءاللہ لکھتے ہیں۔''اَنَّهٗ یَاْخُذُ من کفر بهٖ و یُعَذِّبُ الَّذِین اَنْکَرُوْا مَاظَهَرَ'' کہ خداہراس شخص سے مؤاخذہ کرے گا جس نے اس بات کو نہ مانا اوران کو عذاب دے گا جنہوں نے ان باتوں کا انکار کیا ہو۔اسی طرح کتاب مبین صفحہ ۱۸۱ پرمنکرین بہائیت کو گمراہ اور کتاب مبین کے صفحہ ۲۸۳ پر مکذبین بابیت کو خاسرین اورالواح مبارکہ از بہاءاللہ صفحہ ۱۷۸ میں مکذبین کودوزخی کہاہے۔

چنداحکام شریعت بابیہ

۱۔(البیان باب دھم من الواحد الرابع جز ۱) کہ کسی شخص کے لئے جائزنہیں کہ باب کی کتاب البیان کےسوا کوئی دوسری کتاب پڑھے یاپڑھائے اور یہ کہ جس قدر علوم متداولہ ہیں ان کوحاصل کرے یا آگےان کی تعلیم دے۔

۲۔ سوائے اِن کتب کے جو بابیہ مذہب کی تائید میں ہیں۔باقی سب کتب کو دنیا سے نیست ونابود کردیا جائے۔(البیان باب السادس من الواحد السادس)

۳۔ جولوگ علی محمد باب پر ایمان نہیں لاتے وہ پلید اور واجب القتل ہیں۔دیکھو نقطۃ الکاف مقدمہ صفحہ ۷۔''ضَربِ اعناق وحرق کتب واوراق وھدم بقاع وقتل عام اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَ صَدَّقَ بودٗ'' کہ حضرت باب کا یہی حکم ہے کہ جولوگ آپ پرایمان نہیں لاتے ان کی گردنیں اڑادی جائیں۔ان کاقتل عام کیا جاوے۔علوم وفنون اور مذاہب عالم کی سب کتابیں جلادی جائیں اوران کا ہرایک ورق نذرآتش کیا جاوے اورتمام مقامات مقدسہ اورقبورانبیاء وغیرہ سب گرادیئے جائیں تاکہ بابی مذہب کےسوااورکوئی مذہب دنیامیں نہ رہے۔

۴۔کتاب فروع میں علی محمد باب نے اپنے مریدوں کو یہ حکم دیا ہوا تھا کہ''اے اصحاب ہرچہ رادربازارگرفتید۔بیاوریدمن نظرنمایم تاحلال شود۔''یعنی ہرایک حرام چیز باب کےنظرکرنے سے حلال ہوجاتی ہے۔اس حکم کی تفصیل نقطۃ الکاف صفحہ ۱۴۱ وصفحہ ۱۵۰ میں ملتی ہے کہ مریدین بغیراجازت دُکانوں سے چیزیں اٹھالیتے تھےاورعلی محمد باب کے سامنےلاکراس کی نظرسےگزارکرحلال کرالیتے۔

۵۔ دلائل العرفان صفحہ ۲۴۷ مصنفہ مرزا حیاءعلی بابی میں لکھاہے۔الباب التاسع من

الـواحـد التـاسع فی حرمة صلوٰۃ الجماعة الاّ صلوٰۃ المیّت ۔’’برخلاف شریعت اسلام کے نماز باجماعت سوائے نماز جنازہ کے حرام ٹھہرائی گئی ہے۔

۶۔ نقطۃ الکاف صفحہ ۲۳۰ میں مرزا جانی بابی لکھتے ہیں کہ میں نماز جمعہ پڑھا کرتا تھا مگر جب علی محمد باب نے دعویٰ کیا اور اپنی کتاب فروع میں نماز جمعہ کو حرام ٹھہرایا تو میں نے نماز جمعہ چھوڑ دی۔

۷۔ کتاب الاقدس عربی صفحہ ۱۸ و ۱۹ مطبع الناصری بمبئی ۱۳۱۴ھ میں لکھتا ہے کہ باب نے لڑکے اور لڑکیوں کے معاملۂ نکاح میں کسی ولی یا کسی وکیل یا گواہ کی ضرورت نہیں رکھی بلکہ لڑکے لڑکی کی باہمی رضا مندی کافی رکھی ہے، لیکن بہاء اللہ ان کی رضا مندی کے ساتھ والدین کی رضا مندی بھی ضروری قرار دیتا ہے اور ہر دو متضاد حکموں سے ظاہر ہے کہ باب اور بہاء اللہ دونوں کے حکموں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کا منبع ایک نہیں ہے اور دونوں حکم خود ساختہ ہیں۔

ان مشتے از خروارے احکام سے شریعت بابیہ کے غیر معقول ہونے کا بخوبی پتہ لگ جاتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہ ان سے نسخِ شریعتِ محمدؐیّہ کا ادّعا بھی ثابت ہے۔ مزید چند حوالے بھی ذیل میں دیئے جاتے ہیں۔

بہاء اللہ کی تعلیم اسلام کے خلاف

اسلام کی تعلیم ہے کہ سوائے ایک خدا کے اور کوئی معبود نہیں مگر اس کے بالمقابل بہاء اللہ کی تعلیم ملاحظہ ہو۔

۱۔ اطرازات اطراز ششم صفحہ ۱۳ مطبوعہ آگرہ میں بہاء اللہ لکھتے ہیں۔ ’’**اِنَّنِیْ اَنَااللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا الْمُھَیْمِنُ الْقَیُّوْمُ.**‘‘ پھر

۲۔ تجلیّات (تجلّی چہارم) صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں: **اِنَّنِیْ اَنَااللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَارَبُّ کُلِّ شَیْءٍ وَاِنَّ مَا دُوْنِیْ خَلْقِیْ اِنَّ یَا خَلْقِیْ اِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ** کہ میں خدا ہوں۔ میرے سوا تمام مخلوق ہے اس لئے صرف میری ہی عبادت کرو۔

۳۔ کتاب مبین صفحہ ۲۸۶ میں بہاء اللہ لکھتا ہے: **لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَاالْمَسْجُوْنُ الْفَرِیْدُ** کہ کوئی خدا نہیں مگر میں اکیلا (بہاء اللہ) جو قید ہوں۔ بہاء اللہ کے مرید بہاء اللہ کے روضہ کی پرستش کرتے ہیں۔ دیوان نوش صفحہ ۷ بہاء اللہ کے روضہ کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے۔

جُز خاکِ آستانِ تو مسجود خلق نیست اے سجدہ گاہ جان رواں روضۂ بہا
گردید انبیاء ہمہ ساجد بر ایں تراب اے قبلہ گاہِ کروبیاں روضۂ بہا

پھر صفحہ ۱۴۹ پر ہے:

اے مقصد مقصود زماں روضۂ ابہیٰ اے معبد و معبود جہاں روضۂ ابہیٰ
اے معنی اسرار نہاں روضۂ ابہیٰ اے سجدہ گاہ عالمیاں روضۂ ابہیٰ

اس شریعت اسلامیہ میں جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان کی تفصیل دی گئی ہے مگر برخلاف اس کے شریعت بہائیہ کتاب الاقدس میں صرف ماں سے نکاح حرام کیا گیا ہے۔ باقیوں کا ذکر نہیں۔

۳۔ اسلامی شریعت میں چار تک نکاح کو جائز رکھا ہے مگر برعکس اس کے شریعت بہائیہ میں دوؔ سے زیادہ عورتیں ناجائز ہیں۔ (دیکھو کتاب الاقدس صفحہ ۱۳۰ مطبع الناصری بمبئی ۱۳۱۴ھ)

۴۔ شریعت اسلامی میں مہر حسب توفیق و حیثیت جس قدر چاہیں مقرر کیا جاسکتا ہے مگر شریعت بہائیہ کتاب اقدس میں مہر کی مقدار شہروں میں ۱۹ مثقال سونا اور دیہات میں ۱۹ مثقال چاندی اور زیادہ سے زیادہ ۹۵ مثقال سونا اور ۹۵ مثقال چاندی علی الترتیب ہوسکتا ہے اس سے زیادہ مہر باندھنا حرام ہے۔ (الاقدس صفحہ ۱۳۵ مطبع الناصری بمبئی ۱۳۱۴ھ)

۵۔ اسلامی شریعت میں تین طلاق کے بعد رجوع نہیں ہوسکتا مگر شریعت بہائیہ کتاب اقدس میں تین طلاق کے بعد رجوع ہوسکتا ہے۔ (الاقدس صفحہ ۲۰ مطبع الناصری بمبئی ۱۳۱۴ھ)

۶۔ اسلامی شریعت میں سود حرام اور خدا سے جنگ کرنے کے برابر ہے مگر شریعت بہائیہ میں جائز ہے۔ (دیکھو اشراقات۔ اشراق نہم صفحہ ۷ نیا ایڈیشن صفحہ ۴۳)

۷۔ اسلامی شریعت میں مردوں کے لئے سونے چاندی کے برتنوں اور ریشمی لباس کا استعمال ناجائز ہے مگر شریعت بہائیہ میں جائز ہے۔ ''مَنْ اَرَادَاَنْ یَّسْتَعْمِلَ اَوَانِیَ الذَّھَبِ وَالْفِضَةِ لَا بَأْسَ عَلَیْهِ.'' (الاقدس صفحہ ۱۴ مطبع الناصری بمبئی ۱۳۱۴ھ)

۸۔ سر کا منڈوانا جو شریعت اسلامیہ میں جائز تھا اس کو شریعت بہائیہ نے ناجائز قرار دیا ہے۔ ''لَا تَحْلِقوا رُؤُسَکُمْ قَدْ زِیْنَهَا الله بِالْشَعْرْ'' یعنی اے اہل بہاء! اپنے سروں کو ہرگز نہ منڈوانا کہ بالوں سے ان کی زینت ہے۔ (کتاب الاقدس صفحہ ۱۴ مطبع الناصری بمبئی ۱۳۱۴ھ)

۹۔ شریعت اسلامیہ میں کھلے طور پر گانے بجانے کی ممانعت ہے مگر برخلاف اس کے کتاب

اقدس میں لکھا ہے: **اِنَّــا حَلَلْنَا لکم اصغاء الاصوات والنغمات** کہ ہم نے تمہارے لئے گانا بجانا جائز کردیا ہے۔ (الاقدس صفحہ ۱۶ مطبع الناصری بمبئی ۱۳۱۴ھ)

۱۰۔ شریعت بہائیہ کے رو سے ایک خاوند جو سفر پر گیا ہوا ہو اس کی بیوی ۹ ماہ انتظار کرنے کے بعد نیا نکاح کرسکتی ہے حالانکہ اسلامی شریعت میں یہ جائز نہیں۔

(الاقدس صفحہ ۶۱،۶۲ مطبع الناصری بمبئی ۱۳۱۴ھ)

مذہب شیعہ

کتب شیعہ

کافی۔مجمع البیان۔عمدۃ البیان۔الروضۂ بہیہ۔شرع عرشیہ۔تاج البلاغۃ شرح نہج البلاغۃ مؤلفہ عبدالحمید بن ابی الحدید شیعی۔الصافی۔بحارالانوار۔کتب الخصال۔غررالفوائد۔اکمال الدین۔اسرارالتنزیل۔امالی۔انارۃ البصائر۔بشریٰ بالحسن۔حقایق لدنی۔الصراط السوی۔کشف الغمہ۔کلینی۔حیات القلوب۔ناسخ التواریخ۔حجاج السالکین۔جلاء العیون (ملا محمد باقر مجلسی)۔مجالس المومنین۔روضۃ الصفا (تاریخ) استبصار۔مہیج الاحزان۔

کتب ردّ شیعہ

سرّ الخلافۃ۔خلافت راشدہ۔تحفہ اثناءعشریہ۔شرائط المذاہب۔آیات بیّنات۔براہین قاطعہ۔تشریف البشر۔رسالہ فدک۔معیار المذاہب۔اسباب مقاطعہ درمیان سنّی وشیعہ۔تحقیقات واقعات کربلا۔

اسماء ائمہ شیعہ

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۲) حضرت حسنؓ بن علیؓ (۳) حضرت حسینؓ بن علیؓ (۴) ابومحمد علی بن حسینؓ زین العابدین (۵) ابوجعفر محمد بن علی باقر (محمد باقر) (۶) جعفر صادق (۷) موسیٰ کاظمی (۸) علی رضا (۹) ابوجعفر محمد بن علی الجواد (۱۰) ابوالحسن علی بن علی بن محمد اتّقا (۱۱) ابومحمد حسن بن عسکری (۱۲) امام مہدی علیہ السلام۔

خلفائے ثلاثہ کا ایمان ازروئے قرآن

۱۔اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (البقرۃ:۲۱۹)

ترجمہ:۔تحقیق جو ایمان لائے اور جنہوں نے جہاد کیا راہ خدا میں وہی امید رکھتے ہیں رحمت الٰہی کی اور

اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۲۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (المائدة:۵۷)

ترجمہ: اور جو دوست رکھے اللہ اور اس کے رسول کو اور ان کو جو ایمان لائے۔ پس یقیناً گروہ اللہ ہی کا غالب ہے۔

۳۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (التوبة:۲۰) جو کہ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا راہ خدا میں اپنے مالوں اور اپنے جانوں سے بڑے درجے ہیں اللہ کے حضور اور یہی ہیں مراد پانے والے۔

ہر سہ خلفاء مہاجر اور مجاہد تھے۔ ضروری تھا کہ اس وعدہ الٰہی کے مطابق ان کو وہ درجات ملتے۔ اور چونکہ وہ آخر تک کامیاب ہوئے اس لئے **هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ** کا وعدہ پورا ہوا۔

۴۔ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ ......**الآیہ** (آل عمران:۱۹۶)

ترجمہ:۔ پس جنہوں نے ہجرت کی اور انہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا اور میری راہ میں تکلیف دی گئی اور انہوں نے جنگ کی اور مارے گئے۔ میں ان کی بدیوں (کے اثر) کو ان (کے جسم) سے یقیناً مٹا دوں گا اور میں انہیں یقیناً ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی (یہ انعام) اللہ کی طرف سے بدلہ کے طور پر ملے گا اور اللہ تو وہ ہے جس کے پاس بہترین جزا ہے۔

۵۔ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا (الاحزاب:۶۱)

ترجمہ:۔ اگر باز نہ رہیں گے منافق اور وہ کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور بد خبر اڑانے والے شہر میں البتہ لگا دیں گے ہم تجھ کو ان کے پیچھے۔ پھر نہ قریب پھٹکنے پاویں گے تیرے اس شہر میں مگر بہت کم۔

اگر خلفاء بخیال شیعوں کے منافق تھے تو ضرور تھا کہ آنحضرت ﷺ ان سے جہاد کرتے اور ان کو آنحضرت کے قریب رہنے کا موقع نہ ملتا۔

۶۔ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (التوبة:۷۳) مگر چونکہ اس قسم کا کوئی جہاد ثابت نہیں اور نہ ہی یہ خلفاء آپ سے تا وفات الگ ہوئے بلکہ وفات کے بعد بھی تا ایں دم قبر میں بھی ساتھ رہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ موجب قرآن یہ مومن تھے۔

۷۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (الفتح : ۱۹) چونکہ تحت الشجرۃ کے حاضرین میں سے یہ خلفاء بھی تھے اس لئے ثابت ہوا کہ آپ ہی کو رضی اللہ کا سرٹیفکیٹ ملا۔

۸۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (النور:۵۶) چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام دور دراز ملکوں میں پھیلا اور اسلام نے وہ موعودہ زور اور عروج پکڑا اور وعدہ الٰہی تھا کہ مومنوں کے ذریعہ اسلام تمکنت پکڑے گا پس خلفاء کا ایمان ثابت ہے۔

۹۔ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ (المجادلة: ۲۳) جن کی روح القدس سے تائید کی ان میں یہ خلفاء بھی تھے اور یہی حزب اللہ ٹھہرے۔

۱۰۔ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ج فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا كَفَرُوا السُّفْلٰى ط وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (التوبة:۴۰) یہ یار غار حضرت ابوبکر صدیق تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے سکینت اتاری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کو اپنا رفیق الطریق بنایا۔

شیعہ مفسرین نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ ہی اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں موجود تھے اور صَاحِبِہٖ سے مراد آپ ہی ہیں (دیکھو تفسیر مجمع البیان از شیخ ابی الفضل الحسن الطبری و تفسیر صافی از علامہ کاشانی سورہ توبہ زیر آیت اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (توبہ:۴۰)

اصحاب ثلاثہ کے ایمان کے دلائل کتب شیعہ سے

۱۔ اگر اصحاب ثلاثہ مسلمان نہ تھے تو ان کے عہد خلافت میں قیصر و کسریٰ کے ساتھ جو جہاد ہوئے وہ بھی ناجائز ٹھہرے اور جو مال غنیمت ان جہادوں میں مسلمانوں کے قبضہ میں آیا وہ بھی حلال نہ ہوا۔ اور جو لونڈیاں ان جہادوں میں بنائی گئیں وہ بھی حلال نہ ہوئیں۔ شہربانو خسرو پرویز کی لڑکی جو

حضرت حسینؓ کے قبضہ میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اسیر ہوکر آئی وہ بھی جائز نہ ہوئی اور اس سے جو اولاد ہوئی اس کے متعلق کیا فتویٰ شیعہ حضرات لگائیں گے۔

۲۔ قیصر و کسریٰ کے ساتھ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جو جہاد ہوا اور خدا کے حکم کے مطابق تھا جیسا کہ فروع کافی جلد ا باب مَنْ يَجِبُ عَلَيْهِ الْجِهَادُ صفحہ ۶۱۲ میں ابوعمیر زبیری نے حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے وَاِنَّهُ لَيْسَ كَمَا ظَنَنْتَ وَلَا كَمَا ذَكَرْتَ وَلٰكِنَّ الْمُهَاجِرِيْنَ ظُلِمُوْا مِنْ جِهَتَيْنِ ظَلَمَهُمْ اَهْلُ مَكَّةَ بِاِخْرَاجِهِمْ مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ فَقَاتَلُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ لَهُمْ فِيْ ذَالِكَ وَظَلَمَهُمْ كِسْرٰى وَقَيْصَرَ وَمَنْ كَانَ دُوْنَهُمْ مِنْ قَبَائِلِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ بِمَا كَانَ فِيْ اَيْدِيْهِمْ مِمَّا كَانَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَحَقَّ بِهِ مِنْهُمْ فَقَدْ قَاتَلُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِيْ ذَالِكَ وَبِحُجَّةِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ يُقَاتِلُ مُؤمِنُوْا كُلَّ زَمَانٍ ''یعنی جس طرح تو نے سمجھا یا کہا (یعنی یہ کہ قیصر و کسریٰ کے ساتھ مسلمانوں کی لڑائیاں ناجائز تھیں) کیونکہ انہوں نے مسلمانوں پر ظلم کیا تھا۔ ان پر اہل مکہ نے ان کے گھروں اور مال و دولت سے نکال کر ظلم کیا۔ پس مسلمانوں نے ان کے ساتھ خدا کے حکم سے جہاد کیا۔ اسی طرح قیصر و کسریٰ اور دیگر عربی و عجمی قبائل نے مسلمانوں پر ظلم کیا، اس ملک اور حکومت پر قبضہ کرنے کی وجہ سے جس پر ان سے زیادہ مسلمانوں کا حق تھا۔ پس مسلمانوں نے ان کے ساتھ خدا کے حکم کے ساتھ جنگ کی اور اسی آیت کے مطابق (یعنی اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (الحج: ۴۰) ہر زمانہ کے مسلمان جہاد کرتے ہیں۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودتے وقت پہلی مرتبہ پتھر پر کدال مار کر فرمایا۔ اللہ اکبر فارس کے ملک کی کنجیاں مجھے دی گئیں۔ (دیکھو حیات القلوب جلد ۶ صفحہ ۳۷۶ نولکشور و ناسخ التواریخ کتاب ۲ جلد ا صفحہ ۲۱۶ مطبوعہ ایران) یہ کنجیاں حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں دی گئیں۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو اپنا قائم مقام قرار دیا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی فضیلت

۴۔ وَكَانَ اَفْضَلَهُمْ زَعَمْتَ فِي الْاِسْلَامِ وَاَنْصَحَهُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ الْخَلِيْفَةَ وَالْخَلِيْفَةُ الْخَلِيْفَةِ وَلَعَمْرِيْ وَاِنَّ مَكَانَهُمَا فِي الْاِسْلَامِ لَعَظِيْمٌ وَاِنَّ الْمَصَائِبَ بِهِمَا لِجُرْحٍ فِي الْاِسْلَامِ شَدِيْدٌ فَرَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَجَزَاهُمَا اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمَلَا (شرح نہج البلاغہ جلد ۲

جز ۱۵صفحہ ۲۱۹) فَـارَادَ قَوْمُنَا قَتْلَ نَبِیِّنَا (نہج البلاغہ جز ثانی باب استناد صفحہ ۵۱ (اردو ترجمہ) خط نمبر ۹ شائع کردہ شیخ غلام علی اینڈ سنز) اور خلفاء میں سے اسلام میں سب سے افضل اور خدا اور رسول کے لئے سب سے زیادہ نصیحت کرنے والے حضرت ابوبکرؓ صدیق وخلیفہ فاروقؓ تھے۔ اسی طرح جس طرح تیرا خیال ہے اور بخدا ان کا مقام اسلام میں بہت بلند ہے اوران کی جدائی کی وجہ سے اسلام کو سخت زخم لگا ہے۔ ان دونوں پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہو اور خدا تعالیٰ اُن کے اچھے اور اعلیٰ کاموں کا ان کو اجر دے۔

۵۔ وَلَا رَیْبَ اِنَّ الصَّحِیْحَ مَا ذَکَرَہٗ اَبُوْ عُمَرُ اِنَّ عَلِیًّا کَانَ ھُوَ السَّابِقُ وَاَنَّ اَبَابَکْرٍ ھُوَ اَوَّلُ مَنْ اَظْھَرَ اِسْلَامَہٗ (شرح نہج البلاغہ مؤلفہ عبدالحمید ہبۃ اللہ بن محمد بن محمد بن حسین بن ابی الحدید شیعی جلد ا جز ۲ صفحہ ۲۱۳) اور بے شک جس بات کا ابوبکر نے ذکر کیا ہے۔ سچ ہے کہ گو حضرت علیؓ نے پہلے اسلام قبول کیا لیکن ابوبکرؓ نے سب سے پہلے اسلام کا اعلان کیا۔

۶۔ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ النَّخْعِیُّ قَالَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ اَبُوْ بَکْرٍ (شرح نہج البلاغہ جلد ا جز ۲ صفحہ ۲۱۳) ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر سب سے پہلے اسلام لائے۔

۷۔ عَنْ اَبِیْ نَصْرٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ بَکْرُ لِعَلِیٍّ اَنَا اَسْلَمْتُ قَبْلَکَ فِیْ حَدِیْثٍ ذِکْرِہٖ فَلَمْ یُنْکِرْہٗ عَلَیْہِ۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ا جز ۲ صفحہ ۳۱۳) ابونصر کہتے ہیں کہ کسی سے گفتگو میں حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ میں آپ سے پہلے مسلمان ہوا تھا مگر حضرت علیؓ نے اس کے خلاف کچھ نہ کہا۔

۸۔ وَقَالَ عَلِیٌّ وَ الزُّبَیْرُ مَاقَضَیْنَا اِلَّا فِی الْمَشْوَرَۃِ وَ اِنَّا لَنَرٰی اَبَابَکْرٍ اَحَقَّ النَّاسِ بِھَا اِنَّہٗ لَصَاحِبُ الْغَارِ وَاِنَّا لَنَعْرِفُ لَہٗ سُنَنَہٗ وَلَقَدْ اَمَرَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم بِالصَّلٰوۃِ بِالنَّاسِ وَھُوَ حَیٌّ۔ (شرح نہج البلاغہ مؤلفہ ابن ابی الحدید شیعی جلد ا جز ۲ صفحہ ۷۵)
حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ ہم نے سوائے مشورے کے اور کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ کیونکہ ہم یقیناً حضرت ابوبکرؓ کو اپنوں میں سے سب سے زیادہ اس امر کا مستحق خیال کرتے ہیں کیونکہ آپ صاحب غار ہیں۔ اور ہم ان کے اچھے طریقوں کو جانتے ہیں۔ اور آنحضرت صلعم نے جبکہ آپ زندہ تھے ابوبکرؓ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

۹۔ کتاب کَشْفُ الْغُمَّۃِ فِیْ مَعْرِفَۃِ الْاَئِمَّۃِ میں ہے۔ اِنَّہٗ سُئِلَ الْاِمَامُ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ حِلْیَۃِ السَّیْفِ قَالَ نَعَمْ حَلّٰی اَبُوْ بَکْر الصِّدِّیْقَ سَیْفَہٗ بِالْفِضَّۃِ فَقَالَ

الــرَّاوِیُّ تَقُوْلُ ھٰکَذَا فَوَثَبَ الْاِمَامُ عَنْ مَکَانِہٖ فَقَالَ نَعَمْ اَلصِّدِّیْقُ فَمَنْ لَّمْ یَقُلْ لَہُ الصِّدِّیْقُ فَلَا صَدَّقَ اللّٰہُ قَوْلَہٗ فِی الدُّنْیَا.

کہ امام جعفر سے پوچھا گیا کہ کیا تلوار کو سونا چڑھانا جائز ہے تو آپ نے فرمایا۔ ہاں جائز ہے کیونکہ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اپنی تلوار کو سونا چڑھایا تھا۔ اس پر راوی نے متعجب ہو کر کہا کہ آپ ایسا (یعنی ابوبکر صدیق کو کہتے ہیں) تو امام اپنی جگہ سے اٹھ کر کہنے لگے ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں اور جو ان کو صدیق نہ کہے خدا دنیا میں اس کی بات کو سچا نہیں کرے گا۔

۱۰۔ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں: **وَ اللّٰہِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لَکَ مَـا اَعْرِفُ شَیْئًا تَجْھَلُہٗ' وَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی شَیْءٍ لَا تَعْرِفُہٗ اِنَّکَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ مَا سَبَقْنَاکَ اِلٰـی شَـیْءٍ ...... فَـنُبَـلِّغَکَہٗ وَقَدْ رَأَیْتَ کَمَا رَأَیْنَا وَسَمِعْتَ کَمَا سَمِعْنَا وَ صَحِبْتَ رَسُوْلَ الـلّٰـہِ کَمَا صَحِبْنَا وَمَا اِبْنُ اَبِیْ قَحَافَۃَ وَلَا اِبْنُ الْخَطَّابِ أَوْلٰی بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْکَ وَ اَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ .....وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِھْرِہٖ مَالَمْ یَنَالَا.**

(نہج البلاغہ جز ثانی نمبر ۱۵۹ ومن کلام له علیه السلام لما اجتمع الناس ......)

بخدا میں نہیں جانتا کہ میں آپ کے سامنے کیا بیان کروں۔ مجھے کوئی ایسی نئی بات معلوم نہیں جو آپ نہ جانتے ہوں اور میں آپ کو کوئی ایسی نئی بات نہیں بتا رہا جو آپ کو معلوم نہ ہو۔ کیونکہ میرا علم آپ سے زیادہ نہیں۔ ہم آپ سے کسی امر میں سبقت نہیں رکھتے کہ ہم آپ کو اس کی اطلاع دینے کے قابل ہوں اور نہ ہم کسی امر میں منفرد ہی ہیں کہ وہ امر آپ تک پہنچائیں۔ بے شک آپ نے وہ سب کچھ دیکھا اور سنا جو ہم نے دیکھا اور سنا۔ اور آپ بھی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی رہے جس طرح ہم تھے۔ ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آپ سے کسی امر میں سبقت رکھنے والے نہ تھے اور آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کے باعث آنحضرتؐ کے ان دونوں سے زیادہ مقرب ہیں۔

۱۱۔ وَمِـنْ کِتَابٍ لَہٗ اِلٰی مُعَاوِیَۃَ اِنَّہٗ بَایَعْنِی الْقَوْمُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا اَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ وَ عُثْـمَانَ عَلٰی مَا بَایَعُوْا ھُمْ عَلَیْہِ ...... فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَ سَمُّوْہُ اِمَامًا کَانَ ذَالِکَ {لِلّٰہِ} رِضًا۔ (نہج البلاغہ، جز ثالث۔ ٦۔ **و من کتاب له الی معاویة**)

حضرت علی نے حضرت معاویہ کو ایک خط میں (اپنی خلافت کا یہ ثبوت) لکھا کہ میری بیعت انہی لوگوں

نے کی ہے جنہوں نے ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ کی بیعت کی اور اسی امر پر کی ہے جس امر پر ان کی کی تھی...... یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ایک شخص پر مجتمع ہو کر اس کو اپنا امام کہہ دیں تو یہی امر خدا کے ہاں بھی موجب رضا ہوتا ہے۔

۱۲۔لِلّٰہِ بَلادُ فُلانٍ فَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَ دَاوَی العَمَدَ وَ خَلَّفَ الْفِتْنَةَ وَّ أَقَامَ السُّنَّةَ ذَهَبَ نَقَّی الثَّوْبِ قَلِيْلَ الْعَيْبِ اَصَابَ خَيْرَ هَا وَ سَبَقَ شَرَّهَا اَدّٰی اِلَی اللّٰهِ طَاعَتَهٗ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهٖ۔ (نہج البلاغہ جز ثانی۔۲۲۳۔ومن كلام له عليه السلام)

فلاں آدمی کیا ہی اچھا تھا کیونکہ اس نے کجی کو درست کیا اور دلوں کی بیماریوں کا علاج کیا۔ فتنہ کو پیچھے ہٹایا اور سنت کو قائم کیا اور انتقال کیا ایسی حالت میں کہ وہ پاک اور بے عیب تھا۔ خلافت کا اچھا حصہ پایا اور اُس میں پیدا ہونے والے شرّ سے پہلے گزر گیا۔ اللہ کی اطاعت گزاری کی اور اس کے حقوق میں تقویٰ سے کام لیا۔

یہ سب عبارت حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی نسبت کہی۔ چنانچہ اس خطبے کے حاشیہ میں عبدالحمید بن ابی الحدید شیعی نے لکھا ہے کہ فلاں سے مراد عمرؓ ہیں۔

۱۳۔امام جعفر صادق سے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق کسی نے سوال کیا۔ تو انہوں نے جواب دیا: **هُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَا تَا عَلَيْهِ فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ** (رسالہ ادلّہ تقیہ فی ثبوت تقیہ مؤلّفہ سلطان العلماء سید محمد صاحب مجتہد) کہ وہ دونوں امام تھے عدل اور انصاف کرنے والے۔ وہ دونو حق پر تھے اور حق پر ہی ان کی وفات ہوئی اور قیامت کے دن ان پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہوگی۔

نوٹ:۔شیعوں کا اس قول کے متعلق یہ کہنا کہ امام جعفر نے دوسرے دن اس قول کی تاویل یہ کی تھی کہ " اِمَامَانِ "سے میری مراد' اہل جہنم کے امام' تھی۔ غلط ہے بوجوہات ذیل۔

(۱) "هُمَا اِمَامَانِ" سے مراد اہل جہنم کے امام نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ عربی زبان اس کی اجازت نہیں دیتی۔ **هُمَا اِمَامَا اَهْلِ النَّارِ** کہنا چاہیے تھا کیونکہ تثنیہ یا جمع کا صیغہ جب مضاف ہو تو اس کے آخر سے نون گر جاتا ہے جیسے **هُمْ مُسْلِمُوْا مَكَّةَ** (یعنی وہ مکہ کے مسلمان ہیں **هُمْ مُسْلِمُوْنَ مَكَّةَ** نہیں ہو سکتا۔)

(۲) امام سے جس شخص نے فتویٰ پوچھا اس کو تو آپ نے مندرجہ بالا صاف الفاظ میں

جواب دے دیا وہ اب اس فتویٰ کے مطابق حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کو مومن ہی سمجھے گا۔اس کے چلے جانے کے بعد دوسرے دن اس قول کے الفاظ کی ظاہری مفہوم کے خلاف غلط تاویل کرنا بالکل غیر معقول ہے۔ اس شخص کی گمراہی (بقول شما) کا باعث تو حضرت امام جعفر ہی کا یہ قول ہوگا۔امام جعفر نے اگر کوئی تشریح اپنے الفاظ کی کرنی ہوتی تو اس شخص کے سامنے ہی کرنی چاہیے تھی۔

۱۴۔ علامہ کاشانی اپنی تفسیر خلاصۃ المنہج تفسیر سورۃ الفتح آیت ۱۹ میں لکھتے ہیں:

''آنحضرت فرمود بدوزخ نہ رود یک کس ازاں مومناں کہ اُو زیر شجر بیعت کردند وایں را بیعت الرضوان نام نہادہ اند۔ بجہت آنکہ حق تعالیٰ درحق ایشاں فرمود کہ ''لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ'' (الفتح: ۱۹) کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے سب کے سب جنتی ہیں کیونکہ خدا نے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ کا ان کو خطاب دیا ہے۔

۱۵۔بکشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ بیعت رضوان کی شرح میں روایت ہے۔از جابر بن عبداللہ روایت است کہ ما درآں روز ہزار و چہار صد (یعنی چودہ سو) کس بودیم۔''درآں روز من از آنحضرت صلعم شنیدم کہ آنحضرت خطاب بحاضراں نمود وفرمود کہ شما بہترین اہل روئے زمین اند وہمہ درآں روز بیعت کردیم وکسے از اہل بیعت نکس ونمود۔مگر احد بن قیس کہ آں منافق بیعت خود را شکست۔''

گویا بیعت رضوان کرنے والے چودہ سو مسلمان تھے اور سوائے احد بن قیس کے سب کے سب جنتی ہیں مگر شیعہ تو صرف پنجتن یا ساڑھے چھ تن کو جنتی مانتے ہیں۔

۱۶۔حضرت عثمانؓ اس بیعت کے وقت موجود نہ تھے بلکہ بطور سفیر مکہ میں گئے ہوئے تھے ان کے متعلق لکھا ہے۔فَلَمَّا انْطَلَقَ عُثْمَانُ وَبَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلْعَمْ بِاِحْدَىٰ يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى لِعُثْمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ طُوْبٰى لِعُثْمَانَ قَدْ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَفَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلْعَمْ مَا كَانَ لِيَفْعَلَ فَلَمَّا جَآءَ عُثْمَانُ قَالَ لَه' رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ اَطَفْتَ بِالْبَيْتِ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاَطُوْفَ بِالْبَيْتِ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلْعَمْ لَمْ يَطُفْ بِهِ (فروع کافی جلد۳ کتاب الروضہ صفحہ ۱۱۵)۔

حضرت عثمانؓ چلے گئے......تو آنحضرتؐ نے مسلمانوں سے بیعت لی۔اور آنحضرتؐ نے اپنا ایک ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ پر حضرت عثمان کی بیعت لینے کے لئے رکھا اور مسلمانوں نے کہا کہ عثمانؓ بڑا خوش

قسمت ہے کہ اس نے کعبہ کا طواف بھی کرلیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی بھی کر لی مگر آنحضرتؐ نے فرمایا: ایسا نہیں ہوسکتا۔

نوٹ:۔ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کا ہے۔ حضرت عثمانؓ تو بطور سفیر مکہ چلے گئے اور باقی مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے کفار نے روکا۔ آنحضرتؐ نے مسلمانوں کی یہ بات سن کر فرمایا کہ عثمانؓ تو ایسا کرنے والا نہیں ہے'' (یعنی اس نے ایسا نہیں کیا ہوگا) پس جب عثمانؓ واپس آئے آنحضرتؐ نے ان سے پوچھا کیا آپ نے کعبہ کا طواف کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ کس طرح ممکن تھا کہ میں طواف کر لیتا اس حالت میں کہ آنحضرتؐ نے طواف نہ کیا ہو۔ یہ حوالہ حضرت عثمانؓ کی شانِ ایمانی ثابت کرتا ہے۔

۱۷۔ اگر اصحاب ثلاثہ مومن اور خلفائے برحق نہیں تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو **اَسَدُ اللّٰہِ الْغَالِبِ عَلٰی کُلِّ غَالِبٍ** کے مصداق ہیں ان کی بیعت کیوں کی؟ شیعوں کی معتبر کتاب ناسخ التواریخ جلد۲ کتاب دوم صفحہ ۴۴۹ پر لکھا ہے: ثُمَّ مَدَّ یَدَہٗ فَبَایَعَ ۔''

یعنی حضرت علیؓ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی۔ اگر کہو کہ انہوں نے ''تقیہ'' کر کے بباعث خوف بیعت کی تو اوّل تو یہ حضرت علی جیسے '' اَشْجَعُ النَّاسِ'' ''فاتح خیبر'' اور ''شیر خدا'' کی شان کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک ''فاسق، غاصب اور خائن'' کی مجبوراً بیعت کر لینا ایک مستحسن فعل تھا تو پھر حضرت امام حسینؓ نے اپنے جلیل القدر والد کی اس اچھی سنت پر عمل کر کے کیوں یزید کی بیعت نہ کی۔ اپنی اور خاندان نبوت کے بیسیوں معصوموں کی جانیں کیوں قربان کروا ڈالیں؟ حالانکہ جہاں تک شجاعت اور مردانگی کا سوال ہے اس کے لحاظ سے اگر اس قسم کی کمزوری دکھانا ممکن ہوسکتا تھا تو امام حسینؓ کے لئے ممکن ہوسکتا نہ کہ حضرت علیؓ کے لئے۔ پس ثابت ہے کہ چونکہ حضرت امام حسینؓ کے نزدیک یزید خلیفہ برحق نہ تھا اس لئے انہوں نے جان دے دی لیکن ایسے شخص کی بیعت نہ کی لیکن چونکہ حضرت علیؓ کے نزدیک حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ خلفائے برحق تھے اس لئے انہوں نے ان کی بیعت کر لی۔

دلائل و مطاعن شیعہ کا جواب

شیعہ:۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا (المائدۃ:۵۶) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا سے حضرت علیؓ مراد ہیں۔ لہٰذا وہ خلیفہ بلافصل ہوئے؟

الجواب ا۔ اِنَّمَا کلمہ حصر ہے۔ اگر وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا سے مراد حضرت علیؓ ہوں تو شیعوں کے باقی ائمہ کی امامت باطل ہوئی کیونکہ پھر سوائے اللہ، رسول اور علیؓ کے کسی اور کی امامت ممتنع ہو جائے گی۔

۲۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا جمع کا صیغہ ہے۔ اس سے علیؓ (واحد) مراد نہیں لیا جا سکتا۔

۳۔ اس کے آگے ہے یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ۔ حضرت علیؓ کا زکوٰۃ دینا ثابت نہیں۔

۴۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا سے مراد اگر حضرت علیؓ ہوں تو اس کے آگے اُن کے ساتھ دوستی کرنے والے گروہ کو غالب قرار دیا گیا ہے مگر بقول شما علیؓ کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

۵۔ اہل سنت کی تفاسیر میں جہاں وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا سے مراد حضرت علیؓ کو لکھا گیا ہے وہاں علماء اہل سنت نے شیعوں کا قول نقل کر کے اس کے آگے اس کی تردید کی ہے۔ پس وہ تمہارے لئے دلیل نہیں ہو سکتی (دیکھو الفوائد المجموعه فی احادیث الموضوعة مصنفه امام شوکانی صفحه ۳۶۹۔۳۷۰۔ مطبع ناشر دار الکتاب العربی) ''فَاِنَّ ذَالِکَ مَوْضُوعٌ بِلَا خَوْفٍ'' کہ یہ روایت بلاشبہ وضعی ہے۔

۶۔ لفظ ''ولی'' دوست، ناصر اور حاکم کے معنوں میں مشترک ہے اس کے معنے صرف حاکم لینا حجت نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کے لئے دلیل نہ دی جائے۔

۷۔ اس آیت میں ''ولی'' کے معنے محبّ و ناصر کے ہیں کیونکہ اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود اور نصاریٰ کی دوستی کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اس کے بعد اس آیت میں اللہ، رسول اور مومنوں کو دوست بنانے کی تلقین کی گئی ہے۔

۸۔ یہ آیت اصحاب ثلاثہ پر صادق آتی ہے کیونکہ اس آیت سے پہلی آیت میں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ (المائدۃ : ۵۵) ہے کہ اے مسلمانو! اگر تم میں سے کوئی مرتد ہو جائے تو خدا ایک اور قوم کو لائے گا وغیرہ۔ آنحضرتؐ کی وفات پر ''ظہور عرب'' جو ہوا یعنی تمام عرب والے مرتد ہو گئے ان کو حضرت ابوبکرؓ اور ان کے اصحاب کے سوا اور کون مسلمان بنانے والا ہوا۔

۹۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا سے دوستی رکھنے والوں کو خدا نے غالب گروہ قرار دیا ہے اور وہ اصحاب ثلاثہ اور ان کے اصحاب ہیں۔

شیعہ: ''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ''۔ (سنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب علیؓ)۔

جواب ا۔ اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے: جو مجھ سے محبت کرے وہ علیؓ سے بھی محبت کرے''

یا جس سے میں محبت کرتا ہوں علیؓ بھی اس سے محبت کرتا ہے‘‘۔

’’مولا‘‘ ظرف ہے جس کے معنی محل محبت کے ہیں۔

۲۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی کے سامنے اعلان کیا تو اس کے دو تین ماہ ہی بعد آنحضرت ﷺ کی وفات کے دن وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی کہاں گئے تھے؟ ان میں سے ایک بھی تو خلافت کے لئے حضرت علیؓ کا نام نہیں لیتا۔

۳۔ حضرت علیؓ بھی اپنی خلافت کے لئے اس حدیث کو پیش نہیں کرتے۔

۴۔ یہاں تک کہ جب حضرت عثمانؓ کی وفات پر حضرت علیؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو حضرت معاویہ نے انکار کر دیا۔ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت منوانے کے لئے متعدد دلائل دیئے مگر خم غدیر کے واقعہ کا کہیں ذکر نہیں کیا لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ بعد کی اختراع ہے۔

شیعہ:۔ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا۔‘‘

جواب ا:۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ دیکھو (ترمذی کتاب المناقب باب مناقب علی)

۲۔ اس حدیث کے متعلق لکھا ہے:

ذَکَرَہُ ابْنُ الْجَوْزِیُّ فِی الْمَوْضُوْعَاتِ مِنْ عِدَّۃِ طُرُقٍ وَجَزَمَ بِبُطْلَانِ الْکُلِّ ۔‘‘

(اللّمعات بر حاشیہ مشکوٰۃ مطبوعہ اصح المطابع دہلی صفحہ ۵۶۴) اس حدیث کو ابن جوزی نے متعدد طرق سے روایت کر کے موضوع قرار دیا ہے۔ نیز اس کے سب طریقوں کو باطل قرار دیا ہے۔

(نیز دیکھو فوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ مصنفہ امام شوکانی مطبوعہ دار الکتاب العربی ۳۴۷ حدیث ۳۵ طبع اولیٰ ۱۹۸۶ء)

۳۔ اس کا ترجمہ ہے ’’میں علم کا شہر ہوں اور اس کا دروازہ بہت بلند ہے؟ کہاں ہے ذکر علیؓ؟

۴۔ ایک دروازہ والا بھی شہر ہوا ہے؟ ہاں جیل خانے اور کوٹھڑی کا ایک دروازہ ہوتا ہے۔ شہر کے کم از کم چار دروازے ہونے چاہئیں۔ ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علم کا شہر ہیں اور ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم اس شہر کے چار دروازے ہیں حضرت علیؓ بھی ان میں سے ایک ہیں۔ یاد رہے کہ مندرجہ بالا حدیث میں ایک دروازے کا حصر نہیں۔

۵۔ خود حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا۔ اِنَّکَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ (نہج البلاغہ جز ثانی۔ ۱۵۹۔ ومن کلام له لما اجتمع الناس له) کہ اے عثمان! تو اتنا ہی عالم ہے جتنا میں۔ پس حضرت عثمانؓ کی حضرت علیؓ سے مساوات علمی ثابت ہے۔ اگر وہ علم کا دروازہ ہیں تو عثمانؓ بھی بوجہ مساوات علمی

رکھنے کے علم کا دروازہ ہوئے۔

شیعہ:۔ حضرت علیؓ کے لئے رِجعت شمس کا معجزہ ظاہر ہوا اور یہ ان کی فضیلت کی دلیل ہے۔

جواب:۔ رِجعت شمس والی روایت سراسر جعلی اور موضوع ہے۔

(ملاحظہ ہو موضوعات کبیر ملّا علی قاری صفحہ ۸۹ نیز الفوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ مصنفہ امام شوکانی مطبوعہ دارالکتاب العربی صفحہ ۳۶۹-۳۷۰)

شیعہ:۔ ''حدیث طیر'' سے حضرت علیؓ کی فضیلت ثابت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ خدایا! اس آدمی کو بھیج دے جو تمام انسانوں میں سے تجھے سب سے زیادہ محبوب ہوتا کہ وہ میرے ہمراہ اس پرندے کا گوشت کھائے تو حضرت علیؓ تشریف لے آئے۔

جواب:۔ یہ روایت بھی سراسر جعلی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

لَهُ طُرُقٌ كَثِيْرَةٌ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ وَقَدْ ذَكَرَهُ ابْنُ الْجَوْزِىُ فِي الْمَوْضُوعَاتِ

(الفوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ صفحہ ۱۲۹) کہ یہ روایت جتنے طریقوں سے مروی ہے وہ سب ضعیف ہیں اور ابن جوزی نے کہا ہے کہ یہ روایت وضعی یعنی جعلی ہے۔

حضرت عثمانؓ کا جنازہ

اعتراض شیعہ:۔ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کا جنازہ نہیں پڑھا۔

جواب:۔ غلط ہے حضرت عثمانؓ کے جنازے پر حضرت علیؓ حاضر ہوئے چنانچہ لکھا ہے۔

۱۔**وَقِيْلَ شَهِدَ جَنَازَتَهُ عَلِيٌّ وَ طَلْحَةُ وَ زَيْدُ ابْنُ ثَابِتٍ وَ كَعْبُ ابْنُ مَالِكَ** (کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۸۰ مطبوعہ بیروت ۱۳۸۵ھ) کہ حضرت عثمانؓ کے جنازہ پر حضرت علیؓ، طلحہؓ، زید بن ثابت اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہم حاضر ہوئے۔

۲۔اسی طرح شیعوں کی ناسخ التواریخ میں ہے:

''حسن بن علی یا عبداللہ بن زبیر و ابوجہم بن حذیفہ و چندتن جسدِ اُو را برتختہ پارہ نہادند ...... وجشن نام بستان است در آنجا خاک سپردند''۔ (ناسخ التواریخ کتاب دوم جلد ۲ صفحہ ۴۳۸) گویا حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کا جنازہ بوساطت امام حسنؓ کرایا۔ یاد رہے کہ جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے نیز جو امر حضرت علیؓ کو (بقول شما) جنازہ پڑھنے سے مانع تھا وہ حضرت حسنؓ کو کیوں مانع نہ ہوا۔

حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کا جنگ سے بھاگنا

اعتراض شیعہ:۔ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ جنگ سے بھاگے۔

جواب ا۔ غلط ہے۔طبری میں ہے:

وَنُهِضَ نَحْوَ الشِّعْبِ مَعَه‘ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبِ وَاَبُوْ بَكْرِ ابْنَ اَبِيْ قَحَافَةَوَعُمَرُ ابْنُ الْخَطَابِ ۔(تاریخ الطبری جلدالثانی صفحہ۸۶ مطبع دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان)اورگھاٹی کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت علیؓ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کھڑے (دشمن کے ساتھ)مقابلہ کرتے رہے۔

۲۔عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ انْصَرَفَ كُلُّهُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَاءَ (تاریخ الخلفاء صفحہ۳۵)

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ اُحد کے دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے سب لوگ اِدھراُدھر چلے گئے تو سب سے پہلے میں آپ کے پاس پہنچا۔

۳۔وَمِمَّنْ ثَبَتَ مَعَه‘ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ۔

(تاریخ الطبری جلدالثانی ذکر الخبر عن غزوہ رسول اللہ موازن بحنین صفحہ۱۶۸ مطبع دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

کہ جنگ حنین میں حضرت ابوبکر وعمر آنحضرتؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

۴۔وَثَبَتَ (اَبُوْبَكْرٍ) يَوْمَ اُحُدٍوَيَوْمَ حُنَيْنٍ (تاریخ الخلفاء للامام السیوطی صفحہ۱۳۶ اصح المطابع آرام باغ کراچی) کہ حضرت ابوبکرؓ جنگ اُحد اور حنین میں ثابت قدم رہے۔

۵۔اسی طرح جنگ خیبر کے متعلق لکھا ہے:

وَاِنَّ اَبَابَكْر اَخَذَ رَأيَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ثُمَّ نَهَضَ فَقَاتَلَ قِتَالاًشَدِيْدًاثُمَّ رَجَعَ فَأَخَذَهَا عُمَرُ فَقَاتَلَ قِتَالاًشَدِيْدًا هُوَ اَشَدُّمِنَ الْقِتَالِ الْاَوَّلِ.

(تاریخ الطبری جلدالثانی ذکر الاحداث الکائنۃ فی سنۃ سبع من الھجرۃ غزوہ الخیبر صفحہ۱۳۸ مطبع دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

کہ(جب آنحضرتؐ بیمار ہوگئے تو) حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے یکے بعد دیگرے آنحضرتؐ کا جھنڈا لے کر ایک دوسرے سے بڑھ کر کفّار سے جنگ کی۔

۶۔اسی طرح تاریخ الخلفاء میں حضرت ابوبکرؓ کے متعلق حضرت علیؓ کی شہادت موجود ہے۔

فَوَاللّٰهِ مَا دَنَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَبُوْبَكْرٍ شَاهِرًا بِالسَّيْفِ عَلٰى رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَهُوَ اَشْجَعُ النَّاسِ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۷ للامام السیوطی اصح المطابع آرام باغ کراچی) کہ خدا کی قسم! حضرت ابوبکرؓ کے سوا اور کوئی ہم میں سے آنحضرتؐ کے قریب نہیں ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ تلوار سونت کر آنحضرتؐ کے سر پر پہرہ دے رہے تھے۔ پس آپ سب سے زیادہ شجاع تھے۔

پس کتب اہل سنّت سے اصحاب ثلاثہ کا جنگوں کے موقع پر ثابت قدم رہنا ثابت ہے۔ اس لئے اہل سنّت کے بالمقابل یہ طعن کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ باقی رہیں اہل شیعہ کی روایات۔ سو وہ حجت نہیں؟

حضرت عمرؓ کا اپنے مردہ بیٹے کو کوڑے لگوانا

اعتراض شیعہ:۔ حضرت عمرؓ نعوذ باللہ اس قدر سخت دل تھے کہ انہوں نے اپنے بیٹے ابوشحمہ نامی کو شراب پینے کے جُرم میں کوڑے لگوائے، اور جب وہ کوڑوں کی مقررہ تعداد پورا ہونے سے پہلے مر گیا تو آپ نے اس کی لاش پر کوڑے لگوانے کا حکم دیا۔

جواب:۔ یہ روایت سراسر جعلی اور موضوع ہے:۔

اِنَّ عُمَرَ اَقَامَ الْحَدِّ عَلٰى وَلَدٍ لَه‘ يُكْنٰى اَبَا شَحْمَةَ بَعْدَ مَوْتِهٖ فِىْ قِصَّةٍ طَوِيْلَةٍ مَوْضُوْع ۔ (فوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ۔ مصنفہ امام شوکانی مطبع دار الکتاب العربی صفحہ ۲۲۲) کہ حضرت عمرؓ کے بارہ میں وہ طویل قصّہ جس میں یہ کہا گیا ہے کہ آپ نے اپنے ایک بیٹے کو جس کی کنیت ابوشحمہ تھی اس کے مر جانے کے بعد بھی کوڑے لگوائے۔ وضعی ہے۔

باغ فدک

اعتراض نمبر ۱:۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو آنحضرتؐ کے ترکہ سے کچھ نہ دیا۔ حالانکہ حضرت ابوبکرؓ کے لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ والی حدیث کے پیش کرنے پر حضرت فاطمہؓ نے قرآن کی آیت پیش کی کہ ”يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ ۔(النساء: ۱۲)

جواب نمبر ۱:۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ضد سے ایسا نہیں کیا کیونکہ انہوں نے آنحضرتؐ سے حدیث سنی ہوئی تھی اور قرآن کریم کو آنحضرتؐ ہی زیادہ سمجھتے تھے۔

جواب نمبر ۲:۔ اگر حضرت فاطمہؓ سے ضد تھی تو دیگر ازواج مطہرات اور خصوصاً اپنی لڑکی حضرت عائشہؓ کو

وراثت دیتے لیکن انہوں نے اس لیے نہ مانگی کہ ان کو مندرجہ بالا حدیث مانع تھی۔ اگر یہ کہیں کہ ان کو اس لئے نہ دی کہ حضرت فاطمہؓ دعویٰ نہ کر بیٹھیں تو وہ تو بہت جلد فوت ہو گئیں۔ بعد ان کے دے دیتے مگر ایسا نہ کیا۔

جواب نمبر۳:۔ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ (بخاری کتاب الخمس۔ کتاب فضائل اصحاب النبیؐ۔ کتاب الفرائض۔ کتاب المغازی۔ مسند احمد بن حنبلؒ جلد۲ باب الالف صفحہ۴۶۳ المکتبۃ الاسلامی بیروت) والی حدیث شیعوں کے نزدیک بھی درست ہے چنانچہ اسی مفہوم کی حدیث شیعوں کی کتاب (الاصول الکافی کتاب فرض العلم باب صفة العلم و فضلهِ و فضل العلماء من منشورات المکتبۃ الاسلامیہ طہران) میں محمد بن یعقوب راوی نے ابی البختری سے وہ ابوعبیداللہ جعفر بن صادق سے روایت کرتے ہیں:

اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَآءِ وَ ذٰلِکَ اِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوْرِثُوْا فِیْ نَسْخَةٍلَمْ یَرِثُوْا دِرْهَماً وَلَا دِیْنَارًا وَ اَنَّمَا اُوْرِثُوْا اَحَادِیْثَ مِنْ اَحَادِیْثِهِمْ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ مِنْهَا فَقَدْ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ. ’’ کہ علماء نبیوں کے وارث ہیں اور یہ اس لئے ہے کہ انبیاء نے وراثت نہیں چھوڑی۔ اور ایک نسخہ میں ہے۔ ’’نہ وارث ہوئے کسی درہم یا دینار کے بلکہ وارث کئے گئے ان کے کلام میں سے کلام کے۔ اور اگر اس میں سے کسی نے کچھ لیا تو اس نے بہت بڑا حصہ لیا۔ (نیز دیکھیں ’’منار الہدیٰ‘‘ از شیخ علی البحرانی صفحہ۲۳۴ باب منع فاطمۃ المیراث)

جواب نمبر۴:۔ اگر حضرت ابوبکرؓ نے مذکورۃ الصدر حدیث آنحضرتؐ کے منہ سے نہیں سنی تھی تو ان کو حضرت فاطمہؓ کو ورثہ سے محروم کرنے سے کیا فائدہ تھا۔ کیا حضرت ابوبکرؓ نے وہ زمین خود لے لی یا اپنے خاندان کو دے دی۔ اگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ کا مقصد سوائے شریعت کے حکم کو پورا کرنے کے اور کچھ نہ تھا۔

جواب نمبر۵:۔ اگر حضرت فاطمہؓ کو انہوں نے اس حدیث کی وجہ سے محروم کیا تو اس وجہ سے اپنی اور اپنے دوست حضرت عمرؓ کی بیٹی کو بھی محروم کیا۔

جواب نمبر۶:۔ جب حضرت علیؓ خود خلیفہ ہوئے تو کیوں انہوں نے حضرت فاطمہؓ کی اولاد (حضرت امام حسنؓ و حسینؓ) کو آنحضرتؐ کا ورثہ نہ دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک بھی آنحضرتؐ کا ورثہ قابل تقسیم تھا۔ اگر حضرت ابوبکرؓ اس واسطے غاصب ہیں کہ انہوں نے حضرت فاطمہؓ کو فدک کا حصہ نہ دیا تو بعینہٖ حضرت علیؓ بھی ایسے ہی غاصب ہیں۔

اعتراض نمبر۲:۔ آنحضرتؐ نے حضرت فاطمہؓ کے واسطے فدک کی وصیت کی مگر حضرت ابوبکرؓ نے بخلاف

وصیت حضرت فاطمہؓ کو فدک پر تصرف نہ دیا۔حضرت فاطمہؓ سخت ناراض ہوئیں حالانکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔مَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ (بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب مناقب فاطمہؓ جز۵مصری صفحہ۳۶)یعنی جس نے فاطمہؓ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

جواب:۔ شیعہ لوگ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ صرف حضرت ابوبکرؓ نے اس وصیت اور ہبہ نامہ کو جاری نہ فرمایا بلکہ حضرت علیؓ نے بھی جاری نہ فرمایا تھا۔ہم دریافت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تو اس واسطے اس کا اجرا نہ فرمایا کہ ان کو یہ حدیث معلوم تھی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو ہم چھوڑیں گے وہ صدقہ ہوگا لیکن پھر حضرت علیؓ نے اپنی چندروزہ خلافت میں کیوں اس کو جاری نہ کیا؟ پس معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کو بھی یہ روایت پہنچ چکی تھی اور وہ اس کو درست تسلیم کرتے تھے اسی واسطے آپ نے بھی اس کو ویسے ہی رکھا جیسے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ابوبکر،عمر،عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں چلی آتی تھی۔

باقی ناراضگی کے متعلق یہ ہے کہ یہ الفاظ آپ نے اس وقت فرمائے تھے کہ جب حضرت علیؓ نے ابوجہل کی لڑکی سے شادی کرنے کا ارادہ کیا اور حضرت فاطمہؓ حضورؐ کے پاس روتی ہوئی آئیں۔ آپ نے اس وقت کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔جس میں آپ نے فرمایا:۔

اَلَا اِنَّ فَاطِمَةَ بِضْعَةُ مِنِّیْ یُؤْذِیْنِیْ مَا اٰذَا هَا وَ یُرِیْبُنِیْ مَا اَرَابَهَا فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِی (بخاری کتاب النکاح باب ذَبَّ الرجل ابنتهٗ فی الغیرة والا نصاف جز۷مصری صفحہ۴۱ومسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل فاطمه رضی الله عنها۔ابوداؤد کتاب النکاح باب الغیرة۔ترمذی ابواب المناقب باب ما جاء فی فضل فاطمه رضی الله عنها)یعنی فاطمہ میرا ایک ٹکڑا ہے اگر اسے تکلیف ہوئی تو مجھے بھی ہوئی۔پس جس نے اس کو ناراض کیا اس نے گویا مجھے بھی ناراض کیا۔

حدیث میں آپ نے ماضی کا صیغہ استعمال کیا کہ جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے گویا مجھے ناراض کیا اور صاف ظاہر ہے کہ اس وقت سے پہلے صرف حضرت علیؓ کی وجہ سے حضرت فاطمہؓ کو تکلیف پہنچی تھی کہ جس کے باعث آنحضرتؐ کو بھی تکلیف پہنچی اور آپ نے اس تکلیف کی شدت میں ایک خطبہ پڑھا جس میں پہلے مورد حضرت علیؓ ہی ہیں،حضرت ابوبکرؓ سے اگر وہ ایک بات پر جو واقعہ میں حق تھی ناراض ہوگئیں تو آپ اس حدیث کے نیچے نہیں آسکتے کیونکہ یہ بعد کا واقعہ ہے اور آپؐ نے یہ قانون نہیں باندھا بلکہ ایک خاص واقعہ پر فرمایا تھا کہ فاطمہؓ کو جس نے تکلیف دی ہے

اس نے مجھے بھی تکلیف دی ہے۔

جواب نمبر۲:۔کتاب نہجة البلاغة میں شیخ ابن مظہر نے ایک بات کہی جس سے تمام جھگڑے دور ہوجاتے ہیں اور وہ یہ ہے:

''**اِنَّہ، لَمَّا وَ عَظَتُ فَاطِمَۃُ اَبَا بَکْرٍ فِیُ فِدُکٍ کَتَبَ لَھَا کِتَابًاوَ رَدَّ عَلَیُھَا**''یعنی جب فاطمہ نے ابوبکر کو فدک کے معاملہ میں بہت نصیحت وغیرہ کی تو انہوں نے اس کو نوشتہ لکھ دیا یعنی فدک اس کو دے دیا۔ اگر یہ روایت درست ہے تو حضرت ابوبکرؓ پر طعن کا کوئی موقع ہی نہ رہا۔

فَاَقُسَمَ عَلَیُھَا لِتَرُضٰی فَرَضِیَتُ (تاریخ الخمیس جلد۲صفحہ۱۹۳مطبوعہ مصر) کہ حضرت فاطمہ کو راضی ہونے کے لئے قسم دی گئی، پس وہ راضی ہوگئیں۔

''**فَمَشٰی اِلَیُھَا اَبُوُبَکْرٍ بَعُدَ ذٰلِکَ وَشَفَعَ لِعُمَرَ وَطَلَبَ اِلَیُھَا فَرَضِیَتُ عَنُہ**''۔

(شرح نہج البلاغۃ جلد۱جزونمبر۲صفحہ۷۶)

کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت فاطمہؓ کے ہاں گئے اور حضرت عمرؓ کی سفارش کی۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ حضرت عمرؓ سے بھی راضی ہوگئیں۔

پھر آیت ''مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ ۚ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (**الحشر :۸**)

ترجمہ: جو پہنچایا اللہ نے اپنے رسول کو ان بستی والوں میں سے پس اللہ اور رسول اور قرابت والوں اور یتیموں اور فقیروں اور مسافروں کے لئے ہے کہ نہ ہووے ہاتھوں ہاتھ لینا درمیان دولتمندوں کے تم میں سے اور جو کچھ دے تم کو رسول اسے لے لو اور جو منع کرے تم کو باز رہو۔ اور ڈرو اللہ سے یقیناً اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ فدک کے مال میں کتنے حصّہ دار تھے۔ یہ باغ فدک مال فئے میں سے تھا اور مال فئے میں ''رسول'' کا حصہ تو ہے مگر ''محمدؐ'' کا نہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق باغِ فدک سے حضورؐ کی ذاتی حیثیت میں نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت کے باعث تھا۔ پھر اس میں وراثت کا کیا سوال؟

تردید دلائل تقیّہ

تقیہ کی تعریف از کتب شیعہ

''جو مومن بہ اطمینان قلب موافق شرع رہ کر بخوف دشمن دین فقط ظاہر میں موافقت کرے دشمن دین کی تو دیندار، ممدوح و متقی ہے''۔ (قول فیصل مصنفہ مرزا رضا علی صفحہ ۳)

قولہ:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقیہ کیا جبکہ صلح حدیبیہ میں رسول اللہ اور بسم اللہ کا لفظ کاٹ دیا۔

[بخاری کتاب الصلح باب کیف یکتب ھٰذا ما صالح فلان بن فلان]

[مسلم کتاب الصلح باب کیف یکتب ھٰذا ما صالح فلان بن فلان]

اقول:۔ یہ تقیہ نہیں بلکہ درحقیقت ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کیونکہ بوجہ معاہدہ فریقین دونوں فریقوں کا لحاظ ہونا تھا اس واسطے آپؐ نے کفار کا لحاظ کرتے ہوئے **بسم اللّٰہ** کی بجائے **بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ** (احمد بن حنبل مصری جلد ا مسند علی بن ابی طالبؓ) لکھوایا اور آپ نے یہ انکار نہیں کیا کہ میں رسول اللہ نہیں ہوں بلکہ اقرار کیا ہے اور فرمایا تھا کہ ''**اَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلُ اللّٰہِ**''۔ (بخاری کتاب الصلح)

قولہ:۔ **اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ الخ** (النحل: ۱۰۷) کہ کافر کے غلبہ کے وقت تقیّہ جائز ہے۔

اقول:۔ جواب نمبر ۱: کفر دو قسم کا ہے۔ (۱) عقائد (۲) اعمال۔

عقائد۔ انسان کے دل کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ان میں اکراہ ممکن نہیں کیونکہ کسی کے عقائد کو کوئی دوسرا شخص جبراً نہیں بدل سکتا کیونکہ جبر اور اکراہ کے معنی تو یہ ہیں کہ ''قوت فیصلہ'' کو معطل کر دیا جائے۔ عقائد میں اکراہ اس لئے ممکن نہیں کہ ان کے بدلنے یا نہ بدلنے میں بہر حال قوت فیصلہ کا دخل ہوتا ہے۔ مثلاً زید اللہ تعالیٰ کی ہستی کا قائل ہے۔ بکر اُس کو کہتا ہے کہ اگر تم خدا کا انکار نہ کرو گے تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ اب زید کو دو چیزوں کے درمیان فیصلہ کرنا ہے۔ یا تو خدا کی ہستی پر ایمان کو مقدم کرے یا اپنی زندگی کو۔ اگر وہ اپنی زندگی کو مقدم کر کے خدا کی ہستی کا انکار کر دیتا ہے تو وہ **اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ** میں نہیں آتا کیونکہ یہ انکار اس کی ''قوت فیصلہ'' کے استعمال کے نتیجہ میں ظاہر ہوا ہے۔

کفر کی دوسری قسم اعمال کے متعلق ہے اور اس میں ''جبر اور اکراہ'' کئی صورتوں میں ممکن ہے۔یعنی ہوسکتا ہے کہ کسی شخص سے جبراً بعض ایسے اعمال سرزد کرائے جائیں جن میں اس کی قوت فیصلہ کا ایک ذرہ بھی دخل نہ ہو۔مثلاً اگر زید و بکر اور عمر پکڑ کر خالد کو جبراً شراب پلانا چاہیں یا اور کسی ناجائز فعل کا ارتکاب کرانا چاہیں تو گو خالد اس سے بچنے کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے تیار ہو پھر بھی ممکن ہے کہ اسے لٹا کر جبراً شراب اس کے منہ میں ڈال دی جائے۔اب اس طریق پر شراب پینے میں خالد کے ارادہ اور اس کی قوت فیصلہ کا ذرہ بھی دخل نہیں۔یوں تو شراب پینا یا زنا کرنا ایمان کے خلاف ہیں مگر مندرجہ بالا طریق پر ان کا ارتکاب کرایا جانا یقیناً اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ کے تحت آتا ہے کیونکہ وہ باوجود اپنے کامل طور پر مصمّم اور غیر متزلزل ارادہ کے اس سے بچ نہ سکا،لیکن کسی شخص کی زبان کو کوئی دوسرا شخص زبردستی پکڑ کو چلا نہیں سکتا کہ وہ اپنے عقائد کے خلاف کہے مگر اعمال کا صدور جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے بعض اوقات جبراً کرایا جاسکتا ہے۔پس آیت مندرجہ بالا میں لفظ ایمان کفر کے بالمقابل ہے،اور کفر کے معنی زبانی انکار کے نہیں بلکہ اعمال کے رنگ میں بھی نافرمانی کے ہیں۔جیسا کہ لغت میں ہے:۔

''اَكْفَرَ لَزِمَ الْكُفْرَ وَ الْعِصْيَانَ بَعْدَ الطَّاعَةِ وَالْاِيْمَانِ ''(المنجد زیر لفظ کفر) اس نے کفر کیا۔یعنی کفر اور عصیان سے وابستہ ہوا فرمانبرداری اور ایمان کے بعد۔گویا لفظ کفر میں ہر قسم کا عصیان داخل ہے۔

ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ ''عقائد'' کے متعلق ''اکراہ'' کیا ہی نہیں جا سکتا جو عقائد کے تبدیل کرانے کے لئے کسی شخص پر کیا جائے کیونکہ ایسی حالت میں دو مشکل راہوں میں سے ایک کو دوسری پر مقدّم کرنے کا فیصلہ خود اس شخص کے ہاتھ میں ہوتا ہے جس پر جبر کیا جائے۔اور یہ ظاہر ہے کہ ''ایمان'' کے مقابلہ میں ''جان'' کی کوئی قیمت نہیں۔پس جو شخص ''جان'' کے خوف سے ''ایمان'' کو چھوڑنے کا فیصلہ کرتا ہے یعنی بجائے دین کو دنیا پر مقدّم کرنے کے دنیا کو دین پر مقدّم کرتا ہے۔وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے یہ فیصلہ ''اکراہ'' کے ماتحت کیا ہے کیونکہ اکراہ تو اس صورت میں ہوتا جب وہ یہ کہہ سکتا کہ یہ جو کچھ ہوا میرے ''فیصلہ'' سے نہیں ہوا۔ہاں بعض ''اعمال'' ایسے رنگ میں دوسرے شخص سے جبراً سرزد کرائے جاسکتے ہیں جن میں اس کے اپنے فیصلہ کا دخل نہ ہو۔جیسا کہ اوپر مثال دی گئی ہے۔ پس شیعوں کا تقیّہ اس آیت سے ہرگز نہیں نکل سکتا کیونکہ وہ اعمال کے متعلق اس رنگ میں استثناء نہیں مانتے جس رنگ میں اوپر بیان ہوا بلکہ وہ عقائد کو کسی کے خوف سے چھپانے اور اس کے خلاف

کہنے کا نام ’’تقیہ‘‘ رکھتے ہیں۔

جواب نمبر۲:۔ اگر عقائد کو اس طریق پر چھپانے کی اجازت مل جائے تو کسی نبی کی جماعت بھی ترقی نہ کرسکتی۔ اگر اس رنگ میں تقیّہ جائز ہوتا تو حضرت علی، حضرت ابوبکر، حضرت بلال وغیرھم رضوان اللہ علیہم اجمعین صحابہ کرام جن کو محض اسلام لانے کی وجہ سے سخت تکالیف اور مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا ضرور اس سے فائدہ اٹھاتے اور اگر وہ ایسا کرتے تو پھر مسلمان کون ہوتا؟ پس ان بزرگوں کا انتہائی مصیبتیں اٹھا کر بھی انکار نہ کرنا صاف طور پر ثابت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک ’’عقائد‘‘ کے متعلق ’’اکراہ‘‘ ممکن نہ تھا اور یہ کہ ڈر کر عقائد کو تبدیل کرنا اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ کی استثناء میں نہیں آتا۔

جواب نمبر۳:۔ تقیّہ کے متعلق ایک نہایت ضروری سوال ہے اور وہ یہ کہ

’’تقیّہ کرنا اچھا ہے یا بُرا‘‘

اگر کہو برا تو (۱) یہ عقائد شیعہ کے خلاف (۲) حضرت علیؓ نے کیوں کیا (بقول شما) اگر کہو ’’اچھا‘‘ تو حضرت امام حسینؓ نے یزید کے بالمقابل کیوں نہ کیا؟

جواب نمبر۴:۔ اللہ تعالیٰ نے جو ’’اکراہ‘‘ اور جبر کے نتیجہ میں استثناء بیان فرمائی ہے جس کی تفصیل جواب نمبر ا میں بیان ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی مستحسن قرار نہیں دیا بلکہ اسے بھی ایک قسم کا گناہ ہی قرار دیا ہے جیسا کہ اس کے آگے ہی فرمایا ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النحل :۱۱۱) کہ پھر اس اکراہ کے بعد تیرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جو بعض اعمال اور افعال کے متعلق ’’جبر‘‘ اور ’’اکراہ‘‘ کے بارے میں استثناء ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو بخشش کے ماتحت رکھا ہے پس صاف طور پر ثابت ہے کہ یہ اکراہ اور جبر کی حالت اعلیٰ درجہ کے مومنوں کے متعلق نہیں بلکہ عوام کے کمزور ایمان والوں کے متعلق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور خواص مقربین کی ملائکہ کے ذریعہ حفاظت کرتا ہے اس لئے کفار کو ان پر اس رنگ میں تصرف حاصل ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ جبراً ازراہ ’’اکراہ‘‘ اعمال خلاف شریعت کا ارتکاب کرا سکیں۔

پس حضرت علیؓ جیسے عظیم الشان انسان کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے اپنے مخالفین سے ڈر کر بیعت کر لی اور اپنے عقائد کے خلاف عقائد حاضر کئے اور نعوذ باللہ جھوٹے، خائن اور غاصب خلفاء پر ایمان لے آئے، انتہائی طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہتک ہے۔

جواب نمبر۵:۔ اگر فی الواقعہ حضرت علیؓ نے تقیہ کیا تھا (بقول شما) تو بعد میں ان کو بطور احتجاج ہجرت

کر کے خلفاءِ ثلاثہ کے خلاف جہاد کرنا چاہیئے تھا کہ جنہوں نے آپ کو اپنی بیعت پر مجبور کیا تھا لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ نے کبھی تقیہ نہیں کیا اور نہ ہی وہ اس کے قائل تھے۔ (خادم)

قولہ : وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ (المومن:۲۹) کہ آل فرعون میں سے ایک شخص حزقیل نامی نے تقیّہ کیا۔ فرعون سے تو وہ ممدوح خداوند ہو گیا۔ حالانکہ یہ تقیّہ توحید خدا میں تھا اور شیعہ کا تقیّہ ولایت اور خلافت علیؓ میں تھا۔ تو اس سے بڑھ کر ممدوح خدا ہیں۔

اقــول : حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے قتل کی دھمکی دی، حزقیل بول اٹھا۔ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا (المومن:۲۹) تو اس وقت کیا حضرت موسیٰؑ نے تقیّہ کیا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اس وقت بھی حضرت موسیٰؑ کو قتل کا خطرہ تھا اور اس وقت بھی انہوں نے تقیّہ نہ کیا اور اگر تقیّہ کوئی اچھی بات ہوتی تو حضرت موسیٰؑ بھی اس کو اختیار کرتے۔ اب رہا حزقیل تو اس نے زیادہ سے زیادہ کتم ایمان کیا نہ کہ تقیّہ۔

کتمِ ایمان اور تقیّہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ یَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ (المومن:۲۹) کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ وہ آدمی اُس دن سے پہلے ایمان کو چھپاتا تھا اور اُس دن آ کر اس نے اپنے ایمان کا اظہار کیا۔ تو اس نے اظہار ایمان کیا نہ کہ تقیّہ اور یہ بھی اس کے معنی ہو سکتے ہیں کہ ایمان کی چنگاری ابھی تک مخفی تھی لیکن اسی وقت دربار میں حضرت موسیٰؑ کی تقریر و معجزات کے اثر کے ماتحت اس کے سینے میں ایمان کی چنگاری سلگ اُٹھی اور جس وقت فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو قتل کی دھمکی دی تو وہ فوراً بول اٹھا کہ یہ ظلم ہے گویا اس نے اظہار ایمان کر دیا۔

قــولــہ : جس طرح اللہ تعالیٰ اور حضرت ابراہیم نے اصنام باطلہ کو الٰہ برحق تعبیر کیا اور فرمایا۔ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ (الصّٰفّٰت:۹۲) اور ایسا کرنے میں الٰہ حق میں کوئی فرق نہ آیا۔ اسی طرح اگر امام حق نے مصلحتاً و شریعتاً خلیفہ باطل کو خلیفہ یا امام کہا۔ تو نہ قائل کو کوئی ضرر ہے اور نہ خلیفہ باطل کو کوئی شرف حاصل ہوا۔

(قول فیصل مصنفہ مرزا رضا علی صفحہ۱۲)

اقــول :۔ اٰلِهَتِهِمْ میں هِــمْ سے مراد وہ کافر ہیں جو ان کو معبود سمجھتے تھے۔ تو یہ قیاس مع الفارق ہے کہ اٰلِهَتِهِمْ میں تو مشرک ان کو معبود مانتے تھے۔ اب اگر حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ کو امیر المومنین کہتے تھے تو آپ حضرت ابوبکرؓ کو حق مانتے تھے۔ تو اس میں کوئی تقیّہ نہیں۔ اگر کہو کہ آپ ان معنوں میں انہیں امیر المومنین کہتے تھے کہ آپ ان لوگوں کے خلیفہ تھے جو ان کی خلافت پر ایمان رکھتے تھے، تو اس صورت میں بھی آپ تقیّہ نہ کرتے تھے کیونکہ ان کو خلیفہ برحق نہیں مانتے تھے اور خلیفہ برحق نہ ماننے کی

صورت میں تقیّہ نہ رہا۔

۱۔ اگر حضرت علیؓ کا خلافت حضرت ابوبکرؓ سے لے کر حضرت عثمانؓ تک جو کہ **۲۵** سال کا عرصہ ہے کافر خلفاء کی بیعت کرنا اور ان کی اطاعت کرنا اور ان کو سچا خلیفہ ماننا بسبب تقیّہ کے ہوسکتا ہے تو اگر کوئی خارجی یہ کہے کہ حضرت علیؓ کا **۲۳** برس تک رسول مقبول ﷺ کو ماننا بھی تقیّہ کے سبب سے ہے تو جو جواب ان کا شیعہ دیں گے وہی جواب ہمارا بھی ہوگا۔ پس تقیّہ ماننے کی صورت میں دلیل اسلام حضرت علیؓ کی اُڑ جائے گی۔

۲۔ یہ طبعی قاعدہ ہے کہ ظاہر کا اثر باطن پر اور باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے۔ اگر کسی شخص کے دل میں کسی کا بغض ہو لیکن ظاہر میں اس سے محبت کرے اور تعظیم سے پیش آئے تو آہستہ آہستہ وہ بغض دور ہو جائے گا۔ یہی حال ایمان کا ہے اگر اس کے مطابق نیک عمل نہ کیا جائے تو وہ آہستہ آہستہ دل سے مفقود ہو جاتا ہے۔ پس تقیّہ اس لئے ناجائز ہوا کہ اس پر عمل کرنے کی صورت میں ایمان کے جاتے رہنے کا اندیشہ ہے۔

۳۔ عقلاً کفر اور ایمان کے بارے میں چار گروہ ہوسکتے ہیں:۔

الف۔ دل میں اور ظاہر میں دونوں میں ایمان ہو۔

ب۔ دل میں کفر اور ظاہر میں بھی کفر۔

ج۔ دل میں کفر اور ظاہر میں ایمان۔

د۔ دل میں ایمان مگر ظاہر میں کفر۔

قرآن شریف نے پہلے تینوں گروہوں کا ذکر کیا ہے مگر چوتھا گروہ کہ دل میں ایمان مگر ظاہر میں کفر ہو کا ذکر نہیں کیا۔ اس لئے کہ یہ گروہ ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ ایمان ایسی چیز نہیں ہے جو دل میں چھپ سکے سوائے اس کے کہ وقتی طور پر ہو اور وہ بھی کمزور ایمان والا کرے گا اور وہ مجرم ہوگا۔ **کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعالٰی۔** اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ **(النحل :۱۱۱)**

۴۔ منافق اور کافر میں بلحاظ کفر کے کوئی فرق نہیں ہے مگر باوجود اس کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء:۱۴۶) کہ منافقوں کو سب سے زیادہ سزا ملے گی۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان لوگوں نے دِلی عقیدہ کو چھپایا۔ پس جب کفر کے چھپانے پر سزا بڑھ جاتی ہے تو ایمان کے چھپانے پر بدرجہ اولیٰ بڑھ جانی چاہئے۔

۵۔حضرت علیؓ نے مکہ کی زندگی میں دل میں اسلام رکھا اور ظاہر میں بھی اسلام رکھا۔اگر تقیّہ جائز ہوتا تو ظاہر میں بت پرستی کرتے کیونکہ وہاں زیادہ خطرہ تھا۔

۶۔حضرت علیؓ کو جب مکہ میں کافروں کی طرف سے تکلیف پہنچی تو انہوں نے اپنے ایمان کو بچانے کے لئے وہاں سے ہجرت کرلی۔اگر مدینہ میں بھی کسی وقت ان کو اپنے ایمان کے بچانے کی ضرورت پڑتی تو وہ ضرور وہاں سے ہجرت کرتے مگر انہوں نے وفات حضرت عثمانؓ تک وہاں سے ہجرت نہ کی۔اس لئے معلوم ہوا کہ ان کو وہاں ایمان بچانے کی ضرورت نہ پڑی۔اگر کہو کہ انہوں نے کوفہ میں ہجرت کی تھی تو وہ اپنی خلافت کے زمانہ میں کی تھی جب کہ ڈر نہیں رہا تھا۔

۷۔جبر کی صورت میں ایمان چھپانا جائز ہے یا فرض؟اگر کہو کہ جائز ہے تو پھر وہ افضل ہے یا اس کا غیر افضل ہے؟اور اگر فرض ہے تو اس کی عدم تعمیل یقیناً گناہ کا موجب ہوگی اور پھر اگر فرض ہے تو پھر حضرت امام حسینؓ نے یزید کی بیعت کیوں نہ کی؟

پس معلوم ہوا کہ تقیّہ فرض نہیں۔اور اگر جائز ہے تو وہ اَولیٰ ہے یا اس کا غیر اَولیٰ ہے۔قرآن مجید تو اِنَّ رَبَّكَ مِنۡۢ بَعۡدِهَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ (النحل:۱۱۱) کہہ کر جبر کی وجہ سے تقیّہ کرنے والوں کو گناہگار قرار دیتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تقیّہ کا غیر اولیٰ ہے اور امامؑ کو یہی سزاوار ہے۔کہ وہ اَولیٰ پر عامل ہو۔

۸۔حضرت عمار بن یاسرؓ کو اگر تقیّہ کی مثال میں پیش کیا جاسکتا ہے تو ان کے ماں باپ کو شیعہ کیا سمجھتے ہیں۔یقیناً ان کو نیک اور شہید جانتے ہیں۔پس ایک بات جو کسی کی غلطی ہو اس کو ائمہ کے حق میں تجویز کرنے سے یہ بہتر ہے کہ ائمہ کے حق میں اولیٰ بات تجویز کرے۔

۹۔جس طرح اسلام میں کمزوروں کی رعایت کے لئے ڈر کے مارے ایمان چھپانے کو کفر قرار نہیں دیا ہے اسی طرح کامل مومنوں اور نبیوں کے لئے شجاعت اور بے خوفی کو لازم قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا۔ لَا يَخَافُوۡنَ لَوۡمَةَ لَاۤٮِٕمٍ (المائدۃ:۵۵) لَا يَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ (الاحزاب:۴۰) وَهُمۡ مِّنۡ خَشۡيَتِهٖ مُشۡفِقُوۡنَ (الانبیاء:۲۹) لَا تَخَفۡ اِنِّىۡ لَا يَخَافُ لَدَىَّ الۡمُرۡسَلُوۡنَ (النمل:۱۱) پس عجیب بات یہ ہے کہ جو بات کمزوروں کے لئے جائز ہے وہ حضرت علیؓ میں پائی جائے اور جو بات کامل مومنوں کے لئے لازم تھی وہ آپ میں مفقود ہو؟

۱۰۔وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ (النور:۵۶)

آیت استخلاف جس میں صرف خلفاء کا ذکر ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے خلفاء کی ایک پہچان بتائی ہے کہ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (النور:۵۶) یعنی ایام خلافت میں خوف کے معاملے بھی پیش آئیں گے مگر وہ دور ہو جائیں گے وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ (النور:۵۶) کہ ان کا دین پوشیدہ نہیں ہوگا اور فرمایا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا (النور:۵۶) یعنی میری عبادت میں کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ پس اس آیت میں خلفاء کی تین علامتیں بیان فرمائی ہیں:

الف۔ ان سے خوف کا دور ہونا۔

ب۔ ان کا اپنے دین کو ظاہر کرنا۔

ج۔ عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا۔

اگر ہم حضرت علیؓ کو تقیہ باز سمجھیں اور ان کو پہلا خلیفہ سمجھیں تو ان تینوں میں سے کوئی علامت بھی حضرت علیؓ میں پوری نہیں ہوتی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ میں یہ تینوں پوری ہوئی ہیں۔ اگر تقیّہ نہ ہو تو پھر تینوں باتیں حضرت علیؓ میں پوری ہوئی ہیں۔

نوٹ:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ (النحل:۱۰۷) اس سے یہ بات ثابت ہے کہ مکرہ کو وہ سزا نہیں ملے گی جو کفر بعد الایمان اور کافر بالشرح صدر کو ملے گی۔ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ مکرہ کلمہ کفر کہے تو جائز ہے اور گناہ نہیں۔ آیت تو کہہ رہی ہے کہ گناہ ہے تبھی تو اس کا تدارک فرمایا کہ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ ......الخ (النحل :۱۱۱) اگر یہ گناہ ہی نہ ہوتا تو تدارک بتانے کی کیا ضرورت تھی۔

مسئلہ وراثت

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ (النساء:۱۲)

استدلال شیعہ:۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اسلامی قانون پیش کیا ہے کہ ہر شخص کی وارث اس کی اولاد ہے۔ چونکہ تمام احکام قرآنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ مساوی طور پر شریک ہیں اس لئے اس مسئلہ میں بھی آپ کا کوئی استثناء نہیں۔ بدیں وجہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو وراثت سے محروم کرکے ان کی حق تلفی کی۔

جواب:۔ بیشک یہ آیت عام ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر عام میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک ہوں جیسا کہ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ (النور: ۳۳) میں باوجودیکہ خطاب عام ہے پھر بھی آنحضرتؐ کی بیویاں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ (النساء: ۱۲) والی آیت میں آنحضرتؐ کا استثناء ہوسکتا ہے اگر کوئی کہے اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى والی آیت میں اس واسطے استثناء مانتے ہیں کہ اس استثناء کا خود قرآن کریم میں دوسری جگہ ذکر ہے جہاں فرمایا وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا (الاحزاب: ۵۴) لیکن يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ والی آیت کا استثناء قرآن کریم میں کہیں مذکور نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ قرآن کریم کی عمومیت میں استثناء ضرور قرآن ہی کے ذریعہ ہو بلکہ حدیث یا تعامل کے ذریعہ سے بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا (بنی اسرائیل : ۲۴) یعنی اپنے والدین کو اُف تک نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو، کے حکم سے آنحضرتؐ کا حکم عام ہے مگر اس میں آنحضرتؐ شامل نہیں۔ اور یہ استثناء قرآن کریم میں کہیں مذکور نہیں بلکہ واقعات سے ثابت ہے کیونکہ حضورؐ کے والدین بچپن ہی میں فوت ہو چکے تھے۔ اسی طرح يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ (النساء: ۱۲) والی آیت میں جو استثناء ہے وہ آپ کی اسی صحیح حدیث کی بناء پر ہے جو بخاری و مسلم بلکہ تمام صحاح میں موجود ہے۔ **نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِيَآءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ** (بخاری کتاب خمس باب فضائل اصحاب النبیؐ۔ مغازی فرائض۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۲ باب الالف صفحہ ۴۶۳) جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

حدیث القرطاس

شیعہ اور سنیوں کے درمیان ایک بحث قرطاس کے نام سے مشہور ہے اس کی بناء بخاری کی ایک حدیث پر ہے جو یہ ہے (بخاری کتاب المغازی باب مرض النبیؐ و وفاتہٖ)

عَنِ ابْنِ عَبَاسٍ قَالَ لَمَّا حَضَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ فِى الْبَيْتِ رِجَالٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمُّوْا اَكْتُبُ لَكُمْ كِتٰبًا لَّنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ. فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجْعُ وَ عِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ قَرِّبُوْا يَكْتُبْ لَكُمْ كِتٰبًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَمَّا كَثُرَ اللَّغْطُ وَالْاِخْتِلَافُ قَالَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا عَنِّیْ لَا يَنْبَغِیْ عِنْدَ النَّبِيِّ التَّنَازَعُ.

(بخاری کتاب المغازی باب مرض النبیؐ ووفاتہ، کتاب العلم باب کتابۃ العلم، کتاب الجہاد، کتاب الجزیہ اخراج الیہود من جزیرۃ العرب، کتاب المغازی)

جواب ۱۔ یہ روایت صرف ابن عباسؓ کی ہے جن کی عمر اس وقت صرف گیارہ سال کی تھی اس لئے واقعات کے عدم انضباط کا امکان ہے۔

۲۔ حضور کا مخاطب کوئی خاص شخص نہ تھا۔ لہٰذا حضرت علیؓ و عمرؓ عدم تعمیل کے ایک جیسے مجرم قرار پائیں گے بلکہ وہ فریق جو قلم دوات لانے کا حامی تھا وہ یقیناً مجرم ہے کہ باوجود سمجھنے کے کہ حضور حکم دیتے ہیں قلم دوات نہ لائے۔

۳۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ ''قُوْمُوْا عَنِّیْ لَا يَنْبَغِیْ عِنْدَالنَّبِیْ التَّنَازَعُ'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے قلم دوات نہ لانے کو نہیں بلکہ جھگڑا کرنے کو بُرا سمجھا۔

۴۔ اگر حضورؐ ضرور کچھ لکھوانا چاہتے تھے تو باوجود چار دن بعد زندہ رہنے کے کیوں نہ آپ نے لکھوا دیا۔ اگر موقع نہیں ملا تو کم از کم زبانی طور پر ہی آپ لوگوں کو وہ بات بتا دیتے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (المائدۃ:۶۸) یعنی کوئی ایک پیغام نہ پہنچانا بھی رسالت کے منافی ہے۔ پس اگر وہ قرطاس والی حدیث الٰہی منشاء کے ماتحت تھی اور حضورؐ اس کو پہلے نہیں پہنچا چکے تھے تو اب آپ کا فرض تھا کہ آپ باوجود حضرت عمرؓ کے روکنے کے لکھوا دیتے یا کم از کم زبانی یہ پیغام پہنچا دیتے۔ اگر کہو کہ حضرت عمرؓ کا ڈر تھا تو قرآن مجید فرماتا ہے: وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدۃ:۶۸) یعنی پیغام الٰہی کے پہنچانے میں تجھے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

۶۔ قرطاس میں ایسی بات حضرتؐ نے لکھوانی تھی جس سے مسلمان گمراہی سے بچیں تو اگر کسی جگہ قرآن میں لکھا ہے کہ قرآن مجید ہی ایسی کتاب ہے جس سے لوگ گمراہی سے بچ سکتے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ اس قرطاس میں حضرتؐ نے قرآن کریم ہی کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا تھا۔ تبھی حضرت عمرؓ نے کہا حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ اور قرآن میں ہے يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا (النساء:۱۷۷) کہ قرآن کریم کے ذریعہ سے لوگ گمراہی سے بچ سکتے ہیں۔

۷۔ آنحضرتؐ اپنی وفات سے دو ماہ پیشتر حجۃ الوداع سے واپس آتے ہوئے خم غدیر کے مقام پر تمام مسلمانوں کو جمع کر کے فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ

وَعِتْـرَتِـیْ ۔(مسلم کتاب فضائل الصحابہ جلد۲ مصری) یعنی میں تم میں وفات پا کر دو چیزیں چھوڑ جاؤں گا۔ ایک قرآن مجید اور دوسرے اپنے حقیقی متبع (خلفاء) اس سے معلوم ہوا کہ رسول مقبولؐ اپنی وفات کے بعد اگر کسی تحریر کے پکڑنے کا حکم دیتے تو وہ کتاب اللہ ہے۔

۸۔ یہ عجیب بات ہے کہ کلام اللہ جو ۲۳ سال تک نازل ہوتا رہا ہے جس میں اختتام پر یہ کہہ دیا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (المائدۃ:۴) اس سے تو گمراہی کا سدِّ باب نہ ہوا مگر آپ کی تحریر سے گمراہی ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے۔

۹۔ ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ رسول مقبولؐ حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانے لگے تھے مگر اس میں لَنْ تَضِلُّوْا کی نفی غلط ٹھہرتی ہے کیونکہ سُنّی لوگ حضرت علیؓ کو خلیفہ اوّل نہیں سمجھتے مگر شیعہ سمجھتے ہیں۔ باوجود اس کے خود شیعوں کے آپس میں بیسیوں فرقے ہیں۔ مثلاً آغا خانی، بوہرے، زیدی، علی الاہی، نصیری، اسمٰعیلی وغیرہ۔

۱۰۔ اگر حضرت عمرؓ کا قلم دوات نہ لانا اس لئے کفر وفسق ہے کہ آپ نے حکم کی تعمیل نہ کی تو حضرت علیؓ نے علاوہ اس حکم کی عدم تعمیل کے حدیبیہ کے موقع پر بھی ایک حکم کی قولاً وفعلاً عدم تعمیل کی ہے جہاں انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ میں ہرگز آپ کا نام نہیں مٹاؤں گا باوجودیکہ رسول اللہ نے حکم دیا تھا کہ اُمْحُ اِسْمِیْ مگر حضرت علیؓ نے کہا وَاللّٰہِ لَا اَمْحُوْکَ اَبَدًا حَتّٰی مَحَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (بخاری کتاب الصلح باب کیف یکتب ھذا ماصالح فلان بن فلان) کہ خدا کی قسم میں آپ کا نام کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ یہاں تک کہ خود آنحضرتؐ نے اسے مٹا دیا۔

تردید متعہ

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مبعوث ہوئے تو عرب میں آٹھ دس قسم کے نکاح رائج تھے جن میں سے ایک متعہ یعنی میعادی نکاح بھی تھا۔ جس طرح باوجود خود اپنے نقائص کے شراب ایک مدت تک حرام نہیں ہوئی اسی طرح متعہ بھی جنگ خیبر تک حرام نہیں ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ کی روایت بخاری (بخاری کتاب النکاح باب النھی عن نکاح المتعۃ) میں پائی جاتی ہے کہ رسول کریمؐ نے اعلان کیا کہ متعہ حرام کر دیا گیا ہے۔ پھر جنگ اوطاس (ترمذی کتاب النکاح باب ما جاء فی نکاح المتعۃ) پر جو فتح مکہ کے دنوں میں ہوئی تھی رسول مقبولؐ نے متعہ کی اجازت تین دن کے لئے دی تھی (مشکوٰۃ

کتاب النکاح باب اعلان النکاح ۔ترمذی کتاب النکاح باب ما جاء فی نکاح المتعة)اس کے بعد ابد تک حرام ہو گیا ۔ (ابوداؤد کتاب النکاح باب فی نکاح المتعۃ ۔ وابن ماجہ کتاب النکاح باب النھی عن نکاح المتعۃ) اس لئے پہلی حرمت کے قبل کے واقعات یا تین دن کے واقعات حجت نہیں ہو سکتے ورنہ شراب پینا بھی اس دلیل سے جائز ہوگا ۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ابن عباسؓ یا ابن مسعودؓ یا بعض اور اصحاب اخیر تک حلت متعہ کے قائل تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہؓ کے دو گروہ ہیں ایک حرمت کا قائل اور ایک حلت کا قائل ۔ چونکہ حرمت کا قائل گروہ بغیر آنحضرتؐ سے حرمت کے سننے کے ایک حلت کو حرمت میں تبدیل نہیں کر سکتا اور حلت کا قائل گروہ حرمت کے فتویٰ کے نہ پہنچنے کی وجہ سے حلت کا اظہار کر سکتا ہے اس لئے حرمت کے گروہ کو حلت کے گروہ پر ترجیح دی جاوے گی اور وہ احادیث جن میں لکھا ہے کہ آنحضرت کے عہد میں متعہ تھا مگر ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کر دیا ۔ وہاں متعۃ الحج مراد ہے نہ کہ متعۃُ النساء ۔

اور حضرت عمرؓ کا یہ کہنا کہ مُتَّعَتَانِ کَانَتَا عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَنَا اُحَرِّمُھُمَا (مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۵۲، جلد ۳۔ صفحہ ۳۲۵) یہاں پر حرام سے مراد اعلان اور اظہار حرمت ہے جیسا کہ حدیث اَنَا اُحَرِّمُ الْمَدِیْنَۃَ کَمَا حَرَّمَ اِبْرَاھِیْمُ مَکَّۃَ (ابو داؤد کتاب المناسک باب فضل مکه و مدینة ۔فردوس الاخبار جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ نیا ایڈیشن) میں ہے یعنی متعۃ الحج اور متعۃ النساء کو جو آنحضرتؐ کے زمانہ میں ایک وقت تک ہوتے تھے مگر بعد میں وہ حرام ہو گئے اور کئی لوگوں کو اس کی حرمت معلوم نہ ہوئی اس لئے میں لوگوں پر ان دونوں کی حرمت ظاہر کرتا ہوں اور وہ احادیث جن میں جنگ اوطاس کے تین دن کے متعہ کا ذکر ہے ۔ (مشکوٰۃ کتاب النکاح باب اعلان النکاح ۔ پہلی فصل) شیعوں کی کتب میں اس کے پہلے ٹکڑے دیئے گئے ہیں حالانکہ پوری حدیثیں یوں ہیں کہ تین دن کے بعد متعہ حرام قرار دیا گیا ہے فَھُوَ الْحَرَامُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ (فردوس الاخبار نیا ایڈیشن جلد ۱ صفحہ ۹۷ روایت نمبر ۱۹۴ راوی سبرۃ الجھنی) اور یہ کہنا کہ اہل بیت کا اتفاق ہے کہ متعہ حلال ہے صحیح نہیں کیونکہ بارہ اماموں میں سے پہلے امام یعنی حضرت علیؓ کی حدیث بخاری شریف میں موجود ہے کہ متعہ حرام ہے نیز حدیث میں ہے کہ خود آنحضرتؐ نے خدا تعالیٰ کے خاص حکم سے متعہ کو حرام قرار دیا ۔ ملاحظہ ہو:۔

اِنِّیْ کُنْتُ اَحْلَلْتُ الْمُتْعَۃَ وَاِنَّ جِبْرِیْلَ اَتَانِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّھَا حَرَامٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ (فردوس الاخبار دیلمی جلد ۱ باب الالف ذکر الاخبار جاء ت عن النبیؐ فی مناقبہ) کہ آنحضرتؐ نے

فرمایا کہ میں نے تمہارے لئے متعہ حلال کیا تھا مگر جبرائیل میرے پاس آیا اور اس نے مجھے اطلاع دی کہ متعہ قیامت تک حرام ہے۔

نوٹ:۔ دیلمی کے صفحہ وسطر کا حوالہ ''فردوس الاخبار'' کے اس نسخے کے مطابق ہے جو کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ (خادؔم)

پس حضرت عمرؓ پر کوئی الزام نہیں، انہوں نے جو کچھ کیا آنحضرتؐ کے فتویٰ اور حکم کے مطابق کیا اور یہ کہنا کہ متعہ کا رواج ہو جاوے تو زنا مفقود ہو جائے گا۔ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ اگر شریعت نہ اتاری جاتی تو کوئی شخص گناہ گار نہ ہوتا۔

اب ہم قرآن مجید سے پہلے وہ مقام دیکھتے ہیں جہاں سے شیعہ لوگ متعہ نکالتے ہیں اور وہ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (النساء: ۲۵) کے الفاظ ہیں لیکن اگر اس آیت کے ماقبل اور مابعد میں تدبر کیا جاوے تو یہ آیت متعہ کی تائید میں نہیں بلکہ متعہ کے برخلاف ہے۔ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ (النساء: ۲۴) یعنی ماؤں اور ان تمام عورتوں سے ہمبستر ہونا جن کا ماؤں کے بعد ذکر ہے حرام ہے یعنی ان سے مجامعت حرام ہے۔ آگے فرمایا وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ (النساء: ۲۵) یعنی ان عورتوں کے سوا باقی تمام عورتوں سے مجامعت کرنا جائز ہے مگر مجامعت کے لئے کچھ شرائط ہیں پہلے وہ پوری کرو پھر مجامعت کرو یعنی

۱۔ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ (النساء: ۲۵) یعنی مہر مقرر کرو۔

۲۔ مُّحْصِنِيْنَ (النساء: ۲۵) اس عورت کو قید میں لانے والے ہوں یعنی ایسا معاہدہ کریں کہ عورت پھر مرد سے چھوٹ نہ سکے۔

۳۔ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ (النساء: ۲۵) یعنی غرض اس معاہدہ کی شہوت فرو کرنا نہ ہو۔

اب ان تین شرطوں کے بعد جب مرد ہمبستر ہو جاوے تو وہ جو پہلی شرط ہے یعنی مال مقرر کرنا اب اس کی پوری ادائیگی ضرور ہوگی۔ اس لئے فرمایا فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ (النساء: ۲۵) یعنی چونکہ تم نے ان سے فائدہ اٹھایا اس لئے ان کے مہر ادا کرو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی عورت سے ہمبستر ہونے کے لئے تین شرطوں کا پورا کرنا ضروری ہے۔ چونکہ متعہ میں دوسری شرط یعنی عورت کا قید ہو جانا مفقود ہے اس لئے معلوم ہوا کہ متعہ کے ذریعہ ہمبستر ہونا حرام ہے آگے وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا

اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ (النساء:۲۶) اس کے بعد فرمایا ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ (النساء:۲۶) یعنی لونڈی کو بیوی بنانا زنا سے بچنے کے لئے ہم نے جائز قرار دیا۔ ورنہ اَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ (النساء:۲۶) اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کی مشکلات کا حل متعہ نہیں ہے بلکہ لونڈیوں کو بیوی بنانا ہے۔

اب ہم غور کرتے ہیں کہ آیا میعادی نکاح عقلاً قابل عمل درآمد ہے یا کہ نہیں۔ غور کے بعد ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بہت سے نقائص ہیں اور وہ یہ ہیں:۔

۱۔ جو وفاداری خدا تعالیٰ نے عورت اور مرد کی طبیعت میں پیدا کی ہے وہ اس فعل سے مفقود ہو جائے گی۔

۲۔ شریعت کہتی ہے کہ اَبْغَضُ الْحَلَالِ عِنْدَ اللّٰهِ الطَّلَاقُ (سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب کراھیة الطلاق) یعنی گو طلاق اپنے موقع پر جائز ہے مگر یہ سخت تکلیف دہ واقعہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شریعت مرد و عورت کے تعلق کے بعد جدائی کو ناپسند کرتی ہے حالانکہ متعہ میں پہلے ہی سے جدائی کی شرط کر لی جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ متعہ عقلاً جائز نہیں ہے۔

۳۔ تیسرا نقص یہ ہے کہ قرآن کریم نے عدت کی صرف دو صورتیں رکھی ہیں۔ مطلّقہ کی اور متوفی عنھا زوجھا کی۔ تیسری کوئی عدت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان نہیں فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ متعہ والی جدائی کی کوئی صورت ہی نہیں ہے اور جب کوئی صورت نہ ہوئی تو یہی متعہ کے ناجائز ہونے کی دلیل ہے۔

۴۔ متعہ میں اختلاطِ نسل کا ڈر ہے۔

۵۔ ایک شخص ایک عورت سے سفر میں تین دن کے لئے متعہ کرتا ہے اور تین دن کے بعد اپنے ملک میں واپس چلا جاتا ہے ممکن ہے کہ وہ عورت حاملہ ہوگئی ہو۔ ایسی صورت میں اولاد کے ضائع ہونے کا ڈر ہے۔

۶۔ جو دلیل نیوگ کے خلاف پیش کی جاتی ہے کہ اگر یہ فطرت صحیحہ کے مطابق ہوتا تو اس کا اعلان ہوتا۔ کیونکہ ہر شخص یہ کہتا ہے کہ میں نکاح کے نتیجہ میں ہوں۔ یہی دلیل بعینہٖ متعہ کے خلاف پیش کی جاسکتی ہے کہ اس ملک میں لاکھوں شیعہ ہیں مگر کوئی یہ نہیں کہتا کہ میں متعہ کے نتیجہ میں ہوں اور نہ یہ کبھی کسی سے سنا ہے کہ میں اپنی لڑکی کا متعہ کرانا چاہتا ہوں۔ پس معلوم ہوا کہ متعہ فطرتِ صحیحہ کے خلاف ہے۔

۷۔ آنحضرتؐ نے گیارہ نکاح کئے۔ دوست اور دشمن آپ کی بیویوں کے نام جانتے ہیں مگر

کوئی عورت ایسی نہیں جس سے آپ نے متعہ کیا ہو باوجودیکہ آپ کو تعدّد ازدواج کی دوسرے مسلمانوں سے زیادہ ضرورت تھی۔ پس آپ کا متعہ نہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ متعہ مستحسن امر نہیں۔

۸۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت علیؓ نے متعدد نکاح کئے ہیں مگر کسی معتبر کتاب سے ثابت نہیں کہ آپ نے کوئی متعہ کیا ہو۔ اگر کیا ہے تو عورت کا نام، متعہ اور مہر وغیرہ پوری کیفیت کے ساتھ بیان کیجئے۔

۹۔ ہمارے نزدیک ائمہ اثناعشرہ میں سے کسی نے متعہ نہیں کیا اور ہم کسی مشتبہ، مبہم یا عمومی روایت کے قائل نہیں۔ ہم اس وقت ائمہ کے متعہ کو تسلیم کریں گے جبکہ شیعہ بالیقین کسی امام یا امام کی اولاد کو متعہ کی اولاد قرار دیں گے۔

۱۰۔ جو ماحصل زنا کا ہے اور جو نقائص زنا میں ہیں وہی متعہ کی صورت میں پیدا ہوتے ہیں شیعہ جو نقص زنا میں نکالیں گے اگر غور کیا جائے تو وہی نقص متعہ میں بھی پایا جاوے گا۔ پس بحث مباحثہ میں شیعوں سے نقائص زنا پوچھنے چاہئیں پھر جب چھان بین کی جاوے گی تو لازماً وہی نقائص متعہ میں بھی ثابت ہوں گے۔

۱۱۔ ممتوعہ کی کوئی عدت شریعت میں نہیں لہٰذا اختلاطِ نسل کا خطرہ ہے۔ عدت خاوند کے طلاق دینے یا مر جانے کی وجہ سے ہوتی ہے مگر متعہ میں نہ خاوند مرتا ہے اور نہ وہ طلاق ہی دیتا ہے۔ اس لئے اس کی کوئی شرعی عدت نہیں اور جب عدت نہیں تو معلوم ہوا کہ متعہ جائز نکاحوں میں سے کوئی نکاح نہیں ہے۔

قاتلین حضرت امام حسینؓ کون تھے؟

اہل کوفہ پکے شیعہ تھے:۔

۱۔ ”وبالجملہ اہل تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد۔ وسُنّی بودن کوفی الاصل خلافِ اصل محتاج بدلیل است۔“ (مجالس المومنین مجلس اوّل صفحہ ۳۵ مطبوعہ ایران) یعنی اہل کوفہ کا شیعہ ہونا محتاج دلیل نہیں بلکہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ ہاں کسی کوفی الاصل کو سُنی قرار دینے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔

۲۔ مجالس المومنین میں حضرت امام جعفر صادقؒ سے روایت ہے:

اَلا اِنَّ لِلّٰہِ حَرَمًا وَھُوَ مَکَّۃُ وَاَلااِنَّ لِرَسُولِ اللّٰہِ حَرَماً وَھُوَ الْمَدِیْنَۃُ وَاَلااِنَّ لِاَمِیْرِ

الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَمًا وَهُوَ الْكُوْفَةُ. (مجالس المومنین مجلس اول صفحہ ۳۶)

۳۔کوفہ وہ زمین ہے جس نے حضرت علیؓ کی محبت ابتدائے آفرینش سے قبول کی تھی۔

(جلاء العیون ترجمہ اردو جلد ا باب ۳۔ فصل ۲ بیان اخبار شہادت حیدر کرار صفحہ ۲۲۷)

۴۔ اہل کوفہ سلیمان بن خرد خزاعی کے گھر جمع ہوئے تو ان کو مخاطب کر کے سلیمان بن خرد نے کہا ''اَنْتُمْ شِیْعَتُهٗ وَشِیْعَةُ اَبِیْهِ.'' (ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب نمبر ۲ صفحہ ۱۳۰) کہ اے اہل کوفہ تم امام حسینؓ اور ان کے باپ حضرت علیؓ کے شیعہ ہو۔

اہل کوفہ کا خط حضرت امام حسینؓ کے نام

جب حضرت امام حسینؓ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تو پہلے مکہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا۔ (جلاء العیون مترجم اُردو مطبوعہ لکھنؤ جلد ۲ باب ۵ فصل نمبر ۱۲ صفحہ ۴۲۶) مگر شیعان اہل کوفہ کی طرف سے مندرجہ ذیل عریضہ حضرت امام حسینؓ کو پہنچا:۔

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یہ عریضہ شیعوں اور فدایوں اور مخلصوں کی طرف سے بخدمت امام حسین بن علیؓ بن ابی طالب ہے۔ اما بعد، بہت جلد آپ اپنے دوستوں، ہوا خواہوں کے پاس تشریف لائیے کہ جمیع مردمانِ ولایت منتظر قدوم میمنت لزوم ہیں اور بغیر آپ کے دوسرے شخص کی طرف لوگوں کو رغبت نہیں ہے البتہ بہ تعجیل تمام ہم مشتاقوں پاس تشریف لائیے۔''

(جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل نمبر ۱۳ مترجم اُردو صفحہ ۴۳۱)

اہل کوفہ کی طرف سے دعوت کے ۱۲ ہزار خطوط حضرت امام حسینؓ کو ملے تھے۔

(ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۱۳۱)

حضرت امام حسینؓ کا جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یہ خط حسین بن علیؓ کا مومنوں، مسلمانوں، شیعوں کی طرف ہے اما بعد! بہت سے قاصدوں اور خطوط بیشمار آنے کے بعد جو تم نے مجھے خط ہانی وسعید کے ہاتھ بھیجا مجھے پہنچا میں تمہارے سب خطوط کے مضامین سے مطلع ہوا...... واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے برادر و پسر عم و محل اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے لکھیں کہ جو کچھ تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے بمشورہ عقلا و دانایان و اشراف و بزرگان قوم لکھا ہے اس وقت میں انشاء اللہ بہت جلد تمہارے

پاس چلا آؤں گا۔''

(جلاء العیون ترجمہ اردو صفحہ ۴۳۱ جلد ۲ باب ۵ فصل نمبر ۱۳ وناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب دوم صفحہ ۱۳۱)

امام مسلم کا کوفہ پہنچنا

امام مسلم کی اہل کوفہ میں سے ۸۰ ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔

(بروایت ابومخنف دیکھو ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۱۳۳)

''بروایت ابومخنف ہشتاد ہزار کس با مسلم بیعت کرد''۔

امام مسلم کی شہادت اور وصیّت

شیعان اہل کوفہ نے امام مسلم کے ساتھ کس طرح غداری کر کے ان کو اور ان کے دونوں بچوں کو شہید کیا۔ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ امام مسلم نے بوقت شہادت عمر بن سعد کو مخاطب کر کے مندرجہ ذیل وصیت کی:۔

''میری وصیّت اوّل یہ ہے کہ اس شہر میں سات سو درہم کا میں قرض دار ہوں لازم ہے کہ شمشیر وزرہ میری فروخت کر کے میرا قرض ادا کر دے۔ دوسری وصیّت یہ ہے کہ جب مجھے قتل کریں تو ابن زیاد سے اجازت لے کر مجھے دفن کر دینا۔ تیسری وصیّت یہ ہے کہ امام حسین کو اس مضمون کا خط لکھ کر کہ کوفیوں نے مجھ سے بے وفائی کی اور آپ کے پسر عم کی نصرت و یاوری نہ کی۔ ان کے وعدوں پر اعتماد نہیں ہے آپ اس طرف نہ آئیں۔''

(جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل نمبر ۱۳ صفحہ ۴۴۲ و ۴۴۳ مترجم اردو)

ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۱۴۲ میں ہے:

وَالثَّالِثَةُ اَنْ تَكْتُبُوْا اِلٰى سَيِّدِ الْحُسَيْنِ اَنْ يَرْجِعَ عَنْكُمْ فَقَدْ بَلَغَنِىْ اَنَّهٗ خَرَجَ بِنِسَاءِهٖ وَ اَوْلَادِهٖ فَيُصِيْبُهُ مَا اَصَابَنِىْ ثُمَّ يَقُوْلُ اِرْجِعْ فِدَاكَ اَبِىْ وَ اُمِّىْ بِاَهْلِ بَيْتِكَ فَلَا يَغُرُّكَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ فَاِنَّهُمْ اَصْحَابُ اَبِيْكَ الَّذِىْ تَمَنّٰى فِرَاقُهُمْ بِالْمَوْتِ۔

کہ میری تیسری وصیت یہ ہے کہ تم میرے آقا حضرت امام حسینؓ کو لکھنا کہ وہ تمہارے پاس نہ آئیں کیونکہ میں نے سنا ہے کہ وہ مع عورتوں اور بچوں کے تشریف لا رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کو بھی وہی مصیبت پہنچے جو مجھے پہنچی ہے۔ پھر انہیں لکھنا کہ مسلم کہتا ہے کہ اے امام حسینؓ! (میرے ماں باپ آپ پر

فدا ہوں) اپنے اہل بیت سمیت واپس لوٹ جایئے اور اہل کوفہ کے وعدے آپ کو دھوکے میں نہ ڈالیں، کیونکہ وہ آپ کے والد (حضرت علیؓ) کے وہی صحابی ہیں جن سے جُدائی کے لئے آپ کے باپ نے موت کی خواہش کی تھی۔

امام حسینؓ کی روانگی جانب کوفہ

لیکن حضرت امام حسینؓ کوفہ کی طرف بڑھتے چلے آرہے تھے۔ان کو امام مسلم کی شہادت کی خبر مقام ثعلبیہ پر پہنچی۔منزل زبالہ پر اپنے قاصد عبداللہ بن یقطر کی شہادت کی خبر بھی آپ کو ملی۔اس پر آپ نے اپنے تمام اصحاب کو جمع کر کے فرمایا:

''خبر پہنچی ہے کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر کو شہید کیا ہے اور ہمارے شیعوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اُٹھالیا ہے جسے منظور ہو مجھ سے جدا ہو جائے۔کوئی حرج نہیں ہے۔''

پس ایک گروہ جو بہ طمع مال وغنیمت وراحت وعزتِ دنیا حضرت کے رفیق ہوئے تھے ان اخبار کے استماع سے متفرق ہو گئے اور اہل بیت وخویشان آنحضرت اور ایک جماعت کہ ازروئے ایمان ویقین رفیق حضرت تھے باقی رہ گئے۔

(جلاء العیون مترجم اردو جلد ۲ باب ۵ فصل نمبر ۱۴ صفحہ ۴۵۲)

خلاصۃ المصائب میں ہے:

بَلَغَنِی خَبَرُ قَتْلِ مُسْلِمِ وَ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنِ یَقْطُرَ وَ قَدْ خذَ لَنَا شِیْعَتُنَا۔(خلاصۃ المصائب مطبوعہ نولکشور روایت ہفتم صفحہ ۵۶) کہ مجھے مسلم اور عبداللہ بن یقطر کی شہادت کی خبر پہنچی ہے اور ہم کو ہمارے شیعوں نے ہی ذلیل وبیکس کیا ہے۔

نوٹ:۔ اس عبارت میں **قَدْ خَذَ لَنَا شِیْعَتُنَا** کے الفاظ خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہیں کیونکہ حضرت امام حسینؓ نے اپنی زبان سے فرما دیا ہے کہ ہماری ان تمام مصیبتوں کا موجب ہمارے شیعوں کے سوا اور کوئی نہیں۔

حضرت امام حسینؓ کا خط اہل کوفہ کے نام

امام مسلم بن عقیل اور عبداللہ بن یقطر کی شہادت کی اطلاع ملنے سے قبل حضرت امام حسینؓ نے مندرجہ ذیل خط اہل کوفہ کو لکھا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔یہ خط حسین بن علیؓ کی طرف سے برادران مومن

مسلم کو ہے۔تم پر سلام الٰہی ہو...... امابعد بدرستیکہ خط مسلم بن عقیل کا میرے پاس پہنچا۔اس خط میں لکھا تھا کہ تم لوگوں نے میری نصرت اور دشمنوں سے میرا حق طلب کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ اپنا احسان مجھ پر تمام کرے اور تم کو تمہارے حسن نیت وکردار پر بہترین جزائے ابرار عطا فرمائے۔ بدرستیکہ میں آٹھویں ماہ ذی الحجہ روز سہ شنبہ کو مکہ سے باہر آیا اور تمہاری جانب آتا ہوں۔ جب میرا قاصد تم تک پہنچے لازم ہے کہ کمر متابعت مضبوط باندھو اور اسباب کارزار آمادہ رکھو اور میری نصرت کے مہیا رہو کہ میں اب بہت جلد تم تک پہنچتا ہوں۔ والسّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔“

(جلاء العیون مترجم جلد۲ باب۵ فصل نمبر۱۴ صفحہ ۴۴۹)

نوٹ:۔ اس خط میں دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ بقول شیعیان امام حسینؓ کی روانگی بجانب کوفہ لڑائی اور کارزار کے لئے تھی نہ کہ پُر امن رہنے کی نیت سے۔

۲۔ امام حسینؓ کو علم غیب نہ تھا اور نہ انہیں امام مسلم بن عقیل کی شہادت کا علم ہو سکا اور نہ اہل کوفہ کی غداری کا علم ان کو ہوا۔ حالانکہ اس خط کی تحریر سے قبل امام مسلم بن عقیل انہی کوفیوں کے ہاتھوں شہید ہو چکے تھے۔

نزول کربلا اور اس کے بعد

جب حضرت امام حسینؓ میدانِ کربلا میں اُترے تو ابن زیاد نے (جو یزید کی فوج کا سپہ سالار تھا) مندرجہ ذیل مکتوب حضرت امام حسینؓ کو لکھا:

”میں نے سنا ہے آپ کربلا میں اُترے ہیں اور یزید بن معاویہ نے مجھے خط لکھا ہے کہ آپ کو مہلت نہ دوں یا آپ سے بیعت لوں اور اگر انکار کیجئے تو یزید پاس بھیج دوں“۔

(جلاء العیون مترجم اُردو جلد۲ باب۵ فصل نمبر۱۴ صفحہ ۴۵۶)

نوٹ:۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن یزید کی طرف سے حضرت امام حسینؓ کو شہید کرنے کی ہدایت یا اجازت نہ تھی۔

اس خط کو حضرت امام حسینؓ نے پھاڑ دیا۔ بعد ازاں جب قرۃ بن قیس کوفی آپ سے ملنے کے لئے آیا تو آپ نے فرمایا:

''تمہارے شہر کے لوگوں نے نامہ ہائے بیشمار مجھے لکھے اور بہت مبالغہ اور اصرار کر کے بلایا۔ اگر میرا آنا اب منظور نہیں تو مجھے واپس جانے دو''۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب نمبر ۲ صفحہ ۱۷۵)

فرشتے لیٹ ہو گئے

حضرت امام حسینؓ کی تکلیف اور بے بسی کو دیکھ کر ملائکہ نے خدا تعالیٰ سے بصد اصرار عرض کیا کہ حضرت امام حسینؓ کی مدد کرنے کی اجازت دی جائے بالآخر اللہ تعالیٰ نے اجازت دی لیکن جب فرشتے زمین پر پہنچے تو اس وقت حضرت امام حسینؓ شہید ہو چکے تھے۔

(جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل نمبر ۱۵ صفحہ ۴۹۸ و صفحہ ۵۴۰ مترجم اردو)

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

پانی کا معجزہ

ذاکرین عام طور پر کربلا میں پانی کا بند کیا جانا' کئی کئی دن تک امام حسینؓ اور آپ کے مصاحبین کی تشنگی اور اس کے ساتھ بیسیوں متعلقہ روایات بیان کر کے عوام کو رلایا کرتے ہیں لیکن مندرجہ ذیل روایت ان سب روایات کی حقیقت کو آشکارا کرنے کے لئے کافی ہے۔ جلاء العیون اردو جلد ۲ باب ۵ فصل نمبر ۱۴ صفحہ ۴۵۹ پر ہے:

''حضرت نے ایک بیلچہ دست مبارک میں لیا اور عقب خیمہ حرم محترم تشریف لائے اور پشت خیمہ سے ۹ قدم سمت قبلہ چلے اور وہاں ایک بیلچہ زمین پر مارا کہ بہ اعجاز آنحضرتؑ چشمہ آب شیریں ظاہر ہوا اور امام حسینؓ نے معہ اصحاب وہ پانی نوش کیا اور مشکیں وغیرہ بھر لیں۔ پھر وہ چشمہ غائب ہو گیا اور اس کا اثر بھی کسی نے نہ دیکھا۔''

پس ایسے اعجازی بیلچہ کی موجودگی میں حضرت امام حسین کی تشنگی کی روایات گھڑ گھڑ کر بیان کرنا کیونکر جائز ہے؟

کیا یزید حضرت امام حسینؓ کو شہید کرنا چاہتا تھا؟

اس سوال کا جواب مندرجہ ذیل روایات اہل شیعہ سے نفی میں ملتا ہے۔

۱۔ جلاء العیون اردو صفحہ ۴۵۶ کی وہ روایت جو ''نزول کربلا اور اس کے بعد'' کے عنوان کے نیچے اوپر

درج ہو چکی ہے۔(صفحہ۲۲۱پاکٹ بک ہذا)

۲۔ ناسخ التواریخ جلد٦ کتاب۲صفحہ۲٦۹ پر درج ہے کہ یزید کو تین شخصوں نے باری باری حضرت امام حسینؓ کی شہادت کی اطلاع دی اوران تینوں کو یزید نے زجر وتوبیخ اور تنبیہ کی۔وہ اشخاص زجر بن قیس۔محضر بن ثعلبہ اور شمر ذی الجوشن تھے۔

زجر بن قیس نے جب قتل حسینؓ کی اطلاع دی تو لکھا ہے کہ

''یزید لختے سرفروداشت وسخن نہ کرد، وبس سر برآوردو گفت **قَدْ كُنْتُ اَرْضٰى بِطَاعَتِكُمْ بِدُوْنِ قَتْلِ الْحُسَيْنِ. اَمَّا لَوْ كُنْتُ صَاحِبُهُ لَعَفَوْتُ عَنْهُ**۔اگر من حاضر بودم حسینؓ معفومی داشتم''

یعنی یزید دم بخود ہونے کے باعث سکتہ میں چلا گیا اور بعد ازاں سر اٹھا کر کہنے لگا کہ میں اس بات پر زیادہ راضی تھا کہ تم میرے حکم کی اطاعت کرتے اور امام حسینؓ کو قتل نہ کرتے اور اگر میں وہاں موجود ہوتا تو انہیں چھوڑ دیتا۔

اسی طرح محضر بن ثعلبہ نے اطلاع دیتے ہوئے اہل بیت امام حسینؓ کی شان میں کچھ گستاخی کی تو یزید نے کہا:

مَا وَلَدَتْ اُمُّ مَحْضَرٍ اَشَدَّ وَ اَلْئَمَ وَلٰكِنْ قَبَّحَ اللّٰهُ ابْنَ مَرْجَانَةَ یعنی محضر کی ماں نے ایسا سخت ترین اور کمینہ بچہ نہ جنا ہوگا لیکن خدا ابن زیاد کا بھلا نہ کرے۔

اسی طرح شمر ذی الجوشن دربار یزید میں آیا اور طالب انعام ہوا تو یزید نے اسے بھی ناکام ونامراد پھرایا اور کہا کہ خدا تیری رکاب آگ اور ایندھن سے بھر دے۔(ناسخ التواریخ جلد٦ کتاب۲صفحہ۲٦۹)

پہلا ماتم کرنے اور کرانے والا یزید تھا

ا۔جب بعد از واقعہ کربلا ممبران اہل بیت امام حسینؓ دمشق میں یزید کے ہاں بلائے گئے تو اس نے حکم دیا کہ ان کو فوراً حرم سرائے (زنانخانہ) میں لے جاؤ۔یزید کے اپنے متعلق لکھا ہے۔

كَانَ بِيَدِهٖ مِنْدِيْلٌ فَجَعَلَ يَمْسَحُ دُمُوْعَهُ فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّحُوْلَنَّ اِلٰى هِنْدَ بِنْتِ عَامَرَ فَاِذَا دَخَلْنَ عِنْدَهَا فَسُمِعَ عَنْ دَاخِلِ الْقَصْرِ بُكَاءً وَنِدَاءً وَعَوِيْلًا۔

(خلاصۃ المصائب نولکشور صفحہ۳۰۲)

یعنی یزید کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے وہ اپنے آنسو پونچھتا جاتا تھا۔یزید نے کہا کہ حرم محترم

کو ہند بنت عامر کے ہاں ٹھہراؤ۔ چنانچہ جب وہ اندر داخل ہوئیں تو رونے اور چلانے کی صدا بلند ہوئی۔

۲۔ جب مخدرات اہل بیت عصمت وطہارت اس ملعون (یزید) کے گھر میں داخل ہوئے تو عورات آلِ ابوسفیان (خاندان یزید۔ناقل) نے اپنے زیور اتارڈالے اور لباس ماتم پہن کے آواز بہ نوحہ وگریہ وزاری بلند کی اور تین روز ماتم رہا۔ (جلاء العیون جلد۲ باب۵ فصل نمبر۱۵ صفحہ ۵۲۶)

۳۔ ہند بنت عبداللہ بن عامر جو یزید کی بیوی تھی کے متعلق لکھا ہے:

اس نے پردہ کا مطلق خیال نہ کیا اور گھر سے نکل کے مجلس یزید ملعون میں جس وقت کہ مجمع عام تھا آ کے کہا، اے یزید! تُو نے سرِ مبارک امام حسینؑ پسر فاطمۃ الزہراؑ کا میرے گھر کے دروازہ پر لٹکایا ہے۔ یزید نے دوڑ کے کپڑا اس کے سر پر ڈال دیا اور کہا گھر میں چلی جا اور گھر میں جا کر فرزندِ رسولؐ خدا بزرگ قریش پر نوحہ وزاری کر ابن زیاد نے ان کے بارہ میں جلدی کی۔

(جلاء العیون جلد۲ باب۵ فصل نمبر۱۵ صفحہ ۵۲۶۔۵۲۷)

میں ان کے قتل پر راضی نہ تھا

''پس اہل بیت رسولِ خدا کو اپنے گھر میں رہنے کی جگہ دی اور ہر صبح وشام امام زین العابدین کو دسترخوان پر بلاتا تھا۔''

(جلاء العیون جلد۲ باب۵ فصل نمبر۱۵ صفحہ ۵۲۶۔ وناسخ التواریخ جلد۶ کتاب۲ صفحہ ۲۷۸ ومہیج الاحزان صفحہ ۳۲۸)

نوٹ:۔ مندرجہ بالا حوالہ میں جو یہ ذکر آتا ہے کہ یزید نے حضرت امام حسینؑ کا کاسئہ سر اپنے محل کے دروازہ پر آویزاں کر دیا تھا، یہ اہل شیعہ کی دوسری روایات کے پیش نظر محض غلط اور مبالغہ آمیزی ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ امام حسینؑ کا سر مبارک کوفہ کے راستہ میں شام تک جانے سے پہلے ہی بذریعہ ایک مخلص وخیر خواہ کے نجف اشرف میں پہنچ گیا تھا۔ دمشق میں تو پہنچا ہی نہیں۔

(فروعِ کافی جلد۱ صفحہ ۲۹۵ مطبع نولکشور باب موضع راس الحسینؓ)

اس فروعِ کافی والی روایت کو صاحب ناسخ التواریخ نے بحوالہ کتاب کامل الزیارۃ امام جعفر صادقؒ سے تسلیم کیا ہے۔

(ناسخ التواریخ صفحہ ۳۸۸ جلد۶ کتاب۲)

۴۔ ''حضرت سکینہ دختر امام حسینؓ نے ایک خواب دیکھا جو کہ یزید کے آگے بیان فرمایا۔ یزید

نے جب یہ خواب سنا اپنے منہ پر طمانچہ مار کے رونے لگا اور کہا۔ مجھے قتل حسینؓ سے کیا مطلب تھا۔“

(جلاء العیون جلد۲ باب۵ فصل نمبر۱۵ صفحہ ۵۲۸)

۵۔ آں ملعون طمانچہ بر روئے نحس خود زد و گفت مرا چہ کار با قتل حسینؓ بود؟ (مہیج الاحزان مجلس نمبر۱۳ صفحہ ۲۳۵) کہ اس ملعون (یزید) نے اپنے منحوس چہرہ پر طمانچہ مارا اور کہا کہ مجھے قتل حسینؓ سے کیا تعلق یا واسطہ تھا؟

۶۔ ”یزید نے اہل بیت رسالت کو طلب کر کے ان کو نہایت عزت و حرمت سے شام میں رہنے یا مدینہ منورہ کی طرف چلے جانے کا اختیار دیا، اور انہوں نے ماتم برپا کرنے کی اجازت چاہی جو منظور ہوئی، اور ملک شام میں جس قدر قریش و بنی ہاشم تھے وہ ماتم و گریہ زاری میں شریک ہوئے اور سات روز تک آنحضرتؐ پر نوحہ و زاری کی۔ روز ہشتم یزید نے ان کو طلب کیا اور عذر خواہی کر کے ان کو شام میں رہنے کی تکلیف دی۔ جب انہوں نے قبول نہ کیا تو محمل ہائے مزین ان کے واسطے آراستہ کئے اور خرچ کے لئے مال حاضر کیا اور ان سے کہا کہ یہ اس ظلم کا عوض ہے جو تم پر ہوا۔“

(جلاء العیون جلد۲ باب۵ فصل نمبر۱۵ صفحہ ۵۳۱، ۵۳۲ و مہیج الاحزان مجلس نمبر۱۳ صفحہ ۲۳۵)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید نے خود امام حسینؓ کے ماتم کی اجازت دی اور ملک شام میں جو ماتم ہوا وہ خود یزید کی اجازت سے ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ امام حسینؓ کے ساتھ جو سلوک ہوا اس کو یزید بھی ظلم سمجھتا تھا۔ پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ یزید باوجود اس کو ”ظلم“ قرار دینے اور سمجھنے کے خود اسے روا رکھتا۔

۷۔ ”یزید نے امام زین العابدین کو طلب کیا اور بخیال رفع تشنیع کہا خدا ابن مرجانہ (ابن زیاد) پر لعنت کرے۔ اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو امام حسینؓ جو کچھ وہ مجھ سے طلب کرتے میں ان کو دیتا اور ان کے قتل پر راضی نہ ہوتا۔ آپ ہمیشہ مجھ کو خط لکھا کریں اور جو حاجت ہو مجھ سے طلب فرمائیں کہ میں بجالاؤں گا۔“

(جلاء العیون جلد۲ باب۵ فصل نمبر۱۵ صفحہ ۵۳۲)

ایک سوال

خلاصۃ المصائب صفحہ ۳۰۲ مطبوعہ نولکشور وغیرہ کتب کی روایات کی بناء پر یزید کا امام حسینؓ کے قتل پر آنسو بہانا ثابت ہے مگر جلاء العیون جلد۲ باب۵ فصل نمبر۵ صفحہ ۳۷۸ پر درج ہے کہ ”جو امام حسینؓ“ کو

یاد کرے اور اس کی آنکھ بقدر پرمگس آنسو نکلے، ثواب اس کا خدا پر ہے اور خدا اس کے لئے کسی ثواب پر راضی نہیں بغیر بہشت عطا کرنے کے۔''

تو اندریں صورت یزید کے انجام کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

خود شیعہ ہی قاتلین امام حسینؓ ہیں

ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ ابن زیاد سپہ سالار لشکر یزید جس نے امام حسینؓ کو شہید کیا ۸۰ ہزار کوفیوں پر مشتمل تھا۔ ملاحظہ ہو:

''وابی مخنف لشکر ابن زیاد را ہشتاد ہزار سوار نگاشتہ و گوید ہمگاں کوفی بودند وحجازی و شامی با ایشاں نہ بود۔'' (ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب نمبر ۲ صفحہ ۱۷۴) یعنی ابو مخنف نے ابن زیاد کا لشکر اسّی ہزار بتایا ہے اور کہا ہے کہ وہ سب کے سب کوفی تھے۔ ان میں نہ کوئی حجازی تھا اور نہ شامی۔

۲۔ فَتَكَمَّلَ الْعَسْكَرُ ثَمَانُوْنَ اَلْفاً فَارِسَ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ لَيْسَ شَامِيٌّ وَّلَا حِجَازِيٌّ۔ (مرقع کربلا مطبوعہ ریاضی پریس امرویہ صفحہ ۲۰)

کہ ابن زیاد کا لشکر سب کا سب ۸۰ ہزار کوفی سواروں پر مشتمل تھا۔ ان میں نہ کوئی شامی تھا نہ حجازی۔

اب دیکھئے اسی ابو مخنف کی دوسری روایت جس میں وہ کہتا ہے کہ امام مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے ۸۰ ہزار کوفی تھے۔

''بروایت ابو مخنف ہشتاد ہزار کس با مسلم بیعت کرد۔'' (ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۱۳۳)

۳۔ علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ کربلا میں جب وقت ظہر ہوا تو حضرت امام حسینؓ اپنے خیمہ سے باہر تشریف لائے اور ابن زیاد کے لشکر کے درمیان کھڑے ہو کر ابن زیاد کے لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ''**اَيُّهَا النَّاسُ !** میں تمہاری طرف نہیں آیا مگر جب کہ تمہارے خطوط متواتر اور تمہارے قاصد پیاپے میرے پاس پہنچے۔ تم نے لکھا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیے کہ ہمارا امام و پیشوا کوئی نہیں ہے شاید خدا ہم کو اور آپ کو حق و ہدایت پر متفق کرے، اگر تم اپنے عہد و گفتار پر برقرار ہو تو مجھ سے پیمان تازہ کر کے دل میرا مطمئن کرو اور اگر اپنے گفتار سے پھر گئے ہو اور عہد و پیمان کو شکستہ کر دیا ہے اور میرے آنے سے بیزار ہو میں اپنے وطن واپس جاتا ہوں۔''

(جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل نمبر ۱۴ صفحہ ۴۵۳)

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت امام حسینؓ کے نزدیک بھی آپ کے قاتلین بھی وہی تھے جنہوں نے کوفہ سے بیشمار خطوط بھیج کر اور بیعت مسلم کر کے بلایا تھا۔

۴۔ ناسخ التواریخ (مکمل حوالہ اگلے صفحہ پر درج ہے) میں ہے کہ امام حسینؓ نے لشکر یزید کے قاصد قرہ بن قیس کو مخاطب کر کے فرمایا:

''تمہارے شہر کے لوگوں نے نامہ ہائے بیشمار مجھے لکھے، بہت مبالغہ اور اصرار کر کے مجھے بلایا۔ اگر میرا آنا اب منظور نہیں ہے تو مجھے واپس جانے دو۔'' (ناسخ التواریخ جلد۶ کتاب۲صفحہ۱۷۵)

۵۔ جب حضرت امام حسینؓ دشت کربلا میں خیمہ زن تھے، ایک عراقی مکہ کو جا رہا تھا۔ دیکھا کہ خیمہ کے باہر کرسی پر بیٹھ کر خطوط کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ جب اس نے وجہ بے کسی و بے وطنی کی دریافت کی تو امام نے فرمایا:

''بنوامیہ مرا بیم قتل دادند و مردم کوفہ مرا دعوت کردند، اینک مکاتیبِ ایشاں است، حالانکہ کشندۂ من ایشانند۔'' (ناسخ التواریخ جلد۶ کتاب۲صفحہ۱۵۹)

کہ بنوامیہ نے مجھے قتل کی دھمکی دی اور کوفہ والوں نے مجھے بلایا، یہ سب خطوط انہی کے ہیں اور حالانکہ میرے قاتل یہی لوگ ہیں۔

نوٹ:۔ اس روایت میں تو خود حضرت امام حسینؓ نے اپنے قتل اور واقعات کربلا کی تمام ذمہ داری یزید سے ہٹا کر اہل کوفہ پر رکھی ہے۔

۶۔ ناسخ التواریخ جلد۶ کتاب نمبر۲ صفحہ۱۶۶ میں بحوالہ کتاب نور العین مرقوم ہے:

''حضرت سکینہؓ دختر حضرت امام حسینؓ سے روایت ہے کہ میں اپنے خیمہ میں تھی، ناگاہ رونے کی آواز سنائی دی۔ میں چپکے سے اپنے پدر بزرگوار کے پاس چلی گئی، وہ رو رہے تھے اور اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے۔ ''اے جماعت! جس وقت تم میرے ساتھ باہر نکلے، تم نے ایسا جانا کہ میں ایسی قوم میں جاتا ہوں جس نے دل و زبان سے میری بیعت کر لی ہے۔ اب وہ خیال دگرگوں ہو گیا ہے۔ شیطان نے ان کو فریفتہ کر لیا، یہاں تک کہ خدا کو بھول گئے۔ ان کی ہمت اب اس پر لگی ہے کہ مجھ کو قتل کریں اور میرے مجاہدین کو قتل کریں۔''

حضرت زینبؓ و دیگر اہل بیت امامؑ کی تقریریں

۱۔ بعد از واقعہ کربلا جب خاندان امام حسینؓ کے بقیہ ممبران کو دمشق کی طرف لے جایا جا رہا تھا تو جب یہ قافلہ کوفہ کے پاس سے گزرا تو کوفہ کے بہت سے لوگ دیکھنے کے لئے آئے اور ممبران اہل بیت امام حسینؓ کو دیکھ کر رونے لگے اور ماتم کرنے لگے، اس پر حضرت زینبؓ ہمشیرہ حضرت امام حسینؓ نے حسب ذیل تقریر فرمائی:

اما بعد، اے اہل کوفہ! اے اہل غدر و مکر و حیلہ! تم ہم پر گریہ کرتے ہو اور خود تم نے ہم کو قتل کیا ہے۔ ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا موقوف نہیں ہوا اور تمہارے ستم سے ہمارا فریاد و نالہ ساکن نہیں ہوا اور تمہاری مثال اس عورت کی ہے جو اپنے رسّہ کو مضبوط بٹتی اور پھر کھول ڈالتی ہے..........تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو حالانکہ خود تم ہی نے ہم کو قتل کیا ہے۔ سچ ہے واللہ! لازم ہے کہ تم بہت گریہ کرو اور کم خندہ ہو۔ تم نے عیب و عارِ ابدی خود خرید کیا۔ اس عار کا دھبّہ کسی پانی سے تمہارے جامے سے زائل نہ ہوگا۔ جگر گوشہ خاتم پیغمبران و سید جوانانِ بہشت کے قتل کرنے کا کس چیز سے تدارک کر سکتے ہو!......
اے اہل کوفہ! تم پر وائے ہو! تم نے کن جگر گوشہ ہائے رسولؐ کو قتل کیا اور کن باپردے گان اہل بیت رسولؐ کو بے پردہ کیا؟ کس قدر فرزندانِ رسولؐ کی تم نے خونریزی کی، ان کی حرمت کو ضائع کیا۔ تم نے ایسے بُرے کام کئے جن کی تاریکیوں سے زمین و آسمان گھر گیا۔''

(جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۵ صفحہ ۵۰۳-۵۰۴ نیز ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۲۴۳ مطبوعہ لندن)

۲۔ بعد ازاں حضرت فاطمہؓ بنت امام حسینؓ نے بھی اہل کوفہ کو لعن طعن کی ہے لکھا ہے:

''در و دیوار سے صدائے نوحہ بلند ہوئی اور کہا اے دختر پاکان و معصومان۔ خاموش رہو کہ ہمارے دلوں کو تم نے جلا دیا اور ہمارے سینہ میں آتش حسرت روشن کر دی اور ہمارے دلوں کو کباب کیا۔''

(جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۵ صفحہ ۵۰۵)

۳۔ اس کے بعد حضرت ام کلثومؓ خواہر امام حسینؓ نے ہودج میں سے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:

''اے اہل کوفہ! تمہارا حال اور مآل برا ہو اور تمہارے منہ سیاہ ہوں! تم نے کس سبب سے میرے بھائی حسینؓ کو بلایا اور ان کی مدد نہ کی اور انہیں قتل کر کے مال و اسباب ان کا لوٹ لیا؟ اور ان کی پردیگان عصمت و طہارت کو اسیر کیا؟ وائے ہو تم پر اور لعنت ہو تم پر، کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے کیا ظلم و ستم کیا ہے اور کن گناہوں کا اپنی پشت پر انبار لگایا اور کیسے خون ہائے محترم کو بہایا دختر انِ

رسولِ مکرمؐ کو نالاں کیا؟...... بعد اس کے مرثیہ سید الشہداء میں چند شعر انشاء فرمائے جس کے سننے سے اہل کوفہ نے خروش واویلا واحسرتا بلند کیا۔ ان کی عورتوں نے بال اپنے کھول دیئے۔ خاک حسرت اپنے سر پر ڈال کے اپنے منہ پر طمانچے مارتی تھیں اور واویلا واثبورا کہتی تھیں اور ایسا ماتم برپا تھا کہ دیدۂ روزگار نے کبھی نہ دیکھا تھا۔''

(جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۵ صفحہ ۵۰۵، ۵۰۶ وناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب نمبر ۲ صفحہ ۲۴۶)

امام زین العابدینؓ کی تقریر

۴۔ پھر امام زین العابدینؓ نے اہل کوفہ سے خطاب کیا اور فرمایا:

''میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں! تم جانتے ہو کہ میرے پدر کو خطوط لکھے اور ان کو فریب دیا اور ان سے عہد و پیمان کیا اور ان سے بیعت کی۔ آخر کار ان سے جنگ کی اور دشمن کو ان پر مسلط کیا۔ پس لعنت ہو تم پر! تم نے اپنے پاؤں سے جہنم کی راہ اختیار کی اور بری راہ اپنے واسطے پسند کی۔ تم لوگ کن آنکھوں سے حضرت رسول کریم ﷺ کی طرف دیکھو گے جس روز وہ تم سے فرمائیں گے۔ تم نے میری عزت کو قتل کیا اور میری ہتک حرمت کی۔ کیا تم میری امت سے نہ تھے۔'' یہ سن کر پھر صدائے گریہ ہر طرف سے بلند ہوئی۔ آپس میں ایک دوسرے سے کہتا تھا ہم لوگ ہلاک ہوئے۔

جب صدائے فغاں کم ہوئی، حضرتؓ نے فرمایا۔ خدا اس پر رحمت کرے جو میری نصیحت قبول کرے سب نے فریاد کی کہ یا بن رسول اللہ! ہم نے آپ کا کلام سنا۔ ہم آپ کی اطاعت کریں گے...... جو آپ سے جنگ کرے اس سے ہم جنگ کریں اور جو آپ سے صلح کرے اس سے ہم صلح کریں۔ اگر آپ کہیے آپ کے ستمگاروں سے آپ کا طلبِ خون کریں۔ حضرتؓ نے فرمایا۔ ہیہات ہیہات!! اے غدّارو! اے مکّارو!! اب پھر دوبارہ میں تمہارے فریب میں نہ آؤں گا اور تمہارے جھوٹ کو یقین نہ جانوں گا۔ تم چاہتے ہو مجھ سے بھی وہ سلوک کرو جو میرے بزرگوں سے کیا۔ بحق خداوند آسمانہائے دوّار! میں تمہارے قول وقرار پر اعتماد نہیں کرتا اور کیونکر تمہارے دروغ بے فروغ کو یقین کروں، حالانکہ ہمارے زخم ہائے دل ہنوز تازہ ہیں، میرے پدر اور ان کے اہل بیت کل کے روز تمہارے مکر سے قتل ہوئے اور ہنوز مصیبت حضرت رسول و پدر و برادر و عزیز و اقرباء میں نہیں بھولا اور اب تک ان مصیبتوں کی تلخی میری زبان پر ہے اور میرے سینے میں ان محبتوں کی آگ بھڑک رہی ہے۔''

(جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۵ صفحہ ۵۰۶، ۵۰۷)

۵۔ایک دوسری روایت میں ہے:

''فَقَالَ عَلِیُّ ابْنُ حُسَیْنٍ بِصَوْتٍ ضَعِیْفٍ تَنُوْحُوْنَ وَ تَبْکُوْنَ لِاَجْلِنَا فَمَنْ قَتَلَنَا۔سیّد سجاد بآواز ضعیف فرمود، ہاں اے مردم بر ما گریند و بر ما نوحہ مے کنند۔پس کشندۂ ما کیست؟ مارا کہ کشت و کہ اسیر کرد۔'' (ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۲۴۳) کہ امام زین العابدینؑ نے کمزور آواز سے کہا تم ہم پر نوحہ و ماتم کرتے اور روتے ہو۔تو پھر ہم کو قتل کس نے کیا ہے؟

۶۔حضرت اُم کلثومؑ نے اہل کوفہ کی عورتوں کے رونے پر محمل پر سے کہا۔''اے زنانِ کوفہ! تمہارے مردوں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا ہم اہل بیت کو اسیر کیا ہے پھر تم کیوں روتی ہو؟ خداوند عالم بروز قیامت ہمارا تمہارا حاکم ہے۔''

(جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۵ صفحہ ۵۰۷ و ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۲۴۸)

نوٹ:۔ان سب تقاریر سے تین باتیں ثابت ہیں۔

اوّل:۔قاتلین امام حسین شیعہ تھے اور حضرت امام حسینؑ کے مبایعین تھے جیسا کہ حضرت امام زین العابدینؑ کی تقریر میں بیعت کا لفظ بھی موجود ہے۔

دوم:۔سب سے پہلے عالمگیر ماتم کرنے والے (یزید کے بعد) خود اہل کوفہ قاتلین امام حسینؑ ہی تھے جیسا کہ الفاظ ''ایسا ماتم برپا تھا کہ دیدۂ روزگار نے نہ دیکھا تھا۔'' سے ظاہر ہے۔

سوم:۔موجودہ ماتم محض حضرت زینبؑ کی بددعا کا نتیجہ ہے۔''واللہ! لازم ہے کہ تم بہت گریہ کرو اور مت خندہ ہو''۔سچ ہے ؎

قریب ہے یار روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا قتل کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

چار سوال چکڑالویوں سے

قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی ہے

اہل قرآن حضرات سے ہم قرآن مجید میں مندرجہ وحی الٰہی کے علاوہ کسی اور وحی کے ہونے کا ثبوت طلب کیا کرتے ہیں اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام وحی الٰہی جو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ صرف قرآن مجید ہی ہے۔ اس کے متعلق ہم ان سے مندرجہ ذیل چار سوالات کرتے ہیں:۔

ا۔ وَاِذْ یَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ (الانفال:۸) یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے دو گروہوں میں سے ایک گروہ کا وعدہ کیا کہ وہ مسلمانوں کے لیے ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ وہ وعدۂ الٰہی جو مسلمانوں سے ہوا قرآنِ پاک میں کہیں درج ہے اگر درج ہے تو کہاں؟ اور اگر درج نہیں تو ماننا پڑے گا کہ ایسی وحی الٰہی بھی ہے جو قرآن کریم میں درج نہیں۔

۲۔ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ (الحشر:۶)

یعنی اے مسلمانو! تم نے جو کھجور کے تنے کاٹے یا ان کو اپنی جڑوں پر قائم، کھڑا رہنے دیا یہ خدا کے ہی حکم سے تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو کھجور کے تنوں کو کاٹنے یا چھوڑنے کا حکم دیا تھا جس کا ذکر فَبِاِذْنِ اللّٰهِ میں ہے کیا وہ قرآن میں درج ہے؟ اگر درج ہے تو کہاں؟ اگر درج نہیں تو ثابت ہوا کہ ایسی وحی بھی ہے جو قرآن میں درج نہیں۔

۳۔ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا ۖ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ (التحریم:۴) یعنی جب رسول کریمؐ نے کوئی بھید اپنی بیوی کو بتایا تو اس نے راز فاش کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے آپؐ کو بھید کا فاش ہونا بتا دیا تو آپؐ نے بیوی سے پوچھا۔ کچھ بات تو بتا دی اور کچھ چھپائی۔ تو اس بیوی نے پوچھا کہ آپؐ کو کس نے بتایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے بتایا ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آنخضرتؐ کو اس واقعہ کی خبر دی تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ اظہارِ الٰہی کیا قرآن میں ہے اگر ہے تو کہاں؟ اگر نہیں تو کیا ثابت نہیں ہوتا کہ ایسی وحی بھی ہے جو آنخضرتؐ پر نازل ہوئی مگر قرآن میں درج نہیں۔

۴۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وَاِذَا قِیۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰی مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوۡلِ رَاَیۡتَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡكَ صُدُوۡدًا (النساء:۶۲) کہ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آ ؤاس چیز کی طرف کہ جسے خدا نے نازل کیا (قرآن) اور رسولؐ کی طرف۔تو تُو منافقوں کو دیکھے گا کہ وہ تجھ(رسولؐ) سے رکتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ دو چیزیں منوانا چاہتا ہے۔(۱) مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ یعنی قرآن۔ (۲) اَلرَّسُوۡلِ یعنی رسولؐ۔مگر فرمایا کہ منافق قرآن تو مان لیتے ہیں مگر رسولؐ سے بھاگتے ہیں۔

اب حل طلب سوال یہ ہے کہ وہ کون لوگ منافق ہیں؟ ظاہر ہے کہ وہی جو احادیث کے منکر ہوں اور صرف قرآن کریم ماننے کے مدعی ہیں۔ خادمؔ

وفات مسیح ناصری علیہ السلام

ازروئے قرآن کریم

پہلی دلیل:۔ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (المائدۃ:۱۱۸)

مطلب:۔ اللہ تعالیٰ کے اس سوال کے جواب میں کہ اے عیسیٰ! کیا تو نے نصاریٰ کو تثلیث کی تعلیم دی تھی؟ آپ انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے تعلیم تو کیا دینی تھی میری زندگی میں اور میرے سامنے یہ عقیدہ ظاہر نہیں ہوا۔ میں ان کا نگران تھا مَا دُمْتُ فِيْهِمْ جب تک میں ان میں تھا۔ پھر جب تو نے میری توفّی کر لی تو تُو ہی ان کا نگہبان تھا اور تو ہر چیز کا محافظ ہے۔

استدلال نمبر ۱:۔ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دو زمانے بتائے ہیں۔ پہلا اپنی قوم میں حاضری کا زمانہ (مَا دُمْتُ فِيْهِمْ) اور دوسرا غیر حاضری کا (كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ) اور ان دونوں زمانوں کے درمیان حد فاصل تَوَفَّيْتَنِيْ ہے۔ گویا ان کی اپنی قوم سے غیر حاضری سے پہلے ''وفات'' ہے کیونکہ غیر حاضری کی وجہ تَوَفَّيْتَنِيْ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنی قوم میں حاضر ہیں یا غیر حاضر؟ چونکہ غیر حاضر ہیں لہٰذا ان کی توفّی ہو چکی ہے۔

استدلال نمبر ۲:۔ اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ اقرار فرماتے ہیں کہ تثلیث پرستی کا عقیدہ میری زندگی میں نہیں پھیلا بلکہ میری توفّی کے بعد پھیلا ہے اور اس زمانہ میں عیسائیوں کی تثلیث پرستی ایک کھلی حقیقت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ (المائدۃ:۷۴) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (المائدۃ:۱۸) کہ ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ خدا تین میں سے ایک ہے اور ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم ہی خدا ہے۔

پس صاف نتیجہ نکلا کہ حضرت عیسیٰؑ کی توفّی ہو چکی ہے یعنی وہ فوت ہو چکے ہیں۔

غیر احمدی:۔ حضرت مرزا صاحب نے چشمہ معرفت صفحہ ۲۵۴ طبع اوّل پر لکھا ہے:

''انجیل پر ابھی تیس برس بھی نہیں گزرے تھے کہ بجائے خدا کی پرستش کے ایک عاجز انسان کی پرستش نے جگہ لے لی۔''

(محمدیہ پاکٹ بک مؤلفہ مولانا محمد عبداللہ صاحب معمار مرحوم امرتسری طبع اوّل مارچ ۱۹۵۰ء صفحہ ۵۷۱ طبع دوم اپریل ۱۹۸۹ء)

جواب:۔اس حوالہ میں انجیل کا ذکر ہے مسیح کی ہجرت کا ذکر نہیں اور انجیل اس وحی کے مجموعہ کا نام ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام پر ان کی وفات تک نازل ہوتی رہی جس طرح قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب زمانہ تک نازل ہوتا رہا۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ كَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ ...... عِیْسٰى (النساء:۱۶۴) یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ پر اسی طرح وحی نازل کی ہے جس طرح نوح اور............عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء پر۔ پس چشمہ معرف کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات (جو ۱۲۰ برس کی عمر میں ہوئی) کے تیس برس کے قریب گزرنے پر عیسائی بگڑ گئے۔ نہ یہ کہ حضرت عیسیٰ کی زندگی ہی میں مسیح کی پرستش شروع ہوگئی تھی۔

تَوَفِّیْ کے معنے

حضرت امام بخاریؒ نے فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد نقل کیا ہے:۔**قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ؓ مُتَوَفِّیْکَ مُمِیْتُکَ** (بخاری کتاب التفسیر سورۃ مائدہ زیر آیت فلما توفیتنی المائدۃ :۱۱۸) کہ حضرت ابن عباسؓ کے فیصلہ کے بعد کسی دوسرے شخص کی بات قابل قبول نہیں اس حالت میں کہ جب قرآن مجید واحادیث ولغت وتفاسیر کے مندرجہ ذیل حوالجات بھی ان کی تائید میں ہیں۔

(تفسیر ابن عباسؓ کے متعلق نوٹ آگے ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۲۳۷)

لفظ توفّی باب تفعل کا مصدر ہے۔سو قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی اس کا کوئی مشتق استعمال ہوا ہے جب اللہ تعالیٰ یا ملائکہ اس کا فائل ہوں یا صیغہ مجہول ہو اور غائب مفعول اس کا انسان ہو تو سوائے قبض روح کے اور کوئی معنے نہیں اور وہ قبض روح بذریعہ موت ہے۔سوائے اس مقام کے کہ جہاں لیل یا منام کا قرینہ موجود ہو تو وہاں قبض روح کو نیند ہی قرار دیا گیا ہے۔ بہرحال قبضِ جسم کسی جگہ بھی مراد نہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں علاوہ متنازعہ فیہ جگہ کے ۲۳ جگہ لفظ توفّی کا مشتق استعمال ہوا ہے۔

۱،۲۔ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ (دومرتبہ البقرۃ:۲۳۵،۲۴۱)

۳۔ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (آل عمران:۱۹۴)

۴۔ حَتّٰى یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ (النساء:۱۶)

۵۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (النساء:۹۸)

۶۔ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا (الانعام:۶۲)

۷۔ یَتَوَفَّوْنَھُمْ (الاعراف:۳۸)

۸۔ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ (الاعراف:۱۲۷)

۹۔ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ (الرعد:۴۱)

۱۰۔ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ (یونس:۴۷)

۱۱۔ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا (یوسف:۱۰۲)

۱۲،۱۳۔ تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ (دومرتبہ النحل:۲۹،۳۴)

۱۴۔ ثُمَّ یَتَوَفّٰکُمْ (النحل:۷۱)

۱۵۔ مَّنْ یُّتَوَفّٰی (الحج:۶)

۱۶۔ قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ (السجدۃ:۱۲)

۱۷۔ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا (الزمر:۴۳)

۱۸۔ وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی (المومن:۶۸)

۱۹۔ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ (المومن:۷۸)

۲۰۔ فَکَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ (محمد:۲۸)

۲۱۔ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ (الانعام:۶۱)

۲۲۔ اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوا لا الْمَلٰٓئِکَۃُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْھَھُمْ وَاَدْبَارَھُمْ (الانفال:۵۱)

۲۳۔ وَلٰکِنْ اَعْبُدُ اللّٰہَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ (یونس:۱۰۵)

کتب احادیث سے اس کی مثالیں

بخاری میں ایک باب (بخاری کتاب المناقب باب وفات النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم) بھی ہے۔ ''باب توفّی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم'' پھر آنحضرتؐ نے صاف فرمادیا کہ حضرت عیسیٰؑ کی توفّی کے وہی معنے ہیں جو میری توفّی کے ہیں۔فرمایا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اِنَّہٗ یُجَاءُ بِرِجَالٍ مِّنْ اُمَّتِیْ فَیُؤْخَذُ بِھِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ یَارَبِّ اُصَیْحَابِیْ فَیُقَالُ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ فَاَقُوْلُ کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَ کُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ. فَیُقَالُ اِنَّ

هٰٓؤُلَآءِ لَمْ یَزَالُوْا مُرْتَدِّیْنَ عَلٰی اَعْقَابِھِمْ مُنْذُ فَارَقْتَھُمْ.

(بخاری کتاب التفسیر باب وکنت علیھم شھید امادمت فیھم جلد۳صفحہ۹۱مصری وجلد۲صفحہ۱۵۹کتاب بدءالخلق مصری)

ترجمہ:۔آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت کے کچھ لوگ دوزخ کی طرف لے جائے جائیں گے تو میں کہوں گا کہ یہ تو میرے صحابہ ہیں۔جواب ملے گا تو نہیں جانتا کہ تیرے پیچھے انہوں نے کیا کیا۔اس وقت میں وہی کہوں گا جو اللہ تعالیٰ کے صالح بندے عیسیٰؑ نے کہا تھا کہ میں ان کا اسی وقت تک کا نگران تھا جب تک ان میں تھا اور جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تُو ہی ان کا نگہبان تھا۔

نتیجہ:۔اس حدیث سے صاف نتیجہ نکلا کہ حضرت عیسیٰؑ کی توفی کی صورت وہی ہے جو آنحضرتؐ کی توفی کی ہے۔ورنہ آپ کا یہ فرمانا فَاَقُوْلُ کَمَا قَالَ درست نہیں رہتا۔

اب دیکھو آنحضرتؐ نے بعینہٖ وہی لفظ تَوَفَّیْتَنِیْ جو مسیح کے لئے استعمال ہوا ہے اپنے لئے استعمال فرمایا ہے۔پس تعجب ہے کہ آنحضرتؐ کے لیے جب لفظ توفّی آئے تو اس کے معنی ''موت'' لئے جائیں مگر جب وہی لفظ حضرت مسیحؑ کے متعلق استعمال ہو تو اس کے معنے آسمان پر اٹھا نا لئے جائیں۔

ایک لطیفہ:۔اس کے جواب میں مؤلف محمدیہ پاکٹ بک لکھتا ہے:

''ایک ہی لفظ جب دو مختلف اشخاص پر بولا جائے تو حسب حیثیت و شخصیت اس کے جدا جدا معنے ہوتے ہیں۔دیکھیے حضرت مسیح اپنے حق میں نفس کا لفظ بولتے ہیں اور خدائے پاک بھی......اب کیا خدا کا نفس اور مسیح کا نفس ایک جیسا ہے''

جواب:۔گویا آپ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مثال حضرت مسیح کے بالمقابل ویسی ہی ہے جیسی مسیحؑ کی اللہ تعالیٰ کے بالمقابل۔اور گویا آپ کے نزدیک آنحضرتؐ کی حیثیت اور شخصیت مسیحؑ کی حیثیت اور شخصیت سے مختلف نوعیت کی ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف محمدیہ پاکٹ بک بھی در پردہ الوہیت مسیح کا قائل ہے۔ورنہ آنحضرتؐ اور مسیحؑ کی حیثیت نبوت اور بشریت کے لحاظ سے نوع ہرگز مختلف نہیں اور نہ خدا کی مثال پر حضرت مسیحؑ کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔پس غیر احمدی کا جواب محض نفس کا دھوکہ اور قیاس مع الفارق ہے کیونکہ یہ تو درست ہے کہ انسان کا قیاس خدا پر نہیں کیا جا سکتا لیکن نبی کا قیاس نبی پر اور انسان کا قیاس انسان پر تو کیا جا سکتا ہے۔خود قرآن مجید میں ہے مَاکُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ کہ اے محمدؐ رسول اللہ! کہہ دے کہ میں بھی پہلے انبیاء کی طرح

ایک نبی ہوں۔نیز وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (ال عمران:۱۴۵)

پس جو معنی آنحضرتؐ کی توفی کے ہیں بعینہٖ وہی معنی حضرت عیسیٰؑ کی توفّی کے بھی لینے پڑیں گے۔پھر بخاری میں ہے قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ مُتَوَفِّيْكَ مُمِيْتُكَ کہ حضرت ابن عباسؓ نے مُتَوَفِّيْكَ کے معنی موت کیے ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر سورۂ مائدہ زیر آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ ......۱۸۸)

تفسیر ابن عباسؓ

نوٹ:۔بعض غیر احمدی مولوی ''تفسیر ابن عباسؓ'' کے حوالہ سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ تو حیات مسیح کے قائل تھے اور وہ آیت يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ (ال عمران:۵۶) میں تقدیم تاخیر کے قائل تھے۔تو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیے کہ ہم نے حضرت ابن عباسؓ کا جو مذہب پیش کیا ہے وہ اَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ یعنی صحیح بخاری میں درج ہے جس کی صحت اور اصالت میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا مگر وہ مختلف اقوال جو دوسری تفاسیر یا ''تفسیر ابن عباسؓ'' کے نام سے مشہور کتاب میں درج ہیں وہ قابل استناد نہیں کیونکہ ان تمام تفاسیر کے متعلق محققین کی رائے ہے کہ وہ جعلی اور جھوٹی تفسیریں جو حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب کردی گئی ہیں۔چنانچہ لکھا ہے:

۱۔وَمِنْ جُمْلَةِ التَّفَاسِيْرِ الَّتِيْ لَا يُوْثَقُ بِهَا تَفْسِيْرُ ابْنِ عَبَّاسٍ فَاِنَّهٗ مَرْوِيٌّ مِنْ طَرِيْقِ الْكَذَّابِيْنَ.

(فوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ مصنفہ علامہ شوکانی صفحہ ۱۱۱ و مطبوعہ در مطبع محمدی لاہور ۱۳۰۳ھ صفحہ ۱۰۴)

یعنی ناقابل اعتبار اور غیر معتبر تفسیروں میں سے ایک تفسیر ابن عباس بھی ہے کیونکہ وہ کذاب راویوں سے مروی ہے۔

۲۔حضرت امام سیوطیؒ فرماتے ہیں: هٰذِهِ التَّفَاسِيْرُ الطِّوَالُ الَّتِيْ اَسْنَدُوْهَا اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ غَيْرُ مَرْضِيَّةٍ وَ رُوَاتُهَا مَجَاهِيْلُ (تفسیر اتقان جلد۲ صفحہ ۱۸۸ التفسیر البسیط زیر آیت الانفال:۹) یہ لمبی لمبی تفسیریں جن کو مفسرین نے ابن عباس کی طرف منسوب کیا ہے ناپسندیدہ اور ان کے راوی غیر معتبر ہیں۔(خادمؔ)

تَوفّی کے معنی عرف عام میں

قرآن مجید اور احادیث کے علاوہ اگر عرف عام کو بھی دیکھا جائے تو بھی متوفّی کے معنی میّت

کے ہی ہوتے ہیں۔مثال کے طور پر پٹواری کے رجسٹر اور دیگر دفاتر کو دیکھ لو۔اور جنازہ کی دعا میں وَ مَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِسْلَامِ کہ جس کو تو ہم میں سے وفات دے تو اس کو اسلام پر ہی وفات دے۔

تَوَفّی کے معنی لغت سے

صحاح میں لفظ تَوَفِّی کے نیچے ہے تَوَفَّاهُ اللّٰهُ اَیْ قَبَضَ رُوْحَهٗ پھر لکھا ہے تُوُفِّیَ فُلَانٌ وَ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ وَ اَدْرَكَتْهُ الْوَفَاةُ پالیا اس کو موت نے (اساس البلاغۃ از علامہ زمخشری زیر مادہ وفی)

اَلْوَفَاةُ الْمَوْتُ وَ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ. قَبَضَ رُوْحَهٗ

(قاموس جلد ۴ زیر لفظ وفی از مجد الدین محمد بن یعقوب الفیروز آبادی)

تَوَفّٰهُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ اِذَا قَبَضَ نَفْسَهٗ (تاج العروس زیر لفظ وفی از محبّ الدین ابی فیض السید محمد مرتضٰی الحسینی الواسطی الزبیدی الحنفی)

اَلْوَفَاةُ الْمَنِيَّةُ وَالْوَفَاةُ اَلْمَوْتُ وَ تُوَفِّیَ فُلَانٌ وَ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ اِذَا قَبَضَ نَفْسَهٗ وَ فِی الصِّحَاحِ اِذَا قَبَضَ رُوْحَهٗ (لسان العرب زیر لفظ وفی از ابن منظور جمال الدین محمد بن مکرم الانصاری) جب اس کے نفس کو اللہ تعالیٰ قبض کرے۔اور صحاح جوہری میں بجائے نفس کے روح کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

تَوَفَّاهُ اللّٰهُ اَیْ قَبَضَ رُوْحَهٗ (صحاح جوہری زیر لفظ تَوَفِّی)

مُتَوَفِّی. وفات یافتہ، مراہوا، انتقال کردہ شدہ، جہان سے گزرا ہوا (فرہنگ آصفیہ زیر لفظ تَوَفِّی)

بعض تراجم میں توفّی کے معنے بھر لینے کے لکھے ہیں اور اس کا مطلب بھی موت دینا ہے۔

(فرہنگ آصفیہ زیر لفظ تَوَفّی)

تَوَفّی کا مادہ

کلیات ابوالبقاء صفحہ ۱۲۹ از زیر بحث التوفی پر لکھا ہے۔اَلتَّوَفِّیْ. اَلْاِمَاتَةُ وَ قَبْضُ الرُّوْحِ وَ عَلَيْهِ اِسْتِعْمَالُ الْعَامَّةِ...... وَالْفِعْلُ مِنَ الْوَفَاةِ تُوَفِّیَ عَلٰى مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ لِاَنَّ الْاِنْسَانَ لَا يَتَوَفّٰى نَفْسَهٗ فَالْمُتَوَفِّیْ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَوْ اَحَدٌ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ وَ زَيْدٌ هُوَ الْمُتَوَفّٰى. زیر بحث ''التوفّی''یعنی توفی کے معنی مارنے اور قبض روح کرنے کے ہیں اور عام لوگوں کا استعمال اسی معنی پر ہے اور اشتقاق اس کا وفات سے ہے۔توفّی مجہول استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ انسان خود اپنی جان کو قبض

نہیں کرتا کیونکہ مارنے والا اللہ تعالیٰ ہے یا کوئی اس کا فرشتہ ہے اور انسان وہ ہے جس کو موت دی جاتی ہے۔

توفّی کے معنی احادیث سے

۱ . قَالَ اَنَّهٗ سَيَكُوْنُ مِنْ ذٰلِكَ مَا شَاءَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ رِيْحًا طَيِّبَةً فَيُتَوَفّٰى كُلُّ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ فَيَبْقٰى مَنْ لَاخَيْرَ فِيْهِ فَيَرْجِعُوْن اِلٰى دِيْنِ اٰبَائِهِمْ. (تفسیر ابن کثیر زیر آیت توبہ:۳۴)

۲ . عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انه قَالَ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبِسُ الْمُعَصْفَرَةَ مِنَ الثِّيَابِ. الخ (مسند امام احمد بن حنبل حدیث ام سلمہ زوج النبی جلد ۶ صفحہ ۳۰۲ مطبع المکتب الاسلامی بیروت)

۳ . عَنْ عَائِشَةَ ؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكٰى وَ بَكٰى اَصْحَابُهٗ تُوُفِّيَ سَعْدُ ابْنُ مَعَاذٍ اِلٰى اٰخِرِهٖ رَوَاهُ ابْنُ جَرِيْرٍ. (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۲)

۴ .اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اشْتَكٰى نَفَثَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ مَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهٖ فَلَمَّا اشْتَكٰى وَجَعَهُ الَّذِىْ تُوُفِّيَ فِيْهِ طَفِقْتُ اَنْفُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ. الخ (بخاری کتاب المغازی باب مرض النبیؐ و وفاته)

۵۔اِنَّ عَائِشَةَ ؓ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ رَاَيْتُ ثَلٰثَةَ اَقْمَارٍ سَقَطْنَ فِيْ حُجْرَتِيْ فَقَصَصْتُ رُءْيَاىَ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ ؓ قَالَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ دُفِنَ فِيْ بَيْتِهَا قَالَ لَهَا اَبُوْبَكْرٍ هٰذَا اَحَدُ اَقْمَارِكِ وَ هُوَ خَيْرُهَا۔ (مؤطا امام مالک المجلد الثانی کتاب الجنائز حدیث ۶۰۰)

۶ ۔ عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ قَالَتْ وَالَّذِىْ تُوُفِّيَ نَفْسُهٗ تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تُوُفِّيَ حَتّٰى كَانَتْ اَكْثَرُ صَلَاتِهٖ قَاعِدًا اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ. الخ

(مسند امام احمد بن حنبل حديث ام سلمة زوج النبیؐ)

۷۔عَنْ عَائِشَةَ ؓ اَنَّهَا قَالَتْ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ قَالَ لَهَا يَا بُنَيَّةُ اَىُّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. الخ (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۱۱۸ مصری)

۸۔عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ؓ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ ؓ يَقُوْلُ لِطَلْحَةَ ابْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ مَا لِيَ اَرَاكَ قَدْ شُعِثْتُ وَاغْبَرَرْتَ مُنْذُ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ

(مسند امام احمد بن حنبل حديث عمر بن الخطاب رضى الله عنه)

۹۔ عَنْ عُثْمَانَ ؓ اَنَّ رِجَالًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَزِنُوْا عَلَیْہِ حَتّٰی کَادَ بَعْضُھُمْ یُوَسْوِسُ وَ کُنْتُ مِنْھُمْ فَقُلْتُ لِاَبِیْ بَکْرٍ تَوَفَّی اللّٰہُ نَبِیَّہٗ الخ. (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۳۷ مصری)

تَوفّی کے لیے انعامی اشتہار

چونکہ متنازعہ فیہ جگہ میں تَـوَفِّـی باب تَفَعُّل سے ہے اور اللہ تعالیٰ فاعل ہے اور ذی روح یعنی حضرت عیسیٰؑ مفعول ہیں اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسی صورت میں تَـوَفِّـیْ کے معنے سوائے قبضِ روح کے دکھانے والے کو ایک ہزار روپیہ انعام مقرر فرمایا ہے مگر آج تک کوئی مردِ میدان نہیں بنا جو یہ انعام حاصل کرتا اور نہ ہی ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

بعض غیر احمدی مولوی کہا کرتے ہیں کہ تم نے تَـوَفِّـیْ کے متعلق یہ قاعدہ کہاں سے لیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ فاعل کوئی ذی روح مفعول ہو تو اس کے معنی قبض روح یا موت کے ہوتے ہیں؟ تو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیے کہ یہ قاعدہ کوئی من گھڑت قاعدہ نہیں ہے بلکہ کتب لغت میں مذکور ہے جیسا کہ قاموس، تاج العروس اور لسان العرب میں ہے۔

ا۔ تَـوَفّٰـہُ اللّٰـہُ. قَبَضَ رُوْحَہٗ (قاموس زیر لفظ وفی) یعنی اللہ تعالیٰ نے اس ذی روح کی توفّی کی یعنی اس کی روح قبض کر لی۔ اس حوالہ میں لفظ تَوَفِّیْ باب تفعل سے ہے۔ اللہ فاعل مذکور ہے اور ہٗ کی ضمیر بھی جو ذی روح کی طرف پھرتی ہے اس کے معنے قبض روح صاف طور پر لکھے ہیں۔

اسی طرح تاج العروس زیر لفظ وفی جلد ۲۰ اور لسان العرب زیر لفظ وفی کے حوالے پہلے صفحہ ۲۳۸ پر درج ہو چکے ہیں۔

۲۔ تَوَفَّاہُ اللّٰہُ اَیْ قَبَضَ رُوْحَہٗ۔ اللہ تعالیٰ نے فلاں شخص کی توفّی کی یعنی اس کی روح کو قبض کیا۔ (صحاح الجوھری از اسماعیل بن حماد الجوہری الجزء السادس زیر لفظ وفی)

۳۔ استقراء کے طور پر یہ قاعدہ ہے، اس کے خلاف ایک مثال ہی بموجب شرائط پیش کرو۔ جو یقیناً ناممکن ہے۔ (خادم)

غیر احمدیوں کے عذر کا جواب

محمدیہ پاکٹ بک از مولانا محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسری صفحہ ۵۴۶، ۵۴۷ مطبع المکتبہ

السّلفیہ شیش محل روڈ لاہور پر جو تَوَفِّی کے معنے تفسیر بیضاوی اور تفسیر کبیر کے حوالہ سے اَلتَّوَفِّیُ. اَخْذُ الشَّیْءِ وَافِیًا اور تَوَفَّیْتُ مِنْهُ دَرَاهِمِیْ مذکور ہیں۔ان ہر دو مثالوں میں تَوَفِّیْ کا مفعول ذی روح نہیں بلکہ پہلی مثال میں شَیْء اور دوسری میں درھم غیر ذی روح مفعول ہے مگر اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ میں مفعول حضرت عیسیٰؑ ذی روح ہیں۔

براہین احمدیہ کے حوالہ کا جواب

اسی طرح محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۵۱۵ پر براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۹ حاشیہ کے حوالہ سے جو ترجمہ آیت: اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ کا بدیں الفاظ درج کیا گیا ہے کہ ”میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا۔“ وہ حجت نہیں کیونکہ اسی براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۷ پر اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ کا ترجمہ ”وفات دوں گا“ بھی درج ہے جو درست ہے۔”نعمت دوں گا“ والا ترجمہ لائق استناد نہیں کیونکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ وہ ترجمہ مستند نہیں ہے۔ملاحظہ ہو۔فرماتے ہیں:۔

الف۔”یادرہے کہ براہین احمدیہ میں جو کلماتِ الٰہیہ کا ترجمہ ہے وہ بباعث قبل از وقت ہونے کے کسی جگہ مجمل ہے اور کسی جگہ معقولی رنگ کے لحاظ سے کوئی لفظ حقیقت سے پھیرا گیا ہے یعنی صَرْف عَنِ الظَّاهِر کیا گیا ہے...... پڑھنے والوں کو چاہیے کہ کسی ایسی تاویل کی پروا نہ کریں“

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔روحانی خزائن جلد ۲۱ حاشیہ صفحہ ۹۳)

ب:۔”مَیں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے تَوَفِّی کے معنے ایک جگہ پورا دینے کے کئے ہیں جس کو بعض مولوی صاحبان بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں مگر یہ امر جائے اعتراض نہیں۔میں مانتا ہوں کہ وہ میری غلطی ہے الہامی غلطی نہیں۔مَیں بشر ہوں اور بشریت کے عوارض مثلاً جیسا کہ سہو اور نسیان اور غلطی یہ تمام انسانوں کی طرح مجھ میں بھی ہیں گو مَیں جانتا ہوں کہ کسی غلطی پر مجھے خدا تعالیٰ قائم نہیں رکھتا مگر یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ مَیں اپنے اجتہاد میں غلطی نہیں کرسکتا۔خدا کا الہام غلطی سے پاک ہوتا ہے مگر انسان کا کلام غلطی کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ سہو و نسیان لازمۂ بشریت ہے۔“

(ایام الصلح۔روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۷۱،۲۷۲)

ج۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ ایام الصلح کی عبارت میں تحریر فرمایا ہے وہ قرآن مجید و احادیث نبوی کے عین مطابق ہے کیونکہ یہی بات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمائی ہے جیسا کہ فرمایا:۔

مَـا حَـدَّثْتُـكُـمْ عَنِ اللّٰهِ سُبْحٰنَهٗ فَهُوَ حَقٌّ وَ مَا قُلْتُ فِيْهِ مِنْ قِبَلِ نَفْسِىْ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَــرٌ اُخْطِـئُ وَ اُصِيْـبُ. (نبراس شرح الشرح لعقائد نسفی صفحہ ۳۹۲) کہ جو بات میں اللہ تعالیٰ کی وحی سے کہوں تو وہ درست ہوتی ہے (یعنی اس میں غلطی کا امکان نہیں) لیکن جو بات میں اس وحی الٰہی کے ترجمہ وتشریح کے طور پر اپنی طرف سے کہوں تو یاد رکھو کہ میں بھی انسان ہوں، میں اپنے خیال میں غلطی بھی کرسکتا ہوں۔

تفصیل کے لیے دیکھو پاکٹ بک ہذا۔ الہامات پر اعتراضات کا جواب صفحہ ۵۲۸

اسی طرح بخاری میں بھی ہے۔ اِنَّـمَـا اَنَـا بَشَـرٌ اَنْسٰـى كَمَا تَنْسَوْنَ (بـخـاری کتاب الـصـلٰوة باب التو جه نحو القبلة حيث كان) کہ میں بھی انسان ہوں، تمہاری طرح مجھ سے بھی نسیان ہوجاتا ہے۔

تَوَفِّیْ کے معنی تفاسیر سے

ا۔ تفسیر خازن جلد نمبرا پر ہے۔ اَلْـمُـرَادُ بِالتَّوَفِّىْ حَقِيْقَةُ الْمَوْتِ ۔ یعنی تَوَفِّیْ سے مراد موت کی حقیقت ہے۔ (تفسير خازن الجزء الاول زير آيت اذ قال الله يعيسىٰ......آل عمران:۵۵)

۲۔ تفسیر کبیر پر لکھا ہے۔ مُتَوَفِّيْكَ کے معنے ہیں۔ مُتَـمِّـمُ عُمُرَكَ فَحِيْنَئِذٍ اَتَوَفَّاكَ فَلَا اَتْرُكُهُمْ حَتّٰى يَقْتُلُوْكَ. (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۶۷۔ زیر آیت اذ قال اللہ یعیسیٰ......آل عمران:۵۶)

۳۔ تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۳۶ مطبوعہ مصر پر لکھا ہے۔ اَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَ ابْنُ اَبِىْ حَاتِمٍ مِنْ طَرِيْقِ عَلِيٍّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِىْ قَوْلِهٖ اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ يَقُوْلُ اِنِّىْ مُمِيْتُكَ. یعنی ابن عباسؓ مُتَوَفِّيْكَ کے معنی مارنے والا کرتے ہیں۔

۴۔ تفسیر فتح البیان الجزء الرابع زیر آیت مـا قلت لهم الا ما امرتنى به ...... پر لکھا ہے۔ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ کے نیچے قِيْلَ هٰذَا يَدُلُّ عَـلٰى اَنَّ الـلّٰهَ سُبْحٰنَهٗ تَوَفَّاهُ قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَهٗ یعنی خدا تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو اٹھانے سے قبل وفات دے دی تھی۔

۵۔ الف۔ تفسیر کشاف جلد ا صفحہ ۳۰۶ پر مُتَوَفِّيْكَ کے معنے لکھے ہیں وَ مُمِيْتُكَ حَتْفَ اَنْفِكَ یعنی طبعی موت سے مارنے والا ہے۔ (الکشاف جلد ا زیر آیت اذ قال الله يعيسىٰ......آل عمران:۵۵)

۶۔ ب۔ تفسیر مدارک برحاشیہ خازن زیر آیت و اذ قال الله يعيسىٰ......آل عمران:۵۵

۷۔تفسیر سرسید احمد خاں صاحب جلد۲صفحہ۱۹۳ زیرآیت فلما توفیتنی المائدۃ:۱۱۷
''پھر جب تو نے مجھ کو فوت کیا، تو تُو ہی ان پر نگہبان تھا۔''

۸۔تفسیر فتح البیان زیرآیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ پر ہے۔ قَالَ اَبُوْ زَیْدٍ مُتَوَفِّیْکَ قَابِضُکَ ...... وَالْمَعْنٰی کَمَا قَالَ فِی الْکَشَّافِ الخ اس نے بھی کشاف کے معنوں کو قبول کیا ہے اور وہ گزر چکے ہیں۔

۹۔تاج التفاسیر جلد۱صفحہ۴۹ زیرآیت یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ (البقرۃ:۲۳۵) اَیْ یَمُوْتُوْنَ مِنْکُمْ.

۱۰۔سراج التفاسیر جلد۱صفحہ۱۴۵۔ یُتَوَفَّوْنَ اَیْ یَمُوْتُوْنَ۔

۱۱۔مجمع البیان جلد۱۔ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ اَیْ یُقْبَضُوْنَ وَ یَمُوْتُوْنَ۔

(جز۲صفحہ۳۳۷ زیرآیت والذین یتوفون منکم و یزرون ازواجا......)

۱۲۔فتح البیان الجزء الثانی زیرآیت وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ ......۔یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَالْمَعْنٰی اَلَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ۔

۱۳۔درالاسرار جلد۱صفحہ۴۰۔یُتَوَفَّوْنَ لِوَرُوْدِ حَمَامِھِمْ۔

۱۴۔ترجمۃ القرآن تفسیر عبداللہ چکڑالوی صفحہ۲۰۲ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ اور جو لوگ مرجاویں گے تم میں سے۔

۱۵۔روح البیان۔وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ اَیْ یَمُوْتُوْنَ وَ یُقْبَضُ اَرْوَاحُھُمْ بِالْمَوْتِ۔(زیرآیت والذین یتوفون منکم......)

۱۶۔فتح البیان تفسیر سورۃ النساء زیرآیت انّ الذین توفاھم الملائکۃ ......۔اَلَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمْ اَیْ تُقْبَضُ اَرْوَاحُھُمْ.

۱۷۔ فتح البیان زیرآیت اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا ......۔ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا اَیْ یَقْبَضُ الْاَرْوَاحَ عِنْدَ حَضُوْرِ اٰجَالِھَا۔

۱۸۔روح المعانی جلد۵صفحہ۴۰۹۔وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی اَیْ مِنْکُمْ مَنْ یَمُوْتُ مِنْ قَبْلِ الشَّیْخُوْخَۃِ بَعْدَ بُلُوْغِ الرُّشْدِ اَوْ قَبْلَہٗ۔ایضاً

۱۹۔روح البیان۔ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا یُقَالُ تَوَفَّاہُ اللّٰہُ قَبَضَ رُوْحَہٗ کَمَا فِی الْقَامُوْسِ...... وَ مَعْنَی الْاٰیَۃِ یَقْبِضُ اللّٰہُ الْاَرْوَاحَ الْاِنْسَانِیَّۃَ عَنِ الْاَبْدَانِ۔الخ

(زیرآیت اللہ یتوفی الانفس حین موتھا......)

۲۰۔روح البیان جلد۳ صفحہ ۴۷۔ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ قَالَ فِی الصِّحَاحِ تَوَفَّاہُ قَبَضَ رُوْحَہٗ وَالْوَفَاۃُ الْمَوْتُ۔ (نیا ایڈیشن جلد ۸ صفحہ ۱۱۳)

۲۱۔روح البیان جلد۳ صفحہ ۴۶۸ وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی یُقْبَضُ رُوْحُہٗ وَ یَمُوْتُ۔

۲۲۔روح البیان زیر آیت فَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُ ھُمْ ۔ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ اگر بمیرانیم ترا پیش از ظہور آں عذاب۔

۲۳۔روح البیان جلد۲ صفحہ ۳۴۱۔ تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَیْ یَقْبِضُ اَرْوَاحَھُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ وَاَعْوَانُہٗ۔

۲۴۔روح البیان جلد۲ صفحہ ۲۵۳۔ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ اَیْ نَقْبِضُ رُوْحَکَ الطَّاھِرَۃَ قَبْلَ اِرَاءَ ۃِ ذٰلِکَ۔ (نیا ایڈیشن جلد ۴ صفحہ ۳۸۸ تفسیر سورۃ الرعد :۴۱)

۲۵۔روح البیان زیر آیت مِنْکُمْ مَنْ یُّتَوَفّٰی ......وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی اَیْ یُقْبَضُ رُوْحُہٗ وَ یَمُوْتُ بَعْدَ بُلُوْغِ الرُّشْدِ اَوْ قَبْلَہٗ......وَالتَّوَفِّیْ عِبَارَۃٌ عَنِ الْمَوْتِ وَ تَوَفَّاہُ اللّٰہُ قَبَضَ رُوْحَہٗ۔

۲۶۔روح البیان زیر آیت توفنی مسلمًا ۔ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا اَیْ اِقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ مُخْلِصًا بِتَوْحِیْدِکَ۔

۲۷۔انوار التنزیل مصنفہ قاضی ناصر الدین عبداللہ البیضاوی حاشیہ صفحہ ۳۲۴ مطبع دارالجیل بیروت۔ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا اِقْبِضْنِیْ۔

مفسرین کو غلطی لگی ہے

فتح البیان جلد۲ صفحہ ۴۹ زیر آیت مُتَوَفِّیْکَ لکھا ہے:۔

وَ اِنَّمَا احْتَاجَ الْمُفَسِّرُوْنَ اِلٰی تَاْوِیْلِ الْوَفَاۃِ بِمَا ذُکِرَ لِاَنَّ الصَّحِیْحَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی رَفَعَہٗ اِلَی السَّمَاءِ مِنْ غَیْرِ وَفَاتٍ کَمَا رَجَّحَہٗ کَثِیْرٌ مِّنَ الْمُفَسِّرِیْنَ وَاخْتَارَہٗ اِبْنُ جَرِیْرِ الطَّبْرِیُّ وَ وَجْہُ ذٰلِکَ اَنَّہٗ قَدْ صَحَّ فِی الْاَخْبَارِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ نُزُوْلُہٗ وَ قَتْلُہُ الدَّجَّالَ۔ یعنی کہتے ہیں کہ مفسرین نے جو وفات عیسیٰؑ کی نص کی تاویلیں کی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حدیثوں میں ان کے لیے نزول کا لفظ دیکھا اور ان کے قتل دجال کا بیان پڑھا۔

حالانکہ نزول سے آسمان پر جانا اور قتل دجال کے ذکر سے بعینہٖ ان کا زندہ رہنا ثابت نہیں ہوتا۔

(تفصیل اپنی جگہ پر دیکھیں)

دوسری دلیل:۔ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (آل عمران:۵۶)

ترجمہ: جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰؑ میں ہی تجھے وفات دینے والا ہوں اور عزت دینے والا ہوں تجھ کو اور یہودِ نامسعود کے اعتراضات سے تجھے بری الذمہ کرنے والا ہوں اور تیرے ماننے والوں کو قیامت تک نہ ماننے والوں پر غالب کرنے والا ہوں۔

استدلال:۔ اللہ تعالیٰ نے مُتَوَفِّیْکَ کو پہلے رکھا ہے، ہمارا کوئی حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ترتیب کو بدلیں ورنہ اس کی حکمت پر الزام آئے گا کہ اس نے اس چیز کو جو پیچھے تھی بلاوجہ آگے کر دیا (نعوذ باللہ)

دوم:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حضورؐ پہلے صفا کا طواف کریں گے یا مروہ کا۔ آپ نے فرمایا:۔ اَبْدَءُ بِمَا بَدَأَ اللّٰہُ اس سے شروع کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے۔ پس ہمیں بھی وہی پہلے رکھنا چاہیے جس کو اللہ تعالیٰ نے پہلے رکھا ہے۔ (نیز دیکھو محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۵۹۳ ناشر مطبع المکتبۃ السّلفیہ شیش محل روڈ لاہور۔ بحوالہ مسلم وجلالین)

سوم:۔ اگر مُتَوَفِّیْکَ کو پیچھے کیا جائے تو ساری ترکیب ہی درہم برہم ہو جائے گی اور صحیح طور پر مُتَوَفِّیْکَ کی کوئی جگہ نہ ہوگی۔ کیونکہ وعدہ نمبر ۴ اب شروع ہے اور الی یوم القیامۃ رہے گا۔ تَوَفِّیْ کے معنے اوپر گزر چکے ہیں اور رفع کے معنے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰہُ اِلَیْهِ (النساء:۱۵۹) کی بحث میں ملاحظہ کریں۔

غیر احمدی:۔ واوٗ ترکیب کے لیے نہیں ہوتی جیسا کہ قرآن مجید کی آیت وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ (النحل:۷۹) میں ہے۔

جواب:۔ آیت محولہ میں تو نہایت پر معارف ترتیب ہے کیونکہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس وقت اس کی آنکھیں بند ہوتی ہیں ہاں کان کھلے ہوتے ہیں، سن سکتا ہے اسی لئے سب سے پہلے اس کے کان میں اذان دینے کا حکم ہے۔ پس اس وجہ سے قرآن مجید میں سَمْع (سننے کو) پہلے رکھا گیا ہے۔ دیکھنے کی وقت بعد میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس لیے اَبْصَار کو بعد میں بیان کیا گیا ہے اور چونکہ عقل اور سمجھ

بہت بعد میں آتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اَفْئِدَةَ (دل) کو سب سے پیچھے رکھا ہے۔ ''دل'' عقل کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا (الاعراف:۱۸۰) کہ ان کے دل ہیں مگر ان دلوں سے یہ سمجھتے نہیں۔ پس آیت قرآنی میں حد درجہ ایمان افروز ترتیب ہے اس طرح وَ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ (البقرۃ:۵۹) میں بھی ہر دو مقامات پر عدم ترتیب نہیں کیونکہ حِطَّةٌ کہنا دروازے میں داخل ہونے کے ساتھ ہی ہر دو مقامات میں بیان ہوا ہے یعنی دروازے میں داخل ہونا اور حِطَّةٌ کہنا قرآن مجید کی دونوں آیات وَ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ اور قُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا میں بیک وقت وقوع میں آنا بیان ہوا ہے۔ پس اس میں بھی تقدیم تاخیر کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ پس حق اور سچ بات یہی ہے کہ انسان کے کلام میں تو واؤ عالیہ اگر بغیر صحیح ترتیب کے مستعمل ہو تو ممکن ہے مگر اللہ تعالیٰ کا کلام بغیر ترتیب کے نہیں ہوسکتا۔ تعجب ہے کہ حیات مسیح کے باطل عقیدہ نے تم کو قرآن مجید کے مرتب اور مسلسل کتاب ہونے کا بھی منکر بنا دیا ہے۔ سچ ہے

؎ خشت اوّل چوں نہد معمار کج تا ثریا مے رود دیوار کج

تیسری دلیل: ۔ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ (المائدۃ:۷۶) ترجمہ: ۔نہیں مسیح ابن مریم مگر ایک رسول البتہ آپ سے پہلے رسول سب فوت ہو چکے اور آپ کی والدہ راستباز تھی۔ وہ دونوں ماں بیٹا کھانا کھایا کرتے تھے۔

استدلال: ۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ اور مریم کے ترک طعام کو ایک جگہ بیان فرما کر ظاہر کر دیا کہ دونوں کے یکساں واقعات ہیں۔ اب مریم کے ترک طعام کی وجہ موت مسلّم ہے تو ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیحؑ کے ترک طعام کی بھی یہی وجہ تھی کیونکہ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ماضی استمراری ہے۔ گویا اب نہیں کھاتے لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ (الانبیاء:۹) یعنی ان (انبیاء) کو ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا جو کھانا نہ کھاتا ہو یا ہمیشہ رہنے والا ہو۔ حدیث میں بھی آنحضرتؐ فرماتے ہیں وَلَا مُسْتَغْنِیٌ عَنْهُ رَبَّنَا (بخاری کتاب الاطعمة باب ما یقول اذا فرغ من طعامه) اے ہمارے رب ہمارے لئے اس سے استغناء نہیں ہوسکتا۔ پس بشر بصورت زندگی تو محتاج طعام ہے پس مسیح کا احتیاج سے سوائے موت کے بری ہونا کیونکر ممکن ہے؟

چوتھی دلیل: ۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ

انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ (آل عمران: ۱۴۵)

ترجمہ: آنخضرتؐ صرف ایک رسول ہیں آپ سے پہلے کے سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ پس اگر یہ مر جائے یا قتل کیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔

استدلال:۔اس آیت میں آنخضرتؐ سے پہلے تمام رسولوں کی نسبت گزر جانے کی خبر دی ہے اور گزر جانے کے طریق صرف دو قرار دیئے ہیں، موت اور قتل۔ یعنی بعض بذریعہ موت طبعی گزرے اور بعض بذریعہ قتل۔ اگر کوئی تیسری صورت گزرنے کی ہوتی تو اس کا بھی آیت میں ذکر ہوتا۔ مثلاً آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کی صورت جو مسیح کے متعلق خیال کی جاتی ہے۔ چنانچہ اس کی تائید تفسیروں کے ان حوالجات سے بھی ہوتی ہے جو زیر عنوان ''خَلَا کے معنے تفسیر میں'' درج ہیں۔ (دیکھو صفحہ ۲۴۹)

اس آیت میں صاف لکھا ہے کہ آنخضرتؐ سے پہلے سب رسول گزر چکے ہیں یعنی فوت ہو چکے ہیں جن میں حضرت عیسیٰؑ بھی شامل ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ چونکہ آیت مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (المائدة:۷۶) میں سے بظاہر مسیحؑ باہر رہ جاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات کا بالتخصیص ذکر فرمانے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔

غیر احمدی عذرات کا جواب

مصنف محمدیہ پاکٹ بک نے اس ضمن میں صفحہ ۵۷۶، ۵۷۷ پر جو ترجمہ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفہ اولؓ کا جنگ مقدس، شہادۃ القرآن اور فصل الخطاب کے حوالہ سے دیا ہے کہ ''کئی رسول'' یا ''بہت سے رسول''۔ یہ غیر احمدیوں کے چنداں مفید طلب نہیں ہوسکتا کیونکہ اس ترجمہ سے باقی رسولوں کی نفی نہیں ہوتی۔ البتہ اگر چند رسول یا بعض رسول ہوتا تو کوئی بات بھی تھی ورنہ جس قدر رسول آنخضرتؐ سے قبل گزر چکے تھے۔ اس میں کیا شک ہے کہ وہ ''کئی'' اور ''بہت سے'' تھے۔

غیر احمدی:۔ قرآن مجید میں آتا ہے قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ (الرعد:۷) اس سے پہلے بہت سے عذاب گزر چکے ہیں۔ کیا یہاں خلا کے معنے موت ہیں؟

(محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۶۰۹ ناشر المکتبۃ السّلفیہ شیش محل روڈ لاہور)

جواب:۔ ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ خَلَا کا لفظ بصیغۂ ماضی جب انسانوں کے متعلق استعمال ہو تو ہمیشہ وفات یافتہ انسانوں ہی کے متعلق آتا ہے مگر کیا تمہاری پیش کردہ آیت میں مَثُلٰتُ (الرعد:۷) (عذاب) ذی روح ہے؟

محمدیہ پاکٹ بک کی پیش کردہ دوسری آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ (الرعد:۳۱) میں ہلاک شدہ قومیں ہی مراد ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ رعد میں فرمایا:

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ؕ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ ؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ (ابراھیم:۱۰)

یعنی کیا تمہیں ان قوموں کی خبر نہیں ملی جو تم سے پہلے تھیں یعنی قوم نوح، عاد، ثمود اور وہ لوگ جو ان کے بعد ہوئے جن کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا ان کے پاس رسول آئے تو انہوں نے ان کا انکار کیا۔

انہی اقوام کی تباہی اور ہلاکت کی تفصیل سورۂ ہود اور دوسری سورتوں میں متعدد مقامات پر قرآن مجید میں دی گئی ہے۔ پس تمہاری پیش کردہ سورۃ رعد والی آیت میں بھی خَلَتْ کے معنے ہلاک شدہ ہی کے ہیں نہ کچھ اور۔

خَلَا کے معنی از روئے قرآن کریم

رَفَعَ اِلَى السَّمَاءِ خَلَا کے اندر داخل نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ اس قسم کا خلا کسی کا نہیں ہوتا۔ اگر کوئی کہے کہ چونکہ آنحضرتؐ نے آسمان پر نہ جانا تھا اس لیے وہ ذکر نہ کیا گیا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت نے تو قتل بھی نہ ہونا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا تھا وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدة:٦٨) پھر قتل کا ذکر کیوں کیا۔ معلوم ہوا کہ رَفَع اِلَى السَّمَاءِ۔ خَلَا میں شامل نہیں۔

دوم:۔ بہت جگہ یہ لفظ قرآن کریم میں موت کے معنی میں استعمال ہوا ہے، ملاحظہ ہو:

۱۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ — دو (۲) مرتبہ (البقرة:۱۳۵، ۱۴۲)

۲۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (المائدة:۷۶)

۳۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ (الرعد:۳۱)

۴۔ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ (حم السجدة:۲۶)

۵۔ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ (الاحقاف:۱۸)

۶۔ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ (الاحقاف:۱۹)

۷۔ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ (الاحقاف:۲۲)

۸۔ اَلَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ (یونس:۱۰۳)

۹۔ وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ (النور:۳۵)

۱۰۔ اَ لَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ (الاحزاب:۳۹)

خَلَا کے معنی از لغتِ عرب

سوم:۔لغت سے خَلَا کے معنی مَاتَ کے ثابت ہیں:۔

خَلَا فُلَانٌ اِذَا مَاتَ (لسان العرب زیر مادہ ''خلا'')۔**خَلَا الرَّجُلُ اَیْ مَاتَ** (اقرب الموارد زیر لفظ خلا)

خَلَا فُلَانٌ اَیْ مَاتَ (تاج العروس زیر لفظ خلا)

شعر کی مثال ؎

اِذَا سَیِّدٌ مِّنَّا خَلَا قَامَ سَیِّدٌ

قَؤُوْلٌ لِّمَا قَالَ الْكِرَامُ فُعُوْلٌ

(دیوان الحماسہ لأبی تمام جبیر بن اوس الطائی شاعر السموال بن عاد باب الحماسہ ناشر المکتبۃ السّلفیہ لاہور)

خلا کے معنی از تفاسیر

۱۔تفسیر مظہری زیر آیت **وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ......قَدْ خَلَتْ. مَضَتْ وَ مَاتَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ فَسَیَمُوْتُ هُوَ اَیْضًا**۔(ایضاً جلد۲ صفحہ۱۴۷)

۲۔تفسیر جامع البیان صفحہ۶۱۔**قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ بِالْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ فَیَخْلُوْا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.** (ایضاً جز نمبر۱ صفحہ۱۰۳)

۳۔تفسیر بحر مواج جلد۱ صفحہ۴۱۳۔معنی این است کہ بدرستی از و پیغمبران گزشتہ اند و ہمہ از جہان رفتہ اند۔

۴۔تفسیر سراج منیر جلد۱ صفحہ۲۵۱۔**فَسَیَخْلُوْا كَمَا خَلَوْا بِالْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ** یعنی پہلے رسول یا مر گئے یا قتل ہو گئے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہوں گے۔

۵۔تفسیر خازن زیر آیت **وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل ......۔ وَ مَعْنَى الْاٰیَةِ فَسَیَخْلُوْا مُحَمَّدٌ كَمَا خَلَتِ الرُّسُلُ مِنْ قَبْلِهٖ.**

۶۔حضرت امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَ حَاصِلُ الْكَلَامِ اَنَّهٗ تَعَالٰى بَیَّنَ اَنَّ قَتْلَهٗ لَا یُوْجِبُ ضُعْفًا فِیْ دِیْنِهٖ بِدَلِیْلَیْنِ.

(اَ لْاَوَّلُ) بِالْقِیَاسِ عَلٰى مَوْتِ سَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ وَ قَتْلِهِمْ.

(وَ الثَّانِیْ) اَنَّ الْحَاجَةَ اِلَی الرَّسُوْلِ لِتَبْلِیْغِ الدِّیْنِ وَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَلَا حَاجَةَ اِلَیْهِ فَلَمْ یَلْزِمْ مِنْ قَتْلِهٖ فَسَادُ الدِّیْنِ (تفسیر کبیر رازی زیر آیت ما کان لنفس ان تموت الا باذن الله ......) کہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ آنخضرتؐ کے قتل ہو جانے سے آپ کے دین میں کوئی کمزوری واجب نہیں آتی۔ اوّل اس وجہ سے کہ تمام گزشتہ انبیاء کی موت اور قتل پر قیاس کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ نبی کی بعثت کی غرض تو تبلیغ دین ہوتی ہے۔ پس جب وہ تبلیغ دین کا فریضہ ادا کر چکے تو پھر اس کو زندہ رکھنے کی کوئی حاجت نہیں رہتی۔

۷۔ **حضرت داتا گنج بخش صاحبؒ** اس آیت کا ترجمہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔ ''یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض رسول خدا ہیں۔ ان کے پہلے بھی رسول راہ رَو عالم آخرت ہوئے۔ کیا اگر حضرتؐ انتقال فرما گئے یا قتل کئے گئے تو تم پیچھے قدم ہٹ جاؤ گے یعنی الٹی چال چلو گے۔''

(کشف المحجوب مترجم اردو صفحہ ۳۷۔ باب ۳ تصوف کے بیان میں ''فارسی'' عشرت پبلشنگ اڈس ہسپتال روڈ انارکلی لاہور)

۸۔ تفسیر مدارک برحاشیہ خازن زیر آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل ......خَلَتْ. مَضَتْ. فَسَیَخْلُوْا.

۹۔ تفسیر کشاف زیر آیت وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل ...... فَسَیَخْلُوْا کَمَا خَلَوْا۔ نبی کریمؐ کا خَلَا ویسے ہی ہوگا جیسے پہلوں کا ہو چکا ہے۔

۱۰۔ تفسیر قنوی علی البیضاوی صفحہ ۱۲۴۔ جلد ۳۔ فَسَیَخْلُوْا کَمَا خَلَوْا بِالْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ...... اِنَّهُمْ اعْتَقَدُوْا اِنَّهٗ رَسُوْلٌ کَسَائِرِ الرُّسُلِ فِیْ اِنَّهٗ یَخْلُوْا کَمَا خَلَوْا رُدَّ عَلَیْهِمْ اِنَّهٗ لَیْسَ اِلَّا رَسُوْلًا کَسَائِرِ الرُّسُلِ فَسَیَخْلُوْا کَمَا خَلَوْا۔ یعنی لوگوں نے اعتقاد کیا کہ آنخضرتؐ فوت نہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ باقی رسول جب فوت ہو گئے تو یہ کیوں نہ فوت ہوں گے۔

اس آیت سے وفات مسیحؑ پر صحابہ کرامؓ کا اجماع

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات صدمہ آفات نے صحابہؓ کی کمر ہمت کو توڑ دیا حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے کہنا شروع کیا کہ جو کوئی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فوت شدہ کہے گا اس کی گردن اڑا دوں گا۔ چنانچہ بخاری کتاب النبیؐ الٰی کسریٰ و قیصر باب مرض النبیؐ و وفاتہٖ میں مندرجہ ذیل حدیث ہے:۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ خَرَجَ وَ عُمَرُ یُکَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ اجْلِسْ یَا

عُمَرُ فَاَبٰی عُمَرُ اَنْ یَّجلِسَ فَاَقْبَلَ النَّاسُ اِلَیْهِ وَ تَرَکُوْا عُمَرَ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ اَمَّا بَعْدُ مَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ قَالَ اللّٰهُ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اِلٰی قوله الشّٰکِرِیْنَ وَ قَالَ وَاللّٰهِ لَکَاَنَّ النَّاسَ لَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ حَتّٰی تَلَاهَا اَبُوْ بَکْرٍ فَتَلَقّٰهَا مِنْهُ النَّاسُ کُلُّهُمْ فَمَا اَسْمَعُ بَشَرًا مِنَ النَّاسِ اِلَّا یَتْلُوْهَا. فَاَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ ابْنُ الْمُسَیِّبِ اَنَّ عُمَرَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا سَمِعْتُ اَبَا بَکْرٍ تَلَاهَا فَعَقَرْتُ حَتّٰی مَا تُقِلُّنِیْ رِجْلَایَ وَ حَتّٰی اَهْوَیْتُ اِلَی الْاَرْضِ حِیْنَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ۔

یہ خطبہ مسند امام ابوحنیفہؒ صفحہ ۱۸۸ اور حمام الاسلامیہ صفحہ ۵۴ پر بھی موجود ہے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے خطبہ پڑھا جس میں بتایا کہ جس طرح اور رسول فوت ہو چکے ہیں آنحضرتؐ بھی فوت ہو گئے ہیں۔ جس پر صحابہؓ میں سے کسی نے انکار نہ کیا اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اتنا صدمہ ہوا کہ میں کھڑا نہ ہوسکتا تھا اور زمین پر گر گیا اور میں نے سمجھ لیا کہ آنحضرتؐ فی الواقعہ فوت ہی ہو چکے ہیں۔

اس سے یوں استدلال ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے استدلال کو اس طرح توڑا ہے کہ آپؐ ایک رسول ہیں اور آپؐ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ اگر حضرت عمرؓ یا کسی اور صحابی کے ذہن میں بھی یہ بات ہوتی کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ بجسدہ العنصری ہیں تو وہ آگے سے فوراً کہہ دیتا ہے کہ ابھی عیسیٰؑ بھی تو رسول ہی تھے وہ پھر کیوں زندہ ہیں، لیکن کسی کا ایسا نہ کرنا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ ان کے وہم میں بھی حیاتِ عیسیٰؑ کا عقیدہ نہ تھا بلکہ وہ سب کو وفات یافتہ تسلیم کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے سرِ تسلیم خم کیا اور بالکل چون و چرا نہ کی۔

اس اجماع سے ان روایات کی بھی حقیقت کھل جاتی ہے جو بعض صحابہ کرامؓ کی طرف حیاتِ عیسیٰؑ کے بارے میں منسوب کی جاتی ہیں۔ کیونکہ اگر کوئی ایسی روایت ہوتو اس کی دوصورتیں ہیں (۱) یا تو وہ اس سے پہلے کی ہے (۲) یا بعد کی۔ صورت اوّل میں وہ قابل استناد نہیں، کیونکہ اجماع سے وہ گر جائے گی اور صورت ثانی میں بہر حال قابلِ ردّ۔

اعتراض:۔ اگر اَلرُّسُل کا الف لام استغراقی مانا جائے تو لازم آتا ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے ہی تمام رسول فوت ہو جائیں کیونکہ مِنْ قَبْلِهٖ بوجہ مقدم ہونے کے اَلرُّسُل کی صفت نہیں بن سکتی۔ ہاں خَلَتْ

فعل کے ساتھ متعلق ہوسکتی ہے۔لہٰذا لازم آیا کہ آنحضرتؐ سے پہلے ہی تمام رسول فوت ہوں ورنہ آنحضرتؐ اور مرزا صاحبؑ دونوں کی نفی ہوئی۔

جواب:۔''مِنْ قَبْلِهِ''''اَلرُّسُل'' کی صفت ہی ہے جس کے معنی ہیں کہ تمام وہ رسول فوت ہو گئے جو آنحضرتؐ سے پہلے تھے اور صفت کا موصوف سے پہلے آنا جائز ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔

صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ اللّٰهِ (ابراھیم:۲،۳)

عَزِيْزٌ اور حَمِيْدٌ اللہ کی صفات ہیں جو اس پر اس آیت میں مقدم مذکور ہیں۔چنانچہ لکھا ہے۔وَ يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ الْعَزِيْزُ الْحَمِيْدُ صِفَتَيْنِ مُتَقَدِّمَيْنِ وَ يُعَرِّبُ الْاِسْمُ الْجَلِيْلُ مَوْصُوْفًا مُتَأَخِّرًا (روح المعانی زیر آیت الی صراط العزیز الحمید)

۲۔ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ اللّٰهَ رَبَّكُمْ (الصّٰفّٰت:۱۲۶،۱۲۷)

کیا تم بعل کو پکارتے (پوجتے) ہو اور اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ (یعنی سب سے اچھا بنانے والے) خدا کو جو تمہارا رب ہے چھوڑتے ہو۔اس آیت میں اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ صاف طور پر اللہ کی صفت ہے مگر موصوف یعنی اللہ بعد میں ہے، اور صفت احسن الخالقین اس پر مقدم مذکور ہے۔اسی طرح مِنْ قَبْلِهِ اَلرُّسُل بھی صفت ہے اور اس پر مقدم مذکور ہے۔فلا اعتراض۔

پانچویں دلیل:۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (النحل:۲۱،۲۲)

ترجمہ:۔ یہ مشرک جن لوگوں کو اللہ کے سوائے پکارتے ہیں وہ ایسے ہیں کہ انہوں نے کچھ پیدا نہیں کیا وہ پیدا کیے گئے ہیں۔مردہ ہیں زندہ نہیں اور نہیں جانتے کہ کب وہ اٹھائے جائیں گے۔

استدلال:۔حضرت عیسیٰؑ بھی ان ہستیوں میں سے ہیں جن کو معبود مانا جاتا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (المائدۃ:۱۸) پس وہ بھی وفات یافتہ ہیں۔ان کا کہیں استثناء نہیں۔

نوٹ:۔بعض حیلہ ساز لوگ اس جگہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اَمْوَاتٌ. مَيِّتٌ کی جمع ہے یعنی مرنے والے ہیں کسی وقت ضرور مریں گے۔

جواب:۔ یہ بالکل غلط ہے کہ اَمْوَاتٌ. مَيِّتٌ کی جمع ہے۔اَمْوَاتٌ تو مَيْتٌ کی جمع ہے جس کے معنے

ہیں ''مرے ہوئے'' اور مَیِّتٌ کی جمع مَیِّتُوْنَ ہے۔ دیکھو لغت کی کتاب المنجد زیر لفظ موت۔ اور آیت بھی اس کی مؤیّد ہے کیونکہ اس میں اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ (النحل: ۲۲) یعنی ایسے اموات جو زندہ نہیں ہیں۔ پس اَمْوَاتٌ کو مَیِّتٌ کی جمع قرار دینا زبان اور قرآن دونوں سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

اگر ملائکہ اور جنوں کا اعتراض کرو تو یاد رہے کہ وہ عالمِ امر سے ہیں اور یُخْلَقُوْنَ (النحل: ۲۱) میں عالم خلق کا بیان ہے اس لئے ان کا یہاں ذکر نہیں۔ ہاں حضرت عیسیٰؑ کا ذکر ہے۔ ملائکہ اور جنوں کے نہ مرنے کا کیا ثبوت ہے؟ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ (العنکبوت: ۵۸) کے کلیہ سے وہ کیونکر باہر رہ سکتے ہیں۔

چھٹی دلیل: ۔ آیت قَالَ فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَ فِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ (الاعراف: ۲۶)

ترجمہ: ۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو فرمایا کہ تم اسی زمین میں ہی زندگی بسر کرو گے اور اسی میں مرو گے اور پھر اسی سے اٹھائے جاؤ گے۔

استدلال: ۔ یہ ایک عام قانونِ الٰہی ہر فرد بشر پر حاوی ہے تو کیونکر ہوسکتا ہے کہ فِیْهَا تَحْیَوْنَ کے صریح خلاف حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ موجود ہوں۔ اس آیت میں تَحْیَوْنَ (فعل) پر فِیْهَا (ظرف) مقدم ہے۔ پس از روئے قواعدِ نحو اس میں حصر ہے جس سے استثناء ممکن نہیں۔

نوٹ: ۔ اس آیت کی تائید میں یہ آیتیں بھی ہیں: ۔ ۱۔ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا اَحْیَآءً وَّ اَمْوَاتًا (المرسلات: ۲۶، ۲۷) کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنایا؟

۲۔ وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ (البقرۃ: ۳۷) اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا ہے اور فائدہ اٹھانا ایک مدت تک۔

ساتویں دلیل: ۔ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا (مریم: ۳۲)

ترجمہ: ۔ (حضرت عیسیٰؑ کہتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تاکیدی حکم دیا ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں نماز پڑھتا اور زکوٰۃ ادا کرتا رہوں۔

استدلال: ۔ حضرت عیسیٰؑ کا زکوٰۃ دینا ان کی تمام زندگی بھر فرض قرار دیا گیا ہے اس سے لازم آتا ہے کہ ان کے پاس زکوٰۃ دینے کے لائق روپیہ بھی ہو اور مستحقین زکوٰۃ بھی زندہ رہیں۔ پس آسمان میں اگر وہ زندہ فرض کیے جاویں تو وہاں روپیہ اور زکوٰۃ لینے والوں کا ایک گروہ بھی ان کے ہمراہ ہونا ضروری ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اگر کہو کہ حضرت عیسیٰؑ کے پاس وہاں مال نہیں اس لیے ان پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ تو

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ان کے پاس مال نہیں رہنا تھا تو مَادُمْتُ حَیًّا (مریم: ۳۲) کی بجائے مَا دُمْتُ عَلَی الْاَرْضِ کہنا چاہیے تھا۔ جس کا مطلب یہ ہوتا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ''میں جب تک زمین پر رہوں۔'' زکوٰۃ دیتا رہوں۔ پس حضرت عیسیٰؑ کو خدا تعالیٰ کا خاص طور پر زکوٰۃ دینے کا حکم بتاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صاحبِ نصاب تھے اور جب تک زندہ رہے صاحب نصاب رہے۔

دوسرا سوال اس آیت کے متعلق یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر جو نماز پڑھتے ہیں تو کس طرف منہ کر کے؟ اگر کہو کہ عرش خداوندی کی طرف منہ کر کے پڑھتے ہیں تو اس پر سوال یہ ہے کہ ان کو وہ کیسے معلوم ہوئی۔ اگر کہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بذریعہ وحی بتادی ہوگی تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیحؑ اسلامی نماز اس لئے نہیں پڑھتے کہ یہ آنحضرتؐ پر نازل ہوئی تھی بلکہ اس لئے کہ یہ خود ان پر نازل ہوئی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ابھی تک موسوی شریعت منسوخ نہیں ہوئی۔ اگر کہو کہ آنحضرتؐ نے حضرت عیسیٰؑ کو معراج کی رات عندالملاقات بتادی ہوگی تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ معراج کی رات جب حضرت عیسیٰؑ آنحضرتؐ سے ملے ہیں اس وقت تک ابھی نماز فرض ہی نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کے بعد فرض ہوئی۔ اور نماز کے فرض ہونے کے بعد آنحضرتؐ کے ساتھ ان کی ملاقات ثابت نہیں۔

پھر سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ دارالعمل میں ہیں یا دارالجزاء میں؟ اگر کہو دارالعمل میں تو پھر ان پر نماز وزکوٰۃ وغیرہ تمام اعمال کا بجالانا فرض ہے۔ اور اگر کہو دارالجزاء میں تو وہ دو قسم کا ہے (۱) دوزخ (۲) جنت۔ حضرت عیسیٰؑ اوّل الذکر میں تو جا نہیں سکتے۔ پس معلوم ہوا کہ وہ جنت میں ہیں اور جنت کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ (الحجر: ۴۹) کہ جنتی جنت سے نکالے نہیں جائیں گے۔ پس حضرت عیسیٰؑ اب دنیا میں واپس نہیں آسکتے۔

آٹھویں دلیل:۔ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا (مریم: ۳۴)

ترجمہ:۔ (حضرت عیسیٰؑ کہتے ہیں) کہ سلامتی ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں دوبارہ اٹھایا جاؤں گا۔

استدلال:۔ سلامتی کے یہ تینوں اوقات بعینہٖ اس سورت میں حضرت یحییٰؑ کے لیے بھی آئے ہیں اور اگر بفرض محال حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں اور یہود نا مسعود کے نرغے سے بچ کر آسمان پر جا بیٹھے ہیں تو اس

سلامتی کا کہاں ذکر ہے؟ وہ تو زیادہ اظہار امتنان کا موقعہ تھا۔ان مواقع مذکورہ میں تو سب نبی مورد سلامتی بنتے ہیں، آپ کے شریک ہیں، لیکن دو اہم اور عظیم الشان واقعات کی حضرت مسیحؑ کے ساتھ خصوصیت ہے، یعنی آسمان پر جانا اور آسمان سے واپس آنا، یہ سلامتی کے ساتھ ذکر کرنے کے زیادہ قابل تھے۔ خصوصاً جب کہ یہ مسیح کا کلام ان کے اختیار سے نہیں بلکہ وحی الٰہی کے ماتحت ہے۔

نویں دلیل:۔آیت وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل: ۹۴)

کفار نے آنحضرتؐ سے جو نشانات طلب کیے ان میں سے ایک یہ بھی نشان انہوں نے طلب کیا اور سب سے اس کو آخر میں رکھا اور اپنے ایمانی فیصلہ کو اس پر ٹھہرایا کہ آپؐ آسمان پر جائیں اور وہاں سے کتاب لائیں جس کو ہم پڑھ کر آپ پر ایمان لائیں۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ حکم دیا کہ کہو میرا ربّ پاک ہے۔میں بندہ رسول ہوں۔یعنی اللہ کی قدرت میں تو کسی قسم کا نقص نہیں، لیکن رسول کو آسمان پر لے جانا سنت اللہ نہیں۔

جائے غور ہے کہ کفار کا یہ کہنا کہ تو آسمان پر چڑھ جاوے اور کتاب لاوے تب ہم ایمان لائیں گے، تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو آسمان پر نہ اٹھالیا تا کہ سب کفار ایمان لے آویں، بلکہ یہ فرمایا کہ ایسا نہ ہوگا۔جس کی وجہ یہ ہے کہ تو ایک بشر رسول ہے اور بشر رسول آسمان پر نہیں جایا کرتے۔بھائیو! غور کرو جب حضرت عیسیٰؑ بھی بشر رسول ہیں تو وہ کیونکر آسمان پر جاسکتے ہیں۔

غیرت کی جا ہے عیسیٰؑ زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہِ جہاںؐ ہمارا

دسویں دلیل:۔ آیت وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ (الانبیاء:۳۵)

ترجمہ:۔اور ہم نے تجھ سے پہلے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کسی انسان کو غیر طبعی زندگی نہیں دی۔کیا یہ ہوسکتا ہے کہ تُو تو فوت ہو جائے اور وہ زندہ رہیں۔

استدلال:۔مسلمانو! دیکھو اللہ تعالیٰ کس قدر غیرت سے فرماتا ہے کہ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ لیکن ایک تم ہو کہ عیسیٰؑ کو تو زندہ مانتے ہو مگر اس سید المعصومینؐ کو فوت شدہ تسلیم کرتے ہو۔استدلال صاف ہے، زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں۔اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ تُو تو جو انفع للناس

ہے دنیا سے رحلت کر جائے اور اَور کوئی تجھ سے پہلے کا زندہ ہو۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیحؑ فوت ہو گئے۔

گیارھویں دلیل:۔آیت وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗۤ اَحْمَدُ (الصّف:۷) حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام نے بشارت دی کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا اس کا نام احمد ہو گا۔

تم کہتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احمد ہیں تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں کیونکہ احمد نے بہرحال مِنْۢ بَعْدِیْ ہی آنا ہے۔ اگر آج بقول تمہارے وہی عیسیٰ ابن مریم واپس آ جائیں تو آنحضرتؐ احمد ان سے پہلے ہو جائیں گے نہ کہ بعد۔ تو کیا اس وقت قرآن میں سے مِنْۢ بَعْدِیْ کاٹ کر اس کی جگہ اور تبدیلی کر دو گے؟

پس ثابت ہوا کہ اب جبکہ احمد آ چکا ہے تو حضرت عیسیٰؑ واپس نہیں آ سکتے۔

بارھویں دلیل:۔آیت وَیَوْمَ نَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا مَکَانَکُمْ اَنْتُمْ وَ شُرَکَآؤُکُمْ ۚ فَزَیَّلْنَا بَیْنَھُمْ وَ قَالَ شُرَکَآؤُھُمْ مَّا کُنْتُمْ اِیَّانَا تَعْبُدُوْنَ (یونس:۲۹)

ترجمہ:۔ اور جس دن ہم ان کو اکٹھا کریں گے اور پھر ہم ان سے جنہوں نے شرک کیا کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ پھر ہم ان کے درمیان جدائی ڈال دیں گے اور ان کے معبود مشرکوں سے کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے۔ ہم تو یقیناً تمہاری عبادت سے غافل ہیں۔

فَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًۢا بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اِنْ کُنَّا عَنْ عِبَادَتِکُمْ لَغٰفِلِیْنَ (یونس:۳۰)

ان آیات سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن تمام معبودانِ باطلہ خدا کو گواہ رکھ کر کہیں گے کہ ہم کو معلوم نہیں کہ یہ لوگ ہماری عبادت کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بھی انہی معبودوں میں سے ہیں کہ جن کی خدا کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ جیسا کہ لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ (المائدۃ:۱۸) سے ثابت ہے۔ اب اگر بقول غیر احمدیان حضرت عیسیٰؑ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں اور صلیبوں کو توڑیں تو وہ کس طرح قیامت کے دن خدا تعالیٰ کو گواہ رکھ کر یہ کہیں گے کہ مجھے معلوم نہیں کہ عیسائی میری عبادت کرتے اور مجھے خدا بناتے تھے؟

یا تو یہ کہو کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰؑ غلط بیانی کریں گے یا یہ تسلیم کرو کہ اب دوبارہ دنیا میں وہ

تشریف نہیں لائیں گے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نعوذ باللہ غلط بیانی سے کام لیں۔ پس دوسری بات ہی درست ہے کہ وہ واپس دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے۔ و ھٰذا ھُو المراد۔

دیگر آیات:۔ ان مندرجہ بالا آیات کے علاوہ اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے والی اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:۔

۱۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَىْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا (النحل:۷۱)

ترجمہ:۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو وفات دیتا ہے اور بعض تم میں رذیل ترین عمر (انتہائی بڑھاپے) کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ جاننے کے بعد نہ جاننے والا بن جاتا ہے۔

ہمارے دوست بتائیں کہ کیا حضرت عیسیٰؑ کے اس قانون سے مستثنیٰ ہونے کا کوئی ثبوت ان کے پاس ہے؟ ہرگز نہیں۔

۲۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا (الحج:۶) ترجمہ اوپر گزر چکا ہے۔

۳۔ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ (یس:۶۹)

ترجمہ:۔ جس کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں ہم پھر اس کو خلقت میں الٹاتے ہیں یعنی وہ جوانی کے بعد بڑھاپے سے ہوتا ہوا نادان بن جاتا ہے۔ کیا حضرت عیسیٰؑ پر یہ قانون حاوی نہیں؟

۴۔ اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً (الروم:۵۵)

ترجمہ:۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے تم کو ضعف سے پیدا کیا اور پھر کچھ عرصہ کے لئے قوت عطا فرمائی اور پھر قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا بنایا۔

بقول مخالفینِ احمدیت بھی حضرت عیسیٰؑ نے آسمان پر جانے سے پیشتر قوت پائی تھی۔ اب اتنے عرصہ کے بعد ضرور ہے کہ آپ دوبارہ ضعف کا شکار ہو چکے ہوں اور دنیا میں آ کر بجائے خدمت دین کرنے کے اپنی ہی خدمت کرائیں۔

۵۔ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى

الْاَسْوَاقِ (الفرقان:۲۱)

ترجمہ:۔ہم نے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تجھ سے پہلے رسول نہیں بھیجے مگر وہ کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں پھرا کرتے تھے۔

صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سب رسولوں کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا ہے، منجملہ ان کے ایک حضرت عیسیٰؑ بھی ہیں۔لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ بھی اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرۃ:۱۵۷)

وفات مسیحؑ از احادیث

۱۔لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى حَيَّيْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِيْ۔

(تفسیر ابن کثیر زیر آیت اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ (آل عمران:۸۱) الیواقیت والجواہر شرح مواہب اللدنیہ جزء سادس صفحہ ۱۶۳ دار المعرفۃ بیروت لبنان وفتح البیان حاشیہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ وطبرانی کبیر)

ترجمہ:۔اگر موسیٰؑ وعیسیٰؑ زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔

(نیز البحر المحیط سورۃ الکہف استدلال بروفات خضر)

۲۔ لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى فِيْ حَيَاتِهِمَا لَكَانَا مِنْ اَتْبَاعِهٖ.

(مدارج السالکین مصنفہ امام ابن قیم جلد ۲ صفحہ ۳۱۳ و بشاراتِ احمدیہ مصنفہ علی حائری شیعہ صفحہ ۲۴ و براہین محمدیہ برحاشیہ بشارات احمدیہ صفحہ ۴۲)

ترجمہ:۔اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو ضرور آنحضرتؐ کے اتباع میں ہوتے۔

۳۔لَوْ كَانَ عِيْسٰى حَيًّا مَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِيْ۔(شرح فقہ اکبر مصری صفحہ ۱۰۰ طبع اول)

ترجمہ:۔اگر عیسیٰؑ زندہ ہوتا تو اسے میری پیروی کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔

نوٹ:۔ غیر احمدی علماء نے اس حدیث میں يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (النساء:۴۷) کے مطابق یہودیانہ خصلت کو پورا کر کے تحریف کر دی ہے۔شرح فقہ اکبر کا جو نسخہ ہندوستان میں چھپا ہے اس میں انہوں نے بجائے عیسیٰ کے موسیٰ کر دیا۔اور اس تحریف کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ شرح فقہ اکبر مصری ایڈیشن میں کتابت کی غلطی سے ’’موسیٰ‘‘ کی بجائے ’’عیسیٰ‘‘ لکھا گیا تھا۔ہم نے ہندوستانی ایڈیشن میں درست کر دیا ہے۔لیکن یہ عذر کس قدر غیر معقول ہے اس کا علم اس امر سے ہوسکتا ہے کہ شرح فقہ اکبر صفحہ ۹۹ و ۱۰۰ پر جہاں یہ حدیث ہے موسیٰؑ کا ذکر ہی نہیں بلکہ بحث حضرت عیسیٰؑ اور امام مہدی کی آمد کی

ہے۔ پھر موسیٰؑ کا نام اس موقعے پر آنا قرین قیاس ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ ہم مکمل حوالہ نقل کر دیتے ہیں:۔

''یَجْتَمِعُ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ بِالْمَھْدِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَ قَدْ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَیُشِیْرُ الْمَھْدِیْ لِعِیْسٰی بِالتَّقَدُّمِ فَیَمْتَنِعُ مُعَلِّلًا بِاَنَّ ھٰذِہِ الصَّلٰوۃُ اُقِیْمَتْ لَکَ فَاَنْتَ اَوْلٰی بِاَنْ تَکُوْنَ الْاِمَامُ فِیْ ھٰذَا الْمُقَامِ وَ یَقْتَدِیْ بِہٖ لِیُظْھِرَ مُتَابِعَتَہٗ لِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمَا اَشَارَ اِلَی ھٰذَا الْمَعْنِیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِہٖ لَوْ کَانَ عِیْسٰی حَیًّا مَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ۔'' (شرح فقہ اکبر ملا علی قاری صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔ حضرت عیسیٰؑ مہدی کے ساتھ ملیں گے، نماز کی اقامت کہی جائے گی تب مہدی آگے کھڑا ہونے کے لئے حضرت عیسیٰؑ کو اشارہ کریں گے مگر حضرت عیسیٰؑ اس عذر پر انکار کریں گے یہ نماز آپ کی خاطر قائم کی گئی ہے پس اس وجہ سے آپ امامت کے زیادہ حقدار ہیں۔ پس حضرت عیسیٰؑ امام مہدی کے پیچھے کھڑے ہوکر نماز پڑھیں گے تاکہ حضرت عیسیٰؑ اس بات کو ظاہر کر دیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ''اگر عیسیٰؑ زندہ ہوتا تو اس کو میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔''

اب دیکھ لیں اس موقعے پر حضرت عیسیٰؑ کے آنحضرتؐ کی متابعت کرنے کا ذکر ہے نہ کہ موسیٰؑ کی متابعت کا؟

پس مصری ایڈیشن میں جو عیسیٰ کا لفظ ہے وہ ''کاتب کی غلطی'' نہیں بلکہ ہندوستانی ایڈیشن میں ''موسیٰ'' کا لفظ لکھنا یقیناً تمہاری خیانت کا نتیجہ ہے۔ (خادمؔ)

۴۔ اَخْرَجَ الطَّبْرَانِیْ فِی الْکَبِیْرِ بِسَنَدِ رِجَالٍ ثِقَاتٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا......اِنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ عَاشَ عِشْرِیْنَ وَمِائَۃَ سَنَۃٍ رَوَاہُ الْحَاکِمُ فِی الْمُسْتَدْرَکَ.

(بحوالہ حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۸ و مواہب اللدنیہ جلد ۱ صفحہ ۴۲ و جلالین زیر آیت یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ راوی ابن عمرؓ حاشیہ)

ترجمہ: تحقیق عیسیٰ بن مریمؑ ایک سو بیس سال تک زندہ رہے۔ نیز دیکھو ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۹۔

۵۔ اِنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ عَاشَ عِشْرِیْنَ وَمِائَۃً وَ اِنِّیْ لَا اُرَانِیْ اِلَّا ذَاھِبًا عَلٰی رَأْسِ السِّتِّیْنَ۔ (کنز العمال الجزء ۱۱ کتاب الفضائل فضائل سائر الانبیاء صلوات اللہ و سلامہ......)

ترجمہ: فرمایا حضرت نبی کریمؐ نے کہ تحقیق عیسیٰ ابن مریم ۱۲۰ سال تک زندہ رہا تھا اور میں غالباً ۶۰ سال کی عمر کے سر پر کوچ کروں گا۔

غیر احمدی:۔ ’’اس روایت کا ایک راوی ابن لُهَيْعَه سخت ضعیف ہے۔‘‘ (محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۶۲۳ طبع ۱۹۵۰ء)

جواب:۔ یہ حدیث ایک طریق سے نہیں بلکہ کم از کم تین طریقوں سے مروی ہے یعنی حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے۔ اور یہی امر اس حدیث کے صحیح ہونے کا ثبوت ہے۔ ابن لُهَيْعَه تو ایک طریق کا راوی ہے مگر دوسرے طریقوں کے متعلق تمہارا کیا جواب ہے؟ خصوصاً اس کا کیا جواب جو لکھا ہے:۔

اَخْرَجَ الطَّبْرَانِیُ فِی الْکَبِیْرِ بِسَنَدِ رِجَالٍ ثِقَاتٍ (حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۸) اس حدیث کے راوی سب کے سب ثقہ ہیں۔

۲۔ باقی رہا ابنِ لُهَيْعَه۔ سو اس کی نسبت اسی تہذیب التہذیب میں جس کا حوالہ تم نے دیا ہے لکھا ہے:

سَمِعْتُ الثَّوْرِیْ یَقُوْلُ عِنْدَ ابْنِ لُهَيْعَةَ الْاُصُوْلُ وَ عِنْدَنَا الْفُرُوْعُ. قَالَ یَعْقُوْبُ ابْنُ عُثْمَانَ سَمِعْتُ اَحْمَدَ ابْنَ صَالِحٍ وَ کَانَ مِنْ خِیَارِ الْمُتَّقِیْنَ وَ یُثْنِیْ عَلَیْہِ......وَ قَالَ الْحَاکِمُ اسْتَشْهَدَ بِہٖ مُسْلِمٌ فِیْ مَوْضِعَیْنِ......وَ حَکٰی السَّاجِیْ عَنْ اَحْمَدَ ابْنِ صَالِحٍ کَانَ ابْنُ لُهَيْعَةَ مِنَ الثِّقَاتِ......قَالَ ابْنُ شَاهِیْنَ قَالَ اَحْمَدُ ابْنُ صَالِحٍ ابْنُ لُهَيْعَةَ لَثِقَةٌ۔

(تہذیب التہذیب جزء الثالث مطبع دار احیاء التراث العربی ذکر عبداللہ بن لہیعہ صفحہ ۲۴۲ تا ۲۴۴)

یعنی ثوری نے کہا کہ ابن لہیعہ کے پاس اصول ہیں اور ہمارے پاس فروع۔ اور بقول یعقوب بن عثمان ابن لہیعہ کی تعریف احمد بن صالح نے کی ہے، اور امام حاکم نے کہا ہے کہ ابن لہیعہ سے امام مسلم نے بھی دو مواقع پر استشہاد کیا ہے اور ساجی اور ابن شاہین کہتے ہیں کہ احمد بن صالح نے کہا ہے کہ ابن لہیعہ ثقہ راوی ہے۔

نیز لکھا ہے: **قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ اَحْمَدَ وَ مَا کَانَ مِثْلَ ابْنِ لُهَيْعَةَ بِمِصْرَ فِیْ کَثْرَةِ حَدِیْثِہٖ وَضَبْطِہٖ وَ اَتْقَانِہٖ.** (تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۳۷۵)

کہ ابوداؤد نے احمد سے نقل کیا ہے کہ تمام مصر میں ابن لہیعہ کے برابر کوئی شخص بھی حدیث کی کثرت اور مضبوطی روایت اور تقویٰ کے لحاظ سے نہ تھا۔

باقی مصنف محمدیہ پاکٹ بک نے جوقول احمد کا ابن لہیعہ کے غیر ثقہ ہونے کی تائید میں نقل کیا ہے اس کے آگے ہی لکھا ہے وَهُوَ يُقَوِّيْ بَعْضُهٗ بِبَعْضٍ (تهذيب التهذيب جلد۵ صفحہ ۳۷۵) کہ ابن لہیعہ کی ایک روایت کو دوسری روایت سے تقویت پہنچتی ہے۔

پس حدیث متنازعہ ایسی ہی ہے جو صرف ایک طریق سے مروی نہیں بلکہ تین مختلف طرق سے مروی ہے۔پس نہایت ثقہ اور مضبوط ہے وهو المراد۔

۶۔مَا مِنْ نَفْسٍ مَّنْفُوْسَةٍ فِي الْيَوْمِ يَأْتِيْ عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ وَ هِيَ يَوْمَئِذٍ حَيَّةٌ۔

(كنز العمال جلد۷ صفحہ ۱۷۰۔راوی جابر و مسلم کتاب نمبر ا)

ترجمہ:۔آج کوئی جاندار ایسا نہیں کہ اس پر سو(۱۰۰) سال آوے اور وہ فوت نہ ہو بلکہ زندہ ہو۔یعنی سو سال کے اندر ہر جاندار انسان جانور وغیرہ مر جائیں گے۔پس حضرت عیسیٰؑ بھی فوت ہو گئے۔

۷۔قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ رِيْحًا يَبْعَثُهَا عَلٰى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ تَقْبِضُ رُوْحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ. هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْاَسْنَادِ.

(مستدرك كتاب الفتن و الملاحم صفحہ ۴۵۷ مطابع النصر الحدیثۃ الریاض)

ترجمہ:۔حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر سو(۱۰۰) سال کے بعد ایک ایسی ہوا بھیجتا ہے جو ہر مومن کی روح قبض کر لیتی ہے۔اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

پس حضرت مسیحؑ بھی بوجہ مومن ہونے کے اس ہوا کی زد سے نہیں بچ سکتے۔یاد رہے کہ اس حدیث میں زمین یا آسمان کی کوئی قید نہیں ہے۔

۸۔ ابن مردویہ نے ابوسعید سے روایت کیا کہ

اٰدَمُ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا تُعْرَضُ عَلَيْهِ اَعْمَالُ ذُرِّيَّتِهٖ وَ يُوْسُفُ فِي السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ وَ اَبْنَآءُ الْخَالَةِ يَحْيٰ وَ عِيْسٰى فِي السَّمَآءِ الثَّالِثَةِ وَ اِدْرِيْسُ فِي السَّمَآءِ الرَّابِعَةِ وَ هَارُوْنُ فِي السَّمَآءِ الْخَامِسَةِ وَ مُوْسٰى فِي السَّمَآءِ السَّادِسَةِ وَ اِبْرَاهِيْمُ فِي السَّمَآءِ السَّابِعَةِ.

(كنز العمال كتاب الفضائل فضائل سائر الانبياء صلوات الله و سلامه عليهم اجمعين)

ترجمہ:۔آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آدم پہلے آسمان پر ہے،اس پر اس کی اولاد کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور یوسف دوسرے آسمان پر ہے اور پھوپھی زاد بھائی یحیٰی و عیسیٰ دونوں تیسرے آسمان پر ہیں اور حضرت ادریس چوتھے آسمان میں اور ہارون پانچویں میں اور موسیٰ چھٹے میں اور حضرت ابراہیم

ساتویں آسمان پر ہیں۔

اگر حضرت عیسیٰؑ بجسد عنصری زندہ آسمان پر ہیں تو کیا باقی سارے انبیاء کو بھی اسی جسم سے زندہ ماننے کے لئے تیار ہو؟ جب نہیں اور ہرگز نہیں تو اکیلے حضرت عیسیٰؑ کی کیا خصوصیت ہے کہ آپ سب سے نرالے زندہ ہیں؟

۹۔ اختلاف حلیتین

آنحضرتؐ نے پہلے مسیحؑ کا حلیہ فَاَمَّا عِیْسٰی فَاَحْمَرُ جَعْدٌ ۔(بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللّٰہ تعالٰی ھل اتاک حدیث موسیٰ) ترجمہ:۔سرخ رنگ، گھنگریالے بال اور مسیح قاتل دجال کا حلیہ: فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ کَاَحْسَنِ مَا یُرٰی مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُہٗ بَیْنَ مَنْکَبَیْہِ رَجِلُ الشَّعْرِ ۔(بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللّٰہ تعالٰی ھل اتاک حدیث موسیٰ)

ترجمہ:۔یعنی ایسا آدمی جو گندم گوں آدمیوں میں سے خوبصورت تر، اس کے بال اس کے کندھوں پر پڑتے ہیں اور وہ سیدھے بالوں والا ہے۔

ایک آدمی کے دو حلیے نہیں ہو سکتے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ دو الگ الگ آدمی ہیں۔ مسیح ناصری اور مسیح موعود۔

پس پہلا مسیح فوت ہو چکا ہے اور آنے والا مسیح اسی امت میں سے ہے جیسا کہ ''اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ'' سے ثابت ہے۔

۱۰۔ (الف) اَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلٰی عِیْسٰی اَنْ یَا عِیْسَی انْتَقِلْ مِنْ مَکَانٍ اِلٰی مَکَانٍ لِئَلَّا تُعْرَفَ فَتُؤْذٰی ۔(کنز العمال کتاب الاخلاق من قسم الاقوال ۶۸۴۹)

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ اے عیسیٰ! تو ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جا۔ تا ایسا نہ ہو کہ تو پہچانا جائے اور تجھے تکلیف دی جائے۔

(ب) (عَنْ جَابِرٍؓ) کَانَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یُسِیْحُ فَاِذَا اَمْسٰی یَأْکُلُ بَقْلَ الصَّحْرَاءِ وَ شَرِبَ مَاءَ الْقَرَاحِ ۔ (کنز العمال کتاب الاخلاق من قسم الاقوال ۶۸۴۹)

ترجمہ:۔حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ زمین کی سیاحت کیا کرتے تھے اور جنگل کی سبزیاں اور چشموں کا صاف پانی پیا کرتے تھے۔

وفات مسیحؑ پر اقوال ائمہ سلف سے استنباط

۱۔امام بخاری (بخاری کتاب التفسیر سورۃ مائدۃ باب مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ وَّ لَا سَائِبَۃٍ وَّ لَا وَصِیْلَۃٍ وَّ لَا حَامٍ۔مصری صفحہ ۹۱) نے فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ والی مفصل حدیث اور حضرت ابوبکرؓ کا خطبہ اور حضرت ابن عباسؓ کے معنے مُمِیْتُکَ کو اپنی صحیح میں درج فرما کر اپنا عقیدہ دربارہ وفات مسیح وضاحت سے بیان کردیا۔

۲۔امام مالکؒ کے متعلق صاف لکھا ہے۔قَالَ مَالِکٌ مَاتَ (مجمع البحار الانوار زیر لفظ حکم جلد اوّل) یعنی حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہوگئے ہیں۔

(البیان و التحصیل از ابو الولید ابن رشد قرطبی صفحہ ۴۴۸ مطبوعہ مصر)

نیز لکھا ہے۔فِی الْعُتْبِیَۃِ قَالَ مَالِکٌ مَاتَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ۔

(اکمال الاکمال شرح مسلم جلد ا صفحہ ۲۶۵)

۳۔امام ابوحنیفہؒ کا امام مالکؒ پر انکار ثابت نہیں۔

۴۔صاحبین حضرت امام ابو یوسف ومحمد اور حضرت احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ نے اس مسئلہ میں سکوت اختیار کر کے بتا دیا کہ ہم اس مسئلہ میں امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہیں۔

۵۔جلالین معہ کمالین صفحہ ۱۰۹ مطبع مجتبائی کے حاشیہ بین السطور پر ہے وَ تَمَسَّکَ ابْنُ حَزْمٍ بِظَاھِرِ الْاٰیَۃِ وَقَالَ بِمَوْتِہٖ امام ابن حزم نے آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ والی آیت کو ظاہر پر محمول کر کے حضرت عیسیٰؑ کے فوت ہو جانے کے عقیدہ کو بیان کیا اور وفات کے قائل ہوئے۔

۶۔ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ اپنے رسالہ مَا ثَبَتَ بِالسُّنَّۃِ صفحہ ۴۹ و صفحہ ۱۱۸ پر فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ ۱۲۵ برس تک زندہ رہے۔(قَدْ عَاشَ عِیْسٰی خَمْسًا وَ عِشْرِیْنَ سَنَۃٍ وَ مِائَۃً)۔

۷۔نواب صدیق حسن خان صاحب نے ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۱۳ پر لکھا ہے کہ سب انبیاء جو نبی کریمؐ سے پہلے مر چکے ہیں اور مسیحؑ کی عمر ۱۲۰ برس تھی (نیز عمر مسیحؑ ۱۲۰ سال کے لئے دیکھو حجج الکرامۃ صفحہ ۴۲۸)

۸۔ حافظ لکھو کے والے لکھتے ہیں ؎

یعنی جو یں پیغمبر گزرے زندہ رہیا نہ کوئی

(تفسیر محمدی صفحہ ۳۲۰ زیر آیت و ما محمد الا رسول......)

۹۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں:

وَجَبَ نُزُوْلُهٗ فِیْ اٰخِرِالزَّمَانِ بِتَعَلُّقِهٖ بِبَدَنٍ اٰخَرَ ۔حضرت عیسیٰؑ آخری زمانے میں کسی دوسرے وجود میں نازل ہوں گے۔ (تفسیر عرائس البیان مطبع نولکشور جلد ۱ صفحہ ۲۶۲)

۱۰۔ بعض صوفیاء کرام کا مذہب ہے کہ مسیح موعود کا بروز کے طور پر نزول ہوگا۔(اقتباس الانوار صفحہ ۵۳)

عبارت یہ ہے:۔

''وبعضے برآنند کہ روح عیسیٰؑ درمہدی بروز کند ونزول عبارت ازیں بروز است''

۱۱۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے گواہی دی کہ حضرت مسیحؑ کی عمر ۱۲۰ برس تھی۔

(زرقانی المقصد الاول فی تشریف الله تعالیٰ له علیه الصلوٰة والسلام یسبق نبوة فی سابق ازلیة)

۱۲۔ تفسیر محمدی تعارف سورۃ آل عمران صفحہ ۲۴۷ پروفاتِ عیسیٰ بزبان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بوقت بحث نجران یوں رقمطراز ہے ۔

جو پیودے نال مشابہ بیٹا ہوندا شک نہ کوئی

ہے زندہ ربّ ہمیش نہ مرسی، موت عیسیٰؑ نوں ہوئی

۱۳۔ قَدْ مَاتَ عِیْسٰی ۔عیسیٰؑ فوت ہوگیا ہے۔(ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۱۰۶)

۱۴۔ امام جبائی۔اللہ نے مسیحؑ کو وفات دی اور اپنی طرف بلایا۔

(تفسیر مجمع البیان زیر آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ المائدۃ:۱۱۷)

۱۵۔ تاریخ طبری ذکر الاحداث التی کانت فی ایام ملوک الطّوائف المجلد الاول پر مسیحؑ کی قبر کے کتبہ کی عبارت نقل کی گئی ہے:

''هٰذَا قَبْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔''

۱۶۔ حضرت علیؓ کی شہادت کی رات حضرت امام حسنؓ نے خطبہ پڑھا اور اس میں کہا۔لَقَدْ قُبِضَ اللَّيْلَةَ عُرِجَ فِيْهِ بِرُوْحِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَ عِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ ۔(طبقات کبیر لابن سعد طبقات بدویین من المهاجرین ذکر عبدالرحمن بن الملجم) کہ آپ (حضرت علیؓ) اس رات فوت ہوئے ہیں جس رات حضرت عیسیٰؑ کی روح آسمان پر اٹھائی گئی تھی یعنی ۲۷ رمضان کو۔

اس حوالہ میں حضرت امام حسنؓ نے صاف طور پر فیصلہ فرما دیا کہ حضرت عیسیٰؑ کا جسم آسمان پر نہیں گیا۔صرف روح اٹھائی گئی۔

۱۷۔ حضرت داتا گنج بخشؒ تحریر فرماتے ہیں:

''اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات آدمؑ صفی اور یوسف صدیق اور موسیٰ کلیم اللہ اور ہارون حلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ کو آسمانوں میں دیکھا......لازمی وہ ان کی روحیں ہوں گی۔''

(کشف المحجوب مصنفہ حضرت داتا گنج بخشؒ چھٹی فصل مترجم اردو صفحہ ۴۲۲ مطبوعہ ۱۲۷۹ھ)

پس اگر حضرت عیسیٰؑ جسم سمیت آسمان پر زندہ ہوتے تو آنحضرتؐ ان کے جسم کو دیکھتے نہ کہ روح کو۔

۱۸۔ حضرت امام رازیؒ اپنی تفسیر میں حضرت ابو مسلم اصفہانیؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

وَ کُلُّ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یَکُوْنُوْنَ عِنْدَ بَعْثِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ زُمْرَۃِ الْاَمْوَاتِ وَ الْمَیْتُ لَا یَکُوْنُ مُکَلَّفًا۔

(تفسیر کبیر رازی جلد ۲ صفحہ ۳۷۰ مطبوعہ مصر آل عمران ع ۹ زیر آیت وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ)

یعنی کل انبیاءؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت فوت ہو کر زمرۂ اموات میں شامل ہو چکے تھے اور کسی حکم پر عمل کرنے کے لئے وہ مکلّف نہ رہے تھے۔

۱۹۔ حضرت خواجہ محمد پارساؒ اپنی کتاب فصل الخطاب کے صفحہ ۴۷۴ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

وَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَوْ اَدْرَکَاہُ لَزِمَھُمَا الدُّخُوْلُ فِیْ شَرِیْعَتِہٖ۔ کہ اگر حضرت موسیٰؑ وحضرت عیسیٰؑ آنحضرتؐ کے زمانہ کو پاتے تو ان پر آپ کی شریعت میں داخل ہونا لازم تھا۔

حیات مسیحؑ کا عقیدہ مسلمانوں میں کیونکر آیا؟

فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۹ پر لکھا ہے:۔ فَفِیْ زَادِ الْمَعَادِ لِلْحَافِظِ ابْنِ قَیِّمٍ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مَا یُذْکَرُ اَنَّ عِیْسٰی رُفِعَ وَ ھُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَ ثَلَاثِیْنَ سَنَۃً لَا یُعْرَفُ بِہٖ اَثَرٌ مُتَّصِلٌ یَجِبُ الْمَصِیْرُ اِلَیْہِ. قَالَ الشَّامِیُّ وَھُوَ کَمَا قَالَ فَاِنَّ ذٰلِکَ اِنَّمَا یُرْوٰی عَنِ النَّصَارٰی۔

ترجمہ:۔ حافظ ابن قیم کی کتاب زاد المعاد میں لکھا ہے کہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ۳۳ سال کی عمر میں اٹھائے گئے اس کی تائید کسی حدیث سے نہیں ہوتی تا اس کا ماننا واجب ہو۔ شامی نے کہا

ہے کہ جیسا کہ امام ابن قیم نے فرمایا ہے فی الواقعہ ایسا ہی ہے۔اس عقیدہ کی بناء حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں بلکہ یہ نصارٰی کی روایات ہیں اوران سے ہی یہ عقیدہ آیا ہے۔

تردیدحیاتِ مسیح ناصری علیہ السلام

پہلی دلیل اوراس کی تردید

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ .... بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (النساء:۱۵۸،۱۵۹)

ترجمہ۔نہ انہوں (یہودنامسعود) نے مسیحؑ کوقتل کیا اورنہ صلیب پر مارا، بلکہ اللہ نے مسیحؑ کواٹھالیا۔

بَلْ ابطالیہ کا ابطال

استدلال علماء:۔(۱) بَـلْ اضرابیہ ابطالیہ ہے جو ابطال جملہ اُولیٰ واثبات جملہ ثانیہ کی غرض سے آتا ہے۔جب نہ قتل ہوئے اور نہ مصلوب ہوئے تو یقیناً زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔

جواب:۔آسمان پر جانے اور مقتول ومصلوب ہونے میں کوئی ضدیت نہیں۔کیا جو نہ مقتول ہو، نہ مصلوب وہ آسمان پر اٹھایا جاتا ہے؟ کیا آنحضرتؐ وحضرت موسیٰؑ کوزندہ آسمان پر مانتے ہو؟ کیونکہ نہ وہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب۔

جواب نمبر۲:۔آیت مذکور میں بَـــلْ کو ابطالیہ قرار دینا غلط ہے بوجوہاتِ ذیل۔قرآن کریم میں ہے
وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ (النمل:۶۶،۶۷)

الف۔اس آیت میں تین دفعہ بَلْ آیا ہے اور تینوں جگہ ابطالیہ نہیں بلکہ ترقی (اِنْتِقَالُ مِنْ غَرْضٍ اِلٰی اٰخَرَ) کے لئے آیا ہے۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ والی آیت میں بَـلْ کا ماقبل اور مابعد کلام خدا ہے۔پس بَلْ ابطالیہ نہیں ہوسکتا۔

ب۔ نحویوں نے لکھا ہے کہ قرآن کریم میں بَـلْ ابطالیہ نہیں آ سکتا۔ہاں جب خداتعالیٰ کفار کا قول نقل کرے تو بغرض تردید اس میں بَـــلْ ابطالیہ آ سکتا ہے ورنہ اصالتاً خداتعالیٰ کے کلام میں ابطالیہ وارد نہیں ہوسکتا۔ملاحظہ ہو:۔

ا۔ مشہور نحوی ابن مالک کہتا ہے۔**اِنَّهَا لَا تَقَعُ فِي التَّنْزِيْلِ اِلَّا عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ (اَیْ لِاِنْتِقَالٍ مِنْ غَرَضٍ اِلٰی اٰخَرَ)** (القصر المبینی جلد۱صفحہ۵۸۲) کہ قرآن کریم میں بَلْ سوائے ترقی کے اور کسی صورت میں (یعنی بغرض ابطال) نہیں آتا۔

۲۔قَالَ السَّیُوطِیُ بَعْدَ اَنْ نَقَلَ غَیْرَ ذٰلِکَ اَیْضًا فَھٰذِہِ النُّقُوْلُ مُتَضَافِرَۃٌ عَلٰی مَا قَالُ ابْنُ مَالِکٍ مِنْ عَدْمِ وُقُوْعِ الْاِضْرَابِ الْاِبْطَالِیْ فِی الْقُرْاٰنِ (القصر المبنی جلد۱صفحہ۵۸۳) کہ سیوطی نے بہت سے اقوال اور مثالیں نقل کر کے کہا ہے کہ یہ تمام مثالیں ابن مالک کے اس قول کی تائید کرتی ہیں کہ قرآن میں بَلْ ابطالیہ نہیں آتا۔

۳۔ فَاِنَّ الَّذِیْ قَرَّرَہُ النَّاس فِیْ اِضْرَابِ الْاِبْطَالِ اِنَّہُ الْوَاقِعُ بَعْدَ غَلَطٍ اَوْ نِسْیَانٍ اَوْتَبَدُّلِ رَأْیٍ وَالْقُرْاٰنُ مُنَزَّہٌ عَنْ ذٰلِکَ (القصر المبنی جلد۱صفحہ۵۸۲) کہ نحویوں نے لکھا ہے کہ بَلْ ابطالیہ یا تو غلطی یا نسیان کے بعد آتا ہے اور یا تبدیلیٔ رائے کے موقع پر اور قرآن مجید میں یہ تینوں باتیں نہیں پائی جاسکتیں اس لئے قرآن مجید میں ابطالیہ نہیں آسکتا۔فَجَوَابٌ اِنَّہٗ یُحْکٰی (برحاشیہ مغنی اللبیب زیر ذکر ''بل'') کہ ابن مالک کے قول کا مطلب یہ ہے کہ حکایۃً عن الغیر بل ابطالیہ آسکتا ہے ورنہ نہیں۔

استدلال نمبر۲:۔قَتَلُوْہُ کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ مع الجسم ہیں تو رَفَعَہُ میں بھی حضرت عیسیٰ مع الجسم اٹھائے گئے ہیں۔

جواب نمبر۱:۔اول تو رَفَعَ کے معنی یہ نہیں لیکن اگر ہوں بھی تب بھی یہ ضروری نہیں کہ رَفَعَہٗ والی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ مع الجسم ہی ہوں۔چنانچہ دیکھئے قرآن مجید میں ہے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرۃ:۱۵۵) نہ کہو ان لوگوں کو مردہ جو خدا کی راہ میں شہید کیے گئے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس۔اب اَحْیَاءٌ کا مبتداء محذوف ھُمْ ہے۔اس کا مرجع مَنْ یُّقْتَلُ ہے مگر کوئی نہیں کہتا کہ وہ اسی جسم کے ساتھ زندہ ہیں حالانکہ لفظ مَنْ میں یہی جسم مراد ہے۔پس کیا ضرور ہے کہ ہم رَفَعَ میں جسم بھی مراد لیں۔

پھر سورۃ عبس میں ہے قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ...... ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ (عبس:۱۸تا۲۲)

اَمَاتَہٗ اور فَاَقْبَرَہٗ کی ضمائر کا مرجع اَلْاِنْسَانُ ہے جو روح اور جسم سے مرکب ہے مگر کیا قبر میں روح اور جسم دونوں اکٹھے رکھے جاتے ہیں؟

موت تو نام ہی اِخْرَاجُ الرُّوْحِ مِنَ الْجَسَدِ کا ہے۔اگر روح مع الجسم مدفون ہو تو پھر زندہ دفن ہوا جو محال ہے پس یہاں اَقْبَرَہٗ کی ضمیر کا مرجع انسان بمعنی مجرد جسم ہوگا۔

ب۔ علم بدیع کی اصطلاح میں اسے صنعت استخدام کہتے ہیں۔ وَ مِنْہُ الْاِسْتِخْدَامُ وَ ھُوَ اَنْ یُّرَادَ

بِلَفْظٍ لَهُ مَعْنَيَانِ اَحَدُهُمَا ثُمَّ بِضَمِيْرِهٖ الْاٰخَرَ اَوْ يُرَادُ بِاَحَدِ ضَمِيْرَيْهِ اَحَدُهُمَا ثُمَّ بِالْاٰخَرِ الْاٰخَرَ (تلخيص المفتاح صفحہ۷۲طبع المجتبائی الواقع فی بلدة دهلی) کہ ایک لفظ جو ذومعنی ہو اس کی طرف دو ضمیریں پھیر کر اس سے دو الگ الگ مفہوم مراد لینا۔ مثالیں اوپر درج ہیں۔

پھر بھی اگر کوئی کہے کہ عیسیٰؑ تو جسم اور روح دونوں کے مجموعہ کا نام ہے پھر تم اکیلی روح کا رفع کیوں مراد لیتے ہو؟

تو اوّل تو اسے کہنا چاہیے کہ کسی کا نام مختلف حیثیتوں سے ہوتا ہے مثلاً کہیں زید سیاہ ہے تو صرف جسم مراد ہوگا۔ حالانکہ ہم نے لفظ زید بولا تھا جو جسم اور روح دونوں کا نام تھا مگر قرینہ حالیہ نے اس جگہ اس معنے کو روک دیا۔ یا کہیں زید نیک ہے تو صرف روح مراد ہوگی۔ اسی طرح رفع ہمیشہ روح کا ہوتا ہے۔ اس خاکی جسم کے متعلق تو ازل سے یہی قانون الٰہی ہے قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ (الاعراف:۲۶)

لفظ رَفَعَ کی بحث

دوم:۔ ہم حضرت عیسیٰؑ کے رفع کے قائل ہیں مگر وہ رفع تھا روحانی جو کہ جسم سے اعلیٰ ہے جس طرح کہ روح جسم سے اعلیٰ ہے۔

جواب نمبر۳:۔ بندہ کے لئے جب لفظ رفع استعمال ہو تو ہر جگہ درجات کا رفع مراد ہوتا ہے۔ خصوصاً جب رفع اللہ تعالیٰ کی طرف ہو کیونکہ اس کی شان اعلیٰ ہے۔

قرآنِ مجید اور لفظ رَفَعَ

۱۔ وَهُوَ اللّٰهُ فِى السَّمٰوٰتِ وَفِى الْاَرْضِ (الانعام:۴) کہ وہ خدا آسمان میں بھی ہے اور زمین میں بھی۔

۲۔ اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (البقرۃ:۱۱۶) کہ جدھر تم منہ کرو ادھر ہی اللہ ہے۔

۳۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ق:۱۷) کہ ہم انسان کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔ تو اس کی طرف رفع کے لئے آسمان پر جانا ضروری نہیں بلکہ وہ رفع اسی زمین پر ہوتے ہوئے ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سب مسلمان جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ بین السجدتین (دو سجدوں کے درمیان) جو دعا پڑھا کرتے تھے اس میں ایک لفظ وَارْفَعْنِیْ بھی ہے۔ یعنی اے اللہ میرا رفع کر۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب اقامة الصلوٰة ما يقول بين السجدتين)

سب مومن مانتے ہیں کہ آپؐ کا رفع ہوا مگر زمین پر ہی رہ کر۔ بھائیو! جب وہی لفظ رَفَعَ آنحضرتؐ کے لئے آتا ہے تو اس سے آسمان پر جانا مراد نہیں لیتے اور جب عیسیٰؑ کے لئے آوے تو وہاں مراد لیتے ہو۔ ایں چہ بوالعجبی است!

پھر طرفہ یہ کہ تمام قرآن واحادیث میں کہیں بھی اس لفظ رَفَعَ کے معنی آسمان پر جانا نہیں۔ چنانچہ دیکھئے فرمایا:

۱۔ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ (الاعراف:۱۷۷) اور اگر ہم چاہتے تو اس کا رفع کر لیتے لیکن وہ جھک گیا زمین کی طرف۔ اس جگہ بالاتفاق درجات کی ترقی مراد ہے۔ آسمان پر لے جانے کا ارادہ بتانا مدنظر نہیں۔

۲۔ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مریم:۵۸) یعنی ہم نے ادریسؑ کا رفع بلند مکان پر کیا۔

۳۔ فِىْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ (النور:۳۷)

۴۔ فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ (عبس: ۱۴،۱۵)

۵۔ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ (الواقعة:۳۵)

۶۔ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا......دَرَجٰتٍ (المجادلة:۱۲)

گویا جب بھی کسی مومن اور عالم کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ کہے کہ میں نے اس کا رفع کیا ہے تو اس سے مراد آسمان پر جانا نہیں ہوتا بلکہ درجات کا بلند ہونا ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ سے زیادہ ان کے زمانہ میں اور کون مومن اور عالم تھا؟ پس آپ کے رفع سے مراد بھی ترقی درجات ہے۔

احادیث اور لفظ رَفَعَ

۱۔ اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَآءِ السَّابِعَةِ (کنز العمال الجزء الثالث کتاب الاخلاق قسم الاقوال حدیث نمبر ۵۷۱۷) کہ جب بندہ فروتنی کرتا ہے (خدا کے آگے گرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کا ساتویں آسمان پر رفع کر لیتا ہے۔

نوٹ:۔ یہ حدیث محاورۂ زبان کے لحاظ سے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے معنے سمجھنے کے لئے واضح نص ہے کیونکہ اس میں لفظ رفع بھی موجود ہے۔ رفع کرنے والا بھی اللہ ہے اور خاص بات جو اس میں موجود ہے وہ یہ کہ رفع کے فعل کا صلہ بھی الیٰ ہی آیا ہے۔ جیسا کہ آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں ہے۔ اور زائد بات یہ کہ اس میں ساتویں آسمان کا لفظ بھی موجود ہے (اَلسَّمَآءِ السَّابِعَةِ) حالانکہ آیت

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں آسمان کا لفظ بھی موجود نہیں ہے۔ وہاں رفع اللہ کی طرف ہے اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ (الانعام: ۴) کہ اللہ تعالیٰ زمین میں بھی ہے اور آسمان میں بھی مگر مندرجہ بالا حدیث میں تو لفظ آسمان بھی موجود ہے مگر پھر بھی مولوی صاحبان اس کا ترجمہ روحانی رفع یعنی بلندی درجات ہی لیتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ کے لئے جو لفظ رفع استعمال ہوا ہے اس میں بھی رفع کے معنی بلندی درجات ہی کے ہیں نہ کہ آسمان پر چڑھ جانے کے۔

۲۔ ''مَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ '' (مسلم کتاب البر والصلة باب استجاب العفو والتواضع ۔مصر) یعنی کوئی ایسا شخص نہیں کہ وہ اللہ کے آگے گرا ہو اور پھر اللہ نے اس کا رفع نہ کیا ہو (یعنی جو اللہ کے آگے گرے اللہ اس کا رفع کرتا ہے۔)

۳۔ آنحضرتؐ اپنے چچا حضرت عباسؓ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ رَفَعَكَ اللّٰهُ يَا عَمِّ (کنزالعمال کتاب الفضائل. فضائل الصحابة حرف العين) اے میرے چچا اللہ آپ کا رفع کرے۔

۴۔ اَلتَّوَاضُعُ لَا يَزِيدُ الْعَبْدَ اِلَّا رَفْعَةً فَتَوَاضَعُوْا يَرْفَعُكُمُ اللّٰهُ (کنزالعمال الجزء الثالث کتاب الاخلاق من قسم الاقوال حدیث نمبر ۵۷۱۷) کہ خاکساری انسان کو رفعت میں بڑھاتی ہے۔ پس تم انکساری کرو، اللہ تعالیٰ تمہارا رفع کرے گا۔

۵۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ (کنزالعمال الجزء الثالث کتاب الاخلاق من قسم الاقوال حدیث نمبر ۵۷۱۷) کہ جو شخص اللہ کے آگے گر جائے اللہ اس کا رفع کرتا ہے۔

۶۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ تَخَشُّعًا لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ (کنزالعمال جلد ۲ صفحہ ۲۵ حدیث ۵۹۵ زیر حرف الھمزة فی الاخلاق من قسم الاولی) کہ جو انکساری کرتے ہوئے اللہ کے آگے گرے تو اللہ اس کا رفع کرتا ہے۔

لغاتِ عرب اور لفظ رَفَعَ

۱۔ صحاح جوہری زیر لفظ ''رفع''۔ اَلرَّفْعُ تَقْرِيْبُكَ الشَّيْءَ۔ رفع سے مراد کسی چیز کو قریب کرنا ہے۔ گویا رفع کے معنے قرب کے ہیں۔

۲۔ اقرب الموارد زیر لفظ رفع۔ رَفَعَهُ اِلَى السُّلْطَانِ رفعانًا اَیْ قَرَّبَهٗ۔ قریب کیا اس کو بادشاہ کے یعنی اس کا مقرب بنایا۔

۳۔ لسان العرب زیر لفظ رفع ۔فِی اَسمَآءِ اللّٰہِ تَعَالٰی الرَّافِعُ. ھُوَالَّذِیْ یَرْفَعُ الْمُؤْمِنَ بِالْاَسْعَادِ وَ اَوْلِیَاءَ ہٗ بِالتَّقْرِیْبِ...... وَالرَّفْعُ تَقْرِیْبُکَ الشَّیْءَ مِنَ الشَّیْءِ وَ فِی التَّنْزِیْلِ وَ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَۃٍ اَیْ مُقَرَّبَۃٍ لَھُمْ...... وَ یُقَالُ نِسَآءٌ مَرْفُوْعَاتٌ اَیْ مُکَرَّمَاتٌ مِنْ قَوْلِکَ اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ مَنْ یَّشَآءُ...... وَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ. قَالَ الزُّجَاجُ قَالَ الْحَسَنُ تَاْوِیْلُ اَنْ تُرْفَعَ اَنْ تُعَظَّمَ کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں رافع کا لفظ ہے کیونکہ وہ بلند کرتا ہے مومن کو سعادت کے ساتھ اور اپنے دوستوں کو قرب کے ساتھ۔اور رفع کسی چیز کو کسی چیز کے قریب کرنا اور قرآن کریم میں ہے یعنی ان کی عزت کی جائے گی۔

۴۔ تاج العروس زیر لفظ رفع۔ اَلرَّفْعُ ضِدُّ وَضَعَہٗ وَ مِنْہُ حَدِیْثُ الدُّعَاءِ. اَللّٰھُمَّ ارْفَعْنِیْ کہ رفع وضع کی ضد ہے۔جیسا کہ حدیث میں دعا ہے کہ اے میرے ربّ میرا رفع کر۔

۵۔ منتہی الارب جلد اصفحہ ۱۷۷۔رَفَعْتُہٗ اِلَی السُّلْطَانِ رُفْعَانًا بِالضَّمِّ اَیْ قَرَّبْتُہٗ۔

۶۔ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ یَحْتَمِلُ رَفَعَہٗ اِلَی السَّمَآءِ وَ رَفَعَہٗ مِنْ حَیْثُ التَّشْرِیْفِ۔

(مفردات راغب بر حاشیہ نہایہ لابن الاثیر جلد۲ صفحہ ۸۰)

تفاسیر سے رَفَعَ کے معنی

آنحضرت صلعم کے لئے رَفَعَہٗ اِلَیْہِ کا استعمال

۱۔ یہ عجیب بات ہے کہ رَفَعَہٗ اِلَیْہِ کے الفاظ بعینہٖ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی استعمال ہوئے ہیں اور اس استعمال سے آیت متنازعہ فیہ کے معنی بالکل واضح ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر صافی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

حَتّٰی اِذَا دَعَی اللّٰہُ نَبِیَّہٗ وَرَفَعَہٗ اِلَیْہِ (تفسیر صافی زیر آیت وَ مَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ) یعنی حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اپنے پاس بلایا اور آپ کا اپنی طرف رفع کیا (یعنی آپ کو وفات دی)۔

بعینہٖ اسی طرح آنحضرتؐ کے لئے رَفَعَہٗ اِلَیْہِ کا لفظ بمعنی وفات۔کتاب ''وَ مَا ثَبَتَ بِالسُّنَّۃِ'' صفحہ ۳۹ پر بھی ہے۔ان ہر دو حوالوں میں لفظ رفع بھی ہے۔اللہ فاعل مذکور ہے اور صلہ اِلٰی ہے مگر معنی موت کے ہیں۔

۲۔ تفسیر سرسید احمد خان سورۃ آل عمران زیر آیت ۹۹ تا ۱۰۱۔ ’’پہلی آیت میں اور چوتھی آیت میں لفظ رفع کا بھی آیا ہے جس سے عیسیٰؑ کی قدر و منزلت کا اظہار مقصود ہے نہ یہ کہ ان کے جسم کو اٹھا لینے کا۔‘‘

۳۔ تفسیر کبیر۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى ...... وَ رَافِعُکَ اِلَـیَّ اَیْ وَ رَافِعُ عَمَلِکَ اِلَـیَّ وَ هُوَ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی. اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ (فاطر:۱۱) وَالْـمُرَادُ مِنْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ اَنَّهٗ تَـعَالٰی بَشَّـرَهٗ بِقَبُوْلِ طَاعَتِهٖ وَ اَعْمَالِهٖ......الخ۔ رَافِعُکَ اِلَیَّ کے معنے ہیں کہ میں تیرے اعمال کو اٹھانے والا ہوں، یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح اشارہ ہے۔ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کا ان کی نیکیوں کے قبول کرنے کی بشارت دی۔
وَ رَافِعُکَ اِلَـیَّ . هُـوَ الرَّفْعَةُ بِالدَّرَجَةِ وَالْمَنْقَبَةِ لَا بِالْمَكَانِ وَالْجِهَةِ ۔(تفسیر کبیر زیر آیت اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى) یعنی اس آیت سے جو مسیح کا رفع ثابت ہوتا ہے یہ درجات کی ترقی اور عزت کا رفع مراد ہے، رفع مکانی (جیسا کہ غیر احمدی مانتے ہیں) اور جہت والا مراد نہیں۔

۴۔ تفسیر جامع البیان زیر آیت اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى ۔رَافِـعُکَ اِلَـیَّ اَیْ مَـحَـلِّ کَـرَامَتِیْ ۔یعنی اپنے عزت کے مقام کی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں۔ گویا جنت میں داخل کروں گا۔ بہ فرمودہ يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ

۵۔ تفسیر روح البیان جلد ۱ صفحہ ۳۳۱۔ رَافِعُکَ اِلَـیَّ اَیْ اِلٰـی مُـحَـلِّ کَـرَامَتِـیْ وَ مَقَرِّ مَلَائِـکَتِیْ وَ جَعَلَ ذٰلِکَ رَفْعًا. اِلَيْهِ لِلتَّعْظِيْمِ وَ مِثْلُهٗ قَوْلُهٗ (اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ)(الصّٰفّٰت:۱۰۰) وَ اِنَّـمَـا ذَهَبَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْعِرَاقِ اِلَى الشَّامِ ۔یعنی اللہ تعالیٰ کا اپنی طرف رفع فرمانا صرف تعظیم کے لئے ہے جیسا کہ اس کے قول میں ہے اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ۔ حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام صرف عراق سے شام کی طرف گئے تھے۔

لفظ رَفَعَ کے متعلق چیلنج

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہے کہ قرآن مجید، احادیث، تفاسیر اور عرب کے محاورہ کے رو سے لفظ رَفَـــعَ جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی انسان کی نسبت بولا جائے، تو اس کے معنی ہمیشہ ہی

بلندیٔ درجات اور قرب روحانی کے ہوتے ہیں۔ہم نے غیر احمدی علماء کو بارہا یہ چیلنج دیا ہے کہ وہ کلامِ عرب سے ایک ہی مثال اس امر کی پیش کریں کہ لفظ رفع کا فاعل اللہ تعالیٰ مذکور ہو اور کوئی انسان اس کا مفعول ہو اور رفع کے معنی جسم سمیت آسمان پر اٹھا لینے کے ہوں، مگر آج تک اس کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جاسکی اور نہ ہی آئندہ پیش کی جاسکے گی۔

غیر احمدی علماء کے مطالبہ کا جواب

ہمارے مندرجہ بالا چیلنج کا منہ چڑانے کے لئے مؤلف محمدیہ پاکٹ بک نے بھی اپنی پاکٹ بک کے صفحہ ۵۴۸ طبع ۱۹۵۰ء پر یہ لکھ کر اپنی جہالت کا مظاہرہ کیا ہے۔

''جب رَفَعَ یَرْفَعُ رَفْعًا فَھُوَ رَافِعٌ میں سے کوئی بولا جائے جہاں اللہ تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول جوہر ہو (عرض نہ ہو) اور صلہ اِلٰی مذکور ہو اور مجرور اس کا ضمیر ہو، اسم ظاہر نہ ہو اور وہ ضمیر فاعل کی طرف راجع ہو، وہاں سوائے آسمان پر اٹھانے کے دوسرے معنی ہوتے ہی نہیں۔''

جواب نمبرا:۔تم نے یہ من گھڑت قاعدہ کہاں سے اخذ کیا ہے۔

کہو کہ جس طرح تم نے رَفَع کے متعلق اپنے چیلنج میں ایک قاعدہ خود ہی بنالیا ہے، اسی طرح ہم نے بھی بنالیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم لفظ رفع کے متعلق چیلنج مندرجہ بالا میں جو شرائط درج کی ہیں وہ ہمارے خود ساختہ یا خود تراشیدہ نہیں بلکہ لغتِ عرب میں درج ہیں۔ چنانچہ لسان العرب زیر مادہ رفع میں لکھا ہے:

فِی اَسْمَآءِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَلرَّافِعُ. ھُوَ الَّذِیْ یَرْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ بِالْاِسْعَادِ وَ اَوْلِیَاءَ ہٗ بِالتَّقْرِیْبِ.''

کہ رافع اللہ تعالیٰ کا نام ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ مومنوں کا رفع ان معنوں میں کرتا ہے کہ ان کو سعادت بخشتا ہے اور اپنے دوستوں کا رفع ان معنوں میں کرتا ہے کہ ان کو اپنا مقرب بنالیتا ہے۔

گویا اللہ کے رفع کا فاعل اور انسان (مومن اولیاء) کے مفعول ہونے کی صورت میں لفظ رفع کے معنی بلندی درجات وحصول قرب الٰہی ہے۔پس ہمارے چیلنج کی شرائط تو مندرجہ بالا حوالہ لغت پر مبنی ہیں مگر تم بتاؤ کہ تم نے جو قاعدہ درج کیا ہے اس کی سند محاورۂ عرب میں کہاں ہے؟

جواب نمبر۲:۔تمہارے من گھڑت قاعدہ کی تغلیط کے لئے مندرجہ ذیل دو مثالیں کافی ہیں:

۱۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔حَتّٰی اِذَا دَعَی اللّٰہُ نَبِیَّہٗ وَ رَفَعَہٗ اِلَیْہِ (تفسیر صافی صفحہ ۱۳۱ زیر آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ) یعنی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلا لیا اوران کا اپنی طرف رفع کرلیا۔

۲۔حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ، حافظ عبدالبر کا مندرجہ ذیل قول آنحضرتؐ کی وفات کی نسبت نقل کرتے ہیں:

كَانَ الْحِكْمَةُ فِيْ بَعْثِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِدَايَةَ الْخَلْقِ وَ تَتْمِيْمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ وَ تَكْمِيْلَ مَبَانِى الدِّيْنِ فَحِيْنَ حَصِلَ هٰذَا الْاَمْرُ وَ تَمَّ الْمَقْصُوْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔

(ماثبت بالسنۃ صفحہ ۹۲ و مطبع محمدی لاہور صفحہ ۲۹)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں حکمت محض یہ تھی کہ مخلوق کو ہدایت ہو اور اخلاق اور دین کی تکمیل ہو۔پس جب یہ مقصود حاصل ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی طرف رفع فرمالیا۔

ان ہر دو حوالجات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن میں اللہ فاعل، مفعول جو ہر ہے عرض نہیں، صلہ بھی الٰی مذکور ہے اور مجرور اسم ظاہر نہیں بلکہ ہٗ کی ضمیر ہے اور یہ ضمیر فاعل کی طرف راجع ہے مگر یہاں معنی آسمان پر مع جسم عنصری اٹھائے جانے کے نہیں بلکہ متفقہ طور پر فوت ہوجانے کے معنی ہیں۔

(لفظ رفع کی دوسری مثالیں پہلے گزر چکی ہیں۔)

قرآن کریم اور لفظ اِلٰی

۱۔ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ (الصّٰفّٰت:۱۰۰)

۲۔ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّیْ (العنکبوت: ۲۷)

۳۔ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ (یونس:۵ و الانعام:۶۱)

۴۔ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ (الذّٰریٰت:۵۱)

۵۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرۃ:۱۵۶)

۶۔ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (البقرۃ:۲۹)

اس استدلال پر چند اعتراضات

اس آیت سے اگر حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر جانا مراد ہوسکتا ہے تو ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر محدود ہے اور وہ بھی دوسرے آسمان پر حالانکہ محدودیتِ باری تعالیٰ محال ہے۔ پس عقیدہ حیاتِ مسیح بھی محال ہے۔

دوم: ۔کتبِ نحو میں اِلٰی کے معنی لکھے ہیں کہ یہ انتہاء غایت کے لئے آتا ہے تو اب اگر آسمان پر جانے کے معنی درست ہوں تو ماننا پڑے گا کہ (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ساتھ پہلو بہ پہلو بیٹھے ہیں اور درمیان میں کچھ بھی فاصلہ نہیں۔ ورنہ پورے طور پر اِلٰی کے معنی متحقق نہیں ہوسکتے۔ پس ان معنوں پر ضد کرنا سراسر جہالت ہے۔

استدلال نمبر۳

''كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا'' (النساء:۱۵۹) خدا تعالیٰ نے خود اپنی طاقت اور قدرت کا ذکر کرکے بتا دیا ہے کہ یہاں آسمان پر جانا ہی مراد ہے۔

جواب الف: ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے موقع پر غارِ ثور میں جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو دشمنوں سے بچایا تھا تو اس کا ذکر سورۃ التوبۃ:۴۰ میں کرکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ کیا اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آسمان پر اٹھالئے گئے تھے؟ یا زمین پر ہی رکھ کر خدا تعالیٰ نے حضورؐ کو محفوظ رکھا اور اپنی قدرت کا ثبوت دیا۔

ب: ۔قدرت کسی چیز کو چھپانے میں نہیں بلکہ دشمن کے سامنے رکھ کر محفوظ رکھنے میں ہے۔ لہٰذا تمہارے اعتقاد کی رُو سے خدا تعالیٰ بزدل ٹھہرتا ہے۔ کیا زمین پر حضرت عیسیٰؑ کو رکھنے میں یہودیوں کا خوف تھا؟ **(نعوذ باللّٰہ)**

حیاتِ مسیحؑ کی دوسری دلیل

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا (الزخرف: ۶۲)

ترجمہ بقول غیر احمدیان: ۔حضرت عیسیٰؑ قیامت کی نشانی ہیں۔ پس تم اس میں مت شک کرو بلکہ اس پر ایمان لاؤ۔

جواب نمبر۱: ۔اِنَّهٗ کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰؑ کا ہونا ضروری نہیں بلکہ اس کا مرجع قرآن کریم یا آنحضرتؐ ماننے چاہئیں۔ چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں زیر آیت ھٰذا لکھا ہے:

قَالَ الْحَسَنُ وَ جَمَاعَةٌ اِنَّهٗ يَعْنِىْ اَنَّ الْقُرْاٰنَ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کہ حضرت امام حسنؓ اور

ایک جماعت کا قول ہے کہ اِنَّہٗ کی ضمیر کا مرجع قرآن کریم ہے۔

پھر تفسیر جامع البیان میں بھی اس آیت وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ (الزخرف: ۶۲) کے نیچے لکھا ہے کہ وَقِیْلَ الضَّمِیْرُ لِلْقُرْاٰنِ کہ بعض نے اس ضمیر کا مرجع قرآن کریم کو ٹھہرایا ہے۔

پھر تفسیر مجمع البیان میں اس آیت وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ (الزخرف: ۶۲) کے ماتحت لکھا ہے۔وَ قِیْلَ اِنَّ مَعْنَاہُ اَنَّ الْقُرْاٰنَ لَدَلِیْلٌ لِّلسَّاعَۃِ لِاَنَّہٗ اٰخِرُ الْکُتُبِ کہ بعض نے اس کے یہ معنی کئے ہیں کہ قرآن کریم قیامت کی دلیل ہے کیونکہ وہ آخری کتاب ہے۔

اگر تمہاری بات ہی کو درست فرض کرلیا جائے تو اس صورت میں اِنَّہٗ کی ضمیر کا مرجع ''ابن مریم مثلاً'' (یعنی مثیل مسیح) ماننا ہوگا۔

مَثَلٌ کے معنی لغت میں اَلشِّبْہُ وَالنَّظِیْرُ (المنجد زیر مادہ مثل) مانند اور نظیر کے ہیں یعنی مثیل۔

''وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ'' (الزخرف: ۵۸) کہ جب ابن مریمؑ کا مثیل بھیجا جائے گا تو خود آنحضرت کی قوم کہلانے والے لوگ اس پر تالیاں بجائیں گے۔

نیز منتہی الارب فی لغات العرب زیر مادہ مثل میں بھی مَثَل کے معنے مانند اور ہمتا اور نظیر کے لکھے ہیں۔ چنانچہ ہمارے بیان کردہ ان معنوں کی تائید شرح لشرح العقائد المسمّٰی بالنبراس (جو اہلسنت کے عقائد کی معتبر کتاب ہے) کے حاشیہ کی مندرجہ ذیل عبارت سے ہوتی ہے۔

قَالَ مَقَاتَلُ ابْنُ سُلَیْمَانَ وَ مَنْ تَابَعَہٗ مِنَ الْمُفَسِّرِیْنَ فِیْ تَفْسِیْرِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَ اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ. قَالَ ھُوَ الْمَھْدِیْ یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ وَ بَعْدَ خُرُوْجِہٖ تَکُوْنُ اَمَارَاتُ السَّاعَۃِ (شرح لشرح العقائد المسمّٰی بالنبراس صفحہ ۴۴۷ حاشیہ لحافظ محمد عبدالعزیز الفرھاروی ۱۳۱۳ھ) کہ مقاتل بن سلیمان اور اس کے ہم خیال مفسرین نے لکھا ہے کہ اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ سے مراد مہدی ہے جس کی آمد کے بعد قیامت کی نشانیاں ظاہر ہوں گی۔

نوٹ:۔ تالیاں بجانے کی قرآنی پیشگوئی کو غیر احمدی قریباً ہر مناظرہ کے موقع پر پورا کیا کرتے ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔اِنَّمَا التَّصْفِیْقُ لِلنِّسَآءِ (بخاری کتاب السحو باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۸۴ مصری و تجرید بخاری مترجم حدیث صفحہ ۲۸۷) یعنی تالیاں بجانا صرف عورتوں کا کام ہے۔

(خادمؔ)

غیر احمدی:۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے مسند احمد جلدا صفحہ ۳۱۷ المکتب الاسلامی بیروت و درمنثور زیرآیت وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ......وفتح البیان زیرآیت وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ وابن کثیر وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ میں مروی ہے کہ اس آیت میں نزولِ مسیح قبل از قیامت مراد ہے۔ایسا ہی ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ ۴۸ میں ہے۔(محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۵۶۶۔۵۶۷ مطبع ۱۹۵۰ء)

جواب:۔ درمنثور اور فتح البیان میں تو تمہاری پیش کردہ روایت کی سند درج نہیں ہے۔ البتہ ابن کثیر اور ابن جریر میں جس قدر سندات سے یہ تفسیر مروی ہے وہ سب کی سب موضوع ہیں۔ ابن کثیر میں یہ روایت دو طریقوں سے مروی ہے اور دونوں کا راوی عاصم بن ابی النجود ہے جو ضعیف ہے۔اس کے متعلق لکھا ہے:

ثَبَتَ فِی الْقِرَأَةِ وَ هُوَ فِی الْحَدِیْثِ دُوْنَ الثَّبْتِ......قَالَ یَحْیَ الْقَطَّانُ مَا وَجَدْتُ رَجُلًا اِسْمُهٗ عَاصِمٌ اِلَّا وَجَدْتُهٗ رَوِیَ الْحِفْظَ وَ قَالَ النَّسَائِیُ لَیْسَ بِحَافِظٍ وَ قَالَ الدَّارُ قُطْنِیُ فِیْ حِفْظِ عَاصِمٍ شَیْءٌ......وَ قَالَ ابْنُ خَرَاشٍ فِیْ حَدِیْثِهٖ نَکَرَةٌ......وَقَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ لَیْسَ مَحَلُّهٗ اَنْ یُّقَالَ ثِقَةٌ (میزان الاعتدال ذکر عاصم بن ابی النجود مصنفه علامه ذهبی شمس) کہ یہ راوی قرآن مجید اچھا پڑھتا تھا لیکن حدیث میں مضبوط راوی نہ تھا۔یحییٰ کہتے ہیں کہ عاصم نام کا میں نے کوئی راوی اچھے حافظہ والا نہیں دیکھا۔امام نسائی نے بھی اس راوی کے متعلق کہا ہے کہ یہ اچھا راوی نہ تھا۔ابن خراش نے کہا ہے کہ یہ منکرۃ الحدیث تھا اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ ثقہ نہ تھا۔

ابن جریر کے طریقوں میں سے پہلے تین میں تو یہی عاصم بن ابی النجود راوی ہے جو منکر الحدیث اور غیر ثقہ ہے۔علاوہ ازیں پہلے طریقہ میں ابن عاصم کے علاوہ ایک راوی ابو یحییٰ مصدع بھی ہے جس کے متعلق لکھا ہے کہ وہ غیر ثقہ تھا نیز لکھا ہے کہ

قَدْ ذَکَرَهُ الْجَوْزُ جَانِیُ فِی الضُّعَفَاءِ......وَ قَالَ ابْنُ حَبَّانٍ فِی الضُّعَفَاءِ کَانَ یُخَالِفُ الْاِثْبَاتَ فِی الرِّوَایَاتِ وَ یَنْفَرِدُ بِالْمَنَاکِیْرِ . (تهذيب التهذيب ذکر مصدع ابو یحییٰ الاعرج المعرقب) کہ یہ راوی ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔ابن جریر کے دوسرے طریقہ میں عاصم کے علاوہ ایک راوی غالب بن فائد ہے۔اس کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

قَالَ الْاَزْدِیُ یَتَکَلَّمُوْنَ فِیْهِ وَقَالَ الْعُقَیْلِیُّ یُخَالَفُ فِیْ حَدِیْثِهٖ (میزان الاعتدال ذکر غالب بن فائده) کہ اس راوی کے ثقہ ہونے میں محدثین کو کلام ہے اور عُقیلی نے کہا کہ اس کی حدیث کو قبول نہیں کیا جاتا۔

اس طرح حافظ ابن حجر نے **لسان المیزان حرف الحاء ذکر الحسین بن عبداللہ بن ضمیرہ بن ابی ضمیرہ الجزء الثانی** پر عُقیلی کا قول اس راوی کی نسبت نقل کیا ہے کہ صَاحِبُ وَھْمٍ کہ یہ وہمی آدمی تھا۔

اسی طرح ابن جریر کی چوتھی روایت کا ایک راوی فُضَیل بن مرزوق الرقاشی ہے جو شیعہ تھا اس کے متعلق ابوحاتم کا قول نقل کیا گیا ہے کہ اس راوی کی روایت حجت نہیں اور قَالَ النَّسَائِیُ ضَعِیْفٌ نیز ابن حبّان نے اسے خطا کار اور ضعیف قرار دیا ہے نیز ابن معین نے بھی اسے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

(تھذیب التھذیب ذکر فضل بن مرزوق الجزء الرابع)

پس یہ ہے تمہاری پیش کردہ ''تفسیر ابن عباسؓ '' کی حقیقت۔ باقی رہی تمہاری شب معراج میں انبیاء کی چار کونسل والی ابن ماجہ کی روایت سواس کی حقیقت حیات مسیح کی پندرھویں دلیل کے جواب میں دیکھو صفحہ ۳۰۱۔

غیر احمدی:۔حضرت مرزا صاحب نے اعجاز احمدی صفحہ ۲۱ اور حمامة البشریٰ پہلا ایڈیشن کے صفحہ ۹۰ پر اِنَّهٗ کی ضمیر کا مرجع مسیحؑ کو مانا ہے۔(محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۵۶۶۔۵۶۷ مطبع ۱۹۵۰ء)

جواب نمبر۱:۔حضورؑ نے بھی اسی صورت میں مانا ہے جس صورت میں ہم نے ایسا ہی مان کر جواب نمبر۲، ۳ میں اس کا مفہوم بیان کیا ہے یعنی اس رنگ میں کہ اگر اِنَّـهٗ کی ضمیر کا مرجع مسیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو پھر بھی اس سے حیات مسیح ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس صورت میں اس سے مراد مسیح کے بن باپ پیدا ہونے کی یا ہلاکت بنی اسرائیل کی پیشگوئی لی جائے گی۔

جواب نمبر۲:۔علم کے معنی ہیں جاننا۔ یہ مصدر ہے اور مصدر کبھی کبھی مبالغہ کے لئے بھی آجاتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں زَیْـدٌ عَدْلٌ ۔زید بہت عادل ہے۔اسی طرح یہاں ہے کہ مسیح قیامت کا اچھی طرح جاننے والا تھا یعنی اس کو یقین تھا کہ قیامت ہوگی اور وہاں وہ اپنے دشمنوں کو پابہ زنجیر دیکھے گا۔اس میں یہود پر بھی ایک حجت ہے کیونکہ ان کا ایک گروہ منکرِ قیامت تھا یا وہ یہود نا مسعود کی ہلاکت کے وقت کو جانتا تھا۔

اگر ''نشانی'' بھی تسلیم کیا جائے تو ساعت سے مراد قیامتِ کبریٰ تو ہو نہیں سکتی۔ جیسا کہ جواب نمبر۱ میں گزر چکا ہے ہاں یہود کی ہلاکت کی گھڑی مراد ہوسکتی ہے اور مطلب یہ بن جائے گا کہ عیسیٰ بن مریم کا بے باپ پیدا ہونا یا مبعوث ہونا اس بات کا بدیہی نشان تھا کہ سب بنی اسرائیل گندے ہو چکے ہیں اور ان کی ہلاکت دروازے پر کھڑی ہے۔

جواب نمبر۳:۔ساعت سے مراد ہلاکت بنی اسرائیل کی گھڑی بھی ہوسکتی ہے۔

جواب نمبر۴:۔اگر فی الواقعہ یہ معنی درست ہوتے جو ہمارے دوست کرتے ہیں تو اگلے حصہ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا (الزخرف:۶۲) کالانالغوبن جاتا ہے کیونکہ یہ بات معقولیت سے بعید ہے کہ ابھی وہ نشانی آئی بھی نہیں مگر خدا تعالیٰ آنحضرتؐ کے منکروں کوفرماتا ہے کہ تم اس میں شک نہ کرو۔ظاہر ہے کہ جب ابھی نشانی نے ایک نامعلوم مدت کے بعد آنا ہے تو ان کوشک سے ابھی کس بنا پر روکا جاتا ہے۔پس معلوم ہوا کہ اس جگہ مسیح قیامت کی نشانی ہونے کا تذکرہ نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور قرآن مجید کوقیامت کی نشانی ٹھہرایا گیا ہے ورنہ یہ حصہ بے معنی بنتا۔

جواب نمبر۵:۔فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا کے بعد ہے وَاتَّبِعُوْنِ کہ میری پیروی کرو۔اگر قیامت کی نشانی مسیح تھے،تو اس کی مناسبت میں یہ فرمانا چاہیے تھا کہ تم اس کی پیروی کرنا۔یہ کہنے کے کیا معنی کہ میری اتباع کرو۔اس میں یہ کہہ کر کہ میری پیروی کرو،صاف بتادیا کہ کوئی مسیح ناصری نہ آئے گا بلکہ تم اے مسلمانو! خود مسیح بنواور اس کا طریق یہ ہے کہ تم میری اتباع کرو۔

لطیفہ:۔یہ متنازعہ فیہا آیت سورۃ زخرف کی ہے جس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ مسیح چونکہ عِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ہیں اس لئے وہ ضرور قیامت سے پیشتر تشریف لائیں گے لیکن اگر مسیح کو عِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ مان بھی لیا جاوے تب بھی آپ اُمتِ محمدیہ میں نہیں آسکتے۔کیونکہ اس سورۃ کے آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (الزخرف:۸۶) کہ وہ **عِلْمُ السَّاعَة** جسے تم دوبارہ زمین پر اُتار رہے ہو وہ اب اللہ کے پاس بیٹھا ہے وہ تو تمہارے پاس ہرگز نہ آئے گا ہاں تم ہی اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔پس اس کی انتظار فضول ترک کردو۔

حیاتِ مسیح کی تیسری دلیل

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ (النساء:۱۶۰)

ترجمہ:۔اورکوئی اہل کتاب (یہودی) نہیں مگر وہ حضرت عیسیٰؑ پر ضرور ایمان لائے گا اس کی موت سے پیشتر،یعنی حضرت عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے سب یہود ایمان لائیں گے۔چونکہ فی زمانہ وہ سب ایمان نہیں لا رہے اس لئے ماننا پڑے گا کہ آپ اسی جسم کے ساتھ آسمان پر زندہ موجود ہیں اور آخری زمانہ میں تشریف لاکر کفار سے منوائیں گے۔

جواب:۔غیراحمدیوں کا مندرجہ بالا استدلال بہ ایں وجوہ باطل ہے۔

وجہ اول:۔ یہ وہ ایمان ہے جس میں اہل کتاب کا ہر فرد شامل ہے کیونکہ لفظ اِنْ مِنْ حصر کے لئے آتے ہیں اور جو ایمان غیر احمدی مراد لیتے ہیں وہ ہزار ہا مرنے والے اہل کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ پس اگر یہ معنی ہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان سب اہل کتاب کو حضرت عیسیٰؑ کی آمد ثانی تک زندہ رکھتا تا وہ ایمان لے آویں اور خدا کا فرمودہ سچ ثابت ہو لیکن جب ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ معنی ہی غلط ہیں۔

اس جگہ اگر کوئی یہ کہے کہ وہ سب یہودی ایمان لائیں گے جو اس وقت موجود ہوں گے۔ تو **اوّل** تو اس آیت میں اس کا ذکر نہیں۔ **دوم** احادیث میں صاف لکھا ہے کہ اصفہان کے ۷۰ ہزار یہود دجال کے ساتھ ہوں گے جو مارے جائیں گے اور **کنز العمال کتاب القیامۃ من قسم الاوّل الفصل الثالث فی اشراط الساعۃ** جلد ۷ صفحہ ۱۷۱ مصری۔ مطبوعہ حیدرآباد جلد ۷ صفحہ ۱۷۴۔ پر لکھا ہے کہ ۱۲ ہزار یہودی عورتیں حضرت مسیح کا اتباع کریں گی۔ پس یہ معنی بھی غلط ہیں۔

وجہ دوئم:۔ یہ معنی اس لئے غلط ہیں کہ آگے پیچھے اس کے سب یہود کی بدیاں بھری ہوئی ہیں اور جو ان میں سے نیک ہیں ان کی نیکیوں کا ذکر لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ (النساء: ۱۶۳) سے ہوتا ہے۔ تو اب یہ طریق حکمت کے خلاف ہے کہ ایسی عظیم الشان نیکی کے بعد بھی ان کی بدیاں مذکور ہوں اور معاف نہ کی جائیں۔ پھر جس طرح یہ بات حکمت کے برخلاف ہے اسی طرح یہ قرآن کریم کے طرزِ بیان کے بھی برعکس ہے اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ یہ معنی ہی غلط ہیں۔

وجہ سوم:۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (النساء: ۸۳) کہ اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اتنی بڑی کتاب میں ضرور کوئی اختلاف (قوانین قدرت کے مضامین وغیرہ میں) ہوتا۔ ایسا نہ ہونے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی صداقت پر دلیل بیان فرمایا ہے، لیکن اگر غیر احمدیوں کے معنی صحیح تسلیم کیے جائیں تو قرآن کریم میں اختلاف پڑ جاتا ہے کیونکہ اس آیت سے ماقبل فرمایا ہے ''فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا'' (النساء: ۴۷) کہ یہ تھوڑا مانیں گے بلکہ مانیں گے ہی نہیں، لیکن یہاں کہہ دیا کہ ''سب ایمان لے آئیں گے'' (بقول غیر احمدی صاحبان)۔

وجہ چہارم:۔ خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کو فرماتا ہے وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (اٰل عمران: ۵۶) کہ میں تیرے متبعین کو یہود پر قیامت تک غلبہ دوں گا اور پھر فرماتا ہے فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (المائدۃ: ۱۵) کہ ہم نے ان میں قیامت تک بغض

اور عداوت ڈال دی ہے اور پھر المـائدة : ۶۵ میں ہے۔ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ......اب ذرا سوچو کہ اگر سب اہل کتاب ایمان لے آئیں اور سب یہودی حضرت عیسیٰؑ کے متبع ہوجائیں تو پھر ان پر تا قیامت غلبہ کیونکر؟ اور ان میں بغض و عداوت کیسی؟ پس ماننا پڑے گا کہ یہ معنی ہی غلط ہیں۔

وجہ پنجم:۔مَوْتِہٖ میں ہ کی ضمیر کی بجائے دوسری قراءت میں ھُمْ کا لفظ آیا ہے جو جمع ہے اور جس سے صرف اہل کتاب ہی مراد لئے جاسکتے ہیں ھُمْ کے لئے دیکھیں عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ اِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ قَالَ ھِیَ فِیْ قَرَاءَۃِ اُبَیٍّ قَبْلَ مَوْتِھِمْ. (ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۱۵) یعنی ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ابی بن کعبؓ کی قراءت میں مَوْتِہٖ کی جگہ مَوْتِھِمْ آیا ہے۔

قَبْلَ مَوْتِھِمْ کے راوی

غیر احمدی:۔قَبْلَ مَوْتِھِمْ والی قراءت جو ابن عباسؓ سے مروی ہے کذب محض ہے۔اس میں دو راوی خصیف اور عتاب بن بشیر مجروح ہیں۔(محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۵۶۲ طبع ۱۹۵۰ء)

جواب:۔ابن جریر نے ابن عباس سے پانچ روایات قَبْلَ مَوْتِھِمْ والی قراءت کی نقل کی ہیں جن میں سے چار روایات ایسی ہیں جن میں یہ دونوں راوی نہیں ہیں۔ پس دوسری روایات تو تمہارے نزدیک بھی قابل اعتراض نہ ٹھہریں۔تو ابن عباس سے مَوْتِھِمْ والی قراءت ثابت تو ہوگئی۔ اعتراض کیا رہا۔

۲۔ باقی رہی پانچویں روایت جس کے راوی خصیف اور عتاب بن بشیر ہیں تو یہ روایت بھی درست ہے۔خصیف بن عبدالرحمٰن کے متعلق لکھا ہے:۔

قَالَ ابْنُ مُعِیْنٍ لَیْسَ بِہٖ بَاْسٌ وَ قَالَ مَرَّۃً ثِقَۃٌ...... قَالَ ابْنُ سَعْدٍ کَانَ ثِقَۃٌ......قَالَ السَّاجِیُ صُدُوْقٌ (تھذیب التھذیب ذکر خصیف بن عبدالرحمٰن الجزری) کہ خصیف ثقہ راوی تھا۔ جن لوگوں نے خصیف پر اعتراض کیا ہے ان کے نزدیک وہ روایت جو خصیف سے عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن روایت کرے وہ نا قابل اعتبار ہوتی ہے۔کیونکہ لکھا ہے وَالْبَلَاءُ مِنْ عَبْدِالْعَزِیْزِ لَا مِنْ خَصِیْفٍ (ایضاً) یعنی نقص عبدالعزیز میں ہے نہ کہ خصیف میں لیکن روایت متنازعہ میں عبدالعزیز راوی نہیں ہے۔

اس طرح اس روایت کا دوسرا راوی عتاب بن بشیر بھی قابل اعتبار اور ثقہ ہے جیسا کہ لکھا ہے:۔

قَالَ عُثْمَانُ الدَّارِمِیُّ عَنْ اَبِیْ مُعِیْنٍ ثِقَۃٌ......کَذَا اَرَّخَہٗ ابْنُ حَبَّانَ فِی الثِّقَاتِ......قَالَ الْحَاکِمُ عَنْ الدَّارِ قُطْنِیُ ثِقَۃٌ (تھذیب التھذیب ذکر عتاب بن بشیر الجزری)

یعنی عتاب بشیر کو ابن معین اور ابن حبان اور دار قطنی نے ثقہ قرار دیا ہے۔

غیر احمدی:۔ ابن جریر میں ابن عباسؓ کا قول قَبْلَ مَوْتِ عِیْسٰی سعید بن جبیر کے طریق سے باسناد صحیح درج ہے۔ بحوالہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری (محمد یہ پاکٹ بک صفحہ ۵۶۲ طبع ۱۹۵۰)۔

جواب:۔ ابن جریر میں سعید بن جبیر کے طریق سے صرف دو روایات درج ہیں۔ پہلی روایت محمد بن بشار نے ابن مہدی عبدالرحمٰن سے اور اس نے سفیان سے اور اس نے ابی حصین سے اور اس نے سعید بن جبیر سے۔ سو یہ روایت ضعیف ہے۔ کیونکہ لکھا ہے:۔

قَالَ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَیَارٍ سَمِعْتُ عَمْرِو ابْنَ عَلِیٍّ یَحْلِفُ اَنَّ بَنْدَارًا یُکَذِّبُ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنْ یَحْیٰ......قَالَ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ عَلِیٍّ ابْنِ الْمَدِیْنِیْ سَمِعْتُ اَبِیْ وَ سَئَلْتُهُ عَنْ حَدِیْثٍ رَوَاهُ بَنْدَارٌ عَنِ ابْنِ مَهْدِیٍّ......فَقَالَ هٰذَا کَذِبٌ......فَرَأَیْتُ یَحْیٰ لَا یَعْبَأُ بِهٖ وَ یَسْتَضْعِفُهُ قَالَ وَ رَأَیْتُ الْقَوَارِیْرِیَّ لَا یَرْضَأُ بِهٖ ۔(تہذیب التہذیب الجزء الخامس بیروت لبنان طبع ثانیہ ۱۹۹۵ء صفحہ ۴۸) کہ عبداللہ بن محمد کہتے ہیں کہ عمرو بن علی نے حلف اٹھا کر کہا کہ محمد بن بشار بندار جھوٹ بولتا تھا ان روایات میں جو اس نے یحییٰ سے روایت کی ہیں۔ اسی طرح سے علی بن المدینی سے محمد بن بشار کی ایک روایت جو اب مہدی سے لی ہے پوچھی گئی تو انہوں نے اس روایت کو کذب محض قرار دیا۔ اس طرح یحییٰ بن معین محمد بن بشار کو اچھا نہیں سمجھتے تھے (اس کی پرواہ نہ کرتے تھے) بلکہ اسے ضعیف قرار دیتے تھے۔ اسی طرح قواریری بھی اسے پسند نہ کرتا تھا۔

یہ تو حال ہے پہلی روایت کا۔ (یاد رہے کہ یہ روایت بھی محمد بن بشار نے ابن مہدی سے روایت کی ہے)۔ دوسری روایت کا ایک راوی ابی بن العباس بن سہل الانصاری ہے جس کے متعلق لکھا ہے:۔

قَالَ اَبُوْ بَشْرِ الدُّوْلَابِیُّ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ قُلْتُ وَ قَالَ ابْنُ مُعِیْنٍ ضَعِیْفٌ وَ قَالَ اَحْمَدُ مُنْکِرُ الْحَدِیْثِ. وَ قَالَ النَّسَائِیُ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ وَ قَالَ الْعُقَیْلِیُّ لَهٗ اَحَادِیْثُ لَا یُتَابَعُ عَلٰی شَیْءٍ مِنْهَا......قَالَ الْبُخَارِیُّ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ (تہذیب التہذیب ذکر ابن عباس بن سهل بن سعد الانصاری) کہ ابو بشر الدولابی نے کہا ہے کہ یہ راوی ثقہ نہیں۔ ابن معین نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے اور امام احمد کے نزدیک منکر الحدیث تھا اور نسائی نے بھی غیر قوی قرار دیا ہے۔ عقیلی نے لکھا ہے کہ اس راوی کی حدیث قابل اتباع نہیں ہوئی۔ امام بخاری کے نزدیک بھی یہ راوی قوی نہیں ہے۔

ابن جریر میں قَبْلَ مَوْتِ عِیْسٰی والی روایت ابن عباسؓ سے صرف ایک ہی روایت ہے

اگرچہ وہ سعید بن جبیر کے طریق سے تو نہیں لیکن پھر بھی ضعیف ہے کیونکہ اس میں بھی یہی ابی ابن العباس راوی ہے جو ضعیف ہے۔

پھر لکھا ہے وَ تَدُلُّ عَلَيْهِ قَرَاءَةُ اُبَيٍّ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهِمْ بِضَمِّ النُّوْنِ عَلٰى مَعْنٰى وَ اِنْ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا سَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهِمْ ۔(تفسیر کشاف زیر آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ) یعنی ان معنوں پر حضرت اُبی بن کعب کی یہ قراءت دلالت کرتی ہے اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهِمْ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہوگا جو اپنی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے۔

حضرت اُبی ابن کعب کی قراءت کی اہمیت بخاری کی اس حدیث سے ظاہر ہے سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَبَدَأَ بِهٖ وَ سَالِمٍ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَ مَعَاذِ ابْنَ جَبَلٍ وَ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ (بخاری کتاب مناقب الانصار باب مناقب ابی بن کعبؓ جلد۲ صفحہ ۱۹۴ مصری) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن شریف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت سالمؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت اُبی ابن کعبؓ سے سیکھو۔

اب متقی مومن کا فرض ہے کہ وہ دونوں قراءتوں کو مدنظر رکھ کر معنے کرے اور وہ یہی ہوں گے کہ یہود کا ہر فرد اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰؑ کے مصلوب ہونے پر ایمان لائے گا اور لاتا ہے ورنہ وہ یہودیت کو ترک کر کے صداقتِ عیسیٰؑ کا قائل ہو جائے گا جو باطل ہے۔

وجہ ششم:۔وَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ قَبْلَ مَوْتِ عِيْسٰى وَ عَنْهُ اَيْضًا قَالَ قَبْلَ مَوْتِ الْيَهُوْدِيِّ......وَ قِيْلَ الضَّمِيْرُ الْاَوَّلُ لِلّٰهِ وَ قِيْلَ اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ بِهٖ عِكْرَمَةُؓ (فتح البیان زیر آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ......) کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عیسیٰؑ کی موت سے پہلے اور انہی حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہودی کی موت سے پہلے......اور کہا گیا ہے کہ پہلی ضمیر اللہ کی طرف پھرتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آنحضرتؐ کی طرف پھرتی ہے اور حضرت عکرمہؓ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اس آیت میں دو ضمیریں ہیں۔ایک بِہٖ اور دوسری بِھِمْ۔ان دونوں ضمیروں کے مرجع کی تعیین میں مفسرین کا اختلاف ہے۔پہلی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰؑ، اللہ، نبی اور قرآن بتائے ہیں اور دوسری ضمیر کا مرجع عیسیٰؑ اور کتابی بتاتے ہیں۔پس یہ دلیل غیر احمدیوں کی تب صحیح ہوسکتی ہے کہ تعیین مرجع میں مسیح پر

اتفاق ہوتا لیکن ایسا نہیں۔ پس اس قراءت کے ہوتے ہوئے بھی غیر احمدیوں کے بیان کردہ معنی درست نہیں ہو سکتے۔

وجہ دہم:۔اس کے بعد فرمایا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (النساء:۱۶۰) کہ وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا یعنی ان کے خلاف گواہی دے گا اور اگر اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ وہ سب مان جائیں گے تو گواہی کیسی اور اس گواہی کی کیا ضرورت؟ کیونکہ گواہی کی ضرورت تو ہمیشہ انکار کے بعد ہوتی ہے۔ قیامت کے ساتھ گواہی کو مخصوص کرنا بتاتا ہے کہ مسیح دنیا میں نہیں آئے گا۔ ورنہ کہنا چاہیے تھا کہ وہ دنیا میں آ کر گواہی دے گا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے نون ثقیلہ کے معنی حال کے بھی کئے ہیں۔
وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ (النساء:۷۳) کا ترجمہ ’’کوئی تم میں سے سستی کرتا ہے۔‘‘

(تفسیر ثنائی زیر آیت وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ......)

نوٹ:۔ بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے جو اس آیت کا ترجمہ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قَبْلَ مَوْتِهٖ سے مراد حضرت مسیحؑ کی وفات لیتے تھے لیکن یہ صریحاً مغالطہ ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل مَوْتِهٖ کی ضمیر کا مرجع ’’کتابی‘‘ ہی لیتے تھے اور جو ترجمہ غیر احمدی ’’فصل الخطاب جلد ۲ صفحہ ۸۰‘‘ کے حوالہ سے پیش کرتے ہیں، اس میں ’’اس کی موت سے پہلے‘‘ کے الفاظ ہیں۔ یہ تصریح موجود نہیں کہ اس سے مراد کتابی ہے یا حضرت مسیحؑ۔ ورنہ حضرت خلیفہ اولؓ کا مذہب وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

’’وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۔الخ (النساء:۱۶۰) کا ترجمہ یہ ہے اور نہیں کوئی اہل کتاب مگر ضرور ایمان لائے گا ساتھ اس قتل کے قبل موت اپنی کے۔‘‘

(الحکم جلد ۵ نمبر ۳۳۔ مؤرخہ ۱۰ر ستمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۱ حاشیہ)

حضرت ابو ہریرہؓ کا اجتہاد

بعض غیر احمدی علماء حضرت ابو ہریرہؓ کا اجتہاد بخاری کے حوالہ سے پیش کیا کرتے ہیں کہ انہوں نے نزولِ مسیح کی حدیث کو وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ والی آیت کے ساتھ منطبق کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت سے نزولِ مسیح ہی مراد ہے نہ کچھ اور۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہؓ کا اپنا اجتہاد ہے جو حجت نہیں کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ راوی تو

اعلیٰ درجہ کے ہیں مگر مجتہد نہیں۔ملاحظہ ہو:۔

ا۔**وَالْقِسْمُ الثَّانِیْ مِنَ الرُّوَاۃِ ھُمُ الْمَعْرُوْفُوْنَ بِالْحِفْظِ وَالْعَدَالَۃِ دُوْنَ الْاِجْتِھَادِ وَالْفَتْوٰی کَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ** (اصول نظام الدین اسحاق بن ابراھیم الشاشی البحث الثانی. فصل فی اقسام الخبر والقسم الثانی من الرواۃ. مطبوعہ نول کشور صفحہ ۴۰۔وکتب خانہ رشیدیہ دہلی صفحہ ۸۲) کہ راویوں میں سے دوسری قسم کے راوی وہ ہیں جو حافظہ اور دیانتداری کے لحاظ سے تو مشہور ہیں مگر اجتہاد اور فتویٰ کے اعتبار سے قابل اعتبار نہیں جیسے ابو ہریرہؓ وانس بن مالک۔

ب۔مولانا ثناءاللہ امرتسری پانی پتی اپنی تفسیر بنام تفسیر مظہری میں تحریر فرماتے ہیں:۔

تَاْوِیْلُ الْاٰیَۃِ بِاِرْجَاعِ الضَّمِیْرِ الثَّانِیْ اِلٰی عِیْسٰی مَمْنُوْعٌ. اِنَّمَا ھُوَزَعْمٌ مِنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ لَیْسَ ذٰلِکَ فِیْ شَیْءٍ فِی الْاَحَادِیْثِ (تفسیر مظہری جلد ۳ صفحہ ۲۷۳ زیر آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ) یعنی آیت زیر بحث میں ضمیر ثانی (یعنی مَوْتِہٖ کی ضمیر کو) حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھیر کر آیت کے معنی کرنا غلط ہے، جائز نہیں۔ یہ تو محض ابو ہریرہؓ کا اپنا زعم ہے جو احادیث کے بالمقابل وقعت نہیں رکھتا کیونکہ حدیث سے ایسا ثابت نہیں ہوتا۔

پس اہل اصول اور محدثین کے نزدیک حضرت ابو ہریرہؓ ثقہ راوی ہیں اور ان کی روایت درست مگر ان کا اپنا خیال اور قول ہرگز حجت نہیں خصوصاً جبکہ قرآن مجید کی ۳۰ آیات، متعدد احادیث اور رہبرانِ اُمت کے بیسیوں اقوال اس کے خلاف ہوں۔ چنانچہ اسی بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کا ایک اور اجتہاد درج ہے۔آنحضرتؐ کی حدیث **مَا مِنْ بنی آدم مولودٌ اِلَّا یمسح الشیطان حِیْنَ یُوْلَدُ فَیَسْتَھِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّیْطَانِ**۔(بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب قولہ تعالیٰ واذکر فی الکتاب مریم......ومسلم کتاب الفضائل باب ۱۴۶) (کہ ہر بچہ کو بوقت پیدائش شیطان مس کرتا ہے بجز مریم اور ابن مریم کے، کہ وہ دونوں مسِّ شیطان سے پاک ہیں) کے متعلق حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ **فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ**۔(بخاری کتاب التفسیر. تفسیر سورۃ آل عمران جلد ۳ مطبع الھیہ مصر) کہ آنحضرتؐ کی اس حدیث کے سمجھنے کے لئے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھو کہ حضرت مریمؑ کی والدہ نے کہا کہ میں مریم اور اس کی ذرّیت کے لئے شیطان الرجیم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ حالانکہ حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ اجتہاد قطعی طور پر غلط ہے کیونکہ حضرت مریمؑ کی والدہ کی مندرجہ بالا دعا حضرت مریمؑ کی ولادت کے بعد کی ہے اور حدیث میں جس

مَسِّ شیطان کی نفی ہے وہ وقت ولادت کی ہے۔پس جس طرح ابو ہریرہؓ کا اس آیت کے متعلق اجتہاد مندرجہ بخاری غلط ہے اس طرح ان کا وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ (النساء:۱۶۰) والی آیت کے متعلق اجتہاد مندرجہ بخاری بھی غلط ہے اور نا قابلِ استناد۔

اگر ان کا یہ قول اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ (النساء:۱۵۸) اس ضمیر کا مرجع ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ باوجود اس کے کہ خدا نے یہودیوں کے اس قول کی تردید پوری طرح کر دی ہے پھر بھی وہ اپنے اس قول پر ایمان رکھیں گے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا، ورنہ ان کا مذہب ہی درہم برہم ہو جاتا ہے مثلاً دیکھ لو اگر ایک یہودی حضرت عیسیٰؑ کو غیر مصلوب تسلیم کر لے تو پھر وہ آپ پر ایمان لائے گا اور اسی طرح اگر ایک عیسائی مصلوبیت مسیح کو چھوڑ دے تو پھر ان کے مذہب کا بھی کچھ نہیں رہتا اور کفارہ مع دیگر اصولوں کے رخصت ہو جاتا ہے۔پس یہی معنی ہیں۔ان کے ایمان سے حقیقی اور قابل قبول ایمان مراد نہیں۔

حیات مسیح کی چوتھی دلیل

فَمَنْ یَّمْلِکُ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّھْلِکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ (المائدة:۱۸) کہ خدا کو کون روک سکتا ہے اگر وہ عیسیٰ بن مریم کو مارنے کا ارادہ کرے۔ثابت ہوا ابھی تک خدا تعالیٰ نے ان کو مارنے کا ارادہ نہیں کیا۔

جواب:۔ اس کے آگے وَاُمَّہٗ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (المائدة:۱۸) بھی پڑھو کہ اگر خدا چاہے عیسیٰؑ اور ان کی والدہ اور موجوداتِ ارضی کو ہلاک کرنا۔تو کیا حضرت مریمؑ بھی زندہ ہیں اور کیا دنیا کی کوئی چیز ہلاک نہیں ہوتی؟ حالانکہ کوئی سیکنڈ اور سیکنڈ کا کوئی حصہ نہیں گزرتا جب دنیا میں کوئی جاندار نہیں مرتا۔

اصل مطلب یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو مسیحؑ، مریمؑ اور موجودات ارضی کو جمیعاً (یکدم) ہلاک کر دیتا مگر خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ دنیا کو ہلاک کرتا ہے۔ اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا (الانبیاء:۴۵)

حیات مسیح کی پانچویں دلیل

یُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ وَکَھْلًا (آل عمران:۴۷) کہ عیسیٰؑ مہد اور چالیس سال کی عمر میں کلام کریں گے۔انہوں نے مہد میں تو کلام کیا مگر ۳۳ سال کی عمر میں چونکہ آسمان پر اٹھائے گئے

اس لئے ابھی تک انہوں نے کھل کی عمر میں کلام نہیں کیا۔لہٰذا آسمان سے واپس آ کر وہ کھل میں بھی کلام کریں گے۔

جواب:۔ کَہْل کے معنی لغت سے ۳۰ سے ۴۰ سال کی عمر کے (مجمع البحار جلد ۳ صفحہ ۲۳۶ زیر لفظ کَہَلَ) بقول تمہارے جب وہ ۳۳ سال کی عمر میں اٹھائے گئے تو تین سال انہوں نے کَہْل میں بھی کلام کرلیا۔واپس لانے کی کیا ضرورت ہے۔

۲۔ ہم تو احادیث صحیحہ کی بناء پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ۱۲۰ سال تک زندہ رہے، لہٰذا ان کا کَہْل کی عمر میں بھی کلام کرنا ثابت ہوگیا۔

حیات مسیح کی چھٹی دلیل

وَ یُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (ال عمران:۴۹) **الکتاب** اور **اَلحِکمة** سے قرآن میں ہر جگہ قرآن اور حدیث مراد ہے۔ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ عیسیٰؑ کو قرآن و حدیث سکھائے گا۔آمد ثانی ثابت۔

جواب:۔ یہ قاعدہ ہی غلط ہے، قرآن کریم میں ہے فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (النساء:۵۵) لہٰذا یہ تمہارا خود ساختہ قاعدہ غلط ہے۔

حضرت امام فخر الدین رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اَلْمُرَادُ مِنَ الْكِتٰبِ تَعْلِيْمُ الْخَطِّ وَالْكِتَابَةِ ثُمَّ الْمُرَادُ مِنَ الْحِكْمَةِ تَعْلِيْمُ الْعُلُوْمِ وَ تَهْذِيْبُ الْاَخْلَاقِ (تفسیر کبیر زیر آیت وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔آل عمران:۴۹) یعنی (تمہاری پیش کردہ آیت میں) کتاب سے مراد خط و کتابت (یعنی لکھنا پڑھنا) اور حکمت سے مراد علوم روحانی و اخلاقی ہیں۔

حیات مسیح کی ساتویں دلیل

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ (المائدة:۱۱۱) یعنی اے عیسیٰؑ جب میں نے بنی اسرائیل کا ہاتھ تجھ سے روک لیا، اس آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو یہودیوں کے ہاتھ لگے ہی نہیں۔اگر یہ مانا جائے کہ وہ صلیب پر لٹکائے گئے اور ان کے ہاتھوں سے خون بہا اور پھر اس قدر مصیبتیں جھیلنے کے بعد صلیب پر سے زندہ اتارے گئے تو اس سے اس آیت کی تکذیب لازم آتی ہے۔

جواب:۔ کَفَّ، عَنْ کا جو ترجمہ کیا گیا ہے وہ سراسر غلط ہے۔قرآن مجید میں ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ (المائدة:۱۲) کہ اے مسلمانو! تم خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جبکہ

قوم (کافرین) نے تمہاری طرف اپنے ہاتھ دراز کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ پس خدا نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا۔

کیا جنگوں کے موقع پر کبھی کوئی مسلمان زخمی یا شہید نہیں ہوتا تھا۔ پس درحقیقت **کَفِّ یَد** سے مراد حقیقی فتح سے کافروں کو روکنا ہے یعنی یہ کہ کافر مسلمانوں پر حقیقی فتح نہیں پا سکتے۔

حیات مسیح کی آٹھویں دلیل

وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (آل عمران: ۵۵) کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تم کو کافروں سے پاک کروں گا یعنی کامل طور پر یہودیوں کے ہاتھوں سے بچاؤں گا۔ اگر احمدیوں کا مذہب مانا جائے کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر لٹکائے گئے مگر زندہ اتر آئے، تو اس سے اس وعدہ کی تکذیب ہوتی ہے۔

جواب: تَطْهِيْر سے مراد اس آیت میں کافروں کے الزامات سے بری کرنا ہے نہ کہ ان کے ہاتھوں سے زخمی ہونے سے بچانا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (الاحزاب: ۳۴) کہ اے اہل بیت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے پلیدی کو دور کرے اور تم کو اچھی طرح پاک کرے۔

اب یہ تو ظاہر ہے کہ ازواج نبی کے علاوہ حضرت امام حسینؓ بھی اہل بیت میں سے ہیں۔ ان کی بھی تطہیر ہوئی؟ کیا ان کو یزیدیوں کے ہاتھ سے جسمانی طور پر کوئی گزند نہیں پہنچا۔ پس حضرت عیسیٰؑ کے لئے تطہیر کے اور معنے لینا خلاف اسلوب قرآن ہے۔

حیات مسیح کی نویں دلیل

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ (النساء: ۱۷۳) کہ مسیح خدا کی عبادت سے انکار نہیں کرے گا۔

جواب:۔ ہاں بے شک حضرت مسیحؑ نے خدا تعالیٰ کا **عَبْد** ہونے سے نہ کبھی پہلے انکار کیا اور نہ خدا کی عبادت کرنے اور کرانے سے قیامت کے دن منکر ہوں گے، چنانچہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ

مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ (المائدۃ:۱۱۷) کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت مسیح سے پوچھے گا کہ کیا آپ نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود بنا کر ہماری عبادت کیا کرو؟ تو مسیح اس کے جواب میں کہیں گے۔

مَا قُلۡتُ لَهُمۡ اِلَّا مَاۤ اَمَرۡتَنِىۡ بِهٖۤ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبَّكُمۡ (المائدۃ:۱۱۸)

کہ میں نے ان سے وہی کچھ کہا جس کا آپ نے مجھے حکم دیا، یعنی یہ کہ تم بھی اسی اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ غرضیکہ لَنۡ يَّسۡتَنۡكِفَ والی آیت میں جس عدم انکار از عبادت کا ذکر ہے وہ قیامت کے دن ہوگا، جیسا کہ قرآن مجید نے دوسری جگہ خود اس کا ذکر بالتفصیل کر دیا ہے یعنی سورۂ مائدہ آخری رکوع میں جس کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے۔

لطیفه

مصنف محمدیہ پاکٹ بک نے حیات مسیحؑ کی نویں دلیل یہ لکھی ہے۔ ''قرآن مجید میں جہاں کہیں کسی شخص کو مقرب فرمایا ہے۔ سب جگہ مذکور ساکنینِ آسمان ہیں چنانچہ سورۃ واقعہ میں جنتیوں کے حق میں لفظ مقرب وارد ہے اور قرآن و حدیث سے ظاہر ہے کہ جنت آسمان پر ہے، دوسرے موقع پر حضرت مسیح کے لیے ''وَ مِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ'' آیا ہے۔ مطلب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر ہیں۔''

(محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۵۷۲، ۵۷۳ بار دوم ۱۹۸۹ء مطبع آرٹ پرنٹر لاہور ناشر المکتبۃ السّلفیہ لاہور نمبر ۲)

احمدی: ۱۔ جنت زمین پر ہو یا آسمان پر لیکن ہم یہ ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ فی الواقعہ ''جنتیوں'' میں سے ہیں کیونکہ بقول تمہارے لفظ مقرب جہاں کہیں قرآن مجید میں آیا ہے وہاں اس سے مراد یا تو فرشتے ہیں یا جنتی۔ حضرت مسیح فرشتے تو نہیں لہٰذا جنتی ضرور ہیں۔ بہر حال ان کی وفات ثابت ہے کیونکہ جنت کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے مَا هُمۡ مِّنۡهَا بِمُخۡرَجِيۡنَ (الحجر:۴۹)

۲۔ باقی تمہارا لکھنا کہ ''قرآن مجید میں مقرب کا لفظ صرف ساکنین آسمان کے لئے آیا ہے۔'' تمہاری قرآن دانی کی دلیل ہے۔ سورہ اعراف اور سورہ شعراء میں فرعون کے جادوگروں کی نسبت لَمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ (الاعراف: ۱۱۵ و الشعراء :۴۳) کا لفظ آیا ہے۔ تمہارے نزدیک کیا فرعون کا دربار آسمان پر منعقد ہوتا تھا۔

۳۔ ذرا یہ بھی بتا دینا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تمہارے نزدیک اپنی وفات تک اللہ تعالیٰ کے مقرب تھے یا نہیں؟

۴۔ حضرت مسیحؑ کے لئے جہاں مقرب کا لفظ آیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں ۔ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (آل عمران : ۴۶) کہ وہ دنیا میں بھی وجیہہ ہوگا اور آخرت میں بھی وجیہہ اور مقرب ہوگا ۔ پس حضرت مسیح کا مقرب ہونا اَلْاٰخِرَة کے بعد ہے نہ کہ پہلے ۔ لہٰذا اگر تمہارا خود ساختہ قاعدہ مان بھی لیا جائے تب بھی حضرت مسیحؑ کی وفات ہی اس سے ثابت ہوتی ہے ۔ معلوم نہیں کس طرح تم نے اسے حیات مسیحؑ کی دلیل ٹھہرالیا ہے؟

غیر احمدی:۔ حضرت مسیحؑ کا صلیب پر لٹکایا جانا اس کے ''وجیہہ'' ہونے کے منافی ہے۔

جواب:۔ جی نہیں! صلیب پر اپنے دشمنوں کے ہاتھوں مارے جانا بے شک وجاہت کے خلاف تھا کیونکہ عہد نامہ قدیم میں صلیب پر مارے جانے والے کو لعنتی کہا گیا ہے نہ کہ صلیب پر لٹکائے جانے والے کو۔ پس مسیح کا محض صلیب پر لٹکنا اور زخمی ہونا ان کے وجیہہ ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ آنحضرتؐ کا دانت مبارک جنگ اُحد میں شہید ہوگیا۔ حضورؐ دشمنوں کے ہاتھوں زخمی ہوکر بے ہوش ہوگئے لیکن کیا تمہارے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم وجیہہ نہ تھے؟

حیاتِ مسیحؑ کی دسویں دلیل

كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ (بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسی بن مریم)
کہ اے مسلمانو! تمہاری کیسی خوش قسمتی ہوگی کہ جب تم میں ابن مریم نزول فرما ہوں گے۔

جواب:۔ اس حدیث میں مِنَ السَّمَآءِ کا لفظ تو آیا نہیں۔ ہاں دو لفظ ہیں جن سے ہمارے دوستوں کو مغالطہ لگا ہے۔ ایک نَزَلَ اور ایک ابن مریم ۔ نزول کے متعلق یاد رہے کہ اس کے لئے آسمان سے اترنا ضروری نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

لفظ نُزُول قرآن میں

۱۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ (الطلاق: ۱۲،۱۱) کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف محمد رسول اللہؐ کو نازل فرمایا جو تم پر اللہ کی نشانیاں پڑھتا ہے۔ کیا آپؐ آسمان سے آئے تھے؟

۲۔ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ (الزمر: ۷) اللہ نے تمہارے واسطے جانور نازل کئے۔

۳۔ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ (الحدید: ۲۶) ہم نے لوہا نازل کیا۔

۴۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (الحجر: ۲۲)

اور کوئی چیز بھی نہیں مگر ہمارے پاس اس کے خزانے ہیں اور نہیں اتارتے ہم اس کو مگر ایک مقررہ اندازہ پر۔

۵۔ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا (الاعراف:۲۷) ہم نے لباس نازل کیا۔

لفظ نُزُوْل اور احادیث

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ (کنز العمال صفحہ ۳۹۲ حدیث ۱۳۳۸۳) آنحضرتؐ ایک درخت کے نیچے اترے۔

۲۔ كَانَ اِذَا نَزَلَ مَنْزِلًا فِیْ سَفَرٍ لَمْ يَرْتَحِلْ حَتّٰى يُصَلِّیْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ۔

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۸ کتاب شمائل من قسم الاقوال باب آداب السفر حدیث نمبر ۱۸۱۵۳)

آنحضرتؐ سفر میں مقام کرنے کے بعد دو رکعتیں پڑھ کے کوچ کرتے تھے۔

۳۔ لَمَّا نَزَلَ الْحَجَرَ (فتح الباری شرح بخاری جلد ۸ کتاب المغازی باب نزول النبی الحجر) جب آنحضرتؐ حجر کی زمین میں اترے۔

اُمت محمدیہ کے لئے نُزُوْل کا لفظ

لَتَنْزِلَنَّ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ اَرْضًا يُقَالُ لَهَا الْبُصْرَةُ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۸۰ کتاب القیامة من قسم الاقوال (الاکمال) حدیث نمبر ۱۸۲۴) میری امت کا ایک گروہ ایک ایسی زمین میں اترے گا جس کا نام بصرہ ہوگا۔

دجال کے لئے نُزُوْل کا لفظ

يَاْتِی الْمَسِيْحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَ هِمَّتُهُ الْمَدِيْنَةَ حَتّٰى يَنْزِلَ دُبُرَ اُحُدٍ (مشکوٰۃ کتاب الفتن باب علامات بین یدی الساعة و ذکر الدجال۔ کنز العمال الجز الثانی عشر صفحہ ۱۰۸ کتاب الفضائل فضائل الامکنة و الازمنة حدیث نمبر ۳۴۸۵۴) فَيَنْزِلُ بَعْضَ السَّبَاخِ (بخاری کتاب الفتن باب لا یدخل الدجال المدینة۔ مشکوٰۃ کتاب الفتن باب علامات بین یدی الساعة و ذکر الدجال)

ترجمہ:۔ کہ مسیح دجال مشرق کی طرف سے مدینہ کا قصد کر کے آئے گا۔ یہاں تک کہ اُحد کی پیٹھ کی طرف اترے گا (۲) مدینہ کی ایک شور زمین میں اترے گا۔

پس لفظ نزول سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے کہ ضرور حضرت مسیحؑ آسمان سے ہی آویں۔

بیہقی کا مِنَ السَّمَآءِ

نوٹ:۔اس جگہ بعض جاہل امام بیہقی ۴۵۸ھ کی کتاب الاسماء والصفات بیروت۔لبنان صفحہ نمبر۴۲۴ سے یہ حدیث پیش کردیا کرتے ہیں۔کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ مِنَ السَّمَآءِ فِیْکُمْ وَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ۔

اوّل۔یادرہے کہ امام موصوف اس کے بعد لکھتے ہیں۔رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ فِی الصَّحِیْحِ عَنْ یَحْیٰ بْنِ بَکْرٍ وَ اَخْرَجَہٗ مُسْلِمٌ وَ مِنْ وَجْہٍ اٰخَرَ عَنْ یُوْنُسَ وَ اِنَّمَا اَرَادَ نُزُوْلُہٗ مِنَ السَّمَآءِ بَعْدَ الرَّفْعِ اِلَیْہِ ۔صفحہ۴۲۴ کہ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے اور امام مسلم نے ایک اور وجہ سے یونسؔ سے لیا ہے اور اس نے ارادہ نزول من السماء کا ہی کیا ہے۔

امام کہتا ہے رواہ البخاری۔ بخاری میں راوی اور الفاظ سب موجود ہیں مگر مِنَ السَّمَاءِ نہیں ہے پس معلوم ہوا یہ حدیث کا حصہ نہیں۔

دوم۔اس روایت کا ایک راوی ابوبکر محمد بن اسحاق بن محمد الناقد ہے جس کے متعلق لکھا ہے کَانَ یَدَّعِی الْحِفْظَ وَ فِیْہِ بَعْضُ التَّسَاھُلِ ۔(لسان المیزان لابن حجر حرف المیم. ذکر محمد بن اسحاق) کہ اس راوی میں تساہل پایا جاتا ہے۔پس مِنَ السَّمَاءِ کے الفاظ کا اضافہ بھی اس راوی کا تساہل ہے اصل حدیث کے الفاظ نہیں۔اس طرح اس روایت کا ایک اور راوی احمد بن ابراہیم بھی ضعیف ہے۔دیکھولسان المیزان حرف الالف۔پس مِنَ السَّمَاءِ حجت نہیں۔

علاوہ ازیں اس روایت کا راوی یحیٰ بن عبداللہ ہے اس کے متعلق لکھا ہے۔قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ...... لَایُحْتَجُّ بِہٖ...... وَ قَالَ النَّسَائِیُ ضَعِیْفٌ...... لَیْسَ بِثِقَۃٍ قَالَ یَحْیٰی...... لَیْسَ بِشَیْءٍ ۔ (تھذیب التھذیب ذکر یحیٰ بن عبداللہ بن بکیر و میزان الاعتدال ذکر یحی بن عبداللہ الجابر الکوفی)

اس طرح اس روایت کا ایک اور راوی یونس بن یزید بھی ضعیف ہے۔ یہ روایت یونس بن یزید نے ابن الشہاب الزہری سے روایت کی ہے اور اس کے متعلق لکھا ہے کہ قَالَ اَبُوْ زَرْعَۃُ الدَّمَشْقِیُ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِاللّٰہِ اَحْمَدَ ابْنَ حَنْبَلٍ یَقُوْلُ فِیْ حَدِیْثِ یُوْنُسَ عَنِ الزُّھْرِیُ مُنْکَرَاتٌ...... قَالَ ابْنُ سَعْدٍ...... لَیْسَ بِحُجَّۃٍ...... کَانَ سَیِّئَ الْحِفْظِ. (تھذیب التھذیب ذکر یونس بن یزید بن ابی النجاد) کہ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے کہ یونس کی ان روایت میں جو

زُہری سے اس نے روایت کی ہیں منکرات ہیں۔ابن سعد کہتے ہیں کہ یونس قابلِ حجت نہیں ہے اور وکیع کہتے ہیں کہ اس کا حافظہ خراب تھا۔

اس کے متعلق میزان الاعتدال میں لکھا ہے **کَانَ یُدَلِّسُ فِی النَّادِرِ** (میزان الاعتدال از ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذّھبی زیر لفظ یونس بن یزید الایلی) کہ کبھی کبھی یہ تدلیس سے کام لیا کرتا تھا۔پس اس راویت میں بھی **مِنَ السَّمَاءِ** کے الفاظ کی ایزاد بھی اس کے حافظہ کی غلطی یا تدلیس کا نتیجہ ہوسکتی ہے۔

سوم۔بیہقی کا قلمی نسخہ پہلی مرتبہ ۱۳۲۸ھ میں چھپا ہے۔یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ بلکہ وفات کے بعد۔اس لیے مولویوں نے اس میں **مِنَ السَّمَاءِ** کا لفظ اپنے پاس سے از راہِ تحریف اورالحاق زائد کر دیا ہے۔چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ امام جلال الدین سیوطیؒ نے بیہقی سے اس حدیث کو نقل کیا ہے مگر اس میں **مِنَ السَّمَاءِ** کا لفظ نہیں۔چنانچہ وہ اپنی تفسیر (درمنثور از علامہ جلال الدین سیوطیؒ جلد ۲ صفحہ ۲۴۲) پر اس حدیث کو یوں بیان کرتے ہیں:۔

وَ اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالْبُخَارِیُّ وَالْمُسْلِمُ وَالْبَیْھَقِیُّ فِی الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ وَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ

امام مذکور کا باوجود اس محولہ بالا روایت کو دیکھنے کے **مِنَ السَّماءِ** چھوڑ دینا بتاتا ہے کہ یہ حدیث کا حصہ نہیں بعد کی ایزاد ہے۔بہر حال حدیث نہیں۔**فَانْدَفَعَ الشَّکُّ مِنْہُ**۔

حیاتِ مسیحؑ کی گیارہویں دلیل

حدیث میں ہے **اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ** (جامع البیان ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۱۹) کہ یقیناً عیسٰیؑ نہیں مرے۔

جواب۔ابن جریر بلحاظ حوالہ حدیث قابل استناد نہیں بوجہ ذیل:

شاہ عبدالعزیز صاحب محدثِ دہلویؒ اپنی تصنیف عجالہ نافعہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس طبقہ میں وہ حدیثیں ہیں جن کا نام ونشان پہلے قرنوں میں معلوم نہیں تھا اور متاخرین نے روایت کی ہیں تو ان کا حال دوشقوں سے خالی نہیں۔یا سلف نے تفحص کیا اور ان کی اصل نہ پائی کہ ان کی روایت سے مشغول ہوتے یا ان کی اصل پائی اور ان میں قدح وعلّت دیکھی کہ روایت نہ کی اور

دونوں طرح یہ حدیثیں قابل اعتماد نہیں کہ کسی عقیدہ کے اثبات پر عمل کرنے کو ان سے سند لیں۔اس قسم کی حدیثوں نے بہت سے محدثین کی راہزنی کی ہے۔اس قسم کی حدیثوں کی کتابیں بہت تصنیف ہوئی ہیں۔ تھوڑی سی ہم بیان کرتے ہیں:۔''

کتاب الضعفاء لابن حبان۔تصانیف الحاکم۔کتاب الضعفاء للعقیلی، کتاب الکامل لابن عدی، تصانیف خطیب۔تصانیف ابن شاہین اور تفسیر ابن جریر (عجالہ نافعہ از عبدالعزیز محدّث دہلوی ترجمہ فصل اوّل طبع رابع صفحہ ۳۷)

مراسیل حسن بصریؒ

۲۔ یہ روایت مرفوع متصل نہیں بلکہ مرسل ہے اور حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے جو تابعی تھے صحابی نہ تھے۔مراسیل حسن بصریؒ کے متعلق لکھا ہے:

مَا اَرْسَلَ فَلَیْسَ بِحُجَّةٍ (تہذیب التہذیب حرف الحاء۔زیر لفظ الحسن) یعنی حسن بصری کی مرسل روایت حجت نہیں ہوتی۔لہٰذا **لَمْ یَمُتْ** والی روایت بھی حجت نہیں۔حضرت احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: **لَیْسَ فِی الْمُرْسَلَاتِ اَضْعَفُ مِنَ الْمُرْسَلَاتِ الْحَسَنَ۔**

(تہذیب التہذیب از احمد بن حجر عسقلانیؒ متوفی ۸۵۴ھ زیر لفظ عطاء بن ابی رباح)

غیر احمدی:۔ حضرت حسن بصریؒ کی مرسل میں تو وہی کلام کرے جس کو ان کے اقوال کا پورا علم نہ ہو کیونکہ حسن بصریؒ نے جس قدر روایات صحابی کا نام لئے بغیر آنحضرتؐ سے کی ہیں وہ سب کی سب انہوں نے حضرت علیؓ سے لی ہیں لیکن حجاج بن یوسف کے خوف سے انہوں نے حضرت علیؓ کا نام نہیں لیا۔

جواب نمبر ا:۔ یہ تو حضرت حسن بصریؒ پر کسی انسان کے خوف سے حق نہ کہنے کا الزام ہے۔ نمبر۲ یہ ثابت ہے کہ حضرت حسن بصریؒ نے حضرت علیؓ سے ایک حدیث بھی نہیں سنی۔ملاحظہ ہو۔

سُئِلَ اَبُوْ زَرْعَةِ هَلْ سَمِعَ الْحَسَنُ اَحَدًا مِنَ الْبَدْرِیِّیْنَ قَالَ رَآهُمْ رُؤْیَةً رَأٰی عُثْمَانَ وَ عَلِیًّا قِیْلَ هَلْ سَمِعَ مِنْهُمَا حَدِیْثًا قَالَ لَا ۔(تهذیب التهذیب زیر لفظ الحسن) یعنی ابوزرعہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضرت حسن بصری نے کسی بدری صحابیؓ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ کو صرف ایک نظر دیکھا ہے۔پوچھا گیا کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ یا حضرت علیؓ سے کوئی حدیث بھی سنی تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔اس طرح لکھا ہے:

مَا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ اَحَدٍ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ مُشَافَهَةً......قَالَ التِّرْمَذِیُّ لا یُعْرَفُ لَهٗ سِمَاعٌ مِنْ عَلِیٍّ (تھذیب التھذیب زیر لفظ الحسن) کہ حضرت حسن بصریؒ نے کسی بدری صحابی سے بھی کوئی حدیث نہیں سنی ۔ امام ترمذی نے کہا ہے کہ حسن بصری کا حضرت علیؓ سے کوئی حدیث سننا ثابت نہیں ۔

۳۔علامہ شوکانی لکھتے ہیں:۔ فَاِنَّ اَئِمَّةَ الْحَدِیْثِ لَمْ یَثْبُتُوْا لِلْحَسَنِ مِنْ عَلِیٍّ سِمَاعًا (کتاب فوائدالمجموعہ فی احادیث الموضوعہ صفحہ ۸۳ مطبع محمدی لاہور) کہ ائمہ حدیث کے نزدیک حضرت علیؓ سے حضرت حسن بصریؒ کا کوئی حدیث سننا ثابت نہیں ۔ (نیز دیکھو تکملہ مجمع البحار جلد ۳ صفحہ ۵۱۸ زیر مج ارز)

۴۔اس روایت کے چار راوی ضعیف ہیں (۱) اسحاق بن ابراہیم بن سعید المدنی نے اس کے متعلق لکھا ہے ۔قَالَ اَبُوْ ذَرْعَةٍ مُنْكَرُ الْحَدِیْثِ لَیْسَ بِقَوِیٍّ وَقَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ لِیْنُ الْحَدِیْثِ (تہذیب التہذیب و میزان الاعتدال زیر لفظ اسحٰق بن ابراہیم بن سعد) کہ ابوزرعہ نے کہا ہے کہ اس راوی کی حدیث قابل انکار ہے اور قوی راوی نہیں ہے ۔ ابوحاتم نے کہا کہ اس کی روایت کمزور ہوتی ہے ۔

(۲) دوسرا راوی عبداللہ بن ابی جعفر عیسیٰ بن ماہان ہے ۔ اس کی نسبت لکھا ہے ۔ قَالَ عَبْدُالْعَزِیْزِ ابْنِ سَلَامٍ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ ابْنَ حُمَیْدٍ یَقُوْلُ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ اَبِیْ جَعْفَرَ کَانَ فَاسِقًا ...... یُعْتَبَرَ حَدِیْثُهٗ مِنْ غَیْرِ رَوَایَتِهٖ عَنْ اَبِیْهِ وَ قَالَ السَّاجِیُ فِیْهِ ضُعْفٌ (تھذیب التھذیب از احمد بن حجر عسقلانیؒ زیر لفظ عبداللہ بن ابی جعفر و میزان الاعتدال زیر لفظ عبداللہ بن ابی جعفر عیسی بن ماھان) یعنی عبدالعزیز بن سلام کہتے ہیں کہ یہ راوی فاسق تھا اور جو روایت یہ اپنے باپ سے کرے وہ لائق اعتبار نہیں ہوتی اور ساجی نے کہا ہے کہ اس راوی کی روایت کمزور ہے ۔ یادرکھنا چاہئے کہ لَمْ یَمُتْ والی روایت اس راوی نے اپنے باپ سے ہی روایت کی ہے لہٰذا یہ روایت تو بہرحال مردود ہے ۔

(۳) تیسرا راوی اس دوسرے راوی عبداللہ کا باپ ابوجعفر عیسیٰ بن ماہان ہے ۔ اس کے تعلق لکھا ہے ۔قَالَ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ اَحْمَدَ عَنْ اَبِیْهِ لَیْسَ بِقَوِیٍّ فِی الْحَدِیْثِ ...... قَالَ عُمَرُ ابْنُ عَلِیٍّ فِیْهِ ضُعْفٌ ...... قَالَ النَّسَائِیُ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ (تھذیب التھذیب زیر لفظ ابو جعفر عیسیٰ بن ماھان و میزان الاعتدال) یعنی امام احمد کے نزدیک یہ راوی قوی نہیں ، عمر بن علی کے نزدیک ضعیف ہے اور نسائی اور عجلی کے نزدیک بھی قوی نہیں نیز اس راوی کو خطا کار اور سیئ الحفظ بھی کہا گیا ہے ۔

(۴) چوتھا راوی ربیع بن انس البکری المصری ہے اس کے متعلق لکھا ہے۔قَالَ ابْنُ مَعِیْنٍ کَانَ یَتَشَیَّعُ فَیُفْرِطُ......النَّاسُ یَتَّقُوْنَ مِنْ حَدِیْثِہٖ مَا کَانَ مِنْ رَوَایَۃِ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَنْہُ لِاَنَّ فِیْ حَدِیْثِہٖ عَنْہُ اِضْطِرَابًا کَثِیْرًا (تھذیب التھذیب از احمد بن حجر عسقلانیؒ زیر لفظ ربیع بن انس البکری المصری) کہ یہ راوی غالی شیعہ تھا اور جو روایت اس سے ابوجعفر عیسیٰ بن ماہان کرے، اس روایت سے لوگ بچتے ہیں کیونکہ ایسی روایت سخت مخدوش ہوتی ہے ظاہر ہے کہ یہ لَمْ یَمُتْ والی روایت وہ ہے جو اس راوی سے ابوجعفر عیسیٰ بن ماہان نے کی ہے لہٰذا قابل توجہ نہیں۔

پس اوّل تو یہ روایت مرسلاتِ حسن سے ہے اور اس وجہ سے حدیث مرفوع متصل نہیں۔ دوسرے اس کے پانچ میں سے چار راوی ضعیف اور غیر ثقہ ہیں اور بعض شیعہ بھی۔ پس سخت جھوٹی اور جعلی ہے۔

حیات مسیح کی بارہویں دلیل

اِنَّ عِیْسٰی یَاْتِیْ عَلَیْہِ الْفَنَاءُ۔

(جامع البیان ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۱۶۳ الطبعۃ الثالثۃ ۱۹۶۸ء مطبع مصطفی البابی الحلبی مصر)

جواب۔ اس روایت کے راوی بھی وہی ہیں جو اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ (جامع البیان ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۱۹) والی روایت کے ہیں یعنی اسحاق بن ابراہیم بن سعید، عبداللہ بن ابی جعفر ابوجعفر عیسیٰ بن ماہان اور ربیع بن انس۔ جن پر جرح پچھلی روایت پر بحث کے ضمن میں درج ہو چکی ہے۔

حیات مسیحؑ پر تیرہویں دلیل

یُدْفَنُ مَعِیْ فِیْ قَبْرِیْ (۱۔ مشکوٰۃ کتاب الفتن باب نزول عیسیٰ علیہ السلام بروایت ابن جوزی فی الکتاب الوفاء۔۱۔ مطبع مجیدی صفحہ ۴۸۰، ۲۔ مطبع احمدی صفحہ ۴۷۲) (۲۔شرح لشرح العقائد المسمّٰی بالنبراس از حافظ محمد عبدالعزیز الفرہاروی ۱۳۱۴ھ صفحہ ۵۸۶)

جواب۔ اس کے دس ۱۰ جواب ہیں۔

(۱) فرض کرو کہ آج حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نازل ہو کر مدینہ میں تشریف لے جا کر فوت ہو جائیں تو آنحضرتؐ کی قبر مبارک کو کون سا سعید الفطرت مسلمان اکھاڑے گا؟ ہاں ممکن ہے کوئی احراری تیار ہو جائے۔

(۲) حضرت عائشہ صدیقہؓ کا خواب اس حدیث کے ظاہری معنی لینے سے روکتا ہے جو یہ ہے۔ ’’اِنَّ عَـائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ رَأَيْتُ ثَلَاثَةَ اَقْمَارٍ سَقَطْنَ فِيْ حُـجْـرَتِـيْ فَقَصَصْتُ رُءْيَايَ عَلٰى اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِؓ قَالَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَـلَيْـهِ وَسَلَّمَ وَ دُفِنَ فِيْ بَيْتِهَا قَالَ لَهَا اَبُوْ بَكْرٍ هٰذَا اَحَدُ اَقْمَارِكِ وَهُوَ خَيْرُهَا (مؤطا امام مالک جلد اصفحہ ۱۲۱ مصری) کہ حضرت اُمّ المومنین عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ تین چاند میرے حجرہ میں گرے ہیں۔ میں نے اپنا یہ خواب اپنے والد صاحب ابوبکر صدیقؓ سے بیان کیا۔ پس جب آنحضرتؐ فوت ہوئے اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں مدفون ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ یہ تیرے تین چاندوں میں سے ایک ہے جو سب سے بہتر ہے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ فوت ہوئے اور اسی حجرہ میں مدفون ہوئے۔ گویا حضرت عائشہؓ کے خواب کے مطابق تین چاند ان کے حجرہ میں گر چکے اب اگر حضرت عیسیٰ بھی اس میں مدفون ہوں تو حضرت عائشہ کا خواب غلط ہوتا ہے۔

(۳) آنحضرتؐ نے فرمایا اَنَا ...... اَوَّلُ مَنْ يَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ (مسلم کتاب الفضائل باب تفضیل نبینا علیٰ جمیع الخلائق) میری خصوصیت یہ ہے کہ میں پہلا انسان ہوں گا جس کی قیامت کے دن قبر پھاڑی جائے گی۔ اب اگر حضرت عیسیٰؑ بھی حضورؐ کی قبر میں ساتھ ہی مدفون ہوں تو جس وقت آنحضرتؐ کی قبر پھاڑی جاوے گی تو وہ بھی اس خصوصیت میں شامل ہو جائیں گے۔

(۴) ترمذی میں ہے کہ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَـا اَوَّلُ مَـنْ تَـنْـشَـقُّ عَـنْـهُ الْاَرْضُ ثُـمَّ اَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ اٰتِيْ اَهْلُ الْبَقِيْعِ فَيُحْشَرُوْنَ۔ (ترمذی۔ ابواب المناقب بَابِ اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ ثُمَّ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ) کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں پہلا انسان ہوں کہ جس کی زمین (قبر) پھاڑی جائے گی۔ پھر میرے بعد ابوبکرؓ اور ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ اور عمرؓ کے بعد جنت البقیع کے باقی مومن۔ پس سب اکٹھے کئے جائیں گے۔

اگر حضرت عیسیٰؑ نے بھی آنحضرتؐ کی قبر میں یا بقولِ شما حضورؐ کے روضہ میں دفن ہونا ہوتا تو دوسرے تیسرے یا کم از کم چوتھے نمبر پر ہی ان کا نام آجاتا۔ آنحضرتؐ نے اپنے روضہ (حجرہ عائشہؓ) میں مدفون ہونے والے اپنے سمیت ’’تینوں چاندوں‘‘ کا ذکر فرمایا ہے اور ان کے بعد جنت البقیع

(قبرستان) میں مدفون صحابہؓ کا ذکر فرمایا ہے اور حضرت عیسیٰؑ کا نام نہیں لیا۔ پس یہ اس بات کی قطعی شہادت ہے کہ آنحضرتؐ کی مدینہ والی قبر میں یا حضورؐ کے روضہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے دفن ہونے کی کوئی صورت نہیں۔

(۴۔) ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ میں تیسرے دن کے بعد اپنی قبر میں نہ رہوں گا تو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حضرت عیسیٰ بقول تمہارے مدفون ہوں گے تو اس وقت تو آنحضرتصلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود نہ ہوں گے تو پھر معی کی شرط پوری نہ ہوئی۔

(۵) تم لوگ کنز العمال (جلد ۱۱ الفصل الاوّل ابواب فی فضائل سائر الانبیاء حدیث نمبر ۳۲۲۳۲) کی روایت پیش کرتے ہو کہ **مَا تَوَفَّى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ نَبِيًّا اِلَّا دُفِنَ حَيْثُ يُقْبَضُ** کہ نبی جہاں مرتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔ (اور اسی وجہ سے حضرت مرزا صاحبؑ پر اعتراض کیا کرتے ہو اور اس کا جواب دوسری جگہ دیا ہے) اور تم مانتے ہو کہ اسی بناء پر آنحضرتؐ چونکہ حجرہ عائشہ میں فوت ہوئے اور اسی میں مدفون بھی ہوئے۔ تو اب اگر حضرت عیسیٰؑ واقعی آسمان سے آجائیں تو کیا وہ آنحضرتؐ کی قبر مبارک کے اندر جا کر فوت ہوں گے۔

(۶) اسی حدیث میں ہے کہ **فَاَقُوْمُ اَنَا وَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فِيْ قَبْرٍ وَاحِدٍ بَيْنَ اَبِىْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ** (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۹۹) پھر میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی قبر میں جو ابو بکرؓ اور عمرؓ کے درمیان ہوگی کھڑے ہوں گے تو گویا اس کے مطابق حضرت عیسیٰؑ جس قبر میں مدفون ہوں گے وہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبروں کے درمیان ہونی چاہیے اور ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبروں کے درمیان کوئی جگہ موجود نہیں ہے۔

(۷)۔ الف۔ اگر کہو کہ قبر سے مراد مقبرہ ہے تو یہ کسی لغت کی کتاب سے دکھاؤ اور انعام لو۔

ب۔ اندریں صورت **فَاَقُوْمُ اَنَا وَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فِيْ قَبْرٍ وَاحِدٍ بَيْنَ اَبِىْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ** (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۹۹) قبر کا ترجمہ مقبرہ کرو گے؟ کیا حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے درمیان ایک مقبرہ ہوگا؟

ج۔ مقبرہ تو کہتے ہی "**مَوْضِعُ الْقُبُوْر**" (المنجد زیر لفظ قبر) کو ہیں۔ پھر قبر کس طرح مقبرہ بن سکتی ہے؟

د۔ جب تم خود اس حدیث کے لفظی معنی نہیں کرتے بلکہ غلط تاویل کرتے ہو تو ہمارے لئے

کیوں نا جائز ہے کہ ہم قرآن شریف وحدیث اور واقعات کی روشنی میں اس کے صحیح معنی بیان کریں؟

(۸) قرآن مجید میں ہے قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ مَاۤ اَكۡفَرَهٗ مِنۡ اَیِّ شَیۡءٍ خَلَقَهٗ مِنۡ اَیِّ شَیۡءٍ خَلَقَهٗ ...... ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقۡبَرَهٗ (عبس:۱۸تا۲۲) گویا ہر انسان خواہ وہ ہندو ہو خواہ پارسی مرکر ''قبر'' میں ہی جاتا ہے پھر بتاؤ کہ وہ لوگ جن کی لاشیں جلا دی جاتی ہیں یا جن کو درندے کھا جاتے ہیں، یا جن کو مچھلیاں سمندر میں کھا جاتی ہیں کیا وہ بھی اس آیت کے مطابق قبر میں جاتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں جاتے تو ثابت ہوا کہ (۱) وہ انسان نہیں (۲) ان (غیر مسلموں) کو عذابِ قبر نہیں ہوگا اور اگر کہو کہ قبر میں جاتے ہیں تو ثابت ہوا کہ قبر سے مراد ظاہری قبر کی مٹی نہ رہی بلکہ کوئی روحانی حالت ''قبر'' کے نام سے موسوم ہوئی۔ پس کیوں ''قبر'' کے وہی معنی يُدۡفَنُ مَعِیَ فِیۡ قَبۡرِیۡ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب نزول عیسٰی بروایت ابن جوزی فی الکتاب الوفا مطبع مجید کانپور صفحہ ۴۸۰ و مطبع احمدی دہلی صفحہ ۴۷۲) والی حدیث میں نہ لئے جائیں۔ اس طرح حدیث میں بھی آتا ہے۔ اَلۡقَبۡرُ رَوۡضَةٌ مِنۡ رِیَاضِ الۡجَنَّةِ اَوۡحُفۡرَةٌ مِنۡ حُفَرِ النِّیۡرَانِ (ترمذی ابواب صفة القیامة حدیث نمبر ۲۴۶۰) کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

(۹) اگر آج حضرت عیسیٰؑ آجائیں تو کیا تم اس وقت تک ایمان نہ لاؤ گے جب تک کہ وہ مرکر آنحضرتؐ کی قبر میں مدفون نہ ہوجائیں؟

(۱۰) اگر اس حدیث میں عیسیٰ بن مریمؑ سے مسیح ناصری مراد لیتے ہو تو پھر اسی حدیث سے ثابت ہوا کہ وہ فوت ہوچکے ہیں کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا يُدۡفَنُ مَعِیَ کہ وہ آنحضرتؐ کے ساتھ ہی دفن کر دیئے گئے گویا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ دنیا میں اگر کسی انسان کو اللہ تعالیٰ اتنا لمبا زمانہ زندہ رکھتا تو یقیناً ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے۔ آپؐ سے زیادہ خدا کو اور کون پیارا ہے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَفَاۡئِنۡ مِّتَّ فَهُمُ الۡخٰلِدُوۡنَ (الانبیاء:۳۵) کہ خدا تعالیٰ کی غیرت یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ آنحضرتؐ تو فوت ہوجائیں اور آپ سے پہلے انبیاء اتنا عرصہ زندہ رہیں۔ پس آنحضرتؐ نے فرما دیا کہ یاد رکھو جب تم مجھ کو دفن کر رہے ہوگے تو اسی وقت یہ ثابت ہوجائے گا کہ پہلا کوئی نبی زندہ نہیں رہا۔ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ (المائدۃ:۷۶) کم از کم اس وقت تو مانو گے کہ عیسیٰؑ بھی زندہ نہیں گویا عیسیٰؑ میرے ساتھ ہی دفن ہوجائیں گے۔ (فَافۡهَمُ اَيُّهَا الۡعَاقِلُوۡنَ)۔

حیاتِ مسیح کی چودھویں دلیل

ترمذی ابواب المناقب باب ما جاء فی فضل النبی صلی الله علیه و سلم پر ایک روایت ہے جس میں عبداللہ بن سلامؓ نے اپنے دادا سے یہ روایت کیا ہے کہ قَالَ مَکْتُوْبٌ فِی التَّوْرٰةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ یُدْفَنُ مَعَهٗ قَالَ فَقَالَ اَبُوْ مَوْدُوْدٍ قَدْ بُقِیَ فِی الْبَیْتِ مَوْضِعُ قَبْرٍ. هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ۔

جواب نمبرا:۔ یہ آنحضرتؐ کا قول نہیں اس لئے حجت نہیں۔

۲۔خود ترمذی نے اسے ''غریب'' قرار دیا ہے۔

۳۔اس کا ایک راوی مسلم بن قتیبه ہے۔اس کے متعلق علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ قَالَ اَبُوْ حَاتَمٍ کَثِیْرُ الْوَهْمِ (میزان الاعتدال زیر لفظ مسلم بن قتیبه) کہ یہ بڑا وہمی آدمی تھا۔اس روایت کا دوسرا راوی عثمان بن اضحاک ہے اس کے متعلق لکھا ہے۔وَ قَالَ الْاٰجُرِیُّ سَأَلْتُ اَبَا دَاوٗدَ عَنِ الضَّحَّاکِ مِنْ عُثْمَانَ الْخَرَامِیْ فَقَالَ ثِقَةٌ وَابْنُهٗ عُثْمَانُ ضَعِیْفٌ (تهذیب التهذیب زیر لفظ ضحاک بن عثمان بن عبدالله) کہ ابوداؤد کہتے ہیں کہ عثمان بن ضحاک خود ضعیف ہیں لیکن اس کا باپ ثقہ تھا نیز دیکھو میزان الاعتدال ذکر عثمان بن ضحاک بن عبدالله ضَعَّفَهٗ اَبُوْ دَاوٗدَ کہ اسے ابوداؤد نے ضعیف قرار دیا ہے۔

نوٹ: اس راوی کا باپ بھی بعض محدثین کے نزدیک ثقہ نہ تھا۔چنانچہ ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ذکر عثمان بن ابی صفیة الانصاری۔ فِیْ حَدِیْثِهٖ ضُعُفٌ...... قَالَ اَبُوْ حَاتَمٍ لَا یُحْتَجُّ وَ قَالَ اَبُوْ زَرْعَةٍ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ اسی طرح ملاحظہ ہو تهذیب التهذیب از حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ذکر عثمان بن ابی صفیة جہاں لکھا ہے قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ کَانَ کَثِیْرُ الْخَطَاءِ لَیْسَ بِحُجَّةٍ اسی طرح اس روایت کا تیسرا راوی محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام ہے۔اس کے متعلق لکھا ہے ذَکَرَلَهٗ الْبُخَارِیُّ حَدِیْثًا وَقَالَ لَا یُتَابَعُ عَلَیْهِ وَلَا یَصِحُّ (تهذیب التهذیب ذکر محمد بن یوسف بن عبدالله بن سلام) کہ اس روای سے امام بخاری نے ایک حدیث نقل کی ہے اور امام بخاری نے اس کے متعلق کہا ہے کہ یہ راوی قابل اتباع نہیں اور نہ ثقہ ہے۔

پس چونکہ اس روایت کے تین راوی غیر معتبر ہیں لہٰذا حجت نہیں۔

حیاتِ مسیحؑ کی پندرہویں دلیل

ابن ماجہ موقوفاً اور مسند احمد میں مرفوعاً مروی ہے کہ معراج کی رات انبیاء کی چار کونسل میں جب قیامت کا ذکر ہوا تو حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا۔ فَذَكَرَ خُرُوْجَ الدَّجَّالِ قَالَ فَانْزِلُ وَ اَقْتُلُهُ۔

(ابن ماجه باب فتنة الدجال و خروج عیسیٰ بن مریم)(محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۵۳۳)

جواب نمبر:۱۔ یہ عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے حدیث نبویؐ نہیں۔

۲۔اس روایت کا پہلا راوی محمد بن بشار بن عثمان البصری بندار ہے جس کے متعلق لکھا ہے قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنُ سَيَّارٍ سَمِعْتُ عَمَرَو ابْنَ عَلِيٍّ يَحْلِفُ اِنَّ بِنْدَارًا يَكْذِبُ فِيْمَا يَرْوِىْ عَنْ يَحْيٰى......قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَلِيٍّ ابْنُ الْمَدِيْنِىْ سَمِعْتُ اَبِىْ وَ سَأَلْتُهُ عَنْ حَدِيْثٍ رَوَاهُ بِنْدَارٌ عَنِ ابْنِ الْمَهْدِيِّ......فَقَالَ هٰذَا كَذِبٌ وَ اَنْكَرَهُ اَشَدَّ الْاِنْكَارِ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ الدَّوْرَقِيُّ......فَرَأَيْتُ يَحْيٰى لَا يَعْبَأُ بِهٖ وَ يَسْتَضْعِفُهُ قَالَ وَ رَأَيْتُ الْقَوَارِيْرِيَّ لَا يَرْضَأُ بِهٖ.

(تهذيب التهذيب ذكر محمد بن بشار بن عثمان البصرى بندار)

یعنی عمرو بن علی نے حلف اٹھا کر کہا کہ یہ راوی ہر اس روایت میں جو وہ یحییٰ سے روایت کرتا ہے جھوٹ بولتا تھا۔علی بن المدینی نے اس راوی کی اس روایت کو جو اس نے ابن مہدی سے لی ہے کذب قرار دیا۔ یحییٰ ابن معین نے اس راوی کو بے وقعت اور ضعیف قرار دیا ہے اور اسے قواریری نے بھی پسندیدہ راوی قرار نہیں دیا۔اسی طرح اس روایت کا دوسرا راوی یزید بن ہارون ہے،اس کے متعلق یحییٰ بن معین کا قول یہ ہے کہ يَزِيْدٌ لَيْسَ مِنْ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ لِاَنَّهٗ لَا يُمَيِّزُ وَلَا يُبَالِىْ عَمَّنْ رَوٰى۔(تهذيب التهذيب ابن حجر عسقلا نی زیر لفظ یزید بن هارون) کہ یہ راوی تو حدیث کے جاننے والوں میں سے تھا ہی نہیں کیونکہ نہ یہ تمیز کرتا تھا اور نہ پرواہ کرتا تھا کہ کس سے روایت لے رہا ہے۔پس یہ ’’چار کونسل‘‘ والی روایت بھی نا قابل اعتبار ہے۔

حیات مسیح کی سولہویں دلیل

يَنْزِلُ اَخِىْ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَآءِ عَلٰى جَبَلِ اَفِيْقَ۔

(كنز العمال. كتاب القيامة ذكر نزول عيسٰى ۔جلد۱۴ حدیث نمبر ۳۹۷۱۹ دار الکتب العلمیه بیروت۔لبنان)

جواب نمبر۱:۔ یہ بے سند قول ہے۔

۲۔صاحب کنز العمال نے اسے ابن عساکر کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ اس کے آگے

''کو'' کے حروف درج ہیں اور ابن عساکر کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اپنے رسالہ عجالۂ نافعہ از شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی نور محمد کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ، کراچی صفحہ۵ پر تحریر فرماتے ہیں:۔''وطبقۂ رابعہ احادیثے کہ نام ونشان آنہا، درقرونِ سابقہ معلوم نبود ومتاخران انرا روایت کردہ اند۔پس حال آنہا از دوشق خالی نیست یا سلف تفحص کردند آنہا را اصلے نیافتہ اندتا مشغول۔ بروایت آنہا مے شدند۔ یا۔ یافتند ودراں قدحے وعلّتے دیدند کہ باعث شد ہمہ انہارا برطرق روایت انہا دعلیٰ کل تقدیرایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ دراثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسّک کردہ شود وَ لَنِعْمَ مَا قَالَ بَعْضُ الشُّیُوْخِ فِیْ اَمْثَالِ ھٰذَا ؎

فَاِنْ کُنْتَ لَا تَدْرِیْ فَتِلْکَ مُصِیْبَۃٌ
وَاِنْ کُنْتَ تَدْرِیْ فَالْمُصِیْبَۃُ اَعْظَمُ

وایں قسم احادیث راہِ بسیارے از محدثین زدہ است......دریں قسم احادیث کتبِ بسیار مصنفہ شدہ اند برخے رابشماریم کتاب الضعفاء لابن حبان......تفسیر ابن جریر......تصانیف ابن عساکر۔

یعنی طبقہ رابعہ وہ حدیثیں ہیں جن کا نام ونشان پہلے قرنوں میں معلوم نہیں تھا اور متاخرین نے روایت کی ہیں تو ان کا حال دوشقوں سے خالی نہیں یا سلف نے تفحص کیا اور ان کی اصل نہ پائی کہ ان کی روایت سے مشغول ہوتے۔ یا ان کی اصل پائی اور ان میں قدح اور علّت دیکھی کہ روایت نہ کیا اور دونوں طرح یہ حدیثیں قابل اعتبار نہیں کہ کسی عقیدہ کی اثبات پر یا عمل کرنے کو ان سے سند لیں اور کسی بزرگ نے ان جیسوں کے متعلق کیا خوب شعر فرمایا ہے۔ کہ اگر تو تجھے علم نہ ہو تو یہ مصیبت ہے لیکن اگر تجھے علم ہو تو یہ مصیبت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس قسم کی حدیثوں نے بہت سے محدثین کی راہزنی کی ہے۔ اس قسم کی حدیثوں کی کتابیں بہت تصنیف ہوئی ہیں۔ تھوڑی سی ہم بیان کرتے ہیں۔ کتاب الضعفاء لابن حبان......تفسیر ابن جریر......ابن عساکر کی جملہ تصانیف۔

پس یہ روایت ابن عساکر میں ہونے کے باعث ہی کمزور ہے۔

۳۔ تمہاری وہ منارۂ دمشقی کے پاس نازل ہونے والی روایت مندرجہ ترمذی، مسلم ابوداؤد وغیرہ کہاں گئی؟

حیات مسیحؑ کی سترہویں دلیل

معراج کی رات آنحضرت نے حضرت عیسیٰؑ کو دیکھا تو ان کا حلیہ عروہ بن مسعود کی طرح

بیان فرمایا(رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرویأ باب فی المعراج بروایت ابو ہریرہ) (مسلم کتاب الایمان باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم الی السمٰوات و فرض الصلوٰۃ بروایت جابر جلدا صفحہ۷۱)اور مسلم میں دوسری جگہ جہاں آخری زمانہ میں نزول مسیح کا ذکر کیا ہے، وہاں بھی اس کا حلیہ ''کَاَنَّہٗ عُرْوَۃُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ'' (عروہ بن مسعود کی طرح) بیان فرمایا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مسیح ایک ہی ہے۔(محمدیہ پاکٹ بک صفحہ۵۸۴،۵۸۵ باردوم ۱۹۸۹ء)

جواب۔تمہاری پیش کردہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں:

پہلی روایت: یہ روایت مسلم جلد ا صفحہ ۷۱ مصری میں ہے۔اس کا ایک راوی ابوالزبیر محمد بن مسلم مکی ہے جو ضعیف ہے اس کے متعلق لکھا ہے۔ **کَانَ اَیُّوْبُ یَقُوْلُ حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَیْرِ وَ اَبُو الزُّبَیْرِ اَبُو الزُّبَیْرَ ...... کَانَ یَضْعِفُہٗ ...... قُلْتُ لِشَعْبَۃِ مَالَکَ تَرَکْتَ حَدِیْثَ اَبِی الزُّبَیْرَ قَالَ رَأَیْتُہٗ یَزْنِ......قَالَ شَعْبَۃُ......قَدِمْتُ مَکَّۃَ فَسَمِعْتُ مِنْ اَبِی الزُّبَیْرَ فَبَیْنَا اَنَا جَالِسٌ عِنْدَہٗ اِذْ جَآءَ ہٗ رَجُلٌ فَسَأَلَہٗ عَنْ مَسْئَلَۃٍ فَرَدَّ عَلَیْہِ فَافْتَرٰی عَلَیْہِ فَقَالَ لَہٗ یَا اَبَا الزُّبَیْرَءَ تَفْتَرِیْ عَلٰی رَجُلٍ مُسْلِمٍ قَالَ اِنَّہٗ اَغْضَبَنِیْ قُلْتُ وَمَنْ یُغْضِبُکَ تَفْتَرِیْ عَلَیْہِ.**

(تہذیب التہذیب . و میزان الاعتدال ذکر محمد بن تدرس الاسدی)

یعنی ایوب اور عیینہ کہا کرتے تھے کہ ہم سے ابوزبیر نے روایت کی ہے اور ''ابوزبیر بس ابوزبیر ہی ہے۔'' یعنی وہ اسے ضعیف قرار دیتے تھے۔ورقاء کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ سے پوچھا کہ آپ نے ابوزبیر کی روایت کو ترک کیوں کیا ؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اسے زنا کرتے دیکھا ہے......ایک دفعہ مکہ میں ابوزبیر کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے سامنے ابوزبیر نے ایک شخص پر افتراء کیا، اس سے پوچھا گیا کہ کیا تم ایک مسلمان پر افتراء کرنے کی جرأت کرتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے اس پر افتراء اس لئے کیا ہے کیونکہ اس نے مجھے غصہ دلایا تھا۔ میں نے کہا کہ کیا جو شخص تم کو ناراض کرے گا تو اس پر افتراء کرے گا۔

۲۔اس روایت کا دوسرا راوی قتیبہ بن سعید التیمی ہے یہ بھی ضعیف ہے چنانچہ لکھا ہے۔ **قَالَ الْعُقَیْلِیُّ حَدِیْثُہٗ غَیْرُ مَحْفُوْظٍ مَجْھُوْلٌ فِی النَّسَبِ وَالرِّوَایَۃِ وَ اَسْنَادُہٗ لَا یُصِحُّ**۔(تہذیب التہذیب ابن حجر و میزان الاعتدال زیر لفظ قتیبہ بن سعید التیمی) یعنی عقیلی نے کہا ہے کہ

اس راوی کی روایت بالکل غیر محفوظ ہوتی ہے۔ یہ اپنے نسب اور روایات کرنے اور سند دینے میں مجہول تھا اور اس کی حدیث نہ مستند ہوتی ہے نہ ہی درست۔

یہ تو تمہاری پہلی حدیث کا حال ہے باقی رہی دوسری روایت (حلیہ بوقت نزول) سو وہ بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کا ایک راوی شعبہ بن حجاج واسطی بصری ہے۔اس کے متعلق لکھا ہے۔ کَانَ يُخطِئُ فِیْ اَسْمَاءِ الرِّجَالِ کَثِیْرًا (تهذيب التهذيب ذكر شعبه بن حجّاج واسطى بصرى) کہ عجلی کے نزدیک یہ راوی اسماء الرجال میں غلطی کیا کرتا تھا اور یہی خیال دارقطنی کا ہے۔

اس دوسری روایت کا دوسرا راوی عبیداللہ بن معاذ العمیری ہے سو اس کے متعلق ابن معین کہتے ہیں۔ اِبْنُ مُمَيْنَةٍ وَ شَهَابٌ وَ عُبَيْدُاللّٰهِ ابْنُ مَعَاذٍ لَيْسُوْا اَصْحَابُ حَدِيْثٍ لَيْسُوْا بِشَيْءٍ کہ ابن ممینہ اور شہاب اور عبیداللہ بن معاذ تینوں علم وحدیث نہ جانتے تھے اور نہ یہ راوی کسی حیثیت کے ہیں۔(تهذيب التهذيب حرف العين زير لفظ عبيدالله بن معاذ)

پس جب سابقہ مسیح کا حلیہ جس حدیث میں بتایا گیا ہے وہی ضعیف ہے اور اسی طرح نزول والی حدیث بھی۔تو اندرین حالات اس مزعومہ یگانگت کو دلیل ٹھہرانا عبث ہے۔

حیاتِ مسیحؑ کی اٹھارویں دلیل

کیا حضرت موسیٰؑ زندہ ہیں؟

غیراحمدی۔ حضرت مرزا صاحبؑ نے نورالحق صفحہ ۵۰ پر تحریر فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی نسبت قرآن مجید میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے۔پس ہم پر فرض ہے کہ ہم ان کے آسمان پر زندہ ہونے پر ایمان لائیں۔(محمدیہ پاکٹ بک از محمد عبداللہ معمار امرتسری صفحہ ۶۱۰ مطبع طفیل آرٹ پرنٹرز لاہور ناشر المکتبۃ السّلفیہ لاہور نمبر ۲ طبع ثانی اپریل ۱۹۸۹ء)

جواب۔الف:۔ اسی نورالحق میں تمہاری محولہ بالا عبارت سے سات ہی سطریں آگے لکھا ہے ''وَمَا مِنْ رَسُوْلٍ اِلَّا تُوُفِّيَ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِ عِيْسَى الرُّسُلُ'' اور اس کا ترجمہ بھی اسی جگہ درج ہے کہ ''اور کوئی نبی ایسا نہیں جو فوت نہ ہوا ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے جو نبی آئے وہ فوت ہو چکے ہیں''۔ (نورالحق حصہ اول۔روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۷۰)

پس جہاں تک حضرت موسیٰؑ کی جسمانی وفات کا تعلق ہے اس کا فیصلہ تو اسی جگہ پر موجود ہے

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعت احمدیہ کا یہی مذہب ہے کہ سب کے سب نبی بلا استثناء جسمانی طور پر فوت ہو چکے ہیں ایک بھی زندہ نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جو حضرت موسیٰؑ کی حیات کا ذکر فرمایا ہے تو وہ الزامی طور پر ہے یعنی یہ کہ اگر نصوص صریحہ قرآنیہ وحدیثیہ وعقلیہ کے باوجود حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت نہیں تو پھر کسی نبی کی بھی وفات ثابت نہیں ہوتی۔ خصوصاً حضرت موسیٰؑ کی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے بعینہٖ یہی مضمون دوسری جگہ بالتفصیل تحریر فرمایا ہے:

''اب بتلاؤ کہ اس قدر تحقیقات کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے میں کسر کیا رہ گئی اور اگر باوجود اس بات کے کہ اتنی شہادتیں قرآن اور حدیث اور اجماع اور تاریخ اور نسخہ مرہم عیسیٰ اور وجود قبر سرینگر میں اور معراج میں بزمرۂ اموات دیکھے جانا اور عمر ایک سو بیس سال مقرر ہونا اور حدیث سے ثابت ہونا کہ واقعہ صلیب کے بعد وہ کسی اور ملک کی طرف چلے گئے تھے اور اسی سیاحت کی وجہ سے اُن کا نام نبی سیاح مشہور تھا۔ یہ تمام شہادتیں اگر ان کے مرنے کو ثابت نہیں کرتیں تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ کوئی نبی بھی فوت نہیں ہوا۔ سب بجسم عنصری آسمان پر جا بیٹھے ہیں کیونکہ اس قدر شہادتیں اُن کی موت پر ہمارے پاس موجود نہیں بلکہ حضرت موسیٰ کی موت خود مشتبہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ اُن کی زندگی پر یہ آیت قرآنی گواہ ہے یعنی یہ کہ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ ۔'' (تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۰۱)

(ب) ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''انہیں مولویوں کی ایسی ہی کئی مفسدانہ باتوں سے عیسائیوں کو بہت مدد پہنچ گئی مثلاً جب مولویوں نے اپنے منہ سے اقرار کیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو نعوذ باللہ مردہ ہیں مگر حضرت عیسیٰ قیامت تک زندہ ہیں تو وہ لوگ اہل اسلام پر سوار ہو گئے اور ہزاروں سادہ لوحوں کو انہوں نے انہیں باتوں سے گمراہ کیا اور ان بے تمیزوں نے یہ نہیں سمجھا کہ انبیاء تو سب زندہ ہیں مردہ تو ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی لاش نظر نہ آئی سب زندہ تھے۔ دیکھئے اللہ جلّ شانہٗ اپنے نبی کریمؐ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کی قرآن کریم میں خبر دیتا ہے اور فرماتا ہے فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہونے کے بعد اپنا زندہ ہو جانا اور آسمان پر اٹھائے جانا اور رفیق اعلیٰ کو جا ملنا بیان فرماتے ہیں پھر حضرت مسیح کی زندگی میں کونسی انوکھی بات ہے جو دوسروں میں نہیں۔ معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں کو برابر

زندہ پایا اور حضرت عیسیٰ کو حضرت یحییٰ کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھا۔ خدا تعالیٰ مولوی عبدالحق محدث دہلوی پر رحمت کرے وہ ایک محدث وقت کا قول لکھتے ہیں کہ ان کا یہی مذہب ہے کہ اگر کوئی مسلمان ہو کر کسی دوسرے نبی کی حیات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات سے قوی تر سمجھے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے یا شاید یہ لکھا ہے کہ قریب ہے کہ وہ کافر ہو جائے لیکن یہ مولوی ایسے فتنوں سے باز نہیں آتے اور محض اس عاجز سے مخالفت ظاہر کرنے کیلئے دین سے نکلتے جاتے ہیں خدا تعالیٰ ان سب کو صفحہ زمین سے اٹھا لے تو بہتر ہے تا دین اسلام ان کی تحریفوں سے بچ جائے۔''

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۱۰، ۶۱۱ نیز تبلیغ رسالت جلد ۲ صفحہ ۱۳۹)

(ج) اسی مضمون کو ایک اور جگہ اسی طرح بیان فرماتے ہیں:

''ہاں اگر نص صریح سے ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باوجود جسمانی حیات کے جسمانی تحلیلوں اور تنزّل حالات اور فقدانِ قویٰ سے منزّہ ہیں تو وہ نص پیش کریں اور یونہی کہہ دینا کہ خدا ہر ایک بات پر قادر ہے ایک فضول گوئی ہے اور اگر بغیر سند صریح کے اپنا خیال ہی بطور دلیل مستعمل ہو سکتا ہے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات پھر زندہ ہو کر مع جسم عنصری آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں اور پیرانہ سالی کے لوازم سے مستثنیٰ ہیں اور حضرت عیسیٰ سے بدرجہا بڑھ کر تمام جسمانی قویٰ اور لوازم کاملہ حیات اپنی ذات میں جمع رکھتے ہیں اور آخری زمانہ میں پھر نازل ہوں گے۔ اب بتلاؤ کہ ہمارے اس دعویٰ اور تمہارے دعویٰ میں کیا فرق ہے۔''

(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۸۶)

پس یہ تینوں مفصل حوالہ جات نور الحق صفحہ ۵۰ کی مجمل عبارت کی تشریح ہیں اور مطلب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بھی دوسرے انبیاء کی طرح جنت میں زندہ ہیں، اور ان کے ساتھ ہی حضرت عیسیٰؑ بھی ہیں۔ نیز یہ جواب غیر احمدی مولویوں کو ملزم کرنے کے لئے دیا گیا ہے یعنی بطور الزامِ خصم ہے نہ کہ اپنا عقیدہ۔

حیات مسیح کی انیسویں دلیل

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اِنَّهٗ رُفِعَ بِجَسِدِهٖ وَ اِنَّهٗ حَیٌّ اَلْاٰنَ (طبقات کبیر لابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۳ ذکر القرون والسنین التی بین آدمٍ و محمدٍ)

جواب:۔ یہ ایک جھوٹی اور جعلی روایت ہے۔ چنانچہ اس کے سارے ہی راوی ضعیف ہیں۔ پس یہ حضرت ابن عباسؓ کا قول نہیں ہوسکتا۔ خصوصًا جب کہ بخاری شریف کی مستند روایات سے ان کا مذہب مُتَوَفِّيْکَ مُمِيْتُکَ ثابت ہے تو اس کے بالمقابل یہ سراپا جعلی روایت کیا حقیقت رکھتی ہے؟

اس روایت کا پہلا راوی **ہشام بن محمد السائب** ہے قَالَ ابْنُ عَسَاكِرٍ رَافِضِيٌّ لَيْسَ بِثِقَةٍ عَنِ ابْنِ الْكَلْبِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (میزان الاعتدال از ابی عبداللہ محمد احمد بن عثمان الذّھبی ۷۴۸ھ زیر لفظ ہشام بن محمد السائب) یعنی اس روای کی تمام وہ روایات جو اس نے اپنے باپ سے ابو صالح کی معرفت ابن عباس سے روایت کی ہیں، سب ضعیف ہیں اور روایت متنازعہ بھی اسناد کے لحاظ سے بعینہٖ ''عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ'' ہے، لہٰذا جھوٹی ہے۔

۲۔ **دوسرا راوی محمد بن السائب الکلبی** ہے۔ یہ تو کذاب سبائی جماعت میں سے تھا جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا تھا اس کے متعلق عبدالواحد بن غیاث کا قول ہے جو عن مہدی منقول ہے کہ یہ راوی کلبی کافر تھا۔ معمر بن سلیمان کے باپ اور لیث بن ابی سلیم کا قول ہے:۔

كَانَ مِنْ كُوْفَةٍ كَذَّابَانِ اَحَدُهُمَا الْكَلْبِيُّ ...... وَالْاٰخَرُ الْاَسَدِيُّ کہ کوفہ میں دو کذاب تھے ایک تو یہی راوی کلبی اور دوسرا اسدی۔ (تھذیب التھذیب ابن حجر عسقلانیؒ زیر لفظ محمد بن سائب کلبی) یہ راوی ''امام الوضاعین'' تھا۔ (فوائد المجموعہ صفحہ ۱۴۷)

۳۔ **ابوصالح:**۔ اس کے متعلق لکھا ہے: اَبُوْ صَالِحٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ (تھذیب التھذیب زیر لفظ محمد بن السائب و میزان الاعتدال ذکر ابو صالح النخعی) کہ ابوصالح نے نہ حضرت ابن عباس کو دیکھا اور نہ ان سے کوئی حدیث سنی۔ پس یہ روایت از سر تا پا جعلی ہے۔

حضرت مسیحؑ ناصری امت محمدیہ کا موعود نہیں ہو سکتے

حدیث نزول میں سے جس لفظ سے غلطی لگتی ہے وہ ''ابن مریم'' ہے۔ ابن مریم سے کیا مراد ہے؟ سو اس کی تشریح، صداقت حضرت مسیح موعودؑ پر اعتراضات کے جواب میں ''ابن مریم بننے کی حقیقت'' کے ذیل میں کی گئی ہے۔ (صفحہ ۵۰۴) وہاں سے دیکھا جائے۔ علاوہ ازیں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام امت محمدیہ کے موعود بوجوہ ذیل نہیں ہو سکتے۔

اوّل:۔ قرآن و حدیث سے مسیحؑ کی وفات بالصراحت ثابت ہو چکی ہے اور وفات یافتہ

ہستیوں کے متعلق فرمان الٰہی ہے فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ (الزمر: ۴۳) کہ جس پر ایک دفعہ موت وارد ہو جائے وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آ سکتا۔

دوم: اگر مسیح ناصری امت محمدیہ یا ساری دنیا کے لئے رسول ہو کر آئیں تو پھر قرآن مجید میں سے رَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (اٰل عمران: ۵۰) کے الفاظ کاٹ دینے چاہئیں۔ کیا ایسی صورت میں قرآن مجید کی نعوذ باللہ اصلاح کرو گے۔

پس جس صورت میں قرآن مجید قیامت تک واجب العمل ہے تو پھر حضرت مسیحؑ ناصری امت محمدیہ یا غیر اسرائیلی دنیا کی طرف نہیں آ سکتے۔

سوم: امت محمدیہ کو ارشاد ہوتا ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (اٰل عمران: ۱۱۱) کہ تم سب امتوں سے بہتر ہو۔ اب اگر امت محمدیہ میں سے کوئی عیسیٰ بن مریم نہ بنے تو یہ فرمان بے معنی بن جاتا ہے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کو بھی ناقص ٹھہرانا پڑے گا کیونکہ آپ کی قدوسیت ایک مسیح بھی نہ بنا سکی بلکہ جب امت اصلاح کی محتاج ہوئی تو بنی اسرائیل کے ایک نبی کے زیر بارِ احسان ہونا پڑا (نعوذ باللہ منہ)

چہارم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح اور مسیح ناصری کا جو حلیہ بیان فرمایا ہے۔ وہ بالکل متضاد اور متبائن ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ آنے والا مسیح اور ہے مسیح ناصری اور ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فَاَمَّا عِيْسٰى فَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِيْضُ الصَّدْرِ (بخاری کتاب بدء الخلق باب واذکر فی الکتاب مریم) کہ مسیح ناصری سرخ رنگ، گھنگریالے بالوں اور چوڑے سینہ والا تھا۔

پھر آنے والے موعود کے متعلق فرمایا فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ كَاَحْسَنِ مَا يُرٰى مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهٗ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجُلُ الشَّعْرِ (بخاری کتاب بدء الخلق باب واذکر فی الکتاب مریم) کہ اس کا رنگ گندمی ہوگا اور خوبصورت ہوگا۔ اس کے سر کے بال پیٹھ پر پڑتے ہوں گے۔ درمیانہ قد کا آدمی ہوگا۔

پس معلوم ہوا کہ علیحدہ علیحدہ دو مسیح ہیں۔

مسیح اور مہدی ایک ہیں

اب اس بات کو ثابت کرنے کے بعد کہ آنیوالا مسیحؑ ناصری نہیں، یہ بتا دینا بھی مناسب ہے کہ

بعض مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ مسیح ومہدی دو اشخاص ہیں نا درست ہے۔ اوّل:۔ اس لئے کہ آنحضرتؐ نے جہاں آخری زمانے کے مصلح کا ذکر فرمایا ہے وہاں پر صرف مسیح کا نام آتا ہے اور مہدی کا ذکر تک نہیں فرماتے ہیں:۔ کَیْفَ تَھْلِکُ اُمَّۃٌ اَنَا اَوَّلُھَا وَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اٰخِرُھَا۔ (مشکوۃ کتاب المناقب باب ثواب ھٰذہ الامۃ) (اکمال الدین صفحہ ۱۵۷ شیعہ کتاب) (کنز العمال کتاب القیامۃ باب نزول عیسٰی من قسم الاقوال) (حجج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان صفحہ ۴۲۳) کہ وہ امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جس کا اوّل میں اور آخر مسیح ہے۔ اگر حضرت امام مہدی کوئی علیحدہ وجود ہوتے تو ان کا بھی ذکر فرماتے۔ پس معلوم ہوا کہ دونوں ایک وجود ہیں۔

دوم:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو مہدی بھی قرار دیا ہے جیسے فرمایا۔ یُوْشَکُ مَنْ عَاشَ مِنْکُمْ اَنْ یَّلْقٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اِمَامًا مَھْدِیًّا وَ حَکَمًا عَدْلًا (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۱۱ الطبعۃ الثانی ۱۹۷۸ء مکتبہ اسلامی بیروت) کہ عیسٰی بن مریم جو امت کے موعود ہیں وہ امام مہدی بھی ہوں گے اور حکم اور عادل بھی ہوں گے۔

مہدی کی پیشگوئی کے لئے جو لفظ رکھے ہیں وہی یہاں رکھ کر بتا دیا کہ ہماری مراد وہی مہدی ہے۔

سوم۔ محدثین نے باب مہدی کی سب احادیث کو مجروح قرار دیا ہے ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون لیکن اس ضمن میں یہ حدیث صحیح ہے۔ وَلَا الْمَھْدِیُّ اِلَّا عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ (سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب شدۃ الزمان) کیونکہ اس کا راوی محمد بن خالد الجندی معتبر ہے کیونکہ اس سے امام شافعیؒ جیسے نقاد نے روایت لی ہے اور ابن معین نے اس راوی کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (تھذیب التھذیب ذکر محمد بن خالد الجندی) اور پھر یحییٰ بن معین کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ ھُوَ اِمَامُ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِیْلِ ہے اور یہاں تک کہا گیا ہے کہ کُلُّ حَدِیْثٍ لَا یَعْرِفُہٗ ابْنُ مُعِیْنٍ فَلَیْسَ ھُوَ بِحَدِیْثٍ (تھذیب التھذیب از حافظ ابن حجر عسقلانی حرف الیاء زیر لفظ یحیی بن معین) کہ جس حدیث کو ابن معین نہیں جانتا وہ حدیث ہی نہیں۔ پس ایسا شخص جس راوی کو ثقہ قرار دیتا ہو اس کی روایت میں کیونکر اشتباہ ہوسکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مسیح ہی مہدی ہے اور کوئی مہدی نہیں۔

چہارم:۔ مسیح موعود اور مہدی معہود کے حلیہ، کام اور حالت نزول کے ایک ہونے سے ظاہر ہے کہ دراصل ایک ہی وجود ہے لیکن مختلف حیثیتوں سے جدا جدا ناموں سے پکارا گیا ہے۔

مسیح موعود کا حلیہ

فَاِذَا رَجُلٌ اُدَمٌ کَاَحْسَنِ مَا یُریٰ مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ

(بخاری کتاب الا نبیاء باب ''واذکر فی الکتاب مریم'')

مہدی معہود کا حلیہ

اُدَمٌ ضَـرُبٌ مِّنَ الرِّجَالِ (ا۔رواہ ابونعیم کنز العمال کتاب الـفـضـائـل فضائل سائر الانبیاء حدیث نمبر ۳۲۳۴۵، ۲۔النجم الثاقب جلد۲ صفحہ ۹۰، ۳۔مسـلـم کتاب الایمان باب الاسراء برسول اللہ و الفتن لنعیم بن حماد) یعنی آنے والا موعود مسیح اور مہدی گندمی رنگ اور درمیانہ قد کا ہوگا۔

مسیح کی حالت نزول

یَـنْـزِلُ ...... بَیْنَ مَهْزُوْرَتَیْنِ (ا۔ تـرمـذی ابـواب الـفتن باب ما جاء فی فتنة الدجال، ۲۔مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب العلا مات بین یدی الساعة و ذکر الدجال)

مہدی کی حالت نزول

عَـلَیْـهِ عَبَـا ئَتَـانِ قُطُوْفَتَانِ کَاَ نَّهٗ مِنْ رِجَالِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ (ابوداوٗد) یعنی اس پر دو زرد چادریں ہوں گی۔

مسیح کا کام

یُفِیْضُ الْمَالَ (مسـلـم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ بن مریم . و بخاری کتاب الانبیـاء باب نزول عیسیٰ بن مریم)وَلَیُدْ عَوُنَّ اِلَی الْمَالِ ۔(بـخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم و مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ بن مریم)

مہدی کا کام

فَیُـقْسِمُ الْمَالَ وَ یَعْمَلُ فِی النَّاسِ بِسُنَّةِ نَبِیِّهِمْ (سـنن ابی داؤد کتاب المهدی بروایت ام سلمه حدیث نمبر۸) پس معلوم ہوا کہ مسیح اور مہدی ایک ہی وجود ہیں۔

اب جب مسیح ناصری امت مرحومہ کا موعود نہیں تو سوال ہوگا کہ پھر ابن مریم کیوں فرمایا؟ تو یاد رہے کہ تشابہ صفات کی وجہ سے ایک شخص کا نام دوسرے کو دیا جاتا ہے جیسا بخاری کتاب الاذان باب **اهل العلم و الفضل احق بالامة** پر یہ حدیث ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی بیویوں کو فرمایا اِنَّ کُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ کہ تم یوسف والیاں ہو۔ اس میں آپ نے اپنے آپ کو یوسف اور اپنی ازواج مطہرات کو یوسف والیاں ٹھہرایا ہے حالانکہ آپؐ یوسف نہ تھے۔

پس معلوم ہوا کہ مشابہت اور مماثلت کی وجہ سے ایک کا نام دوسرے کو دے دیا جاتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ فلاں شخص حاتم ہے یا بولتے ہیں، ابو یوسف، ابوحنیفہ۔ کیا ابو یوسف ابوحنیفہ ہے؟ کیونکہ ان میں غایت درجہ کی مماثلت تھی۔ اسی طرح مسیح موعود کا نام مثیل ابن مریم ہونے کی وجہ سے ابن مریم ہو گیا ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

(درثمین فارسی صفحہ ۱۳۹ نیا ایڈیشن مطبوعہ نظارت اشاعت)

اس طرح یہ بھی ہے ؎

چوں مرا حکم از پئے قومِ مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نامِ من بنہادہ اند

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۰۸)

عقیدہ حیات مسیحؑ اور حضرت مسیح موعودؑ

بعض غیر احمدی خصوصیت سے براہین احمدیہ کی وہ عبارت پیش کیا کرتے ہیں جس میں حضرت اقدسؑ نے مسیح ناصریؑ کو زندہ تسلیم کیا ہے۔ ان کا اعتراض یہ ہے کہ کیا براہین احمدیہ کی تحریر کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن مجید کا علم صحیح نہیں دیا تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دیا تھا۔ چنانچہ براہین احمدیہ کی محولہ عبارت نکال کر دیکھ لو۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ دربارہ حیات مسیح درج فرمایا ہے، مگر اس کے ساتھ ہی جو علم آپ کو اللہ کی طرف سے اس بارے میں دیا گیا تھا وہ بھی درج فرما دیا ہے۔ اس جگہ ہم وہ عبارت درج کرتے ہیں۔

''جس غلبۂ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں اور بحدی اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے اور نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔ اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہے۔ اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیشگوئی میں ابتدا سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے۔''

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص۔ روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۵۹۳، ۵۹۴ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

اب دیکھ لو کہ حضرت اقدسؑ نے کس صفائی سے اپنے خیال کو جو دوسرے مسلمانوں کے رسمی عقیدہ پر مبنی تھا، نہایت سادگی سے بیان فرما دیا ہے، لیکن جو علم اس کے خلاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا اس کو بھی نہایت صفائی سے بیان فرما دیا ہے۔ منقولہ بالا عبارت میں ''لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے۔'' کے الفاظ خصوصیت سے قابل غور ہیں، کیونکہ ''لیکن'' کا لفظ بتاتا ہے کہ اس سے پہلے جو لکھا گیا اس کے خلاف اب کچھ لکھا جانے لگا ہے۔ ''ظاہر کیا گیا ہے۔'' کے الفاظ بتاتے ہیں کہ جو اس سے پہلے لکھا گیا وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے علم کی بناء پر نہیں، بلکہ عام انسانی خیال کی بناء پر ہے۔ لیکن مابعد جس مشابہت تامہ اور پیشگوئی مسیح موعود کا مصداق ہونے کا جو مذکور ہے وہ صحیح علم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ''کشتی نوح'' میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو وہ...... لکھنا جو الہامی نہ تھا محض رسمی تھا مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں کیونکہ مجھے خود بخود غیب کا دعویٰ نہیں۔'' (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵۰)

پس براہین احمدیہ کے حوالے حیاتِ مسیح کی سند میں پیش کرنا تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہودی

اپنے قبلہ کی تائید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بطور سند کے پیش کرے، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فعل محض رسمی تھا۔ کیونکہ سنتِ انبیاء یہی ہے کہ وہ پہلے نبی کی امت کے عام عقائد اور اصولی اعمال پر گامزن رہتے ہیں جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص حکم کے ذریعہ ان کو روکا نہ جائے۔ یہی حال یہاں ہے۔

(خادمؔ)

عدم رجوع موتیٰ

مردوں کا اس دنیا میں دوبارہ نہ آنا!

از روئے قرآنِ کریم

پہلی آیت

وَحَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَآ اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ (الانبیاء:۹۶) یعنی ہر ایک فوت شدہ بستی پر واجب ہے کہ وہ اس دنیا کی طرف واپس نہ آئیں گے۔

دوسری آیت

اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّھُمْ اِلَیْھِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ (یٰس: ۳۲)
کیا ان کو معلوم نہیں کہ ہم نے کس قدر لوگ ان سے پہلے ہلاک کئے اور پھر وہ دوبارہ ان کی طرف نہیں آتے۔

تیسری آیت

فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَۃً وَّلَآ اِلٰٓی اَھْلِھِمْ یَرْجِعُوْنَ (یٰس:۵۱) جب موت آجاتی ہے تو نہ وصیت کر سکتے ہیں اور نہ ہی دوبارہ اپنے اہل وعیال کی طرف آسکتے ہیں۔

چوتھی آیت

اِذَا جَآءَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا ؕ اِنَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَ قَآئِلُھَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (المؤمنون:۱۰۰،۱۰۱) کہ یہاں تک کہ ان میں سے جب ایک مرجاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے واپس لوٹا دے تا کہ میں اعمال صالحہ بجالاؤں (لیکن) یہ بات ہرگز نہ ہوگی۔ یہ صرف ایک بات ہے جو وہ منہ سے کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے ایک روک ہے قیامت کے دن تک۔ یعنی وہ دنیا میں ہرگز نہیں آسکتے۔

پانچویں آیت

فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی (الزمر: ۴۳) اللہ تعالیٰ روکے رکھتا ہے اس نفس کو جس پر موت کو وارد کرتا ہے، اور سونے والے نفس کو واپس بھیجتا ہے۔ یعنی مردہ نفس دوبارہ کبھی نہیں آتا۔

چھٹی آیت

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا (البقرة:۱۶۸)
یعنی کہیں گے وہ جنہوں نے پیروی کی بتوں کی، کاش! ہمارے لئے بھی دنیا میں لوٹنا ہوتا تو ہم بھی ان سے ایسے ہی بیزار ہوجاتے جیسے یہ (آج) ہم سے بیزار ہوئے۔ یعنی افسوس کہ دنیا میں ہمیں دوبارہ نہ لوٹایا گیا۔

ساتویں آیت

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۞ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ (المؤمنون:۱۶،۱۷) پھر پیدائش کے بعد تم مروگے اور مر کر پھر قیامت کے دن ہی اٹھائے جاؤ گے۔ اس سے پہلے ہرگز نہ اٹھائے جاؤ گے۔

آٹھویں آیت

وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (الانعام:۲۸) کہ جب کفار آگ پر کھڑے کئے جائیں گے تو وہ کہیں گے اے کاش! ہم دوبارہ دنیا میں لوٹائے جاتے تو نہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے بلکہ مومنوں میں سے ہوتے۔

نوٹ:۔ اس جگہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ تو کفار کے لئے ہے مومن لوٹائے جا سکتے ہیں، تو یاد رہے کہ عقلاً اگر دنیا میں کوئی لوٹایا جانا چاہیے تو وہ کفار ہی ہیں تا کہ وہ اپنی اصلاح کر لیں۔ مومنوں کو تو آنے کی ضرورت ہی نہیں۔ پس جب کفار بھی لوٹائے نہ جائیں گے تو ماننا پڑے گا کہ کوئی بھی اس دنیا میں (واپس) نہ آئے گا۔

ایک اور طرح سے استدلال

قرآنِ کریم سے ثابت ہے کہ مرنے والے انسان کی روح بعد از مرگ فوراً اپنے اعمال کے مطابق جزا سزا پانے لگ جاتی ہے۔ مومنوں کی ارواح اعلیٰ علّیین میں اور منکرین کی اسفل السّافلین میں بھیج دی جاتی ہیں۔

ضرورت

اس مضمون کی دو جگہ ضرورت ہوتی ہے ایک تو تب جب وفاتِ مسیح عقلاً نقلاً ثابت ہونے پر لوگ کہہ دیتے ہیں کہ کیا ہوا اگر مر گئے تو خدا تعالیٰ پھر زندہ کر دے گا۔ دوسرے عجوبہ پسند لوگ حضرت عیسیٰؑ کو محی الاموات حقیقی معنوں میں مانتے ہیں۔ تو اس مضمون سے دونوں کی تردید ہوجاتی ہے۔

عدم رجوع موتیٰ از احادیث

ا۔قَالَ یَا عَبْدِیْ تَمَنَّ عَلَیَّ اُعْطِکَ قَالَ یَا رَبِّ تُحْیِیْنِیْ فَاُقْتَلُ فِیْکَ ثَانِیَةً قَالَ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی اِنَّہٗ قَدْ سَبَقَ مِنِّیْ اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ فَنَزَلَتْ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا .الاٰیة (رواہ الترمذی۔ بحوالہ مشکوٰۃ کتاب المناقب باب جامع المناقب) کہ اللہ تعالیٰ نے شہید جابرؓ کے باپ کو فرمایا کہ کوئی آرزو کر۔ اس نے کہا، اے میرے رب مجھے دنیاوی زندگی بخش کہ تیرے راستہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں۔فرمایا کہ یہ تو میرا قانون ہو چکا ہے کہ یہاں سے دنیا کی طرف نہیں لوٹیں گے۔

۲۔ وَ قُلْنَا ادْعُ اللّٰہَ یُحْیِیْہِ لَنَا فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِصَاحِبِکُمْ......اِذْھَبُوْا فَادْفِنُوْا صَاحِبَکُمْ (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ مجتبائی باب ما یحل اَکْلُہٗ وما یحرم) کہ ایک آدمی فوت شدہ کے متعلق صحابہؓ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور! دعا فرمائیں کہ یہ زندہ ہو جائے تو آپ نے فرمایا۔ تمہیں چاہیے کہ اب اس کے لئے دعائے مغفرت کرو اور دفن کر دو۔

اس حدیث سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ اس دنیا میں زندہ کر کے نہیں بھیجتا، انبیاء بھی ایسا نہیں کر سکتے۔ احباب غور کریں کہ اگر حضرت عیسیٰؑ فی الواقعہ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں نہ کیا؟ محض اس لئے کہ خدا کے قانون کے برخلاف ہے۔ھٰذَا ھُوَ الْمُرَادُ ۔

عدم رجوع موتیٰ پر اجماع امت ہے

کیونکہ کسی حدیث اور تفسیر اور فقہ وغیرہ میں کسی مسلمان نے ایسے احکام بیان نہیں کئے کہ اگر مردہ دوبارہ لوٹ آئے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بیوی، مال وغیرہ اس کو ملے گا یا نہیں؟ پس شریعت کے باوجود مکمل ہونے کے اور فقہاء کا بھی اس کا ذکر نہ کرنا صاف بتاتا ہے کہ یہ عقیدہ ہی باطل ہے۔ وھُوَ المقصود۔

مسئلہ امکان نبوت

دلائل امکان نبوت از روئے قرآن مجید

پہلی آیت

اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ (الحج : ۷۶) کہ اللہ تعالیٰ چنتا ہے اور چنے گا فرشتوں میں سے رسول اور انسانوں میں سے بھی۔

اس آیت میں یَصۡطَفِیۡ مضارع کا صیغہ ہے جو حال اور مستقبل دونوں زمانوں کے لئے آتا ہے پس یَصۡطَفِیۡ کے معنی ہوئے ''چنتا ہے اور چنے گا'' اس آیت میں یَصۡطَفِیۡ سے مراد صرف حال نہیں لیا جا سکتا کیونکہ الف۔ آیت کی ترکیب اصل میں اس طرح ہے۔

اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلاَئِکَۃِ رُسُلًا وَاللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ النَّاسِ رُسُلاً کہ اللہ فرشتوں میں سے بھی رُسُل چنتا ہے اور انسانوں میں سے بھی رُسُل چنتا ہے۔ لفظ رُسُل جمع ہے اس سے مراد آنحضرتؐ (واحد) نہیں ہو سکتے۔ پس ماننا پڑے گا کہ آنحضرتؐ کے بعد رسالت کا سلسلہ جاری ہے اور یَصۡطَفِیۡ مستقبل کے لئے ہے۔

نوٹ:۔ بعض غیر احمدی رُسُل بصیغہ جمع کا اطلاق واحد پر ثابت کرنے کے لئے وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتۡ (المرسلات: ۱۲) والی آیت پیش کیا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہاں رُسُل کو بمعنی رسول واحد لیا ہے سو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیے کہ شہادۃ القرآن کی عبارتِ محولہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے جمع کا ترجمہ واحد نہیں کیا، بلکہ جمع ہی رکھا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ نے تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۴۴ و ۲۴۵ پر اس آیت کا الہامی ترجمہ رقم فرمایا ہے۔

''وہ آخری زمانہ جس سے رسولوں کے عدد کی تعیین ہو جائے گی یعنی آخری خلیفہ کے ظہور سے قضاء و قدر کا اندازہ جو مرسلین کی تعداد کی نسبت مخفی تھا ظہور میں آ جائے گا...... پس یہی معنے آیت وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتۡ کے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر فرمایا اور یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسولوں کی آخری میزان ظاہر کرنے والا مسیح موعود ہے''

پس یہ عبارت صاف طور پر بتا رہی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس آیت میں رُسُل سے

مراد ''مرسلین'' اور ''رسولوں'' بصیغہ جمع ہی لیا ہے۔ ہاں اُقِّتَتْ کے لفظ سے میزان کنندہ (میزان ظاہر کرنے والا) کا وجود نکالا ہے۔ پس مخالفین کا شہادۃ القرآن کا حوالہ پیش کرنا سراسر دھوکہ ہے۔

ب:۔ یَصْطَفِیْ مضارع منسوب بذاتِ خداوندی ہے اور اس آیت کی اگلی آیت ہے یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ (الحج:۷۷) خدا تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے۔ کیا خدا تعالیٰ اس آیت کے نزول کے وقت جانتا تھا اب وہ نہیں جانتا یَعْلَمُ بھی مضارع ہے۔

غیر احمدی:۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم خود خدا کی اس قدیم سنت سے باہر ہو کہ وہ انسانوں میں سے رسول چنتا ہے جو اس کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اسی سنت قدیمہ کی رو سے اب بھی یہ رسول بھیجا گیا ہے، بجائے اس کے کہ ارسالِ رُسل کی سنتِ الٰہیہ سے موجودہ نبوت کا استدلال کیا جاتا آئندہ نبوت کا خواہ مخواہ ذکر چھیڑ دیا گیا بیہودہ ترجمہ ہے۔

(محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۶۰۴ طبع ثانی ۱۹۸۹ء از مولوی محمد عبداللہ معمار امرتسری)

جواب:۔ جب سنت قدیمہ یہی ہے کہ وہ ''تبلیغ'' کے لئے رسول بھیجا کرتا ہے تو پھر اب بھی نبوت جاری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (الاحزاب:۶۳۔فاطر:۴۴) کہ اللہ تعالیٰ کی سنت کبھی بدلا نہیں کرتی۔ اندریں حالات تمہارا ''ارسال رسل'' کا انکار کرنا ''بیہودہ ہے'' یا ہمارا اقرار؟

غیر احمدی:۔ تشریعی نبی بھیجنا بھی تو خدا کی سنت ہے وہ کیوں بدل گئی؟

جواب:۔ یہ کس نے کہا ہے کہ تشریعی نبی بھیجنے کی سنت بدل گئی ہے۔ تشریعی نبی بھیجنے کے لئے تو اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جب سابقہ شریعت ناقص یا نامکمل ہو یا ناقص تو نہ ہو مگر محرف (مبدّل) ہو گئی ہو تو نئی شریعت نازل فرماتا ہے اور غیر تشریعی نبی بھیجنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جس وقت ضرورتِ زمانہ کے لحاظ سے نہ سابقہ شریعت ناقص ہو اور نہ محرف ہوئی ہو بلکہ لوگوں میں بدعملی اور ضلالت وگمراہی پیدا ہو گئی ہو تو اللہ تعالیٰ ان میں ''تبلیغ'' اور اصلاح کے لئے غیر تشریعی نبی بھیجا کرتا ہے۔

پس چونکہ قرآن کریم مکمل شریعت ہے اور اس میں تحریف بھی نہیں ہوئی بلکہ یہ اپنی اصلی حالت پر قائم ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی سنت قدیمہ کے عین مطابق یہ ضروری ہے کہ کوئی تشریعی نبی نہ آئے بلکہ غیر تشریعی نبی آئے۔ پس جب تک قرآن کریم میں تحریف ثابت نہ کرو، یا یہ ثابت نہ کرو کہ قرآن مجید (نعوذ باللہ) ناقص کتاب ہے، اس وقت تک تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ قرآن کریم کے بعد تشریعی

نبی کا نہ آنا سنت قدیمہ کے خلاف ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مکمل اور غیر محرف شریعت کی موجودگی میں نئی شریعت کا نہ بھیجنا ہی خدا کی سنت ہے جو اس وقت بھی جاری ہے لیکن کیا تم انکار کر سکتے ہو کہ اس وقت دنیا میں ضلالت و گمراہی اور بدعملی کا دور دورہ نہیں؟ اگر ہے اور ضرور ہے تو پھر تمہاری تسلیم کردہ ''سنت ارسال رُسُل'' کے مطابق اس زمانہ میں کوئی غیر تشریعی نبی کیوں نہیں آ سکتا؟

غیر احمدی:۔ رُسُل صیغہ جمع ہونے کا کیا یہ مطلب ہے کہ دس دس بیس بیس اکٹھے رسول آئیں؟

جواب:۔ نہیں! بلکہ صیغہ جمع کا مفاد صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ صرف ایک ہی رسول نہیں بھیجے گا بلکہ وقتاً فوقتاً نبی بھیجتا رہے گا اور وہ رسول من حیث المجموع اتنے ہوں گے کہ ان پر صیغہ جمع اطلاع پائے۔

غیر احمدی:۔ صیغہ مضارع کبھی حال کے لئے اور کبھی استقبال کے لئے ہوتا ہے۔

(محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۶۳۴ طبع ثانی ۱۹۸۹ء از مولوی محمد عبداللہ معمار امرتسری)

جواب:۔ اس آیت میں استقبال کے لئے ہی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو رسولِ واحد تھے۔ ان پر رُسُل صیغہ جمع کا اطلاق نہیں پا سکتا نیز ان کا اصطفاء تو اس آیت کے نزول سے کئی سال پہلے ہو چکا تھا۔ نزول کے وقت تو نہیں ہو رہا تھا۔ اس لئے یہاں مضارع حال کے لئے ہو ہی نہیں سکتا بلکہ بہر حال مستقبل کے لئے ہے۔

اگر ''حال ماضی'' کے لئے ہوتا تو اس سے پہلے یا مابعد کسی واقعہ ماضی کا ذکر ہوتا لیکن اس آیت سے پہلے بھی اور بعد بھی آخر سورۃ تک کسی واقعہ ماضی کی طرف اشارہ تک نہیں بلکہ سب جگہ موجودہ مخالفین ہی سے خطاب ہے لیکن اگر واقعہ ماضی ہو تو ''اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی'' فرمایا ہوتا جیسے اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ (آل عمران: ۳۴) وغیرہ آیات ہیں پس یہ آیت امکانِ نبوت کے لئے نص قطعی ہے جس کا تمہارے پاس کوئی جواب نہیں۔

نوٹ:۔ بعض دفعہ مخالفین کہا کرتے ہیں کہ آیت ہذا میں ایک عام قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ خدا ہمیشہ اپنے رسول بھیجا کرتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ مضارع سے عام قاعدہ صرف ایک ہی صورت میں مراد لیا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مضارع استمرارِ تجدّدی کے طور پر استعمال کیا جائے لیکن استمرارِ تجدّدی کے لئے ضروری ہے کہ اس میں زمانہ مستقبل بھی ضرور پایا جائے ہم مخالفین کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ کوئی ایسا استمرار تجدّدی دکھائیں جس میں زمانہ مستقبل شامل نہ ہو صرف ماضی اور حال مراد ہو۔

استمرارِ تجدّ دی کے لئے مندرجہ ذیل حوالجات ملاحظہ ہوں ۔

۱۔ وَقَدْ تُفِيْدُالْإِسْتِمْرَارَ التَّجَدُّدِیَ بِالْقَرَائِنِ اِذَا كَانَ الْفِعْلُ مُضَارِعًا كَقَوْلِ طَرِيْفٍ ۔

اَوَ كُلَّمَا وَرَدَتْ عُكَاظَ قَبِيْلَةٌ　　　　بَعَثُوْا اِلَیَّ عَرِيْفَهُمْ يَتَوَسَّمُ

(کتاب قواعد اللغة العربية صفحہ ۱۳۹ از زیرعنوان الكلام على الخبر)

اور کبھی جب فعل مضارع ہو۔ بعض قرائن سے استمرار تجددی کا بھی فائدہ دیتا ہے جیسا کہ طریف شاعر کا یہ شعر ہے ۔

جب کبھی عکاظ کے میدان میں کوئی قبیلہ آ کر اترتا ہے تو وہ اپنے بڑے آدمی کو میری طرف بھیجتے ہیں جو گھاس کی تلاش کرتا رہتا ہے یا جو میری طرف دیکھتا رہتا ہے یہاں يَتَوَسَّمُ مضارع ہے جس نے استمرار تجددی کا کام دیا (یہی مضمون بتغیر الفاظ تلخیص المفتاح از محمد بن عبدالرحمٰن القزوینی صفحہ ۲۰ سطر ۳ مطبع مجتبائی دہلی پر ہے)

۲۔ تفسیر بیضاوی تفسیر سورۃ آل عمران رکوع ۴ زیر آیت اِنِّیۡۤ اُعِیۡذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ (آل عمران: ۳۷) لکھا ہے ”اُعِيْذُهَا فِیْ كُلِّ زَمَانٍ مُسْتَقْبِلٍ“ یعنی اُعِیْذُ هَا میں استمرار تجددی ہے اور آیت کے معنے یہ ہیں کہ میں اس کے لئے پناہ مانگتی ہوں ۔ ہر آنے والے زمانہ کے لئے ۔ گویا استمرار تجددی میں زمانہ مستقبل بالخصوص پایا جاتا ہے ۔

اسی طرح آیت اَللّٰهُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ (الحج :۷۶) میں استمرار تجددی ہوسکتا ہے اور اس کے لئے قرینہ ”الرسل“ بصیغہ جمع اور فعل مضارع کا خدا کی طرف منسوب ہونا ہے (استمرار میں تینوں زمانے شامل ہوتے ہیں ۔ کوئی زمانہ مستثنیٰ نہیں ہوسکتا ۔ خصوصاً زمانہ مستقبل جس کا ہونا اس میں لازمی ہے)

نوٹ ۔ اگر کوئی کہے کہ اگر استمرار تجددی تسلیم کر لیا جائے تو لازم آئے گا کہ ہر ایک سیکنڈ میں نبی اور رسول آتے رہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ استمرار کے لئے وقت اور ضرورت کی قید ہوتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ۔ كَانَا يَاۡكُلٰنِ الطَّعَامَ (المائدة: ۷۶) کہ حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے ۔ ”كَانَا يَاْكُلَانِ“ ماضی استمراری ہے (کیونکہ يَاْكُلَانِ مضارع پر ”كَانَا“ داخل ہوا) تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ تمام دن رات کھانا ہی کھاتے رہتے تھے ۔ یہاں استمرار کا مطلب یہ ہے کہ عند الضرورت کھانا کھاتے تھے ۔ اسی طرح اَللّٰهُ يَصْطَفِیْ کا مطلب ہے کہ عند الضرورت خدا تعالیٰ رسول بھیجتا رہے گا ۔

پس خدا تعالیٰ نے اس آیت میں بتایا ہے کہ میں انسانوں کو بھی نبوت کے لئے چنتا رہوں گا اور فرشتوں کو بھی مختلف ڈیوٹیوں کے لئے بھیجتا رہوں گا۔ گویا سلسلہ نبوت جاری رہے گا۔ یاد رہے کہ ملائکہ صرف وحی لانے ہی کے لئے نہیں آتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے جس قدر احکام ہیں ان کے نفاذ کے لئے لاتعداد ملائکہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ چن کر ہمیشہ بھیجتا رہتا ہے۔ پس منکرین نبوت کا یہ کہنا کہ انبیاء کی طرف ایک ہی فرشتہ وحی لایا کرتا ہے بے اثر ہے۔ یہاں صرف وحی لانے کا ذکر نہیں بلکہ عام طور پر احکام الٰہی کے نفاذ کے لئے فرشتوں کے چننے کا ذکر ہے۔

دوسری آیت:۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (آل عمران : ۱۸۰) خدا تعالیٰ مومنوں کو اس حالت پر نہیں چھوڑے گا جس پر اے مومنو! تم اس وقت ہو۔ یہاں تک کہ پاک اور ناپاک میں تمیز کر دے گا۔ خدا تعالیٰ ہر ایک مومن کو غیب پر اطلاع نہیں دے گا (فلاں پاک ہے اور فلاں ناپاک) بلکہ اپنے رسولوں میں جس کو چاہے گا بھیجے گا (اور ان کے ذریعے سے پاک اور ناپاک میں تمیز ہو گی) پس اے مسلمانو! اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا۔ اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو تم کو بہت بڑا اجر ملے گا۔

سورۃ آل عمران مدنی سورۃ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کم از کم تیرہ سال بعد نازل ہوئی جبکہ پاک اور ناپاک میں ابوبکرؓ و ابوجہل میں۔ عمرؓ اور ابولہب میں۔ عثمانؓ اور عتبہ و شیبہ وغیرہ میں کافی تمیز ہو چکی تھی مگر خدا تعالیٰ اس کے بعد فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ مومنوں میں پھر ایک دفعہ تمیز کرے گا مگر اس طور سے نہیں کہ ہر مومن کو الہاماً بتا دے کہ فلاں مومن اور فلاں منافق ہے بلکہ فرمایا کہ رسول بھیج کر ہم پھر ایک دفعہ یہ تمیز کر دیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے ایک دفعہ یہ تمیز ہو گئی۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک اور تمیز کرے گا پس اس سے سلسلۂ نبوت ثابت ہے۔

تیسری آیت:۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ

وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء:۷۰)

جو اطاعت کریں گے اللہ کی اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی پس وہ ان میں شامل ہو جائیں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبی، صدیق، شہید اور صالح اور یہ ان کے اچھے ساتھی ہوں گے۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے امتِ محمدیہ میں طریقِ حصول نعمت اور تحصیلِ نعمت کو بیان کیا ہے۔ آیت میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ایک انسان صالحیت کے مقام سے ترقی کر کے نبوت کے مقام تک پہنچتا ہے۔

دوسری جگہ جہاں انبیاء سابق کی اتباع کا ذکر کیا گیا ہے وہاں اس کے نتیجہ میں انعام نبوت نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ فرمایا:۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ (الحدید:۲۰) یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ اور باقی تمام انبیاء پر وہ صدیق اور شہید ہوئے۔

یاد رہے کہ یہاں اٰمَنُوْا صیغہ ماضی اور رُسُلِهٖ صیغہ جمع ہے۔ بخلاف مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ والی آیت کے کہ اس میں يُطِعِ مضارع ہے اور الرسول خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

گویا پہلے انبیاء کی اطاعت زیادہ سے زیادہ کسی انسان کو صدیقیت کے مقام تک پہنچا سکتی تھی۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ایک انسان کو مقام نبوت پر بھی فائز کر سکتی ہے۔ اگر کہا جائے کہ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ والی آیت میں لفظ مع ہے۔ مِنْ نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے وہ نبیوں کے ساتھ ہوں گے۔ خود نبی نہ ہوں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ

ا۔ اگر تمہارے معنے تسلیم کر لئے جائیں تو ساری آیت کا ترجمہ یہ بنے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے نبیوں کے ساتھ ہوں گے مگر خود نبی نہ ہوں گے۔ وہ صدیقوں کے ساتھ ہوں گے مگر خود صدیق نہ ہوں گے وہ شہیدوں کے ساتھ ہوں گے مگر خود شہید نہ ہوں گے وہ صالحین کے ساتھ ہوں گے مگر خود صالح نہ ہوں گے۔ تو گویا نہ حضرت ابوبکرؓ صدیق ہوئے، نہ عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ و حضرت حسینؓ شہید ہوئے اور نہ امت محمدیہ میں کوئی نیک آدمی ہوا۔ تو پھر یہ امت خیر امت نہیں بلکہ شر امت ہوئی۔ لہٰذا اس آیت میں مع بمعنی ساتھ نہیں ہو سکتا بلکہ مع بمعنی من ہے۔

۲۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ

اَخۡلَصُوۡا دِیۡنَہُمۡ لِلّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ وَسَوۡفَ یُؤۡتِ اللّٰہُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَجۡرًا عَظِیۡمًا (النساء:۱۴۷) مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور خدا کی رسی کو مضبوط پکڑا اور اللہ کے لئے اپنے دین کو خالص کیا۔ پس وہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں۔ اور خدا تعالیٰ مومنوں کو عنقریب بڑا اجر دے گا۔

کیا یہ صفات رکھنے والے لوگ مومن نہیں صرف مومنوں کے ساتھ ہی ہیں اور کیا ان کو ''اجر عظیم'' عطا نہیں ہوگا؟ چنانچہ تفسیر بیضاوی میں آیت بالا کے الفاظ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کا ترجمہ یہ کیا ہے ''**فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَمِنۡ عِدَادِھِمۡ فِی الدَّارَیۡنِ**''۔ (بیضاوی زیر آیت فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ النساء:۷۰) یعنی وہ لوگ دونوں جہانوں میں مومنوں کی گنتی میں شامل ہیں پس مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ کا ترجمہ بھی یہ ہوگا کہ ''وہ دونوں جہانوں میں منعم علیہم یعنی انبیاء کی گنتی میں شامل ہوں گے۔''

۳۔ تَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ (آل عمران: ۱۹۴) (کہ مومن یہ دعا کرتے ہیں) کہ اللہ! ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ وفات دے۔ اس آیت کا کیا یہ مطلب ہے۔ اے اللہ! جب نیک لوگوں کی جان نکلے ہماری جان بھی ساتھ ہی نکال لے؟ نہیں بلکہ یہ ہے کہ اے اللہ! ہم کو بھی نیک بنا کر مار۔

۴۔ ایک جگہ شیطان کے متعلق آتا ہے۔ اَبٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ (الحجر:۳۶) کہ وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا اور دوسری جگہ مِنَ السّٰجِدِیۡنَ (الاعراف:۱۲) آتا ہے۔

نوٹ:۔ مَـــعَ کے معنی معیت (ساتھ) کے بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آیت اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ (البقرۃ:۱۹۵، التوبۃ:۱۲۳) (کہ خدا نیک لوگوں کے ساتھ ہے) میں اور مع کے معنی من بھی ہوتے ہیں جیسا کہ اوپر مثالیں دی گئی ہیں اور مَنۡ یُّطِعِ اللّٰـہَ والی آیت میں تو اس کے معنی سوائے مـــن کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ اگر یہ معنے نہ کئے جائیں تو امت محمدیہ نعوذ باللہ شرّ امت قرار پاتی ہے جو بالبداہت باطل ہے۔ لہٰذا ہمارے جواب میں اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التـــوبۃ:۴۰) اور اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ (البقرۃ:۱۹۵) پیش کرنا غیر احمدیوں کے لئے مفید نہیں۔

نبوت موہبت ہے

بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

پیروی میں نبوت ملے گی۔تو اس سے یہ ماننا لازم آئے گا کہ نبوت ایک کسبی چیز ہے۔ حالانکہ نبوت موہبت الٰہی ہے نہ کہ کسبی۔اور نبی تو ماں کے پیٹ سے ہی نبی پیدا ہوتا ہے۔

جواب:۔اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک نبوت وہبی ہے لیکن قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی موہبت نازل نہیں ہوتی جب تک کہ انسان کی طرف سے بعض اعمال ایسے سرزد نہ ہوئے ہوں جو اس موہبت کے لئے جاذب بن جائیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ (الشوریٰ:۵۰) کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اس کو لڑکیاں موہبت کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکے موہبت کرتا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَكُلًّا (مریم:۵۰) کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق اور یعقوبؑ موہبت کئے۔ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد موہبت ہے لیکن کیا اولاد کے حصول کے لئے کسی انسانی عمل کی ضرورت نہیں؟

بیشک نبوت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی اور اطاعت اور اعمال صالحہ شرط ہیں لیکن اعمال صالحہ بھی تو خدا تعالیٰ کی طرف سے توفیق کے بغیر بجا لائے نہیں جا سکتے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

''وہ نعمت بخشی ہے کہ جو میری کوشش سے نہیں بلکہ شکم مادر میں ہی مجھے عطا کی گئی ہے۔''

(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ ۷۰)''اعمال صالحہ کا صادر ہونا خدا تعالیٰ کی توفیق پر موقوف ہے۔''

(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۶۷ حاشیہ)

عورتیں کیوں نبی نہیں بنتیں؟

بعض غیر احمدی وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ (النساء:۷۰) والی آیت و نیز صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ:۷) والی آیت پر (جب یہ امکانِ نبوت کی تائید میں پیش کی جائے) یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اگر نبوت کا ملنا ''اطاعت نبویؐ'' پر موقوف ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ عورتوں میں سے کسی کو نبوت نہیں ملتی حالانکہ اطاعت نبویؐ تو عورتیں بھی کرتی ہیں۔اسی طرح صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی دعا اگر حصول نبوت کو مستلزم ہے تو یہ دعا تو عورتیں بھی کرتی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ عورتیں نبی نہیں بنتیں؟ تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض محض آیاتِ مذکورہ بالا پر غور نہ کرنے کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے حالانکہ اس کا جواب بھی ان آیات میں موجود ہے اور وہ یہ کہ

مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ والی آیت میں یوں نہیں فرمایا کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے ہم ان کو نبی بنائیں گے بلکہ فرمایا جو لوگ اطاعت کریں گے ہم ان کو ان لوگوں میں شامل کردیں گے جن پر ہم نے انعام کیا اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ (النساء:۷۰) (بصیغہ ماضی) یعنی نبی، صدیق اور صالح۔ جس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ زمانہ ماضی میں جس جس طرح ہم نے مندرجہ بالا انعامات تقسیم کئے تھے۔ اب ہم اطاعت نبویؐ کے نتیجہ میں وہی انعام اسی طریق پر امت محمدیہ کے افراد میں تقسیم کریں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ (النساء:۷۰) میں جو لوگ شامل ہیں ان میں سے کوئی عورت بھی کبھی ''نبی'' ہوئی؟ تو اس کا جواب خدا تعالیٰ خود دیتا ہے کہ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ (الانبیاء:۸) یعنی اے نبیؐ! ہم نے آج تک کسی عورت کو نبی نہیں بنایا۔ پس جب کبھی کوئی عورت نبوت کا انعام پانے والی کبھی ہوئی ہی نہیں۔ تو پھر امت محمدیہؐ میں کس طرح ہو سکتی ہے؟ کیونکہ اس امت کو تو وعدہ ہی یہ دیا گیا ہے کہ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ (النساء:۷۰) کہ تم کو بھی وہی انعامات ملیں گے جو پہلی امتوں کو ملے۔ مردوں کو نبوت ملی۔ عورتیں زیادہ سے زیادہ صدیقیت کے مقام تک پہنچیں۔ چنانچہ اس امت میں بھی انتہائی مقام مردوں کے لئے نبوت اور عورتوں کے لئے صدیقیت مقرر ہوا۔

اسی طرح صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کی دعا میں بھی اَنۡعَمۡتَ صیغہ ماضی ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ اے خدا! جو جو انعامات تو پہلی امتوں کے افراد پر نازل کرتا رہا ہے وہ ہم پر بھی نازل کر۔ پس چونکہ پہلی امتوں میں کبھی کوئی عورت نبی نہیں ہوئی اس لئے اب بھی کوئی عورت نبی نہیں ہوگی۔ جب امت محمدیہ کا کوئی مرد صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کی دعا کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے خدا! مجھ پر بھی وہ انعام نازل فرما جو تو نے پہلی امتوں کے مردوں پر کئے۔ اور جب کوئی امت محمدیہ کی عورت یہ دعا کرتی ہے تو اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اے خدا! تو نے جو انعام پہلی امتوں کی عورتوں پر نازل کئے وہ مجھ پر بھی نازل فرما۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پر حکمت کلام میں ماضی کا صیغہ رکھ کر اس اعتراض کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

ہر اطاعت کرنے والا نبی کیوں نہیں بنتا

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ والی دعا تو امت محمدیہ

کے افراد کرتے رہتے ہیں۔اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت تو صحابہ رضوان اللہ اجمعین نے بھی کی ۔ پھر مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ والی آیت کے ماتحت ان سب کو نبوت ملنی چاہیے تھی؟

الجواب نمبرا:۔ اس کا جواب یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (الانعام: ۱۶۵) کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر جانتا ہے کہ کس کو نبی بنائے ، کب نبی بنائے اور کہاں نبی بنائے؟

الجواب نمبر۲:۔ اللہ تعالیٰ سورۃ نور میں فرماتا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ (النور: ۵۶) کہ اللہ تعالیٰ ایمان لانے اور اعمال صالحہ بجالانے والے مسلمانوں کے ساتھ وعدہ کرتا ہے کہ ان سب کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔

اب ظاہر ہے کہ آیت استخلاف مندرجہ بالا کی رو سے خلیفہ صرف حضرت ابوبکر، عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم ہی ہوئے ۔ کیا تمام صحابہؓ میں صرف یہ چار مومن باعمل تھے؟ کیا حضرت عائشہؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت بلالؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، طلحہؓ، زبیرؓ رضوان اللہ علیہم وغیرہ صحابہؓ نعوذ باللہ مومن نہ تھے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ بیشک یہ سب مومن تھے لیکن خلافت اللہ کی دین ہے جس کو چاہے دے لیکن وعدہ عام ہے جس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اب نبوت وخلافت صرف انہی لوگوں کو مل سکتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار ہوں ۔ اس کے بغیر نہیں مل سکتی ۔ علاوہ ازیں جب کسی قوم سے ایک شخص نبی ہو جائے تو وہ انعام نبوت سب قوم پر ہی سمجھا جاتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول قرآنِ مجید میں ہے:

يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ (المـائدة:۲۱) کہ اے قوم اس نعمت کو یاد کرو جو خدا نے تم پر نازل کی جب کہ اس نے تم میں سے نبی بنائے ۔

گویا کسی قوم میں سے کسی شخص کا نبی ہونا اس تمام قوم پر خدا تعالیٰ کی نعمت سمجھا جاتا ہے۔ پس صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اور مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ والی آیات میں جس نعمت نبوت کا وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دیا گیا ہے اس کا تقاضا یہ نہیں کہ ہر کوئی نبی بنے بلکہ صرف اس قدر ضروری ہے کہ اس امت میں سے بھی ضرور نبوت کی نعمت کسی فرد پر نازل کی جائے ۔

ہمارے ترجمہ کی تائید

حضرت امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے وہی معنے بیان کئے ہیں جو اوپر بیان

ہوئے چنانچہ تفسیر بحرالمحیط (مؤلفہ محمد بن یوسف) اندلسی میں لکھا ہے: وَ قَوْلُہٗ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ تَفْسِیْرٌ لِقَوْلِہٖ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ......وَالظَّاھِرُ اَنَّ قَوْلَہٗ مِنَ النَّبِیّٖنَ تَفْسِیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ فَکَاَنَّہٗ قِیْلَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ مِنْکُمْ اَلْحَقَہُ اللّٰہُ بِالَّذِیْنَ تَقَدَّمَھُمْ مِمَّنْ اَنْعَمَ عَلَیْھِمْ. قَالَ الرَّاغِبُ مِمَّنْ اَنْعَمَ عَلَیْھِمْ مِنَ الْفِرَقِ الْاَرْبَعِ فِی الْمَنْزِلَۃِ وَالثَّوَابِ النَّبِیُّ بِالنَّبِیِّ وَالصِّدِّیْقُ بِالصِّدِّیْقِ وَالشَّھِیْدُ بِالشَّھِیْدِ وَالصَّالِحُ بِالصَّالِحِ وَ اَجَازَ الرَّاغِبُ اَنْ یَّتَعَلَّقَ مِنَ النَّبِیّٖنَ بِقَوْلِہٖ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ اَیْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ مِنْ بَعْدِھِمْ (تفسیر البحرالمحیط زیرآیت وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہ وَالرَّسُوْلَ. النساء: ۶۹) یعنی خدا کا فرمانا کہ ''مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ'' یہ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کی تفسیر ہے اور یہ ظاہر ہے کہ خدا کا قول مِنَ النَّبِیّٖنَ تفسیر ہے۔ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ کی۔ گویا یہ بیان کیا گیا ہے کہ تم میں سے جو شخص اللہ اور اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ان لوگوں میں شامل کر دے گا جن پر قبل ازیں انعامات ہوئے اور امام راغبؒ نے کہا ہے کہ ان چار گروہوں میں شامل کرے گا مقام اور نیکی کے لحاظ سے۔ نبی کو نبی کے ساتھ اور صدیق کو صدیق کے ساتھ اور شہید کو شہید کے ساتھ اور صالح کو صالح کے ساتھ۔ اور راغبؒ نے جائز قرار دیا ہے کہ اس امت کے نبی بھی نبیوں میں شامل ہوں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ یعنی مِنَ النَّبِیّٖنَ (نبیوں میں سے)۔

اس حوالہ سے صاف طور پر حضرت امام راغبؒ کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس امت میں بھی انبیاء کی آمد کے قائل تھے۔ چنانچہ اس عبارت کے آگے مؤلف البحرالمحیط (محمد بن یوسف بن علی بن حیان الاندلسی جو ۷۵۴ھ میں فوت ہوئے) نے امام راغبؒ کے مندرجہ بالا قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ راغبؒ کے اس قول سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپ کی امت میں سے بعض غیر تشریعی نبی پیدا ہوں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے۔ اس پر مصنف اپنا مذہب لکھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ درست نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے۔

لیکن ہمیں مؤلف بحرالمحیط یعنی محمد بن یوسف الاندلسی کے اپنے عقیدہ سے سروکار نہیں ہمیں تو

یہ دکھانا مقصود ہے کہ آیت مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ الخ کا جومفہوم آج جماعت احمدیہ بیان کرتی ہے وہ نیا نہیں بلکہ آج سے سینکڑوں سال قبل امام راغب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کا وہی ترجمہ کرتے ہیں جوآج جماعت احمدیہ کی طرف سے کیا جاتا ہے۔

غیراحمدی:۔ترمذی میں حدیث ہے کہ ''اَلتَّــا جِــرُ الصَّــدُوْقُ الْاَمِيْـنُ مَـعَ الـنَّبِيّيْـنَ وَالصِّدّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ'' آج تک کتنے لوگ تجارت کی وجہ سے نبوت حاصل کر چکے ہیں؟

(محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۱۷۴ طبع ثانی ۱۹۸۹ء مطبع طفیل آرٹ پرنٹر لاہور از مولوی عبداللہ معمار امرتسری)

جواب:۔ یہ روایت ضعیف ہے۔ کیونکہ اسے قبیصہ ابن عقبۃ الکوفی نے سفیان ثوری سے اور سفیان ثوری نے ابوحمزہ عبداللہ بن جابر سے۔اس نے حسن سے اوراس نے ابوسعید سے روایت کیا ہے۔

قبیصہ کے متعلق لکھا ہے:۔قَالَ ابْـنُ مَعِيْـنٍ هُـوَ ثِقَةٌ اِلَّا فِیْ حَدِيْثِ الثَّوْرِیْ وَ قَالَ اَحْـمَـدُ كَثِيْـرُ الْـغَـلْطِ......قَالَ ابْنُ مَعِيْنٍ لَيْسَ بِذَاكَ الْقَوِیّ (میزان الاعتدال جلد۲ صفحہ ۳۱۰ ذکر قبیصہ بن عقبہ) کہ ابن معین فرماتے ہیں کہ قبیصہ کی وہ روایت جووہ سفیان ثوری سے روایت کرے کبھی قبول نہ کرنا احمد کے نزدیک یہ راوی کثرت سے غلط روایت کرتا تھا اورابن معین کے خیال میں یہ قوی راوی نہ تھا۔ یہ روایت بھی اس راوی کی سفیان ثوری ہی سے ہے۔لہٰذا جھوٹی ہے۔

۲۔اگر درست بھی ہوتی تو بھی حرج نہ تھا کیونکہ اَلتَّـا جِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ تو خود ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ ہیں۔لہٰذا آپ ہی وہ خاص تاجر اور وہ سچ بولنے والے امین نبی تھے جن کی تعریف اس قول میں کی گئی ہےاور ظاہر ہے کہ حضور نبی تھے۔

چوتھی آیت:۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (الاعراف:۳۶) اے بنی آدم (انسانو!) البتہ ضرور آئیں گے تمہارے پاس رسول تم میں سے جو بیان کریں گے تمہارے سامنے میری آیتیں۔پس جولوگ پرہیزگاری اختیار کریں گے اور اپنی اصلاح کریں گے ان کوکوئی غم اور ڈر نہ ہوگا۔

''اِمَّا يَاْتِيَنَّ'' کا ترجمہ یہ ہے ''البتہ ضرور آئیں گے'' کیونکہ يَاْتِيَنَّ مضارع مؤکد بہ نون ثقیلہ ہے جومضارع میں تاکید مع خصوصیت زمانہ مستقبل کرتا ہے جیسا کہ کتاب الصرف مؤلفہ حافظ عبدالرحمٰن

امرتسری میں لکھا ہے:

''**نون تاکید**۔ یہ حرف آخر مضارع میں آتا ہے اور اس کے آنے سے مضارع کے پہلے لام مفتوح کا آنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ نون مضارع کے آخر حرف پر فتحہ اور معنے تاکید مع خصوصیت زمانہ مستقبل کے دیتا ہے، جیسے لَیَفْعَلَنَّ (وہ البتہ ضرور کرے گا) اس کو مضارع مؤکد بلام تاکید و نون تاکید کہتے ہیں'' اور اس پر حاشیہ میں لکھا ہے:۔

''اکثر تو لام مفتوح آتا ہے۔ مگر کبھی اِمَّا بھی آجاتا ہے۔ جیسے اِمَّا یَبْلُغَنَّ''

(دیکھو کتاب الصرف سبق نمبر ۱۳ نونِ تاکید صفحہ ۱۵ ایڈیشن نمبر ۹ صفحہ ۲۳)

نیز ملاحظہ ہو بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۲۸۲ مطبع احمدی زیر آیت فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ (الزخرف: ۴۲) لکھا ہے۔

''وَمَا مَزِیْدَةٌ مُؤَكَّدَةٌ بِمَنْزِلَةِ لَامِ الْقَسَمِ فِی اسْتِجْلَابِ النُّوْنِ الْمُؤَكَّدَةِ۔''

پس ''یَـاْتِیُ '' (آئے گا) مضارع کے آخر میں ''نون تاکید'' آیا اور اس کے شروع میں اِمَّا آیا۔ پس اس کے معنے ہوئے ''البتہ ضرور آئیں گے رسل'' (ایک سے زیادہ رسول)۔

نوٹ:۔ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور اس میں تمام انسانوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ یہاں یہ نہیں لکھا ہوا کہ ہم نے گزشتہ زمانہ میں یہ کہا تھا نیز اس آیت سے پہلے کئی مرتبہ '' یَـا بَنِـیْ اٰدَمَ '' آیا ہے اور اس میں سب جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے زمانہ کے لوگ مخاطب ہیں جیسا کہ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف: ۳۲) اے انسانو! ہر مسجد (یا نماز) میں اپنی زینت قائم رکھو۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:۔ فَـاِنَّهٗ خِطَابٌ لِاَهْلِ ذٰلِكَ الزَّمَانِ وَ لِكُلِّ مَنْ بَعْدَهُمْ (تفسیر اتقان جلد ۲ صفحہ ۳۶ مصری) کہ یہ خطاب اس زمانہ اور اگلے زمانہ کے تمام لوگوں کو ہے۔

(ب) تفسیر حسینی موسومہ بہ تفسیر قادری میں ہے:۔ ''یہ خطاب عرب کے مشرکوں کی طرف ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ خطاب عام ہے۔ (تفسیر حسینی جلد ۱ صفحہ ۳۰۵ آخری سطر مطبوعہ نولکشور زیر آیت یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ)

(ج) امام فخر الدینؒ رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔ وَ اِنَّـمَـا قَـالَ رُسُلٌ وَ اِنْ كَـانَ خِـطَابًا لِلرَّسُوْلِ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَ هُوَ خَاتَمُ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْهِ وَ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ

...... وَ اَمَّا قَوْلُهٗ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیَاتِیْ فَقِیْلَ تِلْکَ الْاٰیَاتُ ھِیَ الْقُرْآنُ ...... ثُمَّ قَسَمَ تَعَالٰی حَالَ الْاُمَّۃِ فَقَالَ (فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ) (تفسیر کبیر رازی زیر آیت وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ البقرۃ: ۱۱۳)۔

غیراحمدی:۔ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف: ۳۲) میں ''مسجد'' کا لفظ غیر مذاہب کے معبدوں کے لیے استعمال ہوا ہے نہ کہ مسلمانوں کی مسجدوں کے لئے۔

جواب:۔ آیت زیر بحث کے سیاق وسباق میں سوائے مسلمانوں کے کسی اور قوم کا ذکر ہی نہیں اور یہ تمام نصائح مسلمانوں کو کی گئی ہیں۔ چنانچہ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ (الاعراف: ۳۶) سے پہلی دو آیات یہ ہیں:۔ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ (الاعراف: ۳۴تا۳۶)

ان آیات کا ترجمہ تفسیر حسینی سے نقل کیا جاتا ہے:

''کہہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! سوائے اس کے نہیں کہ حرام کئے ربّ تیرے نے گناہ کبیرہ کہ بڑے عذاب کے سبب ہیں جو ظاہر ہے ان میں سے جیسے کفر اور جو پوشیدہ ہے جیسے نفاق اور حرام کیا وہ گناہ جس پر حد مقرر نہیں ہے۔ جیسے گناہِ صغیرہ اور حرام کیا ظلم یا تکبر ساتھ حق کے......اور حرام کیا یہ کہ شرک لاؤ تم ساتھ اللہ کے اور شرک پکڑ و اس کی عبادت میں اس چیز کو کہ خدا نے نہیں بھیجی......کوئی دلیل اور یہ بھی حرام کیا ہے کہ کہو تم جھوٹ اور افتراء کرو خدا پر جو کچھ تم نہیں جانتے ہو۔ کھیتوں اور چار پایوں کی تحریم اور بیت الحرام کے طواف میں برہنہ ہونا اور واسطے ہر گروہ کے ایک مدت ہے جو خدا نے مقرر کر دی ہے۔ ان کی زندگی کے واسطے۔'' (تفسیر حسینی جلد ا صفحہ ۳۰۵ اردو مترجم مکتبہ سعید ناظم آباد کراچی زیر آیت الاعراف: ۳۳تا۳۵)

صاف ظاہر ہے کہ ''قُلْ'' کہہ کر خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور پھر حضورؐ کے ذریعہ سے یہ پیغام تمام بنی نوع انسان کو پہنچایا گیا ہے کہ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ (الاعراف: ۳۶)

باقی رہا تمہارا کہنا کہ ''مسجد'' سے مراد اصحاب کہف (عیسائیوں) کی مسجد ہے تو یہ محض مغالطہ آفرینی ہے کیونکہ یہ آیت عیسائیوں کے گرجوں کے اندر اچھے اچھے کپڑے پہن کر جانے کی ہدایت

نہیں دیتی بلکہ کعبہ شریف خصوصاً اور دوسری اسلامی مساجد میں عموماً نماز پڑھنے کے لیے جانے والوں کو مخاطب کرتی ہے۔ چنانچہ تفسیر حسینی میں خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف:۳۲) کی مندرجہ ذیل تشریح کی گئی ہے۔

بعض مفسر اس بات پر ہیں کہ یہ خطاب عام ہے اور اکثر مفسر کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے۔ اس واسطے بنو ثقیف اور دوسری ایک جماعت عرب مشرکوں کی تھی کہ ان کے مرد اور عورتیں برہنہ طواف کرتی تھیں اور کپڑے اتار ڈالنے سے یہ فال لیتے تھے کہ گناہوں سے ہم بری ہو گئے اور بنو عامر احرام کے دنوں میں حیوان کھانے سے پرہیز کرتے تھے اور تھوڑے سے کھانے پر قناعت کر کے اس فعل کو اطاعت جانتے تھے اور کعبہ کی تعظیم کا خیال باندھتے تھے۔ مسلمانوں نے کہا کہ یہ تعظیم و تکریم کرنا ہم کو تو بہت سزاوار اور لائق ہے۔ حق تعالیٰ نے انہیں منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ اپنے کپڑے کہ ان کے سبب سے تمہاری زینت ہے عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ نزدیک ہر مسجد کے جس کا تم طواف کرتے ہو یا جس میں تم نماز پڑھتے ہو۔" (تفسیر حسینی زیر آیت خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ الاعراف:۳۲)

(ب) حضرت امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ اِنَّ اَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ قَبَائِلِ الْعَرَبِ كَانُوْا يَطُوْفُوْنَ بِالْبَيْتِ عُرَاةً. اَلرِّجَالُ بِالنَّهَارِ وَالنِّسَآءُ بِاللَّيْلِ وَ كَانُوْا اِذَا وَصَلُوا اِلٰى مَسْجِدِ مِنٰى طَرَحُوْا ثِيَابَهُمْ وَ اَتُوا الْمَسْجِدَ عُرَاةً وَ قَالُوْا لَا نَطُوْفُ فِيْ ثِيَابٍ اَصَبْنَا فِيْهَا الذُّنُوْبَ...... فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَنَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَّفْعَلَ ذٰلِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ الْاٰيَةَ اَىْ اَلْبِسُوْا ثِيَابَكُمْ وَ كُلُوا اللَّحْمَ. (تفسیر کبیر رازی يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ الاعراف:۳۲)

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عرب قبائل بباعث جاہلیت کے خانہ کعبہ کا طواف ننگے بدن کرتے تھے۔ دن کو مرد اور رات کو عورتیں طواف کرتی تھیں۔ اور جب وہ مسجد منیٰ کے قریب پہنچتے تھے تو اپنے کپڑے اتار کر مسجد میں ننگے بدن آتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہم ان کپڑوں کے ساتھ کبھی طواف نہیں کریں گے جن میں ہم گناہ کرتے ہیں۔ پھر جب اس بارے میں مسلمانوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی یہ حکم دیا کہ اپنے کپڑے پہنو اور گوشت کھاؤ۔

(ج) تفسیر بیضاوی میں ہے:

خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ. ثِیَابَکُمْ لِمَوَارَاۃِ عَوْرَاتِکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ لِطَوَافٍ اَوْ صَلٰوۃٍ. وَ مِنَ السُّنَّۃِ اَنْ یَاْخُذَ الرَّجُلُ اَحْسَنَ ھَیْئَتِہٖ لِلصَّلٰوۃِ وَ فِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی وَجُوْبِ سَتْرِ الْعَوْرَۃِ فِی الصَّلٰوۃِ.

وَ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا: . مَا طَابَ لَکُمْ رُوِیَ اَنَّ بَنِیْ عَامِرٍ فِیْ اَیَّامِ حَجِّھِمْ کَانُوْا لَا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ اِلَّا قُوْتًا ...... فَھَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ بِہٖ فَنَزَلَتْ ۔ (بیضاوی زیرآیت خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ ۔الاعراف :۳۲)

پس ثابت ہوا کہ یہاں مسجد سے مرادعیسائیوں کے گرجے نہیں بلکہ کعبۃ اللہ اور مسلمانوں کی دوسری مسجدیں مراد ہیں۔ نیز یہ کہ حضرت آدمؑ کے زمانہ کا واقعہ بیان نہیں کیا جا رہا بلکہ مسلمانوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔

غیراحمدی:۔ لفظ ’’رسول‘‘ نبی اور رسول اور محدث تینوں معنوں پر مشتمل ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے فرمایا ہے۔

جواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اصطلاح تو خاص تھی جس کے رو سے لفظ محدث بالواسطہ غیرتشریعی نبی کا ہم معنی اور قائمقام ہے۔اس لحاظ سے اگر لفظ ’’رسول‘‘ میں غیرتشریعی نبوت کا حامل شامل ہوتو پھر بھی امکان نبوت ثابت ہے۔

غیراحمدی:۔ لفظ رسول تو تشریعی و غیرتشریعی دونوں قسم کی نبوت پر مشتمل ہے پھر اس آیت سے تشریعی نبوت کا امکان بھی ثابت ہوا۔

جواب:۔ جی نہیں! بلکہ اس آیت میں تو اس کے بالکل برعکس یہ بتایا گیا ہے کہ اب جن رسولوں کی آمد کا وعدہ دیا جا رہا ہے وہ سب غیرتشریعی نبی ہوں گے اور صرف یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ (الاعراف:۳۶) وہ سابقہ نازل شدہ آیاتِ قرآنی ہی کو پڑھ پڑھ کر سنایا کریں گے۔ ملاحظہ ہو حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَاَمَّا قَوْلُہٗ (یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیَاتِیْ) فَقِیْلَ تِلْکَ الْاٰیَاتُ ھِیَ الْقُرْاٰنُ ۔ (تفسیر کبیر رازی زیرآیت فَلَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔الاعراف:۳۶)

نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان موعودہ رسولوں کی بعثت کی غرض تو تقویٰ پیدا کرنا اور اصلاح کرنا ہوگی جیسا کہ فرمایا ہے۔ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ (الاعراف:۳۶) یعنی جو تقویٰ اختیار کرے گا اور اپنی

اصلاح کرے گا وہی امن میں ہوگا۔ دوسرا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ اس آیت سے ''اِتْیَانُ الرُّسُلِ اَمْرٌ جَائِزٌ غَیْرُ وَاجِبٍ '' (بیضاوی زیر آیت لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ الاعراف : ۳۵ نیز تفسیر ابی السعود بر حاشیہ تفسیر کبیر زیر آیت فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصْلَحَ جلد۴ صفحہ ۲۹۹ مصری) یعنی یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسولوں کا آنا جائز ہے۔ اگرچہ ضروری نہیں کہ رسول ضرور ہی آئیں۔

بہر حال امکان نبوت کو تسلیم کرلیا گیا ہے۔

پانچویں آیت :۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ (الفاتحة:۶،۷) کہ اے اللہ! ہم کو سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اپنی نعمت نازل کی، گویا ہم کو بھی وہ نعمتیں عطا فرما جو پہلے لوگوں کو تو نے عطا فرمائیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ نعمتیں کیا تھیں؟ قرآن مجید میں ہے:

یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا (المائدة:۲۱)

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا۔ اے قوم! تم خدا کی اس نعمت کو یاد کرو۔ جب اس نے تم میں سے نبی بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا، ثابت ہوا کہ نبوت اور بادشاہت دو نعمتیں ہیں جو خدا تعالیٰ کسی قوم کو دیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کی دعا سکھائی ہے اور خود ہی نبوت کو نعمت قرار دیا ہے اور دعا کا سکھانا بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی قبولیت کا فیصلہ فرما چکا ہے۔ لہٰذا اس سے امت محمدیہ میں نبوت ثابت ہوئی۔

چھٹی آیت :۔

یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا (المؤمنون: ۵۲) اے رسولو! پاک کھانے کھاؤ اور نیک کام کرو۔ یہ جملہ ندائیہ ہے جو حال اور مستقبل پر دلالت کرتا ہے اور لفظ رُسُلُ بصیغہ جمع کم از کم ایک سے زیادہ رسولوں کو چاہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اکیلے رسول تھے۔ آپ کے زمانہ میں کوئی بھی اور رسول نہ تھا۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول آئیں گے۔ ورنہ کیا خدا تعالیٰ وفات یافتہ رسولوں کو یہ حکم دے رہا ہے کہ اٹھو! اور پاک کھانے کھاؤ اور نیک کام کرو۔

اس امر کا ثبوت کہ یہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسولوں کو نہیں ہے:۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِہِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ یٰۤاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (المؤمنون:۵۲)وَ قَالَ تَعَالٰی یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ (البقرۃ:۱۷۳)

(مسلم کتاب الزکوٰۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب بحوالہ محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۴۸۶ ایڈیشن ۱۹۸۹ء)

یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک ہے اور سوائے پاکیزگی کے کچھ قبول نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی حکم دیا ہے جو اس نے نبیوں کو دیا ہے۔ کہ اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور مناسب حال اعمال بجالاؤ۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے (مسلمانوں کو) فرمایا کہ اے ایمان والو اس پاک رزق سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دیا ہے۔

یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ جس طرح یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ (البقرۃ:۱۷۳) والا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے فوت ہو چکنے والے مومنوں کو نہیں بلکہ موجودہ یا بعد میں ہونے والے مومنوں کو دیا گیا ہے۔ اسی طرح یٰۤاَیُّھَا الرُّسُلُ کا خطاب بھی گزشتہ انبیاء کو نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ یا آپ کے بعد آنے والے رسولوں سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو کوئی اور رسول تھا نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کے بعد پیدا ہونے والے ایسے رسولوں سے خطاب ہے جو قرآن کی شریعت کے تابع ہوں گے۔

غیر احمدی:۔ آیت یٰۤاَیُّھَا الرُّسُلُ میں ذکر پہلی امتوں کا ہے جنہوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خطاب نہیں ہے۔ بلکہ پہلے انبیاء سے ہے۔

جواب:۔ جی نہیں! یہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کو ہرگز نہیں ہے۔ جیسا کہ اوپر درج شدہ حدیث سے ثابت کیا گیا ہے۔ اب تفسیر بھی دیکھ لو۔ لکھا ہے:۔

۱۔ امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:۔ کہ رُسُلُ اللّٰہِ سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جیسے کہ یٰۤاَیُّھَا الرُّسُلُ میں لفظ جمع کے ساتھ انہی کی طرف خطاب ہے اور یہ تعظیم کی راہ سے ہے۔ شرح معارف میں لکھا ہے کہ جب تک حق تعالیٰ نے سب انبیاء علیہم السلام کے خصائل اور شمائل حضرت سید الانبیاء میں جمع نہیں کئے۔ حضرت کو آیت یٰۤاَیُّھَا الرُّسُلُ سے خطاب نہیں فرمایا۔

(تفسیر حسینی قادری زیر آیت مِثْلَ مَا اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰہِ انعام :۱۲۵ نیز دیکھو جلد ۲ صفحہ ۵۷ و صفحہ ۹۹)

۲۔تفسیر اتقان مصنفہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے:۔

"خِطَابُ الْوَاحِدِ بِلَفْظِ الْجَمْعِ نَحْوَ يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ......فَهُوَ خِطَابٌ لَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحْدَهُ اِذْ لَا نَبِيَّ مَعَهُ وَلَا بَعْدَهُ." (تفسیر اتقان جلد ۶ صفحہ ۳۴ مصری زیرآیت يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ ۔المومنون:۵۲)

یعنی اس آیت میں يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ کا خطاب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے۔ کیونکہ بخیال مصنف آنحضرتؐ کے زمانہ یا مابعد کوئی نبی نہیں۔

۳۔امام راغب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وَ قَوْلُهُ يَا اَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا قِيْلَ عُنِيَ بِهِ الرَّسُوْلُ وَ صَفْوَةُ اَصْحَابِهٖ فَسَمَّاهُمْ رُسُلًا لِضَمِّهِمْ اِلَيْهِ." (مفردات راغب حرف الراء مع السین زیر لفظ رُسُل) یعنی اس آیت میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چیدہ اصحاب سے کیا گیا ہے اور ان کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وابستگی کے باعث "رسول" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

پس یہ ثابت ہے کہ یہ خطاب انبیاء سابقہ کو نہیں۔ باقی رہا یہ کہنا کہ لفظ رُسُل جو جمع کا صیغہ ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واحد کے لئے آیا ہے تو یہ محض خوش فہمی اور ایک کو سوا لاکھ کے کہنے کے مترادف ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد حضرت علیؓ ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ قرآن مجید قیامت تک کے لئے شریعت ہے اس لئے اس میں تمام ایسے احکام بیان فرما دیئے گئے جن پر قیامت تک عمل کیا جانا ضروری تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو انبیاء آنے والے تھے ان کے لئے بھی مکمل ہدایات قرآن مجید میں نازل فرما دی گئیں۔ان ہدایات میں سے ایک ہدایت پر مشتمل یہ آیت بھی ہے۔

ساتویں آیت:۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا

(الاحزاب: ۵۴) تمہارے لئے یہ مناسب نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو ایذاء دو۔ اور نہ یہ مناسب ہے کہ

تم رسول کی وفات کے بعد اس کی بیویوں سے شادی کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے رسول تھے۔ حضور صلعم جب فوت ہوئے آپ کی بیویوں کے ساتھ کسی نے شادی نہ کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضورؐ کی ازواج مطہرات بھی فوت ہوگئیں۔ اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت بند ہوگیا ہے۔ تو نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ اس کی وفات کے بعد اس کی بیویاں زندہ رہیں گی اور نہ ان کے نکاح کا سوال ہی زیر بحث آئے گا۔

تو اب اگر اس آیت کو قرآن مجید سے نکال دیا جائے تو کون سا نقص لازم آتا ہے؟ اور اس آیت کی موجودگی میں ہمیں کیا فائدہ پہنچتا ہے؟ لیکن چونکہ قرآن مجید قیامت کے لئے شریعت ہے اور اس کا ایک ایک لفظ قیامت تک واجب العمل اور ضروری ہے اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک کے انبیاء کے ازواج مطہرات ان کی وفات کے بعد بیوگی کی حالت میں ہی رہیں گی۔

نوٹ:۔ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص نہیں بلکہ عام ہے کیونکہ اس میں ''اَلرَّسُوْلُ یَا اَلنَّبِیُّ'' کا لفظ نہیں کہ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہوں بلکہ یہاں ''رَسُوْلَ اللّٰہِ'' کا لفظ ہے جو عام ہے یعنی اس میں ہر رسول داخل ہے۔ لہٰذا دھوکہ سے بچنا چاہیے۔ لفظ رَسُوْلَ اللّٰہِ قرآن مجید میں دوسرے انبیاء کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ (دیکھو الصف:۲)

آٹھویں آیت:۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۚ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ الخ (المؤمن: ۳۵،۳۶)

کہ اس سے قبل تمہارے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کھلے کھلے نشان لے کر آئے۔ مگر تم ان کی تعلیم میں شک کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب وہ فوت ہوگئے تم کہنے لگ گئے کہ اب خدا تعالیٰ ان کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجے گا۔ اسی طرح سے خدا تعالیٰ گمراہ قرار دیتا ہے ان لوگوں کو جو حد سے بڑھ جاتے ہیں اور (خدا کی آیات میں) شک کرتے ہیں۔ وہ لوگ آیاتِ الٰہی میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر اس

کے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو کوئی دلیل عطا ہوئی ہو۔

قرآن مجید میں پہلے انبیاء علیہم السلام اور ان کی جماعتوں کے واقعات محض قصے کہانی کے طور پر بیان نہیں ہوتے بلکہ عبرت کے لئے آتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی امت کا جو یہ عقیدہ بیان کیا ہے تو اس سے ہمیں کیا فائدہ ہے؟ نیز یُضِلُّ اور یُجَادِلُوْنَ مضارع کے صیغے ہیں جو مستقبل پر حاوی ہیں۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے: مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِکَ (حٰمٓ السجدة : ۴۴)

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے متعلق بھی وہی کچھ کہا جائے گا جو آپ سے پہلے رسولوں کے متعلق کہا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق جیسا کہ بتایا جا چکا ہے لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ مِنْۢ بَعْدِہٖ رَسُوْلًا (المؤمن: ۳۵) کہا گیا۔ مولوی عبدالستار اپنی مشہور پنجابی منظوم کتاب ''قصص المحسنین'' (قصہ یوسف زلیخا) لکھتے ہیں ؎

جعفر صادق کرے روایت اس وچہ شک نہ کوئی
اس ویلے وچہ حق یوسف دے ختم نبوت ہوئی

(قصص المحسنین صفحہ ۲۷۹ مطبوعہ مطبع کریمی لاہور ۵ جنوری ۱۹۳۰ء جے۔ایس سنت سنگھ تاجران کتب لاہور)

یعنی حضرت امام جعفر صادق روایت فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام پر نبوت ختم ہوگئی۔

پس ضرور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی یہی کہا جاتا کہ آپؐ کے بعد خدا تعالیٰ کوئی نبی نہیں بھیجے گا۔

نویں آیت:۔

وَّاَنَّھُمْ ظَنُّوْا کَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ اَحَدًا (الجن:۸)

بعض جن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سن کر اپنی قوم کے پاس گئے تو جا کر کہنے لگے۔ اے جنو! تمہاری طرح انسانوں کا بھی یہی خیال تھا کہ اب خدا تعالیٰ کسی نبی کو نہیں بھیجے گا مگر (ایک اور نبی آ گیا۔)

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو آپ سے قبل پہلے نبیوں کی امتیں یہی

عقیدہ رکھتی تھیں کہ نبوت کا دروازہ ہمارے نبی پر بند ہو چکا ہے۔ مَا یُقَالُ لَکَ (حٰمٓ السّجدۃ: ۴۴) کے مطابق ضرور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی یہی کہا جاتا۔ چنانچہ لکھا ہے:

ا۔ اِجْمَاعَ الْیَهُوْدِ عَلٰی اَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدِ مُوْسٰی۔ (مسلم الثبوت از مولوی محمد فیض الحسن خوالمنن صفحہ ۱۷۰ العطار علیٰ شرح المحلّی علیٰ جمع الجوامع جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۳۲ الکتاب الثالث فی الاجتماع من الادلۃ الشرعیۃ مسئلہ الصحیح امکان الاجماع) کہ یہود کا اجماع ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

ب۔ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

اَنَّ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ حُصِّلَ فِی التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ اَنَّ هَاتَیْنِ الشَّرِیْعَتَیْنِ لَا یَتَطَرَّقُ اِلَیْهِمَا النَّسْخُ وَالتَّغْیِیْرُ وَاَنَّهُمَا لَا یَجِیْءُ بَعْدَهُمَا نَبِیٌّ۔ (تفسیر کبیر رازی زیر آیت وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا۔ الانعام :۲۲) کہ یہود اور نصاریٰ یہ کہا کرتے تھے کہ تورات اور انجیل سے ظاہر کرتا ہے کہ یہ دونوں شریعتیں کبھی منسوخ نہیں ہوں گی اور ان کے بعد کبھی نبی نہیں آئے گا۔

دسویں دلیل:۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَکْثَرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِیْهِمْ مُّنْذِرِیْنَ (الصّٰفّٰت: ۷۲،۷۳)

کہ پہلی امتوں کی جب اکثریت گمراہ ہوگئی تو ہم نے ان کی طرف نبی بھیجے۔ گویا جب کسی امت کا اکثر حصہ ہدایت کو چھوڑ دے تو خدا تعالیٰ کے انبیاء ان کی طرف مبعوث ہوتے ہیں تا کہ ان کو پھر صراط مستقیم پر چلائیں۔

۲۔ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ (البقرۃ: ۲۱۴)

ہم نے انبیاء رسل اور کتابیں بھیجیں تا کہ وہ (نبی) ان اختلافات کا فیصلہ کریں جو ان لوگوں میں پیدا ہو گئے تھے۔

ثابت ہوا کہ اختلاف اور تفرقہ کا وجود ضرورتِ نبی کو ثابت کرتا ہے۔

۳۔ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (الجمعۃ: ۳) کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا...... اور آپ کی آمد سے قبل یہ لوگ صریحاً گمراہی میں تھے۔

گویا جب گمراہی پھیل جائے تو خدا تعالیٰ نبی بھیجتا ہے۔

۴۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم : ۴۲) کہ خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا یعنی عوام اور علماء یا غیر اہل کتاب کی حالت خراب ہوگئی تو نبی بھیجا گیا۔

ان چار آیات سے ثابت ہے کہ جب دنیا میں گمراہی پھیل جاتی ہے۔ تفرقے پڑ جاتے ہیں۔ پہلے نبی کی امت کا اکثر حصہ اس کی تعلیم کو چھوڑ دیتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نبی اور رسول کو مبعوث فرماتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ضلالت و گمراہی، امت محمدیہ کے اکثر حصہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو چھوڑ دینا۔ علماء اور عوام کا بگڑنا واقع ہوا یا نہیں؟

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِيْ مَا اَتٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ (وَ فِيْ رَوَايَةٍ شِبْرًا بِشِبْرٍ) حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ أُمَّتِيْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ وَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَ سَبْعِيْنَ مِلَّةً وَ تَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّ سَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً۔

(ترمذی کتاب الایمان باب ما جاء فی افتراق هٰذه الامة)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ ضرور آئے گا میری امت پر وہ زمانہ جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ یہ ان کے قدم بقدم چلیں گے۔ یہاں تک کہ اگر کسی یہودی نے علانیہ اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں سے بھی ضرور کوئی ایسا ہوگا جو یہ کرے گا۔ اور بنی اسرائیل کے بہتر (۷۲) فرقے ہوگئے تھے اور میری امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہو جائیں گے۔ سوائے ایک کے باقی سب کے سب جہنمی ہوں گے۔

۲۔ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اَنْ يَّأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰى عُلَمَآءُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَ فِيْهِمْ تَعُوْدُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

(مشکوٰة کتاب العلم باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریب ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا۔ جب اسلام میں کچھ باقی نہ رہے گا مگر نام اور قرآن کا کچھ باقی نہ رہے گا مگر الفاظ۔ مسجدیں آباد نظر آئیں گی مگر ہدایت سے کوری۔ ان لوگوں کے مولوی آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے انہی سے فتنے اٹھیں گے اور ان ہی میں واپس لوٹیں گے۔

ان ہر دو حدیثوں سے ثابت ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ضلالِ مبین پھیلے گی۔ امت محمدیہ میں تفرقے پڑیں گے۔ اسلام کا صرف نام رہ جائے گا اور قرآن کے فقط الفاظ اور پھر علماء اور عوام کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہو جائے گی۔ گویا کہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ (الروم: ۴۲) کا پورا نقشہ کھنچ جائے گا۔

پس قرآن کی بتائی ہوئی مندرجہ بالا سب ضروریات اور احادیث کی بتائی ہوئی سب جملہ علامات موجود ہیں جو بعثت رسول کو مستلزم ہیں۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا امکان ثابت ہے۔

گیارہویں دلیل:۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا (بنی اسرائیل: ۵۹)

کہ قیامت سے پہلے پہلے ہم ہر ایک بستی کو عذابِ شدید میں مبتلا کریں گے اور یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔

ب۔ دوسری جگہ فرمایا:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل: ۱۶) کہ جب تک ہم نبی نہ بھیج لیں اس وقت تک عذاب نازل نہیں کیا کرتے (یعنی نبی بھیج کر اتمام حجت کر کے پھر سزا دیتے ہیں)

ج۔ پھر فرمایا:۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا (القصص: ۶۰)

کہ خدا تعالیٰ بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان میں کسی رسول کو مبعوث نہ فرمائے۔ تاکہ (عذاب سے قبل) وہ ان کو خدا تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سنائے (اور ان پر اتمام حجت ہو جائے۔)

د۔ایک اور مقام پر فرماتا ہے: وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى (طٰهٰ:۱۳۵)

کہ اگر ہم نبی کے ذریعہ نشان کھانے سے قبل ہی ان پر عذاب نازل کر کے ان کو ہلاک کر دیتے تو وہ ضرور یہ کہہ سکتے تھے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تا کہ ہم اس رسول کی یوں ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے ہی پیروی کر لیتے (اس آیت کا مضمون سورۃ القصص: ۴۸ میں بھی بیان کیا گیا ہے)

ان سب آیات کو ملانے سے یہ نتیجہ نکال کہ خدا تعالیٰ انبیاء بھیجتا رہے گا۔ چونکہ عذاب سے قبل نبی آتا ہے اور عذاب آئے گا تو نبی بھی آئے گا۔

بارھویں آیت:۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (المائدۃ: ۴) کہ آج کے دن ہم نے تمہارا دین کامل کر دیا ہے۔گویا قرآن شریف کو مکمل شریعت قرار دیا ہے۔

شریعت کا کام دنیا میں انسان کا خدا کے ساتھ تعلق قائم کرانا ہوتا ہے جس قدر شریعت ناقص ہوگی اسی قدر وہ خدا کے ساتھ انسان کا ناقص تعلق قائم کرائے گی۔اور جتنی وہ کامل ہوگی اتنا ہی وہ تعلق بھی جو انسان کا خدا سے قائم کرائے گی کامل ہوگا۔اب قرآن مجید مکمل شریعت ہے اس لئے ثابت ہوا کہ یہ خدا کے ساتھ ہمارا تعلق بھی کامل پیدا کرتی ہے اور سب سے کامل تعلق جو ایک انسان کا خدا کے ساتھ ہو سکتا ہے وہ نبوت ہے۔اگر کہو کہ قرآن مجید کسی انسان کو نبوت کے مقام پر نہیں پہنچا سکتا تو دوسرے لفظوں میں یہ ماننا پڑے گا کہ قرآن مجید کامل نہیں بلکہ ناقص شریعت ہے اور یہ باطل ہے اور جو مستلزم باطل ہو وہ بھی باطل ہے۔لہٰذا تمہارا خیال باطل ہے کہ قرآن نبوت کے مقام تک نہیں پہنچا سکتا۔

تیرھویں آیت:۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ (ال عمران: ۸۲) جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جب تم کو کتاب اور حکمت دے کر بھیجا جائے اور پھر تمہارے پاس ہمارا رسول آئے تو تم اس پر ایمان لانا اور اس کی امداد کرنا۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''فَحَاصِلُ الْكَلَامِ اَنَّهٗ تَعَالٰی اَوْجَبَ عَلٰی جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ الْاِيْمَانَ بِكُلِّ رَسُوْلٍ جَآءَ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ'' (تفسیر کبیر رازی زیر آیت وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ _ال عمران:۸۱)

یعنی خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء پر یہ بات واجب کردی کہ وہ ہر اس رسول پر ایمان لائیں جو ان کی اپنی نبوت کا مصدق ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عہد لیا گیا یا نہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى (الاحزاب:۸)

کہ ہم نے جب نبیوں سے عہد لیا تو آپؐ سے بھی لیا اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم علیہم السلام سے بھی یہی عہد لیا۔

اگر آپؐ کے بعد نبوت بند تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد نہیں لینا چاہیے تھا مگر آپ سے بھی اس عہد کا لینا امکان نبوت کی دلیل ہے۔

امکان نبوت از روئے احادیث نبویؐ

پہلی حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ ابْنُ مُحَمَّدٍ. حَدَّثَنَا دَاوُدُ ابْنُ شَبِيْبِ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ ابْنُ عُتَيْبَةَ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلّى اللّٰه عليه وسلّم وَقَالَ اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا.

(سنن ابن ماجه كتاب الجنائز باب ما جاء فى الصلوٰة علٰى ابن رسول الله ذكر وفاته)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا کہ جنت میں اس کے لئے ایک انّا ہے۔ اور فرمایا کہ اگر یہ زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا۔

یہ واقعہ وفات ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۹ھ میں ہوا۔ اور آیت خاتم النبیین ۵ھ میں نازل ہوئی۔ گویا آیت خاتم النبیین کے نزول کے چار سال بعد حضورؐ فرماتے ہیں کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ گویا حضورؐ کے نزدیک اس کا نبی نہ بننا اس کی موت کی وجہ سے ہے

نہ کہ انقطاع نبوت کے باعث اگر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم خَاتَمُ النَّبِیّٖن کا مطلب یہ سمجھتے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو آپؐ کو یہ فرمانا چاہیئے تھا لَوْ عَاشَ اِبْرَاھِیْمُ لَمَا کَانَ نَبِیًّا لِاَنِّیْ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تب بھی نبی نہ ہوتا کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ جیسے کوئی آدمی کہے کہ اگر میرا بیٹا زندہ رہتا تو بی۔اے ہو جاتا۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ بی۔اے کی ڈگری ہی بند ہے؟ نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بی۔اے کی ڈگری تو مل سکتی ہے لیکن اس کی موت اس کے حصول میں مانع ہوئی یہی مطلب اس حدیث کا ہے کہ نبوت تو مل سکتی ہے مگر ابراہیم کو چونکہ وہ فوت ہو گیا اس لئے اسے نہیں مل سکی۔

حدیث کی صحت کا ثبوت

۱۔ یہ حدیث ''ابن ماجہ'' میں ہے جو صحاح ستہ میں سے ہے۔

۲۔ اس حدیث کے متعلق شہاب علی البیضاوی میں لکھا ہے:۔ اَمَّا صِحَّۃُ الْحَدِیْثِ فَلَا شُبْھَۃَ فِیْھَا لِاَنَّہٗ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَغَیْرُہٗ کَمَا ذَکَرَہٗ اِبْنُ حَجَرٍ (حاشیۃ الشھاب علی البیضاوی جلد۷ صفحہ ۵۷ ابحث فی اطلاق الاب صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار صادر بیروت) کہ اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور دوسروں نے بھی جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے۔

۳۔ ملا علی قاریؒ جیسا محدث لکھتا ہے:

لَہٗ طُرُقٌ ثَلَاثَۃٌ یُقَوّٰی بَعْضُھَا بِبَعْضٍ (موضوعات کبیر صفحہ ۲۹۱ زیر حدیث ۳۷۹ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ) کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے مگر یہ موضوع نہیں کیونکہ یہ تین طریقوں سے مروی ہے اور اس کا ہر ایک طریقہ دوسرے طریقہ سے تقویت پکڑتا ہے انہوں نے اس کو اس قدر صحیح قرار دیا ہے کہ آیت خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ کی اس لئے تاویل کی ہے کہ وہ اس حدیث کے معارض نہ ہو چنانچہ فرماتے ہیں:۔

فَلَا یُنَاقِضُ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اِذِ الْمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا یَاْتِیْ نَبِیٌّ بَعْدَہٗ یَنْسَخُ مِلَّتَہٗ وَلَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِہٖ (موضوعات کبیر صفحہ ۲۹۲ زیر حدیث ۳۷۹ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ) کہ یہ حدیث خاتم النبیین کے مخالف نہیں ہے کیونکہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ایسا نہیں آسکتا جو آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرے اور

آپؐ کی امت میں سے نہ ہو۔

۴۔ یہ حدیث جیسا کہ حضرت ملا علی قاریؒ کی مندرجہ بالا تحریر سے ثابت ہے تین طریقوں سے مروی ہے یعنی صرف حضرت ابن عباسؓ ہی کی مندرجہ بالا روایت نہیں بلکہ حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ حضرت انسؓ اور حضرت جابرؓ سے بھی مروی ہے۔ حضرت حافظ ابن حجر العسقلانیؒ بحوالہ حضرت سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ والی روایت بھی صحیح ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"وَبَيَّنَ الْحَافِظُ السُّيُوطِيُ اَنَّهُ صَحَّ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ ابْنِهٖ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَا اَدْرِيْ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا."

(الفتاویٰ الحدیثیہ مصنفہ حضرت امام ابن حجر ہیثمیؒ مطلب ماورد فی حق ابراہیم ابن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ مصر)

یعنی حضرت امام سیوطیؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انسؓ سے صحیح روایت ہے کہ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے سوال کے جواب میں یہ فرمایا تھا کہ (اگر وہ زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا) تو حضرت انسؓ نے فرمایا یہ تو مجھے یاد نہیں لیکن خدا کی رحمت ہو ابراہیم پر کہ اگر وہ زندہ رہتے تو یقیناً نبی ہوتے۔

یہ روایت تیسرے طریقے سے حضرت جابرؓ سے مروی ہے جیسا کہ حضرت امام سیوطیؒ فرماتے ہیں:

"وَرَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ."

(الفتاویٰ الحدیثیہ مصنفہ امام ابن حجر ہیثمی مطبوعہ مصری صفحہ ۱۵۰)

پس یہ حدیث تین مختلف طریقوں سے اور تین مختلف صحابیوں سے مروی ہے۔ اس لئے اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔

اسناد

اس حدیث کی اسناد میں چھ روای ہیں:۔

ا۔ عبدالقدوس بن محمد۔ اس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب تہذیب التہذیب میں جو اسماء الرجال کی بہترین کتاب ہے لکھا ہے:۔

" قَالَ النَّسَائِىُ ثِقَةٌ وَذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِى الثِّقَاتِ"

(تهذيب التهذيب از حافظ ابن حجر عسقلانیؒ حرف عين زير لفظ عبدالقدوس بن محمد)

کہ نسائی نے کہا کہ یہ روای ثقہ ہے اور ابن حبان نے اسے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔

۲۔ داؤد بن شبیب الباہلی:۔

قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ صُدُوْقٌ وَ ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانَ فِي الثِّقَاتِ (تهذيب التهذيب از حافظ ابن حجر عسقلانیؒ حرف دال زیر لفظ داؤد) کہ ابوحاتم نے کہا کہ سچا ہے اور ابن حبان نے اسے ثقہ رایوں میں شمار کیا ہے۔

۳۔ ابراہیم بن عثمان اس کے متعلق بعض لوگوں نے کہا کہ ضعیف ہے مگر اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی یہ ''واسط'' کے شہر میں قاضی تھا اس کے متعلق بھی تہذیب التہذیب میں لکھا ہے:

قَالَ يَزِيْدُ ابْنُ هَارُوْنَ مَا قَضٰى عَلَى النَّاسِ رَجُلٌ يَعْنِىْ فِىْ زَمَانِهٖ اَعْدَلَ فِىْ قَضَاءٍ مِّنْهُ ...... قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ لَهٗ اَحَادِيْثُ صَالِحَةٌ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ اَبِىْ حَيَّةَ.

(تهذيب التهذيب از حافظ ابن حجر عسقلانیؒ حرف الف زير لفظ ابراهيم، تهذيب الكمال و الاكمال في اسماء الرجال مصنفه از حافظ جمال الدين ابى الحجاج يوسف جز اوّل زير لفظ ابراهيم)

کہ یزید بن ہارون نے کہا ہے کہ اس کے زمانہ میں اس سے زیادہ عدل اور انصاف کے ساتھ کسی نے فیصلے نہیں کئے اور ابن عدی نے کہا ہے کہ اس کی حدیثیں سچی ہوتی ہیں اور ابوحیہ سے اچھا راوی ہے۔

ابوحیّہ کے متعلق تہذیب التہذیب میں لکھا ہے۔

قَالَ النَّسَائِىْ ثِقَةٌ ...... وَوَثَّقَهُ الدَّارُ قُطْنِىْ ...... اِبْنُ حَبَّانَ ۔(تهذيب التهذيب از حافظ ابن حجر عسقلانیؒ حرف الف زير لفظ ابوحيّه) کہ دارقطنی ابن قانع اور ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے اور نسائی نے کہا ثقہ ہے۔

ابراہیم بن عثمان جب ابوحیّہ سے اچھا ہے اور ابوحیّہ ثقہ ہے پس ثابت ہوا کہ ابراہیم بن عثمان اس سے بڑھ کر ثقہ ہے بھلا جو شخص اتنا عادل ہو کہ اس کے زمانہ میں اس کی نظیر نہ ملے اس کے متعلق بلا وجہ یہ کہہ دینا کہ وہ جھوٹی حدیثیں بنایا کرتا تھا صریحًا ظلم ہے حقیقت یہ ہے کہ چونکہ وہ بڑا عادل اور باانصاف آدمی تھا۔ ناجائز طور پر کسی کی رعایت نہ کرتا تھا۔ بعض لوگوں نے کینہ کی وجہ سے اس کے متعلق یہ کہہ دیا کہ وہ برا ہے۔ پس جب تک کوئی معقول وجہ پیش نہ کی جائے اس وقت تک اس کے مخالفین کی کوئی بات قابل سند نہیں۔

''عادل'' تو کہتے ہی اس کو ہیں جو چیز کو اپنے محل پر رکھے۔ جب وہ ''عادل'' تھا تو وہ کس طرح جھوٹے اقوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرسکتا تھا۔اور ہم اس کے متعلق تہذیب التہذیب ہی سے دکھا چکے ہیں کہ **لَہٗ اَحَادِیْثٌ صَالِحَۃٌ** کہ اس کی احادیث قابل اعتبار ہیں علاوہ ازیں جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ حدیث تین مختلف طریقوں اور تین مختلف صحابیوں سے مروی ہے۔ اس لئے اگر محض ایک طریقہ (بطریق حضرت ابن عباس) کے ایک راوی پر تم جرح بھی کرو پھر بھی حدیث کی صحت مشکوک نہیں ہوسکتی جیسا کہ حضرت ملا علی قاریؒ اور حضرت امام سیوطیؒ اور حضرت حافظ ابن حجرؒ کے اقوال سے اوپر ثابت کیا جاچکا ہے۔

بعض امثلۂ تضعیف

کسی کے محض یہ کہہ دینے سے کہ فلاں راوی ضعیف ہے درحقیقت وہ راوی ناقابل اعتبار نہیں ہو جاتا۔جب تک اس کی تضعیف کی کوئی معقول وجہ نہ ہو کیونکہ اس امر میں اختلاف یَسِیْر موجود ہے چنانچہ۔ ابراہیم بن عبداللہ بن محمدؒ کے متعلق تہذیب التہذیب میں لکھا ہے ''**زَعَمَ ابْنُ الْقَطَّانَ اِنَّہٗ ضَعِیْفٌ**'' کہ ابن قطان کے نزدیک ضعیف ہے اس کے آگے اسی صفحہ پر لکھا ہے:۔

۲۔**قَالَ الْخَلِیْلِیُّ کَانَ ثِقَۃً ...... وَ قَالَ مُسْلِمَۃُ بْنُ قَاسِمِ الْاَنْدُلِسِیُّ کُوْفِیٌ ثِقَۃٌ** (تہذیب التہذیب از حافظ ابن حجر عسقلانیؒ زیر لفظ ابراھیم) کہ خلیلی نے کہا ہے کہ وہ ثقہ تھا اور مسلمہ بن قاسم اندلسی نے بھی اسے ثقہ قرار دیا ہے اسی طرح ابراہیم بن صالح بن درہم الباہلی ابومحمد البصری کے متعلق لکھا ہے:

۳۔**قَالَ الدَّارُ قُطْنِیُ ضَعِیْفٌ** کہ دارقطنی نے کہا کہ ضعیف ہے حالانکہ **ذَکَرَہُ ابْنُ حَبَّانَ فِی الثِّقَاتِ** (تہذیب التہذیب از حافظ ابن حجر عسقلانیؒ زیر لفظ ابراھیم) کہ ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے غرضیکہ بعض لوگوں کا ابراہیم بن عثمان کو محض ضعیف قرار دے دینا حجت نہیں۔ خصوصًا جب کہ ہم اس حدیث کی صحت کے متعلق ''شہاب علی البیضاوی'' اور ''ملا علی قاری'' جیسے محدث کی شہادت جو ناقابل تردید ہے پیش کرچکے ہیں۔

۴۔اس حدیث کا چوتھا راوی **اَلْحَکَمُ بْنُ عُتَیْبَۃَ** ہے۔**قَالَ ابْنُ عَبَّاسِ الدَّوْرِیُّ کَانَ صَاحِبُ عِبَادَۃٍ وَ فَضْلٍ وَ قَالَ ابْنُ عُیَیْنَۃَ مَا کَانَ بِالْکُوْفَۃِ بَعْدَ اِبْرَاھِیْمَ وَالشُّعْبِیُ مِثْلَ الْحَکَمُ وَ قَالَ ابْنُ مَھْدِیِّ الْحَکَمُ بْنُ عُتَیْبَۃَ ثِقَۃٌ ثَبَتَ** ۔(تہذیب التہذیب از حافظ ابن حجر

عسقلانیؒ زیر لفظ اَلْحَکَمْ) کہ ابن عباس الدوری نے کہا کہ یہ راوی صاحب عبادت وفضیلت تھا اور ابراہیم وشعبی کو چھوڑ کر ایسا عبادت گذار اور صاحب فضیلت آدمی کوفہ میں نہ تھا۔ اور ابن مہدی نے کہا کہ یہ راوی ثقہ اور قابل اعتبار ہے۔

۵۔''مِقْسَمُ وَ قَالَ ابْنُ شَاهِیْنَ فِی الثِّقَاةِ قَالَ اَحْمَدُ ابْنُ صَالِحِ الْمِصْرِیُ ثِقَةٌ ثَبَتٌ لَا شَکَّ فِیْهِ'' ابن شاہین اور احمد بن صالح نے اسے ثقہ اور قابل اعتبار بتایا ہے۔

(تہذیب التہذیب از حافظ ابن حجر عسقلا نیؒ زیر لفظ مِقسم)

۶۔عبداللہ بن عباسؓ:۔ملا علی قاریؒ کہتے ہیں:۔حَدِیْثُ ابْنُ عَبَّاسٍ صَحِیْحٌ لَا یُنْکِرُهٗ اِلَّا مُعْتَزَلِیٌّ (موضوعات کبیر صفحہ ۳۹) کہ ابن عباس کی روایت کا سوائے معتزلی کے سوا اور کوئی انکار نہیں کرتا۔آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔شَاهَدَ جِبْرِیْلَ مَرَّتَیْنِ (اَلاِکْمَالُ فِی اَسْمَآءِ الرِّجَالِ اردو ترجمہ صفحہ ۷۰) کہ آپ نے دومرتبہ جبرائیلؑ کی زیارت کی۔یہ تو ہوئی اس حدیث کی صحت جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔(تہذیب التہذیب از حافظ ابن حجر عسقلانیؒ زیر لفظ عبد اللّٰہ بن عباس)

دوسری حدیث:۔علامہ قسطلانی نے حضرت انس بن مالک سے ایک روایت نقل کی ہے وَ قَدْ رُوِیَ مِنْ حَدِیْثِ اَنَسِ بْنِ مَالِکَ قَالَ لَوْ بَقِیَ یَعْنِیْ اِبْرَاهِیْمُ ابْنُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَکَانَ نَبِیًّا وَ لٰکِنْ لَمْ یَبْقَ لِاَنَّ نَبِیَّکُمْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَآءِ.

(مواہب اللدنیہ از علامہ قسطلانی جز ثالث صفحہ ۱۶۳ طبع اولیٰ مطبوعہ مصر ۱۳۲۶ھ)

کہ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ (ابراہیمؑ) باقی رہتا تو نبی ہو جاتا۔اس کے آگے (ناقل) اپنی رائے لکھتا ہے کہ مگر وہ زندہ نہ رہا کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں راوی کا اپنا اجتہاد حجت نہیں اور وہ کس قدر غلط ہے۔اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں گویا خدا کو ڈر تھا کہ اگر ابراہیم زندہ رہا تو خواہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوتا ہو یا نہ وہ ضرور نعوذ باللہ جبراً نبی بن جائے گا۔اس لئے اسے بچپن میں مار دیا۔

نوٹ نمبرا:۔ مصنف محمدیہ پاکٹ بک نے لکھا ہے کہ امام نووی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں بلکہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان عظیم قرار دیتے ہیں؟

(محمدیہ پاکٹ بک از مولوی عبداللہ معمار امرتسری صفحہ ۵۰۱ ایڈیشن اپریل ۱۹۸۵ء)

جواب:۔ حدیث نبویؐ کے مقابلہ میں امام نووی کی رائے کیا حیثیت رکھتی ہے۔ پھر یہ کہ نووی نے سب سے بڑا اعتراض یہ کیا ہے کہ ''مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اس حدیث کے معنی کیا ہیں۔ اولاد نوح نبی نہ تھے'' اس کا جواب ایک تو ملا علی قاریؒ نے دیا ہے جو نقل ہو چکا۔ دوسرا جواب علامہ شوکانیؒ نے درج کیا ہے وہ یہ ہے:۔

''وَهُوَ عَجِيبٌ مِنَ النَّوَوِىْ مَعَ وُرُوْدِهٖ عَنْ ثَلاثَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَ كَانَّهٗ لَمْ يَظْهَرْ لَهٗ تَاوِيْلُهٗ.''

(فوائد المجموعہ از محمد بن علی شوکانیؒ ذکر ابراہیمؑ ناشر دار الکتب العربی بیروت لبنان الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۸۶ء)

کہ نووی کا یہ اعتراض تعجب خیز ہے حالانکہ اس حدیث کو تین صحابیوں نے بیان کیا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ نووی کو اس حدیث کے اصل معنی سمجھ نہیں آئے۔

نوٹ نمبر۲:۔ یہ کہنا کہ ''لو'' محال کے لئے آتا ہے صریحًا دھوکا ہے کیونکہ ''لو'' جس جملہ میں آئے اس کی شرط تو محال ہوتی ہے مگر جزا ممکن ہوتی ہے جیسا کہ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء: ۲۳) اگر خدا کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو دونوں (زمین و آسمان) خراب ہو جاتے۔ اب خدا کے سوا اور خدا کا ہونا تو ممکن نہیں مگر زمین میں فساد کا ہونا ممکن ہے اسی طرح **لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ** والی حدیث میں ابراہیم کا زندہ رہنا محال ہے مگر اس کا نبی بننا ممکن۔

تیسری حدیث:۔ وَرَوَى الْبَيْهَقِىُّ بِسَنَدِهٖ اِلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّهٗ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِى الْجَنَّةِ تَتِمُّ رَضَاعَهٗ وَ لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا.'' (تاریخ ابن عساکر جلد ا صفحہ ۲۹۵ سطر ۴ مطبوعہ دار المیسرۃ بیروت)

چوتھی حدیث:۔ وَ عَنْ جَابِرِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مَرْفُوْعًا لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ نَبِيًّا.

(تاریخ ابن عساکر جلد ا صفحہ ۲۹۵ مطبوعہ دار المیسرۃ بیروت) نیز الفتاوی الحدیثیہ مصنفہ امام ابن حجر الہیثمی صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ مصر)

پانچویں حدیث:۔ فَيَرْغَبُ نَبِىُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَ اَصْحَابُهٗ (مسلم کتاب الفتن باب صفة الدجال) آنے والے مسیح کو نبی اللہ قرار دیا ہے، پہلا مسیح فوت ہو چکا اور اس کا حلیہ آنے والے مسیح کے حلیے سے مختلف ہے لہٰذا یہ آنے والا بخاری کی حدیث **اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ** (بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسٰی ابن مریم) اسی امت میں سے نبی ہونا تھا۔

چھٹی حدیث:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اَبُوْبَكْرٍ اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا اَنْ**

يَّكُوْنَ نَبِیٌّ (کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق از امام عبد الرؤف مناوی صفحہ ۶ حاشیہ المطبعۃ المیمنیہ بمصر) کہ ابوبکرؓ اس امت میں سب سے افضل ہے سوائے اس کے کہ امت میں سے کوئی نبی ہو۔ یعنی اگر نبی ہو تو حضرت ابوبکرؓ اس سے افضل نہیں لہٰذا امکانِ نبوت فی خیر الامت ثابت ہے (نیز دیکھو جامع الصغیر السیوطی مصری حاشیہ حرف الالف مطبوعہ مصر)

ساتویں حدیث:۔ اَبُوْ بَكْرٍ خَيْرُ النَّاسِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَبِیٌّ. (طبرانی وابن عدی فی الکامل بحوالہ جامع الصغیر السیوطی جز اوّل صفحہ ۲۸ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز الطبعۃ الثانیۃ ۲۰۰۰ء) کہ ابوبکرؓ سب انسانوں سے بہتر ہیں۔ ہاں اگر کوئی نبی انسانوں میں سے ہو تو اس سے بہتر نہیں۔ (نیز کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۳۷ عن سلمہ بن الاکوع)

اگر انسانوں میں سے کوئی نبی ہونا ہی نہ تھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو استثناء فرمانے کی کیا ضرورت تھی؟ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَبِیٌّ کے الفاظ صاف طور پر بتاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کی آمد کا امکان ہے۔

نوٹ:۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ’’نَبِیٌّ‘‘ حدیث مذکورہ بالا میں كَانَ يَكُوْنَ کی خبر واقع نہیں ہوا کہ یہ خیال کیا جا سکے کہ حضرت ابوبکرؓ کی نبوت کی نفی مقصود ہے اگر ’’كَانَ‘‘ کی خبر ہوتا۔ تو ’’نَبِیٌّ‘‘ کی بجائے نَبِيًّا ہونا چاہیے تھا۔ پس چھٹی اور ساتویں حدیث کا ترجمہ سوائے اس کے جو ہم نے بیان کیا قواعد عربیہ کے لحاظ سے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

آٹھویں حدیث:۔ ’’تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ ...... ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَا شَاءَ اللّٰهُ ...... ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًا فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ ...... ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ.‘‘ (رواه احمد و البیهقی فی دلائل النبوة، مشکوٰة کتاب الرقاق، باب الانذار والتحذیر نیز محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۱۴۱۷ ایڈیشن اوّل) ترجمہ:۔ تم میں نبوت رہے گی جب تک کہ اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر اس کے بعد منہاج نبوت پر خلافت ہوگی اور وہ رہے گی جب تک کہ اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر اس کے بعد بادشاہت شروع ہوگی اور وہ بھی رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر اس کے بعد خلافت ہوگی منہاج نبوت پر۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں دوبارہ منہاج نبوت پر خلافت ہوگی جس طرح ابتدائے اسلام میں منہاج نبوت پر خلافت قائم ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ منہاج نبوت پر خلافت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی ہوئی تھی تو لازم آیا کہ آخری زمانہ میں بھی نبی ہو

جس کی وفات پر دوبارہ خلافت شروع ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مندرجہ بالا حدیث مندرجہ مشکوٰۃ کتاب الرقاق صفحہ ۴۶۱ مطبع اصح المطابع میں بین السطور لکھا ہے:۔ ''اَلظَّاھِرُ اَنَّ الْمُرَادَ بِهٖ زَمَنُ عِیْسٰی وَالْمَھْدِیْ'' کہ ظاہر ہے کہ منہاج نبوت پر دوبارہ خلافت قائم ہونے کا زمانہ مسیح موعود اور مہدی کا زمانہ ہوگا۔

دلائل امکان نبوت از اقوال بزرگان

حضرت محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں:

(ا) اِنَّ النَّبُوَّةَ الَّتِیْ اِنْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلْعَمْ اِنَّمَا هِیَ النُّبُوَّةُ التَّشْرِیْعُ لَا مَقَامُهَا فَلَا شَرْعَ یَكُوْنُ نَاسِخًا لِشَرْعِهٖ صَلْعَمْ وَ لَا یَزِیْدُ فِیْ شَرْعِهٖ حُكْمًا اٰخَرَ وَ هٰذَا مَعْنٰی قَوْلِهٖ صَلْعَمْ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ اِنْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ اَیْ لَا نَبِیَّ یَكُوْنُ عَلٰی شَرْعٍ یُخَالِفُ شَرْعِیْ بَلْ اِذَا كَانَ یَكُوْنُ تَحْتَ حُكْمِ شَرِیْعَتِیْ وَلَا رَسُوْلَ اَیْ لَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ اِلٰی اَحَدٍ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ بِشَرْعٍ یَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ فَهٰذَا هُوَ الَّذِیْ اِنْقَطَعَ وَسُدَّ بَابُهٗ لَا مَقَامُ النُّبُوَّةِ.

(فتوحات مکیہ از ابن عربی جلد ۲ صفحہ ۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)

کہ وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پر ختم ہوئی۔ وہ صرف تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقامِ نبوت۔ پس آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرنے والی کوئی شریعت نہیں آ سکتی اور نہ اس میں کوئی حکم بڑھا سکتی ہے اور یہی معنی ہیں کہ آنحضرت صلعم کے اس قول کے کہ رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی اور ''لَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ'' یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میرے شریعت کے خلاف کسی اور شریعت پر ہو ہاں اس صورت میں نبی آ سکتا ہے کہ وہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت آئے اور میرے بعد کوئی رسول نہیں یعنی میرے بعد دنیا کے کسی انسان کی طرف کوئی ایسا رسول نہیں آ سکتا جو شریعت لے کر آوے اور لوگوں کو اپنی شریعت کی طرف بلانے والا ہو۔ پس یہ وہ قسم نبوت ہے جو بند ہوئی اور اس کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ ورنہ مقامِ نبوت بند نہیں۔

(ب) فَمَا ارْتَفَعَتِ النُّبُوَّةُ بِالْكُلِّیَّةِ لِهٰذَا قُلْنَا اِنَّمَا ارْتَفَعَتْ نُبُوَّةُ التَّشْرِیْحِ فَهٰذَا مَعْنٰی لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ فَعَلِمْنَا اَنَّ قَوْلَهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ اَیْ لَا مُشَرِّعَ خَاصَّةً لِاَنَّهٗ لَا یَكُوْنُ بَعْدَهٗ

نَبِیٌّ ھٰذَا مِثْلُ قَوْلِہٖ اِذَا ھَلَکَ کِسْرٰیٰ فَلَا کِسْرٰیٰ بَعْدَہٗ وَاِذَا ھَلَکَ قَیْصَرُ فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَہٗ. (فتوحات مکیہ از محی الدین ابن عربی جلد۲ صفحہ ۵۸ باب ۷۳ سوال ۱۵ مطبوعہ دار صادر بیروت)

کہ نبوت کلی طور پر اٹھ نہیں گئی۔ اسی وجہ سے ہم نے کہا تھا کہ صرف تشریعی نبوت بند ہوئی ہے یہی معنی ہے لَا نَبِیَّ بَعْدِی کے۔ پس ہم نے جان لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لَا نَبِیَّ بَعْدِی فرمانا انہی معنوں سے ہے کہ خاص طور پر میرے بعد کوئی شریعت لانے والا نہ ہوگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کوئی نبی نہیں یہ بعینہٖ اسی طرح ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہ قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد قیصر نہ ہوگا اور جب یہ کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔

(ج) فَاِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ بِالتَّشْرِیْعِ قَدْ اِنْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدَہٗ صلعم وَلَا نَبِیَّ اَیْ لَا مُشْرِعَ وَلَا شَرِیْعَۃَ وَ قَدْ عَلِمْنَا اِنَّ عِیْسٰی یَنْزِلُ وَلَا بُدَّ مَعَ کَوْنِہٖ رَسُوْلًا وَلٰکِنْ لَّا یَقُوْلُ بِشَرْعٍ بَلْ یَحْکُمُ فِیْنَا بِشَرْعِنَا فَعَلِمْنَا اَنَّہٗ اَرَادَ اِنْقِطَاعَ الرِّسَالَۃِ وَالنُّبُوَّۃِ بِقَوْلِہٖ لَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ اَیْ لَا مُشَرِّعَ وَلَا شَرِیْعَۃَ.''

(فتوحات مکیہ از محی الدین ابن عربی جلد۲ صفحہ ۹۰ سوال نمبر ۸۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)

۲۔ حضرت امام شعرانی فرماتے ہیں:۔

(ا) ''وَقَوْلُہٗ صلعم لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا رَسُوْلَ اَلْمُرَادُ بِہٖ لَا مُشَرِّعَ بَعْدِیْ.''

(الیواقیت والجواہر جز اوّل صفحہ ۳۷۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان) کہ آنحضرت صلعم کا یہ قول کہ میرے بعد نبی نہیں اور نہ رسول اس سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد کوئی شریعت لانے والا نبی نہیں۔

(ب) فَاِنَّ النُّبُوَّۃَ سَارِیَۃٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ فِی الْخَلْقِ وَاِنْ کَانَ التَّشْرِیْعُ قَدْ اِنْقَطَعَ فَالتَّشْرِیْعُ جُزْءٌ مِّنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّۃِ. (فتوحات مکیہ جلد۲ باب ۷۳ سوال نمبر ۸۲ صفحہ ۱۵۵ مصر)

کہ نبوت قیامت کے دن تک مخلوقات میں جاری ہے لیکن جو تشریعی نبوت ہے وہ بند ہوگئی ہے۔ تشریعی نبوت، نبوت کا ایک جزو ہے۔

(ج) وَاَمَّا النُّبُوَّۃُ التَّشْرِیْعُ وَالرِّسَالَۃُ فَمُنْقَطِعَۃٌ فِیْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَلَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ مُشَرِّعًا ...... اِلَّا اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَطَفَ بِعِبَادِہٖ وَاَبْقٰی لَھُمُ النُّبُوَّۃَ الْعَامَۃَ الَّتِیْ لَا تَشْرِیْعَ فِیْھَا (فَصُوْصُ الْحِکَمِ فَصُّ حِکْمَۃٍ قَدْرِیَّۃٍ فِیْ کَلِمَۃٍ عَزِیْرِیَّۃٍ) کہ جو نبوت

اور رسالت شریعت والی ہوتی ہے۔ پس وہ تو آنحضرت صلعم پر ختم ہوگئی ہے پس آپؐ کے بعد شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا...... ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر مہربانی کر کے ان میں عام نبوت جس میں شریعت نہ ہو باقی رہنے دی۔

۳۔ عارف ربانی سید عبدالکریم جیلانی ابن ابراہیم جیلانی فرماتے ہیں:۔

فَانْقَطَعَ حُکْمُ النُّبُوَّةِ التَّشْرِیْعِ بَعْدَهٗ وَکَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (الانسان الکامل از سید عبدالکریم بن ابراہیم جیلانیؒ باب ۳۶ ترجمہ اردو خزینۃ التصوف صفحہ ۶۶) کہ تشریعی نبوت کا حکم آنحضرت صلعم کے بعد ختم ہوگیا۔ پس اس وجہ سے آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہوئے۔

۴۔ حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قُلْتُ وَ مَعَ هٰذَا لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ وَ صَارَ نَبِیًّا وَکَذَا لَوْ صَارَ عُمَرَ نَبِیًّا لَکَانَا مِنْ اَتْبَاعِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ ...... فَلَا یُنَاقِضُ قَوْلَهٗ تَعَالٰی خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اِذِ الْمَعْنٰی اَنَّهٗ لَا یَاْتِیْ نَبِیٌّ بَعْدَهٗ یَنْسَخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ یَکُنْ مِّنْ اُمَّتِهٖ.

(موضاعات کبیر از ملا علی قاریؒ صفحہ ۱۰۰ الناشر نور محمد، اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی)

میں کہتا ہوں کہ اس کے ساتھ آنحضرت صلعم کا فرمانا کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہو جاتا اور اسی طرح اگر عمرؓ نبی ہو جاتا تو آنحضرت کے متبعین میں سے ہوتے۔ پس یہ قول خاتم النبیین کے مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا۔ جو آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپؐ کی امت سے نہ ہو۔

۵۔ حضرت سید ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

خُتِمَ بِهِ النَّبِیُّوْنَ اَیْ لَا یُوْجَدُ بَعْدَهٗ مَنْ یَّاْمُرُهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِالتَّشْرِیْعِ عَلَی النَّاسِ.

(تفہیمات الٰہیہ از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تفہیم نمبر ۵۳)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبی ختم ہو گئے۔ یعنی آپؐ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہوسکتا جس کو خدا تعالیٰ شریعت دے کر لوگوں کی طرف مامور کرے۔

۶۔ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی فرماتے ہیں:۔

''علمائے اہل سنت بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدیدہ نہیں ہوسکتا اور نبوت آپ کی تمام مکلفین کو شامل ہے اور جو نبی آپ کے ہمعصر ہو

گا۔پس بہر تقدیر بعثت محمدیہ ؐعام ہے۔''

(دافع الوسواس فی اثر ابن عباس صفحہ ۱۳ از محمد عبدالحی لکھنوی در مطبع یوسفی واقع فرنگی محل لکھنؤ)

۷۔جنات مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دیوبند ''تحذیر الناس'' میں فرماتے ہیں:۔

(ا) ''سوعوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ ؐ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ ؐ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم وتاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے۔''

(تحذیر الناس صفحہ ۳ ناشر مولوی محمد اسحٰق مالک کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سہارن پور)

(ب) اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی ؐ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔'' (تحذیر الناس صفحہ ۲۵)

۸۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔''قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَآءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ.''

(درمنثور از علامہ جلال الدین سیوطیؒ جلد ۵ صفحہ ۲۰۴ الناشر دار المعرفۃ بیروت لبنان وتکملہ مجمع البحار جلد ۴ صفحہ ۸۵)

''کہ یہ تو کہو کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

حضرت امام ابن حجر الہیثمی حدیث ''لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا'' کی مفصل بحث میں اس حدیث کو صحیح ثابت کر کے لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم نبی تھے۔چنانچہ وہ حضرت علیؓ کی روایت بدیں الفاظ نقل کرتے ہیں:۔

'' وَاَدْخَلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَنَبِيٌّ اِبْنُ نَبِيٍّ وَ بَكٰى وَ بَكٰى الْمُسْلِمُوْنَ حَوْلَهٗ.''

(الفتاویٰ الحدیثیة صفحہ ۲۳۶۔دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعة الاولیٰ)

''کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیمؑ کی تدفین کے وقت ان کی قبر میں ہاتھ ڈالا اور فرمایا خدا کی قسم! وہ نبی ہے اور نبی کا بیٹا بھی ہے پس آپ بھی چشم پُر آب ہو گئے اور دوسرے مسلمان بھی حضور کے اردگرد رو پڑے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیمؑ کا جنازہ پڑھائے بغیر اس کو دفن فرمایا تھا۔

حضرت شیخ الاسلام علامہ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ ذیل قول حضرت امام ابن حجر ہیثمی نقل کرتے ہیں:۔

''اِنَّہٗ لَا یُصَلِّیْ نَبِیٌّ عَلٰی نَبِیٍّ وَ قَدْ جَاءَ لَوْ عَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا۔''

(الفتاویٰ الحدیثیۃ صفحہ۲۳۶۔دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعۃ الاولیٰ)

یعنی علامہ زرکشی فرماتے ہیں کہ ''نبی، نبی کا جنازہ نہیں پڑھایا کرتے اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔'' اس کے بعد امام ابن حجر الہیثمی لکھتے ہیں:۔

''وَلَا بُعْدَ فِیْ اِثْبَاتِ النُّبُوَّۃِ لَہٗ مَعَ صِغَرِہٖ لِاَنَّہٗ کَعِیْسٰی الْقَائِلُ یَوْمَ وُلِدَ (اِنِّیْ عَبْدُاللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا) وَ کَیَحْیٰ الَّذِیْ قَالَ تَعَالٰی فِیْہِ وَاٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا۔'' (الفتاویٰ الحدیثیۃ صفحہ۲۳۶۔دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعۃ الاولیٰ) کہ صاحبزادہ حضرت ابراہیمؑ کا بچپن کی عمر ہی میں نبی ہونا بعید از قیاس نہیں کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح تھے۔جنہوں نے اپنی پیدائش ہی کے دن کہا تھا کہ میں نبی ہوں اور نیز آپ حضرت یحیٰؑ کی طرح ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کو بچپن ہی کی عمر میں حکمت عطا فرمائی۔'' پھر فرماتے ہیں:

''وَبِہٖ یُعْلَمُ تَحْقِیْقُ نُبُوَّۃِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ فِیْ حَالِ صِغَرِہٖ۔''

(الفتاویٰ الحدیثیۃ صفحہ۲۳۶۔دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعۃ الاولیٰ)

کہ ان دلائل سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ گئی کہ حضرت صاحبزادہ ابراہیم بچپن کی عمر میں ہی نبی تھے۔

گویا حضرت امام ابن حجر الہیثی امام شیخ بدرالدین الزرکشی اور حضرت شیخ الاسلام حافظ ابن حجر العسقلانی کے مندرجہ بالا اقوال وتحریرات سے ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ ابن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کم از کم حضرت امام ابن حجر الہیثمی کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ آیت خاتم النبیین کے نزول کے بعد پیدا ہونے کے باوجود نبی تھے۔

مسیح موعود بعد نزول نبی اللہ ہوگا

۹۔ مَنْ قَالَ بِسَلْبِ نُبُوَّتِہٖ کَفَرَ حَقًّا (حج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان صفحہ ۴۳۱ مطبع شاہجہانی واقع بلدہ بھوپالی) کہ امام جلال الدین صاحب سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول نبی نہ ہوں گے وہ پکا کافر ہے۔

پھرلکھاہے ’’فَھُوَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاِنْ کَانَ خَلِیْفَةً فِی الْاُمَّةِ الْمُحَمَّدِیَّةِ فَھُوَ رَسُوْلٌ وَ نَبِیٌّ کَرِیْمٌ عَلٰی حَالِہٖ.‘‘ (حجج الکرامہ ازنواب صدیق حسن خان صفحہ ۴۲۶ مطبع شاہجہانی واقع بلدہ بھوپالی) کہ وہ باوجوداس بات کے کہ وہ امتِ محمدیہ کے ایک خلیفہ ہوں گے پھر بھی بدستور رسول اور نبی رہیں گے۔

پس یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعدازنزول نبی نہ ہوں گے باطل ہے۔

۱۰۔نواب نورالحسن خان ابن نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں۔

’’حدیث لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ بےاصل ہے ہاں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ آیاہےاس کے معنی نزدیک اہلِ علم کے یہ ہیں کہ میرے بعدکوئی نبی شرعِ ناسخ نہ لاوے گا۔‘‘

(اقتراب الساعۃ صفحہ۱۶۲طبع فی مطبعۃ مفید عام الکائنۃ فی آگرہ مطبوعہ۱۳۰۱ھ)

مولانا روم اور ختم نبوت

مثنوی مولانا روم کے متعلق مولانا جامی کہتے ہیں کہ ؎

مثنویٔ مولوی معنوی ہست قرآن درزبان پہلوی

(ا۔’’نفحات الانس‘‘ ازعبدالرحمٰن بن احمد الجامی درذکرالشیخ مولانا جلال الدین رومی۔۲۔’’الہام منظوم‘‘ دفتر اول ترجمہ مثنوی مولانا روم ازشیخ عاشق حسین سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی شائع کردہ فیروزدین مقدمہ صفحہ۸)

ا۔مثنویٔ مولانا روم کے مندرجہ ذیل اشعار مسئلہ ختم نبوت کی حقیقت واضح کرتے ہیں:۔

(ا)مَعْنِیْ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاھِھِمْ۔این شناس این است راہر دراہم کہ ’’نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاھِھِمْ‘‘ کے معنی سمجھنے کی کوشش کرو کیونکہ یہ رسالت کے راستہ میں ایک مشکل ہے۔

(ب) تازِراہ خاتم پیغمبراں بوکہ برخیزوزِلب ختم گراں

یعنی تاکہ ممکن ہے کہ لب ہلانے سے خاتم النبیین کے راستے سے ایک بھاری ختم اٹھ جائے۔

(ج)ختمہائے کانبیاء بگذاشتند آں بدینِ احمدی برداشتند

وہ بہت سے ختم جو پہلے نبی چھوڑ گئے تھے وہ سب دین احمدی میں اٹھادیئے گئے۔

(د)قفلہائے ناکشودہ ماندہ بود ازکفِ اِنَّا فَتَحْنَا برکشود

یعنی بہت سے تالے بند پڑے ہوئے تھے مگر آنحضرت صلعم نے اِنَّا فَتَحْنَا کے ہاتھ سے سب کھول دیئے۔

(ھ)اوشفیع است ایں جہان وآں جہاں این جہاں دردین وآنجادر جناں

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جہانوں میں شفیع ہیں اس جہان میں دین کے اور اگلے جہان میں

جنت کے۔

(و) پیشہ اش اندر ظہور و در مکون　　اِهْدِ قَوْمِیْ اِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

ظاہر و باطن میں آنحضرت صلعم کا وظیفہ یہی تھا کہ اے خدا میری قوم کو ہدایت دے کہ انہیں علم نہیں ہے۔

(ز) باز گشتہ از دم او ہر دو باب　　در دو عالم دعوتِ او مستجاب

آپؐ کے دم سے دونوں دروازے کھل گئے اور دونوں جہاں میں آپؐ کی دعا مستجاب ہوئی۔

(ح) بہر این خاتم شد است او کہ بجود　　مثل او نے بود نے خواہند بود

آپؐ ان معنوں میں ''خاتم'' ہیں کہ بخشش میں نہ آپؐ کے برابر کوئی ہوا اور نہ ہوگا۔

(ط) چونکہ در صنعت برد استاد دست　　نے تو گوئی ختم صنعت بر تو ہست

جس طرح جب کوئی استاد صنعت میں سبقت لے جاتا ہے تو کیا تم یہ نہیں کہتے کہ اے استاد! تجھ پر کاریگری ختم ہے؟

(ی) در کشادِ ختمہا، تو خاتمی　　در جہان روح بخشاں حاتمی

اے نبی صلعم! تو ہر قسم کے ''ختموں'' کو کھولنے کی وجہ سے ''خاتم'' (یعنی افضل) ہے اور روح پھونکنے والوں میں تو حاتم کی طرح ہے۔

(ک) ہست اشارات محمدؐ، المراد　　کل کشاد، اندر کشاد، اندر کشاد

الغرض محمدؐ رسول اللہ صلعم کی تعلیم یہ ہے کہ سب رستے کھلے ہی کھلے ہیں کوئی بھی بند نہیں ہے۔

(ل) صد ہزاراں آفریں بر جانِ او　　ہر قدوم و دورِ فرزندانِ او

آنحضرت صلعم اور آپؐ کے فرزندوں کی تشریف آوری اور ان کے دور پر لاکھوں آفریں۔

(م) آں خلیفہ زادگانِ مقبلش　　زادہ اند از عنصر جان و دلش

وہ اس کے اقبال مند جانشین اس کے عنصر جان و دل سے پیدا ہوئے ہیں۔

(ن) گر ز بغداد و ہرے واز رے اند　　بیمزاجِ آب و گل نسل وے اند

وہ خواہ بغداد یا ہرے یا رے کے رہنے والے ہوں۔ مٹی اور پانی کے اثر سے بے نیاز ہو کر وہ حضورؐ ہی کی نسل سے ہیں۔

(س) شاخِ گل ہر جا کہ روئید ہم گل است　　خمِ مل ہر جا کہ جوشد ہم مُل است

گلاب کی شاخ جہاں بھی اُگے وہ گلاب ہی ہے اور شراب کا مٹکا جہاں بھی جوش مارے وہ مٹکا ہی ہے۔

(ع) گرزمغرب برزند خورشید سر　　　عین خورشید است نے چیزے دگر

اگر آفتاب مغرب سے نکلے تو بھی وہ آفتاب ہی ہے۔

(مثنوی مولانا روم دفتر ششم صفحہ ۲۹، ۳۰ الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار لاہور)

ایک عذر اور اس کا جواب

بعض غیر احمدی مولوی نزول عیسیٰؑ والے اعتراض کے جواب میں یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ''خاتم النبیین'' کا مطلب یہ ہے کہ کوئی نبی ''پیدا'' نہیں ہوگا۔

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عذر تمہارے دماغ کی لایعنی اختراع ہے ''خاتم النبیین'' کا اگر وہی ترجمہ تسلیم کرلیا جائے جو تم کیا کرتے ہو۔ یعنی ختم کرنے والا۔ تو پھر بھی اس میں اس میں وہ کون سا لفظ ہے۔ جس کا ترجمہ تم ''پیدا نہ ہوگا'' کرتے ہو؟ اگر تمہارے لئے ناجائز طور پر تاویلیں کرنے کی گنجائش ہے تو ہمارے لئے قرآن وحدیث واقوال آئمہ کی روشنی میں صحیح معنی کرنے کی کیوں گنجائش نہیں؟

(نیز موضوعات کبیر ملا علی قاریؒ صفحہ ۵۹ وتحذیر الناس صفحہ ۲۸ کے حوالے دیکھو برصفحہ ۳۵۲، ۳۵۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ختم کیا؟

پھر سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم کیا کیا؟ آپ سے پہلے آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، لوطؑ، اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ، موسیٰؑ وغیرہم انبیاء علیہم السلام تو سب کے سب پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا کیا ختم کیا۔ البتہ ایک نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے تھے جو بقول شما ابھی ختم نہ ہوئے تھے۔ سو وہ اب بھی ختم نہیں ہوئے بلکہ تمہارے خیال میں ابھی انہوں نے قیامت سے قبل آنا ہے تو پھر تم ہی بتاؤ کہ تمہارے عقیدہ ختم نبوت کی حقیقت کیا رہ گئی؟

تردید دلائل انقطاع نبوت از روئے قرآن مجید

پہلی آیت:۔ مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب:۴۱)

الجواب:۔ ۱۔ خَاتَمَ (تاء کی زبر کے ساتھ) کے معنی ''ختم کرنے والا'' نہیں ہوسکتے کیونکہ یہ اسمِ فاعل نہیں بلکہ اسمِ آلہ ہے جس طرح ''عَالَمٌ'' مَایُعْلَمُ بِهٖ یعنی جس سے علم حاصل ہو یعنی اللہ تعالیٰ

کی ہستی معلوم ہو چونکہ دنیا سے خدا کی ہستی معلوم ہوتی ہے۔اس لئے اسے عَـالَمْ کہتے ہیں۔اسی طرح ''خَاتَمْ'' ہے جس کے معنی یُخْتَمُ بِهٖ ہوں گے۔یعنی جس سے مہر لگائی جائے۔

پس خَــــاتَــمْ کا ترجمہ ختم کرنے والا نہیں ہوسکتا۔اسم فاعل میں عین کلمہ مکسور ہوتا ہے۔جیسے قاتل ناصر۔فاعل وغیرہ مگر خَاتَمْ میں عین کلمہ یعنی تاء مکسور نہیں بلکہ مفتوح ہے۔

۲۔عربی زبان میں ''خَـاتَـمْ''بفتحہ تاء جب کسی جمع کے صیغہ کی طرف مضاف ہو مثلاً خَـاتَـمُ الشُّعَـرَاءِ. خَـاتَـمُ الْـفُـقَـهَـاءِ. خَـاتَـمُ الْاَكَـابِرِ. خَاتَمُ الْمُحَدِّثِيْنَ. خَاتَمُ الْاَوْلِيَاءِ. خَاتَمُ الْمُهَاجِرِيْنَ وغیرہ ہو۔تو اس کے معنے ہمیشہ بعد میں آنے والوں سے ''افضل'' کے ہوتے ہیں ہمارا غیر احمدی علماء کو چیلنج ہے کہ وہ عربی زبان کا کوئی مستعمل محاورہ پیش کریں جس میں ''خاتم'' کسی جمع کے صیغے کی طرف مضاف ہوا ہو اور پھر اس کے معنے بند کرنے والے کے ہوں کسی لغت کی کتاب لسان العرب، تاج العروس وغیرہ کا حوالہ دے دینا کافی نہ گا۔جب تک اہل زبان میں اس محاورہ کا استعمال نہ دکھایا جاوے لغت کی کتابیں لکھنے والے انفرادی حیثیت رکھتے ہیں اوران کی کتابوں میں ان کے اپنے عقائد کا داخل ہو جانا یقینی ہوتا ہے۔مثلا ''المنجد اور الفرائد الدریہ'' دونوں عربی کی لغات ہیں جن کے مؤلف عیسائی ہیں اور انہوں نے ''ثالوث'' کا ترجمہ ''تثلیث مقدس'' The Holy Trinity کیا ہے۔ اب ''مقدس'' کسی لفظ کا ترجمہ نہیں بلکہ مؤلف کا اپنا اعتقاد ہے بعینہٖ اسی طرح ایک لغت لکھنے والا اگر اس عقیدہ کا حامی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت بند ہے تو وہ طبعاً خَــاتَـمُ الـنَّبِيّــنَ کا ترجمہ نبیوں کو ختم کرنے والا ہی کرے گا قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے لغات لکھنے والوں کا ترجمہ مدِّ نظر رکھ کر خَاتَمُ النَّبِيّيْنَ کا لفظ نہیں بولا بلکہ اس اسلوب بیان کو مدِّ نظر رکھا ہے جو اہل زبان کا ہے لہٰذا ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ایک عرب جب ''خاتم'' کو کسی جمع کے صیغے مثلاً ''شعراء۔الفقہاء۔المھاجرین'' وغیرہ کی طرف مضاف کرتا ہے تو اس سے اس کی مراد کیا ہوتی ہے جس طرح یہ لفظ قرآن مجید میں مستعمل ہوا ہے۔ہمارا دعویٰ ہے کہ اس طریق پر یہ لفظ ہمیشہ افضل کے معنوں میں آتا ہے۔خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے استعمال فرمایا ہے۔(۱)اِطْـمَئِنَّ يَا عَمِّ فَاِنَّکَ خَاتَمُ الْمُهَاجِرِيْنَ فِى الْهِجْرَةِ كَمَا اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ فِى النُّبُوَّةِ. (کنزالعمال از علامہ علاؤالدین حرف العین فی ذکر العباس)

''اے چچا (عباسؓ) آپ مطمئن رہئے کہ آپ اسی طرح خاتم المھاجرین ہیں جس طرح میں خاتم النبیین ہوں۔''

اب کیا حضرت عباسؓ کے بعد کوئی مہاجر نہیں ہوا؟ حضرت مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی کے علاوہ آج تک ہزاروں لوگوں نے ہجرت کی اور قیامِ پاکستان کے بعد تو ایسی ''ہجرت'' ہوئی جس کی مثال ہی نہیں ملتی۔

پس ثابت ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو ان معنوں میں خاتم المہاجرین قرار دیا ہے کہ ان کے بعد ان کی شان کا کوئی مہاجر نہ ہوگا۔ اگر کہو کہ یہاں صرف مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے مہاجرین کا حضرت عباسؓ کو خاتم قرار دیا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں تو مکہ کا کوئی لفظ نہیں۔ جس لفظ (یعنی الف لام) کی تخصیص سے تم مکہ کی قید نکالتے ہو۔ اسی الف لام کی تخصیص سے ہم خاتم النبیین کے معنے صاحب شریعت نبیوں کا ختم کرنے والا کریں تو اس پر اعتراض کیوں؟

نوٹ:۔ بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ اگر خاتم بمعنے ''افضل'' لیا جائے تو لازم آئے گا کہ حضرت عباسؓ ابوبکرؓ وعمرؓ وعلیؓ رضوان اللہ علیہم بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نعوذ باللہ افضل ہوں کیونکہ یہ بھی سب مہاجرین ہیں۔

جواب:۔ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ لفظ ''خاتم'' جب کسی صیغہ جمع کی طرف مضاف ہو تو اس میں موصوف کے بعد آنے والوں پر اس کی افضلیت مراد ہوتی ہے۔ پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ ''خاتم المہاجرین'' ہیں یعنی اپنے بعد میں آنے والے سب مہاجرین سے افضل ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ اس طرح تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا بھی ان ہی معنوں سے ہوگا کہ آپؐ اپنے بعد میں آنے والوں نبیوں سے افضل ہیں۔ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سے پہلے انبیاء سے افضل نہیں ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک حضورؐ اپنے سے بعد میں آنے والے نبیوں سے بوجہ خاتم النبیین ہونے کے افضل ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سے پہلے انبیاء سے بھی افضل ہیں کیونکہ حضورؐ خود فرماتے ہیں:۔

''اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰہِ مَکْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَ اِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ.''

(۱۔مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب فضائل سید المرسلین صلوات اللّٰہ و سلام علیہ الفصل الاوّل۔ ۲۔مسند احمد بن حنبل جلد۴ صفحہ ۱۲۸ حدیث العرباض بن ساریہ۔۳۔کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۸ کتاب الرابع من حرف الفاء کتاب الفضائل من قسم الافعال باب الاول الفصل الثالث فی فضائل متفرقہ تبنیٔعن التحدیث بالنعم دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت سے خاتم النبین ہوں جبکہ حضرت آدمؑ ابھی مٹی اور پانی میں تھے (نیز محمدیہؐ پاکٹ بک مطبوعہ ۱۹۸۹ء صفحہ ۴۰۲) گویا جس قدر انبیاء آئے وہ سب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین بننے کے بعد آئے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے ''افضل'' ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

نوٹ نمبر۲:۔ اس موقعہ پر بعض غیر احمدی **لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ** (بخاری کتاب الجہاد والسیر باب فضل الجہاد ۔۲۔ کنز العمال جلد اول کتاب الاذکار من قسم الافعال من حرف الھمزہ باب فی القرآن فصل فی تفسیر سورۃ البقرۃ) والی حدیث بھی پیش کرتے ہیں تو اس کے جواب میں یادرکھنا چاہیے کہ یہ حدیث تو ہماری مؤید ہے کیونکہ اس میں ''لَا ھِجْرَۃَ'' کا لفظ اسی طرح مستعمل ہوا ہے جس طرح لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں۔ اب کیا ''لَا ھِجْرَۃَ'' کے معنی یہ ہیں کہ اب مطلقاً ہجرت ہی بند ہے؟ یا یہ کہ صرف ایک خاص ہجرت جو مکہ سے مدینہ کی طرف تھی وہ بند ہے؟ ظاہر ہے کہ مطلقاً ہجرت بند نہیں کیونکہ یہ واقعات کے بھی خلاف ہے اور اس سے قرآن مجید کی آیات متعلقہ ہجرت کو منسوخ ماننا پڑتا ہے اب رہی دوسری صورت کہ خاص ہجرت بند کی گئی۔ تو بعینہٖ اسی طرح لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں بھی قطعاً نبوت بند نہ ہوئی بلکہ ایک خاص قسم کی نبوت مراد لینی پڑے گی یعنی تشریعی نبوت یا بلا واسطہ نبوت وھو المراد۔

چنانچہ حضرت امام رازیؒ حدیث **لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ** کے بارے میں لکھتے ہیں: **وَ اَمَّا قَوْلُہٗ لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ'' فَالْمُرَادُ الْھِجْرَۃُ الْمَخْصُوْصَۃُ** (تفسیر کبیر جلد ۱۵ صفحہ ۲۱۳ الطبعۃ الثانیۃ دار الکتب العلمیۃ طہران۔ مسند احمد بن حنبل مسند عبداللہ بن عباس حدیث ۱۹۹۱) یعنی اس حدیث میں مطلق ہجرت کی نفی نہیں بلکہ مخصوص ہجرۃ کی نفی مراد ہے اسی طرح تمہارا ''لا'' نفی جنس بھی اڑ گیا!

۲۔ اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنْتَ یَا عَلِیُّ خَاتَمُ الْاَوْصِیَاءِ''

(کنوز الحقائق فی احادیث خیر الخلائق برحاشیہ جامع الصغیر مصری جلد ۱ صفحہ ۱۷)

کہ میں خاتم الانبیاء ہوں اور اے علیؓ! تو خاتم الاوصیاء ہے کیا حضرت علیؓ کے بعد نہ کوئی موصی ہوسکتا ہے اور نہ کوئی وصی؟

ب۔ایک دوسری روایت میں ہے۔

اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَآءِ وَاَنْتَ یَا عَلِیُّ خَاتَمُ الْاَوْلِیَآءِ.'' (تفسیر صافی زیر آیت خاتم النبیین احزاب رکوع ۳) کہ اے علی! میں خاتم الانبیاء ہوں اور تو خاتم الاولیاء ہے۔

۳۔فتوحات مکیہ کے ٹائٹل پیج پر حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کو خاتم الاولیاء لکھا ہے۔

۴۔خود دیو بندی علماء نے اس محاورہ کو استعمال کیا ہے چنانچہ مولوی محمود الحسن صاحب دیو بندی نے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی وفات پر جو مرثیہ لکھا۔اس کے ٹائٹل پیج پر متوفی کو خاتم الاولیاء والمحدثین کہا ہے۔

۵۔مولوی بدر عالم صاحب مدرس دیو بند نے اپنے رسالہ ''الجواب الفصیح'' کے صفحہ ا پر مولوی انور شاہ سابق صدر المدرسین دیو بند کو خاتم المحدثین وآئمۃ السابقین لکھا ہے۔

۶۔حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے رسالہ ''عجالہ نافعہ جلد اول) کے ٹائٹل پیج پر حضرت شاہ صاحب موصوف کو خاتم المحدثین لکھا ہے۔

۷۔حضرت غوث اعظم ''پیرانِ پیر'' سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بِکَ تُخْتَمُ الْوَلَایَۃُ (فتوح الغیب مقالہ نمبر ۴ صفحہ ۲۳ نولکشور) اور اس کا ترجمہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے یہ کیا ہے:۔

''درزمانِ تو مرتبۂ ولایت وکمالِ تو فوق کمالاتِ ہمہ باشد وقدم تو بر گردن ہمہ افتد۔''

(فتوح الغیب مقالہ نمبر ۴ صفحہ ۷)

یعنی حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا کہ اے انسان تو خلقت سے مر جائے گا تو ترقی کرتے کرتے ''خاتم اولیاء'' ہو جائے گا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ تو ولایت کے مرتبہ کے کمال پر پہنچ جائے گا اور تیرا مقام ولایت سب ولیوں سے بالاتر ہوگا اور تیرا قدم باقی ولیوں کی گردن پر ہوگا۔چنانچہ ندائے غیب ترجمہ اردو فتوح الغیب مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں بِکَ تُخْتَمُ الْوَلَایَۃُ کا ترجمہ یہ لکھا ''کہ تو ایسا عزت دار ہو جائے گا کہ تیری مثل کوئی نہ ہوگا اور تو یگانہ وتنہاء پردۂ الٰہی میں چھپا لیا جائے گا۔تیری مانند اولیاء وقت بھی نہ ہو سکیں گے بلکہ تو اس وقت ہر ایک رسول اور نبی کا وارث ہو جائے گا ولایت کاملہ تجھ کو مل جائے گی۔'' (ندائے غیب صفحہ ۷)

پس خاتم النبیین کے بھی معنی یہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ کو کوئی رسول نہ پا

سکے گا اور آپ کو نبوت کا ملہ مل گئی ہے۔

۸۔مولوی بشیر احمد صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:۔

خَاتَمُ الْاَکَابِرِ. حضرت گنگوہی کی وفات نے شہادت فاروقی کا نقشہ پیش کر دیا۔''

(رسالہ القاسم جلد ۲ صفحہ ۵، ۹)

۹۔''خَاتَمَةُ الْحُفَّاظِ شَمْسُ الدِّیْنِ اَبِی الْخَیْرِ محمد بن محمد بن محمد الجزری الدمشقی.'' (دیباچہ التجرید الصریح صفحہ ۴ وصفحہ ۵)

۱۰۔مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:۔

غالب اور ذوق جو خاتم الشعراء ہیں۔ان کے ہاں وہ الفاظ بے تکلف ملتے ہیں جن کو شیخ ناسخ مدتوں سے چھوڑ چکے تھے۔''

(موازنہ انیس و دبیر از شبلی نعمانی صفحہ ۲۹ عالمگیر پریس لاہور ناشر شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری گیٹ لاہور)

۱۱۔مولانا شبلی مرحوم کی نسبت لکھا ہے:۔

''خاتم المصنفین مولانا شبلیؒ۔''

(افادات مہدی مرتبہ مہدی بیگم صفحہ ۲۹۴ طبع دوم مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ)

۱۲۔مولوی عبدالستار صاحب اپنی مشہور پنجابی کتاب ''قصص المحسنین'' میں لکھتے ہیں ۔

جعفر صادق کرے روایت اس وچہ شک نہ کوئی

اس ویلے وچہ حق یوسف دے ختم نبوت ہوئی

(قصص المحسنین مطبوعہ مطبع کریمی لاہور جنوری ۱۹۳۰ء صفحہ ۲۷۹)

۱۳۔مولانا حالی لکھتے ہیں:۔

''قانی کو اہل ایران خاتم الشعراء سمجھتے ہیں۔''

(حیات سعدی از مولانا الطاف حسین حالی حاشیہ صفحہ ۴۷ طبع ستمبر ۱۹۴۶ء ناشران شیخ جان محمد الہ بخش تاجران کتب علوم مشرقیہ کشمیری بازار لاہور)

اور ''شیخ علی حزین......کو ہندوستان میں خاتم الشعراء سمجھتے ہیں۔''

(حیات سعدی از مولانا الطاف حسین حالی حاشیہ صفحہ ۱۰۱ طبع ستمبر ۱۹۴۶ء ناشران شیخ جان محمد الہ بخش تاجران کتب علوم مشرقیہ کشمیری بازار لاہور)

۱۴۔فارس کا مشہور شاعر انوری بادشاہ غیاث الدین محمد غوری کی تعریف میں کہتا ہے ۔

بر تو سلطانیت ختم و بر من مسکین سخن   چوں شجاعت بر علیؓ و بر مصطفیٰؐ پیغمبری

یہ شعر اس طرح بھی ہے ؎

ختم شد بر تو سخاوت بر منِ مسکیں سخن چوں شجاعت بر علیؓ، بر مصطفیؐ پیغمبری

(کلیات انوری مطبوعہ منشی نولکشور ۱۲۹۷ھ لکھنو پریس)

۱۵۔ "لَخَاتَمُ الْحُفَّاظِ وَ الْمُجْتَهِدِيْنَ مُجَدِّدُ الْمِائَةِ التَّاسِعَةِ الشَّيْخُ اَبِىْ الْفَضْلِ جَلَالُ الدِّيْنِ عَبْدُالرَّحْمٰنُ السَّخَاوِىُّ بْنُ اَبِىْ بَكْرِ الشَّهِيْرُ بِالسُّيُوْطِىّ."

(المصنوع فی احادیث الموضوع صفحہ ۳ مصنفہ شیخ محمد طاہر)

۱۶۔ ابوتمام الطائی مؤلف حماسہ کی وفات پر حسن بن وہب (ایک عربی شاعر) مرثیہ لکھتا ہے:۔

فُجِعَ الْقَرِيْضُ بِخَاتَمِ الشُّعَرَاءِ

وَ غَدِيْرِ رَوْضَتِهَا حَبِيْبِ الطَّائِىْ

(وفیات الاعیان وابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۱۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)

ترجمہ: کہ شاعری کو بہت رنج پہنچا ہے۔ خاتم الشعراء (یعنی ابوتمام) اور حبیب الطائی جو شاعری کے صحن کا حوض تھا (کی وفات) سے اس شعر میں (ابوتمام) کو خاتم الشعراء قرار دیا گیا ہے کیا شاعر کا مطلب یہ ہے کہ ابوتمام کے بعد کوئی شاعر پیدا نہ ہوگا؟ یہ بحث نہیں کہ ابوتمام فی الواقع خاتم الشعراء ہے یا نہیں؟ بہر حال حسن بن وہب تو اسے خاتم الشعراء کہتا ہے۔ حالانکہ وہ خود شاعر ہے اور یہ بھی شعر ہے بہر حال محاورۂ زبان ثابت ہے۔

۱۷۔ "خَاتَمُ الْمُحَدِّثِيْنَ وَالْمُفَسِّرِيْنَ مَوْلَانَا شَاهُ عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَلَيْهِ الرَّحْمَةِ."

(ہدیۃ الشیعہ مصنفہ محمد قاسم نانوتوی بانی دیوبند صفحہ ۱۱، ۱۲ مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ)

۱۸۔ حضرت امام رازیؒ فرماتے ہیں:۔

عِنْدَ هٰذِهِ الدَّرَجَةِ فَازُوْا بِالْخِلَعِ الْاَرْبَعَةِ الْوُجُوْدِ وَالْحَيَاةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْعَقْلِ فَالْعَقْلُ خَاتَمُ الْكُلِّ. وَالْخَاتَمُ يَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ اَفْضَلَ اَلَا تَرٰى اَنَّ رَسُوْلَنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَانَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ كَانَ اَفْضَلَ الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالْاِنْسَانُ لَمَّا كَانَ خَاتَمَ الْمَخْلُوْقَاتِ الْجِسْمَانِيَّةِ كَانَ اَفْضَلَهَا فَكَذَالِكَ الْعَقْلُ لَمَّا كَانَ خَاتَمَ الْخِلَعِ الْفَائِضَةِ مِنْ حَضْرَةِ ذِى الْجَلَالِ كَانَ اَفْضَلَ الْخِلَعِ وَ اَكْمَلَهَا."

(تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۴ دار الکتب العلمیہ طہران)

یعنی اس مقام پر پہنچ کر انسان چار خلعتوں سے ممتاز کیا جاتا ہے یعنی وجود حیات، قدرت اور عقل۔ اور عقل ان سب کی خاتم ہے اور خاتم کے لئے ضروری ہے کہ "افضل" ہو۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہمارے رسول کریم صلعم بوجہ خاتم النبیین ہونے کے تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل تھے اور اسی طرح انسان بوجہ خاتم المخلوقات ہونے کے تمام مخلوقات جسمانی سے افضل ہے اسی طرح عقل بھی بوجہ ان چاروں خلعتوں کی خاتم ہونے کے سب خلعتوں سے "افضل" اور اکمل ہے۔ پس صاف ثابت ہوا کہ خاتم کے جو معنی ہم نے بیان کئے ہیں وہی درست ہیں۔

۱۹۔ امام زرقانی "خاتم النبیین" کے معنی لکھتے ہیں:۔

"وَالْخَاتَمُ ...... اَمَّا بِفَتْحِهَا فَمَعْنَاهُ اَحْسَنُ الْاَنْبِيَآءِ خَلْقًا وَخُلُقًا لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَالُ الْاَنْبِيَآءِ كَالْخَاتَمِ الَّذِىْ يُتَجَمَّلُ بِهٖ وَ اَمَّا بِالْكَسْرِ ...... فَمَعْنَاهُ اٰخِرُ الْاَنْبِيَآءِ" (شرح مواہب اللدنیہ جلد۳ صفحہ ۱۶۳، ۱۶۴ دارالمعرفت بیروت)

"کہ ت کی زبر ساتھ خاتم النبیین کے معنی ہیں۔ "احسن الانبیاء" (یعنی سب نبیوں سے اچھا نبی) بلحاظ صورت و سیرت کے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کا جمال ہیں۔ انگوٹھی کی طرح جس سے خوبصورتی حاصل کی جاتی ہے اور ت کی زیر کے ساتھ ہو تو خاتم کے معنی ہیں آخری نبی۔"

یاد رہے قرآن مجید میں ت کی زبر کے ساتھ ہی خاتم ہے نہ کہ زیر کے ساتھ۔

۲۰۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دیوبند لکھتے ہیں:۔

الف۔ "ہمارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کا اقرار بشرطِ فہم و انصاف ضرور ہے علیٰ ھٰذا القیاس جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ علم سے اوپر کوئی ایسی صفت نہیں جس کو عالم سے تعلق ہو تو خواہ مخواہ اس بات کا یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام مراتب کمال اسی طرح ختم ہو گئے جیسے بادشاہ پر مراتب حکومت ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جیسے بادشاہ کو خاتم الحکام کہہ سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الکاملین اور خاتم النبیین کہہ سکتے ہیں مگر جس شخص پر مراتب کمال ختم ہو جائیں گے تو بایں وجہ کہ نبوت سب کمالاتِ بشری میں اعلیٰ ہے۔ چنانچہ مسلم بھی ہے ......سوائے آپؐ کے اور کسی نبی نے دعویٰ خاتمیت نہ کیا بلکہ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ جہان کا سردار آتا ہے خود اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰؑ خاتم نہیں کیونکہ حسب اشارہ مثال خاتمیت بادشاہ خاتم وہی ہو گا جو سارے جہان کا سردار ہو اس وجہ سے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

سب میں افضل سمجھتے ہیں پھر یہ آپؐ کا خاتم ہونا آپؐ کے سردار ہونے پر دلالت کرتا ہے اور بقرینہ دعویٰ خاتمیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے یہ بات یقینی سمجھتے ہیں کہ وہ جہان کے سردار جن کی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیتے ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔''

(دیکھو حجۃ الاسلام مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دیو بند صفحہ ۵۳، ۵۴ مطبع احمدی علی گڑھ)

ب۔ یہی مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دیو بند لفظ خاتم النبیین کی تشریح بایں الفاظ فرماتے ہیں:

''اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء ماسبق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقامِ مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ ہاں اگر اس وصف کو اوصافِ مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقامِ مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبارِ تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہو گی کہ (یعنی کیونکہ) اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے...... دوسرے رسول اللہ صلعم کی جانب نقصانِ قدر کا احتمال...... باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا۔ اس لئے سدِّ باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعویٰ کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حدِ ذاتہٖ قابل لحاظ ہے پر جملہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ اور جملہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ میں کیا تناسب تھا۔ جو ایک دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلامِ معجز نظام میں متصور نہیں۔ اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا۔ تو اس کے لئے اور بیسیوں مواقع تھے بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سدِ باب مذکور خود بخود لازم آ جاتا ہے اور افضلیت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے موصوف بالعرض کا وصف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے۔ موصوف بالذات کا وصف...... کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا۔ مثال درکار ہو تو لیجئے! زمین و کہسار اور در و دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصفِ ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی...... سو اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے۔ یعنی آپ موصوف بوصفِ نبوت بالذات ہیں اور

سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض۔اوروں کی نبوت آپ ؐ کا فیض ہے۔ پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلۂ نبوت مختتم ہو جاتا ہے غرض آپ جیسے نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں۔اور یہی وجہ ہوئی کہ بشہادت وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ ......الخ (ال عمران:۸۲) اور انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ ؐ پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع اور اقتدا کا عہد لیا گیا ادھر آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے علاوہ بریں بعد نزول حضرت عیسیٰ کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے۔''

(تحذیر الناس از مولوی محمد قاسم نانوتویؒ صفحہ ۳،۴ مطبع کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سہارنپور)

پھر فرماتے ہیں:۔

''جیسے خاتم بفتح التاء (یعنی مہر۔خادم) کا اثر اور نقش مختوم علیہ پر ہوتا ہے۔ایسے ہی موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوتا ہے۔''

حاصل مطلب آیہ کریمہ (وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔خادم) اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوتِ معروفہ تو رسول اللہ صلعم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوۃِ معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔انبیاء کی نسبت تو فقط خاتم النبیین شاہد ہے کیونکہ اوصافِ معروض و موصوف بالعرض۔ موصوف بالذات کے فرع ہوتے ہیں۔ موصوف بالذات اوصاف عرضیہ کی اصل ہوتا ہے اور وہ اس کی نسل ......سو جب ذات بابرکاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم موصوف بالذات بالنبوۃ ہوئی اور انبیاء باقی موصوف بالعرض تو یہ بات اب ثابت ہوگئی کہ آپ والد معنوی ہیں اور انبیاء باقی آپ ؐ کے حق میں بمنزلہ اولاد معنوی اور امتیوں کی نسبت لفظ رسول اللہ میں غور کیجئے۔'' (تحذیر الناس از مولوی محمد قاسم نانوتویؒ صفحہ ۱۰ مطبع کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سہارنپور)

پھر فرماتے ہیں:۔

''جیسے انبیاء گذشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقریر مسطور اس لفظ سے آپ ؐ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اس میں انبیاء گذشتہ ہوں یا کوئی اور۔اس طرح اگر فرض کیجئے آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اس کا سلسلۂ نبوت بہر طور آپ پر مختتم ہوگا اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہوگیا تو پھر سلسلہ علم و عمل کیا چلے؟

غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپؐ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپؐ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔''

(تحذیرالناس از مولونا محمد قاسم نانوتوی صفحہ ۱۳، ۱۴ مطبع کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سہارنپور)

پھر نتیجہ اس تمام بحث کا ان الفاظ میں نکالتے ہیں:۔

''ہاں اگر خاتمیت، بمعنی اتصافِ ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثلِ نبوی صلعم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افرادِ خارجی ہی پر آپؐ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی، افرادِ مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہوگی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدیؐ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔''

(تحذیرالناس از مولونا محمد قاسم نانوتوی صفحہ ۲۵ مطبع کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سہارنپور)

نوٹ:۔ صفحات کا نمبر اس ایڈیشن کا دیا گیا ہے جو مطبع قاسمی دیوبند کا مطبوعہ ہے اور تحذیرالناس مطبوعہ خیر خواہ سرکار سہارنپور میں آخری عبارت بجائے صفحہ ۲۵ کے صفحہ ۲۸ پر ہے۔ (خادم)

ان سب عبارات سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی آخری نبی یا نبیوں کا بند کرنے والا نہیں بلکہ افضل الانبیاء ''نبی الانبیاء'' ''ابوالانبیاء'' اور موصوف بوصف نبوت بالذات'' کے ہیں۔

نوٹ:۔ بعض غیر احمدی علماء یہاں پر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ سو اس مغالطہ کا جواب یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے اپنے عقیدہ کی یہاں بحث نہیں بلکہ لفظ ''خاتم'' کے حقیقی اور اصلی معنوں کی ہے اور جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا رہا ہے لفظ ''خاتم النبیین'' کے معنی مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بھی بعینہٖ وہی بیان کرتے ہیں جو ہم کرتے ہیں۔ پھر ان کی مندرجہ بالا عبارت میں لفظ ''پیدا'' ہو سب سے بڑھ کر قابل غور ہے کیونکہ یہاں یہ تاویل پیش نہیں کی جا سکتی کہ نزول مسیح کے عقیدہ کے پیش نظر ایسا لکھا گیا۔ اس میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا بھی خاتمیت کے منافی نہیں۔ بشرطیکہ اس کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے مستفاض ہو۔

یعنی بالعرض ہو۔ بالذات نہ ہو۔ پس ہماری بحث صرف اس امر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اور حضور کی غلامی اور متابعت میں کسی نبی کا آنا ہرگز لفظ ''خاتم النبیین'' کے خلاف نہیں ہے پھر یہ بات بھی غور کرنے کے لائق ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدیؐ میں فرق نہ آئے گا۔'' ہم موجودہ دیوبندی علماء سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ بھی یہی الفاظ کہنے کے لئے تیار ہیں اور کیا آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے؟ یقیناً نہیں کیونکہ موجودہ دیوبندی علماء کا عقیدہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی نبی آنحضرت صلعم کے بعد پیدا ہو خواہ آپ کا غلام اور امتی ہو اور آپ کی پیروی کے ماتحت ہی نبی ہو اور حضورؐ اور حضورؐ کی شریعت کا تابع ہو پھر بھی اس کی آمد سے ''خاتمیت محمدی'' تباہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسی لئے تو آنحضرت صلعم کے ایک غلام اور امتی بانی سلسلہ احمدیہ کے خلاف ''تحفظ ختم نبوت'' کا سٹنٹ کھڑا کر رکھا ہے۔ پس مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے حوالے صرف لفظ خاتم کے حقیقی معنوں کی تحقیق کے سلسلہ میں پیش کئے ہیں نہ کہ ان کے ذاتی عقیدہ کے اظہار کے لئے۔

۲۱۔ حضرت مولانا روم نے بھی خاتم کے معنی افضل ہی کئے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

بہرایں ''خاتم'' شد است او کہ بجود — مثل او نے بود نے خواہند بود

چونکہ دَر صنعت برد استاد دست — تو نہ گوئی ختم صنعت بر تو ہست

(مثنوی مولانا روم دفتر ششم صفحہ ۸ مطبوعہ نولکشور ۱۸۹۶ء مفصل دیکھو پاکٹ بک ہذا صفحہ ۳۵۵)

۲۲۔ تفسیر حسینی المعروف بہ تفسیر قادری میں ہے:۔

عین الاجوبہ میں لکھا ہے کہ ہر نوشتے کی صحت مہر کے سبب سے ہے اور حق تعالیٰ نے پیغمبر کو مہر کہا تا کہ لوگ جان لیں کہ محبت الٰہی کے دعویٰ کی تصحیح آپؐ کی متابعت ہی سے کر سکتے ہیں اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ہر کتاب کا شرف اور بزرگی مہر کے سبب سے ہے تو سب پیغمبروں کو شرف حضرتؐ کی ذات سے ہے اور ہر کتبہ کی گواہ اس کی مہر ہوتی ہے تو محکمہ قیامت میں گواہ آپ ہوں گے۔'' (تفسیر حسینی مترجم اردو جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ زیر آیت خاتم النبیین سورۃ احزاب)

پس اس عبارت سے ''خاتم النبیین'' کے معنی مصدق الانبیاء اور افضل الانبیاء اور شاہد الانبیاء ثابت ہوئے۔ پس اگر اس آیت کے بقول تمہارے ایک معنی آخری کے بھی ہوتے تب بھی ''اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ'' کے اصل کے ماتحت یہ آیت انقطاعِ نبوت پر دلیل نہیں بن سکتی تھی

کیونکہ مندرجہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہے کہ مہر تصدیق کے لئے بھی ہوتی ہے۔ توثیق کے لئے بھی ہوتی ہے۔ شرف اور عظمت کے لئے بھی ہوتی ہے۔ پس مہر کو صرف ایک خاص مفہوم میں مقید کرنے والا تحکم سے کام لیتا ہے۔ نیز جو شخص یہ کہتا ہے کہ خاتم (مہر) کے معنی اس آیت میں صرف اور بکلی بند کرنے کے ہیں اس ادعائے باطل کے اثبات کا بارِ ثبوت اس پر ہے، لیکن جیسا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے مندرجہ بالا حوالہ از تحذیر الناس صفحہ ۳ سے ثابت ہے آیت خاتم النبیین کا سیاق وسباق اور ترکیب قطعاً ان معنوں کی تائید نہیں کرتے۔ پس آیت کا صحیح مفہوم وہی ہے جو مندرجہ بالا حوالہ جات میں بیان کیا گیا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے اہل عرب کے محاورہ زبان کے مطابق خاتم النبیین کے معنی ''افضل الانبیاء'' کے ہیں ختم کے معنی پنجابی، اردو، فارسی میں آخری اور انقطاع کے بے شک ہوں۔ جس طرح لفظ مکر کے معنی اردو فارسی میں دھوکے کے ہیں۔ مگر عربی میں تدبیر کرنے کے اسی طرح ''خاتم'' کے جمع کے صیغے کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں عربی زبان میں بجز افضل اور صاحبِ کمال کے کوئی معنی نہیں آتے۔

نوٹ:۔ خاتم القوم عربی زبان کا کوئی محاورہ نہیں اور نہ کسی عرب نے کبھی اس کو استعمال کیا ہے ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ محاورہ زبان ثابت کرو۔ آج اگر مؤلف لسان العرب یا تاج العروس ہمارے زمانہ میں زندہ ہوتے تو ہم ان سے دریافت کرتے کہ آپ نے جو ''خاتم النبیین'' کے معنے ''ختم کرنے والا'' کئے ہیں۔ اس کے لئے اہل زبان کے کون سے مستعمل محاورہ کی آپ کے پاس سند ہے اور وہ محاورہ کب اور کہاں استعمال ہوا ہے؟

پس آج جو شخص ان لوگوں کا قائم مقام ہو کر ہم سے ختم نبوت پر بحث کرتا ہے اس سے ہمارا حق ہے کہ یہ مطالبہ کریں کہ وہ اہل زبان کا محاورہ پیش کرے لغت کی کتابوں سے ہماری بھی تائید ہوتی ہے تکملہ مجمع بحار الانوار میں جو لغت کی کتاب ہے لفظ خاتم کے نیچے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول لکھا ہے:۔

''قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ'' (تکملہ مجمع بحار الانوار جلد چہارم صفحہ ۸۵ نیز دیکھو درمنثور از علامہ جلال الدین سیوطی جلد ۵ صفحہ ۲۰۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان) کہ یہ تو کہو کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ آوے گا۔ اس کے آگے لکھا ہے:

هٰذَا نَاظِرٌ اِلٰی نُزُوْلِ عِیْسٰی وَھٰذَا اَیْضًا لَا یُنَافِیْ حَدِیْثَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ لِاَنَّہٗ اَرَادَ لَا نَبِیَّ یَنْسَخُ شَرْعَہٗ (تکملہ مجمع بحارالانوار صفحہ ۸۵) کہ یہ قول حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نزول مسیح کا مؤید (محافظ) ہے اور لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ والی حدیث کا بھی مخالف نہیں۔ کیونکہ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ والی آیت اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا مطلب تو یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو آنحضرتؐ کی شریعت کو منسوخ کرے۔

۲۔ اسی طرح مجمع البحار جلد ا صفحہ ۳۲۹ مطبع نولکشور پر لکھا ہے۔ ''اُوْتِیْتُ ...... خَوَا تِمَہٗ اَیْ اَلْقُرْاٰنُ خُتِمَتْ بِہِ الْکُتُبُ السَّمَاوِیَّۃُ وَھُوَ حُجَّۃٌ عَلٰی سَائِرِھَا وَ مُصَدِّقٌ لَھَا .'' کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اسی طرح قرآن بھی خاتم الکتب ہے ان معنوں میں کہ وہ سب کتابوں کی مصدق ہے۔

الجواب نمبر۲:۔ خَاتَم کے معنے انگوٹھی کے ہوتے ہیں اور انسان انگوٹھی زینت کے لئے پہنتا ہے پس ''خاتم النبیین'' کے معنے نبیوں کی زینت ہوئے۔ چنانچہ ان معنوں کی تائید تفسیر فتح البیان جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۱ مکتبہ العصریہ بیروت سے ہوتی ہے۔

''صَارَ کَالْخَاتِمِ لَھُمُ الَّذِیْ یَخْتَمُوْنَ بِہٖ وَ یَتَزَیَّنُوْنَ بِکَوْنِہٖ مِنْھُمْ.'' یعنی آنحضرت صلعم نبیوں کی انگوٹھی بن گئے یعنی اس وجہ سے کہ آنحضرتؐ ان میں سے ایک ہیں وہ آپؐ کے وجود سے زینت حاصل کرتے ہیں۔

ب۔ مجمع البحرین میں زیر لفظ خَتَمَ صفحہ ۵۱۴ ''خاتم النبیین'' کے یہ معنی لکھے ہیں:۔

خَاتَمُ بِمَعْنَی الزِّیْنَۃِ مَاخُوْذٌ مِنَ الْخَاتَمِ الَّذِیْ ھُوَ زِیْنَۃٌ لِلَابِسِہٖ.'' کہ خاتم کے معنے زینت کے ہیں اور یہ معنے انگوٹھی سے نکلے ہیں جو پہننے والی کے لئے زینت کا موجب ہوتی ہے۔

ج۔ ان معنوں کی تائید عربی کے مشہور شاعر شہاب الدین الموسوی المعروف بابن معتوق کے قصیدہ میمیہ کے اس شعر سے ہوتی ہے جو اس نے آنحضرت صلعم کی مدح میں کہا ہے ؎

طَوْقُ الرَّسَالَۃِ تَاجُ الرُّسُلِ خَاتَمُھُمْ

بَلْ زِیْنَۃٌ لِعِبَادِ اللّٰہِ کُلِّھِمْ

(کتاب المجموعة البنهانية فی المدائح النبوية. قافية الميم مطبوعہ بیروت فی مطبعۃ المعارف ۱۳۲۰ھ مولفہ یوسف بن اسماعیل النبہانی جزو ۴)

کہ آنحضرت صلعم نبوت کی مالا ہیں۔آپؐ نبیوں کا تاج اوران کی انگوٹھی (خَــاتَم) ہیں۔ نہیں (صرف نبیوں ہی کے نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر) خدا کے تمام بندوں کے لئے زینت ہیں۔

اس شعر میں طوق (مالا) ''تاج'' اور خاتم (انگوٹھی) تینوں زینت کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔چنانچہ لفظ ''بل'' کے ساتھ ''زینت'' کا لفظ خود پکار پکار کر کہہ رہا ہے اس شعر میں لفظ ''خاتم'' آخری کے معنے میں نہیں بلکہ زینت کے معنی میں آتا ہے۔نیز چونکہ انگوٹھی انگلی کو گھیر لیتی ہے۔اس لئے اس لحاظ سے خاتم النبیین کے معنی ہوں گے کہ تمام انبیاء کے کمالات کو اپنے اندر جمع کر لینے والا۔

۳۔تذکرۃ الاولیاء مصنفہ جناب شیخ فریدالدین عطارؒ فارسی صفحہ ۲۷۲ میں لکھا ہے۔

''مجذوب کے بہت سے درجہ ہیں۔ان میں سے بعض کو نبوت کا تہائی حصہ ملتا ہے اور بعض کو نصف اور بعض کو نصف سے زیادہ یہاں تک کہ بعض مجذوب ایسے ہوتے ہیں۔جن کا حصہ نبوت میں سے تمام مجذوبوں سے زیادہ ہوتا ہے اور وہ خاتم الاولیاء ہوتا ہے۔جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور یہ مجذوب ممکن ہیں کہ امام مہدی ہوں۔''

(تذکرۃ الاولیاء باب ۵۸ حضرت حکیم محمد علی الترمذی وار دو ترجمہ ظہیرالاصفیاء ازمولانا سید اعجاز احمد مطبع شدہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور)

نوٹ:۔مندرجہ بالا اردو ترجمہ انوارالازکیاء وترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء مطبع مجیدی کانپور کے صفحہ ۵۳۷ سے لیا گیا ہے۔

لفظ ''ختم'' اور محاورہ اہل عرب

لفظ ''خاتم'' کا صیغہ جمع پر مضاف ہوکر ''افضل'' ہونے کے معنوں میں ہونا بدلائل ثابت کیا جا چکا ہے۔اب بعض مثالیں لفظ خَتَـمَ کے فعل استعمال ہونے کی صورت میں محاورہ اہل زبان سے پیش کی جاتی ہیں کیونکہ بعض دفعہ بعض لوگ ''خُتِـمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ'' کی حدیث بھی پیش کر دیا کرتے ہیں اور اس کا جواب پہلے گذر چکا ہے۔

۱۔یزید بن معاویہ کے متعلق لکھا ہے:۔

''کَـانَ فَـصِیْحًا کَرِیْمًا شَاھِدًا مُفْلِقًا قَالُوْا بُدِئَ الشِّعْرُ بِمَلِکٍ وَ خُتِمَ بِمَلِکٍ اِلٰی اِمْرَءِ الْقَیْسِ وَاِلَیْہِ. (کتاب الفخری لابن طقطقیٰ باب الدولۃ الامویۃ ذکر یزید)

کہ یزید بہت فصیح شاعر تھا اور نہایت اچھے شعر کہتا تھا۔مشہور مقولہ ہے کہ شعر ایک بادشاہ سے شروع ہوا اور بادشاہ پر ختم ہوا۔اس سے مراد امراء القیس اور یزید ہیں۔یعنی امراء القیس سے شاعری

شروع ہوئی اور یزید بن معاویہ پر ختم ہوئی۔ کیا عربی کے اس مقولہ کا مطلب یہ ہے کہ یزید کے بعد کوئی شاعر نہیں ہوا؟ نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ یزید اپنے زمانہ کا بہترین شاعر تھا۔

۲۔ اسی طرح وفیات الاعیان لابی العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر لابن خلقان جلد ۲ صفحہ ۱۷ میں ابوالعباس محمد بن یزید المعروف بالمبرد نحوی کے ذکر میں لکھا ہے۔ ''**وَكَانَ الْمُبَرَّدُ الْمَذْكُورُ وَاَبُو الْعَبَّاسِ اَحْمَدُ بْنُ يَحْيٰى اَلْمُلَقَّبُ بِثَعْلَبٍ صَاحِبَ كِتَابَ الْفَصِيْحِ عَالَمِيْنَ مُتَعَارِضِيْنَ قَدْ خُتِمَ بِهِمَا تَارِيْخُ الْاُدَبَاءِ.**''

کہ مبرد اور ابوالعباس ثعلب مصنف کتاب الفصیح۔ دونوں بڑے عالم تھے اور ان دونوں کے ساتھ ادیبوں کی تاریخ ختم ہوئی۔

اب کیا ادباء کی تاریخ کے ختم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مبرد اور ثعلب کے بعد کوئی ادیب نہیں ہوا۔ نہیں۔ ہرگز نہیں مراد صرف یہ ہے کہ یہ دونوں اپنے زمانہ کے بہترین ادیب تھے۔

لفظ ''ختم'' اور قرآن مجید

بعض مخالفین کہا کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں لفظ ''ختم'' بند کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ آیت ''اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ (یٰس:٦٦) میں کہ قیامت کے دن دوزخیوں کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے ہاتھ پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے یعنی قیامت کے روز دوزخی منہ سے بات نہ کر سکیں گے۔ پس ثابت ہوا کہ ختم یعنی مہر سے مراد بند کرنا ہے۔

الجواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گو لفظ ''ختم'' اور اس کے مشتقات کے متعلق بحث نہیں بلکہ بحث خاص طور پر لفظ خاتم **بفتحه تاء** کے صیغہ جمع کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں آخری یا افضل کے معنوں میں ہونے کی ہے لیکن آیت مذکورہ بالا سے بھی ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ نَخْتِمُ سے مراد مطلق بند کرنا ہے کیونکہ آیت محولہ کا مطلب یہ نہیں کہ قیامت کے دن دوزخی زبان سے بات ہی نہیں کر سکیں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ انسانی جسم میں زبان کو جو حیثیت حاصل ہے وہ تمام اعضاء اور جوارح کی نمائندہ ہونے کی ہے یعنی اگر کوئی تکلیف انسان کے سر میں ہو تو اس کا اظہار بھی زبان کرتی ہے اور اگر ہاتھ یا پاؤں میں کوئی خرابی ہو تو وہ بھی زبان ہی بتاتی ہے تو بظاہر خیال ہو سکتا تھا کہ ممکن ہے قیامت کے دن بھی صرف زبان ہی اپنے علاوہ دوسرے اعضاء کے گناہ بیان کر دے گی۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اس دن ہر عضو اپنے گناہ خود بھی بیان کرے گا۔ ہاتھ اپنے گناہ بیان کریں گے، پاؤں اپنی بدیاں گنائیں گے لیکن سوال یہ ہے کہ بدزبانی، غیبت اور جھوٹ وغیرہ گناہ جن کا ارتکاب خود زبان سے ہوا ہوگا۔ وہ کون بیان کرے گا؟ کیا ہاتھ بتائیں گے یا پاؤں؟ ظاہر ہے کہ زبان کے اپنے گناہ خود زبان ہی بتائے گی۔

پس قیامت کے دن دوزخی کا منہ بند ہونا تو ثابت نہ ہوا۔ بلکہ دوزخی کا بولنا اور اس کے منہ کا کھلا رہنا ثابت ہو۔ اگر کہو کہ تمہارا یہ استدلال محض قیاسی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال قیاسی نہیں بلکہ خود قرآن مجید میں ہی موجود ہے کہ قیامت کے دن دوزخیوں کی زبان بند نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ باتیں کریں گے۔ چنانچہ سورۃ نور رکوع ۳ میں ہے يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (النور: ۲۵)

یعنی قیامت کے دن ان کی زبانیں ہاتھ اور پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ ان اعمال کی جو وہ کیا کرتے تھے۔

پس صاف طور پر ثابت ہوا کہ قیامت کے دن باوجود منہ پر ''مہر'' لگ جانے کے دوزخی باتیں کریں گے۔

چنانچہ ایک دوسری جگہ بھی ہے کہ جب جسم اور ہاتھ اور پاؤں دوزخیوں کے خلاف گواہی دیں گے تو لکھا ہے۔

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا (حٰم سجدة:۲۲) وہ اپنے جسموں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ گویا ان کی زبان بند نہ ہوگی۔

پس ''اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ'' والی آیت میں ''ختم'' کے معنی ہرگز بکلی بند کرنے کے نہیں ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زبان پر تصدیق اور سچائی کی مہر لگا دے گا۔ پس وہ سچ سچ سب کچھ بیان کر دے گی اور جو کچھ وہ اپنے خلاف کہے گی اس کے لئے تو کسی مزید تائید اور شہادت کی ضرورت نہ ہوگی لیکن جو کچھ وہ دوسرے اعضاء کے خلاف کہے گی اس کی تصدیق کرنے کے لئے ہر ایک عضو اپنے اپنے کردہ گناہوں کا اقبال کر لے گا۔ اس طرح سے الٰہی مہر کی تصدیق ہو جائے گی۔

ان معنوں کی تائید مندرجہ ذیل احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ

''اَلدَّنَانِيْرُ وَالدَّرَاهِمُ خَوَاتِيْمُ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ مَنْ جَآءَ بِخَاتَمِ مَوْلَاهُ قُضِيَتْ حَاجَتُهٗ. (فردوس الاخبار دیلمی صفحہ ۲۱۷ وجامع الصغیر للسیوطی مصری الطبعۃ الثانیہ جلد ۲ صفحہ ۱۴)

کہ زمین میں دینار اور درہم اللہ تعالیٰ کی مہریں ہیں۔پس جو شخص اپنے آقا کی مہر لے کر آتا ہے۔اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

(۲) ''اٰمِيْنُ خَاتَمُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ عَلٰى لِسَانِ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ...... مَعْنَاهُ طَابِعُ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ لِاَنَّهٗ يُدْفَعُ بِهِ الْاٰفَاتُ وَالْبَلَايَا ...... اَلْحَدِيْثُ اٰمِيْنُ دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ قِيْلَ مَعْنَاهُ اِنَّهٗ طَابِعُ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ وَقِيْلَ اِنَّهٗ كَلِمَةٌ يَكْتَسِبُ بِهَا قَائِلُهَا دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ۔

(فردوس الاخبار دیلمی صفحہ ۵۴، ۵۵ وجامع الصغیر للسیوطی باب الالف جلد ۱ صفحہ ۴ مصری)

حدیث ''آمین'' خدا تعالیٰ کی مہر ہے۔خدا کے مومن بندوں کی زبان پر اس کے معنی یہ ہیں کہ ''آمین'' اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر مہر ہے کیونکہ اس سے آفات اور بلائیں خدا کے بندوں سے دور ہو جاتی ہیں دوسری حدیث میں ہے کہ ''آمین'' جنت میں ایک درجہ ہے کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ''آمین'' خدا کی ایک مہر ہے اس کے بندوں پر اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا کہنے والا جنت میں درجہ حاصل کرتا ہے۔

پس ان احادیث کی روشنی میں (جو محض محاورہ عربی ثابت کرنے کے لئے پیش کی گئی ہیں) آیات قرآنی کا مطلب یہی ہوگا کہ قیامت کے دن ان کی زبان پر مہر لگا دی جائے گی یعنی اس کو جھوٹ بولنے سے محفوظ کیا جائے گا۔سچ بولنے کی ممانعت نہ ہوگی۔چنانچہ اس دن زبان جو کہے گی وہ سچ ہی ہوگا۔

(۱) ورنہ حوالہ مندرجہ بالا میں ''خدا کے بندوں پر مہر'' لگنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ مومن کی زبان بند ہو جاتی ہے بلکہ ظاہر ہے کہ اس کے معنی الٰہی حفاظت اور تصدیق ہی کے ہیں۔

۲۔اسی طرح خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (البقرۃ:۸) کی آیت پیش کیا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔

الجواب:۔(۱) احادیث مندرجہ بالا سے خوب وضاحت ہو جاتی ہے۔

(۲) یہ آیت تو تمہاری تغلیط اور ہماری تائید کرتی ہے کیونکہ اگر ''ختم'' کے معنی بند کرنا ہو تو

پھراس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ کافروں کی حرکت قلب بند ہوگئی،لیکن ظاہر ہے کہ یہ غلط ہے۔

(۳):۔کیاان کافروں میں سے کوئی مسلمان نہیں ہوتا؟

(۴):۔زیادہ سے زیادہ تم اس کے یہی معنے کرو گے کہ کافروں کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی۔اب ان کے دل میں ایمان کی بات داخل نہیں ہوسکتی۔لیکن سوال یہ ہے کہ کافروں کے دل میں کیا کوئی کفراور بدی کی بات بھی داخل ہوسکتی یاان کے دل پر اثر کرسکتی ہے یانہیں؟ ظاہر ہے کہ جو چیز ان کے دل کے اندرموجود ہے(یعنی کفر)اس کی تائیداورتصدیق کرنے والی چیزوں کے داخل ہونے کے لئے ان کے دل کے دروازے کھلے ہیں بندنہیں ہوئے۔ہاں اس کے خلاف (ایمان یاہدایت وغیرہ) کی باتوں کے لئے دروازہ بند ہے۔

پس تمہارے معنوں کوتسلیم کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ یہی ثابت ہوا کہ جس چیز پرمہرلگائی جائے اس کےمؤید کے لئے دروازہ بندنہیں ہوتا بلکہ اس کےمخالف کے لئے بند ہوتا ہے۔

پس اگر''خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ'' کےآیت کےمعنی بھی اس اصول کے ماتحت لیتے ہو۔تواس کا مطلب یہ بنے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے خلاف کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ہاں آپؐ کی تائید کے لئے نبی آ سکتا ہے۔

یادرہے کہ یہ معنی ہم نے تمہارے معنوں کوتسلیم کر کے لکھے ہیں۔ہمارےنقطۂ نگاہ سےاس کے معنوں کے لئے مندرجہ بالا حدیث پرغورکروتومعنے یہ ہوں گے کہ کافروں کے دلوں میں جوگند ہے خدااس کااظہاراپنی مہر کے ذریعہ کرتا ہےیعنی یہ تصدیق کرتا ہے کہ ان کے دلوں میں گندبھرا ہےاور یہ کہ''هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ''(البقرۃ:۷) وہ ایسے ہٹ دھرم ہیں کہ باوجودصداقت کےکھل جانے کے پھربھی ایمان نہیں لاتے گویاان کا ایمان نہ لانا خدا تعالیٰ کی مہر کےنتیجہ میں نہیں۔جیسا کہ تمہارا خیال ہے کیونکہ اس طور پرخداتعالیٰ کی ذات موردِاعتراض بنتی ہے کہ اگروہ لوگ ایمان نہیں لاتے تواس میں ان کا کیاقصور؟ خدانے ان کے دلوں پرمہرلگادی۔اب وہ بیچارے کافرر ہنے پرمجبور ہیں۔

لیکن ہمارےنزدیک یہ بات نہیں بلکہ اس آیت میں خداتعالیٰ نے ان کی اندرونی کیفیت کو بےنقاب کردیاہےاوراس کےگندہ اورقابل نفرت ہونے پرمہرتصدیق ثبت کردی۔

بہرحال تم قرآن مجید کی کوئی بھی آیت پیش نہیں کرسکتے۔جس میں''ختم'' کامشتق کلی طور پر بندکرنے کےمعنوں میں استعمال ہواہو۔اوراگرایساہوبھی توآیت خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ پراس کااثرنہیں

کیونکہ وہاں لفظ ''خاتم'' تاء کی زبر کے ساتھ اسم آلہ ہے اور عربی میں جب یہ لفظ جمع کی طرف مضاف ہو۔ اس کے معنے بلا استثناء ہمیشہ افضل کے ہوتے ہیں۔ کیا کوئی ہے جو ہمارے اس چیلنج کو توڑ سکے؟

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ۔۔۔۔۔ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

حضرت مسیح موعودؑ اور لفظ ''خَاتَم'' کا استعمال

بعض غیر احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض اُردو کتب سے ''خاتم الاولاد'' اور ''خاتم الخلفاء'' وغیرہ کے محارے پیش کیا کرتے ہیں تو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیے کہ عربی زبان میں اگر لفظ ''خاتم'' صیغہ جمع کی طرف مضاف ہو تو محارۂ عربی کے مطابق اس کے معنی بجز افضل کے نہیں ہوتے۔ اردو فارسی اور پنجابی میں اگر یہ لفظ ''بند کرنے والے'' کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہو تو اس سے مخالف کو کوئی فائدہ نہیں۔ جیسا کہ لفظ ''مکر'' کی مثال سے واضح کیا جا چکا ہے کہ یہ لفظ اردو، فارسی اور پنجابی میں دھوکہ اور فریب کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن عربی میں محض تدبیر کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ''مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ '' (ال عمران: ۵۵) والی آیت میں لفظ ''مکر'' اللہ تعالیٰ کی نسبت استعمال ہوا ہے۔

۱۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ کی کسی اُردو عبارت میں لفظ ''خاتم الاولاد'' کا لفظ استعمال ہوا ہے تو اس کا اس بحث میں پیش کرنا مفید نہیں۔ کیونکہ ہماری بحث قرآن مجید کی آیت ''خاتم النبیین'' سے متعلق ہے جو اردو میں نہیں بلکہ عربی زبان میں ہے۔

۲۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۵۷ طبع اول وصفحہ ۳۰۰ طبع ثانی کی تمہاری پیش کردہ عبارت یہ ہے:۔

''میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں اُن کے لئے خاتم الاولاد تھا۔'' (تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۷۹)

اس عبارت میں ''خاتم الاولاد'' سے مراد اولاد کا سلسلہ بکلی منقطع کرنے والا نہیں ہو سکتا کیونکہ کیا آپ کے والدین کی اولاد کا سلسلہ آپؑ کے بعد ختم ہو گیا؟ نہیں بلکہ آپ کے والدین کی اولاد کا سلسلہ آپ کے ذریعہ سے چلا اور آپ ''خاتم الاولاد'' ان معنوں میں ہوئے کہ آپ کے والدین کی اولاد کا سلسلہ آپ کے سوا دوسرے بچوں کے ذریعہ سے منقطع ہو گیا۔ لیکن صرف آپ کے ذریعہ سے آگے

ان کی اولاد چلی۔ظاہر ہے کہ ''اِبْنُ الْاِبْنِ اِبْنٌ''۔حضرت مسیح موعودؑ کا ایک دوسرا الہام تھا:۔

''یَنْقَطِعُ اٰبَائُکَ وَ یُبْدَءُ مِنْکَ'' (تذکرہ صفحہ ۵۳ ایڈیشن نمبر ۴)

''کہ تیرے والدین اور آباؤ اجداد کی نسل منقطع ہو جائے گی اور آئندہ تیرے ذریعہ سے شروع ہوگی۔''

پھر اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں یہ کلام الٰہی درج ہے۔

''ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۰۲)۔''اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا۔اندریں حالات ''خاتم الاولاد'' کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے والدین کا ان معنوں میں آخری بچہ ہو کہ اس کے سوا ان کی اولاد کا سلسلہ کسی اور بچے کے ذریعہ سے نہ چلے بلکہ صرف اس کے ذریعہ سے اولاد کا سلسلہ چلے۔

پس ''خاتم النبیین'' کے بھی یہی معنی ہوئے کہ دوسرے نبیوں کا سلسلہ ختم ہو جائے اور آئندہ نبیوں کا سلسلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ چلے۔

جس طرح ''خاتم الاولاد'' کے بعد ''اولاد'' کا سلسلہ بند نہیں ہوا اسی طرح ''خاتم النبیین'' کے معنی یہ نہیں ہو سکتے کہ آئندہ نبیوں کا سلسلہ بکلی بند ہو جائے۔البتہ موسیٰؑ ،عیسیٰؑ ، یحییٰ ، زکریاؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوتیں حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت سے ختم ہو گئیں۔اب ''خاتم النبیین'' کے ذریعہ توسط اور فیض سے نبوت کا سلسلہ شروع ہوگا۔پس تریاق القلوب کے حوالے سے تمہارا مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔

۳۔اس تریاق القلوب کے اگلے صفحہ یعنی طبع اول تقطیع کلاں کے صفحہ ۱۵۸ و طبع ثانی تقطیع خورد کے صفحہ ۳۰۲ پر عربی عبارت کر کے (جس میں لفظ خاتم الاولاد استعمال ہوا ہے) حضرت نے اس کا خود ہی اردو ترجمہ بصورت ذیل درج فرمایا ہے فَھُوَ خَاتَمُ الْاَوْلَادِ (فصوص الحکم نص حکمت نفثیہ کلمہ شیثیہ جزو دوم) اور وہ خاتم الاولاد ہوگا یعنی اس کی وفات کے بعد کوئی کامل بچہ پیدا نہیں ہوگا۔

پس ثابت ہوا کہ ''خاتم الاولاد'' کا محاورہ عربی کے لحاظ سے ترجمہ ''کامل بچہ'' ہے اور مراد یہ ہے کہ آپ کے والدین کے دوسرے بچے بھی تھے لیکن چونکہ آگے ان کی نسل منقطع ہو گئی اس لئے وہ ''کامل بچے'' کہلانے کے مستحق نہ تھے،لیکن چونکہ آپؐ ایسے بچے تھے جن کے ذریعہ آئندہ کے لئے آپ کے والدین کی اولاد کا سلسلہ چلا اس لئے ''کامل بچہ'' کہلانے کے آپ مستحق ہوئے۔اس مفہوم کے لحاظ سے آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ''کامل نبی'' ہیں کیونکہ آپ

کے آنے سے گذشتہ تمام نبیوں کا سلسلہ منقطع ہوگیا لیکن آپ کے ذریعہ اور آپ کے طفیل سے آئندہ غیر تشریعی اور امتی نبیوں کا سلسلہ جاری ہوا۔

احراری:۔ ''میں نکلا تھا'' کا لفظ مضحکہ خیز ہے۔

احمدی:۔ یہ طرز کلام حضرت مسیح موعودؑ کا اپنا نہیں بلکہ قرآن مجید کی اس آیت کا لفظی ترجمہ ہے۔ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ (النحل:۷۹) جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے اور اللہ نے نکالا تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے۔

پس اس '''نکلنے'' میں تو خود معترض بھی شامل ہے۔ یوں بے حیا بن کر قرآنی محاورات پر جو چاہے اعتراض کرتا رہے!

۴۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خاتم کا محاورہ جب بھی عربی عبارت میں استعمال فرمایا ہے وہاں اس کے معنی افضل ہی کے ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

''هو خاتم الحسينين و الجميلين، كما أنه خاتم النبيين والمرسلين.''

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۵۶۳)

''یعنی آنحضرت صلعم تمام حسینوں اور جمیلوں کے بھی خاتم ہیں جس طرح آپؐ رسولوں اور نبیوں کے خاتم ہیں۔''

الف۔ پس صاف طور پر ثابت ہوا کہ عربی محاورہ کے لحاظ سے حضرت مرزا صاحب ''خاتم'' کو افضل ہی کے معنوں میں استعمال فرماتے تھے۔

ب:۔ ایک دوسری جگہ یہ عربی عبارت لکھتے ہیں:۔ **''فحينئذٍ تكون وارث كل رسول ونبيّ .... وبِكَ تُختَم الولاية ''** (تحفہ بغداد۔ روحانی خزائن جلد۷ صفحہ ۲۴، فتوح الغیب مقالہ نمبر۴ صفحہ ۲۳ فارسی از شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ندائے غیب صفحہ ۷ ترجمہ اردو) اور اس عربی عبارت کا ترجمہ حضور اپنی طرف سے یہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''خدا تعالےٰ تجھے اپنے نبیوں اور رسولوں کا وارث بنا دے گا یعنی اُن کے علوم و معارف اور برکات جو مخفی اور ناپدید ہو گئے تھے۔ وہ از سرِ نو تجھ کو عطا کئے جائیں گے اور ولایت تیرے پر ختم ہو گی یعنی تیرے بعد کوئی نہیں اُٹھے گا جو تجھ سے بڑا ہو۔'' (برکات الدعا۔ روحانی خزائن جلد۶ صفحہ ۱۶ حاشیہ)

یہ دونوں عربی عبارتیں فیصلہ کن ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی دیگر تحریرات

بعض غیر احمدی حضرت مسیح موعودؑ کی بعض اس قسم کی تحریرات پیش کرتے ہیں جن میں معترضین کے نزدیک حضور نے خاتم النبین کا ترجمہ ''بند کرنے والا'' کیا ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کو بند قرار دیا ہے۔

الجواب ا:۔ حضرت اقدس نے جس نبوت یا رسالت کو بند قرار دیا ہے وہ غیر شریعی براہ راست نبوت ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔''اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔''

(ایک غلطی کا ازالہ۔روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۱۰)

۲۔ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا۔اور جس کے معنے یہ ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے......اس (خدا) نے میرا نام نبی رکھا ہے۔سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں......میں اس پر قائم ہوں۔اس وقت تک جو اس دنیا سے گذر جاؤں۔''

(خط اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء، بدر ۱۱ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۰ کالم ۱،۲ تاریخ احمدیت جلد ۲ صفحہ ۵۳۱)

۳۔''اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے۔'' (تجلیات الٰہیہ۔روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۱۲)

۴۔''یہ لوگ اسلام کے دشمن ہیں۔ختم نبوت کے ایسے معنے کرتے ہیں جس سے نبوت ہی باطل ہوتی ہے۔کیا ہم ختم نبوت کے یہ معنے کر سکتے ہیں کہ وہ تمام برکات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ملنی چاہئیں تھے وہ سب بند ہو گئے۔'' (چشمہ مسیحی۔روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۸۳)

۵۔''خدا تعالیٰ کا یہ قول وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ......اس آیت کے یہ معنے

ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ...... نبیوں کے لئے مُہر ٹھہرائے گئے ہیں۔ یعنی آئندہ کوئی نبوت کا کمال بجز آپ کی پیروی کی مُہر کے کسی کو حاصل نہیں ہوگا۔'' (چشمہ مسیحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۸۸)

۶۔ ''اللہ جلّ شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی اِسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔''

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۰ بقیہ حاشیہ)

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں سینکڑوں حوالجات موجود ہیں۔ جن سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت اقدس نے جہاں آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کو بند قرار دیا ہے۔ وہاں محض تشریعی اور براہ راست نبوت مراد لی ہے۔ اور جہاں حضرت اقدس نے نبوت کو جاری تسلیم فرمادیا ہے وہاں صرف غیر تشریعی اور بالواسطہ نبوت مراد لی ہے۔ فَلَا تَضَارَ۔

غیر احمدی:۔ حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے۔

''اَلَا تَعْلَمُ اَنَّ الرَّبَّ الرَّحِيْمَ الْمُتَفَضِّلَ سَمّٰى نَبِيَّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ الْاَنْبِيَآءِ بِغَيْرِ اِسْتِثْنَآءٍ''۔ (حمامۃ البشریٰ۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۲۰۰)

کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کا نام خاتم النبین بلا استثناء رکھا ہے غیر تشریعی نبوت کہاں گئی؟

الجواب۔ ہم آیت ''خاتم النبیین'' کی بحث میں بدلائل قویہ ثابت کر آئے ہیں کہ ''خاتم النبین'' کا ترجمہ ''افضل النبیین'' ہے

پس حضرت اقدس کی عبارت کا اردو میں ترجمہ یہ ہوگا کہ ''اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو افضل الانبیاء بلا استثناء قرار دیا ہے۔''

یعنی کوئی ایک بھی نبی ایسا نہیں جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل نہ ہوں اسی طرح ''لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ'' والی حدیث کے متعلق بھی ہم ثابت کر آئے ہیں کہ اس کے معنی بھی یہی ہیں کی حضورؐ کے خلاف بلا حضورؐ کی اتباع کے نیز حضورؐ کی طرح صاحب شریعت کوئی نبی نہ آئے گا۔

پس اس حوالہ سے تمہارا مقصد حاصل نہیں ہوتا ''لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ'' کا جو ترجمہ ہم نے کیا ہے وہ خود تمہارے بزرگ قبل از احمدیت کر چکے ہیں ملاحظہ ہو:۔

''ہاں ''لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ'' آیا ہے۔ اس کے معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی

نبی شرع ناسخ نہیں لاوے گا۔‘‘

(اقتراب الساعۃ مطبع مفید عام الکائنہ فی آگرہ ۱۳۰۱ھ صفحہ ۱۶۲ مصنفہ نواب نور الحسن خان)

غیر احمدی:۔ حضرت و مرزا صاحب نے مسیح ابن مریم کو سلسلہ موسویہ کا ’’خاتم الخلفاء‘‘ قرار دیا ہے اور اپنے آپ کو سلسلہ محمدیہؐ کا خاتم الخلفاء قرار دیا ہے۔

جواب:۔’’خاتم الالخلفاء‘‘ کے معنی افضل الخلفاء کے ہیں۔ آخری خلیفہ کے نہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آپ کو اسی طرح سلسلہ محمدیہ کا خاتم الخلفاء قرار دیا ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سلسلہ موسویہ کا۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بعد سلسلہ خلافت تسلیم کیا ہے یا نہیں؟

الف:۔ تو ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ’’حمامۃ البشریٰ‘‘ میں تحریر فرمایا ہے:۔

’’**يُسَافِرُ الْمَسِيْحُ الْمَوْعُوْدُ أَوْ خَلِيْفَةٌ مِّنْ خُلَفَائِهٖ إِلٰى أَرْضِ دِمَشْقَ.**‘‘

(حمامۃ البشریٰ۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۲۲۵)

کہ مسیح موعودؑ یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ دمشق کا سفر اختیار کرے گا۔

(نیز دیکھو پیغام صلح صفحہ ۱۳۱ و نیز ڈائری ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء)

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بعد سلسلہ خلافت تسلیم فرمایا ہے۔ پس خاتم الخلفاء کے معنی آخری خلیفہ کے نہ ہوئے۔ بلکہ افضل الخلفاء کے ہوئے۔

ب:۔ زیادہ وضاحت کے لئے اسی خطبہ الہامیہ میں حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔’’**اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَاَنَا خَاتَمُ الْاَوْلِيَاءِ لَا وَلِيَّ بَعْدِيْ اِلَّا الَّذِيْ هُوَ مِنِّيْ وَعَلٰى عَهْدِيْ۔**‘‘

(خطبہ الہامیہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۷۰)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں۔ مگر وہی جو مجھ سے ہو اور میرے عہد پر قائم ہو۔

غرضیکہ حضرت مرزا صاحب نے خاتم الانبیاء کا مفہوم بالکل واضح فرما دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ مگر وہی جو آپ میں سے ہو اور آپ کے عہد پر آئے یعنی بالواسطہ بغیر شریعت کے۔

سو یہی مذہب جماعت احمدیہ کا ہے۔ خلافت کے متعلق تو حضرت بانی سلسلہ فرماتے ہیں:۔

''ولایت وامامت وخلافتِ حقہ کبھی ختم نہیں ہوگی۔ یہ سلسلہ آئمہ راشدین خلفاء ربانیین کا کبھی بند نہیں ہوگا۔'' (الحکم جلد۲ نمبر ۳۸ صفحہ ۳ کالم نمبر ۱، ۸ دسمبر ۱۸۹۸ء قادیان)

دوسری آیت:۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدة:۴)

الجواب:۔ یہ آیت تو امکانِ نبوت کی دلیل ہے (تفصیل دیکھو دلائل امکان نبوت بارہویں دلیل صفحہ ۴۰۷)

اگر کہو کہ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ میں ''نعمت'' سے مراد نبوت ہے اور وہ تمام ہوگئی یعنی ختم ہوگئی تو اس کا جواب یہ ہے۔

۱۔قرآن میں تورات کے متعلق ہے تَمَامًا عَلَى الَّذِيْۤ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (الانعام:۱۵۵) گویا تورات ''تمام'' تھی مگر اس کے بعد پھر کتاب آ گئی (قرآن) پس جس طرح اِتمامِ کتاب کے بعد کتاب آ گئی اسی طرح اِتمامِ نعمت کے بعد نعمت آ گئی۔فلا اعتراض!

۲۔اس آیت میں تو اتمامِ نعمت کا ذکر ہے اور نعمت صرف نبوت ہی نہیں بلکہ بادشاہت، صدیقیت،شہادت،صالحیت یہ سب نعمتیں ہیں جیسا کہ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (النساء:۷۰) نیز يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا (المائدة:۲۱) پس اگر اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد نبوت بند ہوگئی ہے تو پھر امت محمدیہ میں بادشاہی،صدیقیت اور شہادت اور صالحیت سب بند ہو گئیں۔مگر یہ خلاف واقعہ ہے۔پس تمہارا ترجمہ غلط ہے اور صحیح ترجمہ یہ ہے کہ تم کو پوری نعمت دی گئی۔

۳۔قرآن مجید میں ہے کہ جب حضرت یوسفؑ نے اپنا خواب حضرت یعقوبؑ کے سامنے بیان کیا تو انہوں نے جواب دیا۔

يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ (یوسف:۷) کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تجھ پر اپنی نعمت تمام کرے جس طرح اس نے تیرے باپ دادا ابراہیمؑ واسحاقؑ پر اپنی نعمت تمام کی تھی۔گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی نعمت تمام ہوئی۔ پھر حضرت اسحٰق،یعقوب ویوسف علیہم السلام پر نعمت تمام ہوئی اور پھر آنحضرت صلعم کے ذریعہ مسلمانوں پر بھی نعمت تمام ہوئی۔اس کے معنے بند کرنا کس طرح ہوئے؟ کیا حضرت ابراہیمؑ اور اسحاقؑ پر نبوت بند

ہوگئی تھی؟ پس اس کے یہ معنے ہیں کہ میں نے تم کو پوری پوری نعمت دی ہے اس آیت کا ترجمہ تفسیر حسینی میں مندرجہ ذیل درج ہے:۔

''اور پوری کرے گا اپنی نعمت کہ نبوت ہے تجھ پر اوراولاد یعقوب پر یعنی تیرے بھائیوں پر ایک قول کے بموجب انہیں پیغمبر کہتے ہیں یا یعقوب علیہ السلام کی نسل پر کہ اس میں انبیاء علیہم السلام پیدا کرے گا'' (تفسیر حسینی جلد اصفحہ ۴۸۵ مترجم اردو تفسیر سورۃ یوسف ع ۱)

پس ''اتمام نبوت'' ''برامت محمدیہ'' کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ میں سے نبی پیدا کرے گا جس طرح آل یعقوب پر اتمام نعمت سے مراد ان میں نبی پیدا کرنا تھی۔

تیسری آیت:۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سبـــاء:۲۹) چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے رسول ہیں لہٰذا اب کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

الجواب:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے۔کیا ان کے بعد بنی اسرائیل ہی کے لئے حضرت داؤد، سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نبی ہو کر نہیں آئے ؟ پس آنحضرت صلعم چونکہ تمام دنیا کی طرف رسول ہیں (ب) آپ کے بعد جو رسول آپؐ کی اتباع میں آئے گا وہ بھی تمام دنیا کی طرف ہوگا۔

۲۔قرآن مجید تمام دنیا کے لئے شریعت ہے پس جو نبی قرآن کی اشاعت کے لئے آئے گا وہ بھی ساری دنیا ہی کی طرف آئے گا۔

۳۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بقول غیر احمدی آئیں گے وہ کن لوگوں کی طرف آئیں گے؟

چوتھی آیت:۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیـــاء:۱۰۸) چونکہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے رحمت ہوکر آئے ہیں اس لئے اب کسی نبی کے لئے گنجائش نہیں۔

الجواب:۔تیسری دلیل کا جواب پڑھو۔

پانچویں آیت:۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف:۱۵۸)

الجواب:۔تیسری دلیل پڑھو

چھٹی آیت:۔ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (البقرۃ:۵) بتاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی وحی نازل نہ ہوگی۔

الجواب:۔(۱) اول تو عدم ذکر سے عدم شئ لازم نہیں آتا،لیکن ذرا غور تو کرو کہ اسی آیت میں

کیا یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ کا لفظ موجود نہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی ساری وحی پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے اور اس ''مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ'' (قرآن مجید) میں متعدد مقامات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں اور غلاموں پر وحی الٰہی اور ملائکہ کے نزول کا ذکر موجود ہے اور بعد میں آنے والے امتی نبیوں کی بعثت کی خبر دے کر ان پر ایمان لانے کی تلقین کی گئی ہے (جن کی کسی قدر تفصیل دلائل امکان نبوت از روئے قرآن مجید میں دی گئی ہے وہاں سے ملاحظہ ہوں) لیکن بطور مزید مثال ایک آیت درج ہے۔

''اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا'' (حم سجدہ: ۳۱) کہ وہ مومن جو اسلامی توحید پر استقامت اختیار کریں گے ان پر فرشتے یہ پیغام لے کر نازل ہوں گے کہ کوئی خوف نہ کرو اور مت حزیں ہو اور ہم تم کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ ہم تمہارے اس دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی دوست ہیں۔ یہ آیت اس امر کے اثبات کے لئے نص قطعی ہے کہ قرآن مجید اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے متبعین پر اسی دنیا میں ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔ چنانچہ۔

تفسیر بیضاوی جلد۲ صفحہ۲۶۷ مطبع احمدی دہلوی وتفسیر قادری المعروف بہ تفسیر حسینی جلد۲ صفحہ۳۸۰ مترجم اردو پر اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مومنوں پر اسی دنیا میں الہام الٰہی کے نزول کا اس آیت میں وعدہ دیا گیا ہے۔

(۲) پھر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ (المومن: ۱۶) اس کا ترجمہ تفسیر قادری سے نقل کیا جاتا ہے:۔

''وہ ہے بلند کرنے والا درجے۔ خداوند عرش ہے ڈالتا ہے روح کو اپنے حکم سے یا بھیجتا ہے جبرئیل کو جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے یعنی جسے چاہتا ہے مرتبۂ نبوت عطا فرماتا ہے تا کہ ڈراوے وہ جس پر وحی آئے لوگوں کو ملاقات کے دن سے۔ (تفسیر حسینی مترجم اردو جلد۲ صفحہ۳۶۰)

اس آیت میں ''یُلْقِی'' مضارع کا صیغہ ہے جو مستقبل کے زمانہ پر بھی دلالت کرتا ہے۔ پس اس مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ میں بھی آئندہ وحی اور نبوت کا اجراء بیان کیا گیا ہے۔ پس جو شخص یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ کا مصداق ہے وہ طبعی طور پر اس وحی پر ایمان لاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

اتباع کے طفیل حضورؐ کے غلاموں پر نازل ہوتی ہے۔ پھر اس شخص سے علیحدہ طور پر اقرار لینے کی کیا ضرورت تھی؟

(۳) اس طرح تو کوئی شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اس آیت میں ایمان بالملائکہ کا بھی کوئی ذکر نہیں اس لئے ثابت ہوا کہ ملائکہ پر ایمان لانا ضروری نہیں یا یہ کہ سرے سے ان کا کوئی وجود ہی نہیں۔ تو اس کا جواب بھی یہی ہوگا کہ ملائکہ پر ایمان مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ کے اندر شامل ہے اور مذکور ہے۔ اس لئے علیحدہ طور پر اس کے ذکر کی ضرورت نہیں۔

(۴) اسی طرح اس آیت میں تمہارے خود تسلیم کردہ مسیح موعود اور مہدی کا بھی تو ذکر نہیں۔

آنحضرت صلعم کے بعد وحی

علاوہ مندرجہ بالا نیز دیگر آیات قرآنی کے (جن کی تفصیل مضمون ''دلائل امکان نبوت'' میں درج کی گئی ہے) احادیث نبوی میں بھی اس وحی کی خبر دی گئی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسیح موعود اور امام مہدی پر نازل ہوگی دیکھو صحیح مسلم۔ کتاب الفتن و اشراط الساعۃ باب صفت الدجال و نزول المسیح جلد۲ و مشکوٰۃ کتاب الفتن باب فی العلامات بین یدی الساعۃ کہ ''اَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلٰی عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ'' کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعودؑ پر وحی نازل کرے گا۔ نیز دیکھو حجج الکرامہ صفحہ۴۳۱ و اقتراب الساعۃ صفحہ۱۶۳ مطبع مفید عام الکائنۃ فی آگرہ جہاں حضرت امام سیوطی حضرت حافظ ابن حجر اور دیگر بزرگان کی تصریحات کی بناء پر لکھا ہے کہ مسیح موعودؑ پر بعد نزول حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ وحی نازل ہوگی۔ مفصل حوالجات ذیل میں درج ہیں:۔

۱۔ علامہ ابن حجر الہیثمی سے جب پوچھا گیا کہ جب مسیح موعودؑ آئے گا تو اس پر وحی نازل ہوگی؟ تو انہوں نے جواب دیا۔

نَعَمْ یُوْحٰی اِلَیْهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَحْیٌ حَقِیْقِیٌّ کَمَا فِیْ حَدِیْثِ مُسْلِمٍ (روح المعانی سورۃ احزاب زیر آیت نمبر۳۹ تا ۴۸) ہاں خدا تعالیٰ ان پر وحی حقیقی نازل کرے گا جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے۔

۲۔ حدیث مسلم میں ہے ''یَقْتُلُ عِیْسَی الدَّجَّالَ عِنْدَ بَابِ لُدِّ الشَّرْقِیِّ فَبَیْنَمَا هُوَ کَذٰلِکَ اِذْ اَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ اِنِّیْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا مِنْ عِبَادِیْ۔''

(مسلم کتاب الفتن و اشراط الساعۃ باب ذکر الدجال، مشکوٰۃ صفحہ۴۵۳ کتاب الفتن باب العلامات بین یدی الساعۃ)

کہ مسیح موعودؑ دجال کو باب لُدّ شرقی پر قتل کرے گا اور جب وہ اس حالت میں ہوں گے تو خداتعالیٰ مسیح موعودؑ پر وحی کرے گا کہ میں نے اپنے بندوں میں سے بعض بندے تیری حمایت میں نکالے ہیں۔

۳۔اس حدیث کونقل کر کے نواب صدیق حسن خاں صاحب حجج الکرامہ میں لکھتے ہیں:۔

''وظاہر آنست کہ آرندہ وحی بسوئے او جبرئیل علیہ السلام باشد بلکہ بہمیں یقین داریم ودراں تردد نمی کنیم چہ جبرائیل سفیر خدااست درمیان انبیاء علیہم السلام وفرشتہ دیگر برائے ایں کار معروف نیست''

(حجج الکرامہ ازنواب صدیق حسن خان صاحب مطبع شاہجہانی بھوپال صفحہ ۴۳۱)

کہ ہمیں یقین ہے کہ مسیح موعودؑ کی طرف جبرائیل ہی وحی لے کر آویں گے کیونکہ انبیاء کی طرف خدا کی وحی لانے کے لئے وہی مقرر ہیں۔اور ان کے سوا کوئی دوسرا فرشتہ اس کام پر مقرر نہیں ہے۔

۴۔علامہ ابن حجر الہیثمی فرماتے ہیں:۔وَ ذٰلِکَ الْوَحْیُ عَلٰی لِسَانِ جِبْرِیْلَ اِذْ ھُوَ السَّفِیْرُ بَیْنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ اَنْبِیَآئِہٖ۔ (روح المعانی جلد ۱۸ احزاب زیرآیت نمبر ۳۹ تا ۴۸ صفحہ ۶۵)

علاوہ ازیں امام ابن حجر الہیثمی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ابراہیمؑ (جو آیت خاتم النبیین کے نزول کے بعد پیدا ہوئے) نبی تھا اور پھر یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ان کی طرف حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوئے جس طرح جبرئیلؑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ماں کی گود میں وحی لے کر نازل ہوئے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام پر تین سال کی عمر میں نازل ہوئے۔لکھتے ہیں:۔

''وَلَا بُعْدَ فِیْ اِثْبَاتِ النُّبُوَّۃِ لَہٗ مَعَ صِغْرِہٖ لِاَنَّہٗ کَعِیْسَی الْقَائِلِ یَوْمَ وُلِدَ اِنِّیْ عَبْدُاللّٰہِ اٰتَانِیَ الْکِتَابَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَ کَیَحْیَی الَّذِیْ قَالَ تَعَالٰی فِیْہِ وَ اٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا۔'' (الفتاویٰ الحدیثیہ مصنفہ امام ابن حجر الہیثمی مطلب ما ورد فی حق ابراھیم ابن نبینا)

کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحبزادہ ابراہیمؑ چھوٹی عمر میں نبی ہوگیا تو اس میں کوئی بعید از عقل بات نہیں کیونکہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی طرح ہیں جنہوں نے پیدائش کے دن کہا تھا کہ میں خدا کا بندہ ہوں۔ مجھے اللہ نے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے۔ نیز وہ حضرت یحییٰ کی طرح ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو بچپن ہی کی عمر میں دانشمندی عطا فرمائی تھی۔'' پھر فرماتے ہیں:۔

وَ اِحْتِمَالُ نُزُوْلِ جِبْرِیْلَ بِوَحْیٍ لِعِیْسٰی اَوْ یَحْیٰی یَجْرِیْ فِیْ اِبْرَاھِیْمَ وَ یُرَجِّحُہٗ

اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَوَّمَہٗ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ اَوْ عُمُرُہٗ ثَمَانِیَۃَ اَشْھُرٍ.

(الفتاویٰ الحدیثیہ مصنفہ امام ابن حجر الہیثمی مطلب ما ورد فی حق ابراھیم ابن نبینا)

کہ جس طرح حضرت عیسیٰ اور یحیٰ علیہ السلام پر بچپن میں جبرئیلؑ وحی لے کر نازل ہوئے اس طرح احتمال ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ابن النبی صلعم پر جبرئیل وحی لے کر بچپن کی عمر میں نازل ہوئے اور یہ بات بدیں وجہ وزنی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچہ ابراہیمؑ کو عاشورہ کے روزے رکھوائے حالانکہ ان کی عمر ابھی صرف آٹھ ماہ کی تھی۔

۵۔علامہ ابن حجر مذکور فرماتے ہیں:۔''وَخَبَرُ لَا وَحْیَ بَعْدِیْ بَاطِلٌ وَ مَا اَشْھَرَ اَنَّ جِبْرِیْلَ لَا یَنْزِلُ اِلَی الْاَرْضِ بَعْدَ مَوْتِ النَّبِیِّ صَلْعَمْ فَھُوَ لَا اَصْلَ لَہٗ۔''

(روح المعانی جلد ۸ احزاب زیر آیت ۳۹ تا ۴۸)

۶۔اس کا ترجمہ فارسی میں نواب صدیق حسن خان صاحب نے یہ کیا ہے:۔

''وآنکہ بر اَلْسِنَہ عامہ مشہور شدہ کہ نزول جبرائیلؑ بسوئے ارض بعد موت رسول خدا صلعم نشود بے اصل محض است'' (حجج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان صاحب مطبع شاہجہانی بھوپال صفحہ ۴۳۱) کہ یہ حدیث کہ میرے بعد کوئی وحی نہیں باطل ہے (موضوع ہے) اور یہ جو عام طور پر مشہور ہے کہ جبرائیل وفاتِ نبویؐ کے بعد زمین پر نازل نہیں ہوں گے اس کی کوئی بنیاد نہیں۔

مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر مِنْ قَبْلِکَ سے غیر احمدیوں کا استدلال باطل ہے۔

ساتویں آیت:۔ عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ (المائدۃ:۲۰)

جواب:۔''فَتْرَۃ'' کے معنے ختم ہو جانا نہیں بلکہ اس کے معنی ''وقفہ'' کے ہیں جو دو رسولوں کے درمیان ہوتا ہے۔ چنانچہ لغت میں لکھا ہے:۔

"Interval between two fits of fever, between the missions of two prophets, interregnum truce."(الفرائد الدریہ صفحہ ۵۴۴)

یعنی فترۃ کے معنی ہیں بخار کے دو حملوں کا درمیانی وقفہ، دو نبیوں کا درمیانی زمانہ، عارضی صلح۔

پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد جب ایک وقفہ پڑ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا گیا چنانچہ لکھا ہے:۔

''وَ الْفَتْرَۃُ الَّتِیْ کَانَتْ بَیْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ''

(البحر المحیط زیرآیت المائدہ:۱۶) کہ فترۃ سے مراد وہ زمانہ ہے جوآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان گزرا۔''

۳۔حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

نَبِیٌّ اَتَانَا بَعْدَ یَاسٍ وَ فَتْرَۃٍ مِنَ الرُّسُلِ وَالْاَوْثَانُ فِی الْاَرْضِ تُعْبَدُ

(شرح دیوان حسان قافیہ الدّال)

یعنی ہمارے پاس محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاس اور فترۃ کے بعد آئے ہیں (یعنی ایسے وقت جب کہ کافی عرصہ نبی کو مبعوث ہوئے گزر چکا تھا) اور حالت یہ ہے کہ زمین میں بتوں کی پرستش کی جاتی ہے۔

۴۔یہ آیت امکانِ نبوت کی دلیل ہے کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ اس خیال سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک لمبے عرصہ تک کسی نبی کے مبعوث نہ ہونے کی وجہ سے لوگ یہ خیال نہ کرنے لگ جائیں کہ شاید خدا تعالیٰ نے اب نبی بھیجنا ہی بند کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے نبی بھیج دیا۔ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ (المائدۃ :۲۰) تا کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا۔ بعینہٖ یہی صورت حال اب بھی ہے۔

تردید دلائل انقطاع نبوت از روئے حدیث

پہلی حدیث:۔ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (بخاری کتاب الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل)

الجواب نمبرا:۔ اس حدیث کی دوسری روایت ہے۔

قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَا عَلِیُّ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ کَھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی غَیْرَ اَنَّکَ لَسْتَ بِنَبِیٍّ۔ (طبقات کبیر لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۲۵ بیروت ۱۹۵۷ء)

کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ اے علی کیا تو خوش نہیں کہ تو مجھے ایسا ہی ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو ہارون مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد تو نبی نہیں ہوگا۔ ''لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ '' کی تشریح کر دی کہ آنحضرت صلعم کا خطاب عام نہیں بلکہ خاص حضرت علیؓ سے ہے۔

الجواب نمبر۲:۔ اسی بخاری میں آنحضرت صلعم کی بعینہٖ ایسی ہی ایک اور حدیث ہے؟ ''عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلْعَمْ اِذَا ھَلَکَ کِسْرٰی فَلَا کِسْرٰی بَعْدَہٗ وَ اِذَا ھَلَکَ قَیْصَرُ فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَہٗ '' (بخاری کتاب الایمان والنذور باب کیف کانت یمین النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسریٰ مرے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ

نہ ہوگا اور جب یہ قیصر مرے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔

اپنے متعلق ''لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ''اور قیصر کے متعلق ''لَا قَیْصَرَ بَعْدَہٗ ''فرمایا۔ کیا قیصر کے بعد کوئی نہیں ہوا؟ اور کیا کسریٰ شاہ ایران کے بعد اور کوئی کسریٰ نہیں ہوا؟ اگر ہوئے ہیں اور نسلاً بعد نسلٍ ہوتے رہے ہیں تو پھر حدیث لَا قَیْصَرَ بَعْدَہٗ اور لَا کِسْریٰ بَعْدَہٗ کے کیا معنے ہیں۔ اگر اس کے معنے یہ ہیں کہ ان قیصر و کسریٰ کے بعد اس شان کے قیصر و کسریٰ نہ ہوں گے جیسا کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی کتاب المناقب دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور جلد ۶ میں اس حدیث کا مطلب ہے ''مَعْنَاہُ فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَہٗ یَمْلِکُ مِثْلَ مَا یَمْلِکُ ۔'' کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ قیصر مر جائے گا تو اس کے بعد کوئی ایسا قیصر نہ ہوگا جو اس طرح حکومت کرے جس طرح یہ کرتا ہے۔ تو لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا مطلب بھی یوں ہوگا کہ آپ جیسا نبی آپ کے بعد نہیں ہوگا۔ یہ ''لَا''صفت موصوف کی نفی کے لئے ہوتا ہے۔ جیسا کہ مقولہ ''لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُو الْفِقَارِ'' (موضوعات کبیر از ملاّ علی قاری صفحہ ۵۹، ۸۱) کیا حضرت علیؓ کے بعد کوئی جوان نہیں ہوا؟ اور کیا ذوالفقار کے بعد کوئی تلوار نہیں بنی؟ پس اس میں حضرت علی جیسے جوان کی اور ذوالفقار جیسی تلوار کی نفی ہے۔ مطلق نفی نہیں۔ پس ''لَا''، نفی جنس کا نہیں بلکہ صفت موصوف کی نفی کے لئے آیا ہے۔

الف۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ حدیث لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ (بخاری . کتاب المناقب مناقب انصار باب ھجرۃ النبیؐ و اصحابہٗ الی المدینۃ) کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا قَوْلُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ فَالْمُرَادُ الْھِجْرَۃُ الْمَخْصُوْصَۃُ

(تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۵۸۰ مطبوعہ مصر زیر آیات اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ ھَاجَرُوْا وَ جَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ .الانفال:۷۳)

یعنی حضورؐ کے ارشاد ''لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ '' کا مطلب یہ نہیں کہ فتح مکہ کے بعد ہر قسم کی ہجرت بند ہوگئی بلکہ صرف ایک خاص ہجرت مراد ہے جو مکہ سے مدینہ کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوتی تھی۔

پس بعینہٖ اسی طرح ''لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ''میں بھی ہر قسم کی نبوت مراد نہیں بلکہ صرف ایک مخصوص نبوۃ کا انقطاع مراد ہے جو شریعت جدیدہ کی حامل ہو اور جو قرآنی شریعت کو منسوخ کرے نیز براہ راست ہو۔

نوٹ:۔ بعض غیر احمدی ایام الصلح کے حوالہ سے کہا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ لَا نفی عام کے لئے ہے تو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ حوالہ ایام الصلح پر حضرت

اقدس بحث حضرت مسیح ناصری کی بعثت ثانی کے متعلق فرما کر یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اب مسیح ناصریؑ واپس نہیں آسکتا اور یہ کہہ کر غیر احمدیوں کو ملزم کر رہے ہیں کہ جب لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے مطابق نبوت بند ہوگئی اور لَا نفی عام کے لیے ہے تو پھر کس طرح آنحضرتؐ کے بعد مسیح نبی اللہ کا واپس آنا مانتے ہو؟ لَا کا نفی عام ہونا غیر احمدیوں کو مسلم ہے اور یہی بتانا حضرت اقدسؑ کا مقصود تھا کیونکہ جب بقول غیر احمدیاں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سے کسی قسم کا استثناء جائز ہی نہیں تو پھر مسیح ناصری کی آمد ثانی کے لیے وہ استثناء کہاں سے نکالتے ہیں؟ ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو اپنا عقیدہ در بارۂ امکانِ نبوت ایسا واضح کر دیا ہے کہ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ لَا نفی کمال جس کا ذکر ہم نے بعض مثالیں دے کر اوپر کیا ہے اس کو حضرت اقدس نے بھی تسلیم فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

''یاد رکھنا چاہیے کہ نفی کا اثر اسی حد تک محدود ہوتا ہے جو متکلم کے ارادہ میں متعین ہوتی ہے۔ خواہ وہ ارادہ تصریحاً بیان کیا گیا ہو یا اشارةً مثلاً کوئی کہے کہ اب سردی کا نام ونشان باقی نہیں رہا تو ظاہر ہے کہ اس نے اپنے بلدہ کی حالت موجودہ کے موافق کہا ہے اور گو اس نے یہ بظاہر اپنے شہر کا نام بھی نہیں لیا مگر اس کے کلام سے سمجھنا کہ اس کا یہ دعویٰ ہے کہ کل کوہستانی ملکوں سے بھی سردی جاتی رہی اور سب جگہ سخت اور تیز دھوپ پڑنے لگی اور اس کی یہ دلیل پیش کرنا کہ جس لا کو اس نے استعمال کیا ہے۔ وہ نفی جنس کا '' لا '' ہے جس کا تمام جہان پر اثر پڑنا چاہیے درست نہیں۔''

(تصدیق النبیؐ از حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ ناشر فخر الدین ملتانی صفحہ ۱۰)

ب:۔'' لَا کِسْرٰی بَعْدَهٗ یعنی...... دوسرا کسریٰ پیدا نہیں ہوگا جو ظلم اور جور و جفا میں اُس کا قائم مقام ہو۔ اِس حدیث سے استنباط ہوسکتا ہے کہ...... پھر ایسی ہی خصلت کا کوئی اور اِنسان اُس قوم کے لئے پیدا ہونا خیال محال ہے۔''

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۳۷۹)

پس حضرت اقدس نے کمالِ موصوف کی نفی والا ''لَا'' تسلیم فرمایا ہے بلکہ جو استنباط ہم نے لا کسریٰ بعدهٗ کی حدیث سے کیا تھا اُس کی حرف بحرف تصدیق بھی فرما دی ہے۔

ایامِ الصلح کے حوالہ میں حضرت اقدس نے غیر احمدیوں کو الزامی طور پر اُن کے مسلمہ عقیدہ کے رُو سے ساکت کیا ہے کہ لانبی بعدی کے لَا نفی عام سے حضرت عیسیٰؑ کی استثناء کس طرح ہوسکتی ہے؟ گویا یہ دلیل اس شخص کے لیے ہے جو حیات مسیح کا قائل ہو مگر نبوت کو آنحضرت صلعم کے بعد ختم

مانتا ہو۔مگر حضرت اقدس تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قطعی طور پر بروئے نصوص صریحہ قرآنیہ وحدیثیہ ووحئ الٰہی وفات یافتہ تسلیم کرتے تھے۔ حضور کے نزدیک مسیح ناصری کا واپس آنا اس لیے محال نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں بلکہ اس لیے کہ مردہ واپس دنیا میں نہیں آیا کرتا۔ حضرت اقدس کی یہ دلیل اس طرح کی ہے جس طرح ہم نے وفات مسیح کے دلائل کے ضمن میں ''اِسْمُهٗ اَحْمَدُ'' والی پیشگوئی کو پاکٹ بک ہذا میں درج کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اگر حضرت مسیح ناصری دنیا میں واپس آجائیں تو اندریں صورت وہ آنحضرت صلعم کے ''بعد'' اور آنحضرت صلعم کے ''قبل'' ہو جائیں گے حالانکہ پیشگوئی ''اِسْمُهٗ اَحْمَدُ'' میں ''احمد'' رسول کو بہرحال حضرت مسیح سے ''بعد'' میں ہونا چاہیے۔

اب کوئی تمہارے جیسا عقلمند ہمارے اس استدلال کو لے کر کھڑا ہو جائے اور شور مچاوے کہ دیکھو مصنف احمدیہ پاکٹ بک کا مذہب یہ ہے کہ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ والی پیش گوئی کے مصداق حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ ہم نے اِسْمُهٗ اَحْمَدُ کی پیش گوئی سے وفات مسیح پر استدلال غیر احمدیوں کے عقیدہ کے رُو سے کیا ہے کیونکہ وہ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ کی پیشگوئی کا مصداق آنحضرت صلعم ہی کو مانتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''لَانَبِیَّ بَعْدِیْ'' سے وفاتِ مسیح پر استدلال فرمایا ہے۔ کیونکہ غیر احمدی لَانَبِیَّ بَعْدِیْ کا ترجمہ ''آخری نبی'' ہی کرتے ہیں اور ''لَا'' کو نفی عام ہی کے لیے قرار دیتے ہیں۔ ورنہ حضرت اقدسؑ کا اپنا مذہب دربارۂ امکان نبوت دوسری جگہ پر ملاحظہ فرمائیں جس میں سے ایک حوالہ یہ ہے۔

''شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔''

(تجلیات الٰہیہ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۱۲)

نیز ''لا'' کے متعلق حضرت اقدس کی تحریرات سے دو حوالے اور درج ہو چکے ہیں۔

(خادمؔ)

جواب نمبر ۳:۔ پھر اس حدیث میں لفظ بَعْدِیْ بھی غور طلب ہے قرآن مجید میں لفظ ''بعد'' مغائرت اور مخالفت کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے۔

ا۔ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ (الجاثیۃ: ۷) کہ اللہ اور اس کی آیات کے بعد کونسی بات پر وہ ایمان لائیں گے؟ اللہ کے بعد کیا مطلب؟ کیا اللہ کے فوت ہونے کے بعد؟ یا اللہ کی غیر حاضری میں؟ ظاہر ہے کہ یہ دونوں معنے باطل ہیں۔ پس ''بعد اللہ'' کا مطلب یہی ہوگا کہ اللہ کے خلاف۔

اللہ کو چھوڑ کر یا میرے خلاف رہ کر کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

۲۔حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **فَاَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِىْ اَحَدُهُمَا اَسْوَدُ الْعَنْسِىُّ وَالْاٰخَرُ مُسَيْلَمَةُ** (بخاری **کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفه**) یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خواب میں میں نے سونے کے جو دو کنگن دیکھے اوران کو پھونک مارا کر اُڑایا۔تواس کی تعبیر مَیں نے یہ کی کہ اس سے مراد دو کذاب ہیں جو میرے بعد نکلیں گے۔پہلا اسود عنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ ہے اس حدیث میں آنحضرت صلعم نے **يَخْرُجَانِ بَعْدِىْ** فرمایا ہے کہ وہ دونوں کذاب میرے بعد نکلیں گے یہاں ''بعد'' سے مراد غیر حاضری یا ''وفات'' نہیں بلکہ ''مخالفت'' ہے کیونکہ مسیلمہ کذاب اوراسود عنسی دونوں آنحضرت صلعم ہی کی زندگی میں مدعی نبوت ہوکر آنحضرت صلعم کے بالمقابل کھڑے ہو گئے تھے چنانچہ اسی بخاری میں آنحضرت صلعم کی دوسری حدیث درج ہے۔

''**فَاَوَّلْتُهُمَا الْكَذَّابَيْنِ الَّذَيْنِ اَنَا بَيْنَهُمَا صَاحِبَ صَنْعَاءَ وَ صَاحِبَ الْيَمَامَةِ**''

(بخاری **کتاب التعبیر الرؤیا .باب النفخ فی المنام و کتاب المغازی باب وفدبنی حنیفه**)

پس میں نے اس سے مراد لی دو کذاب۔جن کے میں اس وقت درمیان ہوں اسود عنسی اور مسیلمۃ الیمامی۔پس ''**اَنَا بَيْنَهُمَا** '' صاف طور پر بتا تا ہے کہ دوسری روایت میں **يَخْرُجَانِ بَعْدِىْ** میں ''بعدی'' سے مراد میرے مدمقابل اور میرے مخالف ہی ہے نہ کہ وفات یا غیر حاضری۔پس **لا نبی بعدی** میں بھی ''بعدی'' سے مراد ہے کہ میرے مدمقابل اور مخالف ہوکر کوئی نبی نہیں آسکتا۔

نوٹ:۔ بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ حدیث ہذا میں ''بعدی'' سے مراد میرا مخالف ہونا نہیں بلکہ یہاں ''بعد'' کا مضاف الیہ محذوف ہے یعنی مراد ''**بَعْدَ نُبُوَّتِىْ** '' ہے کہ میری نبوت کے بعد نیز اسی طرح سے قرآن مجید کی آیات میں ''**بَعْدَ اللهِ** '' کے لفظ میں بھی ''بعد'' کا مضاف الیہ محذوف ہے یعنی ''**بَعْدَ اٰيَاتِ اللّٰهِ**'' مراد ہے۔

الجواب نمبرا:۔ یہ محض عربی زبان سے ناواقفیت کا ثبوت ہے۔کیونکہ قرآن مجید کی محولہ بالا آیات اور حدیث ''**لَا نَبِيَّ بَعْدِىْ** '' ہر دو میں ''بعد'' کا مضاف الیہ مذکور موجود ہے۔چنانچہ آیت میں ''بعد'' کا مضاف الیہ ''اللہ'' ہے اور حدیث میں ''بعد'' کا مضاف الیہ ''ی'' ہے آیت مذکور میں تو ''بعد'' کا مضاف الیہ ''**اٰيٰتِ اللّٰهِ** '' یا ''**كِتٰبِ اللّٰهِ** '' کو قرار دینا اور بھی مضحکہ خیز ہے کیونکہ اس سے نہایت قبیح تکرار آیت قرآن میں ماننا پڑتا ہے۔جو صریحاً ناقابل قبول ہے۔یعنی آیت یوں بن جائے

گی۔فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍ بَعۡدَ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَ اٰیٰتِہٖ یُؤۡمِنُوۡنَ کہ خدا تعالیٰ کی آیات اور آیات کے بعد کونسی بات کو مانو گے یا یوں ہوگا کہ خدا تعالیٰ کی کتاب اور آیات کے بعد کونسی چیز مانو گے۔

ظاہر ہے کہ آیات اور کتاب پر ایمان لانا کوئی الگ الگ چیز نہیں اور یہ بے معنی تکرار قرآن مجید میں محض اس لیے بنایا جاتا ہے کہ کہیں ''بعد'' کے معنی ''خلاف'' ثابت نہ ہو جائیں۔

جواب نمبر۲:۔دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ اگر بقول شما ''یخرجان بعدی ''میں ''بعد'' کا مضاف الیہ محذوف ہے تو ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ لَا نَبِیَّ بَعۡدِیۡ میں ''بعد'' کا مضاف الیہ محذوف ہے اور وہ یہ ہے ''بَعۡدَ اِخۡتِتَامِ زَمَانِ نُبُوَّتِیۡ وَ ھُوَ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَۃِ ''یعنی میرے زمانہ نبوت (جو قیامت تک ہے) کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔یعنی جو نبی آئے گا وہ میرے زمانۂ نبوت میں یعنی میرے ماتحت ہو کر آئے گا۔صاحب شریعت نبی نہ ہوگا کہ میرے زمانہ نبوت کو منسوخ کر سکے۔

لَا نَبِیَّ بَعۡدِیۡ اور علماء گذشتہ

ا۔ہم نے ''لَا نَبِیَّ بَعۡدِیۡ'' کے جو معنے کئے ہیں۔بزرگانِ امت نے بھی مختلف زمانوں میں اس کے یہی معنی بیان کئے ہیں۔چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:۔

وَ ھٰذَا مَعۡنٰی قَوۡلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ عَمۡ اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انۡقَطَعَتۡ فَلَا رَسُوۡلَ بَعۡدِیۡ وَ لَا نَبِیَّ اَیۡ لَا نَبِیَّ بَعۡدِیۡ یَکُوۡنُ عَلٰی شَرۡعٍ یُخَالِفُ شَرۡعِیۡ بَلۡ اِذَا کَانَ یَکُوۡنُ تَحۡتَ حُکۡمِ شَرِیۡعَتِیۡ۔

(فتوحات مکیہ از محی الدین ابن عربی جلد۲صفحہ۳مصری مطبوعہ دار الکتب العربیہ الکبریٰ)

''یہی معنی ہیں حدیث اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انۡقَطَعَتۡ'' اور ''لَا نَبِیَّ بَعۡدِیۡ '' کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو مبعوث ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے خلاف کسی اور شریعت پر عمل کرتا ہو۔ہاں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے حکم کے ماتحت ہو کر آئے تو پھر نبی ہو سکتا ہے۔

۲۔حضرت امام شعرانی اپنی کتاب الیواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں:۔

''قَوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ فَلَا نَبِیَّ بَعۡدِیۡ وَلَا رَسُوۡلَ الۡمُرَادُ بِہٖ مُشۡرِعَ بَعۡدِیۡ. ''(الیواقیت والجواھر جلد۲صفحہ۲۴از عبدالوہاب الشعرانی)

کہ آنحضرتؐ کا یہ فرمانا کہ ''لَا نَبِیَّ بَعۡدِیۡ وَلَا رَسُوۡلَ'' اس سے مراد یہ ہے کہ میرے

بعد صاحب شریعت کوئی نبی نہ ہوگا۔

۳۔لغت کی کتاب تکملہ مجمع البحار الانوار میں اس کے مصنف امام محمد طاہر فرماتے ہیں:۔

''وَھٰذَا اَیْضًا لَا یُنَافِیْ حَدِیْثَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ لِاَ نَّہٗ اَرَادَ لَا نَبِیَّ یَنْسَخُ شَرْعَہٗ''

(تکملہ مجمع البحار الانوار صفحہ ۸۵ مطبوعہ مطبع نول کشور آگرہ)

کہ حضرت عائشہؓ کا قول ''قُوْلُوْا اَنَّہٗ خَاتَمُہ الْاَنْبِیَآءِ وَ لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ (درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴ و تکملہ مجمع البحار الانوار صفحہ ۸۵) کہ یہ تو کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے مخالف نہیں ہے کیونکہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سے مراد تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔

۴۔نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں:۔

''حدیث لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ بے اصل ہے۔ ہاں ''لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ'' آیا ہے جس کے معنے نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہ لاوے گا۔'' (اقتراب الساعۃ از نواب نور الحسن خان صفحہ ۱۶۲ مطبع مفید عام الکائنہ فی آگرہ ۱۳۰۱ھ)

دوسری حدیث:۔ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ (ترمذی کتاب المناقب. باب مناقب عمرؓ و مشکوٰۃ کتاب المنا قب باب مناقب عمرؓ) کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو حضرت عمر ہوتے۔

الجواب:۔ (۱) ترمذی اور مشکوٰۃ دونوں میں یہ حدیث موجود ہے۔ مگر دونوں میں اس کے آگے ہی لکھا ہوا ہے۔ ''ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔''

(ترمذی حوالہ مذکورہ بالا و مشکوٰۃ کتاب المناقب باب مناقب عمرؓ)

کہ یہ حدیث غریب ہے اور حدیث غریب جس کا ایک ہی راوی ہوتا ہے ہو قابل استناد نہیں ہوتی۔ صرف ایک گواہ کے کہنے سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا تھا یہ بات ثابت نہیں ہوسکتی کہ فی الواقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا تھا۔

غیر احمدی:۔ ''کیا غریب حدیث ضعیف یا غلط ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں صحیح ہوتی ہے''

(محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۳۱۹ بار اوّل یکم مارچ ۱۹۵۰)

جواب:۔ امام ترمذی نے اس روایت کو غریب اس لئے کہا ہے کہ اس کا صرف ایک ہی راوی مشرح بن ھاعان کے طریقہ سے مروی ہے مشرح بن ھاعان کے متعلق لکھا ہے:۔ **قَالَ ابْنُ حَبَّانَ فِی الضُّعَفَاءِ لَا یُتَابَعُ عَلَیْھَا فَالصَّوَابِ تَرْکُ مَاانْفَرَدَبِہٖ قَالَ ابْنُ دَاوٗدَ اِنَّہٗ کَانَ فِیْ جَیْشِ الْحُجَّاجَ الَّذِیْنَ حَاصَرُوْاابْنَ الزَّبَیْرِ وَ رَمُو الْکَعْبَۃَ بِالْمَنْجَنِیْقِ۔**

(تھذیب التھذیب جلد۱۰ از یرلفظ مشرح بن ھاعان ومیزان الا عتدال جلد۳ زیرلفظ مشرح بن ھاعان)

یعنی مِشرَح بن ھاعان کو ابن حبان نے ضعیف قرار دیا ہے اس کی روایات کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور صحیح بات یہ ہے کہ جس روایت کا یہ اکیلا ہی راوی ہو وہ روایت درست تسلیم نہ کی جائے بلکہ ترک کردی جائے ابن داؤد کہتے ہیں کہ یہ راوی حجاج کے اس لشکر میں شامل تھا جنہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ کیا اور گھمانیوں سے کعبہ پر پتھر برسائے تھے۔

پس یہ روایت اس شخص کی ہے جس نے کعبہ پر سنگ باری کی اور پھر وہ اس روایت میں منفرد ہے اور اس امر پر محدثین کا اتفاق ہے کہ مشرح بن ہاعان کی ایسی روایت جس میں وہ منفرد ہو۔ قابل قبول نہیں ہوتی۔ ترمذی نے یہ حدیث نقل کر کے لکھدیا ہے کہ روایت ''لکان عبر ''میں مشرح بن ھاعان منفرد ہے لہٰذا یہ حدیث صرف ''غریب'' ہی نہیں بلکہ ضعیف بھی ہے۔

ب:۔ مشرح بن ھاعان کے متعلق امام شوکانی لکھتے ہیں کہ وہ ''متروک'' ہے۔ **فِیْ اَسْنَادِہٖ مَتْرُوْکَانِ ھُمَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ وَاقِدٍ وَ مِشْرَحُ بْنُ ھَاعَانٍ۔**

(الفوائد المجموعه فی الا حادیث المو ضوعه مطبوعہ محمدی پریس لاہور صفحہ۱۱۳سطر۱)

ج:۔ چنانچہ حضرت امام سیوطی نے اپنی کتاب جامع الصغیر میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو جامع الصغیر مصری باب اللام جلد۲ صفحہ۷۳ جہاں پر یہ روایت نقل کر کے آگے (ض) کا نشان دیا ہے، جس کے معنی ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

اسی طرح اس حدیث کا ایک اور راوی بکر بن عمرو المعافری بھی ہے اس کے متعلق (تھذیب التھذیب زیرلفظ بکر بن عمرو المعافری میں لکھا ہے کہ ''**قَالَ اَبُوْ عَبْدِ الْحَاکَمِ یُنْظُرُ فِیْ اَمْرِہٖ۔**'' کہ اس روایت کو مشکوک سمجھا جاتا ہے۔

پس یہ روایت ہی ضعیف اور نا قابل حجت ہے۔

غیر احمدی:۔ حضرت مرزا صاحب نے ازالہ اوہام صفحہ۹۸ پر یہ روایت لکھی ہے۔

جواب:۔حضرت مسیح موعودؑ نے یہ کہاں تحریر فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے؟ محض کسی قول کا نقل کرنا تو اس امر کو مستلزم نہیں کہ نقل کرنے والا اس قول کو مستند اور ثقہ بھی سمجھتا ہے۔

الجواب۲:۔اس حدیث کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ''**لَوْ لَمْ اُبْعَثْ لَبُعِثْتَ یَا عُمَرُ۔**''

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد۵ صفحہ۵۳۹، و بر حاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی باب مناقب۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ تعصّبات سیوطی صفحہ ۲۷۱)

ب:۔لَوْ لَمْ اُبْعَثْ فِیْکُمْ لَبُعِثَ عُمَرُ فِیْکُمْ (کنوز الحقائق صفحہ۱۰۳ و صفحہ۱۵۹ جلد۲)

یعنی اگر میں تم میں مبعوث نہ ہوتا تو عمر تم میں مبعوث ہو جاتا۔ چونکہ آنحضرت صلعم نبی ہو کر مبعوث ہو گئے اس لیے عمر نبی نہ بنے۔

تیسری حدیث۔ کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُھُمُ الْاَنْبِیَآءُ کُلَّمَا ھَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَہٗ نَبِیٌّ الخ۔(بخاری کتاب الا نبیاء باب ماذکر عن نبی اسرائیل)

الجواب نمبر۱:۔ **سَیَکُوْنُ خُلَفَاءَ** کے الفاظ جو حدیث میں آئے ہیں صاف بتا رہے ہیں کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد قریب کا زمانہ مراد لیا ہے۔ جیسا کہ لفظ ''س'' سے ظاہر ہے جو مستقبل قریب کے لئے آتا ہے یعنی میرے معاً بعد خلفاء ہوں گے اور معاً بعد نبی کوئی نہیں ہوگا۔

۲۔اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں قاعدہ یہ تھا کہ ان میں ہر نبی بادشاہ بھی ہوتا تھا جب کوئی نبی مرتا تو اس کا جانشین بھی بادشاہ نبی ہوتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں بادشاہت اور نبوت جمع نہیں ہوگی۔(مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب الا نذار و التحذیر) چنانچہ دیکھ لو۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ بادشاہ (خلیفے) تو ہوئے مگر نبی نہ تھے اور جو نبی ہوا (یعنی مسیح موعود) وہ بادشاہ نہ ہوا۔

۳۔اس حدیث سے یہ نکالنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا قطعاً غلط ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح موعودؑ کو مسلم کی حدیث میں ''نبی اللّٰہ'' کر کے پکارا ہے۔

(دیکھو مشکوٰۃ صفحہ۴۶۹ مجتبائی و مشکوٰۃ اصح المطابع صفحہ۴۷۳ و مسلم کتاب الفتن و اشراط الساعۃ باب ذکر الدجال و نزول مسیح)

۴:۔ یہ حدیث صرف آنحضرتؐ اور مسیح موعودؑ کے درمیانی زمانہ کے لیے ہے کیونکہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''لَيْسَ بَيْنِیْ وَبَيْنَهٗ يَعْنِیْ عِيْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ نَبِیٌّ وَاِنَّهٗ نَازِلٌ۔''

(ابو دؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال)

کہ اس نازل ہونے والے اور میرے درمیان کوئی نبی نہ ہوگا۔ بخاری میں بھی لَيْسَ بَيْنِیْ وَبَيْنَهٗ نَبِیٌّ کے الفاظ آتے ہیں۔

(بخاری کتاب بدء الخلق باب ذکر مریم)

الجواب ۱:۔ تیس کی تعیین بتاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی سچے نبی بھی آنے والے تھے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ جو بھی آئیں گے جھوٹے ہی آئیں گے۔

۲:۔ یہ حدیث بخاری، ترمذی اور ابوداؤد میں ہے اور جہاں تک اس حدیث کے راویوں کا تعلق ہے یہ حدیث قابل استناد نہیں۔ کیونکہ بخاری نے اسے ابوالیمان سے بطریقہ شعیب وابوالزناد نقل کیا ہے۔ ابوالزناد کے متعلق ربیعہ کا قول ہے کہ ''لَيْسَ بِثِقَةٍ وَلَا رَضًی'' (میزان الاعتدال ذکر عبداللہ بن ذکوان ابوالزناد) کہ راوی نہ ثقہ ہے اور نہ پسندیدہ۔ ابوالیمان راوی نے یہ روایت شعیب سے لی ہے مگر لکھا ہے لَمْ يَسْمَعْ اَبُو الْيَمَانِ مِنْ شُعَيْبٍ۔ (میزان الاعتدال ذکر ابوالیمان)

کہ ابوالیمان نے شعیب سے ایک حدیث بھی نہیں سنی۔ امام احمد بن حنبلؒ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ پس یہ روایت قابل استناد نہ رہی۔

۳:۔ تیس دجالوں والی حدیث کو ترمذی نے جس طریقہ سے نقل کیا ہے اس کی اسناد میں ابوقلابہ اور ثوبان دو راوی ناقابل اعتبار ہیں۔ ابوقلابہ کے متعلق تو لکھا ہے کہ ''لَيْسَ اَبُوْ قَلَابَةَ مِنْ فُقَهَاءِ التَّابِعِيْنَ وَهُوَ عِنْدَالنَّاسِ مَعْدُوْدٌ فِی الْبُلْهِ ۔(تھذیب التھذیب زیر لفظ ابوقلابہ)

''اِنَّهٗ مُدَلِّسٌ عَمَّنْ لَحِقَهُمْ وَعَمَّنْ لَمْ يَلْحَقْهُمْ'' (میزان الاعتدال زیر لفظ ابوقلابہ)

کہ ابوقلابہ فقہاء میں سے نہ تھا بلکہ وہ لوگوں کے نزدیک ابلہ مشہور تھا۔ اور جو اسے ملا اس کے بارے میں اور جو اس سے نہیں ملا اس کے بارے میں بھی وہ تدلیس کیا کرتا تھا۔ اسی طرح ثوبان کے متعلق ازدی کا قول ہے کہ يَتَكَلَّمُوْنَ فِيْهِ . (میزان الاعتدال زیر لفظ ثوبان)

کہ اس راوی کی صحت میں کلام ہے۔

ترمذی کے دوسرے طریقہ میں عبدالرزاق بن ہمام اور معمر بن راشد دو راوی ضعیف ہیں۔ عبدالرزاق بن ہمام تو شیعہ تھا۔ قَالَ النَّسَائِیُ فِيْهِ نَظَرٌ...... اِنَّهٗ لَكَذَّابٌ وَالْوَاقِدِیُّ اَصْدَقُ مِنْهُ

قَالَ الْعَبَّاسُ الْعَنبَرِیُّ...... کَانَ عَبْدُالرَّزَّاقِ کَذَّابًا یَسْرِقُ الْحَدِیْثَ ۔(تهذیب التهذیب زیرلفظ عبدالرزاق و زیرلفظ معمربن راشد) کہ نسائی کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔اور عباس عنبری کہتے ہیں کہ وہ کذاب تھا اور واقدی سے بھی زیادہ جھوٹا تھا یہ شخص کذاب تھا اور حدیثیں چرایا کرتا تھا۔

یہ روایت عبدالرحمٰن بن ہمام نے معمر سے لی ہے اور میزان میں لکھا ہے کہ قَالَ الدَّارُ قُطْنِیُ یُخْطِئُ عَلٰی مَعْمَرَ فِیْ اَحَادِیْثِ......قَالَ ابْنُ عُیُیْنَةَ اَخافُ اَنْ یَّکُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (میزان الاعتدال زیرلفظ معمربن راشد) کہ یہ ان روایات میں غلطی کرتا تھا جو یہ معمر سے لینا بیان کرتا تھا ابن عیینہ کہتے ہیں کہ مجھے خوف ہے کہ یہ راوی قرآن مجید کی اس آیت کا مصداق تھا۔ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (الکھف:۱۰۵)

اسی طرح ''معمر بن راشد'' کے متعلق یحییٰ ابن معین کہتے ہیں کہ ''ضعیف'' تھا (میزان الاعتدال زیرلفظ معمربن راشد) اور ابن سعد کہتے ہیں کہ شیعہ تھا اور ابوحاتم کہتے ہیں کہ بصرہ میں اس نے جو روایات بیان کی ہیں ان میں غلط روایات بھی ہیں۔(تهذیب التهذیب زیرلفظ معمربن راشد)

۴:۔ابوداؤد کے راویوں میں ابوقلابہ اور ثوبان بھی ہیں جن کے متعلق ضمن ب مندرجہ بالا میں بحث ہوچکی ہے۔ان کے علاوہ سلیمان بن حزب اور محمد بن عیسیٰ بھی ضعیف ہیں۔سلیمان بن حزب کے متعلق خود ابوداؤد کہتے ہیں کہ راوی ایک حدیث کو پہلے ایک طرح بیان کرتا تھا، لیکن جب کبھی دوسری دفعہ اسی حدیث کو بیان کرتا تھا۔تو پہلی سے مختلف ہوتی تھی اور خطیب کہتے ہیں کہ یہ شخص روایت کے الفاظ میں تبدیلی کردیا کرتا تھا (تهذیب التهذیب زیرلفظ سلطان بن حزب) محمد بن عیسیٰ کے متعلق تو ابوداؤد کہتے ہیں۔کَانَ رُبَمَا یُدَلِّسُ (تهذیب التهذیب زیرلفظ محمد بن عیسیٰ) کہ کبھی کبھی تدلیس کرلیتا تھا۔ابوداؤد کے دوسرے طریقہ میں عبدالعزیز بن محمد اور العلاء بن عبدالرحمٰن ضعیف ہیں۔ عبدالعزیز بن محمد کو امام احمد بن حنبل نے خطار کار۔ابوزرعہ نے ''سَیِّئُ الْحِفْظِ'' اور نسائی نے کہا ہے کہ ''لَیْسَ بِالْقَوِیّ'' (یعنی قوی نہیں) ابن سعد کے نزدیک ''کثیر الغلط'' اور ساجی کے نزدیک ''وہمی'' تھا (تهذیب التهذیب زیرلفظ عبدالعزیز بن محمد) اسی طرح ابوداؤد کا دوسرا راوی العلاء بن عبدالرحمٰن بھی ضعیف ہے کیونکہ ان کے متعلق ابن معین کہتے ہیں۔

''هٰؤُلَاءِ الْاَرْبَعَةِ لَیْسَ حَدِیْثُهُمْ حُجَّةٌ'' (۱) سہل بن ابی صالح (۲) والعلاء بن عبدالرحمٰن (۳) وعاصم بن عبیداللہ (۴) ابن عقیل۔(تهذیب التهذیب زیرلفظ العلاء بن عبدالرحمن)

پس جہاں تک راویوں کا تعلق ہے یہ روایت قابل استناد نہیں۔

۵:۔اگر صحیح تسلیم کر لی جائے تو یاد رکھنا چاہیے کہ مسلم کی شرح ''اکمال الاکمال'' میں لکھا ہے۔

هٰذَاالْحَدِيْثُ ظَهَرَ صِدْقُهٗ فَاِنَّهٗ لَوْ عُدَّ مَنْ تَنَبَّأَ مِنْ زَمَنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى الْاٰنَ لَبَلَغَ هٰذَا الْعَدَدُ وَ يَعْرِفُ ذٰلِكَ مَنْ يُّطَالِعُ التَّارِيْخَ ۔(اکمال الاکمال جلد ۷ صفحہ ۴۵۸ مصری) کہ تیس دجال آ چکے ہیں ......اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک کے تمام نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کو گنا جائے تو یہ تعداد پوری ہو چکی ہے اور اس بات کو وہ شخص جو تاریخ کا مطالعہ کرے جان لے گا۔

اس کتاب کے لکھنے والا ۸۲۸ھ میں فوت ہوا۔ گویا چار سو سال گزرے کہ تیس دجال آ چکے ہیں مگر مولوی اب تک تیس کے عدد کو طویل کئے جا رہے ہیں۔

۶:۔نواب صدیق حسن خانصاحب آف بھوپال حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ سے قبل اپنی کتاب حجج الکرامہ میں تحریر فرماتے ہیں: کہ دجالوں کی تعداد پوری ہو چکی ہے چنانچہ ان کی اصل عبارت فارسی حسب ذیل ہے:۔

''بالجملہ آنچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اخبار بوجود دجالین کذابین دریں امت فرمودہ بود، واقع شد۔'' (حجج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان صاحب مطبع شاہجہانی بھوپال) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس امت میں دجالوں کی آمد کی خبر دی تھی وہ پوری ہو کر تعداد مکمل ہو چکی ہے۔

غرضیکہ خواہ ۲۷ دجالوں کی آمد کی پیشگوئی ہو۔ خواہ تیس کی بہر حال وہ تعداد پوری ہو چکی ہے۔

غیر احمدی:۔حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ قیامت تک یا دنیا کے اخیر تک یہ دجال آئیں گے۔(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۴۶، ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۹۷)

تم اس تعداد کا اب ہی پورا ہونا بتاتے ہو؟

الجواب:۔اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک قیامت سے پہلے ہی ان دجالوں نے آنا تھا اور اکمال الاکمال اور حجج الکرامہ کے حوالوں میں بھی یہی درج ہے۔ ان میں سے ایک بھی ایسا دجال نہیں جو قیامت کے بعد ہوا ہو۔ مثلاً ہم کہیں کہ ''زید مرنے سے پہلے دو بیویاں کرے گا۔'' اب اگر زید تیس سال کی عمر میں دو بیویاں کر لے تو تمہارے جیسا کوئی عقلمند فوراً کہہ دے گا کہ چونکہ ابھی تک زید مرا نہیں۔ لہٰذا ثابت ہو کہ اس نے دو بیویاں نہیں کیں۔

نہ سمجھا تھک گئے ہم اس بت خودسر کو سمجھاتے

سمجھ جاتا اگر اتنا کسی پتھر کو سمجھاتے

پانچویں حدیث:۔ سَبْعُوْنَ دَجَّالُوْنَ (فتح البخاری شرح بخاری جز و۲۹ صفحہ۵۶۴ مطبوعہ دہلی از حافظ ابن حجرؒ ،طبرانی میں بروایت عبداللہ عمر ذکر ہے۔حج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان مطبع شاہجہانی بھوپال صفحہ۲۳۳) ستر دجال آئیں گے۔

الجواب ۔ یہ حدیث ضعیف ہے ۔ (حج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان مطبع شاہجہانی بھوپال صفحہ۲۳۳) حافظ ابن حجر گفتہ سند ایں ہر دو حدیث ضعیف ست ۔

۲۔اس حدیث میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ وہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے بلکہ یہ مذکور ہے کہ وہ جھوٹی حدیثیں بنائیں گے۔پس یہ صرف واقدی جیسے وضّاعوں کے متعلق ہے نیز ان لوگوں کے متعلق جنہوں نے اتنا بڑا طومار جھوٹی حدیثوں کا کھڑا کر رکھا ہے۔پس مولویوں کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

چھٹی حدیث۔مَثَلِیْ وَ مَثَلُ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ قَبْلِیْ کَقَصْرٍ۔

(بخاری۔مسلم۔مشکوٰۃ۔فضائل سیدالمرسلین۔قصر نبوت والی حدیث)

الجواب الاوّل :۔ یہ روایت قابل استناد نہیں ۔ کیونکہ بلحاظ روایت ضعیف ہے ۔ یہ دو طریقوں سے مروی ہے پہلے طریقہ میں زہیر بن محمد تمیمی ضعیف ہے اس کے متعلق لکھا ہے:۔

’’قَالَ مَعَاوِیَۃُ عَنْ یَحْیٰی ضَعِیْفٌ ...... وَذَکَرَہٗ اَبُوْ زَرْعَۃٍ فِیْ اُسَامَی الضُّعَفَاءِ ...... قَالَ عُثْمَانُ اَلدَّارِمِیُّ ...... لَہٗ اَغَالِیْطُ کَثِیْرَۃٌ وَقَالَ النَّسَائِیُ ضَعِیْفٌ وَفِیْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ. ‘‘(تہذیب التہذیب زیر لفظ زهیر بن محمد تیمی)

کہ یحییٰ کے نزدیک اور ابوزرعہ کے نزدیک ضعیف ہے ۔عثمان الدارمی کہتے ہیں کہ اس کی غلط روایات کی کثرت سے ہیں ۔نسائی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

اس حدیث کے دوسرے طریقہ میں عبداللہ بن دینار مولیٰ عمر اور ابوصالح الخوزی ضعیف ہیں۔

عبداللہ بن دینار کی روایت کو عقیلی نے مخدوش قرار دیا ہے۔(تہذیب التہذیب زیر لفظ عبدالله بن دینار)اور ابوصالح الخوزی کو ابن معین قرار دیتے ہیں۔

(تهذیب التهذیب زیر لفظ ابو صالح الخوزی ومیزان الاعتدال زیر لفظ ابو صالح الخوزی)

الجواب الثانی :۔ باوجود اس امر کے کہ اس روایت کے راوی ضعیف ہیں۔اگر بغرض

بحث اس روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی تمہارا بیان کردہ مفہوم غلط ہے۔ بلکہ تم حدیث کا جو مطلب لیتے ہو اور اگر وہ مطلب لیا جائے تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے کیونکہ تمہاری تشریح کے مطابق ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر اینٹ کی جگہ پُر کردی۔ گویا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لاتے تو نبوت کے محل میں ایک موری یا سوراخ باقی رہ جاتا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو خدا نے فرمایا ہے۔ **لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ** (نزهة النظر فی شرح نخبة الفکر صفحہ۱۳ حاشیہ از محمد عبداللہ ٹونکی وموضوعات کبیر از مُلّا علی قاری صفحہ ۵۹، ۸۱) کہ اگر آپؐ نہ ہوتے تو میں تمام جہان کو پیدا نہ کرتا۔

پس اس حدیث سے وہ مفہوم مراد نہیں ہے جو مولوی بیان کرتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ اس حدیث میں شریعت کے محل کا ذکر ہے جس کو نبی تعمیر کرتے ہیں پہلے انبیاء اپنے اپنے وقت میں ضرورت کے مطابق احکام شریعت لاتے رہے اور اس محل کی تکمیل کا سامان جمع ہوتا رہا۔ چونکہ عقلِ انسانی ارتقاء کے بلندترین مقام پر ابھی تک نہیں پہنچی تھی۔ اس لیے وہ شریعتیں ناقص تھیں اور ان میں کمی باقی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس وقت تکمیلِ عقل انسانی ہو چکی تھی اور احکام شریعت کو سمجھنے کی اہلیت پیدا ہو چکی تھی۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ آپؐ نے آکر پہلی شریعتوں کو بھی قرآن میں شامل کر لیا اور جو کمی باقی تھی اس کو بھی پورا کر کے شریعت کے محل کو پورا کر دیا۔ قرآن مجید میں ہے فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البیّنة: ۴) گویا اس میں سب پہلی شریعتیں بھی شامل ہیں عقلِ انسانی کی وہ ترقی جو عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کے زمانہ میں ہوئی۔ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اینٹ کی جگہ'' (موضع لبنةٍ) قرار دیا ہے۔

الجوب الثالث :۔ اس حدیث میں اَلْاَنْبِيَآءُ مِنْ قَبْلِیْ کا فقرہ بتاتا ہے کہ اس میں آنحضرتؐ نے صرف پہلے انبیاء ہی کا ذکر کیا ہے۔ بعد میں آنے والے انبیاء کا ذکر مقصود نہیں۔

الجواب الرابع :۔ اب جبکہ عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو وہ اینٹ کہاں لگے گی؟ جہاں سے ان کے لیے گنجائش نکالو گے وہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے بھی گنجائش ہوگی۔ اگر کہو کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں تو گویا معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام والی اینٹ نہیں لگی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمانا چاہیے تھا کہ دو اینٹوں کی جگہ باقی ہے۔ ایک میں اور ایک عیسیٰ بن مریم۔ پس وفاتِ مسیح ثابت ہے۔

ساتویں حدیث:۔ اَنَـا الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ (ترمذی کتاب الادب باب ما جاء فی اسماء النبیؐ)

جواب نمبر۱:۔ یہ روایت قابل حجت نہیں۔ کیوں کہ اس کا ایک راوی سفیان بن عُیَیْنَہ ہے جس نے یہ روایت زُہری سے لی ہے۔سفیان بن عُیینہ کے متعلق لکھا ہے۔ **کَـانَ یُدَلِّسُ ...... قَـالَ اَحْمَدُ یُخْطِئُ فِیْ نَحوِ مِنْ عِشْرِیْنَ حَدِیْثٍ عَنِ الزُّھْرِیْ ...... عَنْ یَحْیٰی بْنِ سَعَیْدِ الْقَطَّانُ قَـالَ اَشْھَـدُ اَنَّ سُـفْیَـانَ بْـنَ عُیَیْنَۃَ اخْتَلَطَ سَنَۃِ سَبْعٍ وَّ تِسْعِیْنَ وَ مِائَۃٍ فَمَنْ سَمِعَ مِنْہُ فِیْھَا فَسَمَاعُہٗ لَا شَیْءٌ** ۔(میزان الاعتدال زیر لفظ سفیان بن عیینۃ) یعنی یہ راوی تدلیس کیا کرتا تھا امام احمدؒ کہتے ہیں کہ زہری سے بیسیوں روایات میں اس نے غلطی کی ہے (یہ عاقب والی روایت بھی اس نے زہری ہی سے لی ہے) یحیٰ بن سعید کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ سفیان بن عُیَیْنَہ کی سن ۱۹۷ھ میں عقل ماری گئی تھی۔ پس جس نے اس کے بعد اس سے روایت لی ہے وہ بے حقیقت ہے اس روایت کے دوسرے راوی زہری کے متعلق لکھا ہے کہ " **کَـانَ یُدَلِّسُ فِی النَّادِرِ**"(میزان الاعتدال زیر لفظ محمد بن مسلم زھری) کہ یہ راوی کبھی کبھی تدلیس بھی کرلیا کرتا تھا پس اس روایت میں بھی اسی راوی نے ازراہ تدلیس **وَالْعَـاقِـبُ الَّـذِیْ لَیْـسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ** کے الفاظ بڑھا دیئے کیونکہ شمائل ترمذی شریف مجتبائی میں جہاں یہ حدیث ہے وہاں "**وَالْعَـاقِـبُ الَّـذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ**" کے الفاظ کے اوپر بین السطور میں لکھا ہے "**ھٰـذَاقَـوْلُ الزَّھْرِیُّ**" کہ یہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں بلکہ علامہ زہری کا اپنا قول ہے۔

(شمائل ترمذی مجتبائی مطبوعہ ۱۳۴۲ھ صفحہ ۲۶ باب ما جاء فی اسماء رسول اللہؐ)

نمبر۲:۔ "عاقب" عربی لفظ ہے اور صحابہ جن کے سامنے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرما رہے تھے وہ بھی عرب تھے پھر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ترجمہ کرنے کی کیا ضرورت تھی یہ ترجمہ ہی صاف بتلا رہا ہے کہ یہ ترجمہ کسی ایسے آدمی نے کیا ہے جو اس حدیث کو ان لوگوں کے سامنے بیان کررہا تھا جو عرب نہ تھے۔

نمبر۳:۔ چنانچہ حضرت ملّا علی قاری نے صاف طور پر فرما دیا ہے "**اَلـظَّاھِرُ اَنَّ ھٰذَا تَفْسِیْرٌ لِّـلـصَّحَابِیْ اَوْ مَنْ بَعْدَہٗ وَفِیْ شَرْحِ مُسْلِمٍ قَالَ ابْنُ الْاَعْرَابِیِّ اَلْعَاقِبُ الَّذِیْ یُخْلِفُ فِی الْخَیْرِ مَـنْ کَانَ قَبْلَہٗ**"(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۳۷۶ و برحاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی باب اسماء النبیؐ) کہ صاف ظاہر ہے

کہ اَلْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ کسی صحابی یا بعد میں آنے والے شخص نے بطور تشریح بڑھا دیا ہے اور ابن عربی نے لکھا ہے ''عاقب'' وہ ہوتا ہے جو کسی اچھی بات میں اپنے سے پہلے کا قائم مقام ہو۔

ضروری نوٹ:۔ غیر احمدی ''عُلَمَاءُ ھُمْ'' نے ہمارے اس زبردست جواب کی تاب نہ لا کر ترمذی کے نئے ایڈیشن میں اس حدیث کے الفاظ میں یہودیانہ مماثلت کو پورا کرنے کے لیے تحریف کر دی ہے۔ چنانچہ ترمذی مجتبائی جو ۱۳۶۶ھ یا اس سے قبل چھپی ہے اس میں وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ کے الفاظ ہیں (یعنی عاقب وہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو) مگر بعد کی اسی مطبع کی چھپی ہوئی ترمذی میں الفاظ یوں ہیں اَلْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ (کہ عاقب ہو کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔

گویا ''بَعْدَہٗ'' غائب کے صیغے......کو بدل کر بَعْدِیْ متکلم کا صیغہ بنا دیا ہے تا کہ متکلم کے صیغے سے یہ ثابت ہو سکے کہ یہ الفاظ بھی آنحضرتؐ ہی کے ہیں۔ کسی دوسرے شخص کے نہیں۔ مگر خدا کے فضل سے ان کی چوری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خادموں نے پکڑ لی۔

آٹھویں حدیث:۔ ''اِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَآءِ وَ اَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ''

(سنن ابن ماجه کتاب الفتن باب فتنة الدجال و خروج عیسی ابن مریم. و کتاب الزهد باب صفت امة محمد صلی الله علیه وسلم)

جواب نمبرا:۔ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ ابن ماجہ نے جن راویوں سے اسے نقل کیا ہے ان میں سے عبدالرحمٰن بن محمد المحاربی اور اسمٰعیل بن رافع (ابورافع) ضعیف ہیں۔ عبدالرحمٰن بن محمد کے متعلق لکھا ہے۔ قَالَ ابْنُ مَعِیْنٍ یَرْوِیْ الْمَنَاکِیْرَ عَنِ الْمَھْجُوْلِیْنَ قَالَ عَبْدُاللّٰہِ بْنِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ الْمُحَارِبِیَّ کَانَ یُدَلِّسُ......قَالَ ابْنُ سَعْدٍ کَانَ کَثِیْرُ الْغَلَطِ۔

(میزان الاعتدال از ابوعبداللہ محمد بن احمد عثمان الذھبی ۷۴۸ھ زیر لفظ عبدالرحمن بن محمد المحاربی و تهذیب التهذیب زیر لفظ عبدالرحمن بن محمد المحاربی)

کہ ابن معین کہتے ہیں کہ یہ راوی مجہول راویوں سے نا قابل قبول روایات بیان کیا کرتا تھا۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ راوی تدلیس کیا کرتا تھا۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ راوی بہت غلط روایات کیا کرتا تھا۔ اس کا دوسرا راوی ابورافع اسمٰعیل بن رافع بھی ضعیف ہے کیوں کہ لکھا ہے:۔ ضَعَّفَہٗ اَحْمَدُ وَ یَحْیٰی وَ جَمَاعَۃٌ قَالَ الدَّارُ قُطْنِیْ مَتْرُوْکُ الْحَدِیْثِ قَالَ ابْنُ عَدِیٍّ اَحَادِیْثُہٗ کُلُّھَا فِیْہِ نَظَرٌ۔

(میزان الاعتدال از ابوعبداللہ محمد بن احمد عثمان الذھبی زیر لفظ ابورافع اسمٰعیل بن رافع جلدا صفحہ ۱۰۵ حیدرآبادی)

یعنی امام احمد یحیٰی اور ایک جماعت محدثین نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے دار قطنی اسے متروک الحدیث کہتے ہیں اور ابن عدی کے نزدیک اس کی تمام کی تمام روایات مشکوک ہیں۔اسی طرح اسے نسائی نے متروک الحدیث قرار دیا ہے اور ابن معین، ترمذی اور ابن سعد کے نزدیک بھی ضعیف ہے۔ (تهذيب التهذيب زیر لفظ ابو رافع اسمٰعیل بن رافع) پس یہ روایت بھی جعلی ہے۔

جواب نمبر۲:۔ حدیث کے الفاظ ہی بتا رہے ہیں کہ اس میں صرف ان انبیاء کا ختم ہونا مذکور ہے جو آ کر نئی امت بناتے ہیں اور نئی شریعت لے کر آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اور متابعت سے باہر ہو کر دعویٰ نبوت کریں۔

جواب نمبر۳:۔ اس حدیث کی تشریح مسلم کی دوسری حدیث کرتی ہے:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّىْ اٰخِرُ الْاَنْبِيَآءِ وَ اَنَّ مَسْجِدِىْ اٰخِرُ الْمَسٰجِدِ (مسلم كتاب الحج باب فضل الصلٰوة فى مسجد المدينة و مكة وكنز العمال كتاب الفضائل فضائل الامكنة و الازمنة فضل الحرمين و المسجد الاقصٰى حدیث نمبر ۳۴۹۹۴) کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد اور کوئی مسجد نہیں بنی؟ بلکہ جتنی مسجدیں دنیا میں موجود ہیں سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد ہی تعمیر ہوئی ہیں کیا ان کی تعمیر ناجائز ہوئی ہے؟ نہیں بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اب میری مسجد کے بعد اور کوئی ایسی مسجد نہیں بن سکتی جو اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے نہ بنائی گئی ہو جو میری مسجد کا مقصد ہے یا جس میں وہ نماز نہ پڑھی جائے جو میری مسجد میں پڑھی جاتی ہے یا جس کا قبلہ اور ہو۔غرضیکہ مغائرت اور مخالفت کے معنوں میں یہاں اٰخِرُ الْمَسٰجِدِ آیا پس یہی آخر الانبیاء کا مطلب ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو نئی شریعت لائے یا میری شریعت کے خلاف ہو یا میری اتباع کے خلاف ہو یا میری اتباع اور متابعت سے باہر ہو کر نبوت کا دعویٰ کرے۔

مگر ہماری بحث غیر تشریعی امتی نبوت میں ہے۔

”لفظ“ آخر کی مثالیں

عربی نمبر۱:۔ شَرٰى وُدِّىْ وَ شُكْرِىْ مِنْ بَعِيْدٍ

لَا خَيْرَ غَالِبٍ اَبَدًا رَبِيْعٍ

(”دیوان الحماسه“ لابى تمام حبيب بن اوس الطائى باب الحماسه وقال قيس بن زهير صفحہ ۱۲۵ مترجم اردو)

اس شعر کا ترجمہ مولوی ذوالفقار علی صاحب دیو بندی جو حماسہ کے شارح ہیں یوں کرتے ہیں۔ ربیع ابن زیاد نے میری دوستی اور شکر دُور بیٹھے ایسے شخص کے لیے جو بنی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کے لیے عدیم المثل ہے خرید لیا ہے گویا ''آخر'' کا ترجمہ ''ہمیشہ کے لیے عدیم المثل'' ہوا۔ پس انہی معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آخر الانبیاء یعنی ہمیشہ کے لئے عدیم النظیر ہیں۔

نمبر۳۔ امام جلال الدین سیوطی نے امام ابن تیمیہ کے متعلق لکھا ہے۔

سَیِّدُنَا الْاِمَامُ الْعَالِمُ الْعَلَّامَۃُ. اِمَامُ الْاَئِمَّۃِ قُدْوَۃُ الْاُمَّۃِ عَلَّامَۃُ الْعُلَمَاءِ وَارِثُ الْاَنْبِیَاءِ اٰخِرُ الْمُجْتَھِدِیْنَ۔

(الاشباہ و النَّظَائر جلد۳ صفحہ۳۱۰ مطبوعہ حیدرآباد و محمدیہ پاکٹ بک صفحہ۵۳۴ ایڈیشن اپریل ۱۹۸۹ء)

گویا امام ابن تیمیہ آخر المجتہدین تھے کیا ان کے بعد کوئی اور مجتہد نہیں ہوا؟

اردو:۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال اپنے استاد داغؔ کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہتے ہیں ؎

چل بسا داغ آہ میت اس کی زیب دوش ہے آخری شاعر جہان آباد کا خاموش ہے

گویا داغؔ دلی کا آخری شاعر تھا۔ اسی مرثیہ میں آگے چل کر ڈاکٹر صاحب موصوف کہتے ہیں ؎

چل دیئے ساقی جو تھے مے خانہ خالی رہ گیا یاد گار بزم دلّی ایک حالی رہ گیا

(بانگ درا از ڈاکٹر علامہ محمد اقبال صفحہ ۵۷)

گویا داغؔ کے بعد حالیؔ بزم دلّی کی یادگار ہیں۔ نیز داغ کے بعد بھی دلّی میں سینکڑوں شاعر ہوئے ہیں جلیلؔ وغیرہ ان میں سے ممتاز ہیں۔

نویں حدیث:۔ **اَنَا الْمُقَفّٰی** (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی اسمائہ صلی اللہ علیہ وسلم) مقفّٰی کے معنی ہیں آخری نبی۔

الجواب:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے شک مقفّٰی ہیں مگر مقفّٰی کا ترجمہ آخری نبی جو غیر احمدی علماء کرتے ہیں وہ قطعاً غلط ہے علامہ ابن الانباری فرماتے ہیں۔ **مَعْنَاہُ الْمُتَّبَعُ لِلنَّبِیِّیْنَ** (اکمال الاکمال شرح مسلم جلد ۶ صفحہ ۱۴۳) کہ مقفّٰی کے معنے ہیں کہ وہ جس کی انبیاء اتباع کریں گویا یہ نام بذاتِ خود اس امر کا مقتضی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انبیاء آویں جو آپ کی پیروی اور اتباع کریں اس کو انقطاع نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کرنا نادانی ہے۔

دسویں حدیث:۔ یعفور نامی گدھے کا عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی

نبی نہ آئے گا۔ چنانچہ ابن حبّان اور ابن عسا کرنے اس کو روایت کیا ہے کہ اس نے کہا لَا مِنَ الْاَنْبِیَآءِ غَیْرُکَ کہ اے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اب آپ کے سوا کوئی نبیوں میں سے باقی نہیں ہے۔
(دیکھو رسالہ حجۃ اللہ للعٰلمین صفحہ ۴۶۰ بحوالہ رسالہ ختم نبوت مصنفہ النبی الخبیر مولوی محمد بشیر کوٹلی لوہاراں صفحہ ۲۶ و ۲۷)

الجواب:۔ اس روایت کا جواب یہی ہے کہ اس کا کوئی جواب نہیں فی الواقعہ گدھے کا یہی خیال ہے کہ نبوت بند ہوگئی، لیکن تمہارا بیان کردہ گدھا تو ساتھ ہی ساتھ وفات مسیح کا بھی اعلان کررہا ہے کیونکہ کہتا ہے کہ میری خواہش تھی کہ مجھ پر کوئی نبی سواری کرے۔ اب آپ کے سوا کوئی نبی نہیں رہ گیا اور میری نسل میں سے میرے سوا کوئی گدھا باقی نہیں اگر تمہارے نزدیک گدھے کا یہی مذہب درست ہے تو وفات مسیح کا بھی اقرار کرو۔ تمہاری اس مضحکہ خیز روایت کے پیش نظر وہ کون سے گدھے پر سواری کریں گے؟

تحقیقی جواب:۔ یہ روایت محض بے اصل اور بے سند ہے اور اس روایت کو پیش کرنا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں حددرجہ گستاخی کے مترادف ہے۔

گیارھویں حدیث:۔ حدیث میں ہے "اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَ لَا نَبِیَّ"

(ترمذی کتاب الرؤیا باب ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات، مسند احمد مسند المکثرین من الصحابہ مسند انس بن مالک۔ فتوحاتِ مکیہ از محی الدین ابن عربی جلد ۲ صفحہ ۳)

جواب ۱:۔ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کے چار راوی (۱) حسن بن محمد الزعفرانی ابوالعلی بغدادی (۲) عفان بن مسلم البصری۔ (۳) عبدالواحد بن زیاد اور (۴) المختار بن فلفل المخذومی ضعیف ہیں۔ گویا سوائے حضرت انسؓ کے شروع سے لے کر آخر تک تمام سلسلہ اسناد ضعیف راویوں پر مشتمل ہے حسن بن الزعفرانی کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں "ضَعَّفَہٗ ابْنُ قَانِعٍ وَ قَالَ الدَّارُ قُطْنِیُ قَدْ تَکَلَّمُوْا فِیْہِ" (میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۲۴۱ مطبوعہ حیدرآباد و مطبوعہ انوار محمدی جلد ۱ صفحہ ۲۱۲) یعنی ابن قانع کہتے ہیں کہ ضعیف تھا۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک اس راوی کی صحت کے بارے میں کلام ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس راوی نے ایسی احادیث کی روایات کی ہیں جن کا میں نے انکار کیا۔

اسی طرح دوسرے راوی عفان بن مسلم البصری کے متعلق ابوخیثمہ کہتے ہیں۔ اَنْکَرْنَا عَفَّانَ (میزان الاعتدال زیر لفظ عفان بن مسلم البصری) کہ ہم اس راوی کو قابل قبول نہیں سمجھتے۔

تیسرے راوی عبدالواحد بن زیاد کے متعلق لکھا ہے:۔ فَقَالَ یَحْییٰ لَیْسَ بِشَیْءٍ (میزا ن الاعتدال زیر لفظ عبدالواحد بن زیاد) کہ یحییٰ کہتے ہیں یہ راوی کسی کام کا نہیں ہے۔

اسی طرح چوتھے راوی مختار بن فلفل کے متعلق کے متعلق لکھا ہے کہ یُخْطِئُ کَثِیْرًا ...... تَکَلَّمَ فِیْهِ السَّلَیْمَانِیْ فَعَدَّهٗ فِیْ رُوَاةِ الْمَنَاکِیْرِ عَنْ اَنَسٍ (تهذیب التهذیب از حافظ ابن حجر عسقلانی زیر لفظ مختار) کہ یہ راوی روایت میں اکثر غلطی کرتا تھا۔ سلیمانی نے کہا ہے کہ یہ راوی انس سے نا قابل قبول روایات بیان کرنے والوں میں سے ہے چنانچہ روایت زیر بحث بھی اس راوی نے انس سے ہی روایت کی ہے لہٰذا محدثین کے نزدیک قابل انکار ہے اور حجت نہیں۔

۲۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:۔ ''اِنَّ النُّبُوَّةَ الَّتِیْ اِنْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رُسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هِیَ النُّبُوَّةُ التَّشْرِیْعُ لَا مُقَامَهَا فَلَا شَرْعَ یَکُوْنُ نَاسِخًا لِشَرْعِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا یَزِیْدُ فِیْ حُکْمِهٖ شَرْعًا اٰخَرَ وَ هٰذَا مَعْنٰی قَوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ اَیْ لَا نَبِیَّ یَکُوْنُ عَلٰی شَرْعٍ یُّخَالِفُ شَرْعِیْ بَلْ اِذَا کَانَ یَکُوْنُ تَحْتَ حُکْمِ شَرِیْعَتِیْ

(فتوحات مکیہ از محی الدین ابن عربی جلد۲ صفحہ۳ مطبوعہ دار صادر بیروت۔ لبنان)

کہ وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی ہے وہ صرف تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقامِ نبوت۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرنے والی کوئی شریعت نہیں آسکتی نہ اس میں کوئی حکم کم کرسکتی ہے نہ زیادہ۔ یہی معنی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کہ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میری شریعت کے خلاف کسی اور شریعت پر ہو۔ ہاں اس صورت میں نبی آسکتا ہے کہ وہ میری شریعت کے ماتحت آئے۔ (مفصل دیکھو دلائل امکانِ نبوت از اقوال بزرگان صفحہ ۳۵۰)

بارہویں حدیث:۔ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِیْ

(مسلم کتاب فضائل الصحابه باب من فضائل علی ابن ابی طالب وترمذی کتاب فضائل الصحابه)

جواب (۱) یہ روایت بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کے چار راویوں میں تین ضعیف ہیں۔ قتیبہ۔ حاتم بن اسمٰعیل المدنی۔ بکیر بن مسمار الزہری۔ قتیبہ کے متعلق لکھا ہے۔ قَالَ الْخَطِیْبُ هُوَ مُنْکَرٌ جِدًّا (تهذیب التهذیب از حافظ ابن حجر عسقلانی زیر لفظ قتیبه) کہ خطیب کہتے ہیں کہ وہ سخت

نا قابل قبول راوی ہے حاتم بن اسمٰعیل راوی کے متعلق نسائی کہتے ہیں کہ ’’لَیْسَ بِالْقَوِیّ ‘‘(تھذیب التھذیب زیر لفظ حاتم بن اسمٰعیل راوی) کہ یہ راوی ثقہ نہیں تھا۔

چوتھے راوی بکیر بن مسمار الزہری کے متعلق لکھا ہے۔ قَالَ الْبُخَارِیُّ فِیْہِ نَظَرٌ (تھذیب التھذیب از حافظ ابن حجر عسقلانی زیر لفظ بکیر و میزان الاعتدال زیر لفظ بکیر بن مسمار الزھری)امام بخاری کہتے ہیں کہ اس راوی کے ثقہ ہونے میں کلام کیا جاتا ہے لہٰذا یہ روایت بھی حجت نہیں ہے۔

(ب)۔لَا نُبُوَّةَ بَعْدِیْ کے الفاظ ایک اور روایت میں بھی آتے ہیں۔جس کو ابونعیم نے حضرت معاذؓ سے روایت کیا ہے،لیکن امام شوکانی فرماتے ہیں کہ یہ روایت ’’موضوع‘‘ ہے رَوَاہُ اَبُوْنَعِیْمٍ عَنْ مَعَاذٍ مَرْفُوْعًا وَ ھُوَ مَوْضُوْعٌ اٰفَتُہٗ بَشَرُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ الْاَنْصَارِیّ (الفوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعة از امام شوکانی مطبوعہ محمدی پریس صفحہ ۱۱۶) کہ اس کا راوی بشر بن ابراہیم وضّاع ہے اور یہ روایت جعلی ہے۔

تیرھویں حدیث:۔’’کُنْتُ اَوَّلَ النَّبِیّٖنَ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرَھُمْ فِی الْبَعْثِ‘‘

(موضوعات کبیر از مُلّا علی قاری صفحہ ۱۱۶ و درمنثور از جلال الدین سیوطیؒ جزو ۵ صفحہ ۱۸۴ تفسیر سورة الاحزاب زیر آیت نمبر ۸، ۹)

جواب:۔ یہ روایت بھی موضوع ہے لکھا ہے:۔ قَالَ الصِّغَانِیُّ ھُوَ مَوْضُوْعٌ وَ کَذَا قَالَ ابْنُ تَیْمِیَّةَ (الفوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ از امام شوکانی مطبوعہ محمدی پریس صفحہ ۱۰۸) کہ صغانی اور امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ روایت موضوع ہے۔

چودھویں حدیث:۔ لَا یُبْعَثُ بَعْدِیْ نَبِیًّا (الفوائد المجموعہ از امام شوکانی مطبوعہ محمدی پریس صفحہ ۱۵۲) کہ اللہ تعالیٰ میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں کرے گا۔

جواب:۔ یہ رویت بھی جھوٹی اور جعلی ہے۔امام شوکانی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔ ’’ھُوَ مَوْضُوْعٌ‘‘(الفوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعة از امام شوکانی مطبوعہ محمدی پریس صفحہ ۱۵۲ سطر نمبر ۱۰) کہ یہ روایت جعلی ہے۔

پس غیر احمدی علماء کی طرف سے جس قدر روایات اپنی تائید میں پیش کی جاتی ہیں ان میں سے ایک بھی اس امر کے اثبات کے لیے کافی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی پیروی اور غلامی میں آپ کی امت میں سے کوئی غیر تشریعی نبی نہیں آ سکتا۔

پندرہویں حدیث:۔’’اِنَّ جِبْرِیْلَ لَا یَنْزِلُ اِلَی الْاَرْضِ بَعْدَ مَوْتِ النَّبِیِّ صَلْعَمْ۔‘‘

(اقتراب الساعة ازنواب نور الحسن خان صاحب مطبع مفید عام الکائنۃ فی آگرہ صفحہ۱۶۳)(روح المعانی سورۃ الاحزاب زیر آیت نمبر ۳۸،۳۹)

جواب :۔ یہ حدیث بے اصل ہے (اقتراب الساعۃ صفحہ۱۶۳)

لکھا ہے:۔"یہ حدیث اِنَّ جِبْرِیْلَ لَا یَنْزِلُ اِلَی الْاَرْضِ بَعْدَ مَوْتِ النَّبِیّ صَلْعَمْ ۔ بے اصل ہے۔حالانکہ کئی حدیثوں میں آنا جبریل کا آیا ہے۔"

(اقتراب الساعۃ ازنواب نور الحسن خان صاحب مطبع مفید عام الکائنۃ فی آگرہ صفحہ۱۶۳)

۲۔حضرت علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:۔

"وَ مَا اشْتَهَرَ اَنَّ جِبْرِیْلَ لَا یَنْزِلُ اِلَی الْاَرْضِ بَعْدَ مَوْتِ النَّبِیّ فَھُوَ لَا اَصْلَ لَهٗ"

(روح المعانی الاحزاب آیت نمبر ۳۸،۳۹ و حجج الکرامہ ازنواب صدیق حسن خان صاحب مطبع شاہجہانی بھوپال صفحہ۴۳۱)

پس یہ روایت بھی حجت نہیں۔

شرک فی الرسالت کا الزام

احراری محض عوام کو دھوکہ دینے کی نیت سے کہا کرتے ہیں کہ ہم "شرک فی الرسالت" برداشت نہیں کر سکتے۔

جواب:۔(۱)"شرک فی الرسالۃ" کے قابلِ اعتراض ہونے کی اصطلاح تم نے کہاں سے نکالی ہے؟ کیونکہ "شرک" تو اسلامی اصطلاح میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو ہم پلّہ یا حصہ دار ماننے کا نام ہے کیونکہ وہ "واحد" ہے،لیکن رسالت تو ایک ایسا انعام الٰہی ہے جس میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی شریک ہیں۔پس اگر شرک فی الرسالۃ کوئی قابلِ اعتراض چیز ہے تو ہر مسلمان ایک لاکھ چوبیس ہزار مرتبہ اس شرک فی الرسالۃ کا اقرار کرتا ہے۔

۲۔تم خود مسیحؑ کی آمد ثانی کے قائل ہو جو "نبی" اللہ کا ہے۔پھر شرک فی الرسالۃ کی غیرت کہاں گئی۔

۳۔قرآن مجید میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسٰیؑ کو وادیٔ طور میں اِنِّیٓ اَنَا رَبُّكَ (طٰهٰ : ۱۳) کی صدا لگائی اور دربارِ فرعون میں جانے کا حکم ملا تو حضرت موسٰیؑ نے یہ دعا کی۔وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ (طٰہٰ:۳۰ تا ۳۲)

اس آیت کا ترجمہ تفسیر قادری المعروف بہ تفسیر حسینی اردو و فارسی سے نقل کیا جاتا ہے۔

''اور کر دے میرے واسطے یعنی مقرر کر مدد دینے والا یا بوجھ بانٹنے والا میرے لوگوں میں سے ہارون میرا بھائی مضبوط کر اس کے سبب سے میری پیٹھ اور شریک کر اس اے میرے کام میں یعنی انہیں نبوت میں میرا شریک کر دے۔'' (جلد ۲ صفحہ ۳۶)

(۴) حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں:۔ **وَاَشْرِکْہُ فِیْ اَمْرِیْ وَالْاَمْرُ ھٰھُنَا النُّبُوَّۃُ** (تفسیر کبیر رازی جلد ۶ صفحہ ۴۷ مصری زیر آیت وَاَشْرِکْہُ فِیْ اَمْرِیْ طٰہٰ:۳۲) یعنی یہ شریک فی النبوۃ کرنے کی دعا ہے۔

(۵) تفسیر ابی السعود میں ہے:۔ ''**اِجْعَلْہُ شَرِیْکِیْ فِیْ نُبُوَّتِیْ**'' (برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۴۹ مصری زیر آیت وَاَشْرِکْہُ فِیْ اَمْرِیْ طٰہٰ:۳۲) یعنی یہ دعا کی کہ اے خدا! ہارون کو میری نبوت میں شریک کر دے۔ پس یہ ''شرک فی الرسالۃ'' تو وہ اعلیٰ اور عمدہ چیز ہے جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کر کے لجاجت سے حاصل کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اسے بہت بڑا انعام اور فضل قرار دیا۔ جیسا کہ فرماتا ہے:

قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یٰمُوْسٰی وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْکَ مَرَّۃً اُخْرٰٓی (طٰہٰ:۳۷،۳۸) کہ اے موسیٰ! ہم نے تیری یہ ''شرک فی الرسالۃ'' والی دعا قبول کر لی اور صرف یہ نہیں بلکہ اس کے علاوہ ہم نے پہلے بھی ایک موقع پر تجھ پر ایک اور بڑا فضل کیا تھا۔ سورۃ مریم:۵۴ میں ہے ''وَوَھَبْنَا لَہٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاہُ ھٰرُوْنَ نَبِیًّا'' یعنی ہم نے اپنی طرف سے خاص رحمت کے طور سر حضرت موسیٰؑ کے بھائی ہارونؑ کو نبی بنایا۔ پس ثابت ہوا کہ جس طرح موسیٰؑ کے نبی بن جانے کے بعد ان کے بھائی کا ان کے تابع نبی ہونا حضرت موسیٰؑ کی توہین نہیں بلکہ عزت افزائی اور فضل خداوندی ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں میں سے کسی کا نبی ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی میں رہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علّو مرتبت اور شانِ عظمیٰ کو ظاہر کرتا ہے نہ کہ باعث توہین ہے چنانچہ لکھا ہے:

ا۔ خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو دیکھنا چاہیے کہ ایسا پیغمبر جو کلمہ خدا اور روح اللہ ہے زمانِ آخر میں ان کی امت میں داخل شامل ہوگا۔ یہ رتبہ تو دنیا میں پایا جاوے گا آخرت میں پورا پورا رتبہ مزیت سب انبیاء ورسل پر ظاہر ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (اقتراب الساعۃ از نواب نور الحسن خان صفحہ ۹۴ مطبع مفید عام الکائنۃ فی آگرہ ۱۳۰۱ھ)

ب۔ ''**لَیْسَ فِی الرُّسُلِ مَنْ یَّتَّبِعُہٗ رَسُوْلٌ اِلَّا نَبِیُّنَا صَلْعَمْ وَ کَفٰی بِھٰذَا شَرْفًا لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ**'' (حجج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان صاحب صفحہ ۴۲۷ سطر نمبر ۱ الفصل الاوّل در مطبع

شاہجہانی) یعنی جملہ انبیاء علیہم السلام میں سے سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی ایسا نبی نہیں ہے جس کے تابع کوئی دوسرا نبی ہو اور یہ امت محمدیہ کی ایک بہت بڑی فضیلت ہے۔'' گویا جس چیز کو احراری معترض کی خود ساختہ اصطلاح کے نام سے ناقابل برداشت ''توہین'' قرار دیتا ہے علماء گذشتہ کے نزدیک یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی فضیلت ہے اور امت محمدیہ کے شرف اور مرتبہ کو ثابت کرنے والی ہے۔

حضرت موسیٰؑ کا جواب:۔

(۶) تورات میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں بھی ''**شرک فی الرسالة**'' کی جھوٹی ''غیرت'' کا مظاہرہ کیا گیا تھا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا وہی جواب دیا جو آج ہم احرایوں کو دیتے ہیں کہ تم خدا تعالیٰ کے انعام کے دروازے بند کرنے والے کون ہو؟

ملاحظہ ہو۔ تورات میں ہے:۔ ''تب موسیٰ نے باہر جا کر خداوند کی باتیں قوم سے کہیں اور بنی اسرائیل سے ستر شخص اکٹھے کئے اور انہیں خیمہ کے آس پاس کھڑا کیا۔ تب خداوند بدلی میں ہو کر اترا اور اس سے بولا اور اس کی روح میں سے جو اس میں تھی کچھ لے کے ان ستر بزرگ شخصوں کو دی۔ چنانچہ جب روح نے ان میں قرار پکڑا تو وہ نبوت کرنے لگے اور بعد اس کے پھر نہ کی اور ان میں سے دو شخص خیمہ گاہ ہی میں رہے تھے جن میں سے ایک کا نام اِلداد تھا دوسرے کا نام میداد۔ چنانچہ روح نے ان میں قرار پکڑا اور وہ خیمہ گاہ ہی میں نبوت کرتے تھے۔ تب ایک جوان نے دوڑ کے موسیٰ کو خبر دی کہ الداد اور میداد خیمہ گاہ میں نبوت کرتے ہیں۔ سو موسیٰ کے خادم نون کے بیٹے یشوع نے جو اس کے خاص جوانوں میں سے تھا۔ موسیٰ سے کہا کہ اے میرے خداوند موسیٰ! انہیں منع کر۔ موسیٰ نے اسے کہا کیا تجھے میرے لئے رشک آتا ہے کاش کہ خداوند کے سارے بندے نبی ہوتے اور خداوند ان میں اپنی روح ڈالتا۔'' (گنتی باب ۱۱ آیت ۲۴ تا ۳۰)

غیر احمدی:۔ یہ تورات کا حوالہ ہے یہ بطور دلیل پیش نہیں ہوسکتا۔

جواب:۔ قرآن میں ہے:۔ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ (یونس: ۹۵) صحیح حدیث میں ہے ''**حَدِّثُوْا عَنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ وَ لَا حَرَجَ**'' (بخاری۔ ترمذی۔ مسند احمد حنبلؒ۔ ابوداؤد بحوالہ جامع الصغیر امام سیوطی جلد ۱ صفحہ ۱۲۶ مطبوعہ مصر باب الباء و

جلداصفحہ۱۴۷باب الحاء) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بنی اسرائیل کی روایات بیان کرنے اوران سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی اورفرمایا کہ بے شک بنی اسرائیل کی روایات اخذ کرلیا کرو۔اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔خیر یہ تو عام حکم ہےلیکن روایت زیر بحث میں تو جس مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ نہ صرف یہ کہ قرآنی تعلیم کے خلاف نہیں بلکہ قرآنی تعلیم کے عین مطابق ہےاورخود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس نظریہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سورۃ طٰہٰ کی مندرجہ بالا آیات میں بیان کیا گیا ہے۔پس اس کی صحت میں تو قطعاً کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔

''شرک فی الرسالۃ'' کا نعرہ بلند کرنے والوں سے ایک سوال

جہاں تک حضرت مسیح موعودؑ کا تعلق ہے حضورؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے ایک ذرّہ بھر بھی علیحدگی کو''خسران وتباب'' قرار دیا،لیکن ذرا مندرجہ بالا حوالہ جات کو پڑھ کر پھران لوگوں سے جو شرک فی النبوۃ کا جھوٹا نعرہ بلند کرتے ہیں۔پوچھیئے کہ احمدیوں کے خلاف تو''تحفظ ختم نبوت'' کے بہانے سے اشتعال انگیزی اورمنافرت خیزی کی مہم چلا رہے ہو۔لیکن قادری سلسلہ کے لوگوں کے خلاف کیوں محاذ نہیں بناتے۔بلکہ اُن کے ساتھ تمہارا کامل اتحاد ہے۔ملاحظہ ہوں حوالہ جات ذیل:۔

۱۔''**كَانَ فِي زَمَنِ الْغَوْثِ رَجُلٌ فَاسِقٌ مُصِرٌّ عَلَى الذُّنُوبِ وَلٰكِنْ تَمَكَّنَتْ مَحَبَّةَ الْغَوْثِ فِيْ قَلْبِهِ الْمَحْجُوْبِ. فَلَمَّا تُوُفِّيَ دَفَنُوْهُ فَجَآءَ مُنْكَرٌ وَ نَكِيْرٌ وَ سَئَالا مَنْ رَبُّكَ وَ مَنْ نَبِيُّكَ وَ مَا دِيْنُكَ فَاَجَابَهُمَا فِيْ كُلِّ سُؤَالٍ بِعَبْدِالْقَادِرِ فَجَاءَ هُمَا الْخِطَابُ مِنَ الرَّبِّ الْقَدِيْرِ يَا مُنْكَرُ وَ نَكِيْرُ اِنْ كَانَ هٰذَا الْعَبْدُ مِنَ الْفَاسِقِيْنَ لٰكِنَّهٗ فِيْ مَحَبَّةِ مَحْبُوْبِيْ اَلسَّيِّدِ عَبْدِالْقَادِرِ مِنَ الصَّادِقِيْنَ فَلِاَجْلِهٖ غَفَرْتُ لَهٗ**''

(مناقب تاج الاولیاء وبرہان الاصفیاء مطبوعہ مصر۔القطب الربانی والغوث الصمدانی السید عبدالقادر الگیلانی مصنفہ الشیخ عبدالقادر القادری ابن محی الدین الاوطی مطبوعہ مصر صفحہ ۲۳)

ترجمہ:۔حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک بدکار آدمی تھا جو گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا تھا،لیکن اس کے دل پر حضرت غوث الاعظم کی محبت غلبہ پا چکی تھی پس جب وہ شخص مرگیا تو اسے دفن کردیا گیا پھراس کے پاس منکرنکیر آئے اوراس سے تین سوال کئے (۱) تیرا رب کون ہے (۲) تیرا نبی کون ہے (۳) تیرا دین کونسا ہے؟ پس اس شخص نے ان تینوں سوالوں میں سے ہرسوال کا جواب''عبدالقادر'' دیا (یعنی یہ کہا کہ میرا رب عبدالقادر ہے۔میرا نبی عبدالقادر ہے اورمیرا

دین بھی عبدالقادر ہے) پس رب قدیر کی طرف سے آواز آئی کہ اے منکر اور نکیر! سنو! اگر چہ یہ شخص فاسق تھا لیکن یہ میرے محبوب عبدالقادر کا سچا عاشق ہے۔ پس اس محبت کی وجہ سے میں نے اسے بخش دیا ہے۔''

فرمائیے! کہیں ''شرک فی التوحید'' ''شرک فی الرسالة'' اور ''شرک فی الدین'' میں کوئی کسر تو باقی نہیں رہی۔

۲۔''فَقَالَ لِلْعِيْسوِيّ اِنَّ نَبِيَّكُمْ بِاَيِّ كَلَامٍ كَانَ يُخَاطِبُ الْمَيِّتَ حِيْنَ اَحْيَائِهٖ فَقَالَ فِيْ جَوَابِهٖ كَانَ يُخَاطِبُهٗ بِقَوْلِهٖ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ......فَقَالَ لَهُ الْغَوْثُ اِنَّ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبرِ كَانَ مُغَنِّيًا فِي الدُّنْيَا اِنْ اَرَدْتَ اَنْ اُحْيِيَهٗ مُغَنِّيًا فَاَنَا مُجِيْبٌ لَكَ فَقَالَ نَعَمْ فَتَوَجَّهَ اِلَى الْقَبْرِ وَ قَالَ قُمْ بِاِذْنِيْ. فَانْشَقَّ الْقَبْرُ وَ قَامَ الْمَيِّتُ حَيًّا مُغَنِّيًا۔''

(کتاب مناقب تاج الاولیاء مطبوعہ مصر)

''یعنی حضرت غوث الاعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عیسائی سے بحث کے دوران میں اس عیسائی سے دریافت کیا: ''تمہارا نبی (عیسیٰ) مردوں کو کیا کہہ کر زندہ کیا کرتا تھا؟ عیسائی نے جواب دیا ''قم باذن اللّٰہ کہہ کر۔'' حضرت غوث الاعظم نے فرمایا کہ اس قبر میں مدفون شخص دنیا مین مغنّی تھا اگر تو چاہے تو میں اس کو اس طرح زندہ کر سکتا ہوں کہ یہ گاتا ہوا زندہ ہو جائے۔ عیسائی نے کہا۔ بہت اچھا کر کے دکھائیے۔ تو حضرت غوث الاعظم نے فرمایا ''قُمْ بِاِذْنِيْ'' (یعنی میرے حکم سے اٹھ!) پس قبر پھٹ گئی اور وہ مردہ گاتا ہوا زندہ اٹھ کھڑا ہوا۔''

گویا مسیح ناصری کو خدا کے حکم سے مردے زندہ کرتے تھے۔ مگر حضرت غوث الاعظم نے اپنے حکم سے مردہ زندہ کیا۔

۳۔ایک اور فضیلت ملاحظہ فرمائیے:۔''لَمَّا عُرِجَ بِحَبِيْبِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ اسْتَقْبَلَ اللّٰهُ اَرْوَاحَ الْاَنْبِيَآءِ وَالْاَوْلِيَآءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنْ مَقَامَاتِهِمْ لِاَجْلِ زِيَارَتِهٖ فَلَمَّا قَرُبَ نَبِيًّا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْعَرْشِ الْمَجِيْدِ رَاٰهُ عَظِيْمًا رَفِيْعًا لَا بُدَّ لِلصُّعُوْدِ اِلَيْهِ مِنْ سُلَّمٍ وَ مِرْقَاةٍ فَاَرْسَلَ اللّٰهُ اِلَيْهِ رُوْحِيْ فَوَضَعْتُ كَتِفِيْ مَوْضِعَ الْمِرْقَاةِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّضَعَ قَدَمَيْهِ عَلٰى رَقَبَتِيْ سَاَلَ اللّٰهَ تَعَالٰى عَنِّيْ فَاَلْهَمَهٗ هٰذَا وَلَدُكَ اسْمُهٗ عَبْدُالْقَادِرِ'' (کتاب مناقب تاج الالیاء مطبوعہ مصر صفحہ ۸)

حضرت غوث الاعظم جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ معراج شب جب حبیب خدا آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم آسمان پر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء اور اولیاء کی روحوں کو ان کے مقامات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال و زیارت کے لیے بھیجا۔ پھر جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرش الٰہی کے قریب پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ عرش الٰہی بہت بڑا اور اونچا ہے اور اس پر سیڑھی کے بغیر چڑھنا مشکل ہے۔ پس آپ کو سیڑھی کی کی ضرورت پیش آئی تو یکدم اللہ تعالیٰ نے میری (غوث الاعظم کی) روح کو بھیج دیا۔ چنانچہ میں نے اپنا کندھا سیڑھی کی جگہ کر دیا پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے کندھے پر پاؤں رکھنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے میرے بارے میں دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ آپ کا بیٹا ہے اور اس کا نام ''عبدالقادر'' ہے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرش الٰہی تک حضرت غوث الاعظم کی مدد سے پہنچ سکے۔ حضرت غوث الاعظم فرماتے ہیں:۔

۴۔ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا وَلِيٍّ اِلَّا وَقَدْ حَضَرَ مَجْلِسِيْ هٰذَا اَلْاَحْيَآءُ بِاَبْدَانِهِمْ وَالْاَمْوَاتُ بِاَرْوَاحِهِمْ (کتاب مناقب تاج الاولیاء مذکور صفحہ ۴۷ مصری) کوئی ایک نبی یا ولی ایسا نہیں جو میری اس مجلس میں حاضر نہ آیا ہو ان میں سے جو زندہ ہیں وہ اپنے جسموں سمیت یہاں آئے اور جو فوت ہو چکے ہیں ان کی روحیں حاضر ہوئیں۔

نوٹ:۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ تھے تو یقیناً وہ بھی آسمان پر سے اترے کر حضرت غوث الاعظم کی مجلس میں حاضر ہوئے ہوں گے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کم از کم ایک مرتبہ تو آسمان سے نزول فرما چکے ہیں۔ اب دوبارہ آسمان پر چڑھنے کے لئے کس نصّ کی ضرورت ہے۔ اس حاضری سے آنحضرتؐ بھی مستثنیٰ نہیں ہیں۔

۵۔ حضرت غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں۔ ''هٰذَا وُجُوْدُ جَدِّيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وُجُوْدَ عَبْدَالْقَادِرِ'' (کتاب المناقب تاج الاولیاء مصری صفحہ ۳۵ و گلدستہ کرامات صفحہ ۸) کہ یہ میرا اپنا عبدالقادر کا وجود نہیں بلکہ میرے نانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے۔

۶۔ '' هُوَ مُتَصَرِّفٌ فِي التَّكْوِيْنِ بِالْاِذْنِ الْمُطْلَقِ'' (مناقب تاج الاولیاء مصری صفحہ ۳۰) یعنی حضرت غوث الاعظمؒ کو ''كُنْ فَيَكُوْن'' کا تصرف حاصل ہے۔

۷۔ ''لَهُ الْاَخْلَاقُ الْمُحَمَّدِيَّةُ وَالْحُسْنُ الْيُوْسُفِيّ . وَالصِّدْقُ الصِّدِيْقِيُّ وَالْعَدْلُ الْعُمَرِيُّ وَالْحِلْمُ الْعُثْمَانِيُّ وَالْعِلْمُ وَالشُّجَاعَةُ وَالْقُوَّةُ الْحَيْدَرِيَّةُ'' (مناقب تاج الاولیاء

مصری صفحہ ۱۳) یعنی حضرت غوث الاعظم میں اخلاقِ محمدی، حسنِ یوسفی، صدقِ صدیقی، عدلِ عمر، حلمِ عثمان اور حضرت علی کا علم، شجاعت اور قوت تھی۔

۸۔ ''هُوَ فِیْ مَقَامِ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْاَدْنٰی'' (کتاب مناقب تاج الاولیاء صفحہ ۲۸ مطبوعہ مصر) یعنی حضرت غوث الاعظم مقام دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْاَدْنٰی میں ہیں۔

۹۔ حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں:۔ لوگ جانتے ہیں کہ میں ان جیسا ایک شخص ہوں اگر عالمِ غیب میں میری صفت دیکھیں تو ہلاک ہو جائیں اور فرماتے ہیں:

''میری مثال اس دریا کی طرح ہے جس کہ نہ گہراؤ معلوم ہے نہ اوّل و آخر، ایک نے پوچھا کہ عرش کیا ہے؟ فرمایا میں ہوں ''پوچھا'' کرسی کیا ہے؟ فرمایا ''میں ہوں'' پوچھا خدا کیا ہے؟ فرمایا ''میں'' کہا خدا عزوجل کے برگزیدہ بندے ابراہیمؑ و موسٰیؑ و عیسٰیؑ۔ محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام فرمایا ''سب میں ہوں'' کہا کہتے ہیں کہ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں جبرئیلؑ، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام فرمایا! وہ سب میں ہوں۔''

(ظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء چودھواں باب صفحہ ۱۵۴، ۱۵۵ و تذکرۃ الاولیاء اردو شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز مطبع علمی پرنٹنگ پریس بار سوم صفحہ ۱۲۸)

ب:۔ ابو یزید سے لوگوں نے کہا کہ فردائے قیامت میں خلائق لوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے ہوں گے کہا قسم خدا کی میرا لواء (جھنڈا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لواء سے زیادہ ہے کہ خلائق اور پیغمبر میرے لواء کے نیچے ہوں گے۔ مجھ جیسا نہ آسمان میں پائیں گے اور نہ زمین میں۔

(ظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء مطبع اسلامیہ لاہور بار سوم صفحہ ۱۵۹ چودھواں باب)

نوٹ:۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بایزید بسطامی مجذوب تھے۔ کیونکہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بایزید بسطامی کے بارے میں لکھا ہے کہ بقولِ حضرت جنید بغدادی آپ کے مقام اولیاء امت میں ایسا ہے جیسے جبرئیل کا مقام دوسرے فرشتوں میں۔

(کشف المحجوب مترجم اردو صفحہ ۱۲۲ شائع کردہ شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین ۱۳۲۲ھ مطبع عزیزی لاہور)

مستلزم کفر یا مدارِ نجات کی آمد!

غیر احمدی:۔ ایسا وجود جس کا انکار مستلزم کفر یا مدار نجات ہو اگر آ جائے تو امت محمدیہ میں تفرقہ پڑ جائے گا اس لئے ممتنع ہے۔

جواب نمبرا:۔ یہ ایک بلا دلیل مفروضہ ہے۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے کسی کو بھی عذاب نہیں دے گا یا اس امت میں تفرقہ نہیں پڑے گا۔ حدیث میں تو یہ لکھا ہے **اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی اِثْنَتَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّۃً تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃٌ وَاحِدَۃٌ** (مشکوٰۃ اصح المطابع باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ صفحہ ۳۰ مطبع احمدی) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود کے بہتر فرقے ہوئے تھے لیکن میری امت کے ۷۳ فرقے ہو جائیں گے ان میں سے ۷۲ دوزخی ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے۔ پس تفرقہ بھی موجود ہے اور اکثریت کا "**فِی النَّار**" ہونا بھی مسلم ہے۔ پھر یہ "احتیاط" کس لئے ہے؟

نمبر۲۔ مسیح موعودؑ اور امام مہدی کی آمد کا عقیدہ ایک اجماعی عقیدہ ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ ان کا انکار کفر ہے ملاحظہ ہو:۔

الف۔ جو کوئی......تکذیب مہدی کی کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ **رَوَاہُ اَبُوْبَکْرٍ الْاِسْکَافُ فِیْ فَوَائِدِ الْاَخْبَارِ وَاَبُوالْقَاسِمِ السُّھَیْلِیُّ فِیْ شَرْحِ السِّیَرِ لَہٗ**"

(اقتراب الساعۃ از نواب نور الحسن صاحب صفحہ ۱۰۰ مطبع مفید عام الکائنۃ فی آگرہ ۱۳۰۱ھ)

ب۔ وابوبکر بن ابی خیثمہ اسکاف چنانکہ سہیلی از وے نقل کردہ دریں باب توغّل نمودہ در فوائد الاخبار بسند خود از مالک بن انس از محمد بن منکدر از جابر آوردہ کہ گفت رسول خدا صلعم **مَنْ کَذَّبَ بِالْمَھْدِیْ فَقَدْ کَفَرَ** (حجج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان صفحہ ۳۵۱ مطبع شاہجہانی واقع بلدہ بھوپال) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مہدی کی تکذیب کرنے والا کافر ہوگا۔

ج۔ حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ **وَمَنْ قَالَ بِسَلْبِ نُبُوَّتِہٖ کَفَرَ حَقًّا کَمَا صَرَّحَ بِہِ السُّیُوْطِیُ فَاِنَّہُ النَّبِیُّ لَا یَذْھَبُ عَنْہُ وَصْفُ النُّبُوَّۃِ فِیْ حَیَاتِہٖ وَلَا بَعْدَ مَوْتِہٖ......** وعیسیٰ را بعد نزول وحی الٰہی آید چنانکہ در حدیث نواس بن سمعان نزد مسلم وغیرہ آمدہ **یَقْتُلُ عِیْسٰی الدَّجَّالَ عِنْدَ بَابِ لُدِّ الشَّرْقِیِّ فَبَیْنَمَاھُمْ کَذَالِکَ وَاِذْ اَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلٰی عِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ اِنِّیْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا مِّنْ عِبَادِیْ لَا یَدَانِ لَکَ بِقِتَالِھِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِیْ اِلَی الطُّوْرِ ۔اَلْحَدِیْثِ۔** وظاہر آنست کہ آرندۂ وحی بسوئے او جبرئیل علیہ السلام باشد بلکہ بہمین یقین داریم و دراں تردّد نمی کنیم چہ جبرئیل سفیر خدا است درمیان انبیاء علیہم السلام و فرشتہ دیگر برائے ایں کار معروف نیست۔ (حجج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان صفحہ ۴۳۱ مطبع شاہجہانی واقع بلدہ بھوپال)

۳۔ یہ تو خیر امام مہدی یا مسیح موعود کا ذکر ہے لیکن ان کے علاوہ بھی بعض ہستیاں ایسی ہیں جن پر ایمان لانا مدارِ نجات ہے ملاحظہ ہو:۔

(الف) قرآن مجید:۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (النساء:۶۰)

(ب) مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ مِثْلُ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرِقَ (مستدرک امام حاکم بحوالہ جامع الصغیر للسیوطی جلد۲ صفحہ۱۵۴ مطبوعہ مصر باب المیم) یعنی میرے اہل بیت کی مثال نوحؑ کی کشتی کی ہے جو کوئی اس پر سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو پیچھے رہے گا وہ غرق ہوگا۔ (یہ حدیث ہے)

اس حدیث میں اہل بیت نبویؐ پر ایمان لانے کو مدارِ نجات ٹھہرایا گیا ہے۔ (ج) حدیث میں ہے حُبُّ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ مِنَ الْاِیْمَانِ وَ بُغْضُھُمَا نِفَاقٌ وُحُبُّ الْاَنْصَارِ مِنَ الْاِیْمَانِ وَ بُغْضُھُمْ کُفْرٌ (ابن عساکر بحوالہ جامع الصغیر للسیوطی حرف الحاء صفحہ۱۴۶ جلد۱) یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ کی محبت ایمان میں سے ہے اور ان سے بغض نفاق (کفر) ہے انصار کی محبت ایمان اور ان سے بغض کفر ہے۔ (د) "مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔" (طبرانی بحوالہ جامع الصغیر جلد۲ صفحہ۱۷۲) یعنی جو کوئی میرے اصحاب کو گالی دے گا اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور جملہ انسانوں کی لعنت (ھ) اللہ تعالیٰ نے حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی کو الہام کیا۔ مَقْبُوْلُکَ مَقْبُوْلِیْ وَ مَرْدُوْدُکَ مَرْدُوْدِیْ (کتاب مناقب تاج الاولیاء مصری صفحہ۲۱،۲۲) کہ تیرا مقبول میرا مقبول اور تیرا مردود میرا مردود ہے۔

(و) وَمَنْ یَنْحَرِفُ عَنْ طَاعَتِہٖ یَقَعُ مِنْ ذُرْوَۃِ الْقُرْبِ اِلٰی اَسْفَلِ الْبُعْدِ وَالْحِرْمَانِ (مناقب تاج الاولیاء مصری صفحہ۱۳) یعنی جس نے حضرت غوث الاعظم کی فرمانبرداری سے انحراف کیا وہ قریب کی بلندیوں سے گر کر اسفل السافلین میں جا گرا۔

(ز) حضرت غوث الاعظم کا منکر کافر ہے۔ (مناقب تاج الاولیاء مصری صفحہ۱۳)

(ح) شیخین یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ کو برا کہنے سے کافر ہوتا ہے۔"

(مَالَا بُدَّ مِنْہُ (اردو) شائع کردہ ملک دین محمد اینڈ سنز مصنفہ مولوی ثناء اللہ صاحب پانی پتی صفحہ۸۸)

(ط) شیعوں کا عقیدہ ہے کہ بارہ اماموں پر ایمان لانا مدارِ نجات ہے۔ ملاحظہ ہو

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

نَحْنُ قَوْمٌ اَمَرَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی بِطَاعَتِنَا وَ نَھٰی عَنْ مَعْصِیَتِنَا نَحْنُ الْحُجَّۃُ

الْبَالِغَةُ عَلٰی مَنْ دُوْنَ السَّمَآءِ وَفَوْقَ الْاَرْضِ''(کافی کتاب الحجۃ ازحضرت جعفر صادقؒ باب۵۳)

کہ ہم (ائمہ) ایک ایسی معصوم جماعت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو ہماری فرمانبرداری کرنے اور ہماری نافرمانی نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ہم حجت بالغہ ہیں ان پر جو آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہیں۔

(۴) حدیث مجددین میں ہے کہ ''اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا'' (ابوداؤد کتاب الملاحم باب ''مَا یُذْکَرُ فِیْ قَرْنِ الْمِائَۃِ'' ۔نیز مشکوٰۃ کتاب العلم الفصل الثانی حدیث نمبر ۵۰)

(اس کی تفصیل دیکھو دلائل صداقت مسیح موعودؑ پندرہویں دلیل)

۵۔حدیث میں ہے۔مَنْ لَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ. رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ الطَّیَالِسِیُّ فِیْ مَسْنَدِہٖ وَ اَبُوْ نَعِیْمٍ فِیْ حُلْیَۃٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ۔''(کنز العمال جلد۳ صفحہ ۲۲۰ کتاب القیامہ نمبر ۵۴۔۳۸۸۵۳)

نوٹ:۔ یہ حدیث اہلِ شیعہ کے ہاں بھی مسلم ہے۔(ملاحظہ ہو کلینی صفحہ ۹۶ وصفحہ ۱۹۰) ''یعنی جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کرے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔''

۶۔امام مہدی کے بارہ میں ابوداؤد کتاب الملاحم باب خروج دجّال قبل یوم القیامۃ کی حدیث میں ہے کہ ''اِذَا رَأَیْتُمُوْہُ فَاعْرِفُوْہُ'' یعنی جب تم امام مہدی کا زمانہ پاؤ تو تمہیں چاہیے کہ اسے شناخت کرو اور ایک دوسری روایت میں ہے۔''فَاِذَا رَأَیْتُمُوْہُ فَبَایِعُوْہُ وَلَوْحَبْوًا عَلَی الثَّلْجِ فَاِنَّہٗ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْمَھْدِیُّ (ابن ماجہ کتاب الفتن باب خروج المھدی)

یعنی جب تم امام مہدی کا زمانہ پاؤ تو اس کی بیعت کرو خواہ تمہیں برف پر سے گھٹنوں کے بل ہی اس کے پاس جانا پڑے کیونکہ وہ خلیفۃ اللہ ہے۔

۷۔شیعوں کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت غوث الاعظم جیلانیؒ کے فتاویٰ کفر کی تفصیل ملاحظہ ہو مضمون بعنوان ''حربہ تکفیر'' (آخری حصہ پاکٹ بک ھٰذا)

صداقت حضرت مسیح موعودؑ

عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

خادمؔ

دلائل صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(حصہ اوّل)

پہلی دلیل:۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس:۱۷) کہ میں نے تم میں دعویٰ نبوت سے قبل ایک لمبی عمر گزاری ہے۔کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔اگر میں پہلے جھوٹ بولتا تھا تو اب بھی بولتا ہوں لیکن اگر میری چالیس سالہ زندگی پاک اور بے عیب ہے تو یقیناً آج میرا دعویٰ الہام و نبوت بھی حق ہے۔ ؎

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است

حضرت قطب الاولیاء ابواسحٰق ابراہیم بن شہریار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

''جو شخص جوانی میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہوگا وہ بڑھاپے میں بھی اللہ ہی کا تابعدار رہے گا۔''

(تذکرۃ الاولیاء مصنفہ حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ باب ۷۶ حالات ابواسحٰق ابراہیم بن شہریار مترجم اردو شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز لاہور و ظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء شائع کردہ حاجی چراغ الدین سراج الدین صفحہ ۴۲۷)

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو صاحبانِ حق کے پیشرو اور امام ہوئے اور محبانِ خدا کے پیشوا۔ جب تک برہانِ حق اور رسالت نے ان پر ظہور نہ پایا اور وحی نازل نہ ہوتی تب تک نیک نام رہے اور جب دوستی کی خلعت نے سرِ مبارک پر زیب دیا تو خلقت نے ملامت سے ان پر زبان درازی کی بعض نے کاہن کہہ دیا اور بعض نے شاعر اور بعض نے دیوانہ اور بعض نے جھوٹ کا الزام دیا۔ایسی ہی اور گستاخی جائز رکھی۔''

(کشف المحجوب باب چہارم ''ملامت کے بیان میں'' مترجم اردو شائع کردہ شیخ الٰہی بخش جلال دین لاہوری ۱۳۲۲ء صفحہ ۶۵،۶۶)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا تو اس سے قبل ابولہب اور دوسرے کافر یہی کہتے تھے مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا (بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الشعراء. و انذر عشیرتک الاقربین) کہ ہم نے آپ سے سوائے سچ کے اور کبھی کچھ تجربہ نہیں کیا مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دعویٰ بیان فرمایا۔ فَاِنِّیْ نَذِيْرٌ بَيْنَ يَدَىْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ کہ میں خدا کی طرف سے نبی ہو کر آیا

ہوں اور یہ کہ ایک خطرناک عذاب آنے والا ہے۔ تو انہی مصدقین نے انکار کیا اور ابولہب نے **تَبًّا لَکَ** بھی کہہ دیا کہ آپ کو ہلاکت ہو۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی لوگ جو پہلے **مَا جَرَّبْنَا عَلَیْکَ اِلَّا صِدْقًا** کہا کرتے تھے بعد از دعویٰ نبوت جھوٹا کہنے لگ گئے۔ قَالَ الْکٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ (ص:۵) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف جادوگر ہیں بلکہ نعوذ باللہ کذاب بھی ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ نبی کی قبل از دعویٰ زندگی دوست و دشمن کے تجربہ کے رو سے پاک ہوتی ہے۔ گو پاک تو اس کی دعویٰ نبوت کے بعد کی زندگی بھی ہوتی ہے مگر چونکہ دعویٰ نبوت کی وجہ سے لوگ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں اس لئے وہ اس پر طرح طرح کے اعتراض ''دشمن بات کرے انہونی'' کے مطابق کیا کرتے ہیں۔ پس اگر کسی مدعی نبوت کی صداقت پرکھنی ہو تو اس کی دعویٰ سے قبل کی زندگی پر نظر ڈالنی چاہیے۔

حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

''اب دیکھو خدا نے اپنی حجت کو تم پر اس طرح پر پورا کر دیا ہے کہ میرے دعویٰ پر ہزار ہا دلائل قائم کر کے تمہیں یہ موقعہ دیا ہے کہ تا تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے وہ کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے اور تم کوئی عیب، افترا یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افترا کا عادی ہے یہ بھی اُس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اس نے ابتدا سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔''

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۴)

اس چیلنج کو شائع ہوئے ۵۲ سال گزر گئے مگر آج تک کسی شخص کو اس کے قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ہاں مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بچپن کے زمانہ سے جانتا تھا۔ یہ شہادت دی۔

''مؤلف براہین احمدیہ کے حالات و خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی و شرح ملاّ پڑھتے تھے) ہمارے ہم مکتب۔'' (اشاعۃ السنۃ جلد ۷ نمبر ۶ از مولوی محمد حسین بٹالوی)

''مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رو سے (وَاللّٰهُ حَسِیْبُهٗ)

شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیز گار و صداقت شعار ہیں۔'' (اشاعۃ السنۃ جلد ۷ نمبر ۹)

''اب ہم اس (براہین احمدیہ) پر اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی...... اور اس کا مؤلف (حضرت مسیح موعودؑ) بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی ولسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔'' (اشاعۃ السنہ جلد ۶ نمبر ۶)

اعتراض:۔ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ حصہ پنجم میں لکھا ہے کہ حیاتِ مسیح کا عقیدہ مشرکانہ عقیدہ ہے اور خود بارہ سال حیات مسیح کے قائل رہے۔

جواب (۱) حد ہمیشہ اتمام حجت کے بعد لگتی ہے جب تک نبی ایک بات کو ممنوع قرار نہیں دے دیتا اس وقت تک اس کی خلاف ورزی کرنے والا کسی فتویٰ کے ماتحت نہیں آتا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **قَدْ اَفْلَحَ وَ اَبِیْهِ اِنْ صَدَقَ** (مسلم کتاب الایمان باب بیان الصلوات التی ھی احد ارکان الاسلام) کہ اس کے باپ کی قسم اگر اس نے سچ بولا ہے تو وہ کامیاب ہو گیا۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''باپ'' کی قسم وَاَبِیْهِ کے الفاظ میں کھائی ہے مگر دوسری جگہ فرمایا:۔

(۲) **مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَکَ** (ترمذی ابواب الایمان والنذور باب ما جاء فی عن من حلف بغیر اللہ و مشکوٰۃ کتاب الایمان والنذور باب الایمان و النذور)

جو خدا کے سوا کسی کی قسم کھائے وہ مشرک ہو جاتا ہے۔

چنانچہ مشکوٰۃ مجتبائی کتاب الاطعمہ باب اکل المضطر صفحہ ۳۷۰ میں ابوداؤد کی یہ روایت درج ہے:

''**قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاکَ وَ اَبِیْ الْجُوْعُ**'' کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے باپ کی قسم یہ بھوک ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے باپ کی قسم کھائی ہے اور اس کے متعلق حضرت ملّا علی قاری فرماتے ہیں:۔ ''و قولہ و ابی الجوع **قِیْلَ لَعَلَّ ھٰذَا الْحَلْفَ قَبْلَ النَّھْیِ عَنِ الْقَسَمِ بِالْاٰبَاءِ**'' (مرقاۃ برحاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۳۷۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ''میرے باپ کی قسم'' کہا گیا ہے کہ شاید باپوں کی قسم کی ممانعت سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قسم اٹھائی ہے یا عادۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکل گئی ہے۔

(۳) فَقَدُ لَبِثْتُ والی آیت میں تو چالیس سالہ قبل از دعویٰ زندگی میں جھوٹ اور فسق وفجور سے پاکیزگی کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے۔ ورنہ عقائد تو انبیاء کو خدا تعالیٰ کی وحی ہی آ کر مکمل طور پر بتاتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے چیلنج میں فرمایا:۔

''تم کوئی عیب، افترا یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افترا کا عادی ہے یہ بھی اُس نے جھوٹ بولا ہوگا۔''

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے فرمایا۔ مَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذِبَ (بخاری کتا ب التفسیر تفسیر سورۃ النساء با ب قولہ اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْکَ کَمَا اَوْحَيْنَا الخ) کہ جو کہے کہ میں یونس بن متی سے بڑا ہوں وہ جھوٹ بولتا ہے

پھر فرمایا ''لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی '' (صحیح بخاری کتاب الانبیاء کتاب خصومات باب مایذکر فی الاشخاص) کہ مجھ کو موسیٰؑ سے افضل نہ کہو۔ مگر بعد میں فرمایا۔ ''اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ لَا فَخْرَ'' کہ میں تمام انسانوں کا سردار ہوں اور یہ بطور فخر نہیں بلکہ اظہار واقعہ ہے۔ پھر فرمایا ''اَنَا اِمَامُ النَّبِيِّيْنَ وَاَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِيْنَ'' کہ میں تمام نبیوں کا امام اور رہبر ہوں۔ نیز دیکھو مسلم جلد۲ صفحہ ۳۰۷ جہاں لکھا ہے کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا۔ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ! تو آپ نے فرمایا۔ ذَاکَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ کہ میں تمام انسانوں سے افضل نہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سب انسانوں سے افضل ہیں۔

(۵) آج اگر کوئی مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو اس پر یہودی اور کافر ہونے کا فتویٰ لگ جائے مگر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد ۱۴ سال اور ۷ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ باب التوجہ نحو القبلہ)

''كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى نَحْوَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا''.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ سولہ یا سترہ مہینے (ہجرت کے بعد) اس تبدیلی پر اعتراض کرنے والوں کو خدا تعالیٰ نے سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ کہہ کر بیوقوف قرار دیا ہے۔

نوٹ:۔ بعض مخالف مولوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض اس قسم کی عبارات پیش کر دیا

کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ میں دعویٰ سے قبل گمنام تھا۔ مجھے کوئی نہ جانتا تھا وغیرہ وغیرہ اوران عبارات سے یہ دھوکا دیتے ہیں کہ جب آپ کوایک شخص بھی نہیں جانتا تھا پھر آپ کی پہلی زندگی پر اعتراض کون کرے؟ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کرنی چاہیے:۔

''اور میں اپنے باپ کی موت کے بعد محروموں کی طرح ہوگیا۔ اور میرے پر ایک ایسا زمانہ گزرا ہے کہ بجز چند گاؤں کے لوگوں کے اور کوئی مجھ کو نہیں جانتا تھا۔ یا کچھ اردگرد کے دیہات کے لوگ تھے کہ روشناس تھے اور میری یہ حالت تھی کہ اگر میں کبھی سفر سے اپنے گاؤں میں آتا تو کوئی مجھے نہ پوچھتا کہ تو کہاں سے آیا ہے اور اگر میں کسی مکان میں اترتا تو کوئی سوال نہ کرتا کہ تو کہاں اترا ہے اور میں اس گمنامی اور اس حال کو بہت اچھا جانتا تھا اور شہرت اور عزت اور اقبال سے پرہیز کرتا تھا...... پھر میرے رب نے مجھے عزت اور برگزیدگی کے گھر کی طرف کھینچا اور مجھے اس بات کا علم نہ تھا کہ وہ مجھے مسیح موعود بنائے گا اور اپنے عہد مجھ میں پورے کرے گا اور میں اس بات کو دوست رکھتا تھا کہ گمنامی کے گوشہ میں چھوڑا جاؤں'' (ریویو اردو فروری ۱۹۰۳ء جلد۲ نمبر۲ صفحہ ۵۷، ۵۸)

۲۔ اگر معترض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبل از دعویٰ زندگی کو نہیں جانتا تو مولوی محمد حسین بٹالوی تو جانتا تھا جس نے لکھا کہ:۔

''مؤلف براہین احمدیہ کے حالات اور خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین میں سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں بلکہ اوائل کے (جب ہم قطبی و شرح ملاّ پڑھا کرتے تھے) ہمارے ہم مکتب بھی'' (اشاعۃ السنہ جلد ۷ نمبر ۶)

۳۔ پھر اسی طرح مولوی سراج الدین صاحب (جو مولوی ظفر علی صاحب آف ''زمیندار'' کے والد تھے) نے شہادت دی کہ:۔

''مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء و ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۲، ۲۳ سال کی ہوگی۔ ہم چشم دید شہادت سے کہتے ہیں کہ جوانی میں نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔'' (زمیندار ۸/ جون ۱۹۰۸ء)

۴۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی یہ دلیل آریوں کے سامنے بیان کی جاتی ہے تو وہ بھی یہی جواب دیتے ہیں کہ ہم ان کی قبل از دعویٰ زندگی کو نہیں جانتے اس پر اعتراض کیا کریں؟

تو اس کا بھی یہی جواب ہے کہ اگر تم نہیں جانتے تو ابوجہل اور ابولہب تو جانتے تھے۔ ہم جب ان کی گواہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا بے عیب اور پاک ہونا ثابت کر سکتے ہیں تو صداقت واضح ہے۔

بعینہٖ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت آپ کی قبل از دعویٰ زندگی کو دیکھنے والوں کی شہادت سے ثابت ہوتی ہے۔

نوٹ :۔ بعض مولوی جب کوئی جواب نہیں دے سکتے اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبل از دعویٰ زندگی پر کوئی اعتراض کر سکتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ قبل از دعویٰ زندگی کا پاک ہونا دلیل صداقت نہیں کیونکہ حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ عمدہ چال چلن اگر ہو بھی تاہم حقیقی پاکیزگی پر کامل ثبوت نہیں ہوسکتا۔ شاید در پردہ کوئی اور اعمال ہوں۔

الجواب :۔ (۱) یاد رکھنا چاہیے کہ یہ محض دھوکہ ہے اور اس کا ازالہ خود آیت فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا (یونس :۱۷) میں موجود ہے یعنی یہ تو ممکن ہے کہ کوئی شخص درحقیقت پاک نہ ہو'' بلکہ در پردہ کوئی اور اعمال ہوں'' اور کچھ عرصہ تک وہ لوگوں کی نظر میں پاکباز بنا رہے۔ جیسا کہ حضرت اقدسؑ نے فرمایا ہے لیکن یہ ممکن نہیں کہ کوئی جھوٹا مدعی نبوت ہو اور درحقیقت اس کی زندگی ناپاک ہو اور وہ ایک لمبے عرصہ تک جو چالیس برس تک ممتد ہو پاکباز بنا رہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت میں یوں نہیں فرمایا کہ'' فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ '' کہ میں تم میں رہا ہوں بلکہ فرمایا فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا یعنی میں تم میں ایک لمبی عمر گزار چکا ہوں۔ پس لمبے عرصہ (عُمُرًا) تک اس کا پاکباز ہونا یقیناً حقیقی راستبازی کی دلیل ہے۔

(۲) ہم نے یہ نہیں کہا کہ محض عمدہ چال چلن حقیقی پاکیزگی پر گواہ ہے اور نہ ہم نے یہ کہا کہ ظاہری راستبازی کے لئے صرف یہ دعویٰ کافی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے احکام پر چلتا ہے بلکہ ہماری بحث تو ایک'' مدعی الہام'' کی قبل از دعویٰ زندگی کی پاکیزگی کے متعلق ہے۔ ہم نے یہ دلیل نہیں دی کہ جس شخص کو عام لوگ راستباز کہیں وہ ضرور حقیقی طور پر سچا ہوتا ہے۔ بلکہ ہم نے تو یہ کہا ہے کہ مدعی نبوت کی دعویٰ سے پہلی زندگی پر دشمن سے دشمن کو بھی کوئی صحیح اعتراض کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ چنانچہ یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے کہ آپ کے مخالفین کو بھی حضورؑ کے دعویٰ سے پہلی زندگی پر اعتراض کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ پس سوال عام راستباز کا نہیں بلکہ مدعی وحی والہام کی قبل از دعویٰ پاکیزہ زندگی کا ہے۔

۳۔حضرت اقدس علیہ السلام نے حقیقی راستباز کے متعلق وہ عبارت تحریر نہیں فرمائی بلکہ ''ظاہری راستباز'' کے متعلق تحریر فرمائی ہے جیسا کہ اس کا پہلا ہی جملہ یہ ہے۔'' ایک ظاہری راستباز کے لئے۔''

(۴)اگر بغرض بحث اس عبارت کو مدعی نبوت کے متعلق بھی تسلیم کرلیا جائے تو حضورؑ نے تحریر فرمایا ہے کہ محض دعویٰ پاکیزگی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ کوئی امتیازی نشان بھی ہونا چاہیے سو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ زندگی کے ثبوت میں ہم محض حضرت اقدس کا دعویٰ ہی پیش نہیں کرتے بلکہ آپ کے اشدترین دشمنوں کی شہادت کے علاوہ آسمانی نشان بھی حضورؑ کے اس دعویٰ کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔مثلاً پاکیزہ زندگی بسر کرنے میں تو خود انسان کا بھی دخل ہوسکتا ہے،لیکن اپنی زندگی کے بڑھانے یا گھٹانے میں انسان کا کوئی دخل نہیں ہوسکتا۔پس ''لَوْ تَقَوَّلَ '' والے معیار کے مطابق (جس کو ہم نے دوسری دلیل کے ضمن میں تفصیل سے بیان کیا ہے) حضرت اقدس علیہ السلام کا بعد از دعویٰ وحی والہام ۲۳برس سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہنا ایک یقیناً امتیازی نشان ہے نیز اس کے علاوہ وہ لاکھوں نشانات بھی جو حضرت اقدس علیہ السلام کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائے ہماری تائید میں ہیں۔پس حضرت اقدسؑ کے نزدیک حضورؑ کی قبل از دعویٰ زندگی کا پاکیزہ ہونا یقیناً دلیل صداقت ہے۔ چنانچہ حضور خود تحریر فرماتے ہیں:۔

''یہ پاک زندگی جو ہم کو ملی ہے یہ صرف ہمارے منہ کی لاف وگزاف نہیں اس پر آسمانی گواہیاں ہیں۔''

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔روحانی خزائن جلد۱۲صفحہ ۳۴۲)

پس ؎

صوفیاء اب ہیچ ہے تیری طرح تیری تراہ آسماں سے آگئی میری شہادت بار بار

(المسیح الموعود)

دوسری دلیل:۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ (الحاقہ:۴۵تا۴۷) کہ اگر یہ کوئی جھوٹا الہام بنا کر میری طرف منسوب کرتا (اور کہتا کہ یہ الہام مجھے خدا کی طرف سے ہوا ہے) تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اس کی

شاہ رگ کاٹ دیتے۔

گویا اگر کوئی شخص جھوٹا الہام بنا کر خدا کی طرف منسوب کرے تو وہ قتل ہو جاتا اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو صداقت کی کسوٹی ہیں۔ آپ ۲۳ سال دعویٰ وحی والہام کے بعد زندہ رہے اس لیے کوئی جھوٹا مدعی الہام ووحی نبوت اتنا عرصہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ جتنا عرصہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رہے۔

۱۔قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت کے ماتحت بدلیل استقراء ہمارا دعویٰ ہے کہ آج تک جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کسی جھوٹے مدعی نبوت والہام کو دعویٰ کے بعد ۲۳ سال کی مہلت نہیں ملی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اربعین میں ۵۰۰ روپیہ انعام کا وعدہ بھی کیا ہے مگر آج تک کسی کو جرأت نہیں ہوئی۔تو ریت میں بھی یہی لکھا ہے کہ ’’جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا‘‘ (دیکھو مضمون صداقت حضرت مسیح موعودؑ از روئے بائبل)

۲۔شرح عقائد نسفی میں بھی (جو اہل سنت والجماعت کی معتبر کتابوں میں سے ہے) لکھا ہے:۔

فَاِنَّ الْعَقْلَ یَجْزِمُ بِامْتِنَاعِ اِجْتِمَاعِ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ فِیْ غَیْرِ الْاَنْبِیَآءِ وَاَنْ یَّجْمَعَ اللّٰهُ تَعَالٰی هٰذِهِ الْکَمَالَاتِ فِیْ حَقِّ مَنْ یَّعْلَمُ اَنَّهٗ یَفْتَرِیْ عَلَیْهِ ثُمَّ یُمْهِلُهٗ ثَلَا ثًا وَّعِشْرِیْنَ سَنَةً (شرح عقائد نسفی بالنبراس از علامہ عبدالعزیز پرہاروی مطبوعہ میرٹھ مبحث النبوات صفحہ ۱۰۰) کہ عقل اس بات کو ناممکن قرار دیتی ہے کہ یہ باتیں ایک غیر نبی میں جمع ہو جائیں۔اس شخص کے حق میں جس کے متعلق خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ خدا پر افتراء کرتا ہے پھر اس کو ۲۳ سال کی مہلت دے۔

۳۔پھر شرح عقائد نسفی کی شرح نبراس میں لکھا ہے:۔

فَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ بُعِثَ وَعُمْرُهٗ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً وَتُوُفِّیَ وَ عُمْرُهٗ ثَلَاثَةٌ وَ سِتُّوْنَ سَنَةً (شرح عقائد نسفی شرح نبراس از علامہ عبدالعزیز پرہاروی مطبوعہ میرٹھ صفحہ ۴۴۴) ۲۳ سال کی میعاد ہم نے اس لیے بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چالیس کی عمر میں نبی ہوئے اور ۶۳ سال کی عمر میں حضورؐ نے وفات پائی۔

۴۔نبراس میں علامہ عبدالعزیز پرہاروی فرماتے ہیں:۔

’’وَقَدْ اِدَّعٰی بَعْضُ الْکَذّٰبِیْنَ النُّبُوَّةَ کَمُسَیْلَمَةِ الْیَمَامِیْ وَالْاَسْوَدِ الْعَنْسِیْ وَ سَجَّاحِ الْکَاهِنَةِ فَقُتِلَ بَعْضُهُمْ وَتَابَ بَعْضُهُمْ وَبِالْجُمْلَةِ لَمْ یَنْتَظِمْ اَمْرُالْکَاذِبِ فِی النُّبُوَّةِ

اِلَّا اَیَّامًا مَعْدُوْدَاتٍ ۔"(شرح عقائد نسفی شرح نبراس از علامہ عبدالعزیز پرہاروی نبراس صفحہ۴۴۴ مطبوعہ میرٹھ)

کہ بعض جھوٹوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔جیسا کہ مسیلمہ یمامی، اسود عنسی وغیرہ نے۔ پس ان میں سے بعض قتل ہو گئے اور باقیوں نے توبہ کر لی اور نتیجہ یہ ہے کہ جھوٹے مدعیٔ نبوت کا کام چند دن سے زیادہ نہیں چلتا۔

۵۔امام ابن قیم ایک عیسائی سے مناظرہ کے دوران میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں:۔

وَهُوَ مُسْتَمِرٌّ فِی الْاِفْتِرَاءِ عَلَیْهِ ثَلَاثَةً وَ عِشْرِیْنَ سَنَةً وَهُوَ مَعَ ذَالِکَ یُؤَیِّدُهٗ

(زادالمعاد جلد ا صفحہ ۵۰۰ زیر آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ......الخ سورۃ الحاقۃ آیت نمبر ۴۴تا۴۹) کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ وہ مدعی خدا پر ۲۳ سال سے افتراء کرتا ہے اور پھر بھی خدا اس کو ہلاک نہیں کرتا بلکہ اس کی تائید کرتا ہے۔ وہ پھر کبھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

۶۔پھر فرماتے ہیں:۔**نَحْنُ لَا نُنْکِرُ اَنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْکٰذِبِیْنَ قَامَ فِی الْوُجُوْدِ وَ ظَهَرَتْ لَهٗ شَوْکَتُهٗ وَلٰکِنْ لَّمْ یَتِمَّ لَهٗ اَمْرُهٗ وَلَمْ تَطُلْ مُدَّتُهٗ بَلْ سَلَّطَ عَلَیْهِ رُسُلَهٗ......فَمَحَقُوْا اَثَرَهٗ وَقَطَعُوْا دَابِرَهٗ وَاسْتَاْصَلُوْا شَافَتَهٗ هٰذِهٖ سُنَّتُهٗ فِیْ عِبَادِهٖ مُنْذُ قَامَتِ الدُّنْیَا وَاِلٰی اَنْ یَّرِثَ الْاَرْضُ وَمَنْ عَلَیْهَا** ۔(زادالمعاد جلد ا صفحہ ۵۰۰ زیر آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ......الخ سورۃ الحاقۃ آیت نمبر ۴۴تا۴۹)

''کہ ہم اس امر کا انکار نہیں کرتے کہ بہت سے جھوٹے مدعیان نبوت کھڑے ہوئے اور ان کی شان وشوکت بھی ظاہر ہوئی مگر ان کا مقصد کبھی پورا نہ ہوا اور نہ ان کو لمبا عرصہ مہلت ملی بلکہ خدا نے اپنے فرشتے ان پر مسلط کر دیئے جنہوں نے ان کے آثار مٹا دیئے اور ان کی جڑیں اکھاڑ دیں اور بنیادوں کو اکھاڑ پھینکا۔یہی خدا کی اپنے بندوں میں جب سے دنیا بنی اور جب تک دنیا موجود رہے گی سنت ہے۔

۷۔**مفسرین**:۔علامہ فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:۔

هٰذَا ذِکْرُهٗ عَلٰی سَبِیْلِ التَّمْثِیْلِ بِمَا یَفْعَلُهُ الْمُلُوْکُ بِمَنْ یَتَکَذَّبُ عَلَیْهِمْ فَاِنَّهُمْ لَا یُمْهِلُوْنَهٗ بَلْ یَضْرِبُوْنَ رَقَبَتَهٗ فِی الْحَالِ ۔''(جلد ۸ صفحہ ۲۹۱ زیر آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ......الخ سورۃ الحاقۃ آیت نمبر ۴۴تا۴۹)

کہ یہ جوفرمایا کہ اگر یہ جھوٹا الہام بناتا تو ہم اس کی رگ جان کاٹ دیتے یہ بطور مثال ذکر کیا ہے جس طرح بادشاہ اس شخص کو جو جھوٹ موٹ اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرے مہلت نہیں دیتے۔

۸۔ پھر فرماتے ہیں:۔ **هٰذَا هُوَالْوَاجِبُ فِيْ حِكْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى لِئَلَّا يَشْتَبِهَ الصَّادِقُ بِالْكَاذِبِ۔**'' (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۹۱ زیر آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ......الخ سورۃ الحاقۃ آیت نمبر ۴۴ تا ۴۹)

کہ خدا کی حکمت کے لئے یہی ضروری ہے (کہ جھوٹے کو جلدی برباد کر دیا جائے) تاکہ صادق کے ساتھ کاذب بھی نہ مل جائے۔ (مشتبہ نہ ہو جائے)

۹۔ امام جعفر طبری تفسیر ابن جریر زیر آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ......الخ سورۃ الحاقۃ آیت نمبر ۴۴ تا ۴۹ میں لکھتے ہیں:۔

''**اِنَّهٗ كَانَ يُعَاجِلُهٗ بِالْعُقُوْبَةِ وَلَا يُؤَخِّرُهٗ بِهَا۔**''

کہ خدا تعالیٰ جھوٹے مدعی نبوت والہام کو فوراً سزا دیتا ہے اور قطعاً تاخیر نہیں کرتا۔

۱۰۔ **مولوی ثناء اللہ**:۔ **الف**۔ ''نظام عالم میں جہاں اور قوانین الٰہی ہیں وہاں یہ بھی ہے کہ کاذب مدعی نبوت کو سرسبزی نہیں ہوتی بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے۔'' (مقدمہ تفسیر ثنائی صفحہ ۱۷)

ب۔ واقعات گذشتہ سے بھی اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ خدا نے کبھی کسی جھوٹے نبی کو سرسبزی نہیں دکھائی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں باوجود غیر متناہی مذاہب ہونے کے جھوٹے نبی کی امت کا ثبوت مخالف بھی نہیں بتلا سکتے۔...... مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے ...... دعویٰ نبوت کئے اور خدا پر کیسے کیسے جھوٹ باندھے، لیکن آخر کار خدا کے زبردست قانون کے نیچے آکر کچلے گئے ...... تھوڑے دنوں میں بہت کچھ ترقی کر چکے تھے۔ مگر تا بکے۔'' (مقدمہ تفسیر ثنائی صفحہ ۱۷)

ج۔ ''دعویٰ نبوت کاذبہ مثل زہر کے ہے۔ جو کوئی زہر کھائے گا ہلاک ہوگا۔'' (ایضاً حاشیہ صفحہ ۱۷)

۱۱۔ تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ ۴۶۲ زیر آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ......الخ سورۃ الحاقۃ آیت نمبر ۴۴ تا ۴۸ پر ہے:۔

''**فِی الْاٰيَةِ تَنْبِيْهٌ اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْ قَالَ مِنْ عِنْدِ نَفْسِهٖ شَيْئًا اَوْ زَادَ اَوْ نَقَصَ حَرْفًا وَاحِدًا عَلٰى مَا اُوْحِيَ اِلَيْهِ لَعَاقَبَهُ اللّٰهُ وَ هُوَ اَكْرَمُ النَّاسِ عَلَيْهِ فَمَا ظَنُّكَ بِغَيْرِهٖ**''

کہ اس آیت میں تنبیہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس سے کوئی الہام بنا لیتے یا

جو وحی خدا کی طرف سے نازل ہوئی اس میں ایک حرف بھی بڑھاتے یا کم کر دیتے تو خدا تعالیٰ آپ کو سزا دیتا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی نظر میں سب دنیا سے معزز ہیں۔ پھر اگر کوئی دوسرا (اس طرح پر) افتراء کرے تو اس کا کیا حال ہو؟

۱۲۔ یہی مضمون تفسیر کشاف زیر آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ......الخ سورۃ الحاقۃ آیت نمبر ۴۴ تا ۴۸ و ابن کثیر جلد ۱۰ صفحہ ۷۱ بر حاشیہ فتح البیان و فتح البیان جلد ۱۰ صفحہ ۲۷ و جلالین مجتبائی صفحہ ۴۷۰ زیر آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ......الخ سورۃ الحاقۃ آیت نمبر ۴۴ تا ۴۹ و شہاب علی البیضاوی جلد ۸ صفحہ ۲۴۱ زیر آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ......الخ سورۃ الحاقۃ آیت نمبر ۴۴ تا ۴۹ و السراج المنیر مصنفہ علامہ الخطیب البغدادی جلد ۴ صفحہ ۳۶۲ پر بھی ہے۔

نوٹ نمبر ۱:۔ بعض غیر احمدی مولوی ہمارے استدلال سے تنگ آ کر کہا کرتے ہیں ”لَوْ“ حرف شرط جب کسی جملہ میں مستعمل ہو تو اس کی جزا فوراً اسی وقت محقق ہو جایا کرتی ہے پس ”لَوْ تَقَوَّلَ“ والی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ نبی کوئی جھوٹا الہام بناتا تو فوراً اسی وقت قتل کر دیا جاتا تو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیے کہ یہ قاعدہ ”لَوْ“ کے متعلق بالکل من گھڑت ہے۔ کسی کتاب میں مذکور نہیں نیز قرآن مجید میں ہے۔ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ (الکھف: ۱۱۰) کہ اگر تمام سمندر خدا تعالیٰ کے کلمات کو لکھنے کے لئے سیاہی بن جائیں تو وہ سمندر ختم ہو جائیں مگر خدا کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔ کیا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ سمندر لکھنا شروع کرنے کے ساتھ ہی یکدم ختم ہو جاتے یا یہ کہ باری باری کر کے آہستہ آہستہ سب ختم ہو جاتے۔ جوں جوں خدا کے کلمات احاطہ تحریر میں لائے جاتے توں توں سیاہی بھی ختم ہو جاتی۔

نوٹ نمبر ۲:۔ بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید کئے گئے تھے۔ ان کو ۲۳ برس کی مہلت بعد از دعویٰ نہ ملی تھی۔

جواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید کئے گئے تھے اور یہی جماعت احمدیہ کا مذہب ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی تو تحریر فرمایا ہے:۔

(۱) ”عادت اللہ اِس طرح پر ہے کہ اوّل اپنے نبیوں اور مرسلوں کو اس قدر مہلت دیتا ہے کہ دنیا کے بہت سے حصہ میں اُن کا نام پھیل جاتا ہے اور اُن کے دعویٰ سے لوگ مطلع ہو جاتے ہیں اور پھر آسمانی نشانوں اور دلائل عقلیہ اور نقلیہ کے ساتھ لوگوں پر اتمام حجت کر دیتا ہے“

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۷۰)

پس یہ تو درست ہے کہ یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کہاں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام دعویٰ کے بعد ۲۳ برس گزرنے سے پہلے ہی شہید کئے گئے تھے؟ پس جب تک کوئی صریح حوالہ حضرت اقدس علیہ السلام کی کتاب سے پیش نہ کرو اس وقت تک ۲۳ سالہ معیار کے جواب میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا نام نہ لو۔

(۲) اگر ایسا کوئی حوالہ ہو بھی (جس کا ہونا یقیناً ناممکن ہے۔ مگر بغرض بحث) تو بھی ہماری دلیل پر کوئی اثر نہیں۔ کیونکہ ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ جھوٹا مدعی ٔنبوت بعد از دعویٰ الہام و وحی ۲۳ برس کی مہلت نہیں پاسکتا اور اگر کوئی مدعی نبوت بعد از دعویٰ الہام و وحی ۲۳ برس تک زندہ رہے تو یقیناً وہ سچا ہے لیکن اس کا عکس کلیّہ نہیں۔

اس اعتراض کا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے خوب جواب دیا ہے۔

''کاذب مدعی نبوت کی ترقی نہیں ہوا کرتی بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے۔''

اس پر مولوی صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔

''اس سے یہ نہ کوئی سمجھے کہ جو نبی قتل ہوا وہ جھوٹا ہے بلکہ ان میں عموم وخصوص مطلق ہے یعنی یہ ایسا مطلب ہے جیسا کوئی کہے کہ جو شخص زہر کھاتا ہے مر جاتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہر مرنے والے نے زہر ہی کھائی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ جو کوئی زہر کھائے گا وہ ضرور مرے گا اور اگر اس کے سوا بھی کوئی مرے تو ہوسکتا ہے گو اس نے زہر نہ کھائی ہو۔ یہی تمثیل ہے کہ دعویٰ نبوتِ کاذبہ مثل زہر کے ہے جو کوئی زہر کھائے گا ہلاک ہوگا اگر اس کے سوا بھی کوئی ہلاک ہو تو ممکن ہے۔ ہاں یہ نہ ہوگا کہ زہر کھانے والا بچ رہے۔''

(مقدمہ تفسیر ثنائی صفحہ ۱۷ حاشیہ)

سچ ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

واہ رے جوش جہالت خوب دکھلائے ہیں رنگ
جھوٹ کی تائید میں حملے کریں دیوانہ وار

ایک وہم اور اس کا ازالہ

بعض لوگ اس کے جواب میں کہہ دیا کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیت قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی

اللهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا (یونس :۷۰،۷۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتری کو دنیا میں فائدہ ملتا ہے یعنی اس کو لمبی مہلت ملتی ہے۔ (تلخیص از محمد یہ پاکٹ بک صفحہ ۳۰۳،۳۰۴طبع ۱۹۵۰ءایڈیشن دوم)

جواب:۔ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا سے مراد لمبی مہلت نہیں بلکہ تھوڑی مہلت ہے۔ چنانچہ خود تم نے اگلے ہی صفحے پر قرآن مجید کی ایک دوسری آیت اس مقصد کے لئے نقل کر کے خود ہی اس کا ترجمہ کر کے اسے واضح کر دیا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (النحل:۱۱۷،۱۱۸)

تحقیق مفتری نجات نہیں پائیں گے۔انہیں نفع تھوڑا ہے اور عذاب دردناک۔''

غرضیکہ قرآن مجید نے مفتری کے لئے لمبی مہلت کہیں بھی تسلیم نہیں کی جو ۲۳ سال تک دراز ہو جائے ہاں تھوڑی مہلت خواہ وہ ایک سال ہو یا دو یا پانچ سال یعنی ہماری بیان کردہ انتہائی مہلت سے کم ہو تو اس سے ہمیں انکار نہیں۔اگر مفتری کو اتنی لمبی مہلت ملے جتنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آیت ''لَوْ تَقَوَّلَ'' کی دلیل باطل ہو جاتی ہے کیونکہ مخالف بآسانی کہہ سکے گا کہ فلاں مدعی نبوت بھی باوجود جھوٹا ہونے کے''تَقَوَّلَ'' کرتا رہا اور ۲۳ سال تک خدا تعالیٰ نے اس کی قطع وتین نہ کی۔تو حضورؐ کا ۲۳ سال تک زندہ رہنا کس طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور'عدم تقول' پر دلیل ہوسکتا ہے؟

یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ آیت خاص ہے یعنی اگر باوجود اتنی بڑی نعمت کے آپ جھوٹا الہام بناتے تو ہلاک کئے جاتے۔ یہ تو قابل قبول نہیں۔کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ خدا کا کوئی نبی بھی (خواہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزاروں حصہ کم انعام الٰہی ہوا ہو) اور خواہ وہ کتنے ہی کم درجہ کا ہو۔وہ خدا تعالیٰ پر افتراء کر سکے۔یعنی اپنے پاس سے الہام گھڑ کر خدا کی طرف منسوب کر سکے۔ چہ جائیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس کا امکان تسلیم کیا جائے۔

پس جب یہ ممکن ہی نہیں کہ خدا کا کوئی سچا نبی جھوٹا الہام بنائے تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ اگر فلاں سچا نبی جھوٹا الہام بنائے تو ہم اسے ہلاک کردیں اور پھر اس کو اس امر کی دلیل کے طور پر پیش کر لیا کہ یہ سچا ہے۔

اصل بات یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا ابتداء سے یہ قانون ہے کہ وہ جھوٹا دعویٰ نبوت کرنے والوں یا اپنے پاس سے جھوٹا الہام و وحی گھڑ کر خدا کی طرف منسوب کرنے والوں کو ۲۳ سال سے کم عرصہ میں ہی تباہ و برباد کر دیا کرتا ہے اور اس مسئلہ پر تورات،انجیل اور قرآن مجید متفق ہیں۔

پس خدا تعالیٰ نے یہی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دی ہے کہ دیکھو جب ہمارا قانون جاری وساری ہے اور تم کو بھی مسلّم ہے کہ جھوٹا نبی تباہ وبرباد و ہلاک کیا جاتا ہے تو پھر اگر یہ نبی جھوٹا ہوتا اور الہام جھوٹا بنا کر میری طرف منسوب کرتا تو یقیناً ہلاک ہو جاتا۔

پس اس کا ۲۳ سال کی مہلت پانا اور اس عرصہ میں اس کا ہلاک نہ کیا جانا صریح طور پر اس کی صداقت کو ثابت کرتا ہے۔

باقی رہا سورۃ الانعام: ۹۴ کی آیت وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الخ پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ افتراء علی اللہ کرنے والوں کو اس جہان میں سزا نہیں ملے گی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمہاری عربی زبان سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ عربی میں لفظ ''موت'' میں ''قتل'' اور ''توفی'' دونوں شامل ہوتے ہیں اور موت کے لفظ سے یہ سمجھنا کہ مفتری قتل نہیں ہو سکتا یا اس کا قتل ہونا یا ہلاک ہونا ضروری نہیں۔ باطل ہے۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ہماری تائید اور بھی واضح الفاظ میں فرما دی ہے۔ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِیْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِیَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ...... اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا (بنی اسرائیل: ۷۴تا۷۶) یعنی کافر تجھے اس وحی سے جو ہم نے تجھ پر نازل کی برگشتہ کرنے کی کوشش میں ہیں اور چاہتے ہیں کہ تو ہم پر افتراء کر کے کوئی اور وحی بنا لے۔ اور اگر تُو ایسا کرے تو وہ تجھ کو اپنا دوست بنا لیں۔ اگر ہم نے تجھ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو تُو ان کے داؤ میں آ جاتا، لیکن اس صورت میں ہم تجھے دنیا وآخرت میں دُگنا عذاب چکھاتے اور کوئی شخص بھی تجھے ہم سے نہ بچا سکتا۔

(ترجمہ کا آخری حصہ تو مؤلف محمد یہ پاکٹ بک کو بھی مسلّم ہے دیکھو صفحہ ۳۰۲ ایڈیشن دوم طبع ۱۹۵۰ء)

دیکھو اس آیت میں بھی صاف الفاظ میں بتا دیا کہ اگر نبی اپنے پاس سے کوئی وحی بناتا تو اسی دنیا میں عذابِ الٰہی میں مبتلا کیا جاتا علاوہ اگلے جہان کے عذاب کے۔ یہ کہنا کہ یہ آیت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے۔ خوش فہمی ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی دوسرا نبی کفار کے کہنے پر لگ کر اپنے پاس سے وحی بنا لیتا اور افتراء علی اللہ کرتا تو خدا اسے کوئی عذاب نہ دیتا لیکن نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تو ان پر عذاب نازل کرتا ؎

گر ہمیں مکتب است وایں ملّاں　　کارِ طفلاں تمام خواہد شد!

ایک اعتراض اور اس کا جواب

بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ ’’لَوْ تَقَوَّلَ ‘‘ والی آیت تو مدعیان نبوت کے لئے ہے۔مگر مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت ۱۹۰۱ء میں کیا ہے۔

الجواب:۔ یہ غلط ہے کہ یہ آیت صرف مدعیان نبوت کے لئے ہے۔اگر چہ مدعیان نبوت بھی اس میں شامل ہیں کیونکہ آیت کے الفاظ ہیں:۔لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا کہ اگر یہ قول (الہام، وحی) اپنے پاس سے بنا کر ہماری طرف منسوب کرے تو وہ ہلاک کیا جاتا ہے لَوْ تَنَبَّئَا کا لفظ نہیں۔کہ اگر یہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے۔

پس اس آیت میں ہر ایسے مفتری علی اللہ کا ذکر ہے جو اپنے پاس سے جان بوجھ کر جھوٹا الہام و وحی بنا کر خدا کی طرف منسوب کرے۔ہوسکتا ہے کہ ایسا مفتری علی اللہ مدعیٔ نبوت بھی ہو۔

۲۔اگر بغرض بحث یہ مان بھی لیا جائے کہ یہاں صرف ’’مدعی نبوت‘‘ ہی مراد ہے تو پھر بھی تمہارا اعتراض باطل ہے۔کیونکہ حضرت اقدسؑ کا الہام ’’هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی‘‘ براہین احمدیہ میں موجود ہے جس میں حضور علیہ السلام کو ’’رسول‘‘ کر کے پکارا گیا ہے اور حضورؑ نے اس الہام کو خدا کی طرف منسوب فرمایا۔

اگر خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو رسول نہیں کہا تھا تو پھر آیت زیر بحث کے مطابق ان کی ’’قطع وتین‘‘ ہونی چاہیے تھی مگر حضرت مرزا صاحبؑ براہین کے بعد تقریباً ۳۰ سال تک زندہ رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ مذہب نہیں کہ حضرت مرزا صاحب براہین کی تالیف کے زمانہ میں نبی نہ تھے بلکہ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور علیہ السلام براہین کے زمانہ میں بھی نبی تھے ہاں لفظ نبی کی تعریف میں جو غیر احمدی علماء کے نزدیک مسلم تھی جو یہ تھی کہ ’’نبی‘‘ کے لئے شریعت لانا ضروری ہے۔نیز یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کسی دوسرے نبی کا تابع نہ ہو۔اس تعریف کی رو سے نہ حضرت مرزا صاحب ۱۹۰۱ء سے پہلے نبی تھے اور نہ بعد میں۔کیونکہ آپ کوئی شریعت نہ لائے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع بھی تھے۔پس چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریعی نبی نہ تھے اس لئے اوائل میں حضور علیہ السلام اس تعریف نبوت کی رو سے اپنی نبوت کی نفی کرتے رہے جس سے مراد صرف اس قدر تھی کہ میں صاحبِ شریعت براہ راست نبی نہیں ہوں، لیکن بعد میں جب حضور علیہ

السلام نے ’’نبی‘‘ کی تعریف سب مخالفین پر واضح فرما کر اس کو خوب شائع فرمایا کہ نبی کے لئے شریعت لانا ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ صاحب شریعت رسول کا تابع نہ ہو بلکہ کثرت مکالمہ ومخاطبہ مشتمل بر کثرت امور غیبیہ کا نام نبوت ہے۔ تو اس تعریف کی رو سے آپ نے اپنے آپ کو نبی اور رسول کہا۔ اب ظاہر ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تعریف نبوت کے رو سے حضرت صاحب علیہ السلام کبھی بھی نبی نہ تھے اور نہ صرف حضرت صاحبؑ بلکہ آپ سے پہلے ہزاروں انبیاء مثلاً حضرت ہارونؑ، سلیمانؑ، یحییٰؑ، زکریاؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ وغیرہ علیہم السلام بھی نبی ثابت نہیں ہوتے کیونکہ وہ بھی کوئی نئی شریعت نہ لائے تھے لیکن ۱۹۰۱ء کے بعد کی تشریح کے رو سے (جو ہم نے اوپر بیان کی ہے) ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی حضورؑ نبی تھے۔

غرضیکہ حضرت صاحبؑ کی نبوت یا اس کے دعویٰ کے زمانہ کے بارہ میں کوئی اختلاف یا شبہ نہیں بلکہ بحث صرف ’’تعریف نبوت‘‘ کے متعلق ہے ورنہ حضرت صاحب کا دعویٰ ابتداء سے آخر تک یکساں چلا آتا ہے۔ جس میں کوئی فرق نہیں۔ آپ کے الہامات میں لفظ نبی اور رسول براہین کے زمانہ سے لے کر وفات تک ایک جیسا آیا ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے جس چیز کو ۱۹۰۱ء کے بعد نبوت قرار دیا ہے اس کا اپنے وجود میں موجود ہونا حضورؑ نے براہین کے زمانہ سے تسلیم فرمایا ہے۔

پس حضور علیہ السلام کو دعویٰ نبوت والہام ووحی کے بعد تیس برس کے قریب مہلت ملی جو آپ کی صداقت کی بیّن دلیل ہے۔

حق برزبان جاری

چنانچہ خود مصنف محمدیہ پاکٹ بک کو بھی (جس نے یہ اعتراض کیا ہے) ایک دوسری جگہ اقرار کرنا پڑا ہے جیسا کہ لکھتا ہے:۔

’’مرزا صاحب بقول خود براہین احمدیہ کے زمانہ میں ’’نبی اللہ‘‘ تھے۔‘‘

(تلخیص از محمدیہ پاکٹ بک مطبوعہ ۱۹۵۰ء صفحہ ۲۵۸)

ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

جھوٹے مدعیان نبوت اوران کا بدانجام

شرائط:۔ جھوٹے مدعیانِ نبوت کے لئے جو اس آیت کے ماتحت قابلِ سزا ہیں مندرجہ ذیل

باتوں کا ہونا ضروری ہے:۔

ا۔وہ مجنون نہ ہو۔ تَقَوَّلَ باب تَفَعُّلْ سے ہے جس میں بناوٹ پائی جاتی ہے

۲۔وہ لفظی الہام کا قائل ہو۔یعنی یہ نہ کہتا ہو کہ جودل میں آئے وہ الہام ہے۔ کیونکہ آیت میں بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ کا لفظ موجود ہے۔

۳۔وہ اپنے دعویٰ کا اعلان بھی لوگوں کے سامنے کرے۔خود خاموش نہ ہو۔ کیونکہ آیت میں ''تَــقَــوَّلَ'' کا فاعل خود مدعی ہے کوئی دوسرا نہیں۔یعنی یہ نہیں ہونا چاہیے کہ مدعی خود تو نہ کوئی دعوی کرے۔نہ الہام پیش کرے۔ بلکہ اس کی بجائے کوئی اور شخص اپنے آپ سے بنا کر دعاوی اس کی طرف منسوب کردے۔

نیز فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ (الحاقة: ۴۸) کے الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ ایسے لوگ موجود ہونے چاہئیں جن کے متعلق یہ خیال ہو سکے کہ یہ ہر مشکل میں اس مدعی کے مددومعاون ہوں گے۔

۴۔وہ مدعیٔ الوہیت نہ ہو۔ گویا خدا کو اپنے وجود سے الگ ہستی خیال کرنے والا ہو۔آیت زیر بحث میں لفظ عَلَیْنَا اس مضمون کو بیان کرتا ہے۔علاوہ ازیں قرآن مجید میں خدائی کے دعویٰ کرنے والے کا علیحدہ طور پر ذکر موجود ہے۔وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (الانبیاء :۳۰)

کہ جو شخص کہے کہ میں خدا ہوں اللہ کے سوا تو ہم اس کو جہنم کی سزا دیتے ہیں۔ایسے ظالموں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔پس ثابت ہوا کہ مدعیٔ الوہیت کے لئے ضروری نہیں کہ اسے اس دنیا میں سزا دی جائے بلکہ یہ کاذب مدعیٔ نبوت ہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے لازمی اور ضروری قرار دیا ہے کہ اسے اسی دنیا میں سزا دی جائے کیونکہ کوئی انسان خدا نہیں ہوسکتا۔پس مدعیٔ الوہیت کا دعویٰ عقلمندوں کو دھوکے میں نہیں ڈال سکتا مگر نبی چونکہ انسان ہی ہوتے ہیں۔اس لئے جھوٹے مدعی نبوت سے لوگوں کو دھوکہ لگنے کا امکان ہے۔اسی لئے خدا اسی دنیا میں اس کو سزا دیتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابومحمد ظاہری نے بھی اپنی کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل جلدا صفحہ ۱۰۹ میں لکھا ہے:۔

''وَ مُدَّعِیُّ الرَّبُوْبِیَّةِ فِیْ نَفْسِ قَوْلِهٖ بَیَانُ کَذِبِهٖ قَالُوْا فَظُهُوْرُ الْاٰیَةِ عَلَیْهِ لَیْسَ مُوْجِبًا بِضَلَالِ مَنْ لَهٗ عَقْلٌ. وَ اَمَّا مُدَّعِیُّ النُّبُوَّةِ فَلَا سَبِیْلَ اِلٰی ظُهُوْرِ الْاٰیَاتِ عَلَیْهِ لِاَنَّهٗ

كَانَ يَكُوْنُ مُضِلًّا لِكُلِّ ذِیْ عَقْلٍ۔“

کہ مدعی الوہیت کا دعویٰ ہی خود اس کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے لہٰذا اس سے کسی نشان کا ظہور کسی صاحب عقل کو گمراہ نہیں کرسکتا۔ مگر کاذب مدعیٔ نبوت سے نشان ظاہر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ ہر صاحب عقل کو گمراہ کرنے کا باعث ہوگا۔

ب۔ یہی فرق نبراس شرح الشرح العقائد نسفی صفحہ ۴۴۴ ”بحث الخوارق“ میں مذکور ہے نیز تفسیر کبیر امام رازی جلد ۸ صفحہ ۲۹۱۔ حوالہ مندرجہ پاکٹ بک ہذا صفحہ ۴۲۷۔

ا۔ابومنصور

جواب ا: وہ مدعیٔ نبوت نہ تھا۔ چنانچہ ”منھاج السنّہ“ میں بھی جس کا حوالہ غیر احمدی دیا کرتے ہیں، اس کا دعوی نبوت مذکور نہیں۔

۲۔ علامہ ابومنصور البغدادی لکھتے ہیں:۔

وَ اِدَّعٰی ھٰذَا الْعَجْلِیُّ اَنَّہٗ خَلِیْفَۃَ الْبَاقِرِ......وَقَفَ یُوْسُفُ بْنُ عُمَرَ الثَّقْفِیُّ وَاَتٰی الْعِرَاقَ......فَاَخَذَ اَبَا مَنْصُوْرَ الْعَجلِیُ وَصَلَبَہٗ.

(الفرق بين الفرق الفصل الخامس صفحہ ۱۴۹ میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی)

کہ ابومنصور عجلی نے یہ دعوی کیا تھا کہ وہ باقرؒ کا خلیفہ ہے۔ پس جب یوسف ابن عمر الثقفی کو اس بات کا علم ہوا تو وہ عراق آیا اور ابومنصور کو پکڑ کر صلیب دے دی۔

۳۔ اس کا ۲۷ سال بعد دعویٰ زندہ رہنا شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب ”منہاج السنۃ“ میں (جس کا غیر احمدی حوالہ دیا کرتے ہیں) قطعاً نہیں لکھا۔

۴۔ غیر احمدی اس کا سن قتل ۳۶۸ھ بتایا کرتے ہیں حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اس کا قاتل یوسف بن عمر الثقفی ہے اور وہ خود ۱۲۷ھ میں مرا جیسا کہ علامہ ابن خلکان کی کتاب ”وفیات الاعیان“ جلد ۲ ذکر یوسف بن عمر الثقفی مطبوعہ دار صادر بیروت پر لکھا ہے:۔

وَذَالِکَ فِیْ سَنَۃَ سَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ وَمِائَۃٌ کہ یوسف بن عمر الثقفی کی موت ۱۲۷ھ میں ہوئی جبکہ وہ ۶۵ سال کی عمر کا تھا۔

اب قاتل تو ۱۲۷ھ میں مر گیا اور مقتول بقول غیر احمدیان ۳۶۸ھ میں مرا۔ العجب۔

۲۔محمد بن تومرت

جواب: ۱۔اس کا دعویٰ نبوت کہیں بھی مذکور نہیں۔

۲۔ہاں اس نے حکومت وقت کے خلاف بغاوت ضرور کی اور ۵۱۴ھ میں شاہ مراکش نے اسے دارالسلطنت سے نکال دیا اور وہ جبل سوس میں جا کر بغاوت کرتا رہا۔

۳۔اس نے خود دعویٰ مہدویت بھی نہیں کیا۔ **فَقَامَ لَهُ عَشَرَةُ رِجَالٍ اَحَدُهُمْ عَبْدُالْمُؤْمِنِ فَقَالُوْا لَایُوْجَدُ اِلَّا فِیْکَ فَاَنْتَ الْمَهْدِیُّ** (کامل فی التاریخ لابن الاثیر جلد ۱۰ صفحہ ۵۷۱ مطبوعہ دار بیروت للطباعۃ والنشر ۱۹۶۶ء) کہ اس کے دس ساتھی ہو گئے جن میں سے ایک عبدالمومن تھا۔ انہوں نے اسے کہا کہ تیرے سوا مہدی کی صفات اور کسی میں پائی نہیں جاتیں لہٰذا تو ہی مہدی ہے۔

۴۔اگر اس کا دعویٰ مہدویت ثابت بھی ہو جائے تب بھی وہ **لَوْ تَقَوَّلَ** والی آیت کے نیچے نہیں آ سکتا جب تک کہ جھوٹے الہام یا وحی کا مدعی نہ ہو۔

۳۔عبدالمومن

جواب:۔یہ محمد بن تومرت کا خلیفہ تھا۔ یہ بھی اس کے ماتحت آ جاتا ہے۔

۴۔صالح بن طریف

جواب:۔۱۔اس نے اپنا کوئی الہام پیش نہیں کیا۔لہٰذا تقوّل نہ ہوا۔

۲۔اس نے خیال کیا تھا کہ وہ خود مہدی ہے۔ **ثُمَّ زَعَمَ اَنَّهُ الْمَهْدِیُّ الَّذِیْ یَخْرُجُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ**۔"(مقدمہ ابن خلدون جلد ۶ صفحہ ۲۰۷) یعنی اس نے خیال کیا کہ وہ مہدی جو آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ میں ہوں۔مگر اس نے کبھی کوئی الہام پیش نہیں کیا۔

۳۔اس نے اپنے دعویٰ مہدویت کا بھی اعلان کبھی نہیں کیا۔ **وَاَوْصٰی بِدِیْنِهٖ اِلٰی اِبْنِهٖ اِلْیَاسَ وَعَهِدَ اِلَیْهِ بِمَوَالَاةِ صَاحِبِ الْاُنْدُلُسِ مِنْ بَنِیْ اُمَیَّةَ وَ بِاِظْهَارِ دِیْنِهٖ اِذَا قَوٰی اَمْرُهُمْ وَقَامَ بِاَمْرِهٖ بَعْدَهٗ اِبْنُهٗ اِلْیَاسُ وَلَمْ یَزَلْ مُظْهِرًا لِلْاِسْلَامِ مُسِرًّا لِمَا اَوْصَاهُ بِهٖ اَبُوْهُ** (ابن خلدون جلد ۶ صفحہ ۲۰۷) کہ اس نے اپنے بیٹے الیاس کو وصیت کی کہ وہ اس کے مذہب پر قائم رہے اور اس سے عہد لیا کہ وہ حاکم اندلس کے ساتھ دوستی رکھے گا اور اپنے مذہب کا اظہار صرف اس وقت کرے گا جب وہ طاقتور ہو جائے۔پس وہ اپنے باپ کے حکم پر قائم رہا اور یہی ظاہر کرتا رہا کہ وہ مسلمان ہے اور اپنا

مذہب چھپاتا رہا جیسا کہ اس کے باپ نے اسے وصیت کی تھی۔

۵۔عبیداللہ بن مہدی

جواب:۔ا۔اس نے نبوت کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔

۲۔اس نے اپنا کوئی الہام پیش نہیں کیا۔

۳۔ابن خلکان نے وفیات الاعیان جلد نمبر ۲ ذکر المهدی عبیدالله پر ایک روایت درج کی ہے کہ عبیداللہ ابومحمد الملقب بالمہدی کو دوسرے یا تیسرے سال الیسع نے جو سجلماستہ کا حاکم تھا قید خانہ میں قتل کر دیا تھا اور پھر ایک شیعہ نے بعد میں جھوٹ موٹ ایک دوسرے آدمی کو عبیداللہ قرار دے دیا۔

۶۔بیان بن سمعان

جواب:۔ یہ نہ مدعی وحی، نہ مدعیٔ نبوت، نہ مدعی الہام۔ ہاں اس کے بعض واہیات عقائد تھے مگر وہ تَقَوَّلَ کی آیت کے ماتحت کسی طرح نہیں آسکتا۔ سوال تو صرف تَقَوَّل عَلَی اللّٰه کا ہے نہ کہ غلط عقائد رکھنے کا۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ منهاج السنة میں لکھتے ہیں:۔

بَيَانُ بْنُ سَمْعَانِ التَّيْمِيُّ الَّذِىْ تُنْسَبُ اِلَيْهِ الْبَيَانِيَةُ مِنْ غَالِيَةِ الشِّيْعَةِ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى صُوْرَةِ الْاِنْسَانِ وَاِنَّهُ يَهْلِكُ كُلَّهُ اِلَّا وَجْهَهُ وَادَّعٰى بَيَانُ اَنَّهُ يَدْعُوا الزُّهْرَةَ فَتُجِيْبُهُ وَاَنَّهُ يَفْعَلُ ذَالِكَ بِالْاِسْمِ الْاَعْظَمِ فَقَتَلَهُ خَالِدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْقَسْرِىُّ۔

(منهاج السنة جلد ۱ صفحہ ۲۳۸)

کہ بیان بن سمعان تیمی وہ تھا جس کی طرف غالی شیعوں کا فرقہ بیانیہ منسوب ہوتا ہے اور وہ کہا کرتا تھا کہ خدا تعالیٰ انسان کی شکل کا ہے سارا خدا بھی آخر کار ہلاک ہوگا۔ مگر اس کا چہرہ بچ رہے گا اور یہ کہ وہ زہرہ (ستارے) کو بلاتا ہے اور وہ اس کو جواب دیتی ہے اور یہ بات وہ صرف اسم اعظم کی برکت سے کرتا ہے۔ پس خالد بن عبداللہ قسری نے اسے قتل کیا۔

۷۔مُقَنَّع

جواب:۔ وہ ۱۵۹ھ میں ظاہر ہوا۔ اور ۱۶۲ھ میں یعنی ۴ سال بعد اس نے زہر کھا کر خودکشی کر لی اور اس کا سر قلم کیا گیا۔ (تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۹۱)

۸۔ابوالخطاب الاسدی

جواب:۔وہ مدعیٔ الہام یا نبوت نہیں بلکہ مدعیٔ الوہیت تھا۔

۲۔وہ قتل ہوا۔چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج السنۃ جلد ا صفحہ ۲۳۹ پر فرماتے ہیں:۔

''وَعَبَدُوْا اَبَا الْخَطَّابِ وَ زَعَمُوْا اَنَّهٗ اِلٰهٌ وَخَرَجَ اَبُو الْخَطَّابِ عَلٰی اَبِیْ جَعْفَرَ الْمَنْصُوْرِ فَقَتَلَهٗ عِیْسَی ابْنُ مُوْسٰی فِیْ سِجْنَةِ الْكُوْفَةِ .'' کہ لوگ ابوالخطاب کو خدا کر کے پوجنے لگے اور یہ خیال کیا کہ وہ خدا ہے۔پھر ابوالخطاب نے ابوجعفر منصور پر حملہ کیا۔پس عیسیٰ بن موسیٰ نے کوفہ میں اسے قتل کر دیا نیز دیکھو۔(کتاب الفصل فی الملل و النحل از امام ابن حزم جلد ۲ صفحہ ۱۱۴)

۹۔احمد بن کیال

جواب:۔ا۔اس نے نہ دعویٰ نبوت کی نہ دعویٰ وحی والہام۔

۲۔وہ سخت ناکام ونامراد ہوا۔''لَمَّا وَقَفُوْا عَلٰی بِدْعَتِهٖ تَبَرَّءُ وْا مِنْهُ وَلَعَنُوْهُ۔''(الملل والنحل جلد ۲ صفحہ ۷ ابر حاشیہ الملل والنحل از امام ابن حزم) کہ اس کے متبعین کو جب اس کی بدعت کا علم ہوا تو انہوں نے اس سے براءت کا اظہار کیا اور اس پر لعنت بھیجی۔

۱۰۔مغیرہ بن سعد عجلی

جواب۔اس کے متعلق کہیں بھی نہیں لکھا کہ اس نے وحی یا الہام یا نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔ پس اس کو پیش کرنا جہالت ہے۔

لَوْ تَقَوَّلَ والی آیت کے تحت وہی آئے گا جو مدعیٔ وحی والہام ہوا اور اپنا الہام یا وحی کو لفظاً پیش کرے۔

تیسری دلیل:۔

یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (البقرۃ:۱۴۷) کہ نبی کو اس طرح سے پہچانتے ہیں جس طرح باپ اپنے بیٹے کو۔

گویا جس طرح بیوی کی پاکیزگی خاوند کے لئے اس امر کی دلیل ہوتی ہے کہ پیدا ہونے والا اس کا ہی بچہ ہے۔اسی طرح مدعی نبوت کی قبل از دعویٰ پاکیزگی اس کے دعویٰ کی صداقت پر دلیل ہوتی

ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چیلنج اور محمد حسین بٹالوی کی شہادت دیکھو دلیل نمبر ا میں۔

چوتھی دلیل:۔

''یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَا '' کہ جب صالح علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا تو ان کی قوم نے کہا کہ اے صالحؑ ! آج سے پہلے تیرے ساتھ ہماری بڑی بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔تجھ کو کیا ہو گیا کہ تُو نبی بن بیٹھا۔(ھود:۶۳)

گویا جب نبی ابھی دعویٰ نہیں کرتا تو قوم اس کی مداح ہوتی ہے مگر جب دعویٰ کر دیتا ہے تو هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ (القمر:۲۶) کہنے لگ جاتے ہیں۔کہ یہ اوّل درجہ کا جھوٹا اور شریر ہے۔

ایک شُبہ کا ازالہ

بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے متعلق مولوی محمد حسین بٹالوی یا مولوی ثناء اللہ صاحب نے حسنِ ظن کا اظہار کیا تو وہ بھی اسی طرح غلط تھا۔جس طرح خود مرزا صاحب کا خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ کے متعلق اندازہ ان کی بعد کی زندگی سے غلط ہو گیا۔

الجواب:۔یہ قیاس مع الفارق ہے۔

ہماری دلیل تو یہ ہے کہ جو مدعیٔ نبوت ہو اس کی پہلی زندگی کا پاکیزہ ہونا ضروری ہے۔نیز یہ کہ مخالفین کی بھی اس سے امیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔ہم نے کب کہا ہے کہ جس کی زندگی کے متعلق کسی کو حسن ظن ہو وہ ضرور نبی ہوتا ہے۔خواہ وہ نبوت کا دعویٰ کرے یا نہ کرے۔

حیرت ہے کہ مخالفین کی عقلیں حق کی مخالفت کے باعث اس قدر مسخ ہو چکی ہیں کہ وہ اتنی موٹی سی بات بھی نہیں سمجھ سکتے۔کیا خواجہ کمال الدین یا مولوی محمد علی صاحبان نے نبوت کا دعویٰ کیا؟ اگر نہیں تو پھر ان کے متعلق حضرت اقدس علیہ السلام کے اظہار خیال کو پیش کرنا بے معنی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کی تعریف کی ہے تو وہ بالکل ویسی ہی ہے جیسی کہ بیعت رضوان والوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔''شما بہترین از روئے زمین اند'' کہ تم دنیا کے بہترین انسان ہو مگر ان میں سے اجد بن قیس بعد میں مرتد ہو گیا تھا۔

لیکن اجد بن قیس نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ان لوگوں نے یہاں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ جن کا نام تم لیتے ہو۔

پانچویں دلیل:۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ

(ھود:۱۴،۱۵) کہ کیا یہ کہتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ اس نے اپنے پاس سے بنالیا ہے۔ان سے کہہ دے کہ پھر اس جیسی دس سورتیں ہی بنالاؤ اور سوا خدا کے جس کو چاہو بطور مددگار بلا لو۔ پس اگر تم اور تمہارے مددگار بنانے پر کامیاب نہ ہوں۔تو پھر جان لو کہ یہ انسانی علم کا نتیجہ نہیں بلکہ علم الٰہی سے ہے۔

قرآن مجید کا یہ چیلنج اس کے کلام الٰہی ہونے پر زبردست دلیل ہے اور پچھلی تیرہ صدیاں قرآن مجید کے اس دعویٰ کی صداقت پر گواہ ہیں مگر چودہویں صدی میں جو قلم کا زمانہ ہے اسلام پر طرح طرح کے اعتراضات ہونے شروع ہوگئے۔مخالفین نے اپنی بد باطنی کا اظہار یہ کہہ کر کرنا شروع کیا کہ قرآن کا یہ چیلنج بدوؤں اور جاہل عربوں کو دیا گیا تھا اور ایسے زمانہ میں دیا گیا تھا جبکہ چاروں طرف جہالت کا دوردورہ تھا۔پس ان لوگوں کا قرآن شریف کی مثل لانے پر قادر نہ ہوسکنا قرآن کی صداقت کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ہاں اگر ہمارے زمانہ میں جبکہ علوم وفنون کی ترقی سے انسانی دماغ ارتقاء کی انتہائی منازل طے کر چکا ہے کوئی شخص اس قسم کا چیلنج دے تو ایک نہیں ہزاروں انسان اس کا جواب لکھنے پر آمادہ ہو جائیں۔اس اعتراض کو غلط ثابت کرنے اور مخالفین اسلام کا ایک دفعہ پھر منہ بند کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھڑا کیا اور آپ نے تمام دنیا کے سامنے بضرب دہل اعلان فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو اپنے خاص مکالمہ مخاطبہ سے مشرف فرمایا ہے اور مجھ کو وہ علوم اور معارف عطا فرمائے ہیں کہ دنیا کا کوئی انسان ان میں میرا مقابلہ نہیں کرسکتا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''اعجاز احمدی'' اور ''اعجاز المسیح'' وغیرہ کتابیں لکھیں اور کہا کہ اگر اعجاز احمدی کا جواب وقت مقررہ کے اندر لکھو تو دس ہزار روپیہ انعام لو۔اور فرمایا:۔

''خدا تعالیٰ اُن کی قلموں کو توڑ دے گا اور اُن کے دِلوں کو غبی کر دے گا۔'' (اعجاز احمدی۔روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۴۸) پھر اگر بیس دن میں جو دسمبر ۱۹۰۲ء کی دسویں کے دن کی شام تک ختم ہو جائے گی انہوں نے اس قصیدہ اور اردو مضمون کا جواب چھاپ کر شائع کر دیا تو یوں سمجھو کہ میں نیست و نابود ہو گیا اور میرا سلسلہ باطل ہو گیا۔اس صورت میں میری جماعت کو چاہیے کہ مجھے چھوڑ دیں اور قطع تعلق کریں۔

(اعجاز احمدی۔روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۴۷)

اعجاز المسیح کے متعلق پانچ سو روپیہ انعام کا اشتہار دیا اور لکھا:۔

’’فَاِنَّهٗ كِتَابٌ لَيْسَ لَهٗ جَوَابٌ وَمَنْ قَامَ لِلْجَوَابِ وَ تَنَمَّرَ فَسَوْفَ يَرٰى اَنَّهٗ تَنَدَّمَ وَ تَدَمَّرَ۔‘‘ (اعجاز المسیح ۔روحانی خزائن جلد ۱۸ ٹائٹل پیج)

کہ یہ وہ کتاب ہے جس کا کوئی جواب نہیں اور جو شخص اس کے جواب کے لئے کھڑا ہوگا وہ دیکھے گا کہ وہ کس طرح نادم اور شرمندہ کیا جائے گا۔ پھر فرمایا:۔

’’وَاِنِ اجْتَمَعَ آبَاءُهُمْ وَأَبْنَاءُهُمْ. وَأَكْفَاءُهُمْ وَعُلَمَاءُهُمْ. وَحُكَمَاءُهُمْ وَفُقَهَاءُهُمْ. عَلٰى أَنْ يَّأْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا التَّفْسِيْرِ. فِيْ هٰذَا الْمُدَى الْقَلِيْلِ الْحَقِيْرِ. لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْكَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ كَالظَّهِيْرِ.‘‘ (اعجاز المسیح ۔روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۵۶، ۵۷)

اگر ان کے باپ اور ان کے بیٹے اور ان کے ہمسر اور ان کے علماء اور ان کے حکماء اور ان کے فقہاء (غرضیکہ چھوٹے بڑے) سب مل کر اس مدت میں جس میں مَیں نے اس کو لکھا ہے اس جیسی کتاب لکھنا چاہیں تو کبھی بھی نہ لکھ سکیں گے۔

چنانچہ جب مولوی محمد حسین فیض ساکن بھیں ضلع جہلم نے اس کا جواب لکھنا چاہا تو حضرت اقدس علیہ السلام کو الہام ہوا۔ مَنَعَهٗ مَانِعٌ مِّنَ السَّمَآءِ‘‘ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اسے جواب لکھنے سے روک دیا ہے۔ چنانچہ وہ ابھی نوٹ ہی تیار کر رہا تھا کہ ایک ہفتہ کے اندر مر گیا اور پیر گولڑوی نے اس کے لکھے ہوئے نوٹوں کو میعاد مقررہ گزر جانے کے بعد سرقہ کر کے اپنے نام سے شائع کر دیا اور اس کا نام سیف چشتیائی رکھا۔ تفصیل دیکھو (نزول المسیح ۔روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۵۲ تا ۴۵۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اعجازی کتب کے لئے میعاد اس لئے مقرر کی کہ

(ا) یہ اعتراض نہ ہو سکے کہ قرآن کا مقابلہ کیا ہے اور اس طرح سے قرآن کے معجزہ میں کسی قسم کا شبہ نہ پڑ سکے۔ کیونکہ حضرت اقدس نے فرمایا ہے کہ مجھے جو اعجازی کلام کا معجزہ دیا گیا ہے۔ وہ قرآن کے ماتحت اور اس کے ظِل کے طور پر ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

’’ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ معجزہ کے طور پر خدا تعالیٰ کی تائید سے اس انشاء پردازی کی ہمیں طاقت ملی ہے تا معارف حقائق قرآنی کو اس پیرایہ میں بھی دنیا پر ظاہر کریں۔‘‘

(نزول المسیح ۔روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۳۷)

ب۔ كُلَّمَا قُلْتُ مِنْ كَمَالِ بَلَاغَتِيْ فِي الْبَيَانِ. فَهُوَ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ الْقُرْآنِ۔ (لجۃ النور ۔روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۴۶۴ حاشیہ)

یعنی میں نے اپنے کمال فصاحت اور بلاغت کے متعلق جو کچھ کہا وہ سب قرآن مجید کے ماتحت ہے۔

ج۔ضرورۃ الامام۔صفحہ۲۲ پر فرمایا:۔

’’قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں۔کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔‘‘ (ضرورۃ الامام۔روحانی خزائن جلد۱۳صفحہ۴۹۶)

۲۔میعاد کا مقرر کرنا معجزہ کی شان کو کم نہیں کرتا جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

’’لَوْ قَالَ نَبِیٌّ اٰیَۃُ صِدْقِیْ اَنِّیْ فِیْ ھٰذَا الْیَوْمِ اُحَرِّکُ اِصْبُعِیْ وَلَا یَقْدِرُ اَحَدٌ مِنَ الْبَشَرِ عَلٰی مُعَارِضَتِیْ فَلَمْ یُعَارِضُہُ اَحَدٌ فِیْ ذَالِکَ الْیَوْمِ ثَبَتَ صِدْقُہٗ‘‘ (الاقتصاد فی الاعتقاد صفحہ۹۴) یعنی اگر مدعی نبوت یہ کہے کہ میری صداقت کا یہ نشان ہے کہ آج میں اپنی انگلی کو حرکت دیتا ہوں مگر انسانوں میں سے کوئی میرے مقابلہ پر ہرگز ایسا نہیں کر سکے گا۔پس اگر فی الواقعہ اس دن کوئی شخص اس کے مقابلہ میں انگلی نہ ہلا سکے تو اس مدعی کی صداقت ثابت ہوگئی۔

۲۔چونکہ آپ نے اعجازی کلام کے جواب کے لئے انعام مقرر کیا تھا اس لئے اس کے واسطے کوئی میعاد مقرر ہونی چاہیے تھی تا کہ انعام کا فیصلہ ہو سکے کیونکہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔

اعجاز احمدی کی مزعومہ غلطیاں

باقی رہا یہ اعتراض کہ اعجاز احمدی میں غلطیاں ہیں ایسا ہی ہے جیسے عیسائیوں کا اعتراض قرآن مجید کی عربی پر ہے۔

اِنَّ فِیْہِ لَحْنًا نَحْوَ اِنْ ھٰذَانِ لَسَاحِرَانِ عَلٰی قِرَاءَ ۃِ اَنَّ الْمُشَدَّۃِ (نبراس شرح الشرح العقائد نسفی صفحہ۴۳۹) طَعْنُ الْمُلَاھِدَۃِ فِیْ اِعْجَازِ الْقُرْاٰنِ (نبراس صفحہ۴۳۸) کہ ملحدین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ قرآن میں غلطیاں ہیں جیسا کہ اِنْ ھٰذَانِ لَسَاحِرَانِ والی آیت میں جو قراءۃ انّ مشدہ والی ہے اس میں اِنَّ ھٰذَیْنِ چاہیے۔

اسی طرح قرآن مجید میں آتا ہے کہ لَمَّا سُقِطَ فِیْٓ اَیْدِیْھِمْ (الاعراف:۱۵۰) اس کی ترکیب کے متعلق روح المعانی میں لکھا ہے:۔ذَکَرَ بَعْضُھُمْ اِنَّ ھٰذَا التَّرْکِیْبُ لَمْ یُسْمَعْ قَبْلَ نُزُوْلِ الْقُرْاٰنِ وَلَمْ تَعْرِفُہُ الْعَرَبُ وَلَمْ یُوْجَدُ فِیْ اَشْعَارِھِمْ وَکَلَامِھِمْ (روح المعانی زیر آیت

لَمَّا سُقِطَ فِیْٓ اَیْدِیْھِمْ ۔(الاعراف:۱۵۰) کہ بعض نے کہا ہے کہ یہ ترکیب نزول القرآن سے قبل نہیں سنی گئی اور نہ اس کو عرب جانتے تھے اور نہ اہل عرب کے اشعار اور کلام میں یہ ترکیب پائی جاتی ہے۔

پس غلطیاں نکالنا تو آسان ہے۔صرف اس کی مثل بنانا ہی مشکل ہے جس طرح اہل عرب کا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ ھٰذَا کہنا کہ اگر ہم چاہیں تو قرآن جیسی کتاب بنا سکتے ہیں۔نیز اعجاز احمدی کی غلطیاں نکال کر جن لوگوں نے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے ان کی آنکھوں کو روشنی پہنچانے کے لئے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ہلال پوری مرحوم مولوی فاضل و منشی فاضل قادیان نے ایک کتاب ''تنویر الابصار'' کے نام سے شائع فرمادی ہوئی ہے جس میں مزعومہ اغلاط کی حقیقت کو آشکارا کیا گیا ہے۔

غیر احمدی:۔مولوی غنیمت حسین مونگھیری اور قاضی ظفر الدین نے جواب میں قصیدے لکھے۔

الجواب:۔کیا ان لوگوں نے میعاد کے اندر یہ جواب لکھے؟ نہیں! بلکہ میعاد گزرنے کے سالہا سال بعد۔پس ؏

مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلّۂ خود باید زد

غیر احمدی:۔بیس دن کی میعاد بہت تھوڑی تھی۔

الجواب:۔(۱) حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الاقتصاد فی الاعتقاد'' صفحہ ۹۴ کا حوالہ اوپر درج ہو چکا ہے کہ اگر نبی یہ کہے کہ میں اپنی انگلی کو آج حرکت دیتا ہوں اور کسی کو جرأت نہیں ہوسکتی کہ آج ...... وہ اپنی انگلی کو میرے بالمقابل حرکت دے سکے تو گو اس میں میعاد ایک دن کی ہو صداقت کی دلیل ہے۔

(۲) محمدیہ پاکٹ بک کے مؤلف کا یہ لکھنا کہ بیس دن میں ایسی کتاب کا لکھنا قطعی طور پر ناممکن ہے اور یہ کہنا کہ بڑے سے بڑا ازود نویس مصنف بھی صرف پانچ صفحہ روزانہ کا مضمون لکھ سکتا ہے محض ایک بہانہ سازی ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ''حقیقۃ النبوۃ'' جس میں مسئلہ نبوت پر فیصلہ کن بحث ہے اور مولوی محمد علی صاحب امیر اہل پیغام کے تمام دلائل کا مکمل رد ہے یہ کتاب تقریباً تین صد (۲۹۷) صفحات کی ہے مگر یہ بیس روز کے اندر اندر تصنیف اور طبع ہو کر شائع بھی ہوگئی۔مضمون نویس نے مضمون لکھا۔کاتب نے کتابت بھی کی۔پریس میں بھی گئی۔پروف بھی دیکھے گئے مگر تین سو صفحات کی معرکۃ الآراء تصنیف بیس یوم کے اندر تصنیف ہونے کے علاوہ شائع بھی ہوگئی۔ مگر ''اعجاز احمدی'' تو کُل نوّے صفحات کا رسالہ ہے۔یعنی ''حقیقۃ النبوۃ'' سے تیسرے حصے سے بھی کم ہے

مگر عجیب بات ہے اور یہ بھی خدا کا ایک نشان ہے کہ بڑے بڑے مخالف جُبّہ دار مولوی اس کے جواب سے عاجز آ گئے اور اب سوائے بہانہ سازی اور حیلہ جوئی کے ان کو کوئی چارہ نظر نہیں آتا۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ''القول الفصل'' جو خواجہ کمال الدین صاحب کے رسالہ ''اندرونی اختلافاتِ سلسلہ احمدیہ کے اسباب'' کا مکمل رد ہے اور مبسوط جواب ہے۔ یہ رسالہ ۷۸ صفحات پر مشتمل ہے اور بلحاظ مضمون کے ''اعجاز احمدی'' سے اس کا مضمون زیادہ ہے لیکن یہ رسالہ صرف ایک دن میں لکھا گیا۔ علاوہ ازیں اور بھی سینکڑوں مثالیں مل سکتی ہیں۔ ''حقیقۃ النبوۃ'' اور ''القول الفصل'' کی میعادِ معینہ کی اصالت اور صحت میں کوئی کلام نہیں کیونکہ میعاد ہذا بطور معجزہ یا نشان کے بیان نہیں کی گئی بلکہ محض سرسری طور پر ایک واقعہ کا اظہار کیا گیا ہے لیکن پھر بھی یہ معجزہ نہیں ہے کیونکہ اس کے ساتھ دعویٰ اور تحدی نہیں ہے لیکن باوجود اس کے کہ ''اعجاز احمدی'' کا مضمون ان دونوں کتابوں سے کم ہے اور میعاد بہت زیادہ۔ نیز حضرت اقدس علیہ السلام کی طرف سے دس ہزاری انعام اور تحدی بھی ہے کہ ''خدا ان کے قلموں کو توڑ دے گا'' مگر کوئی بھی جواب نہ لکھ سکا۔ عقل کے اندھو! حیلہ سازی سے کیا بنتا ہے تمہیں دس ہزار روپیہ جو دیا جا رہا تھا تو اسی لئے کہ ۸۰، ۹۰ ملاں مل کر ہی بیٹھ جائیں۔ اعجاز احمدی کا ایک ایک صفحہ آپس میں تقسیم کر کے اس کا جواب دو چار گھنٹہ میں لکھ دیں۔ اسی طرح ۱۵، ۲۰ کاتب لگا کر ایک ہی دن میں اس کی کتابت کروالیں اور مختلف پریسوں میں اس کو چھپوا کر دوسرے ہی دن اس کا جواب شائع کر دیں۔ اے دنیا کے کیڑو! دس ہزار روپیہ میں ایک ۸۰ صفحہ کی کتاب کا جواب بیس یوم میں (تم لاکھوں مولویوں کا لکھنا) کونسی بڑی بات تھی۔ اور اگر تمہیں مال کا طمع نہ تھا تو کم از کم آرام طلبی چھوڑ کر لوگوں کی ''ہدایت'' ہی کے لئے کچھ محنت کرتے۔ مگر اس وقت خدا نے اپنے اعجازی ہاتھ سے تمہارے قلموں کو توڑ دیا اور تمہارے دلوں کو غبی کر دیا تھا۔ اس لئے اس وقت تو تم مبہوت ہو کر رہ گئے لیکن اب جبکہ تیر ہاتھ سے نکل چکا ہے تم لاجواب ہونے کی صورت میں بھی مقولہ ''ملاں آں باشد کہ چپ نہ شود'' کے مطابق قابل شرم اور مضحکہ خیز حیلہ سازیوں سے وقت گذارتے ہو۔

کچھ تو خوف خدا کرو لوگو
کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

چھٹی دلیل:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (الجمعة:۷،۸)

یعنی یہودی کہتے ہیں کہ ہم خدا کے دوست ہیں اور یہ کہ خدا ہم سے پیار کرتا ہے۔(نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ)فرمایا۔ان سے کہہ دو کہ اے یہودیو! اگر تم اپنے آپ کو خدا کے دوست سمجھتے ہو تو اپنے لئے بددعا کرو، موت کی تمنا کرو۔ مگر یادرکھو کہ یہ لوگ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے کیونکہ یہ اپنی بداعمالیوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔اور خدا ظالموں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ان آیات سے معلوم ہوا کہ برے اعمال کرنے والے ظالم لوگ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خدا کے دوست ہیں وہ موت کی تمنا نہیں کرتے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں ؎

اے قدیر و خالقِ ارض و سما — اے رحیم و مہربان و راہ نما
اے کہ مے داری تو بر دلہا نظر — اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو مے بینی مرا پُر فسق و شر — گر تو دیداستی کہ ہستم بد گہر
پارہ پارہ کن من بدکار را — شاد کن این زمرۂ اغیار را
آتش افشاں بر در و دیوار من — دشمنم باش و تباہ کن کارِ من

مگر اس کے باوجود آپ کی جماعت نے ترقی کی۔آپ کو خدا نے لمبی عمر عطا فرمائی اور اپنے دعویٰ کی تبلیغ کرنے کی توفیق عطا فرمائی اولاد بڑھی اور ہر قسم کے روحانی جسمانی فوائد حضور کو حاصل ہوئے۔

غیر احمدی:۔ابوجہل نے بھی اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ کی بددعا کی تھی۔(الانفال:۳۳)

جواب: سورۃ الجمعہ کی آیت میں تو یہ مذکور ہے کہ وہ شخص بددعا نہیں کرتا جو خود اپنی ذات کے متعلق کوئی دعویٰ رکھتا ہو۔مثلاً یہ کہتا ہو کہ خدا تعالیٰ میرا دوست ہے یا مجھ سے محبت کرتا ہے۔یا اس نے مجھے مامور کیا ہے۔مگر یہ کہنا کہ اے خدا! اگر قرآن سچا ہے تو مجھ پر عذاب آئے۔یہ ایسی ہی بددعا تھی جس طرح ایک بچہ اپنی نادانی سے آگ کے کوئلے پر ہاتھ رکھ دیتا ہے مگر خدا تعالیٰ سزا ہمیشہ اتمامِ حجت کے بعد ہی مقرر فرمایا ہے۔

۲۔ یہ بد دعا ابو جہل نے کی تھی۔ جیسا کہ بخاری **کتاب التفسیر باب و اذ قالوا اللھم ان کان ھٰذا ھو الحق** میں مذکور ہے اور ابو جہل جنگ بدر میں مقتول ہوا اور خدا تعالیٰ نے اس جنگ کے متعلق وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى کا ارشاد فرمایا ہے۔ گویا کفار اُن آسمانی پتھروں کے ساتھ ہلاک کئے گئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ ابو جہل بھی انہیں کافروں میں سے تھا اس نے ڈبل بد دعا کی تھی۔ (۱) اَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً (۲) اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۔ پہلی بد دعا کے مطابق وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے نکلے ہوئے آسمانی پتھروں کا نشانہ بنا اور ہلاک ہوا اور دوسری بد دعا کے مطابق وہ مقتول ہوا اور قرآن مجید نے مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارے جانے کو عذاب قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ (التوبۃ: ۱۴) کہ کافروں کو قتل کرو۔ خدا چاہتا ہے کہ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے پس ابو جہل کی بد دعا کے مطابق خدا نے اس کو ڈبل ہی سزا دی۔ گویا آسمانی پتھر بھی اس پر پڑے اور عذاب الیم بھی آیا۔ یاد رہے کہ آیت وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ (الانفال: ۳۴) میں یہ صرف وعدہ تھا کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ہیں ان پر عذاب نہیں آئے گا لیکن جب حضورؐ بعد از ہجرت مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے تو اس کے بعد ابو جہل اور اس کے ساتھیوں پر عذاب آیا۔ اَنْتَ فِيْهِمْ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں موجود ہونا ہے۔

ساتویں دلیل:۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَ جَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔(العنکبوت: ۱۶)

کہ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے ساتھ کشتی میں بیٹھنے والوں کو بچا لیا اور اس بچنے کو تمام جہان کے لئے بطور صداقت نوح علیہ السلام نشان مقرر کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں آپ کی پیشگوئی کے مطابق ہند میں سخت طاعون پڑی اور پنجاب میں بھی بشدت آئی مگر حضور نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے۔ **اِنِّـىْ اُحَافِظُ كُلَّ مَنْ فِى الدَّارِ وَ اُحَافِظُكَ خَاصَةً** (الہام ۱۹۰۲ء نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۰۱) کہ میں ان تمام لوگوں کو جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوں گے طاعون سے محفوظ رکھوں گا۔ خاص کر تیری ذات کو۔ چنانچہ آج تک حضور علیہ السلام کے گھر کے اندر کبھی کوئی چوہا بھی نہیں مرا۔ لہٰذا آپ کی صداقت ثابت ہے اور حضور علیہ السلام خود بھی طاعون سے اس تحدی کے باوجود محفوظ رہے۔

قادیان میں طاعون پڑنے کے متعلق تفصیل دوسری جگہ ''پیشگوئیوں پر غیر احمدی علماء کے اعتراضات کے جواب'' میں درج ہے۔اس جگہ صرف اتنا بیان کرنا ضروری ہے کہ حضرت اقدسؑ نے کہیں بھی نہیں لکھا کہ قادیان میں طاعون نہیں آئے گی۔ بلکہ ''دافع البلاء'' میں تو صاف لکھا ہے کہ قادیان میں طاعون تو آئے گی مگر طاعون جارف یعنی بربادی بخش نہیں آئے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

نوٹ:۔ بے شک ایمان کامل والوں کو بھی اس وعدہ میں شامل کیا گیا ہے، لیکن کامل اور ناقص ایمان والوں میں امتیاز مشکل ہے۔مگر ظاہری مکان کی چار دیواری میں رہنے والوں کے لئے کامل ایمان کی شرط نہیں۔لہٰذا اسی کو اس جگہ دلیل صداقت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔جس کا تمہارے پاس سوائے بہانہ سازی کے کوئی جواب نہیں۔

آٹھویں دلیل:۔

خدا تعالیٰ یہاں اپنے سچے انبیاء اور ان کی جماعتوں کو عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ الْاَعْدَاءِ ترقیات اور پے بہ پے فتوحات عطا فرماتا ہے وہاں جھوٹے مدعیان نبوت کو ہرگز ترقی اور کامیابی نہیں ہوتی اور خسران اور شکست کا طوق ان کے گلے کا ہار ہو کر رہ جاتا ہے۔

قرآن مجید نے اس زبردست معیار صداقت کا ذکر متعدد مقامات پر فرمایا ہے:۔

۱۔فرمایا: فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (المائدۃ:۵۷) یاد رکھو کہ خدا ہی کی جماعت ہمیشہ غالب اور کامیاب ہوتی ہے۔

۲۔اور اس کے بالمقابل کذابوں کی جماعت کا ذکر اس طرح فرماتا ہے۔ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المجادلۃ:۲۰) یاد رکھو کہ شیطانی گروہ ہمیشہ ناکام و نامراد ہوتا ہے اور گھاٹے اور خسارے میں رہتا ہے۔

اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس طرح معلوم ہو کہ ''غالب'' گروہ کون سا ہے۔کیونکہ ہر ایک جماعت یہی دعویٰ کرتی ہے کہ وہ غالب ہے۔

۳۔اس اہم سوال کو خدائے تعالیٰ نے نہایت وضاحت کے ساتھ حل فرمایا ہے۔فرمایا: اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (الانبیاء:۴۵) کہ یہ لوگ جو مدعیٔ نبوت کے منکر ہیں۔ایک زمین کے ٹکڑے کی طرح ہیں۔کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم اس زمین کو آہستہ آہستہ چاروں طرف سے کم کرتے چلے جارہے ہیں۔کیا اب بھی وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہی ''غالب''

ہیں یعنی سچے نبی کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کی جماعت تدریجاً بڑھتی ہے اور اس کے مقابل اس کے مخالفین کی جماعت بتدریج کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ مدعیٔ نبوت کی تدریجی ترقی اور اس کے بالمقابل اس کے مخالفین کا تدریجی تنزل اس مدعی کے صادق اور منجانب اللہ ہونے پر قطعی اور یقینی دلیل ہے۔

۴۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (المومن:۵۲) کہ ہم اپنے انبیاء اور ان کی جماعتوں کی اسی دنیا میں مدد کرتے ہیں اور پھر قیامت کے دن بھی ہم ہی ان کے مددگار رہوں گے۔ گویا خدا تعالیٰ کا یہ ازلی اور ابدی قانون ہے کہ وہ اپنے رسولوں کی دشمنوں کے مقابلہ میں مدد اور نصرت فرماتا ہے اور ان کے مخالفین کی معاندانہ اور مخاصمانہ سرگرمیوں کو (جو انبیاء کی تباہی اور بربادی کے لئے کی جاتی ہیں) کبھی کامیاب ہونے نہیں دیتا۔

۵۔ چنانچہ ایک اور جگہ کھلے الفاظ میں اپنے اس اٹل قانون کا ذکر فرماتا ہے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِىْ (المجادلة:۲۲) کہ خدا نے روزِ ازل سے یہ لکھ چھوڑا اور مقرر کر دیا ہے کہ وہ اور اس کے رسول ہی ہمیشہ ''غالب'' رہیں گے۔ گویا ممکن نہیں کہ کوئی جھوٹا مدعی نبوت ہو اور پھر اس کی جماعت دن بدن بڑھتی چلی جائے۔ یہ خدا تعالیٰ کا غیر متغیر اور غیر متزلزل قانون ہے جو جھوٹے اور سچے مدعیان نبوت کے درمیان ایک واضح اور روشن فیصلہ کرتا ہے۔ تاریخ کے اوراق اس اصول کی صداقت پر معتبر گواہ ہیں۔ آج دنیا میں موسیٰ اور ابراہیمؑ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا تو موجود ہیں مگر فرعون، نمرود، مسیلمہ کذاب وغیرھم کی طرف منسوب ہونے کے لئے کوئی بھی تیار نہیں۔

۶۔ خدا تعالیٰ ایک اور مقام پر فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (النحل:۱۱۷) کہ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ پر افتراء کرتے اور اپنے پاس سے جھوٹے الہامات بنا کر خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جھوٹے مدعیان وحی والہام کی ناکامی کا باعث یہ ہے کہ ایسے جھوٹے مدعیوں کے دعویٰ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے برکت اور نصرت نہیں ہوتی جو خدا کے سچے نبیوں اور رسولوں کے شامل حال ہوتی ہے چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس مضمون کو دوسرے مقام پر بیان فرمایا ہے۔

۷۔ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (ال عمران :۶۲) اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (هود:۱۹) کہ کذابوں اور اپنے پاس سے جھوٹے الہامات بنانے والے ظالموں پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔

۸۔ خدا کی لعنت کا خوفناک نتیجہ قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ وَمَنْ يَّلْعَنِ

اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا (النساء:۵۳) کہ جس پر خدا لعنت کرے اس کا کوئی مددگار اور ممد ومعاون نہیں رہتا۔

پس صاف طور پر ثابت ہوا کہ وہ لوگ جو جھوٹے طور پر نبوت اور رسالت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ خدا کی لعنت کے نیچے ہوتے ہیں اور آخر کار وہ بے یار و مددگار ہو جاتے ہیں۔ ان کا کوئی نام لیوا باقی نہیں رہتا۔ اور جلد سے جلد خدا تعالیٰ ان کو جڑھ سے اکھاڑ دیتا ہے۔

۹۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى (طٰــہٰ:۶۲) کہ وہ شخص جو الہام کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے۔ ناکام ونامراد رہتا ہے۔

۱۰۔ اسی طرح سورۃ اعراف:۱۵۳ میں بھی خدا تعالیٰ پر افتریٰ کرنے والوں کے متعلق اپنا قانون بیان فرمایا دیا ہے کہ ان پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے اور وہ اسی دنیا میں ذلیل ورسوا اور خائب و خاسر رہتے ہیں۔ (كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُفْتَرِيْنَ)

تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ

نوٹ:۔ یاد رکھنا چاہیے کہ مندرجہ بالا دس آیات میں اللہ تعالیٰ نے جس معیار کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ صادق مدعی نبوت تدریجاً آہستہ آہستہ ترقی پاتا چلا جاتا ہے۔ اس کی ترقی یکدم اور فوری نہیں ہوتی۔ تا کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ وہ اتفاقی طور پر کامیاب ہوگیا۔ اور یہ کہ ہمیں اس کے استیصال اور مقابلہ کے لئے پورا موقع نہیں ملا۔ ورنہ ہم اگر ذرا زیادہ زور لگاتے تو اس کو مٹا سکتے تھے اور اس طرح سے یہ امر دنیا پر مشتبہ ہو جاتا کہ مدعی کی ترقی اتفاقی تھی یا خدا تعالیٰ کی خاص تائید اور نصرت اس کے شامل حال تھی۔ پس خدا تعالیٰ ان کے مخالفین کو کھلا کھلا موقع دیتا ہے تا وہ انفرادی طور پر بھی اس کو مٹانے کے منصوبے کر لیں اور پھر اپنی تمام طاقتیں مجتمع کر کے بھی زور لگا لیں۔ ایک بار کوشش کر لیں۔ پھر کر لیں۔ پھر کر لیں۔ تا کسی کو اس میں شبہ نہ رہ جائے کہ مخالفین کی ناکامی اور مدعی کی کامیابی میں خدا کا زبردست ہاتھ کام کر رہا تھا۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب کے گو دو سال کے عرصہ میں دو لاکھ کے قریب پیرو ہو گئے مگر اسی عرصہ میں وہ انتہائی بے بسی کے ساتھ قتل ہوا۔ جس سرعت اور تیزی کے ساتھ وہ اٹھا تھا اسی کے ساتھ وہ گرا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکیلے کھڑے ہوئے اور خدا نے آپ کو بتایا کہ یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کہ تیرے پاس اس کثرت سے لوگ آئیں گے کہ سڑک میں گڑھے پڑ جائیں گے۔ ’’میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔‘‘ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مسیلمہ کذاب کی جماعت ایک دو سال

کے عرصہ میں یکدم کچھ بڑھ گئی مگر وہ اور اس کی جماعت فوراً تباہ کر دیئے گئے۔ سچ کی نشانی یہی ہے کہ اس کی ترقی تدریجاً ہوتی ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی ہوئی اور ہو رہی ہے اور آئندہ ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ.

نویں دلیل:۔

۱۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم:۴۲)

۲۔ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (الجمعة:۳)

کہ نبی اس وقت آتا ہے جب دنیا پر کفر و ضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھا جاتی ہیں۔ اختلافات پھیل جاتے ہیں۔ روحانیت مر جاتی ہے فسق و فجور عام ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ زمانہ کی حالت کے متعلق شہادتیں ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ ''سچی بات تو یہ ہے کہ ہم میں سے قرآن مجید بالکل اٹھ چکا ہے۔ فرضی طور پر ہم قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں مگر واللہ دل سے معمولی اور بہت معمولی اور بے کار کتاب جانتے ہیں۔''

(اہلحدیث ۱۴؍جون ۱۹۱۲ء)

۲۔ ''اب اسلام کا صرف نام، قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے۔ مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں علماء اس اُمت کے بدتر ان کے ہیں۔''

(اقتراب الساعۃ از نواب نور الحسن خان صفحہ ۱۲)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

''نہ صرف یہ کہ میں اس زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں بلکہ خود زمانہ نے مجھے بلایا ہے۔''

(پیغام صلح۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۴۸۷)

جہاں میں چار سو گمراہیاں ہیں زمانہ خود ہی ہے طالب نبی کا

(خادم)

دسویں دلیل:۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (الانعام:۲۲) کہ اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے یا خدا کی آیات کا انکار

کرے اور خدا ان ظالموں کو کامیاب نہیں کرتا۔(نیز دیکھو یونس:۷۰ و النحل :۱۱۷)

ع کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے مقصد میں کامیاب ہونا آپ کی صداقت کی زبردست دلیل ہے۔

گیارہویں دلیل:۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن:۲۷-۲۸)

کہ خدا عالم الغیب ہے۔ وہ اپنے غیب پر اپنے رسولوں کے سوا اور کسی کو کثرت سے اطلاع نہیں دیتا (یعنی اس پر غیب ظاہر نہیں کرتا)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لاکھوں پیشگوئیاں بیان کیں جو پوری ہوئیں اور اس کا انکار مخالف بھی نہیں کر سکتے۔ مثلاً

سعد اللہ لدھیانوی اور اس کے بیٹے کے ابتر ہونے کی پیشگوئی (تفصیل کے لئے دیکھو انوار الاسلام صفحہ ۱۲ او تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶، ۷، ۱۳، ۱۸) چند اور پیشگوئیاں بطور نمونہ درج کرتا ہوں۔ تفصیلاً حقیقۃ الوحی میں دیکھو۔

۱۔ کرم دین جہلمی والے مقدمہ سے بریت اور اس کا مفصل حال پہلے سے شائع کیا۔

(مواہب الرحمٰن۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۳۵۰)

وَمِنْ آيَاتِي مَا أَنْبَأَنِي الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ، فِي أَمْرِ رَجُلٍ لَئِيمٍ وَبُهْتَانِهِ الْعَظِيمِ، وَأُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتَخَطَّفَ عِرْضَكَ، ثُمَّ يَجْعَلُ نَفْسَهُ غَرَضَكَ .وَأَرَانِي فِيهِ رُؤْيَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَأَرَانِي أَنَّ الْعَدُوَّ أَعَدَّ لِذَالِكَ ثَلَاثَةَ حُمَّامًا لِتَوْهِينٍ وَإِعْنَاتٍ...... وَرَأَيْتُ أَنَّ آخِرَ أَمْرِي نَجَاةٌ بِفَضْلِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ.

اور یہ مقدمہ چندو لال اور آتما رام کی کچہری میں چلتا رہا۔ جس میں آخر کار حضرت اقدسؑ بری ہوئے۔

۲۔ ڈوئی کی موت کی پیشگوئی۔ کہ اگر مباہلہ کرے یا اگر نہ بھی کرے تب بھی اس کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے گا۔ سو وہ ایک لاکھ کی ملکیت سے بے دخل ہوا اور پھر اس کے بیوی بچے اس سے علیحدہ ہو گئے اور آخر فالج کے ذریعہ بہت خراب حالت میں مرا۔ (تفصیل دیکھو تتمہ حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۱۲)

۴۔عبدالرحیم ابن نواب محمد علی خان کے متعلق ۔(حقیقۃ الوحی ۔روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۲۱۹)

۵۔دافع البلاء ومعیار اہل الاصطفاء میں چراغ دین جمونی کے طاعون سے ہلاک ہونے کی پیشگوئی فرمائی تھی ۔سووہ ۴/اپریل ۱۹۰۶ءکومع اپنے دونوں بیٹوں کے بمرض طاعون ہلاک ہوا۔کیا یہ کم نشان ہے؟

۶۔پیشگوئی ’’زلزلہ کا دھکا۔عَفَتِ الدِّيَارُ مَحَلُّهَا وَمُقَامُهَا.‘‘ یہ چار اپریل ۱۹۰۵ءکو کانگڑہ والے زلزلہ کے نام سے واقع ہوا۔

۷۔ ’’آہ نادر شاہ کہاں گیا۔‘‘

(الہام ۳/مئی ۱۹۰۵ءشائع شدہ اخبار بدر جلد ۱نمبر ۴مورخہ ۲۷/اپریل ۱۹۰۵ءصفحہ نمبر ۱۔وتذکرہ صفحہ ۴۶۱مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

اس الہام میں بتایا گیا تھا کہ (۱) کسی ملک میں ایسے ایسے عظیم الشان انقلابات وقوع پذیر ہونگے کہ ہر طرف سے نادر خان کو’’المدد۔المدد‘‘ کی پکار سے بلایا جائے گا اور جب لوگ اس کو’’نادر خاں‘‘ کہہ رہے تھے خدا اس کو’’نادر شاہ‘‘ کے نام سے پکارتا تھا۔اس میں یہ پیشگوئی تھی کہ وہ’’نادر خاں‘‘ تخت پر متمکن ہوکر’’نادر شاہ‘‘ کے لقب سے حکومت کرے گا۔

۲۔پھر اس الہام میں یہ بتایا گیا تھا کہ آخر کار وہ’’نادر شاہ‘‘ کسی ہیبت ناک اور فوری حادثہ کے باعث طرفۃ العین میں صفحہ ہستی سے ناپید ہو جائیگا اور اس کا یہ قتل ایسے وقت میں ہوگا جبکہ ملک کو اس کی خدمات کی اشد ضرورت ہوگی اور چاروں طرف سے آوازیں آئیں گی کہ’’آہ! نادر شاہ کہاں گیا۔‘‘ چنانچہ اس پیشگوئی کا پہلا حصہ ۱۹۲۹ء میں پورا ہوا۔جبکہ افغانستان میں امان اللہ کی حکومت کا تختہ الٹنے اور بچہ سقہ کے ہاتھ سے حکومت لے لینے کے لئے’’نادر خاں‘‘ کو فرانس سے بلایا گیا۔اور’’نادر خاں‘‘ کابل میں آکر’’نادر شاہ‘‘ کے لقب سے سریر آرائے سلطنت ہوا۔

اسی وقت جماعت احمدیہ کی طرف سے جہاں اس الہام کے ایک پہلو کے پورا ہونے پر اظہار مسرت کیا گیا وہاں ساتھ ہی اس الہام کے دوسرے پہلو کی طرف بھی صاف طور پر اشارہ کر دیا گیا تھا۔چنانچہ نادر خاں کے قتل سے ½ 3 سال پہلے لکھا گیا کہ:۔

’’دوسرے مفہوم میں ایک ایسا خیال جھلک رہا ہے کہ موسوم (نادر شاہ) کو کوئی خطرناک مصیبت پیش آئے گی اور اس کے نقصان پر بہت رنج وغم محسوس کیا جائیگا‘‘...... اوپر لکھا جا چکا ہے کہ ’’آہ! نادر شاہ کہاں گیا‘‘ کا ایک اور مفہوم بھی ہوسکتا ہے۔اس لئے ممکن ہے کہ یہ الفاظ کسی اور موقع پر کسی

اورطرح بھی پورے ہوں، لیکن ہم نادرشاہ کی بہتری کے لئے دعا کرتے ہیں۔''

(الفضل ۳رجنوری ۱۹۳۰ء صفحہ۱۱ کالم ۱و۳)

چنانچہ ۸ردسمبر ۱۹۳۳ء کو عین دن کے وقت نادرشاہِ افغانستان ایک شخص ''عبدالخالق'' نامی کے ہاتھوں سینکڑوں آدمیوں کی موجودگی میں قتل کر دیا گیا اور افغانستان نہیں بلکہ تمام عالمِ اسلامی نے زبانِ حال سے پکارا۔ ''آہ! نادرشاہ کہاں گیا''

۸۔مندرجہ بالا الہام کے بعد اگلا الہام یہ تھا:۔

''پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی......صَدَّقْنَا الرُّؤْيَاءَ اِنَّا كَذَالِكَ نَجْزِی الْمُتَصَدِّقِيْنَ.'' یعنی (زلزلہ کی نسبت) تیرے رویاء کو سچا کر دکھایا اور اسی طرح ہم صدقہ دینے والوں کو اجر دیتے ہیں۔'' (بدر جلد ا نمبر ۷ مورخہ ۱۸رمئی ۱۹۰۵ء صفحہ۵ وتذکرہ صفحہ ۴۶۳ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

وہ رؤیا جس کی طرف مندرجہ بالا عبارت میں اشارہ ہے یہ ہے:۔

''رؤیا میں دیکھا کہ بشیر احمد (ابن حضرت مسیح موعودؑ) کھڑا ہے۔ وہ ہاتھ سے شمال مشرق کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ زلزلہ اس طرف چلا گیا۔'' (بدر جلد ۶ نمبر ۱۸ مورخہ صفحہ ا کالم ا، ومکاشفات صفحہ ۵۹) مندرجہ بالا الہامات کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طرح فرمائی:۔

اور آئندہ زلزلہ کی نسبت جو ایک سخت زلزلہ ہوگا مجھے خبر دی......اور فرمایا: ''پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی''......لیکن راستباز اس سے امن میں ہیں۔''

(الوصیت۔روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ۳۰۴)

''خدا کے نشان ابھی ختم نہیں ہوئے اُس پہلے زلزلہ کے نشان کے بعد جو ۴راپریل ۱۹۰۵ء میں ظہور میں آیا جس کی ایک مدت پہلے خبر دی گئی تھی پھر خدا نے مجھے خبر دی کہ بہار کے زمانہ میں ایک اور سخت زلزلہ آنے والا ہے وہ بہار کے دن ہوں گے نہ معلوم کہ وہ ابتداء بہار کا ہوگا جب کہ درختوں میں پتّہ نکلتا ہے یا درمیان اُس کا یا اخیر کے دن۔ جیسا کہ الفاظ وحی الٰہی یہ ہیں۔ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ چونکہ پہلا زلزلہ بھی بہار کے ایام میں تھا اس لئے خدا نے خبر دی کہ وہ دوسرا زلزلہ بھی بہار میں ہی آئے گا اور چونکہ آخر جنوری میں بعض درختوں کا پتّہ نکلنا شروع ہو جاتا ہے اس لئے اِسی مہینہ سے خوف کے دن شروع ہوں گے اور غالباً مئی کے اخیر تک وہ دن رہیں گے۔''

(الوصیت۔روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ۳۱۴)

''ایک سخت زلزلہ آئے گا اور زمین کو یعنی زمین کے بعض حصوں کو زیروزبر کر دے گا جیسا کہ لوطؑ کے زمانہ میں ہوا۔''   (الوصیت روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ ۳۱۴)

مندرجہ بالا الہامات اور رؤیا اور عبارات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ (۱) کانگڑے والے زلزلے سے زیادہ شدید زلزلہ آئیگا (۲) زلزلہ ہندوستان کے شمال مشرق میں آئیگا (۳) وہ زلزلہ بہار کے دنوں میں جو جنوری سے شروع ہوتے ہیں آئیگا (۴) جنوری کے مہینہ میں خوف کے ایام شروع ہونگے (۵) وہ زلزلہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے کی زندگی میں آئیگا (۶) صاحبزادہ صاحب موصوف سب سے پہلے شخص ہونگے جو اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی طرف متوجہ ہوکر دوسروں کو توجہ دلائیں گے (۷) وہ زلزلہ نادر شاہ کے قتل کے بعد جو پہلی بہار آئے گی اس میں آئیگا۔

چنانچہ جیسا کہ یہاں ہوا۔''نادر شاہ'' ۸؍نومبر ۱۹۳۳ء کو قتل ہوا۔ اور اس کے بعد جو پہلی بہار آئی یعنی جنوری ۱۹۳۴ء میں شمال مشرقی ہندوستان میں قیامت خیز زلزلہ آیا جو ''زلزلہ بہار'' کے نام سے مشہور ہے وہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی زندگی میں آیا اور آپ ہی نے سب سے پہلے اس طرف توجہ دلائی اور ایک ٹریکٹ ''ایک اور نشان'' کے عنوان سے شائع کیا۔ اس پیشگوئی میں ایک لطیف امر قابلِ غور یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کے متعلق الہام ہوا کہ رَبِّ لَا تُرِنِیْ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ رَبِّ لَا تُرِنِیْ مَوْتَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ کہ اے میرے رب! مجھ کو وہ قیامت خیز زلزلہ نہ دکھانا۔ اے میرے رب! مجھے میری جماعت میں سے ایک آدمی کی موت نہ دکھانا۔ چنانچہ یہ زلزلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں نہیں آیا۔ جیسا کہ حضرتؑ کا الہام تھا اَخَّرَہُ اللّٰہُ اِلٰی وَقْتٍ مُّسَمًّی. اس میں تاخیر ڈال دی (حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۳ حاشیہ) اور پھر اس زلزلہ میں صرف ایک احمدی فوت ہوا۔

۹۔ پنڈت دیانند کے متعلق فرمایا ہے کہ ''انکی زندگی کا خاتمہ ہوگیا ہے۔'' اس الہام کا گواہ لالہ شرم پت ساکن قادیان ہے جس کو حضرت اقدسؑ نے قبل از وقوع یہ بات بتائی تھی۔ سو وہ اسی سال مرگیا۔

۱۰۔ اپنی کتاب انوار الاسلام میں سعد اللہ لدھیانوی کے اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہونے کی پیشگوئی کی جس کا حلیہ بھی بیان فرمایا۔ خصوصاً یہ کہ اس کے جسم پر پھوڑے ہیں۔ (دیکھو انوار الاسلام صفحہ ۲۶ حاشیہ مطبوعہ ستمبر ۱۸۹۴ء) چنانچہ اس کے قریباً پانچ سال بعد حضرت خلیفہ اوّل کے گھر عبد الحی پیدا ہوا جس

کے جسم پر پھوڑے تھے۔

۱۱۔لیکھرام کی موت کی پیشگوئی بہت ہی واضح طور پر بیان فرمائی۔

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ　　　بترس از تیغ برّانِ محمدؐ

اور پھر عِجْلٌ جَسَدٌ لَّهٗ خُوَارٌ لَهٗ نَصَبٌ وَّ عَذَابٌ. اور پھر دن کی بھی تعیین فرمائی کہ

وَبَشَّرَنِیْ رَبِّیْ وَ قَالَ مُبَشِّرًا　　سَتَعْرِفُ یَوْمَ الْعِیْدِ وَ الْعِیْدُ اَقْرَبُ

لیکھرام کے چھ سال کے اندر مرنے کی پیشگوئی کرامات الصادقین جو صفر ۱۳۱۱ھ میں مطبوع ہوئی اور پھر ۲۲ر فروری ۱۸۹۳ء کے اشتہار میں جو آئینہ کمالاتِ اسلام میں ہے۔اس کے ٹکڑے ہونے کے متعلق پیشگوئی کی تھی۔پھر وہ ۶ر مارچ ۱۸۹۷ء کو قتل ہوا[1]۔

۱۲۔یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ　　　وَیَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

(براہین احمدیہ حصہ سوم۔روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۲۶۷ حاشیہ در حاشیہ)

۱۳۔سر الخلافہ کے ۶۲ صفحہ پر مخالفوں پر طاعون پڑنے کے لئے دعا کی۔(نیز حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱ مطبوعہ ۱۸۹۳ء میں)اس پر الہام ہوا۔

''اے بسا خانہ دشمن کہ تو ویراں کردی۔''(تذکرہ صفحہ ۴۲۵ الہام ۱۲ر اپریل ۱۹۰۴ء مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

سو پھر طاعون ملک میں آئی اور ہزاروں دشمن ہلاک ہوئے۔نمونۃً دیکھئے:۔

رُسل بابا امرتسری،محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ، چراغ دین جمونی،نور احمد تحصیل حافظ آباد،زین العابدین مقرب مولوی فاضل انجمن حمایت الاسلام،حافظ سلطان سیالکوٹی،مرزا سردار بیگ سیالکوٹی۔

(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۳۶)

۱۴۔مباہلہ کے طور پر لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ کہنے پر مندرجہ ذیل منکرین مسیح موعود علیہ السلام ہلاک ہوئے۔رشید احمد گنگوہی پہلے اندھا ہوا۔پھر سانپ کے ڈسنے سے مر گیا۔مولوی عبدالعزیز، مولوی عبد اللہ،مولوی محمد لدھیانوی،مولوی شاہ دین لدھیانوی دیوانہ ہو کر ہلاک ہوا۔عبدالرحمٰن محی الدین لکھو کے والے بعد الہام ھٰذا ہلاک ہوگئے۔کاذب پر خدا کا عذاب نازل ہوگیا۔

۱۵۔مولوی غلام دستگیر قصوری بد دعا کے بعد ہلاک ہوگیا اور نمونہ برائے اخوان خود مولویان منکرینِ مسیح ہیں۔

---

[1] خاکسار خادم کے والد حضرت ملک برکت علی اسی نشان کو دیکھ کر حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لائے۔(خادم)

۱۶۔مواہب الرحمان صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸ روحانی خزائن جلد۱۹صفحہ ۳۴۶ تا ۳۴۸ میں محمد حسین بھیں کے متعلق پیشگوئی تھی۔سووہ مطابق وعید ہلاک ہوا۔

۱۷۔یَعْصِمُکَ اللّٰہُ وَلَوْ لَمْ یَعْصِمُکَ النَّاسُ (براہین احمدیہ) حالانکہ بعد میں مارٹن کلارک وغیرہ نے مقدمہ بنایا۔پھر بھی خدا نے بچایا۔

۱۸۔اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃِ اس کے یہ معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ کسی قدر عذاب کے بعد اس گاؤں کو اپنی پناہ میں لے لے گا۔ (حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۲۴۳)

۱۹۔دلیپ سنگھ والی پیشگوئی (حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۲۴۸)

۲۰۔عبدالحق غزنوی نے حضرت مسیحؑ کو کافر کا فتویٰ دیا......تو حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے اصرارِمباہلہ پر دعا کی۔کہ اگر میں کاذب ہوں تو کاذبوں کی طرح تباہ کیا جاؤں اور اگر میں صادق ہوں تو خدا میری مدد اور نصرت کرے۔(صفحہ ۲۴۰ حقیقۃ الوحی) سو یہ پوری ہوئی۔

۲۱۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ کی دعا کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فدائی متجاوز از پانچ لاکھ ہیں اور یہ آپ کی صداقت کا بیّن ثبوت ہے۔

۲۲۔مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے کو بخار ہوا۔اور ان کو ظن ہو گیا کہ یہ طاعون ہے چونکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں رہتے تھے۔اس لئے آپ نے فرمایا کہ اگر آپ کو طاعون ہو گئی تو پھر میں جھوٹا ہوں اور میرا دعویٰ الہام غلط ہے۔پھر آپ نے ان کی نبض پر ہاتھ رکھا تو بخار اتر گیا۔

۲۳۔شَاتَانِ تُذْبَحَانِ وَکُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ. صاحبزادہ سید عبداللطیفؓ مرحوم اور شیخ عبدالرحمٰنؓ مرحوم شہدائے کابل مراد ہیں۔

۲۴۔حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنے مضمون متعلقہ جلسہ دھرم مہوتسو کے بارے میں فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ نے الہام کیا ہے کہ ’’مضمون بالا رہا۔‘‘ سول اینڈ ملٹری گزٹ اور بھی بہت سے اردو اخبارات نے اس کا اقرار کیا۔

۲۵۔فروری ۱۹۰۴ء کو بنگال کی تقسیم کے متعلق پیشگوئی فرمائی پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دلجوئی ہو گی۔پھر ۱۹۱۱ء میں ملک معظم جارج پنجم اس کے پورا ہونے کا باعث بنے۔

بارہویں دلیل:۔

وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (الجمعة:۴) کہ ’’اٰخَرِیْنَ‘‘ میں بھی جو ابھی تک صحابہؓ سے نہیں ملے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رسول کی بعثت مقدر ہے۔ سورۃ جمعہ کی اس آیت کو پہلی آیات کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتیں مقرر کی گئی ہیں۔ پہلی بعثت آپ کی اُمّیین میں ہوئی اور دوسری بعثت آخرین کی جماعت میں ہوگی۔ اس کی تفصیل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے بتائی ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاُنْزِلَتْ عَلَیْهِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَلَمْ یُرَاجِعْهُ حَتّٰى سَاَلَ ثَلَاثًا وَ فِیْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَهٗ عَلٰى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَآءِ.

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ جمعہ باب قولہ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ۔ وتجرید البخاری مکمل معہ عربی ترجمہ شائع کردہ لاہور فیروز الدین اینڈ سنز جلد۲ صفحہ ۳۷۰۔ نیز مشکوٰۃ کتاب المناقب باب جامع المناقب الجمعۃ زیر آیت۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ سورۃ جمعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی جس میں یہ آیت بھی تھی۔ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ حضورؐ سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں۔ جن کا اس آیت میں ذکر ہے یعنی اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ سے کون لوگ مراد ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ حتّٰی کہ حضورؐ سے تین دفعہ پوچھا گیا۔ اسی مجلس میں حضرت سلمان فارسیؓ بھی بیٹھے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ حضرت سلمانؓ پر رکھ کر فرمایا۔ کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا۔ تو ان (اہلِ فارس) میں سے ایک شخص یا ایک سے زائد اشخاص اس کو پالیں گے۔

اس حدیث نے قرآن مجید کی اس آیت کی بالکل صاف اور واضح تفسیر کر دی ہے۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ (۱) اس میں کسی شخص کی بعثت کی پیشگوئی کی گئی ہے جس کی آمد گویا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی آمد تصور کی جائے گی۔(۲) اس کے ماننے والے صحابہؓ کے رنگ میں رنگین ہوکر صحابی کہلانے کے مستحق ہونگے۔(۳) وہ شخص فارسی الاصل ہوگا۔(۴) وہ ایسے زمانہ میں مبعوث ہوگا۔جبکہ اسلام دنیا سے اٹھ جائے گا اور قرآن کے الفاظ ہی الفاظ دنیا میں باقی رہ جائیں گے۔(۵) اس کا کام کوئی نئی شریعت لانا نہ ہوگا بلکہ قرآن مجید کو ہی دوبارہ دنیا میں لاکر شائع کرے گا اور اسی کی طرف لوگوں کو بلائے گا۔

یادرکھنا چاہیے کہ اس حدیث میں ہرگز یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ شخص حضرت سلمان فارسیؓ کی نسل میں سے ہوگا بلکہ بتایا یہ گیا ہے کہ ''ھٰؤُلَآءِ'' ان میں سے ہوگا۔یعنی قوم فارس میں سے یعنی فارسی الاصل ہوگا۔اگر یہ کہنا ہوتا کہ وہ سلمان فارسیؓ کی نسل میں سے ہوگا تو بجائے مَنْ ھٰؤُلَآءِ کہنے کے مَنْ ھٰذا فرماتے کہ ''اس میں سے'' ہوگا۔چنانچہ اسی حدیث کی دوسری روایت میں جو فردوس الاخبار دیلمی میں ہے۔اس موقع پر یہ الفاظ ہیں:۔فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ ھٰؤُلَآءِ الَّذِیْنَ ذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فَضَرَبَ عَلٰی فَخْذِ سَلْمَانَ فَقَالَ قَوْمُ ھٰذَا (دیلمی صفحہ ۶۲ نسخہ موجودہ کتب خانہ آصفیہ نظام دکن) صحابہؓ نے پوچھا۔یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے وَ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ میں ذکر فرمایا ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسیؓ کی ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ ''اس کی قوم سے'' پس مسیح موعودؑ کا فارسی الاصل ہونا ضروری ہے نہ کہ سلمانؓ کی نسل سے ہونا۔

دوسری بات جو قابل غور ہے۔وہ یہ ہے کہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیح موعودؑ کی بعثت کا زمانہ بتادیا ہے۔''وَلَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا.'' گویا جب ایمان دنیا سے اٹھ جائے گا یعنی عملی طور پر مسلمان زوال پذیر ہورہے ہونگے۔

پس اس حدیث سے مراد ''حضرت امام ابوحنیفہؒ'' ہرگز نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ دوسری صدی کے قریب پیدا ہوئے۔اور وہ زمانہ عروج اسلام کا زمانہ تھا لیکن یہ اس زمانہ کے متعلق پیشگوئی ہے جس کے متعلق فرمایا کہ ایمان اٹھ جائیگا اور اس زمانہ کے متعلق نواب نورالحسن خاں صاحب لکھتے ہیں کہ

''اب اسلام کا صرف نام قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے۔''

(اقتراب الساعہ صفحہ ۱۲ مطبع مفید عام الکائنۃ فی آگرہ ۱۳۰۱ھ)

نیز ''سچی بات تو یہ ہے کہ ہم میں سے قرآن مجید بالکل اٹھ چکا ہے۔'' (اہلحدیث امرتسر ۱۴ر جون ۱۹۱۲ء)

غرضیکہ یہی وہ زمانہ ہے جو خود پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ کسی مصلح ربانی کی ضرورت ہے۔چنانچہ خدا تعالیٰ

نے اس فارسی الاصل مرد، فتح نصیب جرنیل کو عین ضرورت کے وقت قادیان کی مقدس بستی میں کھڑا کیا جس نے ایمان اور قرآن کو دوبارہ دنیا میں لانے کی ڈیوٹی کو کماحقہٗ سرانجام دیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں

ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

(ب) ''افسوس یہ بھی نہیں دیکھتے کہ یہ دعویٰ بے وقت نہیں۔ اسلام اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر فریاد کر رہا تھا کہ میں مظلوم ہوں اور اب وقت ہے کہ آسمان سے میری نصرت ہو۔''

(ضمیمہ اربعین نمبر ۳،۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۶۹)

نوٹ:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ مغل ہیں اس لئے فارسی الاصل نہیں ہو سکتے؟ تو اس کے جواب میں شاہانِ اسلامیہ کی تاریخ کے متعلق مستند ترین کتاب میڈیول انڈیا مصنفہ مسٹر سٹینلے لین پول (جو تاریخ کی مشہور کتاب ہے)۔

(Mediaeval India under Mohammadan Rule)

میں لکھا ہے کہ شاہانِ مغلیہ کے زمانہ میں یہ عام طور پر قاعدہ تھا کہ جو شخص درّہ خیبر کے راستہ سے ہندوستان میں داخل ہوتا۔ خواہ وہ افغان ہو یا فارسی یا کسی اور قوم کے ساتھ تعلق رکھتا ہو پھر بھی ''مغل'' ہی کہلاتا تھا۔ اس لئے کسی کا محض ''مرزا'' یا ''مغل'' کہلانا اسے فارسی الاصل ہونے سے محروم نہیں کرتا۔

"The term Mughal...... came to mean any fair man from central Asia or Afghanistan as distinguished from the darker native, foreign invaders or governing Muslim class, Turks, Afghans, Pathans and Mughals eventually because so mixed that were indifferently termed Mughals."

(کتاب مذکور مطبوعہ ٹی فشران ون لمیٹڈ لندن پندرھواں ایڈیشن ۱۹۲۶ء صفحہ ۱۹۷ حاشیہ)

یعنی لفظ ''مغل'' ہندوستان کے کالے باشندوں کو ایشیاء کے دوسرے باشندوں سے ممیّز کرنے کے لئے بولا جاتا تھا۔ مختلف حملہ آور یا حکمران مسلمان، ترک، افغان، پٹھان اور مغل کچھ

اسی طرح مل جل گئے کہ سب کو بلا امتیاز ’’مغل‘‘ کے نام سے پکارا جانے لگا۔ ہر گورے شریف آدمی کو ’’مغل‘‘ کہا جاتا تھا۔

نا قابل تردید ثبوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی الاصل ہونے کا نا قابلِ تردید ثبوت یہ ہے کہ بندوبست مال ۱۸۶۵ء میں حضرت صاحب کے دعویٰ سے سالہا سال پہلے جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد ماجد اور دوسرے بزرگ زندہ موجود تھے قادیان کے مالکان کے شجرۂ نسب کے ساتھ ’’فٹ نوٹ‘‘ میں بعنوان ’’قصبہ قادیان کی آبادی اور وجہ تسمیہ‘‘ لکھا ہے:۔

’’مورث اعلیٰ ہم مالکانِ دیہہ کا بعہد شاہانِ سلف (ملک فارس) سے بطریق نوکری...... آ کر...... اس جنگل افتادہ میں گاؤں آباد کیا۔‘‘

اور اس کے نیچے مرزا غلام مرتضٰی صاحب و مرزا غلام جیلانی صاحب و مرزا غلام محی الدین وغیرھم کے دستخط ہیں۔ پس:۔

(ا) یہ سرکاری کاغذات کا اندراج حضرت صاحبؑ کے دعویٰ سے سالہا سال قبل کا حضرت صاحب کے فارسی الاصل ہونے کا یقینی ثبوت ہے۔

(ب) مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتا ہے:۔

’’مؤلّف براہین احمدیہ قریشی نہیں فارسی الاصل ہے۔‘‘ (اشاعۃ السنہ جلد ۷ صفحہ ۱۹۳)

(ج) ’’جناب مرزا صاحب یافث بن نوحؑ کی اولاد سے ہیں۔‘‘

(ٹریکٹ امر بھائی اور قرآنِ حکیم مصنفہ ایم۔ اے لطیف صفحہ ۱۶)

یافث بن نوحؑ کے متعلق ملاحظہ ہو غیاث اللغات فارسی:۔

’’شیخ ابن حجرؒ شارح صحیح بخاری گفتہ است کہ فارسی منسوب بفارس بن غامور بن یافث بن نوح علیہ السلام است۔‘‘

پس حضرت اقدس علیہ السلام کا فارسی الاصل ہونا ثابت ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

ا۔ ’’اس عاجز کا خاندان دراصل فارسی ہے نہ مغلیہ۔ نہ معلوم کس غلطی سے مغلیہ خاندان کے ساتھ مشہور ہو گیا...... معلوم ہوتا ہے کہ میرزا اور بیگ کا لفظ کسی زمانہ میں بطور خطاب کے انکو ملا تھا جس

طرح خان کا نام بطور خطاب دیا جاتا ہے۔ بہر حال جو کچھ خدا نے ظاہر فرمایا ہے وہی درست ہے انسان ایک ادنیٰ سی لغزش سے غلطی میں پڑ سکتا ہے مگر خدا سہو اور غلطی سے پاک ہے۔''

(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۸۱ حاشیہ)

(ب)''یاد رہے کہ اس خاکسار کا خاندان بظاہر مغلیہ خاندان ہے......اب خدا کی کلام سے معلوم ہوا کہ دراصل ہمارا خاندان فارسی خاندان ہے۔سو اس پر ہم پورے یقین سے ایمان لاتے ہیں کیونکہ خاندانوں کی حقیقت جیسا کہ خدا تعالیٰ کو معلوم ہے کسی دوسرے کو ہرگز معلوم نہیں اسی کا علم صحیح اور یقینی ہے اور دوسروں کا شکی اور ظنّی۔'' (اربعین نمبر۱،۲۔روحانی خزائن جلد۱۷صفحہ۳۶۵ حاشیہ)

تیرھویں دلیل:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اَ لْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمِأَتَیْنِ۔''(مشکوٰۃ کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ) کہ مسیح ومہدی کے ظہور کی نشانیاں بارھویں صدی کے گزرنے پر ظاہر ہوں گی۔ چنانچہ ہم نے جو معنے کئے ہیں۔حضرت ملا علی قاری نے بھی ان کی تائید کی ہے۔وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ اللَّامُ فِی الْمِأَتَیْنِ لِلْعَھْدِ اَیْ بَعْدَ الْمِأَتَیْنِ بَعْدَ الْاَلْفِ وَھُوَ الْوَقْتُ لِظُھُوْرِ الْمَھْدِیّ.''

(مشکوٰۃ کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ۔نیز دیکھو حاشیہ ابن ماجہ جلد۲صفحہ۲۶۱ مصری حاشیہ علامہ سندھی) کہ ممکن ہے اَلْمِأَتَیْنِ کا الف لام اس عہد کے لئے ہو جو ایک ہزار کے دوسو سال بعد کا ہے(یعنی۱۲۰۰)اور وہی وقت ظہور مہدی کا ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھی اپنی کتاب حجج الکرامہ صفحہ۴۱ وصفحہ۳۹۴ و صفحہ۳۹۵ مطبع شاہجہانی بھوپال پر بہت سی روایات نقل کر کے یہی نتیجہ نکالا ہے۔کہ مہدی تیرھویں صدی میں نازل ہونا چاہیے۔

نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں۔''اس حساب سے ظہور مہدی کا شروع تیرھویں صدی پر ہونا چاہیے تھا مگر یہ صدی پوری گزر گئی مہدی نہ آئے۔اب چودھویں صدی ہمارے سر پر آئی ہے۔اس صدی سے اس کتاب کے لکھنے تک چھ مہینے گزر چکے ہیں۔شاید اللہ تعالیٰ اپنا فضل وعدل رحم وکرم فرمائے۔چار چھ برس کے اندر مہدی ظاہر ہو جاویں۔''

(اقتراب الساعہ از نواب نور الحسن خان صاحب صفحہ۲۲۱ مطبع مفید عام الکائنۃ فی آگرہ)

''بَعْدَ الْمِأَتَیْنِ'' کے رو سے بارھویں صدی کے ختم ہونے پر تیرھویں صدی میں امام مہدی کا

پیدا ہونا ضروری تھا۔ ایسے وقت میں کہ وہ چودھویں صدی کے سر پر چالیس سال کا ہوکر دعویٰ کر سکے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ مہدی بارہویں صدی میں پیدا ہو۔ کیونکہ بَعْدَ الْمِأَتَيْنِ میں لفظ بعد بتاتا ہے کہ وہ بارہویں صدی کے ختم ہونے سے پہلے پیدا نہیں ہوسکتا۔ پھر اس وجہ سے کہ امام مہدی نے اپنی صدی کا مجدد ہونا تھا اسلئے اسے تیرھویں صدی میں ایسے وقت میں پیدا ہونا تھا کہ اگلی صدی کے سر پر اس کی عمر چالیس سال کی ہو۔ پس یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں جو ۱۴ رشوال ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۳ رفروری ۱۸۳۵ء بروز جمعہ پیدا ہوئے اور ۱۲۹۰ھ کو چودھویں صدی کے سر پر آپ عین چالیس برس کی عمر میں شرفِ مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہوکر دعویٰ مہدویت کے ساتھ ظاہر ہوئے اور عین چودھویں صدی کے سر پر آپ نے دعویٰ کیا۔ گویا حدیث اور روایات کے عین مطابق آپؑ دنیا میں تشریف لائے۔ سچ ہے ۔

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اَور ہی آیا ہوتا!

(مسیح موعودؑ)

چودھویں دلیل:۔

حدیث شریف میں ہے:۔

"اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا ايَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ."

(دارقطنی کتاب العیدین باب صفة الصلوٰة الخسوف)

کہ ہمارے مہدی کی صداقت کے دو نشان ہیں۔ اور یہ صداقت کے دونوں نشان کبھی کسی کے لئے جب سے دنیا بنی ہے ظاہر نہیں ہوئے۔ رمضان میں چاند کو (چاند گرہن کی راتوں میں سے) پہلی رات کو اور (سورج گرہن کے دنوں میں سے) درمیانے دن کو سورج کو گرہن لگے گا۔

چنانچہ یہ گرہن ۱۸۹۴ء میں لگا۔ یعنی چاند کی ۱۳۔۱۴۔۱۵ تاریخوں میں سے ۱۳ تاریخ کو رمضان کے مہینہ میں چاند (قمر) کو اور ۲۷۔۲۸۔۲۹ تاریخوں میں سے ۲۸ تاریخ کو ماہ رمضان میں سورج کو گرہن لگا۔

رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن لگنا حدیث شریف میں مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ "قمر" بولا ہے اور "قمر" پہلی تین راتوں کے بعد کے چاند کو کہتے ہیں۔ پہلی رات

کے چاند کو ہلال کہتے ہیں۔

یُسَمَّی الْقَمَرُ لِلَیْلَتَیْنِ مِنْ اَوَّلِ الشَّھْرِ ھِلاَلًا...... قَالَ الْجَوْھَرِیُّ اَلْقَمَرُ بَعْدَ ثَلاثٍ اِلٰی اٰخِرِ الشَّھْرِ...... قَالَ ابْنُ السَّیْدَةِ...... وَ الْقَمَرُ یَکُوْنُ فِی لَیْلَةِ الثَّالِثَةِ مِنَ الشَّھْرِ.''

(لسان العرب زیر لفظ قمر)

کہ جوہری کہتا ہے کہ قمر وہ ہوتا ہے جو دوسری رات کے بعد کا چاند ہو اور اسی طرح ابن سیدہ نے بھی کہا ہے کہ مہینہ کی تیسری رات کو چاند قمر ہو جاتا ہے۔

۲۔ **''وَھُوَ قَمَرٌ بَعْدَ ثَلاثِ لَیَالٍ اِلٰی اٰخِرِ الشَّھْرِ وَ اَمَّا قَبْلُ ذَالِکَ فَھُوَ ھِلَالٌ.''**

(منجد زیر لفظ قمر)

کہ تین راتوں کے بعد چاند قمر ہو جاتا ہے اور اس سے پہلے جو چاند ہوتا ہے اس کو ہلال کہتے ہیں۔ پس حدیث میں اول اور درمیانے سے مراد وہی ہوسکتی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کا پورا ہونا خود اس کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔

۳۔ اس حدیث کو دار قطنی نے نقل کیا ہے جو خود ایک بڑا عالم اور علمِ حدیث میں یگانہ تھا۔ جیسا کہ ضمن نمبر ۱۲ میں نخبۃ الفکر کے حوالہ سے بتایا گیا ہے۔

(شرح نخبة الفکر للقاری. الموضوع جزء نمبر ا صفحہ ۴۳۶)

نوٹ:۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حدیث کی صحت کے متعلق خوب مفصل بحث ''تحفہ گولڑویہ'' میں تحریر فرمادی ہے۔ وہاں سے دیکھی جائے۔

چاند کو یہ گرہن ۲۱ / مارچ ۱۸۹۴ء کو لگا۔ دیکھو اخبار آزاد ۴ / مئی ۱۸۹۴ء۔ نیز سول اینڈ ملٹری گزٹ ۶ / اپریل ۱۸۹۴ء۔

۳۔ یہ حدیث مندرجہ ذیل کتب میں پائی جاتی ہے۔ جس سے اس کی صحت کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) **دار قطنی کتاب العیدین باب صفة الصلٰوة الخسوف.**

(۲) فتاویٰ حدیثیہ حافظ ابن حجر مکیؒ۔ مصنفہ علامہ شیخ احمد شہاب الدین ابن حجر الہیتمی مطلب فی علامۃ خروج المہدی وان القحطانی بعد المہدی۔

(۳) احوال الآخرۃ حافظ محمد لکھو کے صفحہ ۲۳ مطبوعہ ۱۳۰۵ھ۔

(۴) آخری گت مصنفہ مولوی محمد رمضان حنفی۔ مجتبائی مطبوعہ ۱۲۷۸ھ

(۵) حجج الکرامہ صفحہ ۳۴۴۔ مؤلفہ نواب صدیق حسن خان صاحب۔ مطبع شاہجہانی واقع بلدہ بھوپال

(۶) عقائد الاسلام مصنفہ مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی صفحہ ۱۸۲، ۱۸۳ مطبوعہ ۱۲۹۲ھ

(۷) قیامت نامہ فارسی وعلامات قیامت اردو مصنفہ شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی۔

(۸) اقتراب الساعۃ نواب نور الحسن خان صفحہ ۱۰۶ و ۱۰۷ مطبوعہ ۱۳۰۱ھ۔

(۹) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی جلد ۲ صفحہ ۱۳۲ مکتوب نمبر ۶۷

(۱۰) اکمال الدین صفحہ ۳۶۹ از شیخ الطائفہ صدوق علیہ الرحمۃ جلد دوم مطبوعہ کتاب فروشی تہران۔

(۱۱) حجج الکرامہ میں لکھا ہے کہ نعیم بن حماد، ابوالحسن خیری، حافظ ابوبکر بن احمد اور بیہقی اس کے راوی ہیں (صفحہ ۳۴۴)

(۱۲) علاوہ ازیں یہ حدیث دارقطنی کی ہے اور دارقطنی اس بلند پایہ کا محدث ہے کہ شرح نخبۃ الفکر میں لکھا ہے:۔ **قَالَ الدَّارُ قُطْنِیُ یَا اَھْلَ بَغْدَادَ لَا تَظُنُّوْا اَنَّ اَحَدًا یَقْدِرُ اَنْ یَّکْذِبَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاَنَا حَیٌّ.** (شرح نخبة الفكر للقارى . الموضوع جزء نمبر ا صفحہ ۴۳۶)

کہ امام دارقطنی نے فرمایا کہ اے اہل بغداد! یہ خیال نہ کرو کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی جھوٹی حدیث منسوب کر سکتا ہے جبکہ میں زندہ ہوں۔

پندرہویں دلیل:۔

حدیث شریف میں ہے:۔

"عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا."

(ابو داؤد كتاب الملاحم باب ما يذكر فى قرن المائة و مشكوٰة كتاب العلم)

کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اُمت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک مجدد مبعوث فرمایا کرے گا جو آکر دین کی تجدید کرے گا۔

صحت حدیث

(۱) **"وَقَدْ اِتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلٰی تَصْحِیْحِ ھٰذَا الْحَدِیْثِ مِنْھُمُ الْحَاکِمُ فِی الْمُسْتَدْرَکِ وَالْبَیْھَقِیُّ فِی الْمُدْخَلِ وَ مِمَّنْ نَصَّ عَلٰی صِحَّتِہٖ مِنَ الْمُتَاخِّرِیْنَ الْحَافِظُ**

اِبْنُ حَجَرٍ . (حجج الکرامہ ازنواب صدیق حسن خان صاحب صفحہ ۱۳۳ مطبع شاہجہانی بھوپال) کہ استادانِ حدیث کا اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے۔ان میں سے حاکم نے مستدرک میں بیہقی نے مدخل میں اس کو لکھا ہے اور متاخرین میں سے جن لوگوں نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے ان میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ بھی ہیں۔

(ب) ''هٰذَا الْحَدِيْثُ اتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلَى الصَّحِيْحِ مِنْهُمُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرِكِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَدْخَلِ.'' (مرقاة الصعود شرح ابن داؤد زیر حدیث هٰذا) یعنی استادان حدیث کا اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے۔جن میں سے امام حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے مدخل میں اس حدیث کی صحت کا اقرار کیا ہے۔

(ج) علامہ سیوطی اپنے رسالہ ''تنبیہ'' میں لکھتے ہیں:۔

''اِتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلٰى صِحَّتِهٖ.'' کہ تمام محدثین اس حدیث کی صحت پر متفق ہیں نیز اپنی کتاب جامع الصغیر جلد ا صفحہ ۷۴ باب الالف میں بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(د) حجج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان صاحب مطبع شاہجہانی بھوپال میں لکھا ہے:۔

''چنانچہ در حدیث مشہور آمدہ است اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ الخ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ . اَلْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ'' کہ مشہور حدیث میں ہے کہ ہر صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ مجدد مبعوث کیا کرے گا۔اس حدیث کو ابوداؤد اور امام حاکم اور بیہقی نے معرفہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(ھ) یہ حدیث ابوداؤد میں ہے جو صحاح ستہ میں سے ہے۔

ضروری نوٹ:۔بعض غیر احمدی دوست جب عاجز آجاتے ہیں تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ مجدد کے لئے دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔اس لئے ممکن ہے کہ اس صدی کا مجدد دنیا میں موجود ہو (رشید احمد گنگوہی وغیرہ) مگر اس نے دعویٰ نہ کیا ہو۔کیا کسی پہلے مجدد نے بھی دعویٰ مجددیت کیا ہے؟

اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیے کہ:۔

ا۔تمام گزشتہ مجددین کی جملہ تحریرات ہمارے پاس محفوظ نہیں ہیں تا کہ ہم ہر ایک کا دعویٰ ان کی اپنی زبانی دکھاسکیں۔ہاں جن مجددین کی بعض تحریرات محفوظ ہیں ان میں سے تین کا دعویٰ درج کیا جاتا ہے۔

ا۔حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

صاحب ایں علوم ومعارف مجدد ایں الف است کَمَا لَا یَخْفٰی عَلَی النَّاظِرِیْنَ فِیْ عُلُوْمِہٖ وَ مَعَارِفِہٖ ...... وبدانند کہ بر سر مائۃ مجدد ی گزشتہ است، اما مجدد مائۃ دیگر است و مجدد الف دیگر۔ چنانچہ درمیان مائۃ والف فرق است، در مجددین اینہا نیز ہمانقدر فرق است بلکہ زیادہ ازاں۔

(مکتوبات امام ربانی جلد۲ صفحہ۱۴، ۱۵ مکتوب چہارم)

ب۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

''قَدْ اَلْبَسَنِیَ اللّٰہُ خِلْعَۃَ الْمُجَدِّدِیَّۃِ.''

(تفہیمات الٰہیہ بحوالہ حجج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان صاحب صفحہ۱۳۸ مطبع شاہجہانپوری بھوپال)

ج۔ حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں:۔

''اِنِّیَ الْمُجَدِّدُ.'' (حجج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان صاحب صفحہ۱۳۸ مطبع شاہجہانپوری بھوپال)

۲۔ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ عام طور پر دعویٰ کرنا ضروری نہیں پھر بھی ہم کہتے ہیں کہ چودھویں صدی کے مجدد کے لئے دعویٰ کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ بقولِ شما ''جھوٹا مجدد'' (نعوذ باللہ) میدان میں کھڑا للکار رہا تھا۔

''ہائے! یہ قوم نہیں سوچتی کہ اگر یہ کاروبار خدا کی طرف سے نہیں تھا تو کیوں عین صدی کے سر پر اس کی بنیاد ڈالی گئی اور پھر کوئی بتلا نہ سکا کہ تم جھوٹے ہو اور سچا فلاں آدمی ہے۔''

(ضمیمہ اربعین نمبر۳، ۴۔ روحانی خزائن جلد۱۷ صفحہ۴۶۹)

''افسوس اِن لوگوں کی حالتوں پر۔ ان لوگوں نے خدا اور رسول کے فرمودہ کی کچھ بھی عزت نہ کی اور صدی پر بھی سترہ برس گذر گئے مگر ان کا مجدد اب تک کسی غار میں پوشیدہ بیٹھا ہے۔''

(اربعین نمبر۳۔ روحانی خزائن جلد۱۷ صفحہ ۳۹۹)

پس اگر اس وقت کوئی ''سچا مجدد'' بھی بقولِ شما بقیدِ حیات موجود تھا (جس کو خدا تعالیٰ نے اُمت محمدؐیہ کو گمراہی سے بچانے کے لئے مبعوث کیا ہوا تھا) تو اس کا فرض تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بالمقابل دعویٰ کر کے اُمت محمدؐیہ کو گمراہی سے بچاتا۔ ان حالات میں اس کا خاموش رہنا تو ''اَلسَّاکِتُ عَنِ الْحَقِّ شَیْطَانٌ اَخْرَسُ'' (تذکرۃ الاولیاء صفحہ۳۹۰ باب ۸۶) کے مطابق اس کو ''گونگا شیطان'' قرار دیتا ہے۔ چہ جائیکہ اس کو ''مدعی مفقود اور گواہ موجود'' کا مصداق بناتے ہوئے مضحکہ خیز طور پر ''مجدد'' قرار دیا جائے۔

فہرست مجددین اُمت محمدیہ

(۱) پہلی صدی:۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ۔
(۲) دوسری صدی:۔حضرت امام شافعیؒ (احمد بن حنبل)۔
(۳) تیسری صدی:۔حضرت ابوشرحؒ وابوالحسن الشعریؒ۔
(۴) چوتھی صدی:۔حضرت ابوعبیداللہ نیشاپوری وقاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیھم۔
(۵) پانچویں صدی:۔حضرت امام غزالیؒ۔
(۶) چھٹی صدی:۔حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔
(۷) ساتویں صدی:۔حضرت امام ابن تیمیہؒ وحضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری۔
(۸) آٹھویں صدی:۔حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ وحضرت صالح بن عمر رحمۃ اللہ علیہ۔
(۹) نویں صدی:۔حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔
(۱۰) دسویں صدی:۔حضرت امام محمد طاہر گجراتی رحمۃ اللہ علیہ۔(حجج الکرامۃ صفحہ ۳۹۵،۳۹۶)
(۱۱) گیارہویں صدی:۔حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ۔(حجج الکرامۃ صفحہ ۳۹۵،۳۹۶)
(۱۲) بارہویں صدی:۔حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔
(۱۳) تیرہویں صدی:۔حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔
(۱۴) چودہویں صدی:۔''وبرسر مائۃ چہاردہم کہ دہ سال کامل آنرا باقی است۔اگر ظہورِ مہدی علیہ السلام ونزولِ عیسیٰؑ صورت گرفت۔پس ایشاں مجدد ومجتہد باشند''۔

(حجج الکرامہ ازنواب صدیق حسن خان صاحب صفحہ ۱۳۵ تا ۱۳۹ مطبع شاہجہان پوری بھوپال)

کہ چودہویں صدی کے سر پر جس کو ابھی پورے دس سال باقی رہتے ہیں اگر مہدی اور مسیح موعودؑ ظاہر ہو گئے تو وہی چودہویں صدی کے مجدد ہوں گے۔

ب۔پس تواں گفت کہ دریں دہ سال کہ ازمائۃِ ثالث عشر باقی است ظہور کند یا برسر چہاردہم۔''

(حجج الکرامہ ازنواب صدیق حسن خان صاحب صفحہ ۱۴۱ مطبع شاہجہان پوری بھوپال)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عین وقت (چودھویں صدی کے سر) پر ظاہر ہوئے پس اگر آپ مجدد نہیں ہیں تو کوئی اور مجدد بتاؤ۔جو چودہویں صدی کے سر پر آیا ہو۔اگر کوئی غیر مسلم تم سے

پوچھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق چودہویں صدی کا مجدد کہاں ہے تو اسے کیا جواب دو گے؟

اب تو چودھویں صدی میں سے بھی ۲۷ برس گزر گئے۔ سچ تو یہی ہے کہ ؎

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت

میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

(مسیح موعودؑ)

پس خدا کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر تبر نہ چلاؤ اور مخالفین اسلام کو اسلام پر مزید اعتراضات کرنے کا موقع نہ دو۔

سولھویں دلیل:۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ

(سورۃ الصف:۷)

اور جب عیسیٰ بن مریمؑ نے کہا۔ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ تصدیق کرتا ہوں اس کی جو میرے سامنے ہے یعنی تورات اور بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمد ہوگا۔

ان آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے احمد رسول کی آمد کی بشارت دی ہے۔ اور صرف اس کا نام بتانے پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کی بعض نہایت ضروری علامات بھی بیان فرما دی ہیں۔ اس پیشگوئی کے حقیقی مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ آپ کا غلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اس کی کئی وجوہ ہیں:۔

پہلی وجہ:۔ ان آیات کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ (الصف:۸) کہ اس شخص سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے (الہام کا جھوٹا دعویٰ کرے) اور وہ بلایا جائے گا اسلام کی طرف۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جب احمد رسول اللہ آئے گا تو لوگ اس کی مخالفت کریں گے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر احمد رسول اللہ (نعوذ باللہ) فی الواقعہ خدا کی طرف سے نہیں تو اندریں صورت وہ

مفتری علی اللہ ٹھہرتا ہے اور مفتری علی اللہ سے بڑھ کر اور کوئی ظالم نہیں ہو سکتا۔ اور جو ظالم ہو اس کے متعلق خدا تعالیٰ کا قانون ہے کہ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (الانعام:۲۲) کہ ظالم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ نیز اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ (النحل:۱۱۷) کہ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ پر افتراء کرتے ہیں اور اپنے پاس سے جھوٹے الہامات بنا کر خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ پس اگر احمد رسول فی الواقعہ اپنے دعویٰ میں سچا نہیں تو اندریں صورت اس کو اسلامی تعلیم کی رو سے ناکام ونامراد ہو جانا چاہیے مگر وہ اپنے تمام دشمنوں کی آنکھوں کے سامنے اپنے تمام مقاصد میں کامیاب وکامران ہوگا اور اس کی کامیابی اور کامرانی قطعی طور پر ثابت کر دے گی کہ وہ اپنے دعویٰ میں صادق ہے اور اسلامی تعلیم کی رو سے وہ حق پر اور اس کے مخالفین ناحق پر ہیں۔ مگر باوجود اس واضح طریق فیصلہ کے پھر بھی اس کو اس کے مخالفین دعوت اسلام دیں گے اور کہیں گے کہ تو دائرہ اسلام سے خارج ہو چکا ہے۔ پس آ اور مسلمان ہو جا۔ اس طرح وہ احمد رسول جو اسلامی تعلیم کی رو سے مفتری علی اللہ ثابت نہیں ہوا الٹا اسلام کی طرف دعوت دیا جائے گا۔ پس پہلی نشانی جو اس احمد رسول کی بتائی گئی ہے وہ هُوَ یُدْعٰۤی اِلَی الْاِسْلَامِ کے الفاظ میں یہ ہے کہ وہ اسلام کی طرف دعوت دیا جائے گا۔ اس سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:۔

ا۔ وہ احمد رسول ایسے زمانہ میں آئے گا جبکہ دنیا میں اسلام کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرنے والے لوگ پہلے سے موجود ہوں گے گویا وہ خود بانیٔ اسلام نہیں ہوگا۔

ب۔ اس کے مخالفین اس پر کفر کا فتویٰ لگائیں گے اور خود کو حقیقی مسلمان قرار دیں گے۔

پس مندرجہ بالا علامات صاف طور پر بتا رہی ہیں کہ اس پیشگوئی کا حقیقی مصداق ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بلکہ یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام، احمدؑ کے متعلق ہے کیونکہ

ا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف اپنے آپ کو اسلام کے مدعی قرار نہیں دیتے تھے۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بانیٔ اسلام ہیں۔ آپؐ کے مخالفین نے اپنے آپ کو کبھی مسلمان قرار نہیں دیا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیر مسلم قرار دے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسلام کی طرف دعوت دی۔

نوٹ:۔ یاد رکھنا چاہیے کہ هُوَ یُدْعٰۤی میں هُوَ کی ضمیر کا مرجع خواہ ''مَنْ اَظْلَمُ''

اور ’’مَنِ افۡتَرٰی ‘‘ کوقرار دیا جائے اور خواہ ’’احمد‘‘ کوقرار دیا جائے۔ دونوں صورتوں میں حقیقی مرجع ’’احمد‘‘ ہی بنتا ہے اور کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ مَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ میں جس شخص کی طرف اشارہ ہے۔ وہ وہی ہے جس پر ’’مفتری علی اللہ‘‘ ہونے یعنی الہام کا جھوٹا دعویٰ کرنے کا الزام ہے اور جس کی اس الزام سے بریت مقصود ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ احمد رسول ہی ہے جس کے متعلق یہ اعتراض ہے کہ قَالُوۡا ھٰذَا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ (النمل:۱۴) کہ درحقیقت یہ خدا کا رسول نہیں بلکہ جادوگر ہے اور جادو کی مدد سے یہ نشانات دکھاتا ہے۔ پس مَنۡ اَظۡلَمُ میں احمد رسول کے منکروں کا ذکر نہیں بلکہ خود احمد رسول کی بریت کے لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم اس احمد رسول پر مفتری ہونے کا الزام لگاتے ہو حالانکہ مفتری سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہوتا اور خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت سے ثابت ہے کہ یہ ’’ظالم‘‘ نہیں۔ کیونکہ اپنے مقاصد میں کامیاب و کامران ہے۔ پس ھُوَ یُدۡعٰۤی اِلَی الۡاِسۡلَامِ میں ھُوَ کی ضمیر کا مرجع بہرحال ’’احمد رسول‘‘ ہی ہے نہ کوئی اور۔

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کسی نے جادوگر قرار نہیں دیا۔ سو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کے دشمنوں نے ’’جادوگر‘‘۔ ’’ساحر‘‘۔ رمّال اور نجومی قرار دیا ہے۔ چند حوالہ جات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اپنی سرقہ کردہ کتاب موسومہ ’’سیف چشتیائی‘‘ میں لکھتے ہیں:۔

’تمہارے تیس سال کے سحروں اور شعبدہ بازیوں کو دفعۃً ہی نگل گیا۔‘‘

(سیف چشتیائی از مہر علی گولڑوی صفحہ ۱۰۷)

۲۔ ’’معلوم ہوا کہ اب تک ساحر قادیانی کا گھر نحوستوں سے بھرا ہوا ہے۔‘‘

(تکذیب براہین احمدیہ مصنفہ لیکھرام جلد۲ صفحہ ۲۹۸ مطبع دھرم پرچارک جلندھر)

۳۔ ’’یہی ساحر قادیانی ہے۔‘‘ (ایضاً صفحہ ۳۰۰)

۴۔ مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتا ہے:۔

’’اگرچہ یہ پیشگوئی (متعلقہ وفات احمد بیگ۔ خادم) تو پوری ہوگئی۔ مگر یہ الہام سے نہیں بلکہ علم رمل یا نجوم وغیرہ سے کی گئی تھی۔‘‘

(اشاعۃ السنہ بحوالہ اشتہار ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۹)

۵۔ ایک مخالف مولوی پنجابی شعر میں کہتا ہے ؎

جادوگر ہے ساحر بھارا، مسمریزم جانے
رمل نجوم تے ہور بتیرے کسبی علم پچھانے

(بجلی آسمانی مصنفہ مولوی فیض محمد صفحہ ۱۲۳)

یعنی مرزا قادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جادوگر اور ساحر ہیں اور مسمریزم اور رمل و نجوم وغیرہ علوم خوب جانتے پہچانتے ہیں۔

دوسری وجہ:۔ ''یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ ۔'' (الصف:۹) کہ لوگ چاہیں گے کہ خدا کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں۔ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ مگر خدا تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرے گا۔

اس آیت میں (جو اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ والی آیت کے ساتھ ہی ملحق ہے) اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ احمد رسول کا زمانہ وہ ہوگا جس میں اسلام کو تلوار کے زور سے مٹانے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔ بلکہ مزعومہ دلائل کے ساتھ اسلام کا مقابلہ کیا جائیگا۔ گویا منہ کی پھونکیں ماری جائینگی۔ سو یہ علامت بھی صاف طور پر بتاتی ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص غلام۔ احمد رسول اللہ ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ منہ کی پھونکوں کا نہ تھا بلکہ لوگ اسلام کو تلواروں کی طاقت سے مٹانا چاہتے تھے۔ لیکن آج دلائل مزعومہ کے زور یعنی منہ کی پھونکوں سے اسلام کو بجھایا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حاسد سلسلہ رسوائے عالم اخبار ''زمیندار'' کے ٹائٹل پر بھی یہ شعر لکھا ہوا ہوتا ہے کہ ؎

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

تیسری وجہ:۔ یہ ہے کہ اس سے اگلی آیت ہے:۔ ''ھُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ الخ'' کہ وہی اللہ ہے جس نے احمد رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسلام کو تمام دوسرے دینوں پر غالب کر دے۔

اس آیت کے متعلق تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے کیونکہ اسلام کا یہ موعودہ غلبہ اسی کے زمانہ میں ہوگا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:۔

ا۔ ''وَیُھۡلِکُ اللّٰہُ فِی زَمَنِہٖ الۡمِلَلَ کُلَّھَا اِلَّا الۡاِسۡلَامَ''

(ابو داؤد کتاب الملاحم باب خروج دجال قبل یوم القیامۃ)

کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں تمام جھوٹے دینوں کونیست و نابود کر کے صرف اسلام کو قائم کرے گا۔

ب۔ابن جریر میں ہے:۔

''هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ....

ذَالِکَ عِنۡدَ خُرُوۡجِ عِیۡسٰی۔'' (ابن جریر زیر آیت هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ ......الخ الصّف:۹) کہ اس آیت میں جس غلبۂ اسلامی کا ذکر ہے وہ مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد واقع ہوگا۔

نیز دیکھو تفسیر حسینی مترجم اردو جلد۲ صفحہ۵۳۸ سورۃ صف زیر آیت بالا۔

ج۔نیز لکھا ہے:۔

عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ فِیۡ قَوۡلِهٖ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ الخ قَالَ حِیۡنَ خُرُوۡجِ عِیۡسٰی.''

(ابن جریر زیر آیت هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ ......الخ الصّف:۹)

کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس آیت لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ کے متعلق فرمایا کہ یہ غلبہ مسیح موعود کے ظہور کے بعد ہوگا۔پس ثابت ہے کہ یہ آیت ساری کی ساری حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی پیشگوئی ہے۔نہ کسی اور کی۔

چوتھی وجہ:۔ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰؑ ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مثیلِ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے مثیل کی پیشگوئی کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے مثیل (مسیح موعودؑ) کی۔

پانچویں وجہ:۔ یہ کہ اس پیشگوئی کا قرآن مجید میں ذکر کرنے سے مقصود بخیال غیر احمدیاں صرف عیسائیوں پر اتمامِ حجت کرنا اور احمد رسول کی صداقت کی ایک دلیل دینا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا والدین نے جو نام رکھا وہ احمد نہیں بلکہ محمدؐ تھا۔عیسائی تو ہرگز نہیں مانتے کہ آپؐ کا نام احمد تھا۔کسی مدعی کا یہ کہنا کہ اللہ نے میرا نام یہ رکھا ہے اس کے ماننے والوں کے لئے تو حجت ہوسکتا ہے لیکن اس کے منکروں پر ہرگز حجت نہیں ہوسکتا اور جو پہلے ہی مانتا ہے اس کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں اور جو نہیں مانتا اس کے لئے یہ دعویٰ دلیل نہیں بن سکتا۔پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیا جائے تو یہ عیسائیوں کے لئے کوئی حجت اور دلیل نہیں بن سکتی۔لہٰذا اس کے بیان

کرنے کا کوئی فائدہ نہیں رہتا۔ پس اس پیشگوئی کا مصداق وہی ہے جس کے نام کا ضروری حصہ احمد ہے۔ صفاتی نام نہیں بلکہ ذاتی نام (عَلَم) ہے۔

بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام ''احمد'' بھی ہے مگر یہ آپ کا تعلق انسانوں سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سے ہے جس کو کوئی انسان خود بخود نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ ''احمد'' کے معنی ہیں ''سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔'' اور محمد کے معنی ہیں ''سب سے زیادہ تعریف کیا گیا۔'' گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چونکہ خدا تعالیٰ کی سب سے زیادہ حمد اور تعریف کرنے والے ہیں۔ اس لئے آپ صفاتی طور پر احمد ہیں لیکن دنیا کے ساتھ آپ کا تعلق محمدؐیت کا ہے۔ پس ایک عیسائی کے لئے آپ کی شانِ احمدیت کو سمجھ کر اس پر ایمان لانا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انسانوں کے محمدؐ ہیں اور احمدؐ اللہ تعالیٰ کے ہیں۔

نوٹ:۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام حضورؐ کے والدین نے یا حضورؐ کے دادا نے بوقتِ پیدائش احمد رکھا تھا مگر ان تمام روایات کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ یہ سب ''موضوع'' روایات ہیں۔ ان میں سے اکثر ''واقدی'' کی ہیں۔ جو جھوٹی حدیثیں گھڑنے والوں کا استاد ہونے کی وجہ سے ''رئیس الوضّاعین'' کہلاتا ہے۔ چنانچہ ان روایات کے متعلق حضرت امام محمد شوکانی لکھتے ہیں:۔ **وَمِنْهَا اَحَادِيْثُ الَّتِيْ تُرْوٰى فِيْ تَسْمِيَّةِ اَحْمَدَ لَا يُثْبَتُ مِنْهَا شَيْءٌ.**

(فوائد المجموعه فی احادیث الموضوعه للشوکانی صفحہ ۱۴۶/۱۰۸)

یعنی بعض وہ روایات ہیں جن میں یہ ذکر آتا ہے کہ حضورؐ کا نام احمد رکھا گیا تھا لیکن ان روایات سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔

چھٹی وجہ:۔ یہ ہے کہ لفظ محمد کے معنے ہیں کہ ''سب سے زیادہ تعریف کیا گیا۔'' پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ''محمد'' ہونے کا یہ تقاضا ہے کہ کوئی شخص آپ کا ''احمد'' (سب سے زیادہ تعریف کرنے والا) ہو۔ گویا خود لفظ ''محمد'' میں یہ پیشگوئی ہے کہ کوئی انسان دنیا میں احمد ہو کر آئے گا۔ جو اس نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ تعریف کرے گا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم صفاتی طور پر ''احمد'' مانتے ہیں لیکن یہ تعلق آپؐ کا خدا سے ہے مگر یہ پیشگوئی (اسْمُهٗ اَحْمَدُ والی) عیسائیوں پر اتمام حجت کے لئے بیان کی گئی ہے اور عیسائی اس تعلق کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا سے ہے جان یا مان نہیں سکتے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس پیشگوئی کا وہی مصداق ہو جو ظاہری

طور پر احمد ہو یعنی جس کا عَـلَـم احمد ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام احمد تھا۔ ''غلام احمد'' کے لفظ میں لفظ ''غلام'' حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے اکثر ناموں کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ غلام مرتضیٰ، غلام قادر، غلام مجتبیٰ وغیرہ اور ظاہر ہے کہ عَـلَـم وہی ہوتا ہے جو تمیز واقع ہو اور ''غلام احمد'' میں سے تمیز احمد ہے۔ پس وہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عَلَم ہے۔

چنانچہ اس کا دوسرا زبردست ثبوت یہ ہے کہ آپ کے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب بھی آپ کا نام احمد ہی سمجھتے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں کے نام پر جو دو گاؤں آباد کئے ان کے نام ''قادر آباد'' اور ''احمد آباد'' علی الترتیب مرزا غلام قادر اور غلام احمد علیہ السلام کے نام پر رکھے۔

غیر احمدی:۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ میں لَـمَّا ماضی جَآءَ پر آیا ہے اور جب ماضی پر لَـمَّا داخل ہو تو اس کے معنی ہمیشہ ماضی ہی کے ہوتے ہیں۔ مستقبل کے نہیں ہو سکتے۔

احمدی:۔ یہ قاعدہ درست نہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (الملک:۲۸) کہ جب وہ قیامت کو دیکھیں گے تو کافروں کے منہ خراب ہو جائیں گے۔

اس آیت میں رَاَوْهُ ماضی ہے اور اس پر لَـمَّا داخل ہوا ہے۔ مگر یہ مستقبل (یعنی قیامت) کے متعلق ہے۔ بعینہٖ اسی طرح فَلَمَّا جَآءَهُمْ بھی مستقبل کے متعلق ہے۔

نوٹ:۔ حدیث ''اَنَـا بَشَـارَتُ عِيْسٰى'' میں جس بشارت کا ذکر ہے وہ سورۃ صف والی بشارت نہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے درحقیقت دو نبیوں کی بشارت دی ہے۔ (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی۔ (۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی۔ چنانچہ انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق جو بشارت ہے وہ ان الفاظ میں ہے۔ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے۔'' (یوحنا ۳۰/۱۴۔ و یوحنا ۷۔۱۶/۱۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسی بشارت کا اپنے آپ کو مصداق قرار دیا ہے۔ (تفصیل مضمون ''آنحضرتؐ کی نسبت بائبل میں پیشگوئیاں'' پاکٹ بک ھٰذا میں دیکھو۔)

سترھویں دلیل:۔

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔ ''لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ'' (الواقعۃ:۸۰) کہ قرآن مجید کے مطالب و معانی اور حقائق و معارف انہی پر کھولے جاتے ہیں جو پاک اور مطہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''مساس نکنند اسرارِ مکنونۂ قرآنی را مگر جماعۃ را کہ از لوثِ تعلقاتِ بشریہ پاک شدہ باشند۔ ہرگاہ نصیب پاکاں مساس اسرار قرآنی بود بدیگراں چہ رسد؟''

(مکتوبات امام ربانیؒ جلد۳ صفحہ۱۱ مکتوب چہارم شروع)

پس قرآن مجید کے حقائق و معارف پر آگاہ ہونا صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ کیا کہ قرآن مجید کے علوم اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کھولے ہیں۔ دنیا کا کوئی عالم میرا مقابلہ کر کے دیکھ لے۔ مگر مولویوں نے اپنی خاموشی سے ثابت کر دیا کہ آسمانی علوم انہیں پر کھولے جاتے ہیں جو آسمان سے اپنے تعلقات وابستہ کر چکے ہوں۔ اور یہ کہ دنیا کے مولویوں اور عالموں کا کوئی بڑے سے بڑا استاد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں علاوہ مختلف آیات کی تفسیر لکھنے کے قرآن مجید کی تفسیر کے نہایت قیمتی اصول بتائے اور خود ان اصول کے مطابق آیاتِ قرآنی کی تفسیر کر کے بتا دیا کہ آسمانی علوم آسمان کے ساتھ تعلق رکھنے والوں ہی کا حصہ ہوتے ہیں۔ محض ضَرَبَ یَضْرِبُ ضَرْبًا کی گردان رٹ لینے اور عربی سیکھ لینے سے قرآن مجید نہیں آ جاتا۔ اگر قرآن مجید کے حقائق و معارف کے سمجھنے کا معیار محض عربی زبان کا جاننا ہی ہوتا تو ''جرجی زیدان'' یا اس جیسے عیسائی دہریہ اور یہودی جو عربی زبان کے مسلم استاد اور ادیب ہیں وہ قرآن مجید کے حقائق و معارف اور معانی و مطالب کے سب سے بڑے مفسر ہوتے۔ مگر خدا تعالیٰ نے لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ فرما کر بتا دیا کہ قرآن مجید کے علوم کو وہی مس کر سکتے ہیں جو پاک اور مطہر ہوں۔ گویا جتنی جتنی طہارت و پاکیزگی زیادہ ہوگی، اتنا اتنا علوم قرآنی کا دروازہ کھلتا چلا جائے گا۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے علوم قرآنی کے مقابلہ میں تمام دنیا کے علماء و فضلاء و فصحاء و بلغاء کا صاف طور پر عاجز آ جانا آپ کے صادق اور راستباز ہونے پر نا قابل تردید گواہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

''پھر ایک اور پیشگوئی نشان الٰہی ہے جو براہین کے صفحہ ۲۳۸ میں درج ہے۔ اور وہ یہ ہے اَلرَّحْمٰنُ ۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (الرحمٰن:۳،۲) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علم قرآن کا وعدہ دیا تھا۔ سو اس وعدہ کو ایسے طور سے پورا کیا کہ اب کسی کو معارف قرآنی میں مقابلہ کی طاقت نہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر کوئی مولوی اس ملک کے تمام مولویوں میں سے معارف قرآنی میں مجھ سے مقابلہ کرنا چاہے اور

کسی سورۃ کی ایک تفسیر میں لکھوں اور ایک کوئی اور مخالف لکھے تو وہ نہایت ذلیل ہوگا اور مقابلہ نہیں کر سکے گا اور یہی وجہ ہے کہ باوجود اصرار کے مولویوں نے اس طرف رخ نہیں کیا۔ پس یہ ایک عظیم الشان نشان ہے مگر ان کے لئے جو انصاف اور ایمان رکھتے ہیں۔''

(ضمیمہ انجام، روحانی خزائن جلد ۱۱ آتھم صفحہ ۲۹۱ تا ۲۹۳)

''میری طرف سے متواتر دنیا میں اشتہارات شائع ہوئے کہ خدا تعالیٰ کے تائیدی نشانوں میں سے ایک یہ نشان بھی مجھے دیا گیا ہے کہ مَیں فصیح بلیغ عربی میں قرآن شریف کی کسی سُورۃ کی تفسیر لکھ سکتا ہوں اور مجھے خدائے تعالیٰ کی طرف سے علم دیا گیا ہے کہ میرے بالمقابل اور بالمواجہ بیٹھ کر کوئی دُوسرا شخص خواہ وہ مولوی ہو یا کوئی فقیر گدی نشین ایسی تفسیر ہر گز لکھ نہیں سکے گا۔'' (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۳۱)

''اب کس قدر ظلم ہے کہ اس قدر نشانوں کو دیکھ کر پھر کہے جاتے ہیں کہ کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا اور مولویوں کے لئے تو خود اُن کی بے علمی کا نشان اُن کے لئے کافی تھا کیونکہ ہزار ہا روپے کے انعامی اشتہار دئے گئے کہ اگر وہ بالمقابل بیٹھ کر کسی سورۃ قرآنی کی تفسیر عربی فصیح بلیغ میں میرے مقابل پر لکھ سکیں تو وہ انعام پاویں۔ مگر وہ مقابلہ نہ کر سکے تو کیا یہ نشان نہیں تھا کہ خدا نے اُن کی ساری علمی طاقت سلب کر دی۔ باوجود اس کے کہ وہ ہزاروں تھے تب بھی کسی کو حوصلہ نہ پڑا کہ سیدھی نیّت سے میرے مقابل پر آوے اور دیکھے کہ خدا تعالیٰ اس مقابلہ میں کس کی تائید کرتا ہے۔''

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۰۷-۴۰۸)

''نشان کے طور پر قرآن اور زبان قرآن کی نسبت دو طرح کی نعمتیں مجھ کو عطا کی گئی ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ معارف عالیہ فرقان حمید بطور خارق عادت مجھ کو سکھلائے گئے جن میں دُوسرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (۲) دوسرے یہ کہ زبانِ قرآن یعنی عربی میں وہ بلاغت اور فصاحت مجھے دی گئی کہ اگر تمام علماء مخالفین باہم اتفاق کر کے بھی اِس میں میرا مقابلہ کرنا چاہیں تو ناکام اور نامراد رہیں گے اور وہ دیکھ لیں گے کہ جو حلاوت اور بلاغت اور فصاحت لسان عربی مع التزام حقائق و معارف و نکات میری کلام میں ہے وہ ان کو اور ان کے دوستوں اور ان کے استادوں اور ان کے بزرگوں کو ہر گز حاصل نہیں۔

اس الہام کے بعد میں نے قرآن شریف کے بعض مقامات اور بعض سورتوں کی تفسیریں لکھیں اور نیز عربی زبان میں کئی کتابیں نہایت بلیغ و فصیح تالیف کیں اور مخالفوں کو ان کے مقابلہ کے لئے بلایا بلکہ بڑے بڑے انعام ان کے لئے مقرر کئے اگر وہ مقابلہ کر سکیں اور ان میں سے جو نامی آدمی تھے

جیسا کہ میاں نذیر حسین دہلوی اورابوسعید محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السُّنہ ان لوگوں کو بار بار اس امر کی طرف دعوت کی گئی کہ اگر کچھ بھی ان کو علم قرآن میں دخل ہے یا زبان عربی میں مہارت ہے یا مجھے میرے دعویٰ مسیحیت میں کاذب سمجھتے ہیں تو ان حقائق و معارف پُر از بلاغت کی نظیر پیش کریں جو میں نے کتابوں میں اِس دعویٰ کے ساتھ لکھے ہیں کہ وہ انسانی طاقتوں سے بالاتر اور خدا تعالیٰ کے نشان ہیں مگر وہ لوگ مقابلہ سے عاجز آ گئے۔ نہ تو وہ ان حقائق معارف کی نظیر پیش کر سکے جن کو میں نے بعض قرآنی آیات اور سورتوں کی تفسیر لکھتے وقت اپنی کتابوں میں تحریر کیا تھا اور نہ اُن بلیغ اور فصیح کتابوں کی طرح دو سطر بھی لکھ سکے جو میں نے عربی میں تالیف کر کے شائع کی تھیں۔''

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۳۰-۲۳۲)

''خدا تعالیٰ اپنے مکالمہ کے ذریعہ سے تین نعمتیں اپنے کامل بندہ کو عطا فرماتا ہے۔ اول۔ ان کی اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور قبولیت سے اطلاع دی جاتی ہے۔ دوم اس کو خدا تعالیٰ بہت سے امور غیبیہ پر اطلاع دیتا ہے۔ سوم۔ اس پر قرآن شریف کے بہت سے علوم حکمیہ بذریعہ الہام کھولے جاتے ہیں۔ پس جو شخص اس عاجز کا مکذب ہو کر پھر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ ہنر مجھ میں پایا جاتا ہے میں اس کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ ان تینوں باتوں میں میرے ساتھ مقابلہ کرے اور فریقین میں قرآن شریف کے کسی مقام کی سات آیتیں تفسیر کے لئے بالاتفاق منظور ہو کر ان کی تفسیر دونوں فریق لکھیں۔''

(ضمیمہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۰۳ حاشیہ)

''میرے مخالف کسی سورۃ قرآنی کی بالمقابل تفسیر بناویں یعنی روبرو ایک جگہ بیٹھ کر بطور فال قرآن شریف کھولا جاوے۔ اور پہلی سات آیتیں جو نکلیں ان کی تفسیر میں بھی عربی میں لکھوں اور میرا مخالف بھی لکھے۔ پھر اگر میں حقائق معارف کے بیان کرنے میں صریح غالب نہ رہوں تو پھر بھی میں جھوٹا ہوں۔'' (ضمیمہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۰۴)

''غرض سب کو بلند آواز سے اس بات کے لئے مدعو کیا کہ مجھے علم حقائق اور معارف قرآن دیا گیا ہے۔ تم لوگوں میں سے کسی کی مجال نہیں کہ میرے مقابل پر قرآن شریف کے حقائق و معارف بیان کر سکے۔ سو اس اعلان کے بعد میرے مقابل ان میں سے کوئی بھی نہ آیا۔''

(ضمیمہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۱۱)

''ہم ان کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ بے شک اپنی مدد کے لئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور

مولوی عبد الجبار غزنوی اور محمد حسین بھیں وغیرہ کو بلا لیں ۔ بلکہ اختیار رکھتے ہیں کہ کچھ طمع دے کر دو چار عرب کے ادیب بھی طلب کر لیں ۔'' (اربعین ضمیمہ نمبر۴، روحانی خزائن جلد ۱۷صفحہ ۴۸۴)

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے علوم قرآن کے مقابلہ کے لئے تمام دنیا کے علماء کو للکارا مگر انہوں نے فرار اختیار کر کے اس بات پر مہر ثبت کر دی کہ خدا کا پیارا مسیح آسمانی علوم لے کر دنیا میں آیا تھا جس کے بالمقابل ان کے زمینی اور خشک علوم کی حیثیت جہالت سے بڑھ کر نہ تھی۔

اٹھارہویں دلیل:۔

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ کہ اگر مخالفین باوجود زبردست دلائل اور عظیم الشان نشانات کے پھر بھی خدا کے فرستادہ پر ایمان نہ لائیں تو آخری طریق فیصلہ ''مباہلہ'' ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ فریقین اپنے جھگڑے کو اس احکم الحاکمین خدا کی عدالت میں لے جائیں جو اپنے فیصلہ میں غلطی نہیں کرتا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۔

(اٰل عمران:٦٢)

کہ اگر یہ لوگ باوجود دلائل بیّنہ اور براہین قاطعہ کے پھر بھی نہیں مانتے تو ان سے کہہ دے کہ آؤ! ہم دونوں فریق اپنے اہل وعیال اور جماعت کو لے کر خدا کے سامنے دعائے مباہلہ کریں اور جھوٹے پر لعنت اللہ کہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکرین نے بھی جب باوجود دلائلِ بیّنہ کے آپ کی مخالفت کو نہ چھوڑا تو آپ نے ان کو مباہلہ کا چیلنج دیا لیکن حق کی کچھ ایسی ہیبت ان کے دلوں پر طاری ہوئی کہ بجز فرار کے ان کو کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''لَمَّا حَالَ الْحَوْلُ عَلَى النَّصَارٰى حَتّٰى يَهْلِكُوْا كُلُّهُمْ ''(تفسیر کبیر از امام فخر الدین رازیؒ جلد ۲ صفحہ ۱۹۹ زیر آیت مذکور) کہ اگر وہ مباہلہ کرتے تو ایک سال کے اندر سب کے سب ہلاک ہو جاتے۔ پس مذہبی اختلافات کے لئے آخری فیصلہ ''مباہلہ'' ہے۔ فریقین احکم الحاکمین خدا کی عدالت سے صحیح اور سچے فیصلے کے لئے ملتجی ہوتے ہیں اور وہ ایک سال کے اندر جھوٹے کو برباد کر کے حق اور باطل میں ابدی فیصلہ صادر فرما دیتا ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنے پیارے آقا وسردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت پر عمل کیا اور جب دلائل عقلی ونقلی اور نشانات ارضی وسماوی غرضیکہ ہر

طریق سے ان پر اتمامِ حجت ہو چکی تو آپ نے ان کو آخری طریق فیصلہ (مباہلہ) کی طرف بلایا اور تحریر فرمایا:۔

''سو اب اٹھو اور مباہلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تم سن چکے ہو کہ میرا دعویٰ دو باتوں پر مبنی تھا۔ اوّل نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ پر۔ دوسرے الہامات الٰہیہ پر۔ سو تم نے نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کو قبول نہ کیا اور خدا کی کلام کو یوں ٹال دیا جیسا کہ کوئی تنکا توڑ کر پھینک دے۔ اب میرے بناء دعویٰ کا دوسرا شق باقی رہا۔ سو میں اس ذات قادر غیور کی آپ کو قسم دیتا ہوں جس کی قسم کو کوئی ایماندار رد نہیں کر سکتا کہ اب اس دوسری بناء کے تصفیہ کیلئے مجھ سے مباہلہ کر لو۔'' (انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۶۵)

اور یوں ہوگا کہ تاریخ اور مقام مباہلہ کے مقرر ہونے کے بعد میں ان تمام الہامات کے پرچہ کو جو لکھ چکا ہوں اپنے ہاتھ میں لے کر میدان مباہلہ میں حاضر ہوں گا اور دعا کروں گا کہ یا الٰہی اگر یہ الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں میرا ہی افترا ہے اور تو جانتا ہے کہ میں نے ان کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے یا اگر یہ شیطانی وساوس ہیں اور تیرے الہام نہیں تو آج کی تاریخ سے ایک برس گزرنے سے پہلے مجھے وفات دے۔ یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا کر جو موت سے بدتر ہو اور اس سے رہائی عطا نہ کر جب تک کہ موت آ جائے۔ تا میری ذلت ظاہر ہو اور لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے تیرے بندے فتنہ اور ضلالت میں پڑیں۔ اور ایسے مفتری کا مرنا ہی بہتر ہے۔ لیکن اے خدائے علیم و خبیر اگر تو جانتا ہے کہ یہ تمام الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں تیرے ہی الہام ہیں۔ اور تیرے منہ کی باتیں ہیں۔ تو ان مخالفوں کو جو اس وقت حاضر ہیں ایک سال کے عرصہ تک نہایت سخت دکھ کی مار میں مبتلا کر۔ کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگ دیوانہ کا شکار بنا۔ اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔ اور جب میں یہ دعا کر چکوں تو دونوں فریق کہیں کہ آمین۔ ایسا ہی فریق ثانی کی جماعت میں سے ہر یک شخص جو مباہلہ کیلئے حاضر ہو جناب الٰہی میں یہ دعا کرے............اور یہ دعا فریق ثانی کر چکے تو دونوں فریق کہیں ''آمین''۔ اس مباہلہ کے بعد اگر میں ایک سال کے اندر مر گیا۔ یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا ہو گیا جس میں جانبری کے آثار نہ پائے جائیں۔ تو لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں گے۔ اور میں ہمیشہ کی لعنت کے ساتھ ذکر کیا جاؤنگا۔ لیکن اگر خدا نے ایک سال تک مجھے موت اور آفاتِ بدنی سے بچا لیا اور میرے مخالفوں پر قہر اور غضب الٰہی کے آثار ظاہر ہو گئے اور ہر ایک ان میں سے کسی نہ کسی بلا میں

مبتلا ہو گیا اور میری بد دعا نہایت چمک کے ساتھ ظاہر ہو گئی تو دنیا پر حق ظاہر ہو جائے گا۔ اور یہ روز کا جھگڑا درمیان سے اٹھ جائے گا۔''

آپؑ نے یہاں تک لکھا کہ

''میں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری دعا کا اثر صرف اس صورت میں سمجھا جائے کہ جب تمام وہ لوگ جو مباہلہ کے میدان میں بالمقابل آویں ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر ایک بھی باقی رہا تو میں اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا اگر چہ وہ ہزار ہوں یا دو ہزار اور پھر ان کے ہاتھ پر توبہ کروں گا۔'' (انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۶۷)

یہ دعوت مباہلہ تحریر فرما کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مخالف علماء کو نہایت غیرت دلانے والے الفاظ میں مخاطب فرمایا۔

''گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو اور نہ تکفیر اور توہین کو چھوڑے۔'' (انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۶۷)

یہ وہ آخری طریق فیصلہ تھا جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مندرجہ بالا پُر شوکت الفاظ میں اپنے مکفر علماء کو دعوت دی۔ رسالہ ''انجام آتھم'' ان کو بذریعہ رجسٹری بھیجا گیا۔ مگر ان میں سے ایک بھی میدان میں نہ آیا۔

انیسویں دلیل:۔

حدیث میں ہے:۔ **وَلَيُتْرَكُنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا (مسلم باب نزول عیسیٰؑ)** کہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی اور ان پر تیز سفر نہیں کیا جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعودؑ ایسے زمانہ میں آئے گا جبکہ ایسی ایسی سواریاں ایجاد ہوں گی کہ جن کے باعث اونٹنیاں لمبے اور جلدی کے سفروں میں متروک ہو جائیں گی۔ بار برداری یا معمولی مسافت کا کام اگر اونٹوں سے لیا جاتا رہے تو وہ خلاف حدیث نہیں کیونکہ یہ امر عقلاً محال ہے کہ کسی وقت کلّی طور پر سب کی سب اونٹنیاں بیکار کر دی جائیں۔ حدیث میں ''**فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا**'' کے الفاظ واضح ہیں۔ اور قرآن مجید میں ''**اَلْعِشَارُ**'' کا لفظ ہے جس کے معنی حاملہ اونٹنی کے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی ایسی اعلیٰ سواریاں نکل آئیں گی کہ ہر سفر کے لیے اونٹوں کا لابدی ہونا باقی نہ رہے گا۔ یعنی جیسا کہ زمانہ قدیم میں شدّتِ ضرورت کے ماتحت حاملہ اونٹنیوں کو بھی کام کاج اور مشقت سے

مستثنیٰ نہیں کیا جاتا تھا اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں ایسا نہ ہوگا۔ نیز اس حدیث نے یہ بھی واضح کردیا ہے کہ قرآن مجید کی آیت ''اِذَاالْعِشَارُ عُطِّلَتْ '' بھی زمانۂ مسیح موعود کے متعلق ہے۔ کیونکہ لَیُتْرَکُنَّ الْقِلَاصُ والی حدیث صریح طور پر مسیح موعود کے زمانہ کے متعلق ہے۔

بیسویں دلیل:۔

مولوی ثناءاللہ مرحوم امرتسری جماعت احمدیہ کے مشہور معاندین میں سے تھے اور عام طور پر یہ دعویٰ کیا کرتے تھے کہ وہ جماعت احمدیہ کے لڑیچر سے خوب واقف ہیں۔ ہم اس جگہ اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے کہ ان کا یہ ادعا کس حد تک درست تھا، لیکن بابانگ بلند کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کے اس دعویٰ کو بھی صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک روشن اور واضح نشان بنایا ہے۔

آج سے تیس سال قبل ۱۹۲۳ء میں جب وہ حیدرآباد دکن میں بغرض تردید احمدیت گئے ہوئے تھے سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب آف سکندرآباد نے (جو جماعت احمدیہ کے ایک ممتاز فرد ہیں۔) ایک اشتہار انعامی دس ہزار سات صدروپیہ شائع کیا جس میں مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری سے مطالبہ کیا کہ اگر وہ فی الواقعہ حضرت مرزا صاحب کو اپنے دعاوی میں سچا نہیں سمجھتے تو وہ حلف اٹھا کر اس امر کا اعلان کردیں۔ اگر اس کے بعد ایک سال تک زندہ رہ جائیں تو دس ہزار روپیہ ان کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ اور حلف اٹھانے کے وقت نقد پانسو روپیہ ان کی نذر ہوگا۔ علاوہ ازیں اس شخص کو بھی جو مولوی ثناءاللہ صاحب کو اس حلف کے اٹھانے پر آمادہ کرے دوصد روپیہ انعام دیا جائے گا۔ اس اعلان کے بعد مولوی ثناءاللہ تقریباً ۲۶ سال زندہ رہے مگر مولوی صاحب موصوف نے حلف مؤکد بعذاب اٹھانے کا نام نہ لیا اور ان کا اس سیدھے اور صاف طریق فیصلہ سے پہلوتہی کرنا قطعی طور پر ثابت کردیتا ہے کہ ان کو دل سے اس بات کا یقین تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا کی طرف سے تھے۔ ہم ذیل میں جناب سیٹھ صاحب کا انعامی اشتہار نقل کرکے تمام اہل انصاف حضرات کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ مولوی ثناءاللہ صاحب کا یہ حیرت انگیز مگر دانشمندانہ گریز بتاتا ہے کہ وہ صداقت کی بنا پر احمدیت کی مخالفت نہیں کرتے تھے بلکہ اس کا اصل موجب دنیاطلبی کے سوا اور کچھ نہیں۔

جیسا کہ حضرت محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں:۔

اِذَا خَرَجَ ھٰذَا الْاِمَامُ الْمَھْدِیُّ فَلَیْسَ لَہٗ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ اِلَّا الْفُقَھَآءُ خَاصَّۃً فَاِنَّہٗ لَایَبْقٰی لَھُمْ تَمِیْیزٌ عَنِ الْعَامَّۃِ (فتوحات مکیہ از امام محی الدین ابن عربی جز ثالث مطبوعہ دار احیاء التراث الاسلامی

بیروت۔لبنان جلد۳صفحہ۳۳۸) کہ جب حضرت امام مہدی ظاہر ہوں گے تو اس زمانہ کے مولوی خاص طور پران کے دشمن ہوں گے محض اس وجہ سے کہ وہ یہ سمجھیں گے کہ ان پر ایمان لانے سے عوام پر اثر اور رسوخ قائم نہیں رہے گا۔

نقل اشتہار مؤرخہ ۲۲ فروری ۱۹۲۳ء

''مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری کو دس ہزار روپیہ انعام''

مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری نے مؤرخہ ۱۰ فروری ۱۹۲۳ء کو ایک خاص مجلس میں جس میں کہ ہمارے شہر کے ایک معزز محترم باوقار انسان یعنی عالی جناب مہاراجہ سرکرشن پرشاد بہادر بالقابہ بھی رونق افروز تھے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ میرے حیدرآباد آنے کا اصل مقصود سیٹھ عبداللہ الٰہ دین ہیں تا کہ ان کو ہدایت ہو جائے۔اس لئے میں اپنے ذاتی اطمینان اور تسلی کے لئے بذاتِ خود یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ اگر مولوی ثناءاللہ صاحب اس حلف کے مطابق جو میں اس اشتہار میں درج کرتا ہوں قسم کھا جائیں مگر قبل اس کے کہ مولوی صاحب حلف اٹھائیں ضروری ہوگا کہ ایک اشتہار کے ذریعہ صاف طور پر حیدرآباد و سکندرآباد میں شائع کردیں کہ میں اس حلف کو جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور اپنے عقائد کے درمیان حق و باطل کے تصفیہ کا فیصلہ کن معیار قرار دیتا ہوں اور یہ کہ اس حلف کے بعد سال کی میعاد کے اخیر دن تک میں اپنے اس اقرار معیار فیصلہ کن کے خلاف کوئی تحریر یا تقریر شائع نہ کروں گا اور نہ بیان کروں گا۔ہاں ویسے مولوی صاحب کو اختیار ہے کہ مرزا صاحب کی تردید بڑے زور سے کرتے رہیں مگر اس حلف کے فیصلہ کن معیار ہونے سے حلف کے بعد سال بھر تک انکار نہ کریں۔میری طرف سے یہ اقرار ہے کہ اس حلف کے بعد اگر مولوی صاحب ایک سال تک صحیح وسلامت رہے یا ان پر کوئی عبرتناک وغضبناک عذاب نہ آیا تو میں اہل حدیث ہو جاؤں گا۔یا مولوی ثناءاللہ صاحب کے حسبِ خواہش مبلغ دس ہزار روپیہ مولوی صاحب موصوف کو بطور انعام کے ادا کردوں گا۔

حلف کے الفاظ یہ ہیں:۔ جو مولوی ثناءاللہ صاحب جلسۂ عام میں تین مرتبہ دہرائیں گے اور ہر دفعہ خود بھی اور حاضرین بھی آمین کہیں گے۔

''میں ثناءاللہ ایڈیٹر اہلحدیث خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اس بات پر حلف کرتا ہوں کہ میں نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے تمام دعاوی و دلائل کو بغور دیکھا اور سنا اور سمجھا اور اکثر تصانیف ان

کی میں نے مطالعہ کیں اور عبداللہ الہ دین کا چیلنج انعامی دس ہزار روپیہ کا بھی پڑھا۔مگر میں نہایت وثوق اور کامل ایمان اور یقین سے یہ کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کے تمام دعاوی والہامات جو چودہویں صدی کے مجدد وامامِ وقت و مسیح موعود ومہدی موعود اور اپنے نبی ہونے کے متعلق ہیں وہ سراسر جھوٹ وافتراء اور دھوکا وفریب اور غلط تاویلات کی بناء پر ہیں ۔ برخلاف اس کے عیسیٰ علیہ السلام وفات نہیں پائے بلکہ وہ بجسد عنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور ہنوز اسی خاکی جسم کے ساتھ موجود ہیں اور وہی آخری زمانہ میں آسمان سے اتریں گے اور وہی مسیح موعود ہیں اور مہدی علیہ السلام کا ابھی تک ظہور نہیں ہوا۔ جب ہوگا تو وہ اپنے منکروں کو تلوار کے ذریعہ قتل کر کے اسلام کو دنیا میں پھیلائیں گے۔ مرزا صاحب نہ مجدد وقت ہیں، نہ مہدی ہیں نہ مسیح موعود ہیں، نہ امتی نبی ہیں بلکہ ان تمام دعاوی کے سبب میں ان کو مفتری اور کافر اور خارج از اسلام سمجھتا ہوں ۔ اگر میرے یہ عقائد خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے اور قرآن شریف وصحیح احادیث کے خلاف ہیں اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی درحقیقت اپنے تمام دعاوی میں خدا تعالیٰ کے نزدیک سچے ہیں تو میں دعا کرتا ہوں کہ اے قادر وذوالجلال خدا جو تمام زمین آسمان کا واحد مالک ہے اور ہر چیز کے ظاہر وباطن کا تجھے علم ہے۔ پس تمام قدرتیں تجھی کو حاصل ہیں۔ تو ہی قہار اور منتقم حقیقی ہے اور تو ہی علیم وخبیر وسمیع وبصیر ہے۔ اگر تیرے نزدیک مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعاوی والہامات میں صادق ہیں اور جھوٹے نہیں اور میں ان کے جھٹلانے اور تکذیب کرنے میں ناحق پر ہوں تو مجھ پر ان کی تکذیب اور ناحق مقابلہ کی وجہ سے ایک سال کے اندر موت وارد کر یا کسی دردناک اور عبرت ناک عذاب میں مبتلا کر کہ جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو۔ تاکہ لوگوں پر صاف ظاہر ہو جائے کہ میں ناحق پر تھا اور حق وراستی کا مقابلہ کر رہا تھا۔ جس کی پاداش میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ سزا مجھے ملی ہے۔ آمین ! آمین !! آمین !!!‘‘

نوٹ :۔ اس عبارت حلف میں اگر کوئی ایسا عقیدہ درج ہو جسے مولوی ثناء اللہ صاحب نہیں مانتے تو میرے نام ان کی دستخطی تحریر آنے پر اس عقیدہ کو اس حلف سے خارج کر دوں گا۔

خاکسار عبداللہ الہ دین سکندر آباد

۱۲ فروری ۱۹۲۳ء

نقل اشتہار مورخہ ۸ مارچ ۱۹۲۳ء

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور ان کے ہم خیالوں پر آخری اتمامِ حجت

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی والہامات کے مخالف اپنے عقائد ظاہر کرتے ہیں اور جن کے متعلق سکندر آباد و حیدر آباد میں انہوں نے بہت سے لیکچر دیئے ہیں اگر درحقیقت ان عقائد میں مولوی ثناء اللہ کے نزدیک حضرت مرزا صاحب حق پر نہیں ہیں اور جو عقائد مولوی ثناء اللہ صاحب بیان کرتے ہیں وہی سچے ہیں تو کیوں مولوی صاحب اپنے ان عقائد کو حلفاً بیان کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب خود اپنی تفسیر ثنائی جلد اوّل زیر آیت اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ (آل عمران: ۲۹) صفحہ ۱۹۳ اشاعت دسمبر ۲۰۰۲ء میں لکھتے ہیں کہ ''گواہی نہ چھپاؤ۔ جو کوئی اس کو چھپائے گا خواہ وہ کسی غرض سے چھپاوے تو جان لو کہ اس کا دل بگڑا ہوا ہے۔'' یہ قرآن شریف کی آیت شریفہ کا ترجمہ ہے اور حکم الٰہی ہے کہ شہادت کو نہ چھپاؤ بلکہ ظاہر کرو۔ تو پھر مولوی ثناء اللہ صاحب اس حکم کی تعمیل کیوں نہیں کرتے۔ یہ شہادت ایسی تھی کہ اس کے لئے مولوی صاحب کو محض ثواب کی خاطر بھی تیار ہو جانا چاہیے تھا مگر جب انہوں نے ۶ فروری ۱۹۲۳ء کے اشتہار میں دس ہزار روپیہ کا مجھ سے مطالبہ کیا تو وہ بھی میں نے دینا منظور کیا۔ اب میں آخری اتمام حجت کے طور پر یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب میرے اشتہار مورخہ ۱۲ر فروری ۱۹۲۳ء کے الفاظ و شرائط کے مطابق اب حلف اٹھانے کو تیار ہو جائیں (ہاں اس میں جو عقائد وہ نہ مانتے ہوں۔ وہ ان کی دستخطی تحریر آنے پر نکال دیئے جا سکتے ہیں) تو میں ان کو فوراً مبلغ پانسو روپیہ نقد بھی دینے کے لئے تیار ہوں جس کا مولوی صاحب حلف کے وقت ہی مطالبہ کرتے ہیں اور اگر وہ ایک سال تک موت یا عبرتناک غضبناک عذاب سے جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو۔ بچ جائیں تو پھر دس ہزار روپیہ ان کو نقد دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ مولوی صاحب کے ہم خیالوں میں جو کوئی صاحب ان کو اس بات کے لئے آمادہ کریں گے دو صد روپیہ ان کو بھی انعام دیا جائے گا۔ اگر اب بھی مولوی ثناء اللہ صاحب نے میرے اشتہار مؤرخہ ۱۲ر فروری ۱۹۲۳ء کے مطابق حلف اٹھانے سے گریز کیا تو مولوی ثناء اللہ صاحب اور ان کے ہم خیالوں پر ہماری طرف سے ہر طرح اتمام حجت سمجھی جائے گی اور آئندہ کے لیے ان کو کسی طرح کا حق حاصل نہ ہوگا کہ حضرت مرزا صاحب یا آپ کی جماعت کے عقائد پر بے جا حملے کریں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کو اس حلف کے لئے میں نے ابتداء سے اس لئے منتخب کیا ہے کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی

کتابوں کا کافی مطالعہ کیا ہوا ہے اور بذریعہ کئی مباحثات کے ان پر حجت پوری ہو چکی ہے۔ فقط مؤرخہ ۱۹ رجب ۱۳۴۱ھ مطابق ۸ مارچ ۱۹۲۳ء

خاکسار عبداللہ الہ دین احمدی

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو دس ہزار روپیہ انعام

پاکٹ بک کے سابق ایڈیشن کی اشاعت کے وقت جناب سیٹھ صاحب مذکور نے ہمیں اختیار دیا تھا کہ ہم اس انعامی اعلان کو پھر شائع کریں۔ ''یہ خاکساران کو وہی حلف اٹھانے کی دعوت دیتا ہے اور پھر ان کے لئے پہلے کی طرح ایک انعام پانصد روپیہ کا اور دوسرا دس ہزار روپیہ کا مقرر کرتا ہے۔ اور ہمارے غیر احمدی بھائیوں میں سے جو شخص بھی ان کو حلف اٹھانے کے لئے آمادہ کرے گا اس کے لئے بھی حسبِ سابق دوسو روپیہ انعام تیار ہے۔ اب بھی اگر مولوی ثناء اللہ صاحب نے حلف اٹھانے سے گریز کیا تو اے آسمان وزمین تم گواہ رہو کہ ہم نے ہر طرح سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مخالفین ومنکرین پر اتمام حجت کر دی۔ اب ان کے اور خدا کے درمیان معاملہ ہے۔''

اس وقت ہم نے لکھا تھا کہ ''ہم اپنی بصیرت کی بناء پر کہتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اب بھی اپنی مخصوص حیلہ بازی کے ذریعہ لیت ولعل کرتے رہیں گے اور ہرگز حلف مؤکد بعذاب اٹھانے پر آمادہ نہیں ہوں گے۔ چنانچہ ہماری بصیرت درست ثابت ہوئی۔ اس ایڈیشن کی اشاعت کے وقت وہ حسرت ناک موت مر چکے ہیں۔ کیا کوئی ہے جو جماعتِ احمدیہ کی صداقت کے اس واضح اور کھلے نشان سے فائدہ اٹھائے ''اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَشِیْدٌ'' سچ ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

''سنت اللہ یہی ہے کہ وہ ہزاروں نکتہ چینیوں کا ایک ہی جواب دے دیتا ہے یعنی تائیدی نشانوں سے مقرب ہونا ثابت کر دیتا ہے۔ تب جیسے نور کے نکلنے اور آفتاب کے طلوع ہونے سے یکلخت تاریکی دور ہو جاتی ہے ایسا ہی تمام اعتراضات پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ سو مَیں دیکھتا ہوں کہ میری طرف سے بھی خدا یہی جواب دے رہا ہے۔ اگر مَیں سچ مچ مفتری اور بدکار اور خائن اور دروغگو تھا تو پھر میرے مقابلہ سے ان لوگوں کی جان کیوں نکلتی ہے۔ بات سہل تھی۔ کسی آسمانی نشان کے ذریعہ سے میرا اور اپنا فیصلہ خدا پر ڈال دیتے اور پھر خدا کے فعل کو بطور ایک حَکَم کے فعل کے مان لیتے مگر ان لوگوں کو تو اس قسم کے مقابلہ کا نام سُننے سے بھی موت آتی ہے۔'' (اربعین نمبر۴۔ روحانی خزائن جلد۱۷ صفحہ ۴۵۱، ۴۵۲)

نوٹ:۔سابق ایڈیشن محمدیہ پاکٹ بک میں مولوی ثناءاللہ صاحب نے عذر کیا ہے کہ میں کئی کئی مرتبہ پہلے مطبوعہ حلف کھا چکا ہوں۔سو یاد رہے کہ یہ صریحاً جھوٹ ہے۔مولوی صاحب نے آج تک کبھی مؤکد بعذاب حلف نہیں اٹھائی جس کا ان سے مطالبہ ہے۔ نیز ان کا یہ کہنا کہ میں اس شرط پر حلف اٹھاؤں گا کہ حضرت امیر المؤمنین مجھے یہ بات لکھ دیں محض دفع الوقتی ہے کیونکہ مطالبۂ حلف حضرت صاحب کی طرف سے نہیں جناب سیٹھ صاحب کا ذاتی مطالبہ ہے اور انعام بھی انہی کی طرف سے مقرر ہے۔ خادمؔ

ضروری یادداشت

پاکٹ بک ہذا میں فردوس الاخبار دیلمی کے جس قدر حوالے ہیں ان کا نمبر صفحہ اس نسخہ کے مطابق ہے جو کتب خانہ آصفیہ نظام حیدرآباد دکن میں موجود ہے اور جس کا نمبر ''۲۱۴ فن حدیث'' ہے۔ اس کا ثبوت کہ حوالے درست ہیں وہ مصدقہ نقل ہے جس پر مہتمم صاحب کتب خانہ آصفیہ کے دستخط ہیں جو خاکسار خادمؔ کے پاس محفوظ ہے اس کی نقل مطابق اصل درج ذیل ہے۔

''نقل عبارت فردوس الاخبار صحیح ہے مقابلہ کیا گیا۔ دستخط سید عباس حسین مہتمم کتب خانہ آصفیہ سرکارِ عالی ۲۲ جمادی الاوّل ۱۳۵۲ھ حیدرآباد دکن اصل تحریر جو چاہے مجھ سے دیکھ سکتا ہے۔

۲۔ یاد رکھنا چاہیے کہ کتاب کا اصل نام ''دیلمی'' دال کے ساتھ ہے۔

۳۔ دیلمیؔ مشہور محدث گزرا ہے۔ وفات ۵۰۷ھ علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں اس کے متعلق **هُوَ حُسْنُ الْمَعْرِفَةِ فِي الْحَدِيْثِ** لکھا ہے۔ نیز کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۱۸۲ پر بھی اس کا ذکر ہے اس سے مشکوٰۃ اور سیوطی وغیرہ نے روایت لی ہے۔ خادمؔ

یادداشت نمبر ۲:۔ میں نے ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراضات کے جوابات'' کو چار ابواب پر تقسیم کیا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

باب اوّل:۔ ''الہامات پر اعتراضات کے جوابات'' اس باب میں الہامات پر تمام اعتراضات کے جوابات درج ہیں۔اس حصہ کے آخر میں الہامات کے متعلق اعتراضات کے جوابات درج ہیں۔مثلاً یہ کہ حضرت اقدسؑ کو غیر زبان میں کیوں الہامات ہوئے۔بعض الہامات کے معنی سمجھ نہ سکے۔آپ کو شیطانی الہام ہوتے تھے۔آپ کو بعض دفعہ الہام بھول جاتا تھا۔غرضیکہ الہامات کے متعلق

اصولی اعتراضات کے جوابات بھی اس باب اوّل کے آخر میں درج ہیں۔

باب دوم:۔ ''پیشگوئیوں پر اعتراضات کے جوابات'' اس میں پیشگوئیوں پر بحث ہے۔ مثلاً محمدی بیگم، ثناء اللہ، عبدالحکیم، اپنی عمر کے متعلق، منظور محمد صاحب کے ہاں بیٹا ہونا، عبداللہ آتھم، ایمان بٹالوی، قادیان میں طاعون، محمد حسین بٹالوی کی ذلت اور نافلة لک والی پیشگوئی۔

باب سوم:۔ حضرت صاحب کی تحریرات پر اعتراضات اور ان کے جوابات۔ اس باب میں تمام وہ اعتراضات درج ہیں جن کا تعلق حضرت صاحب کی تحریرات کے ساتھ ہے۔ مثلاً شعر کہنا۔ تحریرات میں صحت حوالجات۔ جھوٹ کا الزام۔ براہین احمدیہ کا روپیہ یا وعدہ خلافی۔ سخت کلامی وتناقضات۔ بعض ایسے امور کا آپ کی تحریرات میں ہونا جس کو مخالفین خلافِ قدرت وعقل قرار دیتے ہیں۔ مثلاً بکرے کا دودھ دینا وغیرہ۔ سو اس باب میں تمام ایسے اعتراضات کا جواب ہے۔ خصوصاً غلط حوالوں، جھوٹ اور تناقضات، جہاد، انگریز کی خوشامد کے الزامات یا توہین فاطمہؓ وحسینؓ ومریمؑ یا دعویٰ فضیلت بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ الزامات کا جواب اسی باب میں ہے۔

باب چہارم:۔ حضرت اقدسؑ کی ذات پر اعتراضات کے جواب۔ اس باب میں ان اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جن کا تعلق حضرت اقدسؑ کی ذات یا جسم کے ساتھ ہے۔ مثلاً آپ کا نام ابن مریم نہ ہونا۔ جائے نزول، آپ پر کفر کا فتویٰ لگنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دفن نہ ہونا، بیمار ہونا، کسرِ صلیب، صاحب شریعت نہ ہونا، کسی کا شاگرد ہونا، حج نہ کرنا، الزام مراق، ملازمت، مخالفین کے لئے بد دعا کرنا، ادویہ کا استعمال۔ سو ان اعتراضات پر بحث اسی باب چہارم میں ہے اگر آپ اس تقسیم کو ذہن نشین کر لیں تو آپ کو عند الضرورت حسبِ خواہش مضمون تلاش کرنے میں بہت آسانی رہے گی۔

خادمؔ

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

پر

غیر احمدی علماء کے اعتراضات کے جوابات

الہامات پر اعتراضات

ا۔اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ۔

جواب:۔الف۔حضرت مسیح موعودؑ نے اس کو ''استعارہ'' قرار دیا ہے۔(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۸۹حاشیہ) ''تَفْسِیْرُ الْقَوْلِ بِمَا لَا یَرْضٰی بِہٖ قَائِلُہٗ '' درست نہیں ہوتی۔

ب۔عربی زبان میں یہ محاورہ اتحاد ومحبت کے معنوں میں مستعمل ہے۔قرآن میں ہے مَنْ شَرِبَ مِنْہُ فَلَیْسَ مِنِّیْ (البقرۃ : ۲۵۰)یعنی جو اس نہر میں سے پانی پیئے گا وہ مجھ سے نہیں اور فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ (ابراھیم :۳۷)یعنی جو میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہوگا۔

ج۔حدیث شریف میں بھی ہے۔(۱)آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب المناقب والفضائل باب مناقب علی الفصل الاوّل صفحہ۴۲۸و بخاری کتاب الصلح باب کَیْفَ یُکْتَبُ ھٰذَا)

(۲)اشعری قبیلہ کو فرمایا ھُمْ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْھُمْ (بخاری کتاب المغازی باب قدوم الاشعریین قصّہ عمان والبحرین ۔وترمذی ابواب المناقب باب فی ثقیف و بنی حنیفۃوبخاری کتاب المظالم باب شرکت فی الطعام)یعنی وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے۔

(۳)حدیث میں ہے:۔اَنَا مِنَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ فَمَنْ اٰذٰی مُؤْمِنًا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ

(فردوس الاخبار دیلمی صفحہ ۱ا باب الف راوی حضرت عبداللہ بن جرادؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خدائے عزّ وجلّ سے ہوں اور مومن مجھ سے

ہیں۔پس جو شخص کسی مومن کو ایذا دیتا ہے وہ مجھ کو ایذا دیتا ہے اور جو مجھ کو ایذا دیتا ہے اس نے گویا خدا کو ایذا پہنچائی۔

(۴) مندرجہ ذیل حدیث اس سے بھی واضح ہے۔ **يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَلسَّخِيُّ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ** (فردوس الاخبار دیلمی صفحہ ۲۹۱ سطر ۴ باب الیاء راوی انسؓ بن مالک) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ سخی مجھ سے ہے اور میں سخی سے ہوں۔" اس حوالہ میں اللہ تعالیٰ نے "مِنْ" کا محاورہ انسانوں کے متعلق استعمال فرمایا ہے۔

(۵) ایک اور حدیث میں ہے۔ "**اَلْعَبْدُ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مِنْهُ.**" (بیہقی فی شعب الایمان بحوالہ جامع الصغیر لامام سیوطیؒ باب العین جلد ۲ صفحہ ۶۸ مصری حدیث نمبر ۵۲۶۷) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غلام یا بندہ خدا میں سے ہے۔ اور خدا بندے سے۔

(۶) ایک اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "**اَبُوْ بَكْرٍ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ.**" (فردوس الاخبار دیلمی بحوالہ جامع الصغیر امام سیوطیؒ باب الالف جلد ۱ صفحہ ۲۸ حدیث نمبر ۲۷)

(۷) ایک اور حدیث ہے:۔ "**اِنَّ الْعَبَّاسَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ.**"

(مسند امام احمد بن حنبلؒ جلد اوّل صفحہ ۴۹۴ مسند عبداللہ بن عباس بحوالہ کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق مصنفہ امام عبد الرؤف المنادی باب الالف برحاشیہ جامع الصغیر جلد ۱ صفحہ ۶۵ مصری)

(۸) ایک حدیث میں ہے:۔ "**بَنُوْ نَاجِيَةٍ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ.**"

(کنوز الحقائق باب الباء برحاشیہ جامع الصغیر جلد ۱ صفحہ ۸۸)

د۔ دیگر حوالے:۔

(۱) تفسیر بیضاوی میں آیت مَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ (البقرۃ: ۲۵۰) کی شرح میں لکھا ہے:۔ "**اَىْ لَيْسَ بِمُتَّحِدٍ بِيْ**" (بیضاوی زیر آیت بالا) یعنی جو پانی پئے گا اس کا مجھ سے اتحاد نہ ہوگا۔

(۲) تفسیر ابی السعود میں آیت بالا البقرۃ: ۲۴۹ کے ماتحت لکھا ہے:۔

"**لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ بِيْ وَمُتَّحِدٍ مَعِيْ مِنْ قَوْلِهِمْ فَلَانٌ مِنِّيْ كَاَنَّهُ بَعْضُهُ لِكَمَالِ اخْتِلَاطِهِمَا.**" (برحاشیہ تفسیر کبیر امام رازی زیر آیت مَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ. البقرۃ: ۲۴۹)

(۳) حدیث کی شرح میں لکھا ہے:۔ **قَوْلُهُ هُمْ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ. يُرَادُ بِهِ الْاِتِّصَالُ اَعْنِيْ هُمْ مُتَّصِلُوْنَ بِيْ** (حاشیہ بخاری کتاب المغازی باب قدوم الاشعریین و اهل الیمن) کہ اس سے

مراد اتصال ہے یعنی وہ میرے قریب ہیں۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم، حسن خلق اور پرہیزگاری کے متعلق فرمایا:۔ ”ثَلَاثٌ مَنْ لَمْ تَكُنْ فِيْهِ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَلَا مِنَ اللّٰهِ. (معجم الصغير الطبرانی جلد ا زیر من اسمه عبدالوهاب)

(۵) وفیات الاعیان لابن خلکان میں ہے:۔ بَلْ هٰذَا كَمَا يُقَالُ مَا اَنَا مِنْ فُلَانٍ وَلَافُلَانٌ مِنِّيْ يُرِيْدُوْنَ بِهِ الْبُعْدُ مِنْهُ وَالْاَنِفَةُ وَمِنْ هٰذَا قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَدُ الزِّنَا لَيْسَ مِنَّا وَعَلِيٌّ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ (وفيات الاعيان .ذكر ابو تمام الطائی) کہ ابوتمام کا قول لَسْتُ مِنْ سَعُوْدٍ اسی طرح ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ میں فلاں آدمی سے نہیں ہوں اور نہ وہ مجھ سے ہے۔ اہل زبان کی مراد اس سے اس شخص سے بُعد اور نفرت کا اظہار ہوتا ہے اور ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ ولدالزّنا ہم میں سے نہیں اور یہ کہ علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں۔

(۶) عرب شاعر عمرو بن شاش اپنی بیوی سے کہتا ہے۔

فَاِنْ كُنْتِ مِنِّيْ اَوْ تُرِيْدِيْنِ صُحْبَتِيْ (ديوان الحماسه صفحہ ۴۳ مکتبہ اشرفیہ۔قول عمرو بن شاس)

کہ اگر تو مجھ سے ہے اور میری مصاحبت چاہتی ہے۔

پس اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ کا مطلب یہ ہے کہ تجھے مجھ سے محبت ہے اور مجھے تجھ سے۔ تیرا وہی مقصد ہے جو میرا ہے۔

(۷) مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری آیت مَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ (البقرة:۲۵۰) کا ترجمہ اپنی تفسیر ثنائی میں یوں کرتے ہیں:۔ ”جو شخص اس (نہر) سے پئے گا وہ میری جماعت سے نہ ہوگا اور جو نہ پئے گا تو وہ میرا ہمراہی ہوگا۔“

(تفسیر ثنائی جلد ا تفسیر زیر آیت مَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ. البقرة:۲۴۹)

۲۔الف۔اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ اَوْلَادِيْ

ب۔اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ وَلَدِيْ

جواب:۔ ا۔حضرت مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں:۔

”خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے“ (حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۸۹ حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس الہام کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یادرہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے اور نہ کسی کوحق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیلِ مجاز اوراستعارہ میں سے ہے۔خدا تعالیٰ قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہاتھ قرار دیتا ہے اور فرمایا یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (الفتح :۱۱)ایسا ہی بجائے قُلْ یٰعِبَادِ اللّٰہِ (یعنی کہہ دے اے اللہ کے بندو! خادم) کے قُلْ یٰعِبَادِیَ (الزمر :۵۴) (یعنی اے نبی! ان سے کہہ۔اے میرے بندو!)اور یہ بھی فرمایا فَاذْکُرُوااللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ (البقرۃ :۲۰۱)پس اس خدا کے کلام کو ہشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاؤ اور یقین رکھو کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے اور میری نسبت بینات میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ (اربعین نمبر۲صفحہ۸بحوالہ براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۱)(یعنی کہہ دے کہ میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں جس پر وحی ہوتی ہے بیشک تمہارا ایک ہی خدا ہے اور سب خیر وخوبی قرآن میں ہے۔)(دافع البلاء روحانی خزائن جلد۱۸حاشیہ صفحہ۶۔تذکرہ صفحہ۳۹۷مطبوعہ۲۰۰۴ء)

۲۔قرآن مجید میں ہے۔ فَاذْکُرُوااللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ کہ خدا کو اس طرح یاد کرو جس طرح تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو۔گویا خدا ہمارا باپ نہیں ہے مگر بمنزلہٗ باپ ہے۔جس طرح ایک بیٹا اپنا ایک ہی باپ مانتا ہے اور اس رنگ میں اس کی توحید کا قائل ہوتا ہے۔اسی طرح خدا بھی چاہتا ہے کہ اس کو''وحدہٗ لاشریک''یقین کیا جائے اور جو اس رنگ میں خدا تعالیٰ کی توحید کا قائل اور اس کے لئے غیرت رکھنے والا ہو وہ خدا تعالیٰ کو بمنزلہ اولاد ہوگا۔

۳۔الہام میں اَنْتَ وَلَدِیْ نہیں بلکہ بِمَنْزِلَۃِ وَلَدِیْ ہے جو صریح طور پر خدا کے بیٹے کی نفی کرتا ہے۔

۴۔حدیث میں ہے۔(الف)''اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ''(مشکوٰۃ کتاب الآداب باب الشفعہ الفصل الثالث) کہ تمام لوگ اللہ کا کنبہ ہیں۔پس بہترین انسان وہ ہے جو خدا کے کنبہ کے ساتھ بہترین سلوک کرے۔

(ب) ''اَنَّ الْفُقَرَآءَ عِیَالُ اللّٰہِ''(تفسیر کبیر امام رازی زیر آیت اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاکِیْنِ (التوبۃ:۶۰) کہ غرباء خدا کے بال بچے یا کنبہ ہیں۔(نیز دیکھو جامع الصغیر امام السیوطیؒ مطبوعہ مصر جلد۲صفحہ۱۲)

۵۔شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی لفظ ''ابن اللہ'' کے متعلق لکھتے ہیں:۔ ''اگر لفظ ابنا بجائے محبوبان ذکر شدہ باشد چہ عجب'' (الفوز الکبیر صفحہ ۸) نیز دیکھو الحجۃ البالغۃ باب ۳۶ جلد ۱۔ اردو ترجمہ موسومہ بہ شموس اللہ البازغہ مطبوعہ حمایت اسلام پریس لاہور جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ فرماتے ہیں:۔ **فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ لَمْ يَفْطَنُوا الْوَجْهَ التَّسْمِيَّةَ وَكَادُوْا يَجْعَلُوْنَ الْبُنُوَّةَ حَقِيْقِيَّةً.** '' یعنی ابتدائی نصاریٰ کے بعد ان کے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے مسیح علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کی وجہ تسمیہ کو نہ سمجھا اور وہ بیٹے کے لفظ سے حقیقی معنوں میں بیٹا سمجھے۔''

۶۔ جناب مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی اپنی کتاب ''ازالۃ الاوہام'' میں فرماتے ہیں:۔

''فرزند عبارت از عیسیٰ علیہ السلام است کہ نصاریٰ آنجناب را حقیقۃً ابن اللہ میدانند واہلِ اسلام ہمہ آنجناب را ابن اللہ بمعنی عزیز و برگزیدۂ خدا می شمارند۔'' (ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۲۰)

کہ فرزند سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کو عیسائی خدا کا حقیقی بیٹا سمجھتے ہیں مگر تمام اہلِ اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ''ابن اللہ'' بمعنی خدا کا پیارا اور برگزیدہ مانتے ہیں۔ گویا ''ابن اللہ'' کے معنی خدا کا پیارا اور برگزیدہ ہوئے۔ اور ان معنوں میں مسلمان بھی مسیح کو ابن اللہ مانتے ہیں۔

۳۔ **اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ تَوْحِيْدِیْ وَتَفْرِيْدِیْ.**

جواب (۱) ''توحید'' اور ''تفرید'' مصدر ہیں۔ جن کا ترجمہ ہوگا ''واحد جاننا'' اور ''یکتا جاننا''۔ پس الہام کا مطلب یہ ہے کہ تُو خدا کو واحد اور یکتا جاننے کے مقام پر ہے۔ یعنی اپنے زمانہ میں سب سے بڑا موحد ہے۔ فلا اعتراض؟

(۲) حضرت مرزا صاحب نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں:۔

''تو مجھ سے ایسا قرب رکھتا ہے اور ایسا ہی میں تجھے چاہتا ہوں جیسا کہ اپنی توحید اور تفرید کو۔''

(اربعین نمبر ۳۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۱۳)

(۳) حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے:۔

''تاجِ کرامت میرے سر پر رکھ کر توحید کا دروازہ مجھ پر کھول دیا۔ جب مجھ کو میری صفات کے اس کی صفات میں مل جانے کی اطلاع ہوئی تو اپنی خودی سے مشرف فرما کر اپنی بارگاہ سے میرا نام رکھا۔ دُوئی اٹھ گئی اور یکتائی ظاہر ہوگئی۔ پھر فرمایا کہ جو تیری رضا وہی میری رضا ہے۔...... حالت یہاں تک پہنچی کہ ظاہر و باطن سرائے بشریت کو خالی پایا۔ سینۂ ظلمانی میں ایک سوراخ کھول دیا۔ مجھ کو

تجرید اور توحید کی زبان دی۔ تو اب ضرور میری زبان لُطفِ صمدی سے اور میرا دل نُو رِ ربّانی سے اور آنکھ صنعت یزدانی سے ہے۔ اسی کی مدد سے کہتا ہوں اور اسی کی قوت سے پھرتا ہوں۔ جب اس کے ساتھ زندہ ہوں تو ہرگز نہ مروں گا۔ جب اس مقام پر پہنچ گیا۔ تو میرا اشارہ ازلی ہے اور عبادت ابدی۔ میری زبان، زبانِ توحید ہے اور روح، روحِ تجرید۔ اپنے آپ سے نہیں کہتا کہ بات کرنے والا ہوں اور نہ آپ کہتا ہوں کہ ذکر کرنے والا ہوں۔ زبان کو وہ حرکت دیتا ہے۔ میں درمیان میں ترجمان ہوں۔ حقیقت میں وہ ہے نہ میں۔"

(ظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء۔ چودھواں باب۔ ذکر معراج شیخ بایزید بسطامیؒ مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور "بارسوم" صفحہ ۱۶۵، ۱۵۷۔ و تذکرۃ الاولیاء اردو شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز مطبوعہ مطبع علمی لاہور صفحہ ۱۳۰)

نوٹ: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت کے متعلق نوٹ دوسری جگہ زیرِ عنوان "حجر اسود منم" صفحہ ۵۲۰ پر ملاحظہ فرمائیں۔

۴۔ اَنْتَ مِنْ مَّآءِ نَا وَهُمْ مِّنْ فَشَلٍ

جواب ا:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا یہ مفہوم بتایا ہے:۔

"اس جگہ پانی سے مراد ایمان کا پانی، استقامت کا پانی، تقویٰ کا پانی، وفا کا پانی، صدق کا پانی، حُبّ اللّٰہ کا پانی ہے جو خدا سے ملتا ہے اور فشل بزدلی کو کہتے ہیں جو شیطان سے آتی ہے۔"

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۵۶ حاشیہ)

۲۔ قرآن مجید میں ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (الانبیاء: ۳۸) اس کی تفسیر میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اَنَّهٗ لِكَثْرَةِ عَجَلِهٖ فِيْ اَحْوَالِهٖ كَاَنَّهٗ خُلِقَ مِنْهُ. (جلالین مع کمالین زیر آیت خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ. الانبیاء: ۳۷)

کہ انسان اپنی مختلف حالتوں میں بڑی جلد بازی سے کام لیتا ہے۔ گویا کہ اسی سے پیدا ہوا۔ یہ نہیں کہ انسان جلدی کا بیٹا ہے۔

۳۔ خدا کا پانی الہام الٰہی اور محبت الٰہی کو بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی نے فرمایا ہے ؎

ایک عالَم مر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر
پھیر دے اب میرے مولیٰ اس طرف دریا کی دھار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۲۹)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

فَإِنْ شِئْتَ مَاءَ اللّٰهِ فَاقْصِدْ مَنَاهِلِیْ
فَیُعْطِکَ مِنْ عَیْنٍ وَعَیْنٌ تُنَوَّرُ

(کرامات الصادقین ۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۸۱)

اگر تو خدا کا پانی چاہتا ہے تو میرے چشمے کی طرف آ۔ پس تجھ کو چشمہ دیا جائے گا۔ نیز وہ آنکھ بھی ملے گی جو نورانی ہوگی۔ (نیز دیکھو درثمین عربی صفحہ ۳۴) اس جگہ بھی ''خدا کے پانی'' سے مراد رضائے الٰہی ہے۔ پس الہام مندرجہ عنوان میں بھی یہی مراد ہے۔

۵۔رَبُّنَا عَاجٌّ

جواب:۔ یہ لفظ ''عاج'' (ہاتھی دانت) نہیں بلکہ ''عاجّ'' بہ تشدید ج ہے جس کا ترجمہ ''پکارنے والا۔ آواز دینے والا'' ہے۔ یہ لفظ عجّ سے مشتق ہے۔ دیکھئے لغت میں ''عَجَّ. عَجًّا وَعَجِیْجًا'' آواز کرد۔ بانگ کرد۔ وَمِنْهُ الْحَدِیْثُ اَفْضَلُ الْحَجِّ اَلْعَجُّ وَالثَّجُّ یعنی برداشتن آواز بہ تلبیہ وقربان کردن ہدیہ را (منتہی العرب والفرائد الدرّیہ) کہ عَجَّ. عَجًّا وَعَجِیْجًا کے معنے آواز دینے اور پکارنے کے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حج میں افضل ترین آواز دینا (تلبیہ اور لبیک کہنا) اور قربانی دینا ہے۔ الہام کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا خدا دنیا کو اپنی طرف بلاتا ہے۔

۶۔اِسْمَعْ وَلَدِیْ

اے میرے بیٹے سن! (البشریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۹)

جواب۔ الف۔ یہ بالکل غلط ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کا کوئی الہام اِسْمَعْ وَلَدِیْ ہے۔ حضرتؑ کی کسی کتاب سے دکھاؤ اور انعام لو۔

ب۔ حضرت اقدس علیہ السلام کا الہام تو اَسْمَعُ وَاَرٰی ہے کہ میں اللہ سنتا بھی ہوں اور دیکھتا بھی ہوں (مکتوبات احمدیہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۔ نیز انجام آتھم ۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۵۴) (اَسْمَعُ وَاَرٰی

قرآن مجید کی آیت ہے طٰہٰ :۴۷)

ج۔معترض نے جس کتاب کا حوالہ دیا ہے وہ حضرت اقدس علیہ السلام کی تالیف یا تصنیف نہیں بلکہ بابو منظور الٰہی کی مرتّبہ ہے۔اس میں انہوں نے جلد ا صفحہ ۴۹ پر حوالہ دیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے مکتوبات جلد ا صفحہ ۲۳ سے یہ الہام نقل کیا گیا ہے مگر اصل کتاب مکتوبات میں ''اِسْمَعْ وَلَدِیْ'' نہیں بلکہ ''اَسْمَعُ وَاَرٰی'' ہے۔بابو منظور الٰہی صاحب کی مرتّبہ کتاب البشریٰ میں کاتب کی غلطی سے وَاَرٰی کی بجائے وَلَدِیْ بن گیا۔حضرت اقدسؑ کی کسی کتاب میں ''وَلَدِیْ'' نہیں ہے۔ بابو منظور الٰہی صاحب نے ''الفضل'' جلد ۹ صفحہ ۹۶ میں اس غلطی کا اعتراف کیا ہے کہ البشریٰ جلد ا صفحہ ۴۹ سطر ۱۰ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام غلطی سے اَسْمَعُ وَاَرٰی کی بجائے اِسْمَعْ وَلَدِیْ چھپا ہے اور ترجمہ بھی غلط کیا گیا ہے۔

۷۔اَنْتَ اِسْمِیَ الْاَعْلٰی

یعنی تو میرا سب سے بڑا نام یعنی خدا ہے

جواب ا:۔ترجمہ غلط ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اس کا ترجمہ کر دیا ہے۔''تو میرے اسم اعلیٰ کا مظہر ہے یعنی ہمیشہ تجھ کو غلبہ ہوگا''(تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۳۱۵)

۲۔گویا اس الہام میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ ۔خدا نے لکھ چھوڑا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ہی غالب رہیں گے۔

۳۔حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو مندرجہ ذیل الہام الٰہی ہوا:۔

''فَجَآءَ الْخِطَابُ مِنَ الرَّبِّ الْقَدِیْرِ اُطْلُبْ مَاتَطْلُبُ فَقَدْ اَعْطَیْنٰکَ عِوَضًا عَنْ اِنْکِسَارِ قَلْبِکَ......فَجَآءَهُ الْخِطَابُ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْقَدِیْرِ جَعَلْتُ اَسْمَآءَکَ مِثْلَ اَسْمَآئِیْ فِی الثَّوَابِ وَالتَّاْثِیْرِ وَمَنْ قَرَأَ اِسْمًا مِنْ اَسْمَآءِکَ فَهُوَ کَمَنْ قَرَأَ اِسْمًا مِّنْ اَسْمَآئِیْ'' (رسالہ حقیقۃ الحقائق بحوالہ کتاب مناقب تاج الاولیاء و برہان الاصفیاء القطب الربّانی والغوث الصمدانی عبد القادر الکیلانی۔مصنفہ علامہ عبد القادر بن محی الدین الاربلی مطبوعہ مطبع عیسیٰ البانی الحلبی مصر صفحہ ۱۷)اللہ تعالیٰ نے حضرت سید عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

''تیرے دل کے انکسار کے باعث میں تجھے یہ کہتا ہوں کہ جو تو چاہتا ہے مانگ وہ میں تجھے

دوں گا...... پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ (اے عبدالقادر!) میں نے ثواب اور تاثیر میں تیرے ناموں کو اپنے ناموں کی طرح بنا دیا ہے پس جو شخص تیرے ناموں میں سے کوئی نام لے گا گویا اس نے میرا نام لیا۔''

۴۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ اپنی کتاب ''فصوص الحکم'' میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''حضرت امیر المومنین امام المتقین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ...... خطبہ لوگوں کو سنا رہے تھے کہ میں ہی اسم اللہ سے لفظ دیا گیا ہوں اور میں ہی اس اللہ کا پہلو ہوں جس میں تم نے افراط وتفریط کی ہے۔ اور میں ہی قلم ہوں اور میں ہی لوحِ محفوظ ہوں۔ اور میں ہی عرش ہوں۔ اور میں ہی کرسی ہوں۔ اور میں ہی ساتوں آسمان ہوں۔ اور میں ہی ساتوں زمین ہوں۔''

(فصوص الحکم مترجم اردو شائع کردہ شیخ جلال الدین سراج دین تاجران کتب لاہور ۱۳۲۱ھ مطبوعہ مطبع مجتبائی صفحہ ۶۰ و ۶۱ مقدمہ فصل ششم ''عالم انسانی کی حقیقت'')

۵۔ ''**اسم**'' کے معنے اس الہام میں ''صفت'' کے ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث میں ''**اِنَّ لِیْ اَسْمَآءً ...... اَنَا الْمَاحِیُ**'' کہ میرے کئی نام ہیں...... میں **ماحی** ہوں جس سے کفر کو مٹایا جائے گا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے۔ پس اس الہام میں اس صفت کی طرف اشارہ ہے جو ''اَعْلٰی''، یعنی سب پر غالب آنے والی ہے۔ چونکہ ہر نبی خدا کی اس صفت کا مظہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اس صفت کا مظہر قرار دیا ہے۔

۸۔ اِعْمَلْ مَاشِئْتَ فَاِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَکَ

جواب:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ **لَعَلَّ اللّٰهَ اِطَّلَعَ عَلٰی اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَکُمُ الْجَنَّةُ اَوْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ** (بخاری کتاب المغازی باب فَضْلُ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا۔ ومسلم کتاب الفضائل باب فضائل اہل بدر ومشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۵۷۷) کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر پر واقف ہوا اور کہا کہ جو چاہو کرو۔ اب تم پر جنت واجب ہوگئی یا یہ فرمایا کہ میں نے تم کو بخش دیا۔

ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کے مقبولوں پر ایک وہ حالت آتی ہے جب بدی اور گناہ سے ان کو انتہائی بُعد ہو جاتا ہے اور اس پر انتہائی کراہت ان کی فطرت میں داخل کر دی جاتی ہے۔ **فلا اعتراض**

۲۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس الہام کی تفسیر فرما دی ہے۔

''اس آخری فقرہ کا یہ مطلب نہیں کہ منہیات شرعیہ تجھے حلال ہیں بلکہ اس کے یہ معنے ہیں

کہ تیری نظر میں منہیات مکروہ کئے گئے ہیں اوراعمال صالحہ کی محبت تیری فطرت میں ڈالی گئی ہے۔ گویا جو خدا کی مرضی ہے وہ بندہ کی مرضی بنائی گئی اور سب ایمانیات اس کی نظر میں بطور فطرتی تقاضا کے محبوب کی گئی۔ **وذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآء۔**‘‘

(براہین احمدیہ حصہ چہارم۔ روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۶۶۹ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر۴ نیز الحکم جلدے نمبر ۳۱ مورخہ ۲۴؍اگست ۱۹۰۳ء صفحہ۴)

۹۔ کُنْ فَیَکُوْنُ

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام تو ہے مگر اس کے پہلے ’’قُلْ‘‘ محذوف ہے۔ جس طرح سورۃ الفاتحہ کے پہلے ’’قُلْ‘‘ محذوف ہے۔ یعنی یہ خدا تعالیٰ نے اپنے متعلق فرمایا ہے۔ یہ اعتراض تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی آریہ یا عیسائی کہہ دے کہ دیکھو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا بھی میری عبادت کرتا ہے۔ کیونکہ خدا اس کو کہتا ہے۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ **مَا هُوَ جَوَابُکُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔** چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

’’یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا یہ میری طرف سے نہیں ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۲۳، ۱۲۴)

۲۔ اگر مندرجہ بالا جواب تسلیم نہ کرو تو حضرت ’’پیرانِ پیر‘‘ جناب سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد پڑھ لو:۔

الف۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ بَعْضِ کُتُبِهٖ یَا ابْنَ اٰدَمَ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا اَقُوْلُ لِلشَّیْءِ کُنْ فَیَکُوْنُ وَ اَطِعْنِیْ اَجْعَلُکَ تَقُوْلُ لِلشَّیْءِ کُنْ فَیَکُوْنُ وَقَدْ فَعَلَ ذٰلِکَ بِکَثِیْرٍ مِّنْ اَنْبِیَآئِهٖ وَ اَوْلِیَاءِ هٖ وَخَوَاصِهٖ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ.‘‘

(فتوح الغیب مقالہ نمبر ۱۶ و برحاشیہ قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر مطبوعہ مصر صفحہ ۳۱)

ب۔ ثُمَّ یَرُدُّ عَلَیْکَ التَّکْوِیْنُ فَتَکُوْنُ بِالْاِذْنِ الصَّرِیْحِ الَّذِیْ لَا غُبَارَ عَلَیْهِ. (ایضاً)

ہر دو عربی عبارتوں کا ترجمہ ندائے غیب ترجمہ اردو فتوح الغیب مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور کے صفحہ ۲۴ پر یہ درج ہے:۔

’’اللہ تعالیٰ نے بعض کتابوں میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے بنی آدم میں اللہ ہوں اور نہیں میرے سوا کوئی دوسرا معبود۔ میں جس چیز کو کہتا ہوں کہ ہو جا۔ وہ ہو جاتی ہے۔ تُو میری فرمانبرداری کر تجھے بھی ایسا ہی کر دوں گا کہ جس چیز کو تو کہے گا ہو جا۔ وہ ہو جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے کئی

نبیوں اور ولیوں کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے۔

غرضیکہ اس کے بعد تجھ کو درجہ تکوین (یعنی کُـنْ فَیَـکُـوْنُ کرنے کا۔خادم) عطا ہوگا اور تو اپنے ہی حکم اور اذنِ صریح سے پیدا کر سکے گا۔" (ندائے غیب صفحہ ۲۴ مترجم صفحہ ۱۳۲ از سید عبدالقادر جیلانیؒ)

۳۔ جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال بالِ جبریل میں فرماتے ہیں:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

۱۰۔لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ

جواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس الہام کی تشریح فرماتے ہیں:۔

ا۔"ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت میں روحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے یعنی ملائک کو اس کے مقاصد کی خدمت میں لگایا جاتا ہے اور زمین پر مستعد طبیعتیں پیدا کی جاتی ہیں پس یہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔" (حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۲ حاشیہ)

۲۔ حضرت پیرانِ پیر غوث الاعظم سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اولیاء اللہ اور واصل باللہ لوگوں کی تعریف میں فرماتے ہیں جو فتوح الغیب میں درج ہے۔"بِهِـمْ ثَبَـاتُ الْاَرْضِ وَالسَّـمَـآءِ وَقَـرَارُ الْـمَـوْتٰـى وَالْاَحْيَـآءَ اِذْ جَعَلَهُـمْ مَلِيْكُهُـمْ اَوْتَادًا لِلْاَرْضِ الَّتِىْ دَحٰى فَكُلٌّ كَالْجَبَلِ الَّذِىْ رَسَا ." (فتوح الغیب مقالہ ۱۴ آخری سطور نیز قلائد الجواہر حاشیہ صفحہ ۲۸)

ترجمہ:۔ انہیں ہی کی وجہ سے زمین و آسمان اور زندوں اور مردوں کا قیام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو گستردۂ زمین کے لئے بطور میخ کے بنایا ہے اور ان میں سے ہر ایک کوہِ وقار ہے۔

(ندائے غیب ترجمہ از اردو فتوح الغیب صفحہ ۲۲ مترجم صفحہ ۱۲۹ از سید عبدالقادر جیلانیؒ)

۳۔ حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

"بِهِمْ تَمْطُرُ السَّمَآءُ وَتُنْبِتُ الْاَرْضُ وَهُمْ شَمِنُ الْبَدْوِ وَالْعِبَادِ بِهِمْ يُدْفَعُ الْبَلَاءُ عَنِ الْـخَـلْقِ" (رسالہ الفتح الربانی والفیض الرحمانی کلام الشیخ عبدالقادر جیلانی مطبوعہ میمینہ مصر جلد ۱۲،۱۴) یعنی انہی اولیاء اللہ ہی کی وجہ سے آسمان بارش برساتا اور زمین نباتات اگاتی ہے اور وہ ملکوں اور انسانوں کے محافظ ہیں اور انہی کی وجہ سے مخلوقات پر سے بلا ٹلتی ہے۔

۴۔حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

''ایشاں امانِ اہل ارض اند وغنیمتِ روزگار اند۔ **بِهِمْ يُمْطَرُوْنَ وَبِهِمْ يُرْزَقُوْنَ** درشانِ شاں است۔'' (مکتوبات امام ربانی جلد۲ مکتوب نمبر۹۲)

۵۔ڈاکٹر سر محمد اقبال فرماتے ہیں:

عالَم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث
مومن نہیں جو ''صاحبِ لولاک'' نہیں ہے

(بالِ جبریل صفحہ نمبر۱۰)

پھر فرماتے ہیں ؎

جہاں تمام ہے میراث مردِ مومن کی
مرے کلام پہ حجت ہے نکتۂ لولاک

(بالِ جبریل صفحہ نمبر۴۶)

۱۱۔ رَأَيْتُنِىْ فِى الْمَنَامِ عَيْنَ اللّٰهِ.

(آئینہ کمالات اسلام۔روحانی خزائن جلد۵صفحہ۵۶۴)

''میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں۔''

(کتاب البریہ۔رحانی خزائن جلد۱۳صفحہ۱۰۳)

جواب:۔ یہ خواب ہے اور خواب کو ظاہر پر محمول کرنا ظلم ہے (حضرت یوسفؑ کا خواب) اگر کہو کہ خواب میں بھی ایسا کام نبی نہیں کر سکتا جو بیداری میں ناجائز ہو تو اس کے لئے مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث پڑھو۔

الف۔''رَأَيْتُ فِىْ يَدَىَّ سَوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ'' (مسلم كتاب الرؤيا باب رؤيا النبیؐ)

ب۔''اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَنَا اَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ فِىْ يَدَىَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ.'' (بخارى كتاب الرؤيا باب النفخ فى المنام) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہنے ہوئے ہیں۔ بیداری میں سونا مرد کے لئے پہننا ناجائز ہے۔

ج۔حضرت امام اعظم یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں حضرت شیخ فرید الدین

عطار رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

(۱)''ایک رات خواب میں دیکھا کہ آپ (امام ابو حنیفہؒ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استخوان مبارک (یعنی ہڈیاں۔خادم) لحد میں سے جمع کر رہے ہیں۔ان میں سے بعض کو پسند کرتے تھے اور بعض کو ناپسند۔چنانچہ خواب کی ہیبت سے آپ بیدار ہوئے اور ابن سیرین کے ایک رفیق سے خواب کو بیان کیا۔انہوں نے جواب دیا کہ خواب نہایت مبارک ہے تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور حفظِ سنت میں اس حد تک پہنچ جاؤ گے کہ صحیح کو غیر صحیح سے علیحدہ کرو گے۔''

(تذکرۃ الاولیاء اٹھارواں باب صفحہ ۱۴۵ و ۱۴۶ شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز مطبوعہ علمی پریس لاہور و ظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۸۳ شائع کردہ حاجی چراغ دین سراج دین مطبوعہ جلال پرنٹنگ پریس لاہور)

(۲) اسی سلسلہ میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''پھر ایک رات انہوں (حضرت امام اعظمؒ) نے خواب میں دیکھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈیاں مبارک آپ کی لحد سے جمع کرتے تھے اور ان میں سے بعض کو اختیار کرتے تھے۔ہیبت کے سبب خواب سے بیدار ہوئے۔ایک اصحاب محمد ابن سیرین نام سے تعبیر پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور جنابؐ کی سنت کی حفاظت میں تُو بہت بڑے درجہ تک پہنچے گا۔یہاں تک کہ اس میں تیرا تصرف ہو جائے گا کہ صحیح اور غلط میں فرق کرے گا۔''

(کشف المحجوب مترجم اردو شائع کردہ شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین تاجران کتب کشمیری بازار لاہور ۱۳۲۲ھ صفحہ ۱۰۶)

۲۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے آگے ہی تعبیر بھی لکھی ہے اس کو کیوں حذف کرتے ہو۔''وَ لَا نَعْنِیْ بِھٰذِہِ الْوَاقِعَۃِ کَمَا یُعْنٰی فِیْ کُتُبِ أَصْحَابِ وَحْدَۃِ الْوُجُوْدِ وَ مَا نَعْنِیْ بِذَالِکَ مَا ھُوَ مَذْھَبُ الْحُلُوْلِیِّیْنَ، بَلْ ھٰذِہِ الْوَاقِعَۃُ تَوَافِقُ حَدِیْثَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَعْنِیْ بِذَالِکَ حَدِیْثِ الْبُخَارِیِّ فِیْ بَیَانِ مَرْتَبَۃِ قُرْبِ النَّوَافِلِ لِعِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ .'' (آئینہ کمالات اسلام۔روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۶۶ نیز دیکھو تذکرہ صفحہ ۱۹۱ تا ۱۹۶) کہ میں اس خواب سے وحدت الوجودیوں کی طرح یہ معنی نہیں لیتا کہ گویا میں خود خدا ہوں۔اور نہ حلولیوں کی طرح یہ کہتا ہوں کہ خدا مجھ میں حلول کر آیا بلکہ میرے خواب کا وہی مطلب ہے جو بخاری کی قربِ نوافل والی حدیث کا مطلب ہے کہ جب میرا بندہ نوافل میں میرے آگے گرتا ہے تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے

وہ پکڑتا ہے۔ پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔''

(بخاری کتاب الرقاق باب التواضع)

۳۔ نیز تعطیر الانام فی تعبیر المنام مؤلفہ علامہ سیّد عبدالغنی النابلسی مطبوعہ مصر میں جو تعبیر خواب کی بہترین کتاب ہے، لکھا ہے:۔

مَنْ رَأَی فِی الْمَنَامِ کَاَنَّہٗ صَارَ الْحَقَّ سُبْحَانَہٗ تَعَالٰی اِھْتَدٰی اِلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ. صفحہ ۹۔ کہ جو شخص خواب میں یہ دیکھے کہ وہ خدا بن گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عنقریب خدا تعالیٰ اس کو ہدایت کی منزل مقصود تک پہنچائے گا۔

(یہ حوالہ تعطیر الانام کے نسخہ مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ کے صفحہ ۹۰ پر ہے)

۱۲۔ زمین اور آسمان کو بنایا

جواب نمبر۱:۔ یہ بھی مندرجہ بالا کشف ہی کا حصہ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی خواب کے ضمن میں لکھا ہے کہ میں نے خواب ہی میں زمین و آسمان بنایا اور اس کی تعبیر بھی حضورؑ نے اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۵۶۶ پر اس خواب کو نقل فرما کر یہ تحریر کی ہے۔

''اِنَّ ھٰذَا الْخَلْقَ الَّذِیْ رَأَیْتُہٗ اِشَارَۃً اِلٰی تَائِیْدَاتٍ سَمَاوِیَّۃٍ وَ اَرْضِیَّۃٍ'' کہ یہ زمین و آسمان جو میں نے خواب میں دیکھے ہیں۔ یہ تو اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ آسمانی اور زمینی تائیدات میرے ساتھ ہوں گی۔

نمبر۲:۔ پھر آپ اپنی کتاب چشمہ مسیحی صفحہ ۳۵ حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

''ایک دفعہ کشفی رنگ میں مَیں نے دیکھا کہ مَیں نے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا۔ اور پھر مَیں نے کہا کہ آؤ اب انسان کو پیدا کریں اس پر نادان مولویوں نے شور مچایا کہ دیکھو اب اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا حالانکہ اُس کشف سے یہ مطلب تھا کہ خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا کرے گا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائیں گے۔ اور حقیقی انسان پیدا ہوں گے۔''

(چشمہ مسیحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۷۵، ۳۷۶ حاشیہ)

نمبر۳: پھر فرمایا:۔'' خدا نے ارادہ کیا کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان بناوے۔ وہ کیا ہے نیا آسمان؟ اور کیا ہے نئی زمین؟ نئی زمین وہ پاک دل ہیں جن کو خدا اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے جو خدا سے ظاہر ہوئے اور خدا اُن سے ظاہر ہوگا۔ اور نیا آسمان وہ نشان ہیں جو اس کے بندے کے ہاتھ سے اُسی

کے اِذن سے ظاہر ہورہے ہیں۔‘‘ (کشتی نوح۔روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۷)

’’ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت میں روحانی طور پر نیا آسمان اورنئی زمین بنائی جاتی ہے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۲)

(۴) انہی معنوں میں یہ محاورہ کتب سابقہ انجیل میں بھی مستعمل ہوا ہے۔

’’اس وعدہ کے موافق ہم نئے آسمان اورنئی زمین کا انتظار کرتے ہیں جن میں راستبازی بسی رہے گی۔‘‘ (۲۔پطرس باب ۳ آیت ۱۳)

جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم فرماتے ہیں ؎

زندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیر تقدیر　　خواب میں دیکھتا ہے عالم نو کی تصویر

اور جب بانگ اذاں کرتی ہے بیدار اسے

کرتا ہے خواب میں دیکھی ہوئی دنیا تعمیر

(ضرب کلیم نظم بہ عنوان ’’عالم نو‘‘)

۱۳۔ابن مریم بننے کی حقیقت

حیض، حمل اور دردِ زِہ کی تشریح

بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث ہے:۔

’’**مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلَّا وَالشَّیْطَانُ یَمَسُّهٗ حِیْنَ یُوْلَدُ فَیَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَّسِّ الشَّیْطَانِ اِیَّاهُ اِلَّا مَرْیَمَ وَابْنَهَا** (بخاری کتاب التفسیر باب و انی اعیذھا بک ...... کتاب بدء الخلق باب قول اللّٰہ تعالٰی واذکر فی الکتاب مریم) کہ ہر پیدا ہونے والے بچے کو بوقت ولادت شیطان مس کرتا ہے اور بچہ جب اسے مس شیطان ہوتا ہے تو وہ چیختا ہے، چلاتا ہے مگر مریم اور ابن مریم کو مس شیطان نہیں ہوتا۔

اس پر طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب صرف ’’مریم‘‘ اور ’’ابن مریم‘‘ ہی مسِّ شیطان سے پاک ہیں تو پھر کیا باقی انبیاء کو عموماً اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً مسِّ شیطان ہوا تھا؟ اس کا جواب علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں یہ دیا ہے:۔’’**مَعْنَاهُ اِنَّ کُلَّ مَوْلُوْدٍ یَطْمَعُ الشَّیْطَانُ فِیْ اَغْوَائِهٖ اِلَّا مَرْیَمَ وَابْنَهَا فَاِنَّهُمَا کَانَا مَعْصُوْمَیْنِ وَکَذٰلِکَ کُلُّ مَنْ کَانَ فِیْ**

صِفَتِهِمَا۔'' (تفسیر کشاف زیر آیت واذکر فی الکتاب مریم) کہ اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ شیطان ہر بچہ کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ سوائے مریم اور ابن مریم کے۔ کیونکہ وہ دونوں پاک تھے اور اسی طرح ہر وہ بچہ (بھی اس میں شامل ہے) جو مریم اور ابن مریم کی صفت پر ہے۔

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں مریم اور ابن مریم سے صرف دو انسان ہی مراد نہیں بلکہ دو قسم کے انسان مراد ہیں۔ گویا جو مریمی صفت میں اور ابن مریمی صفت میں مومن اور انبیاء ہوں وہ سب ''مریم'' اور ''ابن مریم'' کے نام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یاد کئے گئے ہیں۔ ان صفات کی مزید تشریح قرآن مجید میں ہے:۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ (التحریم: ۱۲،۱۳) کہ اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں کی مثال فرعون کی بیوی (آسیہ) کے ساتھ دی ہے جبکہ اس نے دعا کی کہ اے میرے ربّ! میرے لیے جنت میں گھر بنا اور مجھ کو فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور ان ظالموں کی قوم سے مجھ کو رہائی بخش نیز (خدا نے مثال دی ہے مومن مردوں کی) مریم بنت عمران کے ساتھ جس نے اپنی شرمگاہ کی پوری حفاظت کی۔ پس ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اور وہ خدا کے کلام اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہوئی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔

ان آیات سے ماقبل کی ملحقہ آیات میں کافر مردوں کو دو عورتوں نوحؑ اور لوط علیہما السلام کی بیویوں سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ ان کے خاوند مومن تھے مگر وہ دونوں کافرہ تھیں۔ مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ مومن دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) آسیہ (زوجہ فرعون) صفت (۲) مریمی صفت پہلے وہ مومن جو کفر کے غلبہ کے نیچے دب چکے ہوں اور وہ اس سے نجات پانے کے لیے دست بدعا ہوں۔ اور دوسرے وہ مومن جن پر روزِ ازل سے ہی بدی غلبہ نہ پاسکی۔ اَلَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (الانبیاء : ۹۲) یہ دوسری قسم کا مومن قرآنی اصطلاح میں ''مریم'' کہلاتا ہے۔ پھر وہ مریمی حالت سے ترقی کر کے (فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا۔ الانبیاء: ۹۲) کے مطابق ''ابن مریم'' کی حالت میں چلا جاتا ہے کیونکہ مقامِ مریمی صدیقیت ہے اور مقامِ ابن مریم مقامِ نبوت۔ گویا ہر نبی پر دو زمانے آتے ہیں۔ پہلے وہ مقامِ مریمی

میں ہوتا ہے اور اسی حالت کے متعلق قرآنِ مجید نے فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ (یونس: ۱۷) میں اشارہ کیا ہے۔ اس کے بعد اس مریمی حالت سے ترقی کرکے نبوت کے مقام پر فائز ہوجاتا ہے اور ان دونوں حالتوں میں وہ مسِّ شیطان سے پاک ہوتا ہے۔ یہی معنی ہیں بخاری کی مندرجہ عنوان حدیث کے۔

سورۃ تحریم کی آیات سے ثابت ہوا کہ جس طرح حضرت مریم صدیقہؑ اپنی پاکیزگی کے انتہائی مقام پر پہنچ کر حاملہ ہوئیں اور اس حمل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو خدا کے نبی تھے پیدا ہوئے۔ اسی طرح ایک مومن مرد بھی پہلے مریمی حالت میں ہوتا ہے اور پھر ایک روحانی اور مجازی حمل سے گذرتا ہوا مجازی ''ابن مریم'' کی ولادت کا باعث ہوتا ہے۔ وہ مومن مرد مجاز اور استعارہ کے رنگ میں ''مریم'' ہوتا ہے اور مجاز اور استعارہ ہی کے رنگ میں حمل سے گزرتا ہے۔ اور مجاز اور استعارہ ہی کے رنگ میں ''ابن مریم'' کی ولادت کا باعث ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تمام کافروں اور مومنوں کو چار عورتوں ہی سے تشبیہ دی ہے۔ مرد عورتیں تو نہیں ہاں استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ان کو عورتیں قرار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ فریدالدین عطّار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباسیہ طوسی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

''قیامت کے دن جب آواز آئے گی کہ اے مردو! تو مردوں کی صف میں سے سب سے پہلے حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کا قدم پڑے گا۔''

(تذکرۃ الاولیاء ذکر حضرت رابعہ بصری نواں باب صفحہ ۵۱ شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز لاہور و ظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۵۵)

اسی نکتۂ معرفت کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مندرجہ ذیل اشعار میں اشارہ فرمایا ہے ؎

مدّتے بودم برنگِ مریمی — دست ناداده به پیرانِ زِمی

بعد ازان آن قادر و ربّ مجید — رُوح عیسیٰ اندران مریم دمید

پس بہ نفخش رنگ دیگر شد عیان — زاد زان مریم مسیح این زمان

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۵۲)

پھر فرمایا ''یعنی وہ مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہوجائے گا۔''

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۴۸)

اس موقع پر ''کشتی نوح'' کی اصل عبارت سیاق وسباق کے ساتھ پڑھنی چاہیے۔

۱۴۔روحانی حمل

روحانی حمل اور معنوی حمل کے لئے مندرجہ ذیل حوالے یاد رکھنے چاہئیں:۔

۱۔"اَلْخَوْفُ ذَکَرٌ وَالرَّجَاءُ اُنْثٰی مِنْھُمَا یَتَوَلَّدُ حَقَائِقُ الْاِیْمَانِ."

(التعرف لمذھب اھل التصوف قولھم فی التقویٰ صفحہ۹۸)

مشہور صوفی حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوف مذکر اور امید مونث ہے اور ان دونوں کے ملنے سے حقائقِ ایمان پیدا ہوتے ہیں۔

۲۔اسی طرح سے امام الطائفہ الشیخ سہروردی فرماتے ہیں:۔

"یَسِیْرُ الْمُرِیْدُ جُزْءُ الشَّیْخِ کَمَا اَنَّ الْوَلَدَ جُزْءُ الْوَالِدِ فِی الْوَلَادَۃِ الطَّبْعِیَّۃِ وَتَصِیْرُ ھٰذِہِ الْوَلَادَۃُ اٰنِفًا وَّلَادَۃً مَعْنَوِیَّۃً." (عوارف المعارف جلد ا صفحہ ۴۵)

۳۔قرآن مجید میں "حمل" کا لفظ خدا تعالیٰ کے متعلق بھی ہے۔فرمایا:۔وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ (مریم:۵۹) پھر مومنوں کے متعلق بھی آیا ہے۔لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا (البقرۃ:۲۸۷) یہاں "حمل" اٹھانے کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔پس محض لفظ "حمل" پر مذاق اڑانا جائز نہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف طور پر لکھ دیا ہے:۔

"استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔" (کشتی نوح۔روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵۰)

اور "حمل" کے لفظ سے حقیقی اور عام معنے مراد نہیں لئے گئے بلکہ "حاملِ صفتِ عیسوی" مراد لیا ہے فرمایا:۔

"مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہو جائے گا۔"

(کشتی نوح۔روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۴۸)

تو پھر اس پر بے وجہ مذاق اڑانا شرافت سے بعید ہے۔

۱۵۔حیض

مندرجہ ذیل حوالے پڑھو۔

۱۔"کَمَا اَنَّ لِلنِّسَآءِ مَحِیْضًا فِی الظَّاھِرِ وَھُوَ سَبَبُ نُقْصَانِ اِیْمَانِھِنَّ لِمَنْعِھِنَّ عَنِ الصَّلٰوۃِ وَالصَّوْمِ فَکَذٰلِکَ لِلرِّجَالِ مَحِیْضٌ فِی الْبَاطِنِ ھُوَ سَبَبُ نُقْصَانِ اِیْمَانِھِمْ

لِمَنْعِهِمْ عَنْ حَقِيْقَةِ الصَّلٰوةِ.''(روح البیان زیر آیت وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ......الخ البقرة: ۲۲۳) کہ جس طرح عورتوں کو ظاہر میں حیض آتا ہے جو ان کے ایمان میں نقص کا موجب ہوتا ہے ان کو نماز اور روزہ سے روک کر۔ اسی طرح مردوں کو بھی باطن میں حیض آتا ہے اور وہ ان کے ایمان میں نقص پیدا کرتا ہے ان کو نماز کی حقیقت سے ناواقف کرنے کے سبب۔ گویا وہ شخص جو حقیقتِ نماز سے بے بہرہ ہو صوفیا کی اصطلاح میں کہیں گے کہ اسے حیض ہے۔

۲۔ ''جیسے عورتوں کو حیض آتا ہے ایسا ہی ارادت کے رستہ میں مریدوں کو حیض آتا ہے اور مریدوں کے رستہ میں جو حیض آتا ہے تو وہ گفتار کے رستہ سے آتا ہے اور کوئی مرید ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اس حیض میں ٹھرا رہتا ہے اور کبھی اس سے پاک نہیں ہوتا۔''

(انوار الاذکیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء مصنفہ شیخ فریدالدین عطارؒ مطبع مجیدی کانپور صفحہ ۴۵۰ در ذکر ابوبکر واسطیؒ)

نوٹ:۔ غیر احمدیوں نے اب جو نیا ترجمہ تذکرۃ الاولیاء کا شائع کیا ہے اس میں سے یہ عبارت نکال دی ہے۔ مگر ۱۹۲۸ء سے پہلے چھپے ہوئے ترجموں میں یہ عبارت موجود ہے۔ گویا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ کی مماثلت کو پورا کیا ہے۔ خادمؔ

۳۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''ایک دفعہ آپ (حضرت بایزید بسطامیؒ) مسجد کے دروازہ پر پہنچ کر کھڑے ہو گئے اور رونے لگے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ **میں اپنے آپ کو حیض والی عورت کی مانند پاتا ہوں** جو مسجد میں جانے سے بوجہ اپنی ناپاکی کے ڈرتی ہے۔''

(تذکرۃ الاولیاء چودھواں باب ذکر خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز صفحہ ۱۰۸ و ظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء شائع کردہ حاجی چراغ دین سراج دین صفحہ ۱۰۸)

حضرت بایزید بسطامیؒ کی عظیم شخصیت

یاد رہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ وہ عظیم الشان انسان ہیں کہ جن کی نسبت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''**معرفت کا آسمان اور محبت کی کشتی** ابو یزید طیغور بن علی بسطامی رحمۃ اللہ علیہ یہ بہت بڑے مشائخ میں سے ہوا ہے اور اس کا حال سب سے بڑا، اس کی شان بہت بڑی ہے۔ اس حد تک کہ

جنیدرحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اَبُوْ یَزِیْدَ مِنَّا بِمَنْزِلَۃِ جِبْرِیْلَ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ یعنی ابویزید ہمارے درمیان ایسا ہے جیسا کہ جبریلؑ فرشتوں میں ......اس کی روایتیں بہت بلند ہیں جن میں احادیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔اورتصوّف کے دس اماموں سے ایک یہ ہوئے ہیں۔اوراس سے پہلے علمِ تصوّف کی حقیقتوں میں کسی کو اس قدر علم نہ تھا جیسا کہ اس کو تھا۔اور ہر حال میں علم کا محبّ اور شریعت کا تعظیم کنندہ ہوا ہے''۔

(کشف المحجوب باب''ذکران تابعین کا جو مشائخ طریقت کے امام ہوئے ہیں۔''ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۳۲۲ھ صفحہ ۱۲۲)

۴۔بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ کیا کسی نبی نے بھی حیض کا لفظ مردوں کی طرف منسوب کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں مندرجہ ذیل حدیث یاد رکھنی چاہیے۔حدیث میں ہے۔اَلْکَذِبُ حَیْضُ الرَّجُلِ وَالْاِسْتَغْفَارُ طَھَارَتُہٗ (فردوس الاخبار دیلمی صفحہ ۱۶۱ سطر ۱۷۔راوی سلمانؓ) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ مرد کا حیض اور استغفار اس کی طہارت ہے۔پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کا مطلب صرف یہ ہے کہ دشمن تجھ کو جھوٹ یا کسی اور بدی میں مبتلا دیکھنا چاہتے ہیں لیکن خدا کے فضل سے تجھ میں کوئی بدی اور گندگی نہیں۔

۵۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہیں نہیں لکھا کہ مجھے''حیض''آیا۔بلکہ آپ نے تو اس بات کی نفی کی ہے۔

۶۔حضورؑ نے لفظ''حیض''کی نفی کرتے ہوئے ساتھ ہی اس کا مفہوم بھی بیان کیا ہے:۔

''یہ لوگ خون حیض تجھ میں دیکھنا چاہتے ہیں''۔

(اربعین نمبر ۴۔روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۵۲ بقیہ حاشیہ)

گویا یہاں عورتوں والا حیض مراد نہیں بلکہ''مردوں والا حیض''مراد ہے جیسا کہ حوالہ نمبر ۱ و ۲ و ۳ وغیرہ میں صوفیاء کرام کی تحریرات اور حدیث شریف سے دکھایا جا چکا ہے۔

۱۶۔دردزہ

اسی طرح دردِ زہ کا محاورہ ہے جو''تکلیف''اور''مصیبت''کے معنوں میں ہزار ہا سال سے مردوں کے متعلق بھی بولا جاتا رہا ہے۔

۱۔خود حضرت اقدس علیہ السلام نے اس کی تشریح فرمائی ہے۔''مخاض''دردِ زہ سے مراد اس جگہ وہ امور ہیں جن سے خوفناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔با محاورہ ترجمہ یہ ہے۔''دردانگیز دعوت جس کا

نتیجہ قوم کا جانی دشمن ہو جانا تھا۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۶۹ بقیہ حاشیہ نیز دیکھو کشتی نوحؑ حاشیہ صفحہ ۴۷)

۲۔انجیل میں ہے:۔''کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ ساری مخلوقات مل کر اب تک کراہتی اور دردِ زِہ میں پڑی تڑپتی ہے۔''(رومیوں ۸/۲۲)

۳۔توریت میں ہے۔خدا کہتا ہے:۔''میں بہت مدت سے چپ رہا۔میں خاموش ہو رہا اور اپنے کو روکتا رہا۔مگر اب میں اس عورت کی طرح جس کو دردِ زِہ ہو چلاؤں گا اور ہانپوں گا اور زور زور سے ٹھنڈی سانس بھی لوں گا۔''(یسعیاہ ۴۲/۱۴)

(تفصیل دیکھو صداقت مسیح موعودؑ پر عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب صفحہ ۱۲۰)

موجودہ انجیل و توریت خدا کا کلام ہوں یا نہ ہوں مگر محاورہ تو ماننا پڑے گا کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے ایجاد نہیں کیا بلکہ پہلی کتابوں میں پہلے سے ہی موجود ہے۔ پھر اس پر اعتراض کیا ہے۔خصوصاً جبکہ حضرت اقدسؑ نے خود ہی تشریح فرمادی ہے۔

۱۷۔کشف سُرخی کے چھینٹے

جواب ۱۔خواب میں خدا تعالیٰ کو انسانی صورت میں دیکھنا جائز ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ ''**رَأَیْتُ رَبِّیْ فِیْ صُوْرَةِ شَابٍ اَمْرَدَ قِطَطٌ لَهٗ وَفْرَةٌ مِنْ شَعْرٍ وَ فِیْ رِجْلَیْهِ نَعْلَانِ مِنْ ذَهَبٍ.**'' (الیواقیت والجواہر از علامہ عبدالوہاب الشعرانیؒ جلد ا صفحہ ۷۱ طبرانی و موضوعات کبیر از ملّا علی قاری حرف الرّا مطبع اصح المطابع کراچی) کہ میں نے اپنے رب کو ایک نوجوان بے ریش لڑکے کی صورت میں دیکھا۔اس کے لمبے لمبے گھنے بال ہیں۔اور اس کے دونوں پاؤں میں سونے کی جوتیاں ہیں۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ملّا علی قاریؒ جیسے جلیل القدر محدث نے اسے درج کر کے اس کی تائید میں یہ قول نقل کیا ہے۔''**حَدِیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ لَا یُنْکِرُهٗ اِلَّا الْمُعْتَزِلِیُّ.**'' (موضوعات کبیر صفحہ ۴۶ مطبع اصح المطابع کراچی) کہ یہ حدیث حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اور اس سے سوائے معتزلی کے اور کوئی انکار نہیں کرسکتا۔اس حدیث کے معنی ملّا علی قاریؒ نے کئے ہیں۔''**اِنْ حُمِلَ عَلَی الْمَنَامِ فَلَا اَشْکَالَ فِی الْمَقَامِ.**'' (موضوعات کبیر صفحہ ۴۶ مطبع اصح المطابع کراچی)

(نوٹ:۔موضوعات کے بعض ایڈیشنوں میں یہ حدیث اس کے متعلقہ حوالجات صفحہ ۳۹ پر

ملتے ہیں) یعنی اگر اس واقعہ کو خواب پر محمول کیا جائے تو پھر کوئی مشکل نہیں رہتی ۔ بات صاف ہو جاتی ہے۔

۲۔ حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

"رَأَیْتُ رَبَّ الْعِزَّۃِ فِی الْمَنَامِ عَلٰی صُوْرَۃِ اُمِّیْ." (بحرالمعانی صفحہ ۶۴)

یعنی میں نے خدا کو اپنی والدہ کی صورت میں دیکھا۔

۳۔ جناب مولوی محمد قاسم صاحبؒ (نانوتوی بانیٔ دیوبند) نے ایامِ طفلی میں یہ خواب دیکھا کہ گویا میں اللہ جلّ شانہٗ کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں ۔ ان کے دادا نے یہ تعبیر فرمائی کہ تم کو اللہ تعالیٰ علم عطا فرمائے گا اور بہت بڑے عالم ہو گے اور نہایت شہرت حاصل ہو گی ۔

(سوانح عمری مولوی محمد قاسم صاحبؒ مؤلّفہ مولوی محمد یعقوب نانوتوی صفحہ ۳۰)

۴:۔ پھر لکھا ہے :۔ "اِنَّکَ تَرٰی فِی الْمَنَامِ وَاجِبُ الْوُجُوْدِ الَّذِیْ لَا یُقْبَلُ الصُّوَرَ فِیْ صُوْرَۃٍ یَقُوْلُ لَکَ مُعَبِّرُ الْمَنَامِ صَحِیْحٌ مَارَأَیْتَ وَلٰکِنْ تَاوِیْلُہٗ کَذَا وَکَذَا." (الیواقیت والجواہر از عبدالوہاب الشعرانیؒ جلد ا صفحہ ۱۱۵) تم (اگر) خدا تعالیٰ کو جو کسی صورت میں مقیّد نہیں ہوتا خواب میں دیکھو تو تعبیر بتانے والا تم سے کہے گا کہ جو کچھ تم نے دیکھا صحیح ہے لیکن اس کی تعبیر یہ یہ ہے۔

۵۔ خواب میں واقعہ متمثّل کس طرح ہو سکتا ہے ۔ اس کے لئے دیکھو مندرجہ ذیل عبارات :۔

تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۴۰ پر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ایک واقعہ درج ہے کہ "آپ کا ہمسایہ شمعون نامی آتش پرست تھا۔ حضرت حسنؒ نے سنا کہ وہ سخت بیمار ہے اور قریب المرگ ہے۔ آپ نے اسے تبلیغ کی ۔ اور وہ اس شرط پر مسلمان ہوا کہ حضرت حسنؒ اسے جنت کا پروانہ لکھ دیں ۔ اس پر اپنے اور اپنے بزرگانِ بصریٰ کے دستخط ثبت کر کے شمعون کی قبر میں (جب وہ مر جائے) اس کے ہاتھ میں دے دیں ۔ تا کہ اگلے جہان میں گواہ رہے ۔ چنانچہ حسنؒ نے ایسا ہی کیا ۔ مگر بعد میں خیال آیا کہ میں نے یہ کیا کیا؟ اس کو جنت کا پروانہ کیونکر لکھ دیا ۔ لکھا ہے کہ :۔ اسی خیال میں سو گئے ۔ شمعون کو دیکھا کہ شمع کی طرح تاج سر پر اور مکلّف لباس بدن میں پہنے ہوئے بہشت کے باغوں میں ٹہل رہا ہے...... اس نے حضرت حسنؒ سے کہا ۔ حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے اپنے محل میں اتارا ہے اور اپنے کرم سے اپنا دیدار دکھایا...... اب آپ کے ذمہ کچھ بوجھ نہیں رہا ۔ اور آپ سبکدوش ہو گئے ۔ لیجیئے یہ اپنا اقرار نامہ کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں ۔ جب حضرت حسنؒ خواب سے بیدار ہوئے تو خط آپ کے

ہاتھ میں تھا۔" (انوار الاذکیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۴۰ ذکر الحسن بصریؒ)

۶۔قَالَ عَبْدُاللّٰہِ ابْنُ الْجَلَاءِ دَخَلْتُ مَدِیْنَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَبِیْ فَاقَۃٌ فَتَقَدَّمْتُ اِلٰی قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی صَاحِبَیْہِ ثُمَّ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بِیْ فَاقَۃٌ وَاَنَا ضَیْفُکَ ثُمَّ تَنَحَّیْتُ وَ نِمْتُ دُوْنَ الْقَبْرِ فَرَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَآءَ اِلَیَّ فَقُمْتُ فَدَفَعَ اِلَیَّ رَغِیْفًا فَاَکَلْتُ بَعْضَہٗ وَانْتَبَھْتُ وَفِیْ یَدِیْ بَعْضُ الرَّغِیْفِ." (منتخب الکلام فی تعبیر الاحلام مؤلفہ سیرین وقشیریہ مصری صفحہ ۱۰۰)

اس عبارت کا ترجمہ شیخ فریدالدین عطارؒ کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"حضرت عبداللہ بن جلاء فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں گیا۔اور مجھے سخت بھوک لگ رہی تھی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر میں گیا۔اور حضورؐ اور حضورؐ کے دونوں ساتھیوں کو السلام علیکم کہا اور عرض کیا کہ حضرت میں بھوکا ہوں۔اور آپ ہی کا مہمان ہوں۔یہ کہہ کر میں قبر سے پرے ہٹ کر سو گیا۔خواب میں کیا دیکھتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف تشریف لائے ہیں۔میں (بغرض تعظیم کھڑا ہو گیا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک نان دیا۔ میں نے اس میں سے آدھا کھا لیا جب بیدار ہوا تو نان کا باقی حصّہ میرے ہاتھ میں تھا۔"

(تذکرۃ الاولیاء ذکر عبداللہ بن جلاء صفحہ ۴۹۸، مصنّفہ شیخ فریدالدین عطارؒ)

۷۔حضرت سیّد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "صراط مستقیم" میں لکھا ہے کہ:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درمنام دیدند وآنجناب سہ خرما بدستِ مبارک خود ایشاں را خورانیدند ودر نفسِ خود ذائقہ ازاں رؤیائے حقہ ظاہر وباہر یافتند" (صراط مستقیم مترجم صفحہ ۱۷۶ از سید اسمٰعیل شہیدؒ)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ تین کھجوریں ایک ایک کر کے کھا رہے ہیں...... جب بیدار ہوئے تو واقعی منہ میں ذائقہ موجود تھا۔

۸۔حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا ایک کشف ملاحظہ ہو۔

"فَرَأٰی بَیْنَ النَّوْمِ وَالْیَقْظَۃِ اِنَّ الْغَوْثَ قَدْ جَآءَ وَبِیَدِہٖ تَاجٌ اَحْمَرُ وَ عَمَامَۃٌ خَضْرَاءُ فَاسْتَقْبَلَ الشَّیْخُ اَحْمَدُ حَضْرَۃَ الْغَوْثِ فَدَنَا اِلَیْہِ فَوَضَعَ التَّاجَ الْاَحْمَرَعَلٰی رَأْسِہٖ وَلَفَّ عَلَیْہِ الْعَمَامَۃَ الْخَضْرَاءَ بِیَدِہِ الْمُبَارَکَۃِ فَقَالَ یَا وَلَدِیْ اَحْمَدُ اَنْتَ مِنْ رِّجَالِ اللّٰہِ وَغَابَ عَنْ نَظْرِہٖ فَاسْتَیْقَظَ الشَّیْخُ اَحْمَدُ فَوَجَدَ التَّاجَ وَالْعَمَامَۃَ عَلٰی رَأْسِہٖ فَشَکَرَاللّٰہَ تَعَالٰی."

(مناقب تاج الاولیاء وبرہان الاصفیاء مطبوعہ مصر مصنفہ علامہ عبدالقادر الاربلی صفحہ ۴۱)

ترجمہ:۔حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے نینداور بیداری کی درمیانی حالت میں دیکھا کہ حضرت غوث الاعظم سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہاتھ میں سُرخ تاج اور سبز عمامہ پکڑے ہوئے تشریف لائے۔پس داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کمال ادب سے حضرت غوث الاعظمؒ کے سامنے کھڑے ہوگئے۔حضرت غوث الاعظمؒ نے داتا صاحب کو اپنے پاس بلایا۔تو داتا صاحبؒ حضرت غوث الاعظمؒ کے قریب گئے۔پس حضرت غوث الاعظمؒ نے وہ سُرخ تاج حضرت داتا گنج بخش کے سر پر رکھ دیا اور اس کے اوپر سبز عمامہ اپنے دستِ مبارک سے لپیٹ دیا۔اور فرمایا اے میرے بیٹے احمد! تو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ہے۔یہ کہہ کر حضرت غوث الاعظمؒ غائب ہوگئے۔پس داتا گنج بخش صاحب بیدار ہوگئے۔تو تاج اور عمامہ اپنے سر پر پایا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

غیر احمدی معترض جو کشف میں سرخ چھینٹوں پر اعتراض کیا کرتا ہے کہ وہ کاغذ کس کارخانے کا بنا ہوا تھا۔سیاہی اور قلم کہاں کے بنے ہوئے تھے؟ وہ ذرا یہ بھی بتا دے کہ وہ عمامہ کس کارخانے کے بُنے ہوئے کپڑے کا تھا اور تاج کی ساخت کیا تھی؟

۹۔حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''اولیاء کی وحی کے طریقے مختلف ہیں۔کبھی وہ خیال میں پاتے ہیں اور کبھی وہ حس میں دیکھتے ہیں اور کبھی اپنے دل میں پاتے ہیں اور کبھی لکھی ہوئی عبارت پاتے ہیں اور یہ اکسر اولیا کو واقع ہوتا ہے۔اور ابوعبداللہ قضیب البان اور تقی ابن مخلد شاگرد امام احمد رضی اللہ عنہ کو کتابت کے ذریعہ سے مَلَک الالہام کی زبان سے وحی آتی تھی اور جب وہ خواب سے بیدار ہوتے تھے تو ایک کاغذ پر کچھ لکھا ہوا پاتے تھے...... میں نے خود اس کتابت کو دیکھا ہے۔وہ ایک فقیر پر مطاف میں اسی صفت پر اترا تھا۔اس میں دوزخ سے اس کی نجات لکھی ہوئی تھی۔جب عام لوگوں نے اسے دیکھا تو سبھوں نے یقین کیا کہ وہ مخلوق کی کتابت نہیں ہے......یہی واقعہ ایک عورت فقیرہ پر ہوا جو میرے شاگردوں میں سے تھی۔اس نے خواب میں دیکھا کہ حق تعالیٰ نے اس کو ایک ورق دیا۔جب وہ بیدار ہوئی تو اس کا ہاتھ بند ہو گیا اور اسے کوئی کھول نہ سکا۔مجھے الہام ہوا کہ میں اس کو یہ کہوں کہ جب تیرا ہاتھ کھلے تو فوراً اس کو نگل جائے۔پھر اس نے یہ نیّت کر کے ہاتھ کو منہ کے پاس لے گئی۔پھر فوراً اس کا ہاتھ کھل گیا اور وہ فوراً نگل گئی۔لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم نے اسے کیونکر جانا میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر الہام کیا کہ کوئی

شخص اس کو نہ پڑھے۔'' (فتوحات مکّیہ باب ۲۸۵ بحوالہ ترجمہ اردو فصوص الحکم تذکرہ شیخ اکبر ابن عربی صفحہ ۲۲)

۱۰۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشف سے مندرجہ ذیل باتیں مدّنظر تھیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت سے قلم کے ساتھ زیادہ سیاہی لگا کر اس کو چھڑکا:۔

(الف) خدا نیست سے ہست کر سکتا ہے اور آریوں کا عقیدہ غلط ہے کہ خدا نیست سے ہست نہیں کر سکتا۔ بلکہ مادہ ہی سے کوئی چیز بنا سکتا ہے۔

(ب) سرخی کے چھینٹے لیکھرام کے قتل کی پیشگوئی کے طور پر تھے۔

(ج) دستخط کرانے سے مراد یہ تھی کہ خدا تعالیٰ نے لیکھرام کے قتل کا فیصلہ صادر فرما دیا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۱۱۔ حدیث شریف میں ہے:۔ ''خَلَقَ اللّٰہُ ثَلَاثَۃَ اَشْیَآءَ بِیَدِہٖ خَلَقَ اٰدَمَ بِیَدِہٖ وَ کَتَبَ التَّوْرٰۃَ بِیَدِہٖ وَ غَرَسَ الْفِرْدَوْسَ بِیَدِہٖ.'' (فردوس الاخبار دیلمی صفحہ ۱۰۰) کہ خدا تعالیٰ نے تین چیزیں خاص اپنے ہاتھ سے بنائیں۔ حضرت آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور فردوس کو اپنے ہاتھ سے بویا۔

اب تم جس قدر اعتراض سرخی کے چھینٹوں والے کشف پر کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے کاغذ پر لکھا بھی کرتا ہے؟ وہ کاغذ کس کارخانے کا بنا ہوا تھا؟ سیاہی کس کارخانے کی تھی؟ قلم کیسا تھا؟ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اعتراضات کَتَبَ التَّوْرٰۃَ بِیَدِہٖ پر بھی پڑ سکتے ہیں۔ مَا ھُوَ جَوَابُکُمْ فَھُوَ جَوَابُنَا.

۱۲۔ حضرت عبداللہ سنوریؓ جو موقع کا گواہ تھا، نے حلفی بیان دیا کہ اس وقت کوئی ایسی صورت نہ تھی کہ سرخی کہیں سے آسکتی بلکہ میں نے خود سیاہی حضرت اقدسؑ کے کُرتے پر گرتی دیکھی۔

(مفہوم از الفضل ۲۶ ستمبر ۱۹۱۶ء جلد ۴ صفحہ ۲۴)

۱۸۔ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ

جواب:۔ ا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سے خدا تعالیٰ کا جلال اور حق کا ظہور مراد لیا ہے۔ آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۷۸ پر ہے:۔

''یَظْھَرُ بِظُھُوْرِہٖ جَلَالَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.''

نیز حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۹۸، ۹۹: ''جس کے ساتھ حق کا ظہور ہوگا۔''

۲۔حدیث شریف میں ہے:۔"اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کُلَّ لَیْلَۃٍ اِلَی سَمَاءِ الدُّنْیَا." (بخاری کتاب التھجد باب الدعا و الصلوٰۃ من آخر اللیل ومشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب التحریض علی قیام اللیل) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا ربّ ہر رات پہلے آسمان پر اتر آتا ہے۔کیا معنے؟ لکھا ہے:۔

(الف)۔"اَلنُّزُوْلُ وَالْھُبُوْطُ وَالصَّعُوْدُ وَالْحَرَکَاتُ مِنْ صِفَاتِ الْاَجْسَامِ وَاللّٰہُ تَعَالٰی مُتَعَالٍ عَنْہُ وَالْمُرَادُ نُزُوْلُ الرَّحْمَۃِ وَقُرْبُہٗ تَعَالٰی."(حاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی کتاب الصلوٰۃ باب التحریض علی قیام اللیل) کہ نازل ہونا، اترنا، چڑھنا اور حرکات یہ تو اجسام کی صفات ہیں۔خدا تعالیٰ ان سے پاک ہے اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے سے مراد اس کی رحمت کا نازل ہونا اور اس کے قرب کا حاصل ہونا ہے۔

(ب)۔اسی حدیث کی شرح میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا (الحدیث) قَالُوْا ھٰذَا کِنَایَۃٌ عَنْ تَھِیُّؤِ النُّفُوْسِ لِاِ سْتِنْزَالِ رَحْمَۃِ اللّٰہِ......وَ عِنْدِیْ اِنَّہٗ مَعَ ذَالِکَ کَنَا یَۃٌ عَنْ شَیْءٍ مُّتَجَدِّدٍ یَسْتَحِقُّ اَنْ یُّعَبَّرَ عَنْہُ بِالنُّزُوْلِ."

(الحجۃ البا لغۃ جلد۲ صفحہ ۳۷ باب النوافل مترجم اردو مطبوعہ حمایت اسلام پریس)

ترجمہ از شموس اللہ البازغۃ:۔

"اور نبی صلعم نے فرمایا ہے یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ الخ یعنی جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہتا ہے تو ہمارا پروردگار آسمانِ دنیا کی طرف اترتا ہے اور فرماتا ہے کوئی ہے کہ مجھ سے کچھ طلب کرے تو میں اس کی مراد پوری کروں۔الخ علماء نے اس حدیث کے یہ معنی کئے ہیں کہ نفس انسانیہ اس بات کے قابل ہوجائے کہ رحمت الٰہیہ کے نزول کو برداشت کرسکے اور میرے نزدیک اور معنیٰ بھی ہوسکتا ہے۔وہ یہ ہے کہ دل کے اندر کوئی نئی چیز پیدا ہوجائے کہ جس کو نزول کے ساتھ بھی تعبیر کرسکتے ہیں۔" (حاشیہ صفحہ ۳۷ جلد۲)

۳۔مؤطا امام مالکؒ صفحہ ۷۴ کے حاشیہ باب ماجاء فی ذکر اللہ میں لکھا ہے:۔

"قَوْلُہٗ یَنْزِلُ رَبُّنَا اَیْ نُزُوْلُ رَحْمَۃٍ." کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا کہ خدا نازل ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

۴۔ تلخیص المفتاح مطبع مجتبائی کے صفحہ ۲۶ پر لکھا ہے:۔’’وَقَدْ یُطْلَقُ الْمَجَازُ......بِحَذْفِ لَفْظٍ اَوْ زِیَادَۃِ لَفْظٍ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَ جَاءَ رَبُّکَ......اَیْ اَمْرُ رَبِّکَ.‘‘یعنی بعض دفعہ مجاز میں کوئی لفظ حذف کیا جاتا ہے یا زیادہ کیا جاتا ہے۔ جیسے خدا تعالیٰ کا فرمانا جَـــاءَ رَبُّکَ کہ تیرا ربّ آیا اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا حکم آیا۔

پس کَـأَنَّ الـلّٰــہَ نَـزَلَ مِنَ السَّمَآءِ کا مطلب بھی صاف ہے کہ خدا کی رحمت۔ خدا کے فضل۔ خدا کے جلال اور اس کے حکم کا نزول ہوتا ہے۔

۱۹۔ یَتِمُّ اِسْمُکَ وَلَا یَتِمُّ اِسْمِیْ

تیرا نام پورا ہو جائے گا مگر میرا (خدا کا) نام پورا نہ ہوگا۔

الجواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اس الہام کی تشریح فرمائی ہے:۔

۱۔ براہین احمدیہ حصہ دوم۔ روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۲۶۷ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ میں الہام یَـــا اَحْمَدُ یَتِـمُّ اِسْمُکَ وَلَا یَتِمُّ اِسْمِیْ درج فرما کر اس کے آگے بین السطور تحریر فرماتے ہیں:۔’’اَیْ اَنْتَ فَانٍ فَیَنْقَطِعُ تَحْمِیْدُکَ وَ لَا یَنْتَھِیْ مَحَامِدُ اللّٰہِ فَاِنَّھَا لَا تَعُدُّ وَ لَا تُحْصٰی.‘‘یعنی اس الہام کا مطلب یہ ہے کہ اے احمد! تو فوت ہو جائے گا اور تیرے کمالات اور محامد ختم ہو جائیں گے۔ مگر خدا کے محامد ختم نہیں ہوں گے کیونکہ وہ لاتعداد اور بے شمار ہیں۔

۲۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام خطبہ الہامیہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۱۴۱ پر تحریر فرماتے ہیں:۔’’اِذَا اَنَـارَ الـنَّـاسَ بِـنُوْرِ رَبِّہٖ اَوْ بَلَّغَ الْاَمْرَ بِقَدْرِ الْکِفَایَۃِ فَحِیْنَئِذٍ یَتِمُّ اِسْمُہٗ وَیَدْعُوْہُ رَبُّہٗ وَیُرْفَعُ رُوْحُہٗ اِلٰی نُقْطَتِہِ النَّفْسِیَّۃِ.‘‘ یعنی جب انسانِ کامل لباس خلافت زیب تن کر لیتا ہے اور اس کے بعد یہ بندہ زمین پر ایک مدت تک جو اس کے ربّ کے ارادہ میں ہے توقف کرتا ہے تا کہ مخلوق کو نور ہدایت کے ساتھ منور کرے اور جب خلقت کو اپنے ربّ کے نور کے ساتھ روشن کر چکا یا امر تبلیغ کو بقدر کفایت پورا کر دیا پس اس وقت اس کا نام پورا ہو جاتا ہے۔ اور اس کا ربّ اس کو بلاتا ہے اور اس کی روح اس کے نقطۂ نفسی کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔‘‘ گویا وہ فوت ہو جاتا ہے۔

پس الہام یَتِـمُّ اِسْـمُکَ وَلَا یَتِمُّ اِسْمِیْ کا مطلب یہ ہے کہ تو فوت ہو جائے گا مگر میں (یعنی خدا) فوت نہیں ہوں گا۔ فلا اعتراض.

۲۰۔ اَلْاَرْضُ وَالسَّمَآءُ مَعَکَ کَمَا ھُوَ مَعِیْ

عربی غلط ہے ھُوَ کی بجائے ھُمَا چاہیے۔ کیونکہ زمین وآسمان دو ہیں نہ کہ ایک۔

جواب:۔ یہ جائز ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ (التوبة: ٦٢) کہ اللہ اوراس کا رسول سب سے زیادہ حق رکھتے ہیں کہ ان کو خوش کیا جائے۔ آپ کے قاعدہ کے مطابق یہاں بھی یُرْضُوْہُ کی بجائے یُرْضُوْھُمَا چاہیے تھا۔

۲۱۔ ’’تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا‘‘

الجواب ۱۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت ہی کے تخت مراد ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں شامل نہیں چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

’’غرض اس حصّہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں یہ ایک فرد مخصوص ہوں اور جسقدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذرے ہیں ان کو یہ حصّہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا‘‘۔

’’یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ ومخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو (۱۳۰۰) برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔‘‘ (حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۰۶)

۲۔ چنانچہ اربعین نمبر ۱ و نمبر ۲ (جو اکٹھے چھپے ہیں) اس کے صفحہ ۹ پر اور پھر اربعین ۴ (جو علیحدہ چھپا ہے) کے صفحہ ۷ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ’’اِنِّیْ فَضَّلْتُکَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ‘‘ درج ہے۔ اس کا ترجمہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہر دو ایڈیشنوں کے صفحہ ۷ اپر کیا ہے۔

’’اور جس قدر لوگ تیرے زمانے میں ہیں سب پر میں نے تجھے فضیلت دی۔‘‘

پس معلوم ہوا کہ آپ کا تخت جو سب سے اونچا بچھایا گیا تو اس سے مراد بھی امت محمدیہ ہی کے تخت ہیں۔

۳۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو خدا کے فضل سے نبی اللہ ہیں اور آپ کا مقام مسیح ناصری علیہ السلام سے بھی بلند ہے۔ مگر حضرت ’’پیران پیر‘‘ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"اَنَا مِنْ وَّرَآءِ عُقُوْلِکُمْ فَلَا تَقِیْسُوْنِیْ عَلٰی اَحَدٍ وَّلَا تَقِیْسُوْا اَحَدًا عَلَیَّ" (فتوح الغیب مترجم فارسی صفحہ۲۲) یعنی میں تمہاری عقلوں سے بالا ہوں۔ مجھ کو کسی دوسرے پر قیاس نہ کرو اور نہ کسی دوسرے کو مجھ پر قیاس کرو۔

۲۲۔ أَ تَعْجَبِیْنَ لِاَمْرِ اللّٰہِ

عربی غلط ہے۔ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ چاہیے تھا۔ "عجب" کا صلہ لام نہیں آتا۔

جواب:۔ "عجب" کا صلہ لام آتا ہے، ملاحظہ ہو مشہور عرب شاعر جعفر بن علبۃ الحارثی جبکہ وہ مکّہ میں قید تھا کہتا ہے:۔

عَجِبْتُ لِمَسْرَاھَا وَ اَنّٰی تَخَلَّصَتْ
اِلَیَّ وَ بَابُ السِّجْنِ دُوْنِیْ مُغْلَقُ

(دیوان الحماسہ قول جعفر بن علی صفحہ ۲۱ مکتبہ اشرفیہ)

کہ میں نے اپنی معشوقہ کے چلے جانے پر تعجب کیا کہ ایسی حالت میں کہ قید خانے کا دروازہ مقفل ہے پھر وہ کس طرح میرے پاس پہنچ گئی۔

اس شعر میں عجب کا صلہ لام آیا ہے۔ پس تمہارا اعتراض باطل ہے۔

۲۳۔ یَحْمَدُکَ اللّٰہُ مِنْ عَرْشِہٖ

"حمد" کا لفظ سوائے خدا کے کسی اور پر بولا نہیں جاتا؟

جواب:۔ "حمد" کا لفظ غیر اللہ پر بھی بولا جا سکتا ہے۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام ہی محمدؐ تھا۔

۲۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کسی شخص نے کچھ سوال کیا تو حضورؐ نے تھوڑی دیر ٹھہر کر فرمایا۔ اَیْنَ السَّائِلُ۔ کہ وہ سائل کہاں ہے؟ اس کے متعلق بخاری ومسلم میں لکھا ہے۔ کَاَنَّہٗ حَمِدَہٗ۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی (حمد) تعریف کی۔

(بخاری کتاب الزکاۃ باب الصدقۃ علی الیتامی مصری و مسلم کتاب الزکوٰۃ باب تخوف ماتخرج من زمرۃ الانبیاء)

۳۔ "اِفْعَلْ ھٰذَا الَّذِیْ اَمَرْتُکَ بِہٖ لِنُقِیْمُکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مُقَامًا مَّحْمُوْدًا

يَحْمَدُكَ فِيهِ الْخَلائِقُ كُلُّهُمْ وَخَالِقُهُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى" (تفسیر ابن کثیر زیر آیت **عَسٰی اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا.** اسراء: ۷۹) کہ **يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا** کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے۔ یہ جو میں نے تجھے حکم دیا اس کو بجالا۔ تا کہ میں تجھ کو قیامت کے دن مقام محمود پر کھڑا کروں۔ تمام دنیا تیری حمد کرے گی اور خالق کون و مکان (خدا تعالیٰ) بھی تیری حمد کرے گا۔

۴۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"**فَيَحْمَدُنِيْ وَاَحْمَدُهٗ وَ يَعْبُدُنِيْ وَاَعْبُدُهٗ**" کہ اللہ تعالیٰ میری حمد کرتا ہے اور میں اس کی حمد کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری عبادت کرتا ہے اور میں اس کی عبادت کرتا ہوں۔

حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ بالا ارشاد کی حسب ذیل تشریح فرماتے ہیں۔

"**اِنَّ مَعْنٰى يَحْمَدُنِيْ**" **اَنَّهٗ يَشْكُرُنِيْ اِذَا اَطَعْتُهٗ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى** "**فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ**" **وَاَمَّا فِيْ قَوْلِهٖ** "**فَيَعْبُدُنِيْ وَاَعْبُدُهٗ**" **اَيْ يُطِيْعُنِيْ بِاِجَابَتِهٖ دُعَائِيْ كَمَا قَالَ تَعَالٰى** "**لَا تَعْبُدُوْا الشَّيْطَانَ**" **اَيْ لَا تُطِيْعُوْهُ وَ اِلَّا فَلَيْسَ اَحَدٌ يَعْبُدُ الشَّيْطَانَ كَمَا يَعْبُدُ اللّٰهَ.**"

(الیواقیت و الجواهر الفصل الثانی فی تاویل کلمات اظیفت الی الشیخ محی الدینؓ)

یعنی حضرت امام ابن عربی کا یہ فرمانا کہ اللہ میری حمد کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اطاعت و فرمانبرداری کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری عبادت کرتا ہے اور میں اس کی عبادت کرتا ہوں۔ تو اس جگہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دعائیں قبول فرما کر میری بات مانتا (میری اطاعت کرتا) ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شیطان کی عبادت نہ کرو۔ یعنی شیطان کا کہانہ مانو۔ ورنہ دنیا میں کوئی بھی ایسا انسان نہیں ہے جو شیطان کی اس رنگ میں عبادت کرتا ہو جس رنگ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔

پس عبارت بالا میں لفظ "**حمد**" بعینہٖ اسی طرح استعمال ہوا ہے جس طرح حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا عبارت میں۔

۴۔ قرآن مجید میں ہے:۔ وَ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا (ال عمران: ۱۸۹)

کہ وہ چاہتے ہیں کہ ان کی بغیر کسی کام کرنے کے ہی تعریف کی جائے۔

علیٰ ہذا القیاس متعدد مثالیں ہیں جن کو بخوف تطویل درج نہیں کیا گیا۔

۲۴۔ حجرِ اسود مَیں

حضرت فرماتے ہیں کہ خواب میں کسی شخص نے میرے پاؤں کو بوسہ دیا۔ میں نے کہا کہ حجرِ اسود میں ہوں۔

جواب:۔ ا۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی تشریح فرما دی ہے۔ ''وَاِنِّیْ اَنَا الْحَجَرُ الْاَسْوَدُ الَّذِیْ وُضِعَ لَهُ الْقُبُوْلُ فِی الْاَرْضِ وَالنَّاسُ یَمَسُّهُ یَتَبَرَّکُوْنَ ''۔ اس پر حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ ''قَالَ الْمُعَبِّرُوْنَ اِنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ فِیْ عِلْمِ الرُّؤْیَا الْمَرْءُ الْعَالِمُ الْفَقِیْهُ الْحَکِیْمُ'' (الاستفتاء عربی صفحہ ۴۱) کہ میں وہ حجر اسود ہوں جس کو خدا نے دنیا میں مقبولیت دی ہے اور جس کو لوگ برکت حاصل کرنے کے لئے چھوتے ہیں۔

حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔ کہ استادانِ فن تعبیر نے لکھا ہے کہ علم الرؤیا میں حجر اسود سے مراد عالم، فقیہ اور حکمت والا انسان ہوتا ہے۔

گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس رؤیا کی تعبیر بھی فرما دی ہے۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علیؓ کو فرماتے ہیں:۔ ''یَا عَلِیُّ اَنْتَ بِمَنْزِلَةِ الْکَعْبَةِ.'' (فردوس الاخبار دیلمی صفحہ ۳۱۴ باب الیاء) یعنی اے علیؓ! تو بمنزلہ کعبہ کے ہے۔

۳۔ حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''حضرت امیر المومنین امام المتقین علی ابن اب طالب کرم اللہ وجہ...... خطبہ لوگوں کو کہہ رہے تھے کہ میں اسم اللہ سے لفظ دیا گیا ہوں۔ اور میں ہی اس اللہ کا جَنْب (پہلو) ہوں جس میں تم نے افراط و تفریط کی ہے اور میں ہی قلم ہوں۔ اور میں ہی لوح محفوظ ہوں اور میں ہی عرش ہوں اور میں ہی کرسی ہوں اور میں ہی ساتوں آسمان ہوں اور میں ہی ساتوں زمین ہوں۔''

(مقدمہ فصوص الحکم فصل ہشتم مترجم اردو صفحہ ۶۰ و ۶۱)

۴۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

''میں مدت تک کعبہ کا طواف کرتا رہا، لیکن خدا جب خدا تک پہنچ گیا تو خانہ کعبہ میرا طواف کرنے لگا۔'' (تذکرۃ الاولیاء باب ۸ صفحہ ۲۹۷)

حضرت بایزید بسطامیؒ کی عظمت شان

ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ کہہ کر ٹالنے کی کوشش کرے کہ بایزید بسطامیؒ کا قول حجت نہیں لیکن

یادرکھنا چاہیئے کہ حضرت بویزید رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اس قدر بلند ہے کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا اقرار فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''معرفت کا آسمان اور محبت کی کشتی ابو یزید طیفور بن بن علی بسطامی رحمۃ اللہ علیہ یہ بہت بڑے مشائخ میں سے ہوا ہے اور اس کا حال سب سے بڑا اور اس کی شان بہت بڑی ہے اس حد تک کہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:۔اَبُوْ یَزِیْدَ مِنَّا بِمَنْزِلَةِ جِبْرِیْلَ مِنَ الْمَلَائِکَةِ یعنی ابو یزید ہمارے درمیان ایسا ہے جیسا کہ جبرائیل فرشتوں میں......اور تصوّف کے دس اماموں میں سے ایک یہ ہوئے ہیں اور اس سے پہلے علم تصوف کی حقیقتوں میں کسی کو اس قدر علم نہ تھا جیسا کہ اس کو تھا اور ہر حال میں علم کا محبّ اور شریعت کا تعظیم کنندہ تھا۔''

(کشف المحجوب مترجم اردو صفحہ ۱۲۲ ذکر امام مشائخ تبع تابعین)

۵۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء میں حضرت رابعہ بصریؒ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں:۔

''ایک دوسری مرتبہ آپ (حضرت رابعہ بصریؒ) حج کو جارہی تھیں۔ جنگل میں کیا دیکھتی ہیں کہ کعبہ مکرمہ آپ کے استقبال کو آرہا ہے۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے کہا۔''مجھ کو مکان کی ضرورت نہیں صاحب مکان درکار ہے۔ کعبہ کے جمال کو دیکھ کر کیا کروں گی۔''

(تذکرۃ الاولیاء اردو نواں باب صفحہ ۵۴ مطبوعہ علمی پریس)

۶۔ حضرت عطار رحمۃ اللہ حضرت شبلیؒ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں:۔

''ایک دفعہ آگ لے کر کعبہ کی طرف چلے اور کہنے لگے۔ میں جا کر خانہ کعبہ کو جلاتا ہوں تا کہ لوگ خداوند کعبہ کی طرف متوجہ ہوں۔'' (تذکرۃ الاولیاء چودھواں باب صفحہ ۱۲۲)

۷۔ حضرت ابو القاسم نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت لکھا ہے:۔

''ایک دفعہ مکّہ میں لوگ طواف کر رہے تھے اور آپس میں باتیں بھی کر رہے تھے۔ آپ اسی وقت باہر جا کر لکڑیاں اور آگ لے آئے۔ لوگوں نے پوچھا۔ یہ کیا حرکت ہے؟ آگ اور لکڑیوں کا یہاں کیا کام؟ فرمایا کہ کعبہ کو جلادوں گا تا کہ سب غافل لوگ خدا کی طرف رجوع کر لیں۔''

(تذکرۃ الاولیاء ترجمہ اردو باب ۹۴ صفحہ ۳۱۸)

۲۵۔ ’’ٹیچی ٹیچی‘‘

سوال:۔مرزا صاحب کا الہام ہے ’’ٹیچی ٹیچی‘‘

جواب:۔بالکل غلط ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی ایسا الہام نہیں۔ایک خواب ضرور ہے جس میں حضورؑ نے ایک آدمی دیکھا جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا۔اور اس نے اپنا نام ’’ٹیچی‘‘ بتایا۔ پنجابی زبان میں ٹیچی کے معنے ہیں ’’وقت مقررہ پر آنے والا۔‘‘ پس اس خواب کی تعبیر یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بروقت امداد فرمائے گا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جو مشکلات لنگر خانے کے اخراجات کی نسبت اس خواب کے بعد دیکھنے سے پہلے درپیش تھیں وہ اس خواب کے بعد جلد ہی دور ہو گئیں۔پس یہ کہنا کہ مرزا صاحب کو ’’ٹیچی ٹیچی‘‘ الہام ہوا محض شرارت ہے۔

سوال:۔کیا ’’ٹیچی ٹیچی‘‘ بھی فرشتہ ہوتا ہے؟

جواب:۔اوّل تو جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے حضرت اقدسؑ نے کہیں بھی تحریر نہیں فرمایا کہ وہ ’’فرشتہ‘‘ تھا۔بلکہ اسے فرشتہ نما انسان قرار دیا ہے،لیکن تم ذرا یہ بتاؤ کہ کیا فرشتے کانے بھی ہوا کرتے ہیں؟ بخاری میں ہے:۔’’**عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اُرْسِلَ مَلَکُ الْمَوْتِ اِلٰی مُوْسٰی عَلَیْهِمَا السَّلَامَ فَلَمَّا جَاءَ هٗ صَکَّهٗ فَرَجَعَ اِلٰی رَبِّهٖ فَقَالَ اَرْسَلْتَنِیْ اِلٰی عَبْدٍ لَا یُرِیْدُ الْمَوْتَ فَرَدَّ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ عَلَیْهِ عَیْنَهٗ وَقَالَ اِرْجِعْ فَقُلْ لَهٗ یَضَعُ یَدَهٗ عَلٰی مَتَنِ ثَوْرٍ فَلَهٗ بِکُلِّ مَاغَطَّتْ بِهٖ یَدُهٗ بِکُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ قَالَ اَیْ رَبِّ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْمَوْتُ.**‘‘

(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب **مَنْ اَحَبَّ الدَّفْنَ فِی الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ** نیز مشکوٰۃ کتاب **احوال القیامة و بدء الخلق باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء**)

اس کا ترجمہ تجرید بخاری اردو شائع کردہ مولوی فیروز الدین اینڈ سنز لاہور سے نقل کیا جاتا ہے۔

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ملک الموت حضرت موسیٰؑ کے پاس بھیجا گیا جب وہ آیا تو موسیٰؑ نے اسے ایک طمانچہ مارا۔جس سے اس کی ایک آنکھ پھوٹ گئی۔پس وہ اپنے پروردگار کے پاس لوٹ گیا اور عرض کی کہ تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا۔اللہ نے اس کی آنکھ دوبارہ عنایت کی اور ارشاد ہوا پھر جا کر ان سے کہو کہ وہ اپنا ہاتھ ایک بیل کی پیٹھ پر رکھیں۔پس جس قدر بال ان کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے۔ہر بال کے عوض میں انہیں ایک ایک سال زندگی دی جائے گی۔ حضرت موسیٰؑ بولے اے پروردگار! پھر کیا ہوگا اللہ نے فرمایا پھر موت آئے گی۔جس پر موسیٰؑ نے کہا تو

پھرا بھی سہی۔‘‘ (تجرید البخاری اردو جلد اول صفحہ ۱۵۰)

بھلا ’’ٹیچی‘‘ تو محض نام ہے۔تم تو عملاً عزرائیل کو بھی کانا مانتے ہو۔

۲۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ فرشتہ تھا بلکہ فرمایا ہے کہ ’’فرشتہ معلوم ہوتا تھا۔‘‘ (مکاشفات صفحہ ۳۸) نیز خواب میں جو اس فرشتہ نما انسان نے جو اپنا نام بتایا ہے وہ صرف ’’ٹیچی‘‘ ہے۔مگر تم محض شرارت سے ’’ٹیچی ٹیچی‘‘ کہتے ہو جو یہود کی مثل یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ کا مصداق بنناہے۔

(عزرائیل کو طمانچہ مار کر کانا کرنے کی حدیث بخاری کتاب بدء الخلق باب وفات موسٰی وذکرہ بعدہ ۔نیز مسلم کتاب الفضائل باب فضائل موسٰی نیز مشکوٰۃ کتاب بدء الخلق باب ذکر الانبیاء فصل الاوّل میں بھی موجود ہے۔

۳۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا ترجمہ بتایا ہے:۔

’’ٹیچی پنجابی زبان میں وقت مقررہ کو کہتے ہیں یعنی عین ضرورت کے وقت پر آنے والا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی ۔روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۴۶)

۴۔اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ کوئی فرشتہ تھا تو اس پر کیا اعتراض ہے۔یہ تو ایک صفاتی نام ہے۔نبی کی اپنی زبان (پنجابی) میں ۔گویا خدا تعالیٰ نے الہام کیا ہے اور تم اس پر ہنستے ہو اور مذاق اڑاتے ہو۔اگر نبی کی اپنی زبان میں الہام نہیں ہوتا تو اس پر اعتراض کرتے ہو۔کہ غیر زبان میں الہام کیوں ہوا۔خدا تعالیٰ نے تم کو اسی کشف کے ذریعہ سے ملزم اور ماخوذ کیا ہے کہ تمہاری پنجابی زبان تو ایسی زبان ہے کہ غالباً اس کے اکثر حصہ پر مذاق ہی مذاق اڑایا جا سکتا ہے۔اسی لئے عام طور پر خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو افصح الالسنہ (عربی) میں الہام کیا۔کیونکہ ضرورت زمانہ اور ملہم کی فطرتی پاکیزگی مقتضی تھی کہ فصاحت اور بلاغت کا معجزہ اسے دیا جاتا مگر پنجابی زبان اس کی متحمل نہ ہو سکتی تھی۔اس لیے آپ کو الہامات کا اکثر حصّہ عربی زبان میں ہوا۔

۵۔باقی رہا تمہارا کہنا کہ اس نے جھوٹ بولا اور پہلے کہا میرا کوئی نام نہیں اور بعد میں دوبارہ پوچھنے پر اپنا نام بتایا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ’’ٹیچی‘‘ جیسا کہ بیان ہوا اس کا ذاتی نام (عَلَم) نہیں، بلکہ صفاتی نام ہے۔گویا نفی ذاتی نام کی ہے اور اثبات صفاتی کا۔جب اس نے کہا کہ میرا کوئی نام نہیں تو اس نے اپنے

ذاتی نام (یعنی عَـلَـم) کی نفی کی۔ اور جب اس سے کہا گیا کہ ''کچھ'' تو بتاؤ۔ تو اس نے اپنی ڈیوٹی (یعنی وقت پر پہنچ کر مدد کرنا) کو مدنظر رکھ کر اپنا صفاتی نام بتا دیا۔ اب اس کو جھوٹ کہنا انہی لوگوں کا کام ہوسکتا ہے جو انبیاء کو بھی جھوٹ بولنے کا عادی قرار دیا کرتے ہیں۔ گویا ہر بات میں ان کو جھوٹ ہی نظر آیا کرتا ہے۔ (اس کی تفصیل آگے آئے گی۔)

۶۔ بخاری شریف کے پہلے باب کی دوسری حدیث میں ہے:۔ ''**فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰـہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحْیَانًا یَاْتِیْنِیْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ.**'' (بخاری۔ کتاب بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی ......) کہ اکثر دفعہ فرشتہ وحی لے کر ٹن ٹن ٹلی کی آواز کی طرح آتا ہے۔

یہ اب ''ٹلی ٹلی'' کوئی فرشتہ نہیں بلکہ اس کی آمد کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ''ٹیچی'' اس کی صفت ہے۔

۷۔ ہاں فرشتوں کے نام ''صفاتی'' بھی ہوتے ہیں جو ان کے ذاتی نام (عَـلَـم) کے سوا ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:۔ ''**اِسْمُ جِبْرِیْلَ عَبْدُاللّٰہِ وَاِسْمُ مِیْکَائِیْلَ عَبَیْدُاللّٰہِ وَاِسْمُ اِسْرَافِیْلَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ.**'' (دیلمی صفحہ ۵۵ باب الالف راوی ابوامامہؓ) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل کا نام عبداللہ ہے اور حضرت میکائیل کا نام عبیداللہ اور حضرت اسرافیل کا نام عبدالرحمٰن ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:۔

''ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب میں بیت المقدس سے فارغ ہوا۔ اس وقت مجھ کو معراج ہوئی...... جبرائیل جو میرے ساتھی تھے انہوں نے مجھ کو آسمان دنیا کے دروازہ پر چڑھایا جس کا نام باب الحفظ ہے اور اس کا دربان ایک فرشتہ اسمٰعیل نام ہے۔ اس کے ماتحت بارہ ہزار فرشتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ماتحت بارہ بارہ ہزار فرشتے ہیں۔''

(سیرت ابن ھشام جلد اوّل باب الاسراء والمعراج مترجم اردو صفحہ ۱۴۰)

اس سے ثابت ہوا کہ فرشتوں کے صفاتی نام بھی ہوتے جو ان کی ڈیوٹیوں کے اعتبار سے لگائے گئے ہیں۔ اب حضرت جبرائیلؑ کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عبداللہ'' بتایا ہے۔ اگر کوئی ازراہِ تمسخر شرارت سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق یہ کہے کہ ''میاں عبداللہ''۔ ''میاں اسمٰعیل'' یہ وحی لایا ہے۔ تو جو جواب تمہارا سو وہی ہمارا۔ سمجھ لو۔

۲۶۔ ’’کمترین کا بیڑا غرق ہوگیا‘‘

(البشریٰ جلد۲ صفحہ ۱۲۱)

یہ مرزا صاحب کو اپنے متعلق الہام ہوا۔

جواب:۔ تم دھوکہ سے کام لیتے ہو۔ ’’البشریٰ‘‘ جس میں یہ الہام درج ہے۔ اس کے آگے تشریح بھی موجود ہے:۔

’’کمترین کا بیڑہ غرق ہوگیا۔ یعنی کسی کے قول کے طرف اشارہ ہے یا شاید کمترین سے مراد کوئی شریر مخالف ہے۔‘‘ (البشری جلد۲ صفحہ ۱۲۱)

تم لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ تو پڑھتے ہو مگر وَاَنْتُمْ سُکَارٰی ہضم کر جاتے ہو۔

کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

۲۷۔ میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا

جواب:۔ ’’وَاَنْتُمْ سُکَارٰی‘‘ بھی پڑھو۔ لکھا ہے:۔

’’اس وحی کے بعد ایک ناپاک روح کی آواز آئی۔ میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا۔‘‘

(البشریٰ جلد۲ صفحہ ۹۵)

گویا تمہارے جیسی ناپاک روح کے متعلق ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں خدا تعالیٰ کے عذاب سے بے خبر ہے اور اسی حالتِ نیند میں ہی اپنے لئے سامان جہنم بہم پہنچا رہی ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا۔

حضرت اقدس علیہ السلام کا اپنے متعلق الہام ہے:۔

’’خوش باش کہ عاقبت نکو خواہد بود‘‘ (البشریٰ جلد۲ صفحہ ۸۹)

۲۔ اس الہام کو حضرت اقدس علیہ السلام نے اس زلزلہ کے متعلق قرار دیا ہے جو ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء کو کوئٹہ میں موسم بہار کے آخری دن (الوصیت صفحہ ۱۳ حاشیہ روحانی خزائن جلد ۲۰) میں آیا۔ جبکہ رات کو لوگ غفلت کی نیند سوتے تھے۔ مگر بعض بدکاروں کی بداعمالیوں کے باعث زلزلہ بھیج کر ان کو ہلاک کر دیا اور ان میں سے ناپاک روحیں سوتے سوتے واصلِ جہنم ہوئیں (مرنے والوں میں سے کئی نیک بھی تھے جیسا کہ طوفان نوح میں غرق ہونے والوں میں شیر خوار بچے، عورتیں اور جانور بھی شامل تھے) چنانچہ

حضرت اقدس علیہ السلام اپنے اشتہار ۱۸؍اپریل ۱۹۰۵ء متعلقہ زلزلہ مذکور میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''جب خدا تعالیٰ اس وحی کے الفاظ میرے دل پر نازل کر چکا تو ایک روح کی آواز میرے کان میں پڑی جو ایک ناپاک روح تھی اور میں نے اس کو کہتے سنا میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا۔

(دیکھو اشتہار ۱۸؍اپریل ۱۹۰۵ء بعنوان ''الانذار'' آخری صفحہ)

پس اس الہام میں یہ بتایا گیا کہ وہ زلزلہ رات کو آئے گا جبکہ بعض بدکار سوتے سوتے واصل جہنم ہو جائیں گے۔ (تذکرہ صفحہ ۴۵۲ ایڈیشن نمبر ۴)

۲۸۔ ''ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں''

جواب:۔ اس کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود تشریح فرمائی:۔

''یعنی خائب وخاسر کی طرح تیری موت نہیں ہے اور یہ کلمہ کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں اس کے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مکی فتح نصیب ہو گی جیسا کہ وہاں دشمنوں کو قہر کے ساتھ مغلوب کیا گیا تھا اسی طرح یہاں بھی دشمن قہری نشانوں سے مغلوب کیے جائیں گے۔ دوسرے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مدنی فتح نصیب ہو گی۔ خود بخود لوگوں کے دل ہماری طرف مائل ہو جائیں گے۔ فقرہ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِىْ مکہ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور فقرہ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ مدینہ کی طرف۔

(البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ وتذکرہ صفحہ ۵۰۳ مطبوعہ ۲۰۰۴ء والحکم جلد ۱۰ نمبر ۲ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۳)

۲۹۔ خاکسار پیپر منٹ

کیا پیپر منٹ بھی بولتا ہے؟

الجواب:۔ یہ حضرت اقدس علیہ السلام کا کشف ہے۔ آپ کو ایک شیشی دکھائی گئی جس کے لیبل پر لکھا تھا ''خاکسار پیپر منٹ'' جس کا مطلب یہ تھا کہ اس بیماری کا جس میں آپ اس وقت مبتلا تھے علاج پیپر منٹ ہے۔ (تذکرہ صفحہ ۴۴۳ مطبوعہ ۲۰۰۴ء) پیپر منٹ تو نہیں بولا مگر تم ذرا بخاری میں پڑھو جہاں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ننگے نہا رہے تھے کہ پتھر جس پر آپ نے کپڑے رکھے ہوئے تھے آپ کے کپڑے لے کر بھاگ گیا اور آپ اس کے پیچھے دوڑے۔ اسے پکڑ کر سوٹیاں ماریں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم اب تک اس پتھر پر حضرت موسیٰؑ کی سوٹیوں کے نشان موجود ہیں۔ فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهٗ عَلٰى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهٖ فَخَرَجَ مُوْسٰى فِىْ اَثَرِهٖ

یَقُوْلُ ثَوْبِیَ الْحَجَرُ ثَوْبِیَ الْحَجَرُ. (بخاری کتاب الصلوٰۃ باب مَنِ اغْتَسَلَ عُرْیَانًا ۔نیز مشکوٰۃ کتاب بدء الحق باب ذکر الانبیاء) کہ حضرت موسیٰؑ ایک دفعہ نہانے گئے اور اپنے کپڑے اتار کر آپ نے ایک پتھر پر رکھے۔ پس وہ پتھر بھاگ گیا اور موسیٰؑ اسکے پیچھے ننگے بھاگے۔ بھاگتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے ''اے پتھر! میرے کپڑے دے جا، او پتھر میرے کپڑے دے جا۔'' تمہارے ہاں پتھر کپڑے اٹھا کر بھاگ سکتا ہے۔ مسجد نبویؐ کا شہتیر اور یعفور گدھا باتیں کر سکتے ہیں، لیکن اگر ہمارے ہاں عالم کشف میں کسی شیشی کے لیبل پر ''خاکسار پیپر منٹ'' لکھا ہوا مل جائے تو اس پر بھی اعتراض کر دیتے ہو۔ حالانکہ اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ یہ ایک کشفی نظارہ ہے جس میں علاج کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں کوئی امر محل اعتراض نہیں کیونکہ لکھا ہے کہ تمام علم طبّ اور علم تاثیر الادویہ الہامی ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

''قَدْ ثَبَتَ اَنَّ عِلْمَ الطِّبِّ وَمَنَافِعَ الْاَدْوِیَّۃِ وَمَضَارَّھَا اِنَّمَا عُرِفَتْ بِالْوَحْیِ.''

(نبراس شرح الشرح العقائد نفسی صفحہ ۴۲۷)

کہ یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ علم طبّ۔ ادویہّ کے فوائد اور نقصانات محض وحی الٰہی سے معلوم ہوئے ہیں۔ فلا اعتراض

۳۰۔ اُفْطِرُ وَاَصُوْمُ

جواب ۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کی تشریح فرماتے ہیں:

''ظاہر ہے کہ خدا روزہ رکھنے اور افطار سے پاک ہے اور یہ الفاظ اپنے اصلی معنوں کی رُو سے اُس کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے۔ پس یہ صرف ایک استعارہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی مَیں اپنا قہر نازل کروں گا اور کبھی کچھ مہلت دُوں گا۔ اُس شخص کی مانند جو کبھی کھاتا ہے اور کبھی روزہ رکھ لیتا ہے اور اپنے تئیں کھانے سے روکتا ہے۔ اور اس قسم کے استعارات خدا کی کتابوں میں بہت ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کو خدا کہے گا کہ مَیں بیمار تھا۔ مَیں بھوکا تھا۔ مَیں ننگا تھا۔''

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۷)

۲۔ پھر فرماتے ہیں: ۔مَیں اپنے وقتوں کو تقسیم کر دوں گا کہ کچھ حصہ برس کا تو میں افطار کروں گا یعنی طاعون سے لوگوں کو ہلاک کروں گا اور کچھ حصّہ برس کا مَیں روزہ رکھوں گا۔ یعنی امن رہے گا اور طاعون کم ہو جائے گی یا بالکل نہیں رہے گی۔''

(دافع البلاء۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۷، ۲۲۸ نیز دیکھو تذکرہ صفحہ ۳۴۶ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

۳۔وہ حدیث جس کا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے حوالہ دیا ہے مسلم میں ہے۔ **عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِیْ...... یَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَطْعَمْتُکَ فَلَمْ تُطْعِمْنِیْ...... یَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَسْقَیْتُکَ فَلَمْ تُسْقِنِیْ.** ''(مسلم کتاب البر و الصلة باب عیادة المریض) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کو کہے گا۔ اے ابن آدم! میں بیمار تھا۔تو نے میری تیمارداری نہ کی......اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا......اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے مجھے نہ پلایا۔الخ

(بحوالہ ریاض الصالحین کتاب عیادة المریض وتشییع المیت)

پس خدا بیمار ہوسکتا ہے۔بھوکا پیاسا ہوسکتا ہے۔مگر روزہ نہیں رکھ سکتا۔

۳۱۔اُخْطِئُ وَ اُصِیْبُ

جواب:۔ا۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے اس کی مندرجہ ذیل تشریح فرمائی ہے:۔

''اپنے ارادہ کو کبھی چھوڑ بھی دونگا اور کبھی ارادہ پورا کرونگا۔......جیسا کہ احادیث میں لکھا ہے کہ مَیں مومن کی قبض رُوح کے وقت تردّد میں پڑتا ہوں۔حالانکہ خدا تردّد سے پاک ہے اِسی طرح یہ وحی الٰہی ہے کہ کبھی میرا ارادہ خطا جاتا ہے اور کبھی پورا ہو جاتا ہے۔اس کے یہ معنی ہیں کہ کبھی مَیں اپنی تقدیر اور ارادہ کو منسوخ کر دیتا ہوں اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہا ہوتا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۱۰۶)

۲۔وہ حدیث جس کی طرف حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے اشارہ فرمایا ہے۔بخاری میں ہے:۔

''**وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ.**''

(بخاری کتاب الرقاق باب التواضع)

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے کسی چیز کے متعلق کبھی اتنا تردد نہیں کیا جتنا ایک مومن کی روح قبض کرنے کے وقت مجھے ہوتا ہے۔

۳۲۔کرمہائے تو مارا کرد گستاخ

یہ حضرت مرزا صاحب کا الہام ہے مگر حضرت مرزا محمود احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

''نادان ہے وہ شخص جس نے کہا ''کرمہائے تو مارا کرد گستاخ'' کیونکہ خدا کے فضل انسان کو گستاخ نہیں بنایا کرتے اور سرکش نہیں کر دیا کرتے بلکہ اور زیادہ شکر گذار اور فرمانبردار بناتے ہیں۔''

(الفضل ۲۳ جنوری ۱۹۱۷ء صفحہ ۱۳ کالم ۳)

الجواب:۔ یہ الہام تو ہے مگر **حکایتاً عن الغیر** خدا کا کلام ہے۔ جس طرح قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہے۔ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ نیز سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۔ وغیرہ اب سوال یہ ہے کہ کیا خدا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے۔ ''کرمہائے تو مارا کرد گستاخ'' (نعوذ باللہ) یا کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا کو کہہ رہے ہیں؟ ظاہر ہے کہ دونوں صورتیں باطل ہیں لفظ ''مـا'' ایک جماعت کو چاہتا ہے جس کا یہ قول حکایتاً نقل ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جماعت جماعت مومنین نہیں۔ کیونکہ خدا کے فضل مومن کو گستاخ نہیں بناتے۔ پس یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق حضرت اقدسؑ کا ایک دوسرا الہام ہے کہ **شَرُّ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ** کہ شرارت ان لوگوں کی جن پر تو نے انعام کیا۔ پس یہ اہل پیغام ہیں جنہوں نے حضرت اقدس علیہ السلام کی مہربانیوں اور لطف و کرم کا نتیجہ گستاخی اور استخفاف سے دیا اور حضرتؓ اور حضرت کے اہلِ بیت کے دشمن ہو گئے بمطابق الہام **سَيَقُوْلُ الْعَدُوُّ لَسْتَ مُرْسَلًا** (کہ دشمن کہے گا تو رسول نہیں)

حضرت اقدس علیہ السلام کا ایک اور شعر بھی ہے ؎

وَمِنْ عَجَبٍ اُشَرِّفُكُمْ وَاَدْعُوْ
وَمِنْكَ الْمَشْرُفِيَّةُ وَالرِّمَاحُ

(تحفۂ بغداد۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۳۷)

کہ تعجب ہے کہ میں تمہاری عزت کرتا ہوں اور تمہیں بلاتا ہوں مگر تمہاری طرف سے نیزے اور تیر ہیں۔

۳۳۔ ''خیراتی''

مرزا صاحب کے پاس ایک فرشتہ آیا جس کا نام ''خیراتی رام'' تھا۔

الجواب:۔ **لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ.** حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہرگز ''خیراتی رام'' نہیں لکھا۔ بلکہ ایک فرشتے کا بحالت رؤیا آنے کا ذکر فرمایا ہے۔ جس نے اپنا نام ''خیراتی'' بتایا ہے۔ آگے یہ تمہارا کام ہے کہ تم لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ والی آیت کے مطابق اپنے پاس سے الفاظ کو بگاڑ کر کچھ کا کچھ

بنادو جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمن ''رَاعِنَا'' کو ''رَاعِینَا'' کرکے پکارتے تھے۔

باقی رہا فرشتے کا نام تو درحقیقت یہ لفظ ''خیراتی'' ہندی، پنجابی یا اردو کا نہیں بلکہ عربی زبان کا لفظ ہے جو خَیْرَاتِیٌّ ہے جو خیر سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں ''نیکیوں والا''۔ ی نسبتی ہے۔ یہ اس فرشتے کا صفاتی نام ہے۔ چنانچہ ہمارے مندرجہ بالا معنوں کی تائید حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل تحریر سے ہوتی ہے:۔

''اِتنے میں تین فرشتے آسمان سے آئے۔ ایک کا نام ان میں سے خیراتی تھا وہ بھی اُن کے ساتھ زمین پر بیٹھ گئے اور میں چارپائی پر بیٹھا رہا۔ تب میں نے اُن فرشتوں اور مولوی عبداللہ صاحب کو کہا کہ آؤ میں ایک دعا کرتا ہوں تم آمین کرو۔ تب میں نے یہ دُعا کی کہ رَبِّ اذْهَبْ عَنِّی الرِّجْسَ وَطَهِّرْنِیْ تَطْهِیْرًا. اِس کے بعد وہ تینوں فرشتے آسمان کی طرف اُٹھ گئے اور مولوی عبداللہ صاحب بھی آسمان کی طرف اُٹھ گئے اور میری آنکھ کھل گئی اور آنکھ کھلتے ہی میں نے دیکھا کہ ایک طاقت بالا مجھ کو ارضی زندگی سے بلند تر کھینچ کر لے گئی اور وہ ایک ہی رات تھی جس میں خدا نے بتمام وکمال میری اصلاح کردی اور مجھ میں وہ تبدیلی واقع ہوئی کہ جو انسان کے ہاتھ سے یا انسان کے ارادہ سے نہیں ہوسکتی۔''

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۳۵۱، ۳۵۲)

حضرت اقدس علیہ السلام کا یہ رؤیا ۱۸۷۴ء میں یعنی ماموریت سے پہلے کا ہے۔ تم تو دو فرشتوں کے قائل ہو کہ ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ ایک نیکیوں والا اور دوسرا بدیوں والا۔ پھر اعتراض کیوں؟

۳۴۔ ''جے سنگھ بہادر''

جواب:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے طاقتور شیر کو فتح نصیب ہوگی اور ''غلام احمد کی جے'' کے نعرے بلند ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک دوسری جگہ فرمایا ہے ؎

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود   ندائے فتح نمایاں بنامِ ما باشد

اور دشمن کو بتایا گیا کہ وہ ناکام رہے گا۔ ع

ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

باقی لفظ ''جے سنگھ'' پر مذاق اڑانا ایسی ہی جہالت ہے جیسے کوئی شخص خدا کے متعلق گاڈ یا

پرمیشور کا لفظ سن کر اس کا مذاق اڑائے۔

۳۵۔گورنر جنرل

جواب:۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

''مسیح جس کا دوسرا نام مہدی ہے دنیا کی بادشاہت سے **ہرگز حصہ نہیں پائے گا** بلکہ اس کے لئے آسمانی بادشاہت ہوگی۔اور یہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح حکم ہو کر آئے گا اور وہ اسلام کے تمام فرقوں پر حاکم عام ہوگا جس کا ترجمہ انگریزی میں گورنر جنرل ہے سو یہ گورنری اُس کی زمین کی نہیں ہوگی بلکہ ضرور ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کی طرح غربت اور خاکساری سے آوے۔سو ایسا ہی وہ ظاہر ہوا۔''

(تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۴۴)

۳۶۔آریوں کا بادشاہ

جواب:۔کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ''سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ''یعنی تمام انسانوں کا بادشاہ نہیں مانتے؟ کیا آریہ انسان نہیں؟ تو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آریوں، دہریوں، عیسائیوں اور یہودیوں غرضیکہ سب کے بادشاہ ہیں۔

۲۔کیا کسی قوم کا بادشاہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بادشاہ کا بھی وہی مذہب ہے جو رعایا کا ہو؟ کیا جارج ششم آریوں کا بادشاہ نہیں تھا تو کیا وہ بھی آریا تھا۔اورنگزیب کیا ہندوؤں کا بادشاہ نہ تھا۔تو کیا وہ بھی ہندوٴ تھا؟ بادشاہ کی رعایا میں مومن بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی۔شریف لوگ بھی ہوتے ہیں اور بدمعاش بھی۔وہ سب کا بادشاہ ہوتا ہے۔آخر انسانوں میں بدمعاش بھی تو شامل ہیں۔پھر **اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ** جو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں سب انسانوں کا سردار ہوں تو اس کا کیا مطلب ہوا؟ خدا را اعتراض کرتے وقت کبھی خدا کا خوف بھی دل میں رکھا کرو۔

۳۷۔اِنِّیْ بَایَعْتُکَ بَایَعَنِیْ رَبِّیْ

خدا نے مرزا صاحب کی بیعت کی (نعوذ باللہ) البشریٰ میں اس کا یہی ترجمہ لکھا ہے کہ ''میں نے تیری بیعت کی۔''

الجواب:۔بابو منظور الٰہی صاحب کا ترجمہ مندرجہ البشریٰ بالکل غلط ہے اور نہ جماعت احمدیہ پر حجت ہے۔بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے ترجمہ کے بالمقابل کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔حضرت مسیح موعودؑ اپنی

کتاب دافع البلاء۔روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۸ پر اس الہام کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:۔
''مَیں نے تُجھ سے ایک خرید وفروخت کی ہے......تُو بھی اس خرید وفروخت کا اقرار کر اور کہہ دے کہ خُدا نے مجھ سے خرید وفروخت کی۔'' (نیز دیکھو تذکرہ صفحہ ۳۴۶ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

۲۔اس الہام میں خدا کے ساتھ اس خرید وفروخت کا ذکر ہے جو قرآن مجید کی اس آیت میں مذکور ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَھُمۡ وَ اَمۡوَالَھُمۡ بِاَنَّ لَھُمُ الۡجَنَّۃَ (التوبۃ:۱۱۱)
کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ساتھ ایک سودا کیا ہے اور وہ یہ کہ ان کے مال اور جانیں خرید لی ہیں اور ان کے بدلہ میں ان کو جنت دی ہے۔

۳۸۔''اَسۡھَرُ وَ اَنَامُ''

جواب:۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے متعلق یہی فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ سونے سے پاک ہے۔مطلب اس الہام سے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بعض گنہگاروں سے چشم پوشی کرتا ہے اور بعض دفعہ سزا بھی دیتا ہے۔خدا تعالیٰ کے متعلق بھوکا رہنے،کھانے پینے، کپڑا پہننے،ننگا رہنے وغیرہ کے اگر استعارات استعمال ہوسکتے ہیں۔(جیسا کہ ہم مسلم کی حدیث کے حوالہ سے ''اُفۡطِرُ وَ اَصُوۡمُ'' کے جواب میں بیان کر آئے ہیں۔تو سونے جاگنے کا استعارہ کیوں استعمال نہیں ہوسکتا؟

۳۹۔اِصۡبِرۡ سَنَفۡرُغُ یَا مِرۡزَا

(مکاشفات صفحہ ۲۸)

کہ مرزا صبر کر ہم ابھی فارغ ہوتے ہیں:

جواب:۔ہاں خدا تعالیٰ کبھی یہ بھی فرمایا کرتا ہے کہ اے بندو! ابھی ہم فارغ ہوتے ہیں۔قرآن مجید میں ہے:۔ سَنَفۡرُغُ لَکُمۡ اَیُّہَ الثَّقَلٰنِ (الرحمٰن:۳۲) اے دو مخلوقو! (یعنی جنو! اور انسانو!) ہم عنقریب تمہارے لئے فارغ ہوں گے۔**فلا اعتراض**

نوٹ:۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام میں لفظ ''**لک**'' نہیں ہے۔اس لئے اس میں تہدید کا پہلو نہیں ہے۔نیز لفظ اِصۡبِرۡ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کلام تسکین دہی کی غرض سے ہے پس مولوی محمد علی امیر پیغام کی کتاب بیان القرآن کا حوالہ قابل اعتنا نہیں اور نہ ہم پر حجت ہے۔

۴۰۔قرآن خدا کا کلام اور میرے منہ کی باتیں ہیں

جواب نمبرا:۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔قرآنِ مجید میرے منہ کی باتیں ہیں۔الہام میں صیغہ غائب سے صیغہ متکلم کی طرف تشریحاً تبدیلی ہوئی ہے۔جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو ملہم ہیں اس کی تشریح فرمادی ہے۔

''سوال پیش ہوا کہ حضور کو جو الہام ہوا ہے''قرآن خدا کا کلام ہے اور میرے منہ کی باتیں'' اس الہام الٰہی میں میرے کی ضمیر کس کی طرف پھرتی ہے؟یعنی کس کے منہ کی باتیں؟فرمایا:۔''خدا کے منہ کی باتیں''اس طرح کے ضمائر کے اختلاف کی مثالیں قرآن شریف میں موجود ہیں (بدر جلد ۶ نمبر ۲۸۔مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۰۷ء صفحہ ۶)چنانچہ بعینہٖ اسی طرح

۱۔اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ (الفاتحۃ: ۳ تا ۵)

میں پہلے سب غائب کے صیغے ہیں اور پھر یکدم صیغہ حاضر شروع ہوجاتا ہے۔کیا خدا تعالیٰ (نعوذ باللہ) آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے فرمارہاہے کہ''اِیَّاكَ نَعۡبُدُ''ہرگز نہیں۔**فلا اعتراض**

۲۔قرآن مجید میں ہے:''وَاللّٰهُ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیۡرُ سَحَابًا فَسُقۡنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ''(فاطر:۱۰)اور اللہ ہے جو بھیجتا ہے ہوائیں جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں۔پس ہم اس کو ہانک لاتے ہیں مردہ بستی کی طرف۔اس آیت میں پہلے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر بصیغہ غائب کیا گیا ہے پھر اسی آیت میں آگے چل کر یکدم سُقۡنَا صیغہ متکلم شروع ہو گیا ہے۔کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ بادل آلودہ ہواؤں کو اٹھاتا تو اللہ تعالیٰ ہے مگر مردہ بستی کی طرف ہانک کر لانے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔(نعوذ باللہ)

۳۔وَالَّذِیۡ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنۡشَرۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّیۡتًا (الزخرف:۱۲)

اور وہ جس نے اندازہ کے مطابق آسمان سے پانی اتارا اور پھر ہم نے زندہ کیا اس سے مردہ بستی کو۔

۴۔وَهُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیۡءٍ (الانعام:۱۰۰)

وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا۔پھر ہم نے اس میں سے ہر چیز کی سبزی نکالی۔

۵۔قرآن مجید میں ہے:مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ عَلٰی مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَیۡهِ (ال عمران: ۱۸۰)

کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اس حالت پر نہیں چھوڑے گا جس پر کہ تم اب ہو۔اس آیت میں الۡمُؤۡمِنِیۡنَ مفعول بصورت صیغہ غائب ہے مگر''اَنۡتُمۡ عَلَیۡهِ''میں انہی مومنین کو ضمیر مخاطب سے ذکر کیا ہے حالانکہ اگر معترض کا اسلوب بیان مدنظر ہوتا تو عَلٰی مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَیۡهِ کی بجائے **عَلٰی مَاهُمۡ عَلَیۡهِ** چاہیے تھا مگر

صیغہ غائب کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی فقرہ میں صیغہ مخاطب میں تبدیل کر کے بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں ایسا ہو جایا کرتا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید میں اس اسلوب بیان کی بیسوں مثالیں ہیں مگر انہیں پر اکتفا کی جاتی ہے۔

جواب نمبر۲۔ اگر مندرجہ بالا جواب کو قبول نہ کرو تو حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے جواب سنو۔ فرماتے ہیں:۔

۱۔ ''عارف...... ذاتِ حق میں واصل ہو جاتا ہے۔ ان کی گردش اللہ تعالیٰ کی گردش اور ان کی باتیں اللہ تعالیٰ کی باتیں ہوتی ہیں اور ان کی نظر خدا کی نظر ہوتی ہے۔ حضور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میں کسی بندہ کو اپنا دوست بناتا ہوں تو میں اس بندے کے کان آنکھیں اور زبان، ہاتھ پاؤں وغیرہ بن جاتا ہوں۔ تاکہ وہ مجھ سے سنے، دیکھے، بولے، کام کرے اور چلے۔''

(تذکرۃ الاولیاء اردو باب ۱۳ صفحہ ۱۰۱ شائع کردہ برکت علی اینڈ سنز۔ بار سوم مطبع علمی پرنٹنگ پریس لاہور۔ ظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء شائع کردہ حاجی چراغ دین سراجدین مطبوعہ جلال پرنٹنگ پریس صفحہ ۱۱۷)

نوٹ:۔ یاد رہے کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم الشان شخصیت کا کسی مسلمان کو انکار نہیں۔ چنانچہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب مترجم اردو صفحہ ۱۱۵ میں ان کی عظمت و بزرگی کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔

۲۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''اور بندہ کی عزت اس میں ہوتی ہے کہ اپنے فعلوں اور امکانِ مجاہدہ بجمالِ حق میں آفتِ فعل سے بچا ہو۔ اور اپنے فعلوں کو خدا تعالیٰ کے فضل میں مستغرق جانے اور مشاہدہ کو ہدایت کے پہلو میں منفی۔ پس اس کا قیام حق سے ہے۔ وہ تعالیٰ شانہٗ اس کے اوصاف کا وکیل ہو اور اس کے فعل کو سب اسی کی طرف نسبت ہوتا کہ اپنے کسب کی نسبت سے نکل گیا ہو۔ چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جبرائیل سے خبر دی ہے اور جبرائیل نے خدا تعالیٰ سے جیسا کہ فرمایا:۔ ''لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبُّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَیَدًا وَبَصَرًا وَمُؤَیِّدًا وَلِسَانًا فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَبْطِشُ وَبِیْ یَنْطِقُ.'' یعنی بندہ مجاہدہ کے ساتھ ہم سے تقرب کرتا ہے۔ ہم اس کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ اس کی ہستی کو اس میں فنا کر دیتے ہیں اور اس سے اس کے فعلوں کی نسبت ہٹاتے ہیں۔ تاکہ جو کچھ سنے ہم سے سنے جو کہے ہم سے کہے جو دیکھے ہم سے دیکھے اور جو کچھ پکڑے ہم سے

پکڑے یعنی ہمارے ذکر میں مغلوب ہو اور اس کا کسب اس کے ذکر سے فنا ہو اور ہمارا ذکر اس کے ذکر پر غالب ہو جائے اور آدمیت کی نسبت اس کے ذکر سے قطع ہو جائے۔ تب اس کا ذکر ہمارا ذکر ہو گا۔ حتی کہ حالت غلبہ میں اس صفت پر ہو جائے جو کہ ابو یزیدؒ نے کہا۔ **سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ** اور جس نے ان کی کلام کی تاک پر کہا وہ کہنے والا ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اَلْحَقُّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ** یعنی حق عمرؓ کی زبان سے گویا ہے۔ اس کی اصلیت ایسی ہوتی ہے کہ حق کا قہر آدمیت پر اپنا غلبہ ظاہر کرتا ہے۔ اس کو اس اس کی ہستی سے نکال دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے کلام استحالہ سے سب کلام حق ہوتی ہے۔'' (کشف المحجوب مترجم اردو صفحہ ۲۸۷)

۴۱۔ انگریزی الہامات کی زبان پر اعتراض

مکتوبات جلد ا صفحہ ۶۸ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام بایں الفاظ میں شائع ہوا ہے۔

(۱) "You have to go Amritsar" (یوہیوٹو گوامرتسر)

یعنی تمہیں امرتسر جانا ہوگا۔ اس پر اعتراض کیا گیا کہ لفظ (go) اور امرتسر کے درمیان لفظ ٹو (to) چاہیے تھا۔ یعنی عبارت اسی طرح ہونی چاہیے تھی۔

"You have to go to Amritsar"

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ لفظ to کا اس الہام میں رہ جانا محض سہو کتابت کا نتیجہ ہے اصل الہام سے مفقود نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اسی جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''فقرات کی تقدیم تاخیر کی صحت بھی معلوم نہیں اور بعض الہامات میں فقرات کا تقدم تاخر بھی ہو جاتا ہے۔ اس کو غور سے دیکھ لینا چاہیے۔'' (مکتوبات جلد ا صفحہ ۶۸ و تذکرہ صفحہ ۹۲ ایڈیشن ۲۰۰۴ء)

پھر فرماتے ہیں:

''چونکہ یہ غیر زبان میں الہام ہے اور الہام الٰہی میں ایک سُرعت ہوتی ہے اس لئے ممکن ہے کہ بعض الفاظ کے ادا کرنے میں کچھ فرق ہو۔'' (حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۱۷ حاشیہ)

اس امر کا ثبوت کہ لفظ "go" کے بعد "to" کا رہ جانا محض سہو کتابت سے ہے یہ ہے کہ اس الہام سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس الہام سے بالکل مشابہ ایک اور الہام ہو چکا ہے جس میں لفظ to کو go کے بعد استعمال کیا گیا ہے۔ وہ الہام براہین احمدیہ حصہ چہارم۔

روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۵۵۹ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳ و تذکرہ صفحہ ۹۲ مطبوعہ ۲۰۰۴ء پر ہے۔

''دن ول یو گوٹو امرت سر'' Then will you go to Amritsar

یعنی تب تم امرتسر بھی جاؤ گے۔ اس الہام میں فقرہ go to Amritsar استعمال ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ملہم (خدا تعالیٰ) کو تو go to کا محاورہ معلوم تھا مگر اس کے لکھنے میں سہو کتابت کے باعث لفظ to رہ گیا۔ اس قسم کا سہو اس قدر عام ہے کہ اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی لیکن ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک دوسرے الہام کو بطور دلیل پیش کر کے ثابت کر دیا ہے کہ معترضین کا اعتراض سراسر باطل ہے۔

۲۔ لفظ ''ضلع'' کا استعمال انگریزی میں

مندرجہ بالا الہام سے اگلا الہام ہے:۔

(۲) "He halts in the Zilla Peshawar"

کہ وہ ضلع پشاور میں قیام کرتا ہے۔ (تذکرہ صفحہ ۹۲ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

اس الہام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انگریزی میں لفظ ''ضلع'' استعمال نہیں ہوتا۔

جواب:۔ غلط ہے۔ انگریزی میں لفظ ''ضلع'' کا استعمال ہوتا ہے۔

۱۔ دی نیو آکسفورڈ ڈکشنری

by Judy Pearsall under word "Zilla" لکھا ہے:۔

ZILLAH:- ADMINISTRATIVE DISTRICT.

۲:۔ دی پبلک سروس انکوائریز ایکٹ کی دفعہ نمبر ۸ میں دو دفعہ یہ لفظ ''ضلع'' انگریزی میں استعمال ہوا ہے۔ دیکھو دی پنجاب کورٹس ایکٹ مرتبہ و شائع کردہ شمیر چند بیرسٹر ایٹ لاء مطبوعہ ۱۹۳۳ء صفحہ ۸۳۔ علاوہ ازیں آکسفورڈ ڈکشنری زیر لفظ "Zilla" پر لفظ ''ضلع'' موجود ہے۔

۳۔ ''بائی'' بمعنے ''ساتھ''

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے:۔

GOD IS COMING BY HIS ARMY (گاڈ از کمنگ بائی ہز آرمی)

(تذکرہ صفحہ ۵۲ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

یعنی خدا اپنی فوج کے ساتھ آرہا ہے۔

اس الہام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے اس میں لفظ ''بائی'' کا استعمال درست نہیں ۔ اس کی بجائے لفظ With (ساتھ) استعمال ہونا چاہیے تھا۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض انگریزی زبان کے نہ جاننے کے باعث پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ انگریزی زبان میں لفظ by بائی with کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو۔ انگلش ڈایالکٹ ڈکشنری مصنّفہ جوزف رائٹ صفحہ ۴۷۰۔ اس میں لکھا ہے:۔

"BY together with, in company with, I will go if you go by me, come along by me."

یعنی لفظ ''بائی'' کے معنے ہیں ''ساتھ''۔ ''ہمراہ''۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ میں تب جاؤں گا اگر تم میرے ساتھ (بائی) جاؤ گے+تم میرے ''ساتھ'' آؤ۔

محولہ بالا ڈکشنری وہ ڈکشنری ہے جس کے متعلق لکھا ہے:۔

Complete vocabulary of all english dialect

کہ یہ انگریزی زبان کے تمام محاورات کا خزینہ ہے۔

علاوہ ازیں انگریزی کی سب سے بڑی ڈکشنری مصنفہ ویبسٹر (WEBSTER) جس کا نام ہے۔ ''انٹرنیشنل ڈکشنری آف انگلش لینگوئج'' مطبوعہ ۱۹۰۷ء پر لفظ come کے نیچے لکھا ہے:

(Come by:- To pass "by way of")

یعنی کم بائی (come by) کے معنے ہیں۔ بذریعہ۔ پس اس الہامی فقرہ کے معنے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ بذریعہ افواج آرہا ہے۔ یعنی خدا کا آنا بذریعہ افواج قاہرہ ہوگا۔

پس انگریزی زبان میں لفظ by (بائی) with کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام انگریزی زبان کے لحاظ سے بالکل با محاورہ اور درست ہے۔

۴۔ ایکسچینج بمعنی چینج

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے۔

"Words of God cannot exchange"

(ورڈز آف گاڈ کین ناٹ ایکسچینج) تذکرہ صفحہ ۸۷ مطبوعہ ۲۰۰۴ء یعنی خدا کے الفاظ تبدیل نہیں ہوسکتے۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں لفظ exchange (ایکسچینج) لفظ change کے معنے میں استعمال ہوا ہے۔ حالانکہ بلحاظ قواعد واسلوبِ اہل زبان یہ لفظ "change" کے معنے میں استعمال نہیں ہوسکتا۔ اگر الہام میں لفظ ایکسچینج کی بجائے چینج ہوتا تو درست ہوتا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ شبہ بھی انگریزی زبان سے ناواقفیت کے باعث پیدا ہوا ہے۔ ورنہ انگریزی زبان میں exchange کا لفظ change کے معنے میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ انگریزی زبان کی مشہور اور مروج لغت آکسفورڈ ڈکشنری میں لفظ exchange کے معنے change لکھے ہیں۔

علاوہ ازیں Marrey's Dictionary میں لفظ exchange کے ماتحت لکھا ہے کہ یہ لفظ change کے معنے میں استعمال ہوتا ہے اور اس کے استعمال کا ثبوت بطور مثال یہ فقرہ لکھا ہے۔

"I return again just to the time not with the time exchanged."

یعنی میں وقت مقررہ پر واپس آیا ہوں۔ تبدیل شدہ وقت پر نہیں۔ پس انگریزی زبان میں ''ایکسچینج'' کا لفظ ''چینج'' کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام میں ہوا۔ اور اس پر اعتراض کرنا انگریزی زبان سے ناواقفیت کا ثبوت ہے۔

ایک اور مفہوم

علاوہ ازیں ایکسچینج Exchange کا لفظ مسلمہ طور پر "Inter change" کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اگر اس لحاظ سے الہام کے الفاظ کو دیکھا جائے تو الہام کے معنے یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ آپس میں بدل نہیں سکتے۔

مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس قدر افصح اور ابلغ ہوتا ہے کہ اس کا ہر لفظ اپنی جگہ پر نہایت موزوں ہوکر بیٹھتا ہے اور جو جہاں استعمال ہو۔ وہ وہاں ہی صحیح معنے دیتا ہے۔ اور اگر کسی لفظ کو اپنی جگہ سے ہٹا کر اس کی جگہ دوسرا لفظ وہاں رکھا جائے تو عبارت کا مفہوم بگڑ جائے گا۔ چنانچہ اعلیٰ کلام کی یہ

خصوصیت مسلم ہے کہ اس کا ہر لفظ بامعنی اور برمحل ہوتا ہے۔ خصوصاً قرآن مجید کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ اس میں بلاغت کا یہ کمال اس قدر نمایاں ہے کہ اگر اس کا ایک لفظ بھی بدل دیا جائے تو آیت کا مفہوم اس قدر بگڑ جاتا ہے کہ سیاق وسباق عبارت اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام میں خواہ لفظ ''ایکسچینج'' کو ''چینج'' کے معنے میں لیا جائے خواہ انٹر چینج (inter change) کے معنے میں، الہام کی زبان بالکل درست اور محاورۂ اہلِ زبان کے عین مطابق ہے اور اس پر اعتراض کرنے سے بجز اس کے کہ معترض کی اپنی علمی پردہ دری ہو اور کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔

۴۲۔ قابل تشریح الہامات

۱۔ قرآن مجید میں حروف مقطعات کٰھٰیٰعٓصٓ ۔ طٰسٓ ۔ طٰسٓمٓ ۔ حٰمٓ ۔ نٓ ۔ قٓ ۔ یٰسٓ وغیرہ وغیرہ کے متعلق بھی مخالفین تمہاری طرح گول مول الہام ہونے کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔

۲۔ تمہارے ہی جیسے دشمنان حق نے حضرت شعیبؑ سے بھی کہہ دیا تھا کہ تمہارے الہامات گول مول ہیں جن کی ہمیں کچھ سمجھ نہیں آتی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:۔

یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ (ھود : ۹۲) کہ اے شعیبؑ! ہمیں اکثر باتوں کی جو تو کرتا ہے سمجھ نہیں آتی۔

۳۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''الاقتصاد فی الاعتقاد'' میں لکھتے ہیں:۔

''قرآن مجید کے سب معنی سمجھنے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی...... مقطعات قرآنی ایسے حروف یا الفاظ ہیں جو اہل عرب کی اصطلاح میں کسی معنے کے لئے موضوع نہیں۔''

(علم الکلام اردو ترجمہ الاقتصاد فی الاعتقاد صفحہ ۲۶)

۴۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الفوز الکبیر'' میں قرآن مجید کی ان آیات کے متعلق جن میں تخصیص نہ ہو لکھتے ہیں:۔

''اجتہاد را دریں قسم دخلے ہست وقصص متعددہ را آنجا گنجائش ہست۔'' (الفوز الکبیر صفحہ ۴۰)

کہ اس قسم کے الہامات میں اجتہاد کا راستہ کھلا ہے اور کئی قصوں کی ان آیات کی تشریح میں شامل کئے جانے کی گنجائش ہے۔

۵۔امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:۔

فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی ’’ الٓمّٓ ‘‘ وَمَا یَجْرِیْ مَجْرَاہُ مِنَ الْفَوَاتِحِ قَوْلَانِ اَحَدُھُمَا اَنَّ ھٰذَا عِلْمٌ مَسْتُوْرٌ وَ سِرٌّ مَحْجُوْبٌ اِسْتَأْثَرَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی بِہٖ. وَ قَالَ اَبُوْ بَکْرِ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ کُلِّ کِتٰبٍ سِرٌّ وَ سِرُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ اَوَائِلُ السُّوَرِ. (تفسیر کبیر رازی زیر آیت الٓمّٓ. البقرۃ:۱۔ قول المتکلمین فی الٓمّٓ وامثالھا. المسئلۃ الثانیۃ)

کہ الٓمّٓ وغیرہ مقطعات کی نسبت دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ چھپا ہوا علم اور راز داروں پر پردہ ہے جس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی بھید ہر کتاب میں ہوتا ہے اور قرآن میں اس کا بھید قرآن مجید کی سورتوں کے ابتدائی مقطعات ہیں۔

۶۔’’لَا بُعْدَ فِیْ تَکَلُّمِ اللّٰہِ تَعَالٰی بِکَلَامٍ مُفِیْدٍ فِیْ نَفْسِہٖ لَا سَبِیْلَ لِاَحَدٍ اِلٰی مَعْرِفَتِہٖ اَلَیْسَتْ فَوَاتِحُ السُّوَرِ مِنْ ھٰذَا الْقَبِیْلِ وَھَلْ یَجُوْزُ لِاَحَدٍ اَنْ یَّقُوْلَ اِنَّھَا کَلَامٌ غَیْرُ مُفِیْدٍ وَھَلْ لِاَحَدٍ سَبِیْلٌ اِلٰی دَرْکِہٖ.‘‘ (السرج الوہاج شرح مسلم جلد۲ صفحہ ۷۷۴ مصنفہ نواب صدیق حسن خان)

یعنی یہ امر کوئی بعید نہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا الہام یا وحی نازل ہو جو اپنی ذات میں مفید تو ہو مگر اس کے معنے کوئی نہ سمجھ سکے۔کیا قرآن مجید کے حرف مقطعات اس طرح کے نہیں ہیں۔کیا کسی کے لئے یہ کہنا جائز ہے کہ ان کا کوئی فائدہ نہیں۔پھر کیا کوئی ان کا علم حاصل کرسکتا ہے؟ (یعنی نہیں کرسکتا۔)

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ الہامات جو خاص واقعات کے متعلق ہیں، ان کی تشریح خود حضرت اقدسؑ نے فرما دی اور جو بعض آئندہ زمانہ کی پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں وہ اپنے وقت پر پورے ہوں گے اور ان کے معنے واقعات کی روشنی میں کھل جائیں گے۔جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔سَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ فَتَعْرِفُوْنَھَا (النمل:۹۴) کہ ہم تم کو اپنے نشان دکھائیں گے تو تم ان کو پہچان لوگے۔

اور بعض الہامات جو عام ہیں ان کی تشریح و تفسیر کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے حوالہ سے اوپر درج کیا جاچکا ہے۔بہرحال ان الہامات کو گول مول قرار دینا یا ان کو غیر مفید بتانا اپنی شقاوتِ قلبی اور کور باطنی پر مہر تصدیق ثبت کرنا ہے۔

اب ذیل میں چند الہامات مع تشریح درج کئے جاتے ہیں:۔

ا۔ ’’غُثُمْ غُثُمْ غُثُمْ ‘‘ بے معنی فقرہ ہے

جواب الف:۔تمہارے جیسے داناؤں نے حضرت شعیبؑ کو کہا تھا کہ یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ (هود : ۹۲)اے شعیب! تیری اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔

ب۔حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

’’قرآن مجید کے سب معنے سمجھنے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی......مقطعاتِ قرآنی ایسے حروف یا الفاظ ہیں جو اہل عرب کی اصطلاح میں کسی معنے کے لئے موضوع نہیں۔‘‘

(علم الکلام ترجمہ اردو الاقتصاد فی الاعتقاد صفحہ ۵۶)

غُثُمْ غُثُمْ غُثُمْ حضرت اقدس علیہ السلام کا کوئی الہام نہیں ہے۔ بلکہ **غَثَمَ غَثَمَ غَثَمَ لَهُ** ہے اور اس کے معنی ہیں اس کو مال یکدم دیا گیا۔ الہام کے ساتھ ترجمہ بھی الہام ہوا ہے۔ الہام کے یہ الفاظ ہیں **غَثَمَ غَثَمَ غَثَمَ لَهُ دَفَعَ اِلَيْهِ مِنْ مَّالِهِ دَفْعَةً**. (تذکرہ صفحہ ۲۶۶ مطبوعہ ۲۰۰۴ء) دیا گیا اس کو مال اس کا۔ لغت میں ہے:۔**غَثْمًا لَهُ دَفَعَ لَهُ دَفْعَةً جَيِّدَةً مِّنَ الْمَالِ** (منجد زیر لفظ غثم) کہ **غثم** کے معنے ہیں اس کو یکدم مال دیا گیا۔

پھر عربی انگریزی ڈکشنری ’’الفرائد الدریہ‘‘ میں لکھا ہے:۔

غَثَمَ To give at once to any one.

یکدم کسی کو مال دینا۔ پس یہ الہام بے معنے نہیں اور تمہارا اس کو **غُثُم غُثُم** پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی بدزبان دشمنِ اسلام الٓمّٓ کو اُلُم اُلُم پڑھ کر اس پر تمسخر اڑائے۔

نیز دیکھو ’’لسان العرب‘‘ میں لکھا ہے:۔**غَثَمَ لَهُ مِنَ الْمَالِ غَثْمَةً. اِذَا دَفَعَ لَهُ دَفْعَةً** گویا **غَثَمَ لَهُ** کے معنے لفظاً لفظاً لغت میں وہی ہیں جو حضرت اقدسؑ کے الہام میں ہیں۔ نیز دیکھو اقرب الموارد۔

۲۔’’ایک ہفتہ تک کوئی باقی نہ رہے گا‘‘ بے معنی ہے

جواب:۔خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔’’اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (الحج: ۴۸)‘‘ کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک دن انسانوں کے ہزار سال کے برابر ہے اور انجیل میں بھی ہے۔’’یہ خاص بات تم پر پوشیدہ نہ رہے کہ خداوند کے نزدیک ایک دن ہزار برس کے برابر

ہے اور ہزار برس ایک دن کے برابر۔ خداوند اپنے وعدہ میں دیر نہیں کرتا۔'' (پطرس ۳/۸)

۱۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بتایا کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے اور سات ہزار سال کے بعد دنیا پر قیامت آ جائے گی۔ چنانچہ حج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان صاحب مطبع شاہجہانی بھوپال صفحہ ۳۸ پر لکھا ہے:۔

''در بعض روایات آمدہ کہ عمرِ دنیا ہفت ہزار سال است۔ پس بس۔ چنانچہ حکیم ترمذی در نوادرالاصول در حدیث طویل...... باسناد خود تا ابو ہریرۃؓ روایت کردہ کہ فرمود رسول خدا صلعم...... مدت دنیا از روز یکہ مخلوق شدہ تا آں روز کہ فنا شود بماند و آں ہفت ہزار سال است...... وانس بن مالک گفتہ کہ فرمود رسول خدا صلعم...... عمر دنیا کہ ہفت ہزار سال است...... اَخْرَجَهٗ ابن عساکر فی تاریخهٖ ونیز وی مرفوعًا از انس روایت کردہ کہ عمر دنیا ہفت روز است......، لیکن بطریق صحیح از ابن عباسؓ آمدہ کہ دنیا ہفت روز است و ہر روز ہزار سال۔''

(حج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان صاحب مطبع شاہجہانی بھوپال صفحہ ۳۸۔۳۹ فصل سوم در بیان عمر دنیا)

۲۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس الہام کی تشریح بہ تفصیل بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ اس الہام کے متعلق حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔

''اور دنیا کی عمر بھی ایک ہفتہ بتلائی گئی ہے۔ اس جگہ ہفتہ سے مراد سات ہزار سال ہیں۔ ایک دن ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (الحج:۴۸) (بدر ۲۸ فروری ۱۹۰۷ء)

۳۔ دنیا کی عمر سات ہزار سال کے متعلق تفصیلی بحث دیکھو تحفہ گولڑویہ و براہین احمدیہ حصہ پنجم۔

۳۔ ''پہلے بیہوشی پھر غشی پھر موت''

بے معنی الہام ہے

جواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں:۔

''۳۰ / جون ۱۸۹۹ء میں مجھے یہ الہام ہوا۔ پہلے بیہوشی، پھر غشی، پھر موت، ساتھ ہی اسکے یہ تفہیم ہوئی کہ یہ الہام ایک مخلص دوست کی نسبت ہے جس کی موت سے ہمیں رنج پہنچے گا۔ چنانچہ اپنی جماعت کے بہت سے لوگوں کو یہ الہام سنایا گیا اور الحکم ۳۰ / جون ۱۸۹۹ء میں درج ہو کر شائع کیا گیا پھر

آخر جولائی ۱۸۹۹ء میں ہمارے ایک نہایت مخلص دوست یعنی ڈاکٹر محمد بوڑے خاں اسسٹنٹ سرجن ایک ناگہانی موت سے قصور میں گذر گئے۔ اوّل بے ہوش رہے پھر یک دفعہ غشی طاری ہوگئی۔ پھر اس ناپائدار دُنیا سے کوچ کیا اور اُن کی موت اور اس الہام میں صرف بیس ۲۰ یا بائیس ۲۲ دن کا فرق تھا۔"

(حقیقۃ الوحی ۔ روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ۲۲۳، ۲۲۴ و نزول المسیح ۔ روحانی خزائن جلد۱۸ صفحہ۶۰۹)

۴۔ "موت ۱۳ ماہ حال کو۔ ایک دم میں دم رخصت ہوا پیٹ پھٹ گیا"

سوال:۔ کس کا؟

جواب:۔ یہ الہام ۵ شعبان ۱۳۲۴ھ کو ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔ "مجھ کو ۳۰ / جولائی ۱۹۰۶ء میں اور بعد اس کے اور کئی تاریخوں میں وحی الٰہی کے ذریعہ سے بتلایا گیا کہ ایک شخص اس جماعت میں سے ایک دم میں دُنیا سے رخصت ہو جائے گا اور پیٹ پھٹ جائے گا اور شعبان کے مہینہ میں وہ فوت ہوگا۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق شعبان ۱۳۲۴ھ میں میاں صاحب نور مہاجر جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب کی جماعت میں سے تھا یک دفعہ ایک دم میں پیٹ پھٹنے کے ساتھ مر گیا۔" (حقیقۃ الوحی ۔ روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ۴۳۵)

۵۔ "ایلی اوس"

جواب:۔ "ایلی" کا ترجمہ ہے "اے خدا!" اور "اوس" کا ترجمہ ہے انعام۔ عطیّہ۔ المنجد میں ہے:۔

اٰسَ. اَوْسًا وَاِیَاسًا: اَعْطٰی. عَوَّضَ. اَلْاَوْسُ: اَلْعَطِیَّۃُ (المنجد زیر لفظ اٰس) کہ اٰسَ. اَوْسًا کے معنے ہیں۔ اس نے انعام دیا۔ معاوضہ دیا۔ "اوس" کے معنے ہیں "عطیہ" اور یہی معنے "اَلْفَرَائِدُالدُّرِّیَّۃُ زیر لفظ اٰس" میں بھی مذکور ہیں۔ پس "ایلی اوس" کے معنے ہوں گے۔ اے میرے خدا! مجھ پر انعام کر۔ مجھے اجر دے۔

۶۔ ھُوَشَعْنَا نَعْسًا

جواب:۔ الف:۔ ھُوَ شَعْنَا کے معنے ہیں "کرم کر کے نجات دے۔"

"اے خداوند میں منت کرتا ہوں کہ نجات بخشیے۔" (دیکھو زبور ۱۱۸/۲۵)

ب۔ انجیل مطبوعہ ۱۹۲۸ء میں ہے۔ "ابن داؤد کو ھُوَ شَعْنَا" اور اس آیت میں ھُوَ شَعْنَا

پر حاشیہ میں لکھا ہے۔اس کے معنے ہیں کرم کر کے نجات دے۔'' (متی ۲۱/۹)

ج۔**نَعِسًا** کا ترجمہ عبرانی میں ہے granted (قبول ہوئی) گویا **ھُوَ شَعْنَا** میں جو دعا تھی **نَعِسًا** کے لفظ میں ساتھ ہی اس کی قبولیت بھی الہاماً بتا دی گئی۔

۲۔خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس الہام کا ترجمہ تحریر فرما دیا ہے:۔

''جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔**ھو شعنا نعسا**. ......ترجمہ۔اے خدا! میں دعا کرتا ہوں کہ مجھے نجات بخش اور مشکلات سے رہائی فرما۔ہم نے نجات دی۔یہ دونوں فقرے عبرانی زبان میں ہیں اور یہ ایک پیشگوئی ہے جو دُعا کی صورت میں کی گئی اور پھر دعا کا قبول ہونا ظاہر کیا گیا اور اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جو موجودہ مشکلات ہیں یعنی تنہائی بیکسی ناداری کسی آئندہ زمانہ میں وہ دُور کر دی جائیں گی۔چنانچہ پچیس ۲۵ برس کے بعد یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور اس زمانہ میں ان مشکلات کا نام و نشان نہ رہا۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۰۴،۱۰۵)

۷۔آسمان مٹھی بھر رہ گیا

جواب:۔اس الہام کا مطلب یہ ہے کہ عنقریب آسمان سے قہری نشان ظاہر ہوں گے۔

آسماں اے غافلو اب آگ برسانے کو ہے (المسیح الموعود)

نیز حضرت اقدس علیہ السلام نے جنگ یورپ کی پیشگوئی کرتے ہوئے بھی فرمایا:۔

اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشاں
آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۵۲)

۸۔ایک دانہ کس کس نے کھانا

جواب۔(۱) یہ الہام ۸رفروری ۱۹۰۶ء کا ہے۔اس کے سیاق میں جو الہامات ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

''زمین کہتی ہے **یَا نَبِیَّ اللّٰہِ کُنْتُ لَا اَعْرِفُکَ یُخْرِجُ ھَمُّہٗ وَ غَمُّہٗ دَوْحَۃَ اِسْمٰعِیْلَ فَاخْفِھَا حَتّٰی یَخْرُجَ**. ایک دانہ کس کس نے کھانا۔'' (بدر جلد ۲ نمبر ۷ مورخہ ۱۶رفروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ والحکم جلد ۱۰ نمبر ۵ مورخہ ۱۰رفروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۱ وتذکرہ صفحہ ۵۰۷ مطبوعہ ۲۰۰۴ء) زمین کہتی ہے۔اے نبی

اللہ! میں تجھے نہیں پہچانتی تھی۔اس کا(مسیح موعود کا)هم اور غَم اسماعیل کے درخت کو اگانے کا موجب ہوگا۔پس اس کو پوشیدہ رکھ۔یہاں تک کہ وہ ظاہر ہو جائے۔ایک دانہ کس کس نے کھانا۔ظاہر ہے کہ یہاں دانہ سے مراد دوحة اسمٰعیل یعنی اسماعیل کے درخت کا دانہ ہے۔یعنی وہ غم اور قوم کا درد جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں تھا وہ بطور بیج کے ہوکر ایک دن اسمٰعیل کا عظیم الشان درخت بن جائے گا۔یعنی شوکت اسلام کے ظہور کا موجب ہوگا۔اور تمام دنیا اس سے برکت پائے گی۔غرضیکہ یہ غم جس کو آج اکیلا خدا کا مسیح کھا رہا ہے ایک دن رحمت و برکت کا موجب بن کر ثمر دار درخت بن جائے گا اور پھر سب دنیا اس پھل کو کھائے گی۔یہ ہے وہ ''دانہ'' جسے کس کس نے کھانا۔''

(۲) یہ دانہ قرآن مجید بھی ہوسکتا ہے کہ باوجود اس قدر مختصر ہونے کے پھر بھی تمام دنیا کے لئے روحانی غذا بن کر ان کی بھوک کو مٹاتا ہے کیونکہ اسمٰعیل کے درخت (یعنی شوکتِ سلسلہ محمدیہ) کا سب سے اونچا اور خوبصورت پھل یہی قرآن مجید ہے۔

۹۔پچیس دن یا پچیس(۲۵)دن تک

جواب:۔یہ الہام ۷/مارچ ۱۹۰۷ء کا ہے (دیکھو بدر جلد ۶ نمبر ۱۱ مورخہ ۱۴/مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ والحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ مورخہ ۱۷/مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱ بحوالہ تذکرہ صفحہ ۵۹۲ مطبوعہ ۲۰۰۴ء) حضرت اقدس علیہ السلام نے اسی دن اس کی تشریح میں فرمایا تھا:۔

''کوئی ہولناک یا تعجب انگیز واقعہ ہے۔'' (بدر ۱۴/مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۳)

چنانچہ اس الہام سے پورے پچیسویں دن یعنی ۳۱/مارچ ۱۹۰۷ء کو (اس الہام کے شائع ہو چکنے کے کئی دن بعد) ایک پُر ہیبت آتشیں گولہ آسمان پر سے مختلف شہروں میں گرتا ہوا نظر آیا۔چنانچہ لاہور کے مشہور انگریزی اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے بھی اس پر لکھا:۔کئی نامہ نگاروں نے ہمیں اس شہاب کے متعلق خطوط لکھے جو اتوار (۳۱/مارچ) کی شام کو پونے پانچ بجے کے قریب دیکھا گیا۔تو اس کے پیچھے ایک بہت لمبی دوہری دودھارا ایسی تھی جیسے دھواں ہوتا ہے۔(سول اینڈ ملٹری گزٹ ۳/اپریل ۱۹۰۷ء)

نوٹ:۔الہام ''ایسوسی ایشن'' میں جماعت احمدیہ کے قیام کی پیشگوئی ہے۔

۱۰۔الہام ''مضر صحت''

(الحکم جلد ۹ نمبر ۲۱ مورخہ ۱۷/جون ۱۹۰۵ء صفحہ ۱)

میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محنت شاقہ و شب بیداری کا ذکر ہے اور الہام ’’آثار صحت‘‘ میں ایک آدمی کی بحالی صحت کی خبر دی گئی ہے جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دن دعا فرمائی تھی۔ (’’آثار صحت‘‘ دیکھو بدر جلد ۲ نمبر ۱۶ مورخہ ۸/مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۲۳)

۱۱۔ زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں

جواب:۔ اس کے ساتھ ایک اور الہام بھی ہے فَسَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا (دیکھو تذکرہ صفحہ ۴۲۶ مطبوعہ ۲۰۰۴ء) جس کی تشریح میں حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی دعا کا ذکر کیا ہے۔ کہ اے خدا! اپنے دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی قبولیت اس الہام میں فرمائی۔ چنانچہ ۱۹۰۴ء میں یہ الہام ہوا۔ طاعون کا دور دورہ ہوا اور لاکھوں دشمن ہلاک ہوئے۔ تعیین تو اس صورت میں کی جاتی اگر ایک دو دشمنوں نے ہلاک ہونا ہوتا۔

۱۲۔ شَرُّ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ

الجواب:۔ یہ الہام بدر جلد ۱ نمبر ۸ مورخہ ۲۵/مئی ۱۹۰۵ صفحہ ۲۔ الحکم جلد ۹ نمبر ۱۸ صفحہ ۱ مورخہ ۲۴/مئی ۱۹۰۵ء پر بھی ہے۔ اور ساتھ ہی درج ہے کہ شیخ رحمت اللہ صاحب لاہوری (جو بعد میں پیغامی پارٹی کے رکن ہو گئے تھے) کے لئے حضرت اقدسؑ نے دعا فرمائی تو الہام ہوا۔ شَرُّ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۔ یعنی شرارت ان لوگوں کی جن پر تو نے انعام کیا۔ اس الہام میں یہ بتایا گیا تھا کہ وہی لوگ جن پر حضرت اقدسؑ کی طرف سے بے شمار مہربانیاں ہوئی تھیں ایک وقت آئے گا کہ حضورؑ کی شان میں استخفاف کر کے حضورؑ کے مشن کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ فتنہ غیر مبایعین اٹھا اور شیخ رحمت اللہ صاحب ان کے رکن رکین بن گئے۔

۱۳۔ لاہور میں ایک بے شرم ہے

الجواب:۔ یہ الہام ۱۳/مارچ ۱۹۰۷ء کا ہے اور بدر جلد ۶ نمبر ۱۱ مورخہ ۱۴/مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ و الحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ مورخہ ۱۷/مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱ و تذکرہ صفحہ ۵۹۴ پر درج ہے۔ اس کی تشریح کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ کے الہامات بھی درج کئے جائیں۔

’’لاہور میں ایک بے شرم ہے وَیْلٌ لَّکَ وَ لِاِفْکِکَ اِنِّیْ نَعَیْتُ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ...... ایک امتحان ہے۔ بعض اس میں پکڑے جائیں گے اور بعض چھوڑ

دیئے جائیں گے۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔‘‘

ترجمہ:۔ لاہور میں ایک بے شرم ہے۔ اے بے شرم! تجھ پر اور تیرے جھوٹ پر لعنت۔ میں نے ایک شخص کی وفات کی خبر دی۔ بے شک میں ہی خدا ہوں۔ میرے سوا اور کوئی خدا نہیں۔ خدا سچوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ ایک امتحان ہے۔ بعض اس میں پکڑے جائیں گے اور بعض چھوڑ دیئے جائیں گے۔ اے اہل بیت! خدا نے ارادہ کیا ہے کہ تمہاری پلیدی کو دور کرے اور تمہیں پاک کرے۔

یہ سب الہامات ۱۳؍ مارچ کے ہیں۔ ان میں مندرجہ ذیل امور کی خبر دی گئی ہے:۔

۱۔ کوئی شخص فوت ہوگا۔

۲۔ اس دن ایک بہت بڑا فتنہ ہوگا۔

۳۔ اس فتنہ میں دو فریق ہو جائیں گے (ایک فریق پکڑا جائے گا دوسرا چھوڑا جائے گا) اور دونوں اپنے مقصد کی کامیابی کے لئے کوشش کریں گے۔

۴۔ وہ فریق جو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا سچا ہوگا۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّادِقِیْنَ۔

۵۔ اس فتنہ میں کوئی شخص جس کا تعلق لاہور سے ہوگا۔ انتہائی بے شرمی کا اظہار کرے گا اور ایسا طرزِ عمل اختیار کرے گا جس میں کذب بیانی اور دھوکا سے کام لیا گیا ہوگا۔

۶۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت یعنی حضورؑ کی بیوی اور بچوں کے خلاف بھی وہ فتنہ اٹھایا جائے گا لیکن خدا تعالیٰ ان کو ان حملوں سے محفوظ رکھے گا۔

۷۔ وہ لاہور کا ’’بے شرم‘‘ اپنی بہتان طرازی سے اپنی ’’بے شرمی‘‘ کا ثبوت کسی شخص کی وفات سے پہلے دے چکا ہوگا یعنی وفات بعد میں ہوگی۔ مگر اس سے قبل وہ جھوٹ وغیرہ کا واقعہ ہو چکا ہوگا کیونکہ لاہور میں ایک بے شرم اور اس کے جھوٹ کا ذکر الہام میں پہلے ہے اور اس کے بعد وفات کا ذکر ہے۔

اب دیکھ لو یہ سب پیشگوئیاں کس عظیم الشان طور پر پوری ہوئیں۔ ۱۳؍ مارچ کے دن یہ الہام ہوا تھا اور عین ۱۳؍ مارچ ۱۹۱۴ء کو یعنی الہام ہی کی تاریخ کو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات حسرت آیات ہوئی اور ’’اِنِّیْ نُعَیْتُ‘‘ کا الہام پورا ہوا (کہ میں نے کسی کے فوت ہونے کی خبر دی) آپ کی وفات سے قبل خفیہ طور پر مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے لاہوری پارٹی کے امیر نے ایک ٹریکٹ لکھ کر اور طبع کرا کے اس انتظار میں رکھا ہوا تھا کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ فوت ہو

جائیں اس وقت اس کو تقسیم کیا جائے گا۔ اس ٹریکٹ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور وصیت کے متعلق انتہائی کذب آفرینی سے کام لیا گیا تھا۔ وہ ٹریکٹ ۱۳/ مارچ کو حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی وفات کے دن تقسیم کیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ ایک خطرناک ''امتحان'' میں پڑ گئی۔ دو فریق ہو گئے۔ مولوی محمد علی صاحب اور آپ کا لاہوری فریق آئندہ کے لئے خلافت کو مٹانا چاہتے تھے اور اس کوشش میں تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کا کوئی جانشین منتخب نہ کیا جائے مگر دوسری طرف ایک دوسرا فریق تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی وصیت کے مطابق انتخاب خلافت کو ضروری قرار دیتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت بھی اسی دوسرے گروہ کے ہم خیال تھے۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرا گروہ کامیاب ہو گیا اور ''لاہوری'' فریق ناکام ہوا۔

حضرت سیدنا مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خلیفہ منتخب ہوئے۔ صادقین کو حمایت الٰہی حاصل ہوئی اور اہل بیت پر جو الزامات لگائے جاتے تھے ان کی تطہیر کا وعدہ پورا ہوا۔ غرضیکہ یہ سب پیشگوئیاں عظیم الشان طور پر پوری ہوئیں جو صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر زبردست گواہ ہیں۔ اس قدر تفصیل اور بسط کے باوجود بھی اگر کسی کو ''لاہور میں ایک بے شرم ہے'' کا مطلب سمجھ میں نہ آئے تو اس کا کیا علاج؟

۱۴۔ ''ایک امتحان ہے بعض اس میں پکڑے جائیں گے۔''

اس کی تفصیل مندرجہ بالا اعتراض کے جواب میں دیکھیں۔

۱۵۔ ''جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے''

جواب:۔ یہ الہام ۱۲/ اپریل ۱۹۰۴ء کا ہے اور اس سے پہلا الہام ''اے بسا خانۂ دشمن کہ تو ویراں کردی'' ہے۔ یہ دونوں الہامات الحکم جلد ۸ نمبر ۱۳ صفحہ ۱ مورخہ ۲۴/ اپریل ۱۹۰۴ء میں درج ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ یہ طاعون کے متعلق ہیں۔ پس ان کا مطلب واضح ہے۔

۱۶۔ ''لوگ آئے اور دعویٰ کر بیٹھے۔ شیر خدا نے ان کو پکڑا۔''

جواب:۔ یہ الہام اپنے ساتھ کے سابقہ الہامات سے متعلق ہے جو درج ذیل ہے:۔

''آپ کے ساتھ انگریزوں کا نرمی کے ساتھ ہاتھ تھا۔ اسی طرف خدا تعالیٰ تھا جو آپ تھے۔ آسمان پر دیکھنے والوں کو ایک رائی برابر غم نہیں ہوتا...... خدا تیرے سب کام درست کر دے گا اور تیری

ساری مرادیں تجھے دے گا۔رب الافواج اس طرف توجہ کرے گا۔اگر مسیح ناصری کی طرف دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس جگہ اس سے برکات کم نہیں ہیں۔اور مجھے آگ سے مت ڈراؤ کیونکہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے......لوگ آئے اور دعویٰ کر بیٹھے۔شیر خدا نے ان کو پکڑا۔شیر خدا نے فتح پائی۔''

(اربعین نمبر۳،روحانی خزائن جلد ۱۷صفحہ ۴۲۸-۴۲۹ و تذکرہ ۳۲۳، ۳۲۴ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

ان الہامات میں انگریزوں کے ساتھ جماعت احمدیہ کے اچھے تعلقات کو لفظ ''تھا'' (صیغۂ ماضی) کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔جس کے معنی یہ ہیں کہ ایک زمانہ آئے گا جبکہ ان تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوگی۔اور موجودہ خوشگوار تعلقات ایک دن داستان ''عہد گذشتہ'' اور حکایات ماضی بن کر رہ جائیں گے۔ایک نہایت اہم اور تعجب انگیز تغیر ہوگا۔حکومت کی فوجیں اور احرار کے ادعائے باطل جماعت احمدیہ کو ''غم'' میں ڈالیں گے مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے جس طرح مسیح ناصری اور اس کی جماعت کو باوجود اس کے کہ حکومت وقت بھی ان کے خلاف ہوگئی تھی۔یہودی بھی ان کے خلاف سازش کر کے متحد ہو گئے تھے۔پھر بھی کامیاب و کامران کیا تھا۔اسی طرح اب بھی وہ جماعت احمدیہ کی مدد کرے گا اور اپنی بے پناہ آسمانی فوجوں سے جماعت کو منصور و مظفر بنائے گا۔اسی ضمن میں احرار اور دوسرے مخالفین احمدیت کی لاف و گزاف اور تعلّیوں کا ذکر کر کے فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے دعویٰ کر دیا کہ وہ احمدیت کو کچل کے رکھ دیں گے مگر خدا تعالیٰ کا شیر (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز) انتہائی دلیری اور شجاعت اور اولوالعزمی کے ساتھ ان کا مقابلہ کرے گا اور ان کو شکست فاش دے گا۔

اب دیکھ لو یہ کتنی عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں جو آج سے ۴۵ سال قبل کی گئیں اور پھر یہ کس قدر خارق عادت طور پر پوری ہوئیں۔اور احرار کو کس قدر شکست فاش نصیب ہوئی۔

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

۱۷۔اُعْطِیْتُ صِفَتَ الْاِفْنَاءِ وَ الْاِحْیَاءِ

الجواب:۔۱۔حضرت اقدسؑ کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا تھا۔پہلے مسیح کی صفت ''احیاء موتٰی'' کو تو تم بھی مانتے ہو مگر اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتے ہو۔پھر مسیح محمدیؑ پر اعتراض کیوں؟ کیا پہلے مسیح کا قول قرآن مجید میں درج نہیں کہ ''اُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ'' کہ میں اللہ کے حکم سے مردے زندہ کرتا ہوں اور حضرت اقدس علیہ السلام بھی فرماتے ہیں کہ ''اُعْطِیْتُ صِفَتَ الْاِفْنَاءِ وَ الْاِحْیَاءِ مِنْ

رَّبِّ الْفَعَّالِ.'' کہ مجھے رب قادر کی طرف سے مارنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے پھر اس پر اعتراض کیوں؟

۲۔ہاں اگر کہو کہ ''مردے زندہ کرنا'' تو بے شک شانِ مسیحیت ہے مگر مارنے کی صفت تو پہلے مسیحؑ میں نہ تھی؟ تو اس کا جواب یہ کہ مسیح محمدیؐ کو اللہ تعالیٰ نے دونوں صفتوں سے متصف فرمایا ہے جیسا کہ مسیح موعود کی صفت ''اہلاک'' کا ذکر حدیث نبویؐ میں بھی ہے کہ مسیح موعود کے دم سے دشمن ہلاک ہوں گے۔چنانچہ لکھا ہے:۔فَلَا یَحِلُّ لِکَافِرٍ یَجِدُ مِنْ رِّیْحِ نَفَسِہٖ اِلَّا مَاتَ۔''

(مسلم ومرقاۃ (ملاعلی قاریؒ) کتاب الفتن باب العلامات بین یدی الساعۃ و مشکوٰۃ باب العلامات بین یدی الساعۃ)

کہ جس کافر تک مسیح کا دم پہنچے گا۔وہ ہلاک ہو جائے گا۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سینکڑوں دشمن لیکھرام، آتھم، ڈوئی، سعد اللہ لدھیانوی وغیرہ آپ کے دم سے ہلاک ہوئے۔

۳۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جس ارشاد کا تم نے حوالہ دیا ہے وہ خطبہ الہامیہ میں ہے اور اسی خطبہ الہامیہ میں اس سے ذرا آگے چل کر حضرت اقدس علیہ السلام نے خود ہی اس کی تشریح کر دی ہے کہ مارنے اور زندہ کرنے سے کیا مراد ہے۔ملاحظہ ہو:۔

''اِیْذَائِیْ سِنَانٌ مُذَرَّبٌ. وَدُعَائِیْ دَوَاءٌ مُجَرَّبٌ. اُرِیْ قَوْمًا جَلَالًا. وَقَوْمًا اٰخَرِیْنَ جَمَالًا. وَبِیَدِیْ حَرْبَۃٌ اُبِیْدُ بِھَا عَادَاتِ الظُّلْمِ وَالذُّنُوْبِ. وَفِی الْاُخْرٰی شَرْبَۃٌ اُعِیْدُ بِھَا حَیَاۃَ الْقُلُوْبِ. فَاسٌ لِّلْاِفْنَاءِ. وَاَنْفَاسٌ لِّلْاَحْیَاءِ.''

(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۶۱-۶۲)

ترجمہ:''مجھے تکلیف دینا ایک تیز نیزہ ہے اور میری دعا ایک مجرب دعا ہے میں ایک قوم کو اپنا جلال دکھاتا ہوں اور دوسری قوم کو جمال دکھاتا ہوں اور میرے ایک ہاتھ میں ایک ہتھیار ہے جس کے ساتھ میں ظلم اور گناہ کی عادتوں کو ہلاک کرتا ہوں۔اور دوسرے ہاتھ میں ایک شربت ہے جس سے میں دلوں کو دوبارہ زندہ کرتا ہوں۔گویا ایک کلہاڑی فنا کرنے کے لئے ہے اور دم زندہ کرنے کے لئے۔''

اب دیکھو حضرت اقدس علیہ السلام نے اسی خطبہ الہامیہ میں زندہ کرنے اور مارنے کی صفت کی کس خوبی سے تشریح فرما دی ہے کہ مارنے سے مراد کفر۔گناہ اور ظلم کو مارنا ہے اور زندہ کرنے سے مراد

روحانیت عطا کر کے دلوں کو زندگی بخشا ہے۔ جیسا کہ پہلا مسیح کرتا تھا۔ نہ پہلے مسیح نے حقیقی مردے زندہ کئے اور نہ دوسرے مسیح نے ایسا کیا اور نہ خدا کے سوا کوئی جسمانی مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔ ہاں روحانی طور پر انبیاء علیہم السلام میں یہ صفت پائی جاتی ہے اور اسی کا اظہار محولہ عبارت میں کیا گیا ہے۔

۴۳۔مرزا صاحب کو شیطانی الہام ہوتے تھے

جواب: ۔ا۔قرآن مجید میں ہے:۔"تَنَزَّلُ عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ "(الشعراء:۲۲۳) کہ شیطانی الہامات بدکار اور جھوٹے لوگوں کو ہوا کرتے ہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ حضورؑ نے تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۲ پر چیلنج دیا ہے کہ:"تم کوئی عیب، افترا یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے ......کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔"اور پھر حضرت اقدسؑ کی پاکیزہ زندگی کی مولوی محمد حسین بٹالوی جیسا دشمن بھی گواہی دے چکا ہے۔

۲۔"اَکْثَرُھُمْ کَاذِبُوْنَ" کہ شیطانی الہامات اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اکثر پیشگوئیاں پوری ہوئیں جن پر تم کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔ بلکہ خاموشی سے ان کے صدق پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہو۔

۳۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "انجام آتھم" کے صفحہ ۵۱ میں اپنے الہامات کے خدائی ہونے پر غیر احمدی علماء کو "مباہلہ" کا چیلنج دیا ہے۔ تم اس وقت کیوں مقابلہ پر نہ آئے۔

۴۔تم تو ہر نبی پر القائے شیطانی ہو جانے کے قائل ہو۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی تمہارے مولویوں نے مانا ہے کہ آپ کو (نعوذ باللہ) شیطانی الہام ہوا۔ اس لئے اگر حضرت مرزا صاحبؑ پر بھی یہی بہتان باندھو۔ تو معذور ہو۔"قَدْ قَرَءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سُوْرَۃِ النَّجْمِ بِمَجْلِسٍ مِنْ قُرَیْشٍ بَعْدَ. "اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی "(النجم: ۲۰،۲۱) بِاِلْقَاءِ الشَّیْطَانِ عَلٰی لِسَانِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ غَیْرِ عِلْمِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِہٖ. تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَ اِنَّ شَفَاعَتَھُنَّ لَتُرْتَجٰی". فَفَرِحُوْا بِذَالِکَ."

(جلالین مع کمالین جلد ا زیر آیت وما ارسلنا (الحج:۵۳)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین قریش کی ایک مجلس میں سورۃ النجم کی آیات

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى (النجم:۲۰) کے آگے القاء شیطانی کے باعث یہ پڑھ دیا۔ تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَ اِنَّ شَفَاعَتَھُنَّ لَتُرْتَجٰی" کہ یہ بہت عظیم الشان بت ہیں اور قیامت کو ان کی شفاعت کی توقع رکھنی چاہیے۔ بتوں کی یہ تعریف سن کر مشرک بہت خوش ہوئے۔ اس کے آگے لکھا ہے کہ جبرائیل آئے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ یہ الہام الٰہی نہیں بلکہ شیطانی القاء ہے۔

تمہارے اکثر مفسرین نے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ (الحج: ۵۳) کا ترجمہ یہی کیا ہے کہ ہر نبی کو القاء شیطانی ہوتا رہا ہے اور سورۃ النجم کی تفسیر میں انہوں نے مندرجہ بالا فضول اور لچر قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے **(استغفر الله العیاذ باللّٰه)**

تفسیر حسینی جلد ۲ صفحہ ۸۴ مترجم اردو زیر آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى (الحج: ۵۳) لکھا ہے:۔

"جیسے ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تلاوت کرتے تھے تو اس شیطان نے جسے ابیض کہتے ہیں آپ کی آواز بنا کر یہ کلمات پڑھ دیئے۔ شعر

تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَ اِنَّ شَفَاعَتَھُنَّ لَتُرْتَجٰی

اس وقت جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورۂ نجم پڑھتے تھے اور یہاں تک پہنچے کہ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى"

پس تم لوگ جو تمام نبیوں کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی القائے شیطانی سے پاک نہیں سمجھتے بحالیکہ آپ کی محبت کا دم بھرتے ہو تو حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو اگر (نعوذ باللہ) شیطانی الہام پانے والا کہہ دو تو کیا گلہ ہو سکتا ہے؟

مجھ کو کیا تم سے گلہ ہو کہ مرے دشمن ہو
جب یونہی کرتے چلے آئے ہو تم پیروں سے

۴۴۔ غیر زبانوں میں الہامات

مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (ابراھیم: ۵)

جواب۔ (۱) اس آیت میں یہ کہاں لکھا ہے کہ نبی کو "الہام" اس کی قوم کی زبان میں

ہوتا ہے۔مفسرین نے اس کے یہ معنی کئے ہیں۔

''اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ اَیْ مُتَکَلِّمًا بِلُغَةِ مَنْ اُرْسِلَ اِلَیْھِمْ مِنَ الْاُمَمِ.''(روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۱۷۶ زیر آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ ...... الخ ابراہیم:۵) کہ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ کا یہ مطلب ہے کہ وہ نبی اس قوم کی زبان بولا کرتا ہے جس کی طرف وہ مبعوث ہوتا تھا۔

(ب)۔اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ اِلَّا مُتَکَلِّمًا بِلُغَتِھِمْ (تفسیر مدارج التنزیل زیر آیت مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ الخ و برحاشیہ خازن زیر آیت بالا) کہ نبی اپنی قوم کی زبان بولا کرتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی پنجابی اور اردو ہی بولتے تھے۔

۲۔اس آیت میں گزشتہ انبیاء کا ذکر ہے جیسا کہ لفظ''اَرْسَلْنَا''بصیغہ ماضی سے ثابت ہے اور دوسرا قرینہ ان معنوں کی تائید میں''قَوْمِہٖ''کا لفظ ہے کیونکہ گزشتہ انبیاء علیہم السلام مخصوص قوموں کی طرف مبعوث ہوتے تھے مگر جو نبی کسی خاص قوم کی طرف مبعوث نہ ہو بلکہ تمام قوموں کی طرف مبعوث ہو وہ اس آیت میں شامل نہیں ہوسکتا۔اگر قوم سے نبی کی قومیت رکھنے والے لوگ مراد لو جیسا کہ آنحضرتؐ کے ساتھ قریش تھے۔تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ آنحضرتؐ کا سارا قرآن کریم قریش کی زبان میں ہی الہام نہیں ہوا۔جیسا کہ آیت اِنْ ھٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ (طٰہٰ:۶۴) قریش کی زبان میں اِنْ ھٰذَیْنِ چاہیے تھی۔

۳۔اگر کہو کہ اس آیت میں نبی کا اس قوم کی زبان میں الہام ہونا ہی مراد ہے،خواہ لفظ الہام اس آیت میں موجود ہو یا نہ ہو تو یہ بھی غلط ہے۔کیونکہ قرآن حضرت سلیمانؑ کے متعلق ہے عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ (النمل:۱۷) کہ حضرت سلیمانؑ کہتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے پرندہ کی بولی سکھائی۔ گویا ان کو کوؤں، چیلوں، کبوتروں، بٹیروں، ہدہدوں اور تمام دیگر جانوروں کی زبان میں الہام ہوا۔ آخر انگریزی،عربی، فارسی وغیرہ تو انسانوں ہی کی زبانیں ہیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا مگر''کائیں کائیں''تو انسانوں کی زبان نہیں۔اس میں بھی اگر کوئی نبی کو الہام ہوسکتا ہے تو یہاں کیا اعتراض ہے؟ آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو پرندوں کی زبان سکھانے کے لئے اس کے قواعد اور اس کے الفاظ بھی بتائے ہوں گے۔فلا اعتراض۔

نوٹ۔یہ کہنا کہ عُلِّمْنَا کے لفظ میں طبعی فہم و تفہیم ہی داخل ہے۔پلہ چھوڑانے کے لئے کافی نہیں، کیونکہ مَآ اَرْسَلْنَا والی آیت زیر بحث میں بھی تو''الہام''کا لفظ نہیں۔وہاں بھی طبعی فہم و تفہیم

کیوں مراد نہ لی جائے؟ یعنی وہ الہام جومحض طبعی فہم و تفہیم کے لئے ہوں وہ تو نبی کی اپنی زبان میں ہوں مگر جو دوسری قوموں کی ہدایت کے لئے ہوں وہ مختلف زبانوں میں ہوسکتے ہیں۔

۲۔ یہ کہنا کہ حضرت سلیمانؑ کو پرندوں کی زبان والے الہام ہوتے تھے وہ انسانوں کی ہدایت کے لئے نہ تھے۔محض دھوکہ دہی ہے کیونکہ خواہ وہ کسی کی ہدایت کے لئے ہوتے تھے،سوال تو یہ ہے کہ کیا وہ حضرت سلیمانؑ کی اپنی زبان تھی یا نہیں؟ کیا وہ ان کی قوم کی زبان تھی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ پس تمہاری تاویل سے ثابت ہوگیا کہ مَآ اَرْسَلْنَا والی آیت کا مطلب وہ نہیں جو تم بیان کرتے ہو بلکہ یہ ہے کہ ہر نبی اپنی قوم کی زبان بولتا تھا تاکہ تبلیغ واشاعت کے لئے شاگرد تیار کرسکے۔اس کے الہامات کی زبان کا وہاں ذکر ہی نہیں نیز یہ کہ یہ آیت آنحضرتؐ سے پہلے انبیاء کے متعلق ہے۔فَافْهَمْ۔

۳۔حضرت مسیح موعودؑ انگریزی زبان کا ایک لفظ بھی نہ جانتے تھے مگر پھر بھی آپ پر اس زبان میں الہام ہونا ایک معجزہ ہے۔خصوصاً اس حالت میں کہ قادیان میں بھی کوئی انگریزی زبان دان اس وقت موجود نہ تھا۔ یہ دلیل ان لوگوں کو دی گئی ہے جو الہام کو ملہم کے دماغی خیالات قرار دیتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ الہام میں نبی کے اپنے خیالات کا دخل نہیں ہوتا بلکہ الہام ایسی زبان میں بھی نازل ہوسکتا ہے جن کو ملہم خود بھی نہ جانتا ہو۔ پھر اکثر اس الہام کے معنی خود خدا تعالیٰ خود ہی ملہم کو بتا دیتا ہے۔جلد یا بدیر۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود کے ساتھ ہوا۔

۴۔اور ہم نے یہ جو لکھا کہ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ میں آنحضرتؐ سے پہلے انبیاء کا ذکر ہے کیونکہ وہ خاص خاص قوموں کی طرف رسول ہوکر آتے تھے اس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے چنانچہ مشکوٰۃ فضائل نبویؐ کے ضمن میں ایک حدیث ہے:۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اِنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى فَضَّلَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْاَنْبِيَآءِ......قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى. وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ ...... وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ. فَاَرْسَلَهُ اللّٰهُ اِلَى الْجِنِّ وَالْاِنْسِ. (مشکوٰۃ کتاب الفضائل باب فضائل سید المرسلین ...... الفصل الثالث) کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ انبیاء کی نسبت فرمایا:۔''ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ ان کے سامنے کھول کر بیان کرسکے۔'' مگر ہمارے نبی کریمؐ کی نسبت فرمایا۔''ہم نے آپ کو تمام انسانوں کی طرف بھیجا ہے۔''

گویا آپ کو اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی طرف رسول کر کے بھیجا۔ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْاَسْنَادِ. (مستدرک للحاکم کتاب التفسیر زیر تفسیر سورۃ ابراھیمؑ) کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند مضبوط ہے۔

مندرجہ بالا عبارت سے چار باتیں ثابت ہوئیں:۔

۱۔ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ والی آیت گزشتہ انبیاء کے متعلق ہے۔

۲۔ آنحضرت صلعم اس آیت میں شامل نہیں صرف حضورؐ سے پہلے رسول شامل ہیں۔

۳۔ قوم سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی ہدایت کے لئے وہ نبی آئے۔

۴۔ آنحضرتؐ کی قوم تمام دنیا ہے کیونکہ آپ تمام دنیا کی طرف بھیجے گئے۔

پس اس آیت میں حضرت مسیح موعودؑ بھی شامل نہیں کیونکہ آپ بھی کسی خاص قوم کی طرف نہیں بلکہ ساری دنیا کی طرف آئے تھے۔

غیر احمدی۔ حضرت مرزا صاحب نے چشمہ معرفت صفحہ ۲۰۹ میں لکھا ہے۔ ''یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصلی زبان تو اور ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے۔''

جواب:۔ خدا کے لئے دھوکہ نہ دو، وہاں چشمہ معرفت میں یہ کہاں لکھا ہے کہ ''ملہم'' جس زبان کو نہ سمجھتا ہو اس میں اس کو الہام نہیں ہو سکتا۔ وہاں تو ذکر یہ ہے کہ آریہ کہتے ہیں کہ الہامی کتاب اس زبان میں نازل ہونی چاہیے جو کسی انسان کی زبان نہ ہو تاکہ ایشور جی مہاراج ناانصاف نہ ٹھہریں۔ یہی وجہ ہے کہ وید سنسکرت میں نازل ہوئے جو کہیں بولی نہیں جاتی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ یہ بالکل غیر معقول اور بے ہودہ امر ہے کہ انسان (نہ کہ ملہم کی) زبان تو کوئی اور ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو کوئی (انسان) سمجھتا ہی نہ ہو کیونکہ یہ تکلیف ''مالا یُطاق'' ہے کیونکہ اس کو ملہم کسی دوسرے سے بھی سمجھ نہیں سکتا، لیکن اگر کسی ایسی زبان میں الہام ہو جو انسانی زبان ہو وہ ''تکلیف مالا یطاق'' نہیں کیونکہ اگر ملہم خود اس زبان کو نہیں جانتا تو دوسروں سے معلوم کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس مضمون کو بیان فرماتے ہوئے صفحہ ۲۱۹ پر تحریر فرمایا ہے کہ مجھے مختلف زبانوں میں الہام ہوتے ہیں۔

نوٹ:۔ اس سوال کے جواب کے لئے چشمہ معرفت صفحہ ۲۰۸ تا صفحہ ۲۱۰ کا مطالعہ کرنا

ضروری ہے۔ کیونکہ اس دھوکہ کا علم اصل عبارت کو پڑھنے سے ہی ہو سکتا ہے۔

۴۵۔ ’’بعض الہامات مرزا صاحبؑ سمجھ نہ سکے اور بعض کے غلط معنی سمجھے‘‘

جواب:۔ حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

ا۔ ’’انبیاء اور ملہمین صرف وحی کی سچائی کے ذمہ وار ہوتے ہیں اپنے اجتہاد کے کذب اور خلاف واقعہ نکلنے سے وہ ماخوذ نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ ان کی اپنی رائے ہے نہ خدا کا کلام۔‘‘

(اعجاز احمدی، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۱۵)

’’اصل بات یہ ہے کہ جس یقین کو نبی کے دل میں اُس کی نبوت کے بارے میں بٹھایا جاتا ہے وہ دلائل تو آفتاب کی طرح چمک اُٹھتے ہیں اور اس قدر تواتر سے جمع ہوتے ہیں کہ وہ امر بدیہی ہو جاتا ہے۔ اور پھر بعض دوسری جزئیات میں اگر اجتہاد کی غلطی ہو بھی تو وہ اس یقین کو مضر نہیں ہوتی جیسا کہ جو چیزیں انسان کے نزدیک لائی جائیں اور آنکھوں کے قریب کی جائیں تو انسان کی آنکھ اُن کے پہچاننے میں غلطی نہیں کھاتی اور قطعاً حکم دیتی ہے کہ یہ فلاں چیز ہے اور اس مقدار کی ہے اور وہ حکم صحیح ہوتا ہے لیکن اگر کوئی چیز قریب نہ لائی جائے اور مثلاً نصف میل یا پاؤ میل سے کسی انسان کو پوچھا جائے کہ وہ سفید شے کیا چیز ہے تو ممکن ہے کہ ایک سفید کپڑے والے انسان کو ایک سفید گھوڑا خیال کرے یا ایک سفید گھوڑے کو انسان سمجھ لے۔ پس ایسا ہی نبیوں اور رسولوں کو اُن کے دعویٰ کے متعلق اور اُن کی تعلیموں کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے اور اس میں اس قدر تواتر ہوتا ہے، جس میں کچھ شک باقی نہیں رہتا لیکن بعض جزوی امور جو اہم مقاصد میں سے نہیں ہوتے اُن کو نظر کشفی دور سے دیکھتی ہے اور اُن میں کچھ تواتر نہیں ہوتا۔ اِس لئے کبھی اُن کی تشخیص میں دھوکا بھی کھا لیتی ہے۔‘‘

(اعجاز احمدی، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۳۵)

۲۔ حدیث میں ہے۔ **قَالَ اَبُوْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأَیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اُھَاجِرُ مِنْ مَّکَّۃَ اِلٰی اَرْضٍ بِھَا نَخْلٌ فَذَھَبَ وَھْلِیْ اِلٰی اَنَّھَا الْیَمَامَۃُ اَوْ ھَجَرٌ فَاِذَا ھِیَ الْمَدِیْنَۃُ یَثْرِبُ.**

(بخاری کتاب التعبیر باب ھجرۃ النبیؐ و اصحابہ الی المدینۃ و کتاب الحیل باب اذا رای بقرا تنحر)

ترجمہ:۔ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جہاں کہ بہت کھجوریں ہیں۔ پس میرا

خیال اس طرف گیا کہ وہ یمامہ ہے یا ہجر مگر دراصل وہ تھا مدینہ (یثرب) حالانکہ رُؤْيَا النَّبِيِّ وَحْيٌ۔ (بخاری کتاب الوضو باب تخفيف في الوضوء) نبی کی رؤیا وحی ہوتی ہے۔ چنانچہ بخاری میں رؤیائے نبوی کو وحی میں شامل کیا گیا ہے۔ اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّءْيَاءِ الصَّالِحَة. (بخاری کتاب التفسیر باب قوله خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ) کہ آنحضرتؐ کو وحی میں سب پہلے رؤیا صادقہ شروع ہوئیں۔

۳۔ آنحضرتؐ نے اپنی ازواج سے فرمایا۔ اَسْرَعُكُنَّ لَحُوْقًا بِيْ اَطْوَلُكُنَّ يَدًا یعنی تم میں سب سے پہلے میری وفات کے بعد جو آ کر مجھ سے اگلے جہاں میں ملے گی وہ وہ ہے جس کے ہاتھ تم سب سے زیادہ لمبے ہیں۔ بیویوں نے حضورؐ کے سامنے اپنے اپنے ہاتھ ناپے تو ہاتھ لمبے حضرت سودہؓ کے تھے مگر وفات سب سے پہلے حضرت زینبؓ نے پائی جس سے معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھ سے مراد ظاہری ہاتھوں کا لمبا ہونا نہ تھا بلکہ سخاوت کرنے والی مراد تھی۔''

(بخاری کتاب الزکاۃ حدیث نمبر ۱۴۲۰ باب انا اسرع بک لحوقا و مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل زینب بحوالہ مشکوۃ کتاب الزکاۃ الفصل الثالث)

۴۔ قرآن کریم میں بھی حضرت نوحؑ کا واقعہ مذکور ہے۔ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ (ھود:۳۸) کہ خدا تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو وحی کی اور حکم دیا کہ تو ہمارے حکم سے ایک کشتی بنا۔ تو ظالموں کے متعلق ہم سے کوئی بات نہ کرنا کیونکہ وہ ضرور غرق ہو جائیں گے۔

پھر فرمایا۔ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ (ھود:۴۱) کہ ہم نے کہا اے نوحؑ! اس کشتی میں سوار کر ہر ایک جوڑے میں سے دو دو اور اپنے ''اہل'' کو بھی بجز اس کے جس کے متعلق پہلے ہم کہہ چکے ہیں اور مومنوں کو بھی۔ پس جب طوفان تلاطم خیز آیا اور حضرت نوحؑ کا بیٹا (جو ظالم تھا اور جس کے متعلق حکم تھا اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ (ھود:۴۱) کہ اس کو کشتی میں نہ بٹھانا) جب وہ ڈوبنے لگا تو نَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا (ھود:۴۳) حضرت نوحؑ نے اس کو آواز دی اور کہا کہ اے بیٹا! آ ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا، مگر وہ نہ آیا اور ڈوب گیا۔ اس پر حضرت نوحؑ خدا تعالیٰ کو کہتے ہیں۔ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ

لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (ھود:۴۶-۴۷) اور پکارا نوحؑ نے اپنے رب کو اور کہا اے اللہ! میرا بیٹا تو میرے اہل میں سے تھا اور تیرا وعدہ بھی سچا (ہوتا) ہے اور تو (تو) احکم الحاکمین ہے (یعنی سب سے زیادہ سچا فیصلہ کرنے والا ہے۔) خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوحؑ! وہ تیرے ''اہل'' میں سے نہیں تھا کیونکہ اس کے عمل اچھے نہ تھے۔ پس تو مجھ سے ایسی بات کے متعلق گفتگو نہ کر جس کا تجھ کو علم نہیں۔ میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے نہ بن۔

ان آیات سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ نبی ایک وقت تک وحی سمجھنے میں غلطی کر سکتا ہے ہاں خدا تعالیٰ اس کو غلطی پر قائم نہیں رکھتا جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی فرمایا ہے۔

اگر سوال ہو کہ حضرت نوحؑ کتنا عرصہ تک اس اجتہادی غلطی میں مبتلا رہے تو اس کے لئے تفسیر حسینی کا ملاحظہ کرنا چاہیے۔لکھا ہے:۔

''حضرت نوح علیہ السلام کو جب یہ الہام ہوا لَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ تو اس کے بعد انہوں نے وہ درخت بویا جس کی لکڑی سے کشتی بنائی گئی۔ وہ درخت بیس سال میں مکمل ہوا۔ اسے کاٹ کر حضرت نوحؑ دو سال تک وہ کشتی بناتے رہے۔ چالیس دن رات طوفان نے جوش مارا اور کشتی طوفان میں چھ ماہ تک رہی۔ گویا اصل ''اہل'' والے الہام کے نازل ہونے سے لیکر کشتی سے اترنے تک کم از کم ½ 22 سال ہوتے ہیں۔''

(تلخیص از تفسیر حسینی موسومہ بہ تفسیر قادری مترجم اردو زیر آیت و اصنع الفلک باعیننا (ھود:۳۸)

۵۔ پھر اہل سنت والجماعت کے عقائد کی مشہور و معروف کتاب نبراس شرح الشرح العقائد نسفی صفحہ ۳۹۲ میں لکھا ہے:۔

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ يَجْتَهِدُ فَيَكُوْنُ خَطأً كَمَا ذَكَرَهُ الْاُصُوْلِيُّوْنَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشَاوِرُ الصَّحَابَةَ فِيْمَ لَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ وَ هُمْ يُرَاجِعُوْنَهُ فِيْ ذٰلِكَ وَ فِي الْحَدِيْثِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَدَّثْتُكُمْ عَنِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ فَهُوَ حَقٌّ وَمَا قُلْتُ فِيْهِ مِنْ قَبَلِ نَفْسِيْ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُخْطِئُ وَ اُصِيْبُ کہ آنحضرتؐ کبھی کبھی اجتہاد بھی کرتے تھے اور کبھی وہ غلط بھی ہو جاتا تھا جیسا کہ اصولیوں نے لکھا ہے اور ان امور میں جن کے متعلق آپ پر وحی نازل نہ ہوئی ہوتی آپ اپنے صحابہ سے مشورہ لیا کرتے تھے اور حدیث میں ہے کہ آپ نے

فرمایا کہ جو بات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہوں تو وہ درست ہوتی ہے (یعنی اس میں غلطی کا امکان نہیں) ہاں جو بات میں اس وحی الٰہی کی تشریح میں اپنی طرف سے کہوں تو یاد رکھو کہ میں بھی انسان ہوں، اجتہاد میں غلطی کرتا ہوں اور درست اجتہاد بھی۔

۴۶۔ نبی کا الہام بھول جانا

حضرت مرزا صاحبؑ اپنے بعض الہامات بھول گئے۔

جواب:۔ وحی دو قسم کی ہوتی ہے۔(۱) جو لوگوں کے لئے بطور نشان اور بغرضِ ہدایت نازل ہوتی ہے۔(۲) نبی کی اپنی ذات کے متعلق ہوتی ہے اور اس کا لوگوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اوّل الذکر قسم کی وحی نبی کو بھول نہیں سکتی، ہاں دوسری قسم کی وحی بعض دفعہ خدا تعالیٰ اپنی خاص حکمت کے ماتحت نبی کے لوحِ دل سے محو فرما دیتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے۔ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰىٓ اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ (الاعلیٰ:۷۔۸) کہ اے نبی ہم تیرے سامنے قرآن مجید پڑھیں گے اس کو مت بھولنا سوائے اس کے جس کو خدا تعالیٰ خود بھلانا چاہتا ہے۔

۲۔ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ (الرعد:۴۰) کہ خدا تعالیٰ جس وحی کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مضبوط کر کے دل میں ثبت کر دیتا ہے۔

۳۔ بخاری میں ہے **عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقْرَءُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَقَدْ اَذْكَرَنِيْ كَذَا آيَةً اَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُوْرَةٍ كَذَا وَ كَذَا.** (بخاری کتاب الشهادات باب شهادة الاعمیٰ......)

کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسولؐ خدا نے ایک شخص کو مسجد میں قرآن پڑھتے ہوئے سنا، تو آپؐ نے فرمایا۔ اللہ اس پر رحمت کرے، اس نے فلاں فلاں سورۃ کی فلاں فلاں آیت جو میں بھول چکا تھا مجھے یاد دلا دی۔

۴۔ یہ ضروری نہیں کہ جو وحی نبی پر نازل ہو وہ سب لوگوں تک پہنچائی جائے۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ کئی ایسے الہامات آنحضرتؐ کو ہوئے جو قرآن مجید میں من وعن مذکور نہیں جیسے وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ (الانفال:۸) وہ اصل وعدہ قرآن میں کہاں ہے؟ نیز آیت وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ (التحریم:۴) مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ (الحشر:۶)

۵۔ بخاری میں ہے۔ فَقَالَ اعْتَكَفْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ فَخَرَجَ صُبْحَةَ عِشْرِيْنَ فَخَطَبَنَا فَقَالَ اِنِّىْ اُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ اُنْسِيْتُهَا اَوْ نَسِيْتُهَا فَلْتَمِسُوْهَا فِى الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فِى الْوِتْرِ

(بخاری کتاب باب الصلاۃ و التراویح. باب التماس لیلۃ القدر فی السبع الاواخر)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرتؐ کے ہمراہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا۔ پھر آپ بیسیویں کی تاریخ کی صبح کو باہر تشریف لائے اور ہم سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی تھی مگر پھر مجھ سے بھلا دی گئی۔ یا یہ فرمایا کہ ''میں بھول گیا''۔ پس اب تم اس کو (رمضان کے) آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

٦۔ بخاری میں اس سے بھی زیادہ واضح حدیث اس باب میں حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت ہے کہ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى فُلَانٌ وَ فُلَانٌ ...... فَرُفِعَتْ وَعَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ (بخاری کتاب التراویح باب رفع معرفۃ لیلۃ القدر) کہ آنحضرتؐ ایک دن ہمیں لیلۃ القدر کا پتہ بتانے کے لئے باہر تشریف لائے تو (آپؐ نے دیکھا کہ) مسلمانوں میں سے دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے تھے آپؐ نے فرمایا کہ میں باہر آیا تھا کہ تم کو لیلۃ القدر بتاؤں کہ فلاں فلاں دو آدمی آپس میں جھگڑے اس لیے (لیلۃ القدر) مجھے بھلا دی گئی اور قریب تھا کہ اس کا علم تمہارے لئے مفید ہوتا یا یہ کہ اس کا بھول جانا تمہارے لئے مفید ہو۔

پیشگوئیوں پر اعتراضات کے جوابات

۱۔ پیشگوئی متعلقہ مرزا احمد بیگ وغیرہ

خدا تعالیٰ کی سنت قدیمہ:۔ جب کوئی قوم اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی مستحق ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو عذاب نازل کرنے سے قبل آخری اتمام حجت کے طور پر ایک حکم دیا کرتا ہے کبھی وہ حکم اپنی ذات میں نہایت معمولی ہوتا ہے مگر اس کی خلاف ورزی ''اونٹ کی پیٹھ پر آخری تنکا'' ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اسی قانون کو ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا۝۱۷ (بنی اسرائیل:۱۷)

کہ جب ہم کسی بستی کو تباہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو ایک حکم دیتے ہیں جس کی وہ نافرمانی کرتے ہیں۔ پس ان پر فردِ جرم لگ جاتا ہے اور ہم ان کو بالکل تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

چنانچہ اسی قسم کی اتمامِ حجت کی ایک مثال سورۃ الشّمس میں بیان فرمائی ہے۔ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۪ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا (الشمس:۱۴،۱۵) پس قوم ہود سے اللہ تعالیٰ کے نبی (صالحؑ) نے فرمایا کہ خدا کی اس اونٹنی کا خیال رکھو، اور اس کا پانی بند نہ کرو۔ پس انہوں نے اس کا انکار کیا اور انہوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیئے۔ پس ان کو خدا تعالیٰ نے ان کے گناہ اور نافرمانی کے باعث ہلاک کر دیا۔

پس یہی سنت الٰہیہ تھی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ معاملہ کیا۔ وہ لوگ (جیسا کہ تفصیل آگے آئے گی) خدا تعالیٰ کے منکر، آنحضرتؐ اور قرآن کے دشمن تھے، ہندو تہذیب اور ہندوانہ رسوم کا ان پر گہرا اثر تھا، جس طرح ہندوؤں کے ہاں اپنی گوت اور خاندان میں نکاح ناجائز سمجھا جاتا ہے اسی طرح وہ لوگ (مرزا احمد بیگ وغیرہ) بھی یہ خیال کرتے تھے کہ اسلام نے جو چچا، ماموں اور خالہ کی لڑکی کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔ یہ

نہایت قابل اعتراض ہے وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ مندرجہ بالا رشتوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرنا حقیقی ہمشیرہ کے ساتھ نکاح کرنے کے مترادف ہے۔ اس لئے آنحضرتؐ نے جو اپنی پھوپھی کی لڑکی (حضرت زینبؓ) سے نکاح کیا وہ بھی ناجائز تھا۔ سو خدا تعالیٰ نے ان کی بدکرداریوں اور نافرمانیوں کے باعث (جن کی تفصیل آگے آئے گی) ان کو قوم صالحؑ کی طرح ایک آخری حکم دیا کہ وہ (احمد بیگ) اپنی لڑکی کا نکاح حضرت مسیح موعودؑ سے کر دیں گے تو یہ نکاح قرآن مجید کی آیت كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبۃ:١١٩) کے مطابق (کہ صادقین کے ساتھ تعلق پیدا کرو) موجب رحمت اور برکت ہوگا۔

٢۔ چونکہ حضرت اقدس کا رشتہ ان لوگوں کے ساتھ اسی قسم کا تھا جس میں ہندووانہ رسوم کے ماتحت باہمی نکاح کو وہ برا سمجھتے تھے، اس لئے خدا تعالیٰ نے خصوصیت سے اسی امر کو چنا۔ جس طرح آنحضرتؐ کے زینبؓ (مطلقۂ زیدؓ) کے ساتھ نکاح کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا (الاحزاب:٣٨) کہ ہم نے یہ نکاح کیا تا کہ مومن اپنے متبنّوں کی مطلقہ بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے کو برا نہ سمجھیں۔

گویا اس بدرسم کو مٹانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کا حضرت زینبؓ سے نکاح کیا۔ بعینہٖ اس جگہ بھی اسی امر کو چنا، تا ان کی اصلاح ہو اور یہ خیالات فاسدہ ان کے دماغ سے نکل جائیں۔

٣۔ تیسری حکمت اس میں یہ تھی کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو ان کی اصلاح مقصود تھی اور تاریخ اسلامی سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کے ساتھ جسمانی رشتہ لڑکی کے خاندان کی اصلاح کا موجب ہو جاتا ہے جیسا کہ اُمِ حبیبہ بنت ابوسفیان اور سودہؓ بنت زمعہؓ کے آنحضرتؐ کے نکاح میں آ جانے کی وجہ سے ان کے خاندان حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اس لئے خدا تعالیٰ نے اتمام حجت کے لئے یہی آخری حکم مرزا احمد بیگ وغیرہ کو دیا۔

مخالفین انبیاء کا شیوہ تکذیب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی جو اپنی تمام شروط کے ساتھ لفظاً لفظاً پوری ہو گئی جیسا کہ خود حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں۔

”ہم نے سلطان محمد کے بارے میں اس کی موت کی وجہ تاخیر علیحدہ اشتہار میں ایسے طور سے ثابت کر دی ہے جس کے قبول کرنے سے کسی ایماندار کو عذر نہیں ہوگا اور بے ایمان جو چاہے سو کہے یاد

رکھنا چاہیے کہ پیشگوئی اپنی تمام عظمتوں کے ساتھ پوری ہوئی جس سے کوئی دانشمند انکار نہیں کرسکتا۔‘‘

(انوارالاسلام، روحانی خزائن جلد۹ صفحہ ۴۱)

نوٹ:۔ بعض ان لوگوں کو جن کو حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کا علم نہیں خاکسار پر طعن کیا ہے کہ گویا یہ دعویٰ کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی خاکسار کی ایجاد ہے جیسا کہ مولوی ثناء اللہ جس نے اس پاکٹ بک کی نقل کر کے ایک اشتہاری پاکٹ بک ’’ثنائی پاکٹ بک‘‘ کے نام سے شائع کی ہے اس کے صفحہ ۶۷ پر یہی اعتراض لکھا ہے حالانکہ یہ محض اس کی لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ یہ میرا دعویٰ نہیں بلکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ ہے۔ (خادم)

اہل بصیرت نے اس پیشگوئی کو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت وحقانیت کی ایک دلیل سمجھا۔ اس خاندان سے تعلق رکھنے والے بیسیوں آدمی حلقہ بگوشِ احمدیت ہوئے مگر ’’عُلَمَآءُ هُمْ‘‘ اپنے شیوہ استہزاء وتمسخر سے باز نہ آئے۔‘‘

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَهَا (الاحزاب:۳۸) کہ جب زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی تو ہم نے آپ کے ساتھ آسمان پر نکاح پڑھ دیا۔

یہی لفظ زَوَّجْنٰکَهَا کا حضرت مسیح موعودؑ کو خدا تعالیٰ نے محمدی بیگم کے متعلق فرمایا۔ وہاں شرائط کے تحقق کے باعث حضرت زینبؓ کا نکاح ہوگیا مگر پھر بھی مخالفین اس پر اعتراض کرنے سے باز نہ آئے اور آج تک اس کے متعلق ہرزہ سرائی کرتے رہتے ہیں۔ یہاں شرائط کے عدم تحقق کے باعث محمدی بیگم کا نکاح نہ ہوا، تو اس پر بھی مخالفین اعتراضات کرنے میں پیش پیش ہیں۔ غرضیکہ نکاح کا ہونا یا نہ ہونا باعث اعتراض نہیں بلکہ اس کا باعث درحقیقت وہ فطری بغض ہے جو روزِ ازل سے معاندین و مکذبین کے شامل رہا ہے۔

چنانچہ ہم محمدی بیگم کے ساتھ متعلقہ پیشگوئی کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ درج ذیل کر کے اہل بصیرت حضرات سے اپیل کرتے ہیں، اگر وہ خدا کے لئے انصاف وخداترسی کے ساتھ اس پیشگوئی پر نظر ڈالیں گے تو ان پر روزِ روشن کی طرح واضح ہوجائے گا کہ نہ صرف یہ کہ اس پیشگوئی پر مخالفین کی طرف سے جس قدر اعتراضات کئے جاتے ہیں وہ سراسر باطل ہیں بلکہ یہ بھی کہ یہ پیشگوئی بعینہٖ اسی طرح جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو بیان فرمایا تھا، پوری ہوئی۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ۔

مخالف علماء کی غلط بیانیاں

مخالف علماء اس پیشگوئی پر اعتراض کرنے کے لئے ہمیشہ صداقت وانصاف کو بالائے طاق رکھ کر یہ کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ محمدی بیگم کے ساتھ میرا نکاح ہو جائیگا، اگر میرا نکاح محمدی بیگم سے نہ ہوا تو میں جھوٹا ہو جاؤں گا اور ''بد سے بدتر ٹھہروں گا۔'' چونکہ مرزا صاحب کا نکاح محمدی بیگم سے نہیں ہوا لہٰذا مرزا صاحب جھوٹے ہیں۔(نعوذ باللہ)

یہ وہ طریق ہے کہ جس سے وہ اس پیشگوئی کو پیش کر کے عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ حالانکہ خدا شاہد ہے کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ افتراء اور دھوکا ہے۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ نے اسی طرح پیشگوئی فرمائی ہوتی تو غیر احمدی علماء کا اعتراض درست ہوتا مگر واقعہ یہ ہے کہ مخالف علماء ہمیشہ اصل واقعات کو حذف کر کے بے حد تحریف کے ساتھ پیش کر کے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

پیشگوئی کی غرض وغایت

اس پیشگوئی کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس کی اصل غرض و غایت کو بیان کر دیا جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ خود تحریر فرماتے ہیں:۔

''اِنَّ اللّٰہَ رَأَی ابْنَاءَ عَمِّیْ، وَ غَیْرَھُمْ مِنْ شُعُوْبِ أَبِیْ وَ أُمِّی الْمَغْمُوْرِیْنَ فِی الْمُھْلِکَاتِ، وَالْمُسْتَغْرِقِیْنَ فِی السَّیِّئَاتِ مِنَ الرُّسُوْمِ الْقَبِیْحَۃِ وَالْعَقَائِدِ الْبَاطِلَۃِ وَ الْبِدْعَاتِ. وَ رَآھُمْ مِنْقَادِیْنَ لِجَذَبَاتِ النَّفْسِ وَاسْتِیْفَاءِ الشَّھَوَاتِ، وَالْمُنْکِرِیْنَ لِوُجُوْدِ اللّٰہِ وَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ.'' (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۵۶۶)

کہ خدا تعالیٰ نے میرے چچیرے بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں ......(احمد بیگ وغیرہ) کو مہلک خیالات واعمال میں مبتلاء اور رسوم قبیحہ، عقاید باطلہ اور بدعات میں مستغرق پایا، اور ان کو دیکھا کہ وہ اپنے نفسانی جذبات کے لحاظ سے پیروانِ جذبات وشہوات نفسانیہ ہیں۔ اور نیز یہ کہ وہ وجود خداوندی کے منکر اور فسادی ہیں۔''

اس کے آگے یہاں تک فرمایا۔ وَ کَانُوْا أَشَدُّ کُفْرًا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَالْمُنْکِرِیْنَ لِقَضَاءِ اللّٰہِ وَ قَدْرِہٖ وَ مِنَ الدَّھْرِیِّیْنَ. (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۵۶۷) کہ وہ لوگ خدا اور رسولؐ کے پکے منکر اور قضاوقدر کے نہ ماننے والے بلکہ دہریہ تھے۔

ان کی بے دینی اور دہریت کا پوری طرح علم مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوسکتا ہے۔ جو حضرت مسیح موعودؑ نے آئینہ کمالات اسلام میں تحریر فرمایا ہے:۔

"فَاتَّفَقَ ذَاتَ لَيْلَةٍ اِنِّيْ كُنْتُ جَالِسًا فِيْ بَيْتِيْ اِذْ جَاءَ نِيْ رَجُلٌ بَاكِيًا فَفَزِعْتُ مِنْ بُكَائِهٖ فَقُلْتُ اَجَاءَ كَ نَعْيُ مَوْتٍ؟ قَالَ بَلْ أَعْظَمُ مِنْهُ. اِنِّيْ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَنْ دِيْنِ اللّٰهِ فَسَبَّ اَحَدُهُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبًّا شَدِيْدًا غَلِيْظًا مَا سَمِعْتُ قَبْلَهٗ مِنْ فَمِ كَافِرٍ، وَ رَأَيْتُهُمْ أَنَّهُمْ يَجْعَلُوْنَ الْقُرْآنَ تَحْتَ أَقْدَامِهِمْ وَ يَتَكَلَّمُوْنَ بِكَلِمَاتٍ يَرْتَعِدُّ اللِّسَانُ مِنْ نَقْلِهَا، وَ يَقُوْلُوْنَ اَنَّ وُجُوْدَ الْبَارِئْ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ فِي الْعَالَمِ، إِنْ هُوَ اِلَّا كِذْبُ الْمُفْتَرِيْنَ. قُلْتُ اَوَلَمْ حَذَّرْتُكَ مِنْ مَجَالِسَتِهِمْ فَاتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تَقْعُدْ مَعَهُمْ وَ كُنْ مِنَ التَّائِبِيْنَ."

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۵۶۸)

یعنی ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص میرے پاس روتا ہوا آیا، میں اس کے رونے کو دیکھ کر خائف ہوا اور اس سے پوچھا کہ تم کو کسی کے مرنے کی اطلاع ملی ہے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ! میں ان لوگوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا جو دین خداوندی سے مرتد ہو چکے، پس ان میں سے ایک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت گندی گالی دی، ایسی گالی کہ اس سے پہلے میں نے کسی کافر کے منہ سے بھی نہیں سنی تھی اور میں نے انہیں دیکھا کہ وہ قرآن مجید کو اپنے پاؤں کے نیچے روندتے ہیں اور ایسے کلمات بولتے ہیں کہ زبان بھی ان کو نقل کرنے سے گندی ہوتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ خدا کا وجود کوئی چیز نہیں اور یہ کہ دنیا میں کوئی معبود نہیں، یہ صرف ایک جھوٹ ہے جو مفتریوں نے بولا۔ میں نے اسے کہا کہ کیا میں نے تمہیں ان کے پاس بیٹھنے سے منع نہیں کیا تھا؟ پس خدا سے ڈرو اور آئندہ ان کے پاس کبھی نہ بیٹھا کرو اور توبہ کرو۔

"وَ كَانُوْا يَسْتَهْزِءُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ (قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ) اَنَّ الْقُرْآنَ مِنْ مُفْتَرِيَاتِ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَ كَانُوْا مِنَ الْمُرْتَدِّيْنَ." (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۵۶۸) کہ وہ خدا اور رسولؐ پر تمسخر کرتے اور کہتے تھے کہ قرآن نعوذ باللہ آنحضرتؐ کا افتراء ہے اور وہ مرتد تھے۔

غرضیکہ ان لوگوں کی یہ کیفیت تھی جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مامور من اللہ

ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ایسے لوگوں کے لئے جو خدا کی ہستی ہی کے سرے سے منکر تھے۔ایسا دعویٰ اور زیادہ استہزاء اور تمسخر کا محرک ہوا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ نہایت بے باکی اور شرارت کے ساتھ سلوک کرنا شروع کیا اور کہا۔فَلْیَأْتِنَا بِآیَةٍ اِنْ کَانَ مِنَ الصَّادِقِیْنَ۔(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۶۸) کہ اگر (مرزا صاحبؑ) سچا ہے تو کوئی نشان ہمیں دکھائے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ''فَکَتَبُوْا کِتَابًا کَانَ فِیْهِ سَبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ سَبُّ کَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ إِنْکَارُ وُجُوْدِ الْبَارِی عَزَّ اِسْمُهٗ، وَ مَعَ ذٰلِکَ طَلَبُوْا فِیْهِ آیَاتِ صِدْقِیْ مِنِّیْ وَ آیَاتِ وُجُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ أَرْسَلُوْا کِتَابَهُمْ فِی الْآفَاقِ وَالْأَقْطَارِ وَ أَعَانُوْا بِهَا کَفَرَةَ الْهِنْدِ وَ عَتَوْا عُتُوًّا کَبِیْرًا''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۶۸)

انہوں نے ایک خط لکھا جس میں آنحضرتؐ اور قرآن مجید کو گالیاں دی ہوئی تھیں اور خدا تعالیٰ کی ہستی کے لئے نشان طلب کیا ہوا تھا اور انہوں نے اپنا یہ خط آفاق و اقطار میں شائع کیا اور ہندوستان کے دوسرے غیر مسلموں (عیسائیوں) نے اس میں ان کی بہت مدد کی اور انہوں نے انتہائی سرکشی کی۔

یہ خط اخبار چشمہ نور اگست ۱۸۸۵ء میں شائع ہوا تھا۔

ان کی اس انتہائی شوخی اور مطالبہ نشان پر حضرت مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ سے دعا فرمائی جس کا ذکر حضور نے آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۵۶۹ پر بدیں الفاظ شروع فرمایا:۔

وَ قُلْتُ یَا رَبِّ یَا رَبِّ انْصُرْ عَبْدَکَ وَ اخْذُلْ اَعْدَاءَکَ.الخ کہ میں نے کہا اے میرے خدا! اے میرے خدا! اپنے بندے کی مدد فرما اور اپنے دشمنوں کو ذلیل کر۔

اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے حضورؑ کو الہامًا وہ نشان دیا گیا جس کے لئے وہ لوگ اس قدر بے تاب ہو رہے تھے۔چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا:۔

''اِنِّیْ رَأَیْتُ عِصْیَانَهُمْ وَطُغْیَانَهُمْ فَسَوْفَ أَضْرِبُهُمْ بِأَنْوَاعِ الْآفَاتِ أُبِیْدُهُمْ مِنْ تَحْتِ السَّمَاوَاتِ وَ سَتَنْظُرُ مَا أَفْعَلُ بِهِمْ وَ کُنَّا عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَادِرِیْنَ. إِنِّیْ أَجْعَلُ نِسَاءَهُمْ أَرَامِلَ وَ أَبْنَاءَ هُمْ یَتَامٰی وَ بُیُوْتَهُمْ خَرِبَةً لِیَذُوْقُوْا طَعْمَ مَا قَالُوْا وَ مَا کَسَبُوْا وَلٰکِنْ لَّا أُهْلِکُهُمْ دَفْعَةً وَاحِدَةً بَلْ قَلِیْلًا قَلِیْلًا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ وَ یَکُوْنُوْنَ مِنَ التَّوَّابِیْنَ إِنَّ لَعْنَتِیْ

نَـازِلَةً عَـلَيْهِـمْ وَ عَلٰى جُدُرَانِ بُيُوْتِهِمْ وَ عَلٰى صَغِيْرِهِمْ وَ كَبِيْرِهِمْ وَنِسَائِهِمْ وَ رِجَالِهِمْ وَ نَزِيْلِهِمُ الَّذِىْ دَخَلَ أَبْوَابَهُمْ. وَ كُلُّهُمْ كَانُوْا مَلْعُوْنِيْنَ."

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ۵۶۹)

کہ میں نے ان کی بدکرداری اور سرکشی دیکھی پس میں عنقریب ان کو مختلف قسم کی آفات سے ماروں گا اور ان کو زیر آسمان ہلاک کروں گا۔ اور عنقریب تو دیکھے گا کہ میں ان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوں۔ اور ہم ہر ایک چیز پر قادر ہیں۔ میں ان کی عورتوں کو بیوائیں، انکے بچوں کو یتیم اور ان کے گھروں کو ویران کردونگا تا کہ وہ اپنے کئے کی سزا پائیں لیکن میں ان کو یکدم ہلاک نہیں کرونگا بلکہ آہستہ آہستہ تا کہ وہ رجوع کریں اور توبہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں اور میری لعنت ان پر اور ان کے گھر کی چار دیواری پر اور ان کے بڑوں اور ان کے چھوٹوں پر اور ان کی عورتوں اور ان کے مردوں پر اور ان کے مہمانوں پر جو ان کے گھروں میں اتریں نازل ہونے والی ہے اور وہ سب کے سب ملعون ہوں گے۔

پیشگوئی کی مزید تفصیل

مندرجہ بالا عبارت میں صاف طور پر بتایا گیا تھا کہ خدا ان کی عورتوں کو بیوائیں اور ان کے بچوں کو یتیم کردے گا مگر اس کے ساتھ ہی توبہ اور رجوع کی شرط بھی مذکور ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو یکدم ہلاک نہیں کرے گا تا کہ اگر وہ توبہ کرلیں تو بچ جائیں۔

ان عورتوں کو بیوائیں اور بچوں کے یتیم بننے کی تفصیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ اگر مرزا احمد بیگ اپنی دختر کلاں (محمدی بیگم) کا رشتہ حضرت مسیح موعود سے کر دے تو وہ اور اس کا خاندان اسی طرح روحانی برکات سے حصہ پائے گا جس طرح امِ حبیبہؓ بنت ابوسفیان اور سودہؓ بنت زمعہؓ نے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آکر اپنے قبیلہ اور خاندان کو پہنچایا۔ (کہ ان کے خاندان اور قبیلے ان کے نکاحوں کے باعث اسلام میں داخل ہو گئے۔)

الہام الٰہی نے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ وہ اپنی اندرونی حالت (جس کا ذکر اوپر آچکا ہے) کے باعث ہرگز یہ رشتہ نہیں کرے گا اور اس صورت میں جس دن وہ کسی اور شخص سے اس کا نکاح کردے گا اس کے بعد تین سال کے عرصہ میں اور جس شخص سے اس لڑکی کا نکاح ہوگا وہ اڑھائی (2 ½) سال کے عرصہ میں ہلاک ہو جائے گا اور لڑکی بیوہ ہونے کے بعد نکاح میں آئے گی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے

اپنے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

''اس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کیلئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰رفروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ۲۸۶)

الہام الٰہی نے ساتھ ہی ایک اور بات بتا دی کہ اوّل مرزا احمد بیگ اپنی لڑکی کا نکاح ضرور کسی دوسری جگہ کر دے گا۔ چنانچہ اس کے لئے الہامات یہ ہیں:۔

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَ يَرُدُّهَا اِلَيْكَ.

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ۲۸۶)

یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور ان کے ساتھ تمسخر و استہزاء کیا۔ خدا تعالیٰ انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔

یہ دونوں الہامات بتا رہے ہیں کہ لڑکی کا رشتہ ضرور کسی دوسری جگہ ہو جائے گا۔ وہ لوگ اس منشاء الٰہی کی تکذیب کریں گے اور لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کر دیں گے۔ دوسرا الہام تو صریح طور پر بتا رہا ہے کہ نکاح ضرور دوسری جگہ ہوگا۔ ''واپس لانا'' يَرُدُّهَا کا لفظ اس پر صریح نص ہے۔ اس کے ساتھ دوسری بات یہ بھی بتا دی گئی کہ احمد بیگ اور اس کے داماد وغیرہ کی ہلاکت توبہ اور رجوع نہ کرنے کی صورت میں ہوگی۔

لَا اُهْلِكُهُمْ دَفْعَةً وَاحِدَةً بَلْ قَلِيْلًا قَلِيْلًا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ وَ يَكُوْنُوْنَ مِنَ التَّوَّابِيْنَ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ۵۶۹) کہ میں ان کو یکدم ہلاک نہ کروں گا، بلکہ آہستہ آہستہ تاکہ وہ رجوع کر لیں اور توبہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔

۲۔ ''اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع

کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔'' (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۴۸)

دونوں عبارتیں بالکل واضح ہیں اور کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ صاف طور پر ان میں توبہ کی شرط مذکور ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان لوگوں پر (جن کی ہلاکت کی پیشگوئی تھی) اگر وہ توبہ نہ کریں اور رجوع نہ لائیں گے تو عذاب نازل ہوگا، لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ ان پر رجوع کرے گا۔

۳۔ تیسرا ثبوت اس امر کا کہ پیشگوئی میں توبہ کی شرط مذکور تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے مندرجہ ذیل الہامات ہیں جو حضور نے اس پیشگوئی کے متعلق شائع فرمائے۔

رَاَیۡتُ ھٰذِہِ الۡمَرۡءَ ۃَوَ اٰثَرُالۡبُکَاءِ عَلٰی وَجۡھِھَا فَقُلۡتُ اَیَّتُھَا الۡمَرۡءَ ۃُ تُوۡبِیۡ تُوۡبِیۡ فَاِنَّ الۡبَلَاءَ عَلٰی عَقِبِکِ وَالۡمُصِیۡبَۃُ نَازِلَۃٌ عَلَیۡکِ یَمُوۡتُ وَیَبۡقٰی مِنۡہُ کَلَابٌ مُتَعَدِّدَۃٌ

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۲۰ حاشیہ اشتہار ۱۵ جولائی ۱۸۸۸ء) کہ میں نے اس عورت (محمدی بیگم کی نانی) کو (کشفی حالت میں) دیکھا اور رونے کے آثار اس کے چہرے سے ظاہر تھے پس میں نے اس سے کہا کہ اے عورت توبہ کر! توبہ کر! کیونکہ بلا تیری اولاد پر ہے اور مصیبت تجھ پر نازل ہونے والی ہے ایک مرد مر جائے گا اور اس کی طرف کتے باقی رہ جائیں گے۔

ان الہامات میں تُوۡبِیۡ تُوۡبِیۡ کے الفاظ صاف طور پر بتا رہے ہیں کہ وہ مصیبت جو اس خاندان پر آنے والی تھی وہ توبہ سے ٹل سکتی تھی اور تُوۡبِیۡ تُوۡبِیۡ میں محمدی بیگم کی نانی کو مخاطب کرنے سے خدا تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ اس انذاری پیشگوئی میں ''توبہ'' کا دروازہ بہت وسیع ہے۔ کبیرہ گناہوں کو چھوڑ کر جو دوسرے صغیرہ گناہ ہوتے ہیں، ان کیلئے ایک آدمی کی دعا سے دوسرے کے گناہ معاف ہو سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ التحیات میں یہ دعا سکھائی گئی ہے رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ کہ اے ہمارے رب! مجھے اور میرے والدین کو بخش۔

اسی طرح سے اپنی ذریت کے لئے بھی دعا سکھلائی گئی۔ رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ کہ اے اللہ! مجھے اور میری ذریت (اولاد) کو بھی نماز کا قائم کرنیوالا بنا۔

غرضیکہ تُوۡبِیۡ تُوۡبِیۡ میں محمدی بیگم کی نانی کو مخاطب کر کے بتایا گیا ہے کہ اس پیشگوئی میں جو توبہ کی شرط لگائی گئی ہے تو اس کے لئے دروازہ بہت کھلا ہے یہانتک کہ ''نانی'' کی دعا اور استغفار سے نواسی کی مصیبت ٹل سکتی ہے چہ جائیکہ وہ خود توبہ اور استغفار کریں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اصل پیشگوئی یہ نہ تھی کہ ''محمدی بیگم میرے نکاح میں آجائیگی'' بلکہ پیشگوئی یہ تھی کہ احمد بیگ اور سلطان محمد

اگر توبہ نہ کریں گے۔ (دیکھومندجہ بالا اقتباس نمبر۲ از اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء) تو تین اوراڑھائی سال کے عرصہ میں ہلاک ہوجائیں گے اور انکی ہلاکت کے بعد محمدی بیگم ''بیوہ ہوکر'' حضرتؑ کے نکاح میں آئے گی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے خوداسی اشتہار 20 فروری 1886ء میں صاف طور پر تحریر فرمادیا ہے:۔

''خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیشگوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام ہے اگر وہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دے گا تو تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہوجائیگا اور وہ جو اس سے نکاح کرے گا روزِ نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں فوت ہوجائے گا اور آخر وہ عورت میرے نکاح میں آئے گی۔''

۲۔اس سے بھی واضح حوالہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محمدی بیگم کا حضرتؑ کے نکاح میں آنا ،احمد بیگ اور سلطان محمد دونوں کی موت پر موقوف تھا، یہ ہے:۔

یَـمُـوْتُ بَـعْـلُهَـا وَاَبُـوْهَا اِلٰی ثَلَاثِ سَنَةٍ مِنْ یَوْمِ النِّكَاحِ ثُمَّ نَرُدُّهَا اِلَیْکَ بَعْدَ مَـوْتِهِمَا (کرامات الصادقین آخری ٹائٹل پیج) کہ اس کا خاوند اور باپ یومِ نکاح سے تین سال کے عرصہ میں مرجائیں گے اور ان دونوں کی موت کے بعد ہم اس عورت کو تیری طرف واپس لائیں گے۔

۳۔اس سے بھی واضح حوالہ جس سے یہ ثابت ہوجا تا ہے کہ نکاح کی پیشگوئی اصل پیشگوئی نہ تھی، بلکہ اصل پیشگوئی احمد بیگ اور سلطان محمد کی ہلاکت تھی، یہ ہے:۔

کَـانَ أَصْلُ الْمَقْصُوْدِ الْإِهْلَاکُ، وَتَعْلَمُ أَنَّهُ هُوَ الْمِلَاکُ، وَأَمَّا تَزَوِّیْجُهَا إِیَّایَ بَـعْـدَ إِهْلَاکِ الْهَـالِـکِیْنَ وَالْهَالِکَاتِ،فَهُوَ لِإِعْظَامِ الْآیَةِ فِیْ عَیْنِ الْمَخْلُوْقَاتِ (انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۱۶-۲۱۷) کہ میری پیشگوئی کا اصل مقصد تو (ان دونوں) کا ہلاک کرنا تھا اور اس عورت کا میرے نکاح میں آنا ان کی موت کے بعد ہے، اور وہ بھی محض نشان کی عظمت کو لوگوں کی نظر میں بڑھانے کے لئے نہ کہ اصل مقصود۔

غرضیکہ یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اصل پیشگوئی یہ تھی کہ مرزا سلطان محمد اور احمد بیگ ''اگر توبہ نہ کریں گے'' تو تین سال کے عرصہ میں فوت ہوجائیں گے اور ''ان کی وفات کے بعد'' محمدی بیگم حضرت کے نکاح میں آئے گی۔

یہاں پر طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو یہ بتایا کہ احمد بیگ اور سلطان محمد اگر توبہ نہ کریں گے تو تین برس کے عرصہ میں ہلاک ہوں گے، جب خدا نے توبہ کی شرط لگادی

ہے تو اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ اس شرط سے فائدہ اٹھائیں گے یا نہیں؟ اور اگر اٹھائیں گے تو کس حد تک؟ کیونکہ خدا تعالیٰ تو عالم الغیب ہے اس کو تو معلوم تھا کہ احمد بیگ اور سلطان محمد توبہ کی شرط سے فائدہ اٹھائیں گے یا نہیں؟

تو اس سوال کا جواب تُوبِیْ تُوبِیْ والے الہام کے ساتھ ہی اگلے الفاظ میں دیا ہے۔فرمایا:۔

"تُوبِیْ تُوبِیْ فَاِنَّ الْبَلَاءَ عَلٰی عَقِبِکِ وَالْمُصِیْبَةُ نَازِلَةٌ عَلَیْکِ یَمُوْتُ وَیَبْقٰی مِنْهُ کِلَابٌ مُتَعَدِّدَةٌ"

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۲۰ حاشیہ۔اشتہار ۱۵؍جولائی ۱۸۸۸ء)

یعنی اے عورت! توبہ کر، توبہ کر، تجھ پر اور تیری لڑکی کی لڑکی پر عذاب نازل ہونے والا ہے (ان دونوں مردوں میں سے احمد بیگ اور سلطان محمد میں سے) ایک مرد ہی مرے گا۔(یعنی وہ توبہ نہیں کرے گا لیکن دوسرا توبہ کر کے شرط سے فائدہ اٹھالے گا اور نہیں مرے گا اور اس طرح سے عورت بیوہ نہ ہوگی نہ ہی نکاح ہوگا) اور کتے بھونکتے رہ جائیں گے" کہ کیوں نکاح نہیں ہوا۔یعنی بے وجہ اعتراض کرتے رہیں گے۔

اس الہام میں صاف طور پر بتادیا گیا ہے کہ احمد بیگ اور سلطان محمد میں سے ایک شخص توبہ کی شرط سے فائدہ نہیں اٹھائے گا اور اس کی موت ہوگی اور دوسرا شخص اس شرط سے فائدہ اٹھا کر بچ جائے گا۔

"یَمُوْتُ"، واحد مضارع مذکر کا صیغہ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "ایک مرد مرے گا۔" خادمؔ

اب ہم مندرجہ بالا بحث میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ درحقیقت حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی یہ تھی۔

۱۔احمد بیگ ضرور اپنی لڑکی کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کر دے گا۔(**یَرُدُّهَا اِلَیْکَ**)

۲۔نکاح کرنے کے بعد "اگر توبہ نہ کریں گے" تو تین سال کے عرصہ میں احمد بیگ اور اس کا داماد مر جائیں گے اور اندریں صورت لڑکی بیوہ ہو کر میرے نکاح میں آئے گی۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء ضمیمہ ریاض ہند امرتسر مارچ ۱۸۸۶ء)

۳۔توبہ کی شرط سے دونوں میں سے ایک فائدہ نہیں اٹھائے گا اور مر جائے گا۔(**یَمُوْتُ**)

۴۔دوسرا شخص اس شرط سے فائدہ اٹھائے گا اور توبہ کر کے بچ جائے گا۔(**یَمُوْتُ**) کیونکہ دونوں میں سے ایک نے مرنا ہے۔

۵۔لڑکی بیوہ نہ ہوگی ۔(نتیجہ شق چہارم)

۶۔اس وجہ سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ نکاح بیوہ ہونے کے بعد ہی ہونا تھا۔

(انجام آتھم ،روحانی خزائن جلد ۱۱صفحہ ۲۱۶)

۷۔اور وہ لوگ جو ہر حالت میں زبان نکالنے کے عادی ہیں (جن کو قرآن کریم نے اعراف ع ۲۲ میں یَلْھَثْ کے لفظ سے یاد کیا ہے) وہ اس پر اعتراض کرتے رہیں گے۔(یَبْقٰی مِنْہُ کِلَابٌ مُتَعَدِّدَۃٌ)

پیشگوئی پوری ہوگئی

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی مندرجہ بالا امور پر مشتمل تھی۔آؤ اب ذرا واقعات پر نگاہ ڈالیں اور دیکھیں کہ کیا خدا کے مسیح موعودؑ کی بیان فرمودہ باتیں پوری ہوئیں یا نہ؟ واقعات نے بتا دیا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جس طرح پیشگوئی کی تھی ،حرف بحرف اسی طرح پوری ہوئی:۔

۱۔احمد بیگ نے محمدی بیگم کا نکاح ۷/اپریل ۱۸۹۲ء کو مرزا سلطان محمد سے کر دیا۔

۲۔احمد بیگ نے توبہ کی شرط سے فائدہ نہ اٹھایا اور روز نکاح سے پانچ مہینے اور ۲۴ دن بعد یعنی ۳۰/ستمبر ۱۸۹۲ء کو فوت ہو گیا۔اور یَمُوْتُ والے الہام کا ایک پہلو پورا ہو گیا۔

۳۔سلطان محمد نے ''توبہ'' کی شرط سے پیشگوئی کے مطابق فائدہ اٹھایا اور توبہ کر کے بچ گیا (یَمُوْتُ دوسرا پہلو بھی پورا ہو گیا۔)

۴۔چونکہ سلطان محمد توبہ کی شرط سے فائدہ اٹھا کر بچ گیا اس لئے محمدی بیگم بیوہ نہ ہوئی۔

۵۔چونکہ بیوہ نہ ہوئی اس لئے نکاح بھی نہ ہوا (کیونکہ نکاح بیوہ ہونے کے بعد ہونا تھا)

(انجام آتھم ،روحانی خزائن جلد ۱۱صفحہ ۲۱۶)

۶۔معترضین آج تک اعتراض کرتے اور اپنی مخصوص ہرزہ سرائی سے باز نہیں آتے اور خود بخود یَبْقٰی مِنْہُ کِلَابٌ مُتَعَدِّدَۃٌ والے الہام کو پورا کرتے ہیں۔

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس طریق سے پیشگوئی فرمائی تھی، بعینہٖ اسی طرح پوری ہوئی ہم بیان کر چکے ہیں کہ پیشگوئی میں ''توبہ'' کی شرط تھی۔محمدی بیگم کا حضرت کے نکاح میں آنا تین سال میں سلطان محمد اور احمد بیگ کی موت پر موقوف تھا اور ان دونوں کا تین سال میں مرنا ان کے توبہ نہ کرنے پر موقوف تھا۔سلطان محمد نے ''توبہ'' کی ،وہ تین سال میں نہ مرا۔محمدی بیگم بیوہ نہ ہوئی۔لہٰذا نکاح نہ ہوا۔اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ.

ہمارے تمام بیان کا انحصار صرف دو باتوں پر ہے۔

ا۔ پیشگوئی میں توبہ کی شرط موجود تھی۔

۲۔ سلطان محمد نے ''توبہ'' کی شرط سے فائدہ اٹھایا۔

اگر یہ دونوں باتیں ثابت ہوں تو پھر کسی منصف مزاج اور حق پسند انسان کو اس پیشگوئی پر کوئی معمولی سے معمولی اعتراض بھی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ محمدی بیگم کا نکاح حضرت مسیح موعودؑ سے صرف اس صورت میں ہونا تھا کہ سلطان محمد توبہ نہ کرے اور تین سال میں مر جائے اور پھر یہ بھی ثابت کر دیا جائے کہ سلطان محمد نے فی الواقعہ توبہ کی اور اس وجہ سے تین سال میں مرنے سے بچ گیا تو بات بالکل صاف ہوتی ہے۔ سو اس بات کا ثبوت کہ اصل پیشگوئی میں توبہ کی شرط موجود تھی ہم پچھلے صفحات میں تفصیلاً آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۹ و اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء والہام تُوْبِیْ تُوْبِیْ فَاِنَّ الْبَلَاءَ عَلٰی عَقِبِکِ درج کر کے دے آئے ہیں۔ اس موقعہ پر حضرت مسیح موعودؑ کی دو اور تحریریں درج کرتے ہیں:۔

ا۔ ما كان إلهام فى هذهِ المقدمة إلّا كان معه شرط (انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۲۲۔۲۲۳) کہ اس پیشگوئی کے متعلق مجھے ایک بھی ایسا الہام نہیں ہوا کہ جس میں شرط مذکور نہ ہو۔

۲۔ ''اور بعض نادان کہتے ہیں کہ احمد بیگ کے داماد کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور وہ نہیں سمجھتے کہ یہ پیشگوئی بھی عبداللہ آتھم کے متعلق کی پیشگوئی کی طرح شرطی تھی اور اس میں خدا تعالیٰ کی وحی اُس کی منکوحہ کی نانی کو مخاطب کر کے یہ تھی توبی توبی فانّ البلاء علٰی عقبک یعنی اے عورت توبہ توبہ کر کہ تیری لڑکی کی لڑکی پر بلا آنے والی ہے۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۶۹)

سلطان محمد کی توبہ کا ثبوت

اب صرف اس امر کا ثبوت دینا ہمارے ذمہ باقی رہا کہ مرزا سلطان محمدؒ نے توبہ کی اور فی الواقعہ پیشگوئی کی اس شرط سے فائدہ اٹھایا؟ سو یاد رہے کہ اس کی توبہ کے پانچ ثبوت ہیں:۔

ا۔ سب سے پہلا ثبوت اس امر کا کہ سلطان محمد نے توبہ کی فطرتِ انسانی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب دو انسانوں کے متعلق ایک ہی حالت میں سے گزرنے کی پیشگوئی ہو اور ان دونوں میں سے ایک پر بعینہٖ پیشگوئی کے مطابق حالت طاری ہو جائے تو دوسرے کو بھی یقین ہو جائے گا کہ میری بھی یہی کیفیت

ہونے والی ہے۔ زید اگر عمر اور بکر سے یہ کہے کہ تم دونوں دو گھنٹہ کے اندر کوئیں میں گر کر مر جاؤ گے۔ اب اگر ایک ہی گھنٹہ بعد عمر واقعی کوئیں میں گر کر مر جائے تو طبعاً وفطرتاً بکر کو اپنی موت کا یقین ہو جائے گا۔

پس جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے احمد بیگ اور سلطان محمد دونوں کی موت کی پیشگوئی کی تھی، اور احمد بیگ عین میعاد مقررہ کے اندر حسب پیشگوئی مر گیا تو سلطان محمد پر خوف طاری ہونا اور اس کا توبہ واستغفار کی طرف رجوع کرنا یقینی اور لازمی امر تھا۔ چنانچہ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

(الف) ''سو ایک دانا سوچ سکتا ہے کہ احمد بیگ کے مرنے کے بعد جس کی موت پیشگوئی کی ایک جزو تھی دوسری جزو والے کا کیا حال ہوا ہوگا؟ گویا وہ جیتا ہی مر گیا ہوگا۔ چنانچہ اس کے بزرگوں کی طرف سے دو خط ہمیں بھی پہنچے جو ایک حکیم صاحب باشندہ لاہور کے ہاتھ سے لکھے ہوئے تھے، جن میں انہوں نے اپنی توبہ اور استغفار کا حال لکھا ہے سو ان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی۔'' (اشتہار ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۴۲)

(ب) ''اور جب احمد بیگ فوت ہو گیا تو اس کی بیوہ عورت اور دیگر پس ماندوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ وہ دعا اور تضرع کی طرف بہ دل متوجہ ہو گئے۔ جیسا کہ سنا گیا ہے کہ اب تک احمد بیگ کے داماد کی والدہ کا کلیجہ اپنے حال پر نہیں آیا۔ سو خدا دیکھتا ہے کہ وہ شوخیوں میں کب آگے قدم رکھتے ہیں۔ پس اس وقت وعدہ اس کا پورا ہوگا۔'' (حجۃ اللہ، روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۹)

۲۔ سلطان محمد کی توبہ کا دوسرا ثبوت اس کا مندرجہ ذیل تحریری اور دستخطی بیان ہے۔

انبالہ چھاؤنی۔۱۳۔۳۔۲۰

برادرم سلمہٗ!

نوازشنامہ آپ کا پہنچا۔ یاد آوری کا مشکور ہوں میں جناب مرزا جی صاحب مرحوم کو نیک بزرگ، اسلام کا خدمت گزار، شریف النفس خدا یاد پہلے بھی اور اب بھی خیال کر رہا ہوں۔ مجھے ان کے مریدوں سے کسی قسم کی مخالفت نہیں ہے بلکہ افسوس کرتا ہوں کہ چند ایک امورات کی وجہ سے ان کی زندگی میں ان کا شرف حاصل نہ کر سکا۔

نیازمند سلطان محمد از انبالہ

رسالہ نمبر ۹''

(ان کا اصل خط عکسی اگلے صفحہ پر دیکھیں)

انبالہ چھاؤنی
۳/۲/۰۴

برادرم سلمہ

السلام علیکم ۔ نوازش نامہ آپکا پہنچا یاد آوری کا
مشکور ہوں میں جناب مرزا جی صاحب مرحوم مغفور
نیک ۔ بزرگ ۔ اسلام کا خدمتگزار شریف النفس
خدا یاد پہلے بھی اور اب بھی خیال کرتا
ہوں ۔ مجھے انکے مریدوں سے کسی قسم کی
مخالفت نہیں ہے بلکہ افسوس کرتا ہوں کہ
چند ایک صورت دیکھ کر انکی زندگی
میں ان کا شرف حاصل نہ کر سکا

نیاز مند سلطان محمود از انبالہ
رسالہ نمبر ۹

مندرجہ بالا الفاظ اگر کسی عام آدمی نے لکھے ہوں تو کوئی اہم بات نہ ہو مگر سلطان محمد جس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے موت اور اس کی بیوہ کے اپنے نکاح میں آنے کی پیشگوئی کی تھی اور اپنی متعدد کتب و اشتہارات میں اس کا ذکر بھی فرمایا تھا، اس کو تو حضرت مسیح موعودؑ سے طبعاً انتہائی دشمنی اور عناد ہونا چاہیے تھا۔ علاوہ ازیں حضرت اقدسؑ بار بار تحریر فرما رہے تھے کہ سلطان محمد نے توبہ کی ہے اور وہ خود تو اس امر کو جانتا تھا کہ اس نے توبہ کی ہے یا نہیں؟ اگر فی الواقعہ اس نے توبہ نہ کی تھی تو وہ جانتا تھا کہ حضرت صاحب نعوذ باللہ سچ نہیں فرما رہے تو ایسے شخص کے قلم سے یہ نکلنا کہ ''میں جناب مرزا جی مرحوم کو نیک بزرگ'' وغیرہ سمجھتا ہوں، اگر معجزہ نہیں تو اور کیا ہے؟

۳۔ تیسرا ثبوت سلطان محمد کی توبہ کرنے کا اس کا اپنا بیان ہے۔

''میرے خسر جناب مرزا احمد بیگ صاحب واقعہ میں عین پیشگوئی کے مطابق فوت ہوئے ہیں مگر خدا تعالیٰ غفور رحیم بھی ہے، اپنے دوسرے بندوں کی بھی سنتا اور رحم کرتا ہے...... میں ایمان سے کہتا ہوں کہ یہ نکاح والی پیشگوئی میرے لئے کسی قسم کے بھی شک وشبہ کا باعث نہیں ہوئی...... باقی رہی بیعت کی بات، میں قسمیہ کہتا ہوں کہ جو ایمان اور اعتقاد مجھے حضرت مرزا صاحبؑ پر ہے میرا خیال ہے کہ آپ کو بھی جو بیعت کر چکے ہیں اتنا نہیں ہوگا...... باقی میرے دل کی حالت کا آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس پیشگوئی کے وقت آریوں نے لیکھرام کی وجہ سے اور عیسائیوں نے آتھم کی وجہ سے مجھے لاکھ لاکھ روپیہ دینا چاہا، تا میں کسی طرح مرزا صاحبؑ پر نالش کروں۔ اگر وہ روپیہ میں لیتا تو امیر کبیر بن سکتا تھا مگر وہی ایمان اور اعتقاد تھا جس نے مجھے اس فعل سے روکا۔'' (الفضل 9/13 جون 1921ء)

۴۔ چوتھا ثبوت سلطان محمد صاحب کی توبہ کا وہ تحریری بیان ہے جو ان کے صاحبزادہ برادرم محمد اسحٰق بیگ صاحب نے اخبار الفضل میں شائع کرایا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احباب کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پیشتر اس کے کہ میں اپنا اصل مدعا ظاہر کروں، یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ واللہ میں کسی لالچ یا دنیوی غرض یا کسی دباؤ کے ماتحت جماعت احمدیہ میں داخل نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ماتحت ایک لمبے عرصہ کی تحقیق حق کے بعد اس بات پر ایمان لایا ہوں کہ حضرت مرزا صاحبؑ اپنے ہر دعویٰ میں صادق اور مامور من اللہ ہیں۔ اور اپنے قول وفعل میں ایسے صادق ثابت ہوئے ہیں کہ کسی حق شناس کو

اس میں کلام نہیں ہوسکتا۔آپ کی تمام پیشگوئیاں ٹھیک ٹھیک پوری ہوئیں۔ یہ الگ سوال ہے کہ بعض لوگ تعصب یا نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض پیشگوئیوں کو پیش کر کے عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ وہ پوری نہیں ہوئیں۔ مثلاً ان میں سے ایک پیشگوئی مرزا احمد بیگ صاحب وغیرہ کے متعلق ہے اس پیشگوئی کو ہر جگہ پیش کر کے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اس کا پورا ہونا ثابت کرو۔ حالانکہ وہ بھی صفائی کے ساتھ پوری ہوگئی۔ میں اس پیشگوئی کے متعلق ذکر کرنے سے پیشتر یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ایک انذاری پیشگوئی تھی اور ایسی انذاری پیشگوئیاں خدا تعالیٰ اپنے نبی کے ذریعہ اس لئے کرایا کرتا ہے کہ جن کے متعلق ہوں ان کی اصلاح ہو جائے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا نُرۡسِلُ بِالۡاٰيٰتِ اِلَّا تَخۡوِيۡفًا کہ ہم انبیاء کو نشانات اس لئے دیتے ہیں کہ لوگ ڈر جائیں۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ اصل بیان فرمادیا ہے کہ ایسی انذاری پیشگوئیاں لوگوں کی اصلاح کی غرض سے کی جاتی ہیں۔ جب وہ قوم اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے اور اپنی اصلاحیت کی طرف رجوع کرے تو اللہ تعالیٰ اپنا معلق عذاب بھی ٹال دیتا ہے، جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا واقعہ نیز حضرت موسیٰؑ کی قوم کے حالات وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيۡهِمُ الرِّجۡزُ سے ظاہر ہے۔ اس صورت میں انذاری پیشگوئی کا لفظی طور پر پورا ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ یہی نقشہ یہاں نظر آتا ہے کہ جب مرزا صاحبؑ کی قوم اور رشتہ داروں نے گستاخی کی، یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی ہستی سے انکار کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کی ہتک کی اور اشتہار دے دیا کہ ہمیں کوئی نشان دکھایا جائے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کے مامور کے ذریعہ پیشگوئی فرمائی۔ اس پیشگوئی کے مطابق میرے نانا جان مرزا احمد بیگ صاحب ہلاک ہو گئے اور باقی خاندان ڈر کر اصلاح کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جس کا ناقابل تردید ثبوت یہ ہے کہ اکثر نے احمدیت قبول کر لی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ غفور الرحیم کے ماتحت قہر کو رحم میں بدل دیا۔

میں پھر زوردار الفاظ میں اعلان کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی بھی پوری ہوگئی۔

میں ان لوگوں سے جن کو احمدیت قبول کرنے میں یہ پیشگوئی حائل ہے عرض کرتا ہوں کہ وہ مسیح الزمان پر ایمان لے آئیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، یہ وہی مسیح موعود ہیں جن کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی اور ان کا انکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہی درست فرمایا ہے۔

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

خاکسار مرزا محمد اسحٰق بیگ، پٹی ضلع لاہور۔ حال وارد چک نمبر ۱۶۵۔۲ بی''

(منقول از الفضل ۲۶ فروری ۱۹۳۲ء صفحہ ۹)

۵۔ پانچواں ثبوت مرزا سلطان محمد صاحب کی توبہ کا وہ چیلنج ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے معترض علماء کو دیا۔ فرمایا:۔

''فیصلہ تو آسان ہے سو اگر جلدی کرنا ہے تو احمد بیگ کے داماد سلطان محمد سے کہو کہ تکذیب کا اشتہار دے۔ پھر اس کے بعد جو میعاد خدا تعالیٰ مقرر کرے اگر اس سے اس کی موت تجاوز کرے تو میں جھوٹا ہوں۔''

اور ضرور ہے کہ یہ وعید کی موت اس سے تھمی رہے جب تک وہ گھڑی نہ آ جائے کہ اس کو بے باک کر دے۔ سو اگر جلدی کرنا ہے تو اٹھو اور اس کو بے باک اور مکذب بناؤ اور اس سے اشتہار دلاؤ اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھو۔'' (انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۲ حاشیہ)

اس اعلان کو شائع ہوئے پچاس سال گزر گئے اور حضرت مسیح موعودؑ اس اعلان کے بعد بارہ سال تک زندہ رہے۔ مگر کوئی مخالف مولوی مرزا سلطان محمد سے تکذیب کا اشتہار نہ دلا سکا۔

پس مندرجہ بالا پانچ دلائل سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ مرزا سلطان محمد نے پیشگوئی کے مطابق توبہ کی اور اس وجہ سے تین سالہ میعاد کے اندر فوت نہ ہوئے، محمدی بیگم بیوہ نہ ہوئی اور اس لئے نکاح نہ ہوا۔'' (اذا فات الشرط فات المشروط)

اور ان سب امور کا نتیجہ یہ ہوا کہ ''**کلاب متعددہ**'' نے مختلف مواقع پر اپنی بدگوئی کی عادت کے مطابق حضرت اقدسؑ کی اس پیشگوئی پر تمسخر اور استہزاء کیا اور حضورؑ کی یہ پیشگوئی اپنی پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بے شک ازالہ اوہام اور اپنی دوسری کتابوں میں زور دیا ہے کہ میرا نکاح محمدی بیگم سے ہو جائے گا اور بڑی متحدیانہ عبارتیں تحریر فرمائی ہیں مگر سوال یہ ہے کہ نکاح کب ہوگا؟ ظاہر ہے کہ جب سلطان محمد کی موت پر وہ بیوہ ہو جائے گی۔ سلطان محمد کی توبہ

کب ہوگی؟ اگر وہ توبہ کرے گا۔''

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہر عبارت جو مخالف مولوی پیش کرتے ہیں درست ہے اور ہمیں مسلم ہے مگر سوال یہ ہے کہ پیشگوئی کے بعد اگر سلطان محمد توبہ نہ کرتا اور پھر بھی زندہ رہتا اور نکاح نہ ہوتا تو حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی پر اعتراض ہوسکتا تھا مگر یہاں تو نکاح سلطان محمد کی عدم توبہ کے ساتھ مشروط تھا۔ اس لئے جس قدر عبارات نکاح کے متعلق ہیں وہ بھی سلطان محمد کے توبہ نہ کرنے کے ساتھ مشروط ہیں۔

بیعت کیوں نہ کی؟

بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ سلطان محمد نے توبہ کر لی تو کیا ہوا۔ بات تو جب تھی کہ وہ بیعت کر لیتا۔ سو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیے کہ یہ پیشگوئی ۱۸۸۶ء سے لے کر ۱۸۸۸ء تک مکمل ہوئی اور توبہ کی شرط بھی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء اور ۱۵ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں ہے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ نہ تو نبی ہونے کا تھا، نہ مسیح موعود اور مہدی ہونے کا، نہ ہی آپ اس وقت بیعت لیتے تھے بلکہ جو شخص بیعت کرنے آتا حضور ''لَسْتُ بِمَأْمُوْرٍ '' (کہ میں مامور نہیں ہوں) کہہ کر انکار کر دیتے تھے (بیعت ۱۸۸۹ء میں ہوئی) نہ اس زمانہ میں احمدی غیر احمدی کا سوال تھا کیونکہ حضورؑ نے اپنی جماعت کا نام ''مسلمان فرقہ احمدیہ ۱۹۰۰ء میں رکھا۔ پس توبہ کی شرط سے مراد ہرگز ہرگز ''بیعت'' یا نبوت، مسیحیت ومہدویت کا اقرار یا احمدی ہونا نہ تھا۔ اس زمانے میں حضرت کا دعویٰ صرف اس قدر تھا کہ میں اسلام کا خدمت گذار ہوں'' (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۶۷) اور اسی بات کا احمد بیگ وسلطان محمد کو انکار تھا۔ اب سلطان محمد کے خط کو دیکھ لو، اس میں اس نے حضرت کو ''اسلام کا خدمت گذار'' تسلیم کیا ہے۔ نیز ''خدا یاد'' کہہ کر خدا کی ہستی کا بھی اقرار کرلیا ہے اور ''شریف النفس'' کہہ کر تسلیم کرلیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ پیشگوئی ہرگز ہرگز نفسانیت کے جوش کے ماتحت نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان تھا جس کی تکمیل میں حضرت نے اس کو شائع کیا۔ پس اگر سلطان محمد کو اس پیشگوئی کی صداقت میں ذرہ بھر بھی شبہ ہوتا تو حضرت مسیح موعودؑ کو ''اسلام کا خدمت گذار'' اور ''شریف النفس'' اور خدا یاد نہ کہتا۔ پس جس جس چیز کا پیشگوئی کی اشاعت کے وقت ان لوگوں کو انکار تھا، بعینہٖ انہی امور کا اقرار اس خط میں موجود ہے۔ پس سلطان محمد نے مکمل توبہ کی ہے۔ بیعت وغیرہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تقدیرِ مبرم

حضرت مسیح موعودؑ نے انجام آتھم میں نکاح کو ''تقدیرِ مبرم'' قرار دیا ہے مگر حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کی رو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تقدیر بعض حالات اور شرائط کے ساتھ مشروط ہونے کی صورت میں تقدیرِ مبرم بنتی ہے اور جب تک وہ شرط یا شرائط پوری نہ ہوں اس وقت تک اس تقدیر کے ''قطعی مبرم'' ہونے کا تحقّق نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ آتھم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

ا۔ ''اب آتھم صاحب قسم کھالیویں تو وعدہ ایک سال قطعی اور یقینی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں اور تقدیرِ مبرم ہے'' (ضیاء الحق، روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۱۶)

گویا آتھم کی موت تقدیرِ مبرم اس صورت میں ہوگی جبکہ وہ قسم کھالے گا۔ قسم نہ کھانے کی صورت میں تقدیرِ مبرم نہ ہوگی پس جس طرح اس ''تقدیرِ مبرم'' کے ساتھ ''قسم کھانے'' کی شرط ہے اسی طرح محمدی بیگم کے نکاح میں سلطان محمد کی عدم توبہ کی شرط ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے اوپر ثابت کیا جاچکا ہے۔

۲۔ تقدیرِ مبرم کا دعا اور صدقہ سے ٹل جانا احادیث نبویہؐ سے بھی ثابت ہے چنانچہ حدیث میں ہے اَکْثِرُ مِنَ الدُّعَآءِ فَاِنَّ الدُّعَآءَ یَرُدُّ الْقَضَاءَ الْمُبْرَمَ (کنز العمال کتاب الذکار من قسم الاقوال الباب الثامن فی الدعا الفصل الاوّل نیز دیکھو جامع الصغیر للسیوطی مصری جلد ا صفحہ ۴۵ باب الالف) کہ کثرت سے دعا کرو کیونکہ دعا تقدیرِ مبرم کو بھی ٹال دیتی ہے۔

۳۔ رُوِیَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الصَّدَقَۃَ لَتُدْفِعُ الْبَلَاءَ الْمُبْرَمَ النَّازِلَ مِنَ السَّمَآءِ. (روض الریاحین۔ برحاشیہ قصص الانبیاء صفحہ ۳۶۴)

کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ صدقہ بلاءِ مبرم کو بھی جو آسمان سے نازل ہونے والی ہو روک دیتا ہے۔

۴۔ اَلدُّعَاءُ جُنْدٌ مِنْ اَجْنَادِ اللّٰہِ مُجَنَّدَۃٌ یَرُدُّ الْقَضَآءَ بَعْدَ اَنْ یُّبْرَمَ.

(فردوس الاخبار دیلمی صفحہ ۱۰۷ آخری سطر، وجامع الصغیر للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۷ ا باب الاوّل)

دعا خدا تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر جرار ہے جو قضاء کو اس کے مبرم ہونے کے بعد بھی ٹلا دیتی ہے۔

۵۔ روح البیان جلد ۱ صفحہ ۲۵۷ مطبوعہ مصر پر بھی قضاء مبرم کے ٹلنے کا ذکر ہے۔

۶۔ حضرت مسیح موعودؑ کا یہی مذہب تھا کہ قضاء مبرم دعا اور صدقہ سے ٹل سکتی ہے اور جہاں حضورؑ نے یہ لکھا ہے کہ ''یہ تقدیر مبرم جو ٹل نہیں سکتی'' تو اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ توبہ اور دعا کے بغیر ٹل نہیں سکتی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ (النساء:۴۹)

کہ اللہ تعالیٰ کبھی نہیں بخشے گا اس گناہ کو کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس گناہ کے سوا باقی جس کو چاہے بخشدے۔

مگر دوسری جگہ فرمایا۔ قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ (الزمر:۵۴) کہہ دے اے میرے بندو! جنہوں نے گناہ کیا تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو، اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دے گا اور وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں جملہ گناہوں کے معاف کرنے کا ذکر ہے۔ پس تطبیق کی صورت یہی ہے کہ شرک کے گناہ کی معافی کو توبہ کی شرط سے مشروط کیا جائے یعنی سورۃ نساء کی مندرجہ بالا آیت کا یہ مطلب لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو بغیر توبہ کے نہیں بخشے گا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں تقدیر مبرم کے نہ ٹلنے کا ذکر فرمایا ہے وہاں بھی مراد بصورت عدم دعا اور توبہ ہی ہے نہ کہ مطلقاً کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۱۹ پر تحریر فرمایا ہے کہ

جب میں نے عبدالرحیم خلف حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی صحت یابی کے لئے دعا کی تو معلوم ہوا کہ تقدیر مبرم کی طرح ہے مگر جب زیادہ تضرع اور ابتہال سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس تقدیر کو ٹلا دیا اور عبدالرحیم اچھا ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک مبرم قسم کی تقدیر بھی دعا اور توجہ سے ٹل سکتی ہے۔

ثناءاللہ (امرتسری) کا خط

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ہزاروں جتن کر کے اہل حدیث مورخہ ۱۴/ مارچ ۱۹۲۴ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے سولہ سال بعد ایک غیر مصدقہ تحریر مرزا سلطان محمد کی طرف منسوب کر کے

شائع کی۔ ہماری طرف سے مطالبہ کیا گیا کہ یا تو اصل تحریر ہمیں دکھائی جائے یا اس کا عکس شائع کیا جائے (جس طرح ہم نے کیا ہے) تا کہ پبلک پر اصل حقیقت واضح ہو، مگر اپنی موت تک مولوی صاحب ہمارے اس مطالبہ سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے۔ نیز اگر ایسی کوئی تحریر ہو بھی تو وہ قابل اعتناء نہیں اور ''مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید'' کی مصداق ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے چیلنج کے الفاظ یہ ہیں۔ ''پھر اس کے بعد جو میعاد خدائے تعالیٰ مقرر کرے اگر اس سے اس کی موت تجاوز کرے تو میں جھوٹا ہوں۔''

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۲ حاشیہ)

پس اس عبارت کے پیش نظر سلطان محمد کی کسی ایسی تحریر کا حضرت اقدسؑ کی زندگی میں شائع ہونا ضروری تھا۔

مقدمہ ''دیوار'' میں حضرت کا بیان

بعض غیر احمدی مولوی، حضرت مسیح موعودؑ کے بیان مقدمہ گورداسپور متعلقہ دیوار سے یہ الفاظ پیش کر کے عوام کو مغالطہ دیا کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا۔ ''میرے ساتھ اس کا نکاح ہوگا'' امید کیا مجھے یقین ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ یہود یانہ تحریف سے حضرتؑ کے درمیانی الفاظ حذف کر دیا کرتے ہیں۔ اصل الفاظ یہ ہیں:۔

''میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا جیسا کہ پیشگوئی میں درج ہے وہ سلطان محمد سے بیاہی گئی جیسا کہ پیشگوئی میں تھا...... ایک وقت آتا ہے کہ عجیب اثر پڑے گا...... پیشگوئی کے الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے اور یہی پیشگوئی تھی کہ وہ دوسرے کے ساتھ بیاہی جاوے گی اس لڑکی کے باپ کے مرنے اور خاوند کے مرنے کی پیشگوئی شرطی تھی اور شرط توبہ اور رجوع الی اللہ کی تھی۔ لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی، اس لئے وہ بیاہ کے بعد چند مہینوں کے اندر مر گیا اور پیشگوئی کی دوسری جز پوری ہوگئی، اس کا خوف اس کے خاندان پر پڑا اور خصوصاً شوہر پر پڑا اور جو پیشگوئی کا ایک جز تھا۔ انہوں نے توبہ کی۔ چنانچہ اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خط بھی آئے اس لئے خدا تعالیٰ نے اس کو مہلت دی۔ عورت اب تک زندہ ہے۔''

(الحکم ۱۰ راگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴ و ۱۵)

نکاح فسخ یا تاخیر میں؟

حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی میں تحریر فرمایا ہے کہ ’’نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۷۰)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر سلطان محمد اپنی توبہ پر قائم رہے اور بیباکی کر کے تکذیب کا اشتہار نہ دے تو اس صورت میں وہ حضرت کی زندگی میں نہیں مرے گا اور محمدی بیگم کا نکاح حضرت سے نہیں ہو گا (فسخ ہو گیا) لیکن اگر انجام آتھم والے چیلنج کے جواب میں اس نے حضرت کی زندگی میں تکذیب کا اشتہار دے دیا تو پھر خدا کی مقرر کردہ میعاد کے اندر اندر مر جائے گا اور محمدی بیگم حضرت کے نکاح میں آ جائے گی۔ اندریں صورت نکاح ’’تاخیر‘‘ میں پڑا متصور ہو گا۔ یہی معنی ہیں حضرت مسیح موعودؑ کی عبارت بَلِ الْاَمْرُ قَائِمٌ عَلٰی حَالِہٖ کے کہ سلطان محمد کی توبہ سے کلی طور پر معاملہ ختم نہیں ہو گیا اور وعیدی موت اس سے ہمیشہ کے لئے نہیں ٹل گئی بلکہ اب بھی اس کے سر پر ’’تھمی‘‘ ہوئی کھڑی ہے جس وقت وہ تکذیب کرے گا اسی وقت خدا تعالیٰ کی مقررہ میعاد کے اندر پکڑا جائے گا۔ غرضیکہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات اس پیشگوئی کے متعلق بالکل صاف اور واضح ہیں۔

زَوَّجْنٰکَھَا

یہ الہام درحقیقت قرآن مجید کی ایک آیت ہے فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْھَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَھَا (الاحزاب:۳۸) کہ ہم نے آنحضرتؐ کا نکاح زینبؓ کے ساتھ اس کے مطلقہ ہونے کے بعد کر دیا۔

حضرت کو یہی الہام محمدی بیگم کے متعلق ہوا۔ پس اس کا مطلب یہ ہو گا کہ سلطان محمد کی بیوہ ہونے کے بعد ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے اس الہام کو انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۶۰ پر درج کر کے اس کے مندرجہ ذیل ترجمہ فرمایا ہے:۔

’’بعد واپسی کے ہم نے نکاح کر دیا۔‘‘

یعنی سلطان محمدؐ کی موت پر یَرُدُّھَا اِلَیْکَ کا دوسرا مفہوم جب پورا ہو گا تو اس وقت خدا تعالیٰ نے نکاح پڑھ دیا ہے۔

۲۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کو اور واضح فرمایا ہے:

’’اور یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے

یہ درست ہے مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اُسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ کہ **اَیَّتُھَا الْمَرْأَۃُ تُوْبِیْ تُوْبِیْ فَاِنَّ الْبَلَاءَ عَلٰی عَقِبِکِ** پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔‘‘ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۷۰) اس فسخ یا تاخیر کی تشریح اوپر گزر چکی ہے۔

۳۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

اَخْرَجَ الطَّبْرَانِیُّ وَابْنُ عَسَاکِرٍ عَنْ اَبِیْ اَمَامَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِخَدِیْجَۃَ اَمَا شَعُرْتِ اَنَّ اللّٰہَ زَوَّجَنِیْ مَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ وَکُلْثُوْمَ اُخْتَ مُوْسٰی وَامْرَءَ ۃَ فِرْعَوْنَ قَالَتْ ھَنِیْئًا لَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (فتح البیان زیر آیت فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْھَا وَطَرًا ...... الخ احزاب: ۳۷ و فردوس الاخبار دیلمی صفحہ ۳۵۱) کہ طبرانی اور ابن عساکرؒ نے ابوامامہؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ اے خدیجہؓ! کیا تجھے معلوم نہیں کہ خدا نے میرا نکاح پڑھ دیا ہے عیسٰیؑ کی ماں مریمؑ، موسٰیؑ کی بہن کلثومؓ اور فرعون کی بیوی آسیہؓ کے ساتھ! حضرت خدیجہؓ نے فرمایا! یارسول اللہ آپ کو مبارک ہو!۔

اس حدیث کے الفاظ میں بھی زَوَّجَنِیْ اسی طرح ماضی ہے جس طرح زَوَّجْنٰکَھَا میں ہے۔ غیر احمدی علماء کے نزدیک آنحضرتؐ کو یہ الہام ہونے کے بعد بھی کہ حضرت زینبؓ آپ کی بیوی ہیں پھر بھی آپ حضرت زیدؓ سے فرماتے رہے کہ زینبؓ کو بیوی بنا کر رکھو اور اسے طلاق نہ دو۔ جلالین میں آتا ہے:۔

اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَادَ اَنْ یُّزَوِّجَھَا زَیْدًا فَکَرِھَتْ ذٰلِکَ ثُمَّ اِنَّھَا رَضِیَتْ بِہٖ فَتَزَوَّجَھَا اِیَّاہُ ثُمَّ اَعْلَمَ اللّٰہُ نَبِیَّہٗ بَعْدُ اَنَّھَا مِنْ اَزْوَاجِہٖ فَکَانَ یَسْتَحْیِ اَنْ یَّاْمُرَہٗ بِطَلَاقِھَا وَ کَانَ لَا یَزَالُ بَیْنَ زَیْدٍ وَ زَیْنَبَ مَا یَکُوْنُ بَیْنَ النَّاسِ فَاَمَرَہٗ اَنْ یُمْسِکَ عَلَیْہِ زَوْجَتَہٗ وَ کَانَ یَخْشَی النَّاسَ اَنْ یَعِیْبُوْا عَلَیْہِ.

(جلالین مع کمالین زیر آیت فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْھَا وَطَرًا ...... الخ احزاب: ۳۷)

یعنی آنحضرتؐ نے ارادہ فرمایا کہ زینبؓ کا نکاح زیدؓ کے ساتھ کر دیں لیکن پہلے حضرت زینبؓ نے کراہت کی، پھر بعد میں راضی ہو گئیں۔ پس ان دونوں کی شادی ہو گئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو بتا دیا کہ زینبؓ آپ کی بیویوں میں سے ہے۔ پس آنحضرتؐ شرماتے تھے اس بات

سے کہ زیدؓ کوحکم دیں کہ وہ زینبؓ کوطلاق دے دے اوراس عرصہ میں زینبؓ اور زیدؓ میں میاں بیوی کے تعلقات قائم رہے پس آنحضرتؐ نے زیدؓ کوحکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھے اور آپؐ ڈرتے تھے کہ لوگ آپ پر الزام نہ لگائیں۔

اس حوالہ سے تمسخراور استہزاء کا بھی جو بعض بدزبان مخالف کیا کرتے ہیں جواب ہو گیا کہ خدا کی طرف سے آنحضرتؐ کو علم ہو چکنے کے باوجود کہ زینبؓ آپؐ کی بیوی ہے پھر بھی وہ ایک عرصہ تک زیدؓ کے پاس رہیں۔

پیشگوئی کے نتائج

اس پیشگوئی کے بعد مندرجہ ذیل اصحاب اسی خاندان میں سے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے:۔

۱۔اہلیہ مرزا احمد بیگ صاحب (والدہ محمدی بیگم) یہ موصیہ تھیں۔
۲۔ہمشیرہ محمدی بیگم۔
۳۔مرزا محمد احسن بیگ جو مرزا احمد بیگ کے داماد ہیں اور اہلیہ مرزا احمد بیگ کے بھانجے ہیں۔
۴۔عنایت بیگم ہمشیرہ محمدی بیگم۔
۵۔مرزا محمد بیگ صاحب پسر مرزا احمد بیگ صاحب
۶۔مرزا محمود بیگ صاحب پوتا مرزا احمد بیگ صاحب
۷۔دختر مرزا نظام دین اور ان کے گھر کے سب افراد احمدی ہیں۔
۸۔مرزا گل محمد پسر مرزا نظام دین صاحب
۹۔اہلیہ مرزا غلام قادر صاحب (موصیہ تھیں)
۱۰۔محمودہ بیگم ہمشیرہ محمدی بیگم
۱۱۔مرزا محمد اسحاق بیگ صاحب ابن مرزا سلطان محمد صاحب پٹی

یہ وہ افراد ہیں جو خاص طور پر اس خاندان کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہیں اور یہ سب کے سب اس نکاح والی پیشگوئی کے بعد ہی داخل سلسلہ احمدیہ ہوئے ہیں۔ پیشگوئی میں اگر کوئی امر قابل اعتراض ہوتا تو پہلے ان لوگوں کو اس پر اعتراض کرنا چاہیے تھا۔مگر وہ لوگ جو اس کے متعلق سب سے بڑھ کر مقام غیرت پر ہو سکتے تھے ایمان لاتے ہیں اور خود مرزا سلطان محمد صاحب کہتے ہیں کہ ”میں ایمان

سے کہتا ہوں کہ یہ پیشگوئی میرے لئے کسی قسم کے شک وشبہ کا باعث نہیں ہوئی۔‘‘

ان حالات میں ان مخالف مولویوں کا اس پر اعتراض کرنا صاف طور پر **یَـمُوْتُ وَيَبْقٰى مِنْهُ كِلَابٌ مُتَعَدِّدَةٌ** کے الہام کو پورا کرنا ہے اور اس کے سوا ان لوگوں کا اور کوئی مقصد نہیں۔

پیشگوئی کی غرض

باقی رہا استہزاء اور مذاق، اور یہ کہنا کہ نعوذ باللہ یہ پیشگوئی کسی نفسانی خواہش کے ماتحت کی گئی تھی۔ ایسے امور ہیں کہ جن کا جواب کوئی مہذب انسان دینے کے لئے تیار نہیں ہوسکتا۔

پیشگوئی کی غرض وغایت ہم ابتداء میں نہایت واضح طور پر بیان کر آئے ہیں کہ ان لوگوں کی مذہبی اور عملی حالت اس نشان کا باعث بنی۔ چنانچہ مولوی محمد یعقوب مصنف عشرہ کاملہ جیسا دشمن اپنی کتاب تحقیق لاثانی میں لکھتا ہے۔

(۱) مرزا صاحبؑ کی اس پیشگوئی کی بنیاد بھی تکذیب ہی ہے۔ جیسا کہ نکاح آسمانی کے متعلق ان کا پہلا الہام ہے **كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُ وْنَ** (تحقیق لاثانی صفحہ ۱۱۱)

لیکن اگر مولوی لوگ ان روشن واقعات کے باوجود بھی یہی کہتے جائیں کہ یہ پیشگوئی نفسانی تھی تو ان پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اگر یہ لوگ خدا کے اس برگزیدہ نبی پر جس کو یہ نہیں مانتے اس قسم کے حملے کریں تو معذور ہیں، خصوصاً جبکہ ان لوگوں کے ہاتھوں سے وہ مقدس انبیاء علیہم السلام بھی جن کو یہ لوگ بھی نبی مانتے ہیں اور ان کی عزت کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، نہیں بچ سکے۔ اور تو اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن کی امت میں سے ہونے اور جن کا کلمہ پڑھنے کے یہ لوگ مدعی ہیں، ان کے متعلق علماء نے یہ لکھا ہے:۔

اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ زَيْنَبَ وَذٰلِكَ اَنَّهٗ رَاٰهَا بَعْدَ مَا اَنْكَحَهَا زَيْدًا فَوَقَعَ فِیْ نَفْسِهٖ وَقَالَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ. (بیضاوی زیر آیت اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ ......الخ احزاب:۳۷ اور کمالین برحاشیہ جلالین زیر آیت اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ ......الخ احزاب:۳۷) کہ نعوذ باللہ آنحضرتؐ نے زینبؓ کو دیکھا اس وقت کہ اس کا زیدؓ کے ساتھ نکاح ہو چکا تھا۔ پس آپ کے دل میں ان کی محبت پیدا ہوگئی اور فرمایا۔ پاک ہے وہ اللہ جو دلوں کو پھیر دیتا ہے۔

(۲) حضرت یوسف جن کی بریت کے لئے ایک سورۃ قرآن مجید میں نازل ہوئی ان کے

متعلق لکھتے ہیں:۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ قَصَدَتْ مُخَالِطَتَهٗ وَهَمَّ مَخَالِطَتَهَا لِمَيْلِ الشَّهَوٰتِ الْغَيْرِ الْاِخْتِيَارِی. (جامع البیان صفحہ ۲۰۳ نیز جلالین مجتبائی صفحہ ۱۹۰)

کہ نعوذ باللہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی زلیخا سے زنا کا ارادہ کیا۔

(۳) حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ان مفسرین نے لکھا ہے۔

طَلَبَ امْرَءَ ةَ شَخْصٍ لَيْسَ لَهٗ غَيْرُهَا وَتَزَوَّجَهَا وَدَخَلَ بِهَا (جلالین مجتبائی صفحہ ۳۷۸ حاشیہ) کہ حضرت داؤدؑ نے ایک شخص (اوریاہ نامی) کی بیوی لے لی۔اور اپنی سو بیویاں کیں۔(نعوذ باللہ من شرورھم)

(۴) اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق اسی جلالین کے صفحہ ۳۸۰ پر لکھا ہے کہ آپ ایک عورت پر عاشق ہو گئے اور پھر اس سے نکاح کرلیا (معاذ اللہ)

غرضیکہ پہلے انبیاء کے متعلق بھی یہی بے ہودہ گوئی رہی ہے اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق معاندین وہی شیوہ اختیار کریں تو انہیں معذور سمجھنا چاہیے۔

بہو کو طلاق دلوانا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیشک احمد بیگ وغیرہ کو لکھا تھا کہ اگر تم یہ رشتہ نہ دو گے تو میں اپنے بیٹے فضل احمد سے کہہ کر تمہاری لڑکی کو طلاق دلوا دوں گا مگر اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔کیونکہ شریعت اسلامی کے متعلق خسر کو حق حاصل ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنے بیٹے کو حکم دے کر طلاق دلوا سکتا ہے،خواہ بیٹا رضا مند ہو یا نہ ہو۔چنانچہ حدیث میں ہے:۔

(۱)عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ تَحْتِيْ اِمْرَأَةٌ اُحِبُّهَا وَكَانَ اَبِيْ يَكْرَهُهَا فَاَمَرَنِيْ اَنْ اُطَلِّقَهَا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ طَلِّقْ اِمْرَأَتَكَ (ترمذی کتاب الطلاق باب ما جاء فی الرجل یسأله ابوه ان یطلق امراته ومشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۴۲۱ باب الشفعة) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میری ایک بیوی تھی جس سے مجھے محبت تھی لیکن میرے باپ (حضرت عمرؓ) اس سے نفرت کرتے تھے،پس انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے طلاق دے دوں مگر میں نے انکار کیا۔پھر میں نے آنحضرتؐ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔اے عبداللہ بن عمرؓ

اپنی بیوی کوطلاق دے دو۔

(ب)اَلطَّلَاقُ لِرَضَاءِ الْوَالِدَیْنِ فَھُوَ جَائِزٌ. (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۱ مطبع حیدری)

کہ اپنے والدین کی خواہش کی تعمیل میں طلاق دینا جائز ہے۔

(ج) بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ میں حضرت اسمٰعیلؑ کو چھوڑ آئے اوران کے وہاں پر جوان ہوجانے کے بعد مکہ گئے تو حضرت اسمٰعیلؑ گھر پر نہ تھے،ان کی بیوی گھر پر تھی۔آپ اس سے باتیں کرتے رہے اور جاتی دفعہ ان کی بیوی سے کہہ گئے کہ جب اسمٰعیل گھر آئیں تو انہیں میرا السلام علیکم کہہ دینا اور کہنا کہ غَیِّرْ عُتْبَةَ بَابِکَ کہ اپنے دروازے کی دہلیز کو بدل دو۔ جب حضرت اسمٰعیلؑ گھر آئے تو ان کی بیوی نے حضرت ابراہیمؑ کا پیغام دیا تو حضرت اسمٰعیلؑ نے فرمایا ذَاکَ اَبِیْ وَقَدْ اَمَرَنِیْ اَنْ اُفَارِقَکِ اَلْحِقِیْ بِاَھْلِکِ فَطَلَّقَھَا وَتَزَوَّجَ مِنْھُمْ اُخْرٰی (بخاری کتاب بدء الخلق باب یزفون النساء فی الشیء ،تجرید بخاری مترجم اردو شائع کردہ فیروز اینڈ سنز مطبوعہ ۱۲۴۱ھ لاہور جلد ۲ صفحہ ۱۳۷ و ۱۳۸) کہ وہ میرے والد (ابراہیمؑ) تھے اور وہ مجھے یہ حکم دے گئے ہیں کہ میں تجھے طلاق دے دوں۔پس تو اپنے والدین کے پاس چلی جا۔پس آپ نے اسے طلاق دے دی اور بنو جرہم کی اور ایک عورت سے شادی کر لی۔

۲۔قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (ھود:۱۱۴) کہ ظالم لوگوں کے ساتھ تعلقات نہ رکھو ورنہ تم کو بھی عذاب پہنچ جائے گا۔

پس حضرت مسیح موعودؑ نے اگر اپنے بیٹے کو انبیاء گزشتہ کی سنت پر عمل کر کے ان لوگوں سے قطع تعلق کرنے کی ہدایت کی جو خدا اور اس کے رسولؐ کے دشمن اور دہریہ تھے تو اپنے فرض کو ادا کیا۔

۳۔حضرت مسیح موعودؑ کو خصوصاً اس معاملہ میں یہ الہام ہوا تھا کہ ''اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ قَطَعُوْا تَعَلُّقَھُمْ مِنْھُمْ وَ بَعُدُوْا مِنْ مَجَالِسِھِمْ فَاُولٰئِکَ مِنَ الْمَرْحُوْمِیْنَ.'' (آئینہ کمالات اسلام،روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۶۹-۵۷۰) کہ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اور ان سے قطع تعلق کیا اور ان کی مجالس سے دور رہے۔پس ان پر رحم کیا جائے گا (باقی ان سب پر عذاب نازل ہوگا۔) پس حضرت مسیح موعودؑ کو وَقَطَعُوْا تَعَلُّقَھُمْ مِنْھُمْ پر عمل کرنا چاہتے تھے۔

کوشش کیوں کی گئی؟

باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ اگر وعدہ خدا کی طرف سے تھا تو پھر اس کو پورا کرنے کے لئے کوشش کیوں کی گئی اور دوسرے فریق کے بعض لوگوں کو خطوط کیوں لکھے گئے؟

جواب:۔سو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ وہ جن لوگوں سے وعدہ فرماتا ہے ان کی مدد اسی صورت میں فرمایا کرتا ہے۔ جب وہ خود بھی جہاں تک ممکن ہو سکے اس وعدۂ الٰہی کے پورا کرنے میں کوشش کریں مثلاً آنحضرتؐ کے ساتھ فتح کا وعدہ تھا مگر کیا حضورؐ نے جنگ کے لئے تیاری نہیں فرمائی، کیا لشکر تیار نہیں کیا؟ حضرت یوسفؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ان کو کامیاب وکامران کرے گا۔لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا. پھر بھی حضرت یوسفؑ نے جیل خانہ میں سے ایک مشرک شخص سے سفارش کروائی اور اسے کہا کہ اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ (یوسف:۴۳) کہ بادشاہ کے سامنے میرا ذکر کرنا۔

آنحضرتؐ سے وعدہ تھا کہ تمام عرب مسلمان ہوگا پھر کیا حضورؐ نے تبلیغ کا کام بند کر دیا تھا؟

پس رعایت اسباب ضروری ہے، نیز اتمام حجت کی غرض سے بھی حضرت مسیح موعودؑ کا ان لوگوں کو خطوط لکھنا ضروری تھا کیونکہ اگر بصورت عدم توبہ ان پر عذاب آتا تو وہ کہہ سکتے تھے کہ ہمیں اس پیشگوئی کا علم ہی نہ تھا، اس لئے ہم بے قصور ہیں خود حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:

’’یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ احمد بیگ کی لڑکی کے لئے طرح طرح کی امید دینے سے کیوں کوشش کی گئی۔نہیں سمجھتے کہ وہ کوشش اِسی غرض سے تھی کہ وہ تقدیر اس طور سے ملتوی ہو جائے اور وہ عذاب ٹل جائے۔ یہی کوشش عبداللہ آتھم اور لیکھرام سے بھی کی گئی تھی۔ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ کسی پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے کوئی جائز کوشش کرنا حرام ہے۔ ذرہ غور سے اور حیا سے سوچو کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف میں یہ وعدہ نہیں دیا گیا تھا کہ عرب کی بُت پرستی نابود ہوگی اور بجائے بُت پرستی کے اسلام قائم ہوگا۔اور وہ دن آئے گا کہ خانہ کعبہ کی کنجیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوں گی۔جس کو چاہیں گے دیں گے۔اور خدا یہ سب کچھ آپ کرے گا مگر پھر بھی اسلام کی اشاعت کے لئے ایسی کوشش ہوئی جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد۲۱ صفحہ ۳۷۰)

''بستر عیش''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام ہرگز محمدی بیگم والی پیشگوئی کے متعلق نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ اس کے سیاق وسباق سے ظاہر ہے:۔

ا۔ یہ الہام حضرت مسیح موعودؑ ہی کے متعلق نہیں بلکہ آپ کی مقدس جماعت بھی اس الہام میں مخاطب ہے:۔

۲۔ یہ الہام اس دنیوی زندگی کے متعلق نہیں بلکہ آخرت کے متعلق ہے۔ چنانچہ یہ الہام مکمل طور پر یوں ہے۔

''۵/دسمبر۱۹۰۵ء۔ **بَلَاءٌ وَّ اَنْوَارٌ** ۔بستر عیش۔خوش باش کہ عاقبت نکوخواہد بود۔ **فَبُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ** (پس مومنوں کے لیے بشارت ہے)''(البدر جلد۳ صفحہ ۶ کالم ۳ والبشریٰ جلد۲ صفحہ ۸۸)

فارسی الہام صاف طور پر بتا رہا ہے کہ یہ ''عاقبت'' کے متعلق ہے۔عربی الہام بتا رہا ہے کہ اس میں جماعت احمدیہ بھی مخاطب ہے۔

۳۔لفظ''عیش'' بھی ہمارا مؤید ہے۔جیسا کہ حدیث **لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ** کہ حقیقی زندگی (عیش) آخرت ہی کی ہے۔

۴۔قرآن مجید میں اہل جنت کے متعلق ہے مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَاۗىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ (الرحمن:۵۵) کہ تکیہ لگائے ہوں گے بستروں پر جن کے استر گاڑھے ریشم کے ہوں گے۔

۵۔ **اَلْفَرَاشُ مَا يُفْرَشُ وَيُنَامُ عَلَيْهِ** (المنجد زیر لفظ فرش) وہ جو بچھایا جائے اور اس پر سویا جائے گویا جنت کی عیش (زندگی) میں ہر مومن کا ''بستر'' ہوگا۔پس الہام ''بستر عیش'' میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

بِكْرٌ وَثَيِّبٌ

(یعنی کنواری اور بیوہ)

جواب:۔ یہ الہام جیسا کہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے تحریر فرمایا ہے حضرت ام المومنینؓ کے نکاح کے متعلق تھا (دیکھو نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ حاشیہ صفحہ ۱۴۶) جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ حضرتؑ کے گھر میں کنواری ہوں گی جب آئیں گی۔مگر بیوہ رہ جائیں گی۔چنانچہ ایسا ہی ہوا (بتایا یہ گیا تھا

کہ حضرت کی وفات کے بعد بھی زندہ رہیں گی اور حضورؑ کی زندگی میں فوت نہ ہوں گی) محمدی بیگم کی یہ پیشگوئی چونکہ عدم توبہ اوراس کے نتیجہ میں ہلاکت سلطان محمد سے مشروط تھی، اس لئے اس کے عدم تحقق کے باعث یہ الہام بجائے اس رنگ میں پورا ہونے کے دوسرے رنگ میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا پورا ہو گیا۔

وعید کا ٹلنا

ہم اس مضمون کے شروع میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ محمدی بیگم والی پیشگوئی میں توبہ کی شرط تھی، اور سلطان محمد نے اس شرط سے فائدہ اٹھایا، لیکن اگر پیشگوئی میں توبہ کی شرط نہ بھی ہوتی تو بھی یہ وعیدی پیشگوئی تھی اور خدا تعالیٰ کی سنت قدیمہ کے مطابق سلطان محمد کا توبہ واستغفار سے تین سال کے عرصہ میں بچ جانا کوئی غیر ممکن امر نہ تھا۔ چنانچہ:۔

۱۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (الانفال:۳۴) کہ خدا تعالیٰ استغفار کرنے والوں پر عذاب نازل نہیں کرتا۔

۲۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا اِنَّ اَجَلَكُمْ اَرْبَعُوْنَ لَيْلَةً کہ تمہاری زندگی بس ۴۰ راتیں ہیں۔ اس میں کوئی شرط توبہ وغیرہ کی مذکور نہیں تھی۔ مگر وہ لوگ بہت ڈرے۔ توبہ و استغفار کی فَتَضَرَّعُوْا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَرَحِمَهُمْ وَكَشَفَ عَنْهُمْ (تفسیر کبیر از امام رازی زیر آیت وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ الانفال:۳۳ و فتح البیان زیر آیت وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ الانفال:۳۳ و تفسیر ابن جریر زیر آیت وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ الانفال:۳۳) کہ وہ لوگ خدا کے سامنے گڑگڑائے۔ پس خدا تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور ان پر سے عذاب کو ٹلا دیا۔

۳۔ روح المعانی میں خلفِ وعید کے متعلق لکھا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَزَّوَجَلَّ يَجُوْزُ اَنْ يُّخْلِفَ الْوَعِيْدَ وَاَنِ امْتَنَعَ اَنْ يُّخْلِفَ الْوَعْدَ وَبِهٰذَا وَرَدَتِ السُّنَّةُ. فَفِيْ حَدِيْثِ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ وَعَدَهُ اللّٰهُ عَلٰى عَمَلِهٖ ثَوَابًا فَهُوَ مُنْجِزٌ لَهٗ وَمَنْ اَوْعَدَهٗ عَلٰى عَمَلِهٖ عَقَابًا فَهُوَ بِالْخَيَارِ وَمِنْ اَدْعِيَةِ الْاَئِمَّةِ الصَّادِقِيْنَ يَا مَنْ اِذَا وَعَدَ وَفٰى وَ اِذَ تَوَعَّدَ عَفٰى.

(روح المعانی از علامہ ابن حجر الہیثمی زیر آیت وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ الانفال:۳۳)

کہ خدا تعالیٰ کے لئے جائز ہے کہ وہ وعید (عذاب کی پیشگوئی میں) تخلف کرے، اگرچہ وعدہ میں تخلف ممتنع ہے اور احادیث سے بھی یہ ثابت ہے، جیسا کہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر خدا تعالیٰ کسی سے انعام (ثواب) کا وعدہ کرے تو اسے ضرور پورا کرتا ہے۔ ہاں عذاب (وعید) کی صورت میں وہ مختار ہے، کبھی سزا دیتا ہے کبھی نہیں۔ اور ائمہ صادقین کی دعاؤں میں سے ایک یہ ہے کہ ''اے وہ اللہ جب تو وعدہ کرے تو پورا کرے اور جب ڈرائے (وعید کرے) تو معاف فرمائے۔

۴. اَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ الْمَشْهُوْرَ فِی الْجَوَابِ اَنَّ اٰیَاتِ الْوَعْدِ مُطْلَقَةٌ وَ اٰیَاتِ الْوَعِیْدِ وَاِنْ وَرَدَتْ مُطْلَقَةً حُذِفَ قَیْدُهَا لِیَزِیْدَ التَّخْوِیْفَ (روح المعانی از علامہ ابن حجر الہیثمی زیر آیت وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ الانفال :۳۳) کہ وعدہ ہمیشہ مطلق (اور غیر مشروط) ہوتا ہے اور (وعید) خواہ وہ بظاہر غیر مشروط ہی کیوں نہ ہو پھر بھی اس میں کوئی نہ کوئی شرط حذف کر دی گئی ہوتی ہے تاکہ خوف زیادہ بڑھ جائے۔

۵۔ حضرت علامہ فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں۔ وَعِنْدِیْ جَمِیْعُ الْوَعِیْدَاتِ مَشْرُوْطَةٌ بِعَدَمِ الْعَفْوِ فَلَا یَلْزِمُ مِنْ تَرْكِهٖ دَخُوْلُ الْكِذْبِ فِیْ كَلَامِ اللّٰهِ (تفسیر کبیر رازی زیر آیت وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ الانفال:۳۳) کہ میرے نزدیک تمام وعیدی پیشگوئیوں میں یہ شرط ہوتی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ نے معاف نہ کر دیا تب پوری ہوگی۔ پس اگر وعید نہ ہو تو اس سے خدا کے کلام کا جھوٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

۶۔ تفسیر بیضاوی میں ہے بِاَنَّ وَعِیْدَ الْفُسَّاقِ مَشْرُوْطٌ بِعَدَمِ الْعَفْوِ (بیضاوی تفسیر آل عمران زیر آیت اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ) کہ خدا تعالیٰ کافروں کے متعلق عذاب کی پیشگوئی کرتا ہے۔ تو ہمیشہ اس میں مخفی طور پر یہ شرط ہوتی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ نے معاف نہ کر دیا تو عذاب آئے گا۔

۷۔ مسلم الثبوت صفحہ ۲۸۔ اِنَّ الْاِیْعَادَ فِیْ كَلَامِهٖ تَعَالٰی مُقَیَّدٌ بِعَدَمِ الْعَفْوِ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر وعید میں عدم عفو کی شرط ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی

بعض مخالفین کہا کرتے ہیں کہ حضرت صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرتؐ کی پیشگوئی

یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَهٗ نکاح محمدی بیگم کے متعلق ہے۔تو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیے کہ:۔

ا۔نکاح محمدی بیگم حضرت اقدس کی پیشگوئی کے مطابق سلطان محمد کی موت بصورت عدم توبہ کے ساتھ مشروط تھا، لہٰذا آنحضرتؐ کی پیشگوئی کو بھی شرائط بالا کے ساتھ مشروط تسلیم کرنا پڑے گا۔ پس بوجہ عدم تحقق شرائط آنحضرتؐ کی یہ پیشگوئی محمدی بیگم کے نکاح کے ساتھ پوری ہونے کے بجائے دوسرے رنگ میں پوری ہوگئی۔یعنی وہ ''موعودؓ'' اولاد حضرت اقدسؑ کو اس دوسرے نکاح سے عطا کی گئی جو حضرت ام المؤمنینؓ کے ساتھ ہوا۔

۲۔چنانچہ یہ ہمارا اپنا خیال نہیں بلکہ خود حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

''کئی برس پہلے خبر دی گئی تھی یعنی مجھے بشارت دی گئی تھی کہ تمہاری شادی خاندان سادات میں ہوگی اور اس میں سے اولاد ہوگی تا پیشگوئی حدیث یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَهٗ پوری ہو جائے۔ یہ حدیث اشارت کر رہی ہے کہ مسیح موعود کو خاندان سیادت سے تعلق دامادی ہوگا کیونکہ مسیح موعود کا تعلق جس سے وعدہ یُوْلَدُلَهٗ کے موافق صالح اور طیب اولاد پیدا ہو۔اعلیٰ اور طیّب خاندان سے چاہئے۔اور وہ خاندان سادات ہے۔''

(اربعین نمبر۲، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۸۵ حاشیہ)

ایک سوال

ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مرزا احمد بیگ کی موت کی تین سال کی میعاد اور سلطان محمد کے لئے ۲½ سال کی میعاد مقرر فرمائی تھی جس سے بادی النظر میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سلطان محمد کو مرنا چاہیے تھا۔

ا۔سو یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا سلطان محمد کے لئے اڑھائی سال اور مرزا احمد بیگ کے لئے تین سال کی میعاد مقرر فرمانا ہر اہل بصیرت انسان کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت اور راستبازی کی ایک دلیل ہے۔ کیونکہ احمد بیگ عمر کے لحاظ سے بڑا تھا اور اس کا داماد جوان۔طبعی طور پر احمد بیگ کی موت کے متعلق یہ خیال کیا جا سکتا تھا کہ وہ سلطان محمد سے پہلے مرے گا۔اور اگر حضرت مسیح موعود اپنی طرف سے اندازہ لگا کر پیشگوئی کرتے تو احمد بیگ کی وفات کے لئے سلطان محمد سے کم میعاد مقرر فرماتے۔لیکن الہام میں ایسا نہیں۔ بلکہ احمد بیگ کے لئے تین سال اور سلطان محمد کے لئے اڑھائی

سال کا وعدہ کیا گیا۔ پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ پیشگوئی انسانی دماغ کا اختراع نہ تھا۔

دوسرا امر جو اس میعاد کے تعین سے معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ یہ پیشگوئی جذباتِ انسانی کے نتیجہ میں نہیں کی گئی تھی کیونکہ زیادہ قصور احمد بیگ کا تھا اور وہ مستہزئین اور مکفرین کے گروہ میں شامل تھا۔ نیز رشتہ کے لئے اسی کے ساتھ سلسلہ جنبانی کیا گیا تھا، اور یہ سب کچھ اسی کے انکار کا نتیجہ تھا۔ اور اگر جذباتِ انسانیہ کا کوئی اثر ہوسکتا تھا تو یہی کہ حضرت مسیح موعود طبعاً احمد بیگ کی میعاد کم مقرر فرماتے مگر واقعہ اس کے خلاف ہوا جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی جذبات کا نتیجہ نہ تھی بلکہ جس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو اطلاع دی اسی طرح سے شائع فرما دیا۔

۳۔ پیشگوئی میں زیادہ سے زیادہ مدت بتائی گئی تھی۔ پس اگر احمد بیگ اور سلطان محمد اپنی اسی حالت پر بدستور قائم رہتے۔ جس حالت میں کہ وہ پیشگوئی بیان کرنے کے وقت تھے تو ان کی موت کی میعاد علی الترتیب تین واڑھائی سال ہوتی۔ مگر احمد بیگ اپنی پہلی حالت پر قائم نہ رہا اور لڑکی کا نکاح کر دینے کے بعد اور زیادہ شوخ ہوگیا، اس لئے وہ میعاد مقررہ کے اندر بہت ہی جلد پکڑا گیا۔ بخلاف سلطان محمد کے کہ اس نے اصلاح کی اور توبہ واستغفار کی طرف رجوع کیا۔ کَمَا مَرَّ۔

یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے احمد بیگ کی میعاد تین سال مقرر کر کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا تھا کہ یہ زیادہ سے زیادہ مہلت ہے جو احمد بیگ کو دی جاتی ہے۔ اگر وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھائے گا تو تین سال سے بہت پہلے جلد ہی مر جائے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے احمد بیگ کو جو خط ۱۳۰۴ھ میں لکھا تھا۔ اس میں حضور نے تحریر فرمایا تھا۔

''وَ آخِرُ الْمَصَائِبِ مَوْتُکَ فَتَمُوْتُ بَعْدَ النِّکَاحِ اِلٰی ثَلَاثِ سِنِیْنَ، بَلْ مَوْتُکَ قَرِیْبٌ'' (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۷۳) کہ تیرے خاندان پر جو آخری مصیبت آئے گی وہ تیری موت ہوگی تو روز نکاح سے تین سال کے عرصہ میں مر جائے گا بلکہ تیری موت اس سے بھی قریب ہے۔

ب۔ حضرت مسیح موعود اپنے اشتہار ۲۰؍اپریل ۱۸۸۶ء میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''خدا نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیشگوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ ہے اگر وہ اپنی لڑکی اس عاجز کو نہیں دے گا تو تین برس

کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائے گا'' (حاشیہ اشتہار ۲۰/اپریل ۱۸۸۶ء ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مارچ ۱۸۸۶ء مشمولہ آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۴۸)۔

مندرجہ بالا دونوں حوالہ جات میں حضرت اقدسؑ نے صراحت فرما دی ہے کہ احمد بیگ کو اگر وہ زیادہ شوخی نہ کرے تو زیادہ سے زیادہ تین سال مہلت مل سکتی ہے، لیکن وہ شوخی کر کے جلدی فوت ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک قابل غور امر!

مندرجہ بالا عربی عبارت از آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۳ میں سے فقرہ اٰخِرُ الْمَصَائِبِ مَوْتُکَ (کہ تیرے خاندان پر جو آخری مصیبت آئے گی وہ تیری موت ہوگی) خاص طور پر قابل غور ہے۔ کیونکہ اس میں بھی ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے احمد بیگ کو بتا دیا تھا کہ خدا تعالیٰ نے یوں مقدر فرمایا ہے کہ اس کی موت کو اس کے خاندان کے لئے ''آخری مصیبت'' بنائے، اور اس کے بعد پھر کوئی مصیبت اس خاندان پر اس پیشگوئی کے ماتحت نہ آئے۔ اس لئے احمد بیگ کی موت جب ۱۸۹۲ء میں ہوگئی، تو ''اٰخِرُ الْمَصَائِبِ مَوْتُکَ'' کے مطابق ضروری تھا کہ سلطان محمد اس کے بعد فوت نہ ہو۔

غرضیکہ احمد بیگ کی موت کا واقعہ ہو جانا اور پیشگوئی کے مطابق واقع ہو جانا اس پیشگوئی کے عظیم الشان نتائج کی خوشخبری دیتا تھا جو اس خاندان کے اکثر افراد کے حلقہ بگوشِ احمدیت ہونے کی صورت میں نمودار ہوئے۔ اور اس طرح سے یہ پیشگوئی اس خاندان کے اس مطالبہ فَلْیَاْتِنَا بِاٰیَةٍ اِنْ کَانَ مِنَ الصَّادِقِیْنَ (اگر یہ سچا ہے تو نشان دکھائے) کے جواب میں ایک زبردست نشان ثابت ہوئی، جس نے ان لوگوں کی جو دہریت اور ارتداد کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے، کایا پلٹ دی اور ان کو خدا کے پیارے مسیح موعودؑ کی شناخت اور قبولیت کی روشنی سے منور کر دیا۔ دہریت کی جگہ اسلام نے اور ارتداد کی جگہ تعلق و محبت رسولؐ نے لے لی۔ اور یہی وہ عظیم الشان تغیر ہے جسے دنیا میں پیدا کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کے تمام انبیاء تشریف لائے اور جس کی جھلک خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رشتہ داروں میں اس پیشگوئی کے ذریعہ دکھائی۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

ا۔ ''کس قدر میرے دعویٰ کی تائید میں مجھ سے نشان ظاہر ہوئے ہیں اور جو کچھ کہا جاتا ہے کہ

فلاں پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ یہ محض افترا ہے بلکہ تمام پیشگوئیاں پوری ہوگئیں اور میری کسی پیشگوئی پر کوئی ایسا اعتراض نہیں ہوسکتا جو پہلے نبیوں کی پیشگوئیوں پر جاہل اور بے ایمان لوگ نہیں کر چکے۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد۲۱ صفحہ ۲۹۶)

۲۔''اے نادان! اوّل تعصّب کا پردہ اپنی آنکھ پر سے اُٹھا۔ تب تجھے معلوم ہو جائے گا کہ سب پیشگوئیاں پوری ہوگئیں۔ خدا تعالیٰ کی نصرت ایک تُند اور تیز دریا کی طرح مخالفوں پر حملہ کر رہی ہے پر افسوس کہ ان لوگوں کو کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔ زمین نے نشان دکھلائے اور آسمان نے بھی۔ اور دوستوں میں بھی نشان ظاہر ہوئے ہیں اور دشمنوں میں بھی۔ مگر اندھے لوگوں کے نزدیک ابھی کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا۔ لیکن خدا اس کام کو ناتمام نہیں چھوڑے گا جب تک وہ پاک اور پلید میں فرق کر کے نہ دکھلاوے۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد۲۱ صفحہ ۳۰۵)

۳۔''ایک یہ بھی اُن کا اعتراض ہے کہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں۔ اس اعتراض کے جواب میں تو صرف اس قدر لکھنا کافی ہے کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ. اگر وہ میری کتابوں کو غور سے دیکھتے یا میری جماعت کے اہلِ علم اور واقفیت سے دریافت کرتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ کئی ہزار پیشگوئی اب تک پوری ہو چکی ہے اور ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے صرف ایک دو گواہ نہیں بلکہ ہزارہا انسان گواہ ہیں۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد۲۱ صفحہ ۳۶۸-۳۶۹)

۴۔''ایک دو اور پیشگوئیوں پر بھی اعتراض کرتے ہیں کہ وہ پوری نہیں ہوئیں۔ مگر یہ سراسر ان کا افترا ہے اور سچ اور واقعی یہی بات ہے کہ میری کوئی ایسی پیشگوئی نہیں کہ جو پوری نہیں ہوگئی۔ اگر کسی کے دل میں شک ہو تو سیدھی نیت سے ہمارے پاس آجائے اور بالمواجہ کوئی اعتراض کر کے اگر شافی کافی جواب نہ سنے تو ہم ہر ایک تاوان کے سزاوار ٹھہر سکتے ہیں۔''

(حقیقۃ المہدی، روحانی خزائن جلد۱۴ صفحہ ۴۴۰-۴۴۱)

۲۔ڈاکٹر عبدالحکیم مُرتد والی پیشگوئی

اپنی وفات کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات

جواب:۔

ا۔دسمبر ۱۹۰۵ء میں اپنی وفات سے اڑھائی سال قبل حضرت اقدسؑ نے ''الوصیت'' شائع فرمائی اس کے صفحہ۲ پر یہ الہامات درج ہیں۔''قَرُبَ اَجَلُکَ الْمُقَدَّرُ'' تیری وفات کا وقت مقررہ آ گیا ہے''قَلَّ مِیْعَادُ رَبِّکَ'' (تیرے رب کی طرف سے بہت کم وقت باقی رہ گیا ہے۔)''بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔''

۲۔ریویو دسمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۴۸۰ میں ہے۔رؤیا (خواب) ایک کوری ٹنڈ میں کچھ پانی مجھے دیا گیا ہے پانی صرف دو تین گھونٹ باقی اس میں رہ گیا ہے،لیکن بہت مصفّٰی اور مقطر پانی ہے۔اس کے ساتھ الہام تھا'' آب زندگی''۔

اس میں ''دو تین گھونٹ'' زندگی کا پانی اس میں باقی رہنا مذکور ہے اور اس کے پورے اڑھائی سال بعد حضورؑ فوت ہوئے۔گویا کل میعاد تین سال بتائی گئی۔جس کو بعد میں عبدالحکیم نے چرا کرا پنے نام سے شائع کیا۔جیسا کہ آگے آئے گا۔

۳۔۲۰/فروری ۱۹۰۷''لاہور سے ایک افسوسناک خبر آئی''اور انتقال ذہن لاہور کی طرف ہوا ہے (ماہ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ۲ الہامات حضرت مسیح موعودؑ)''ان کی لاش کفن میں لپیٹ کر لائے ہیں''۔(بدر جلد ۶ نمبر ۱۱۔۱۴/مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ والحکم جلد ۱۱ نمبر ۹۔۱۷/مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱)۔(ریویو آف ریلیجنز جلد ۶ نمبر ۳)

۴۔۲/دسمبر ۱۹۰۷ء: بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید،''۲۷ کو ایک واقعہ''(ہمارے متعلق)اَللّٰہُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی''(یعنی اللہ ہی سب سے بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔)

حضورؑ کی وفات کی یہ ''افسوسناک خبر'' لاہور کی طرف سے آئی اور حضورؑ ۲۷/مئی ۱۹۰۸ء کو کفن میں لپیٹ کر قادیان لائے گئے۔

۵۔۷/مارچ ۱۹۰۸ء ''ماتم کدہ''اس کے بعد غنودگی میں دیکھا کہ''ایک جنازہ آتا ہے۔''

عبدالحکیم مرتد کی پیشگوئی:۔

حضرت مسیح موعودؑ نے جب ''الوصیت'' شائع فرما دی اور اپنا وہ رویا بھی شائع فرما دیا جس میں حضورؑ کی عمر ''دو تین سال'' بتائی گئی تھی تو اس کے پورے سات مہینے بعد عبدالحکیم مرتد نے ۱۲/جولائی ۱۹۰۶ء کو لکھا:۔

سہ سالہ پیشگوئی:۔

''مرزا مسرف، کذاب اور عیار ہے۔ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا اور اس کی میعاد تین سال بتائی گئی ہے۔''

(کانا دجال صفحہ ۵۰ و اعلان الحق اتمام الحجہ وتکملہ صفحہ ۴۳ طبع ثانی مطبع ہلالی سٹیم پریس ساڈھورہ ریاست پٹیالہ)

حضرت مسیح موعودؑ کا جواب

اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۶/اگست ۱۹۰۶ء کو اشتہار مشمولہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۰۹ صفحہ ۴۱۱ ''خدا سچے کا حامی ہو۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۰۹ روحانی خزائن جلد ۲۲) شائع فرمایا، اور اس میں خدا کا یہ الہام درج کیا۔ خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں۔'' اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔'' ان پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔'' فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔ پر تو نے وقت کو نہ پہچانا۔ نہ دیکھا نہ جانا۔'' رَبِّ فَرِّقْ بَیْنَ صَادِقٍ وَ کَاذِبٍ. اَنْتَ تَرٰی کُلَّ مُصْلِحٍ وَ صَادِقٍ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۱۱) (یعنی اے رب سچے اور جھوٹے میں فرق کر کے دکھلا دے۔ اور تو ہر مصلح اور سچے کو جانتا ہے)

پہلی پیشگوئی منسوخ اور ۱۴ ماہیہ نئی پیشگوئی:

عبدالحکیم مرتد ''شجرۂ خبیثہ'' تھا جو مَا لَھَا مِنْ قَرَارٍ کے مطابق اپنی بات پر قائم نہ رہا اور اپنی سہ سالہ پیشگوئی کو بدیں الفاظ منسوخ کرتے ہوئے لکھا:۔ ''اللہ تعالیٰ نے اس کی شوخیوں اور نافرمانیوں کی سزا میں سہ سالہ میعاد میں سے جو ۱۱/جولائی ۱۹۰۹ء کو پوری ہونی تھی دس مہینے اور گیارہ دن کم کر دیئے اور مجھے یکم جولائی ۱۹۰۷ء کو الہاماً فرمایا ''مرزا آج سے چودہ ماہ تک بہ سزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔'' (رسالہ اعلان الحق اتمام الحجۃ وتکملہ صفحہ ۶ طبع ثانی مطبع ہلالی سٹیم پریس ساڈھورہ ریاست پٹیالہ مؤلفہ عبدالحکیم مرتد)

حضرت مسیح موعودؑ کا جواب

اس کے جواب میں حضورؑ نے ۵؍نومبر ۱۹۰۷ء کو ''تبصرہ'' نامی اشتہار شائع فرمایا ''اپنے دشمن کو کہہ دے کہ خدا تجھ سے مواخذہ لے گا اور...... میں تیری عمر کو بھی بڑھا دوں گا۔ یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے ۱۴ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیشگوئی کرتے ہیں۔ ان سب کو میں جھوٹا کروں گا اور تیری عمر کو بڑھا دوں گا۔ تا معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۵۹۱ اشتہار مورخہ ۵؍نومبر ۱۹۰۷ء و بدر نمبر ۴۶ جلد ۶ مورخہ ۱۰؍نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۶)

نوٹ:۔ اس الہام میں لفظ ''جھوٹا کروں گا'' اور ''عمر کو بڑھاؤں گا'' خاص طور پر قابل غور ہیں کیونکہ ''بڑھاؤں گا'' کا لفظ بتاتا ہے کہ حضورؑ کی تاریخ وفات تو حضرت کے اپنے الہامات کے مطابق یکم ستمبر ۱۹۰۸ء سے پہلے ہی تھی مگر محض دشمن کو ''جھوٹا'' کرنے کی غرض سے خدا تعالیٰ اس کو ''بڑھانے'' کی پیشگوئی کرتا ہے۔ گویا عمر بڑھانا محض دشمن کو ''جھوٹا'' کرنے کی غرض سے ہے اور بس۔

چودہ (۱۴) ماہیہ پیشگوئی بھی منسوخ:

چودہ ماہ والی پیشگوئی کے مطابق میعاد پیشگوئی یکم ستمبر ۱۹۰۸ء نکلتی تھی مگر تبصرہ کے شائع ہونے کے بعد مرتد ڈاکٹر نے اس میں اور تبدیلی کر دی اور لکھا:۔

ا۔ ''الہام ۱۶؍فروری ۱۹۰۸ء۔ مرزا ۲۱؍ساون ۱۹۶۵ء (مطابق ۴؍اگست ۱۹۰۸ء) تک ہلاک ہو جائے گا۔'' (اعلان الحق اتمام الحجۃ وتکملہ از ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی صفحہ ۳۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جواب

جب عبدالحکیم مرتد نے ۱۶؍فروری ۱۹۰۸ء کو ۴؍اگست ۱۹۰۸ء تک والی پیشگوئی شائع کی تو اس وقت حضرت اقدسؑ چشمہ معرفت لکھ رہے تھے۔ حضور نے اس کی یہ پیشگوئی چشمہ معرفت میں نقل فرمائی اور تحریر فرمایا: ''میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔'' (چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۳۷)

۴؍اگست والی پیشگوئی بھی منسوخ:۔

مگر عبدالحکیم مرتد اس پر بھی قائم نہ رہا اور لکھا کہ

''مگر کسی طرح اس (حضرت مسیح موعودؑ) کی بیبا کی اور سرکشی میں کمی نہ ہوئی، مرزائیوں کا ارتداد اور کفر بے حد بڑھتا گیا۔ جس کی تفصیل ''کانا دجال'' کے مطالعہ سے ظاہر ہوگی۔ ایک موقعہ پر بے اختیار میری زبان سے یہ بد دعا نکلی، اے خدا اس ظالم کو جلد غارت کر۔ اے خدا اس بدمعاش (خاکش بدہن، خادم) کو جلد غارت کر اے خدا اس بدمعاش کو جلد غارت کر۔'' اس لئے ۴؍اگست ۱۹۰۸ء مطابق ۲۱؍ساون سمت ۱۹۶۵ء تک کی میعاد بھی منسوخ کی گئی۔'' (اعلان الحق و اتمام الحجہ و تکملہ از ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی صفحہ ۹)

۲۔ پھر اپنے ۸؍مئی ۱۹۰۸ء کے خط میں لکھتا ہے:۔

''مرزا قادیانی کے متعلق میرے جدید الہامات شائع کر کے ممنون فرمادیں:۔

(۱) مرزا ۲۱؍ساون سمت ۱۹۶۵ء (۴؍اگست ۱۹۰۸ء) کو مرض مہلک میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔

(۲) مرزا کے کنبہ میں ایک بڑی معرکتہ الآراء عورت مر جائے گی۔

(پیسہ اخبار ۱۹۰۸ء ۱۵؍مئی واہلحدیث ۱۵؍مئی ۱۹۰۸ء)

گویا اب اس نے ۴؍اگست ۱۹۰۸ء کی تعیین کر دی۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر بڑھانے کی ضرورت نہ رہی۔ آپ ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہوئے اور اس کے ''شر سے محفوظ'' رہے وہ ''جھوٹا'' ہو گیا اور حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی پیشگوئیوں کے مطابق ۲۷ کو حضورؑ کا جنازہ لاہور سے قادیان کی طرف لایا گیا اور حضور دارالامان میں مدفون ہوئے۔

''کو'' کی صحت کا ثبوت

۱۔ ''۴؍اگست تک'' والا ''الہام'' ۱۶؍فروری ۱۹۰۸ء کا ہے۔ (اعلان الحق و تکملہ و اتمام الحجۃ از ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی صفحہ ۸) مگر ۴؍اگست ''کو'' والا ''الہام'' مئی کے پہلے ہفتہ کا ہے۔ (دیکھو اعلان الحق و اتمام الحجۃ و تکملہ از ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی صفحہ ۳۲ سطر ۱۸)

۲۔ ''تک'' والا ''الہام'' ''جدید'' نہیں بلکہ تین مہینے کا پرانا ''الہام'' تھا۔ ۸؍مئی کو اس نے ''کو'' والا ''الہام'' لکھا ہے اور اس کو ''جدید'' قرار دیا ہے اور خود اقرار کیا ہے کہ مئی ۱۹۰۸ء میں مجھے ''کو'' والا الہام ہوا تھا۔ (دیکھو اعلان الحق وغیرہ از ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی صفحہ ۳۲)

۳۔ دوسرا الہام جو ''معرکۃ الآ راء عورت'' کی موت کے متعلق ہے وہ ۸؍مئی ۱۹۰۸ء کا ہے، یعنی اس دن کا جس دن اس نے یہ ''الہام'' بغرضِ اشاعت اخبارات میں بھی بھیجا ہے۔ (اعلان الحق از ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی صفحہ ۸ آخری سطر) مگر ''تک'' والے الہام کے ساتھ ''معرکۃ الآ راء عورت'' کی موت کا ذکر نہیں۔

۴۔ عبدالحکیم مرتد نے خود اقرار کیا ہے جیسا کہ اوپر درج ہو چکا ہے کہ ''۴؍اگست ۱۹۰۸ء مطابق ۲۱ ساون سمت ۱۹۶۵ء تک کی میعاد بھی منسوخ کی گئی۔'' (اعلان الحق وغیرہ از ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی صفحہ ۹)

عبدالحکیم مُرتد جھوٹا ہو گیا

مولوی ثناء اللہ امرتسری کی شہادت

''ہم خدالگتی کہنے سے رُک نہیں رک سکتے کہ ڈاکٹر صاحب اگر اسی پر بس کرتے یعنی ۱۴ ماہیہ پیشگوئی کر کے مرزا کی موت کی تاریخ مقرر نہ کر دیتے جیسا کہ انہوں نے کیا۔ چنانچہ ۱۵؍مئی ۱۹۰۸ء کے اہلحدیث میں ان کے الہامات درج ہیں کہ ۲۱؍ساون یعنی ۴؍اگست کو مرزا مرے گا تو آج وہ اعتراض نہ ہوتا جو معزز ایڈیٹر پیسہ اخبار نے ڈاکٹر صاحب کے اس الہام پر چبھتا ہوا کیا ہے کہ ''۲۱؍ساون کو'' کی بجائے ''۲۱؍ساون تک'' ہوتا تو خوب ہوتا۔'' (اہلحدیث ۱۲؍جون ۱۹۰۸ء)

ضروری نوٹ:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیشک ''تبصرہ'' میں لکھا ہے کہ میرا دشمن میری آنکھوں کے سامنے ہی اصحاب فیل کی طرح نیست و نابود ہو جائے گا مگر (اوّل) یہ حضرت اقدس کا اپنا اجتہاد ہے، الہام تو جو حضورؑ کو ہوا وہ وہیں درج ہے۔ ''اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ (سورۃ الفیل:۲) حضرت نے ''تَرَ'' کے لفظ سے یہ استعمال فرمایا ہے کہ گویا وہ میری آنکھوں کے سامنے ہی ہلاک ہو جائے گا۔ حالانکہ یہ آیت قرآن مجید میں جہاں آتی ہے وہاں آنحضرتؐ کو اصحاب فیل کی تباہی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے مخاطب کرتی ہے اور ''اَلَمْ تَرَ'' کے الفاظ اس موقعہ پر مستعمل ہوتے ہیں۔ جب کہ اصحابِ فیل کی تباہی کا واقعہ آنحضرتؐ نے اپنی آنکھوں سے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا بلکہ وہ آپ کی ولادت سے بھی قبل ہو چکا تھا۔ اسی طرح اس الہام میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کو بتایا گیا تھا کہ عبدالحکیم پر جو عذاب آئے گا آپ اپنی زندگی میں اس کو نہیں دیکھ سکیں گے، جس طرح اصحاب فیل کی تباہی کو آنحضرتؐ نے نہ دیکھا تھا اور نبی کے اجتہاد سے یہ ممکن ہے جیسا

کہ نبراس شرح الشرح عقاید نسفی صفحہ ۳۹۲ میں ہے۔ **كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ وَ يَكُوْنُ خَطَئًا كَمَا ذَكَرَهُ الْأُصُوْلِيُّوْنَ ...... وَ فِيْ حَدِيْثِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَدَّثْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَهُوَ حَقٌّ وَمَا اَقُوْلُ فِيْهِ مِنْ قِبَلِ نَفْسِيْ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ اُخْطِئُ وَ اُصِيْبُ**'' کہ آنحضرتؐ بعض اوقات اجتہاد کرتے تھے تو وہ غلط بھی ہوتا تھا، جیسا کہ اصولیوں نے لکھا ہے اور حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو بات تو میں کہوں کہ خدا نے کہی ہے تو وہ بالکل درست اور حق ہوگی مگر جو بات اس کی تشریح کرتے ہوئے میں اپنی طرف سے کہوں ضروری نہیں کہ درست ہی ہو کیونکہ میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں، کبھی درست بات بتاتا ہوں اور کبھی مجھ سے بھی خطا ہو جاتی ہے۔ (مفصل دیکھو صفحہ ۹۳۷ پاکٹ بک ھٰذا)

(دوم) حضرت مسیح موعودؑ کی یہ سب تحریرات عبدالحکیم مرتد کی پیشگوئیوں کے بالمقابل ہیں۔ جب اس نے اپنی طرف سے شرائط کو تبدیل کر دیا تو حضرت کے جوابات بھی بحال نہ رہے۔ تم الزام تو اس صورت میں دیتے کہ وہ اپنی بات پر قائم رہتا اور پھر حضرت پر اسے اعتراض کرنے کا موقعہ ملتا۔ حضرت کی غرض تو ''**رَبِّ فَرِّقْ بَيْنَ صَادِقٍ وَ كَاذِبٍ**'' کی تھی۔ کیا سچے جھوٹے میں فرق نہیں ہوا؟ کیا حضرت ''اس کے شر سے محفوظ'' نہیں رہے؟ اور اس کو اللہ تعالیٰ نے جھوٹا نہیں کیا؟ اور پھر کیا وہ ۱۹۱۹ء میں پھیپھڑے کی مرض (سل) سے ہلاک نہیں ہوا؟ اور وہ فرشتوں کی کھچی ہوئی تلوار سے مسلول نہیں کیا گیا؟ اگر یہ سب واقعات سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں تو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت میں کون سے شک و شبہ کی گنجائش ہے؟

۳۔ مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ

سوال:۔ مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ کی موت کی پیشگوئی کی؟

جواب:۔ یہ افتراء ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہرگز ثناء اللہ کی موت کی پیشگوئی نہیں کی۔ چنانچہ آپ اشتہار ''آخری فیصلہ'' میں لکھتے ہیں۔ ''یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر پیشگوئی نہیں'' (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۵۷۹ اشتہار مورخہ ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء) کوئی مخالف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی تحریر سے یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ حضور نے ثناء اللہ کے متعلق حضور کی زندگی میں مرنے کی پیشگوئی کی تھی۔ ہاں اس کو دعوت مباہلہ دی تھی جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ''انجام آتھم'' میں تمام علماء گدی نشینوں اور پیروں کو''آخری فیصلہ'' (مباہلہ) کی دعوت دی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔**وَآخِرُ الْعَلَاجِ خُرُوْجُكُمْ إِلٰى بَرَازِ الْمُبَاهَلَةِ** .... **هٰذَا آخِرُ حِيَلٍ أَرَدْنَاهُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ** (انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱صفحہ ۱۶۵) کہ آخری علاج تمہارے لئے میدان مباہلہ میں نکلنا ہے ......اور یہی آخری طریق فیصلہ ہے جس کا ہم نے ارادہ کیا ہے۔

اس دعوت مباہلہ میں آپ نے فرمایا کہ ''فریقین ایک دوسرے کے حق میں بددعا کریں کہ ''فریقین میں سے جو فریق جھوٹا ہے، اے خدا تو اس کو ایک سال کے عرصہ تک نہایت سخت دکھ کی مار میں مبتلا کر۔ کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگ دیوانہ کا شکار بنا۔اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔''

(انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱صفحہ ۶۶)

اوراس کے بعد لکھا:

''گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو اور نہ توہین و تکفیر کو چھوڑے اور نہ ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں سے الگ ہو۔''

(انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱صفحہ ۶۷)

اس رسالہ کے مخاطبین میں سے مولوی ثناء اللہ کا نمبر ۱۱ تھا۔مولوی صاحب نے اس چیلنج کا کچھ جواب نہ دیا، اور اپنی مہر خاموشی سے اس جری اللہ فی حلل الانبیاء کی صداقت پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی، لیکن جب ہر طرف سے ان پر دباؤ ڈالا گیا تو اس بدقسمت جانور کی طرح جو شیر کو دیکھ کر انتہائی بدحواسی سے خود ہی اس پر حملہ کر بیٹھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ مباہلہ پر آمادگی ظاہر کی۔جس کے جواب میں حضرت اقدسؑ نے لکھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا جواب

''مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر مَیں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ مَیں اِس طور کے فیصلہ کے لئے بہ دل خواہشمند ہوں کہ فریقین یعنی مَیں اور وہ یہ دُعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی مَر جائے'' (اعجاز احمدی روحانی خزائن جلد ۱۹صفحہ ۱۲۱)

''اب اس پر قائم رہیں تو بات ہے۔'' (اعجاز احمدی روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۲۱)

ثنائی حیلہ جوئی

''چونکہ یہ خاکسار نہ واقع میں نہ آپ کی طرح نبی یا رسول یا ابن اللہ یا الہامی ہے، اس لئے ایسے مقابلہ کی جرأت نہیں کر سکتا...... میں افسوس کرتا ہوں کہ مجھے ان باتوں پر جرأت نہیں۔''

(الہامات مرزا صفحہ ۸۵ طبع دوم و صفحہ ۱۱ طبع ششم)

لیکن جب پھر ہر طرف سے لعن طعن ہوئی تو لکھا:۔

ثناء اللہ کی دوبارہ آمادگی

''البتہ آیت ثانیہ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ ...... ثُمَّ نَبْتَهِلْ ...... (آل عمران :۶۲) پر عمل کرنے کے لئے ہم تیار ہیں۔ میں اب بھی ایسے مباہلہ کے لئے تیار ہوں جو آیت مرقومہ سے ثابت ہوتا ہے جسے مرزا صاحب نے خود تسلیم کیا ہے۔'' (اہل حدیث ۲۲ جون ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۴)

''مرزائیو! سچے ہو تو آؤ اور اپنے گورو کو ساتھ لاؤ۔ وہی میدان عیدگاہ امرتسر تیار ہے جہاں تم پہلے صوفی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کر کے آسمانی ذلت اٹھا چکے ہو (جھوٹ ہے وہاں ہرگز کوئی ایسا مباہلہ نہیں ہوا۔ جس میں فریقین نے ایک دوسرے کے حق میں بددعا کی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کوئی بددعا نہیں کی تھی، خادم) اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہے کیونکہ جب تک پیغمبر جی سے فیصلہ نہ ہو، سب امت کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔'' (اہل حدیث ۲۹ / مارچ صفحہ ۱۰۔ ۱۹۰۷ء)

مولوی ثناء اللہ صاحب کی یہ تحریر ۲۹ / مارچ ۱۹۰۷ء کی ہے مگر اس سے کچھ دن قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی میں (جو اس وقت زیر تصنیف تھی) یہ تحریر فرما چکے تھے کہ ''میں بخوشی قبول کروں گا اگر وہ (ثناء اللہ) مجھ سے درخواست مباہلہ کریں۔ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۱۱)

''مباہلہ کی درخواست کرے۔'' (ایضاً صفحہ ۳۳) و (ایضاً ۴۶۵)

حضرت اقدسؑ کی یہ تحریر ۲۵ / فروری ۱۹۰۷ء کی ہے جیسا کہ تتمہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۶ سطر ۱۰ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس تحریر سے ظاہر ہے کہ حضرت کا ارادہ یہ تھا کہ اب اگر مولوی ثناء اللہ مباہلہ پر آمادگی ظاہر کرے تو اسے بھاگنے نہ دیا جائے۔ چنانچہ جب اس نے ۲۹ / مارچ ۱۹۰۷ کو دعوت مباہلہ دی

(جواوپر درج ہو چکی ہے) تو حضرت کی طرف سے مندرجہ ذیل جواب بدر ۴/اپریل ۱۹۰۷ میں دیا گیا، لیکن مولوی ثناء اللہ پھر فرار کی راہ اختیار کرنے لگا، جیسا کہ اس کے جواب میں مندرجہ اہل حدیث ۱۹/اپریل ۱۹۰۷ سے ظاہر ہے۔ تو اس کے جواب کے اشاعت سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدسؑ کو اس کے ارادہ سے مطلع فرمادیا اور حضور نے ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کا اشتہار آخری فیصلہ شائع فرمادیا تا کہ ثناء اللہ کے لئے گول مول کر کے ٹالنے کی گنجائش ہی نہ رہے اور وہ مجبور ہو کر تصرف الٰہی کے ماتحت موت کو اپنے سر پر سوار دیکھتے ہوئے اپنے ہاتھ سے لکھ دے کہ ''تمہاری یہ تحریر مجھے منظور نہیں، اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کرسکتا ہے۔'' (اخبار اہل حدیث ۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء) چنانچہ اس کی تفصیل درج ذیل کی جاتی ہے:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جواب

''مولوی ثناء اللہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے ان کے اس چیلنج کو منظور کرلیا ہے۔ وہ بیشک (آپ) قسم کھا کر بیان کریں کہ یہ شخص (حضرت مسیح موعودؑ) اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور بیشک یہ بات کہیں کہ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ...... مباہلہ کی بنیاد جس آیت قرآنی پر ہے اس میں تو صرف لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ آیا ہے۔''

(اخبار بدر ۴/اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۴)

ثنائی فرار

''میں نے آپ کو مباہلہ کے لئے نہیں بلایا، میں نے تو قسم کھانے پر آمادگی ظاہر کی ہے مگر آپ اس کو مباہلہ کہتے ہیں حالانکہ مباہلہ اس کو کہتے ہیں جو فریقین مقابلہ پر قسمیں کھائیں۔ میں نے حلف اٹھانا کہا ہے۔ مباہلہ نہیں کہا۔ قسم اور ہے مباہلہ اور ہے۔'' (اہل حدیث ۱۹/اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۴)

ابھی یہ ثنائی فرار معرضِ ظہور میں نہیں آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو علیم و خبیر ہے اپنے مسیح موعودؑ کو اس کی اطلاع دے کر اپنے شکار کو دنیا کے سامنے شرمندہ کرنے کے لئے ایک طریق کی تحریک فرمائی۔ چنانچہ اس کے مطابق حضور نے آخری اتمامِ حجت کے طور پر ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو اپنی طرف سے ''دعاء مباہلہ'' مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے ساتھ ''آخری فیصلہ'' کے عنوان سے شائع فرما دی۔ جس میں اپنی طرف سے دعا فرمائی کہ خدا تعالیٰ سچے کی زندگی میں جھوٹے کو ہلاک کر دے اور بالآخر لکھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اس اشتہار کو اہل حدیث میں شائع فرما کر ''جو چاہیں اس کے نیچے

لکھ دیں،اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔''

مولوی ثناء اللہ نے اس اشتہار کو اہلحدیث ۲۶ / مارچ ۱۹۰۷ء میں شائع کیا اور اس کے نیچے یہ لکھا:۔

''اوّل۔اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کر دیا۔''

(اخبار اہلحدیث ۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء)

''تمہاری یہ تحریر کسی صورت میں بھی فیصلہ کن نہیں ہوسکتی۔'' (ایضاً)

''میرا مقابلہ تو آپ سے ہے۔اگر میں مر گیا تو میرے مرنے سے اور لوگوں پر کیا حجت ہوسکتی ہے۔''

''خدا کے رسول چونکہ رحیم کریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت میں نہ پڑے مگر اب کیوں آپ میری ہلاکت کی دعا کرتے ہیں۔''

''خدا تعالیٰ جھوٹے، دغا باز، مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تا کہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں۔''

نوٹ:۔ یہ آخری عبارت نائب ایڈیٹر کی طرف سے لکھی گئی ہے مگر مولوی ثناء اللہ نے اس کی تصدیق کی اور لکھا کہ ''میں اس کو صحیح جانتا ہوں۔'' (اہل حدیث ۳۱/جولائی ۱۹۰۷ء)

''مختصر یہ کہ...... یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے۔''

(اقتباسات از اہلحدیث ۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۵،۶)

مولوی ثناء اللہ پھر لکھتا ہے:۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود سچا نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال فرما گئے،اور مسیلمہ باوجود کاذب ہونے کے صادق سے پیچھے مرا۔'' (مرقع قادیانی اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)

''کوئی ایسی نشانی دکھاؤ جو ہم بھی دیکھ کر عبرت حاصل کریں،مر گئے تو کیا دیکھیں گے اور کیا ہدایت پائیں گے۔'' (اخبار وطن امرتسر ۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)

پس چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی پرانی عادت کے مطابق نجران کے عیسائیوں کی سنت پر عمل کرتے ہوئے مباہلہ سے فرار اختیار کیا،اس لئے مباہلہ نہ ہوا اور ثناء اللہ کو خدا تعالیٰ نے اس کے تسلیم کردہ اصول کے رو سے ''جھوٹے،دغا باز،مفسد اور نافرمان'' لوگوں کی طرح لمبی عمر دی

اور اسے حضرت مسیح موعودؑ کے پیچھے زندہ رکھ کر ''مسیلمہ کذاب'' ثابت کر دیا۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اشتہار ''مسودہ مباہلہ'' ہے جس طرح قرآن مجید کی آیت مباہلہ میں لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (سورۃ ال عمران:٦٢) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ''مسودہ مباہلہ'' تھی۔ وہاں چونکہ عیسائی بھاگ گئے تھے اس لئے مباہلہ نہ ہوا اور وہ نہ مرے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لَمَا حَالَ الْحَوْلُ عَلَى النَّصَارٰى كُلِّهِمْ حَتّٰى يَهْلِكُوْا (تفسیر کبیر رازی جلد ۸ صفحہ ۸۵ مصری مطبوعہ ۱۹۳۸ء پہلا ایڈیشن زیر آیت لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔ آل عمران:٦٢) اگر عیسائی مباہلہ کر لیتے اور آنحضرتؐ کی طرح لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ کہہ دیتے تو ان میں سے ہر ایک ایک سال کے اندر ہلاک ہو جاتا۔ اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر مولوی ثناء اللہ بھی حضرت مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں میدانِ مباہلہ سے بھاگ نہ جاتا اور حضرت کی خواہش کے مطابق وہی بددعا کرتا تو یقیناً ہلاک ہو جاتا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے خود تحریر فرمایا ہے کہ

''اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے۔'' (اعجاز احمدی روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۲۱)

پس جس طرح وہاں پر نجران کے عیسائیوں کا فرار ''خدائی فیصلہ بروئے مباہلہ'' کے رستہ میں روک ثابت ہوا۔ یہاں بھی ثناء اللہ کا مندرجہ بالا فرار اس کو ہلاکت سے بچا گیا۔ نہ حضرت مسیح موعودؑ آنحضرتؐ سے بڑے ہیں اور نہ مولوی ثناء اللہ نجران کے عیسائیوں سے بڑا ہے۔

اشتہار آخری فیصلہ ''مسودہ مباہلہ' تھا

۱۔ خود مولوی ثناء اللہ لکھتا ہے:۔ ''کرشن قادیانی نے ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو میرے ساتھ مباہلہ کا اشتہار شائع کیا تھا۔'' (مرقع قادیان جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۸)

۲۔ ''آج تک مرزا صاحب نے کسی مخالف سے ایسا کھلا مباہلہ نہیں کیا تھا بلکہ ہمیشہ گول مول رکھا کرتے تھے۔'' (اشتہار مرزا قادیانی کا انتقال اور اس کا نتیجہ شائع کردہ ثناء اللہ ۳۱/مئی ۱۹۰۸ء)

۳۔ حضرت مسیح موعودؑ کے اشتہار کا عنوان ہے۔ مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ'' (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۵۷۹ اشتہار مرقومہ ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء) اور مولوی ثناء اللہ کے نزدیک ''آخری فیصلہ'' مباہلہ ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

''ایسے لوگوں کو جو کسی دلیل کو نہ جانیں، کسی علمی بات کو نہ سمجھیں بغرض ''بدرا بدر بائید رسانید''
کہہ دے کہ آ ؤ ایک آخری فیصلہ بھی سنو، ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے، اپنی بیٹیاں اور تمہاری بیٹیاں،
اپنے بھائی بند نزدیکی اور تمہارے بھائی بند نزدیکی بلائیں۔ پھر عاجزی سے جھوٹوں پر خدا کی لعنت
کریں۔ خدا خود فیصلہ دنیا میں ہی کر دے گا۔'' (تفسیر ثنائی زیر آیت آل عمران:۶۱)

۴۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک بھی یہ دعائے مباہلہ ہی تھی جیسا کہ حضور
فرماتے ہیں:۔

''مباہلہ ایک آخری فیصلہ ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نصاریٰ کو مباہلہ
کے واسطے طلب کیا تھا مگر ان میں سے کسی کو جرأت نہ ہوئی'' (بدر ۱۷؍مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۳)

۵۔ حضرت اقدسؑ نے بعینہٖ ''آخری فیصلہ'' والی دعا کے مطابق ایک اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء
کو مولوی محمد حسین بٹالوی وغیرہ کے متعلق شائع فرمایا تھا۔ اس کے متعلق حضور فرماتے ہیں:۔

''۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کا ہمارا اشتہار جو مباہلہ کے رنگ میں شیخ محمد حسین اور اس کے دو ہم راز
رفیقوں کے مقابل پر نکلا ہے وہ صرف ایک دعا ہے۔'' (رازِ حقیقت صفحہ ب اشتہار ۳۰؍نومبر ۱۸۹۸ء)

''اب یہ اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء ایک آخری فیصلہ ہے چاہیے کہ ہر ایک طالب صادق صبر
سے انتظار کرے۔'' (راز حقیقت صفحہ ۱۴)

گویا حضرتؑ نے اشتہار کو جو ''مباہلہ'' کے رنگ میں ایک ''دعا'' پر مشتمل تھا ''آخری فیصلہ''
قرار دے کر بتا دیا ہے کہ حضور کے نزدیک آخری فیصلہ سے مراد مباہلہ ہی ہوتا ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۵۸)

حضور تحریر فرماتے ہیں کیونکہ جب کسی طرح جھگڑا فیصلہ نہ ہو سکے تو آخری طریق خدا کا
فیصلہ ہے جس کو مباہلہ کہتے ہیں۔''

(تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۵۲ نیز مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۵۸ اشتہار مورخہ ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء)

۶۔ حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک صرف اور صرف مباہلہ کی صورت میں جھوٹا سچے کی زندگی
میں مرتا ہے، جیسا کہ حضور تحریر فرماتے ہیں۔ ''یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے۔
ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا نہیں لکھا،......ہم نے تو یہ لکھا ہوا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو
جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ کیا آنحضرتؐ کے سب اعداء ان کی زندگی میں ہی

ہلاک ہو گئے تھے بلکہ ہزاروں اعداء آپ کی وفات کے بعد زندہ رہے تھے۔ہاں جھوٹا مباہلہ کرنے والا سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوا کرتا ہے۔ایسے ہی ہمارے مخالف بھی ہمارے مرنے کے بعد زندہ رہیں گے۔......ہم تو ایسی باتیں سن کر حیران ہوتے ہیں۔دیکھو ہماری باتوں کو کیسے الٹ پلٹ کر پیش کیا جاتا ہے اور تحریف کرنے میں وہ کمال حاصل کیا ہے کہ یہودیوں کے بھی کان کاٹ دیئے ہیں۔کیا یہ کسی نبی، ولی، قطب، غوث کے زمانہ میں ہوا کہ اس کے سب اعداء مر گئے ہوں، بلکہ کافر منافق باقی رہ ہی گئے تھے، ہاں اتنی بات صحیح ہے کہ سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں تو وہ سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوتے ہیں،......ایسے اعتراض کرنے والے سے پوچھیں کہ یہ ہم نے کہاں لکھا ہے کہ بغیر مباہلہ کرنے کے ہی جھوٹے سچے کی زندگی میں تباہ اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔وہ جگہ تو نکالو جہاں یہ لکھا ہے۔"

(الحکم ۱۰/اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)

۷۔ثناء اللہ اگر اس کو اشتہار مباہلہ نہ سمجھتا تھا تو اس کے جواب میں یہ کیوں لکھا تھا کہ "اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کر دیا۔" (اخبار اہل حدیث ۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء) کیونکہ ظاہر ہے کہ یکطرفہ بددعا کے لئے دوسرے کی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی۔منظوری یا عدم منظوری کا سوال صرف اور صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ یہ دعائے مباہلہ ہو۔

۸۔عنوان اشتہار ہے "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۵۷۸ اشتہار مورخہ ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء) "ساتھ" کا لفظ صاف طور پر بتا رہا ہے کہ یہ یکطرفہ دعا نہیں بلکہ دونوں فریقوں کی رضامندی کا سوال ہے۔اگر یک طرفہ دعا ہوتی تو "مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق آخری فیصلہ" ہونا چاہئے تھا۔مجسٹریٹ جب فیصلہ کرتا ہے تو "زید یا بکر کے متعلق" فیصلہ کرتا ہے لیکن جب یہ کہا جائے کہ "زید نے بکر کے ساتھ فیصلہ کیا" تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زید اور بکر دونوں کی رضامندی سے یہ فیصلہ ہوا۔اگر ایک فریق بھی نارضامند ہو تو اندریں صورت وہ فیصلہ قائم نہ رہے گا۔پس چونکہ مولوی ثناء اللہ اس فیصلہ پر رضامند نہ ہوا اور لکھا کہ

"یہ تحریر مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے۔" (اخبار اہلحدیث ۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء) تو وہ دعا "فیصلہ" نہ رہی۔اسی وجہ سے ثناء اللہ نے بھی لکھا تھا کہ:۔

"یہ دعا فیصلہ کن نہیں ہوسکتی۔"

۹۔حضرت اقدس کا لکھنا کہ "جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔" (مجموعہ اشتہارات جلد ۳

صفحہ ۵۷۹، اشتہار مرقومہ ۱۵ / اپریل ۱۹۰۷ء ''مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ'') صاف طور پر بتاتا ہے کہ حضرت اس مسودہ مباہلہ کو مکمل اسی صورت میں سمجھتے تھے جب ثناء اللہ بھی اس کے نیچے اپنی منظوری لکھدے۔ ورنہ اگر یکطرفہ دعا ہوتی تو اس کے نیچے ثناء اللہ کے لکھنے یا نہ لکھنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔

۱۰۔ حضرت اقدسؑ کا لکھنا کہ ''اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۵۷۹ مرقومہ ۱۵ / اپریل ۱۹۰۷ء) صاف طور پر ثابت کرتا ہے کہ حضرت کا منشاء یہی تھا کہ ثناء اللہ کے ہاتھ سے حضور کی دعا اور اپنی تصدیق دونوں ایک ہی جگہ جمع ہو جائیں تا مسودہ مباہلہ مکمل ہو کر ثناء اللہ کا خاتمہ کر دے۔

۱۱۔ مولوی ثناء اللہ خود لکھتا ہے:

''مرزا جی نے میرے ساتھ مباہلہ کا ایک طولانی اشتہار دیا۔'' (مرقع قادیانی دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳)

۱۲۔ ''وہ (حضرت مسیح موعودؑ) اپنے اشتہار مباہلہ ۱۵ / اپریل ۱۹۰۷ء میں چیخ اٹھا تھا کہ اہلحدیث نے میری عمارت کو ہلا دیا ہے۔'' (اہلحدیث ۱۹ / جون ۱۹۰۸ء)

۱۳۔ حضورؑ لکھتے ہیں:

''میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہو جاتا ہے۔''

اور ہم ابھی حضرتؑ کے مفلوظات (از الحکم ۱۰ / اکتوبر ۱۹۰۷ء) سے دکھا چکے ہیں کہ یہ اصل صرف اور صرف مباہلہ ہی کی صورت میں ہوتا ہے۔

۱۴۔ حضرت اقدسؑ نے اپنے اس اشتہا میں جو انجام جھوٹے کا تحریر فرمایا ہے وہ بعینہٖ وہی ہے جو انجام آتھم میں حضرتؑ نے جھوٹا مباہلہ کرنے والے کا تحریر فرمایا ہے۔ دیکھیں انجام آتھم صفحہ ۶۵ تا صفحہ ۷۲ نیز دیکھیں صفحہ ۱۶۵۔

۱۵۔ مولوی ثناء اللہ لکھتا ہے۔ ''مرزائیو! کسی نبی نے بھی اس طرح اپنے مخالفوں کو اس طریق سے فیصلہ کے لئے بلایا ہے؟ بتلاؤ تو انعام لو۔'' (اہلحدیث ۲۶ / اپریل ۱۹۰۷ء)

اگر حضورؑ کا اشتہار ۱۵ / اپریل ۱۹۰۷ء (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۵۷۹) محض یک طرفہ بددعا تھی تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جو پہلے انبیاء میں نہ ملتی ہو اور جس کا ثناء اللہ کو انکار ہو جیسا کہ وہ لکھتا ہے:

''اس قسم کے واقعات بیشمار ملتے ہیں جن میں حضرات انبیاء علیہم السلام نے مخالفوں پر

بددعائیں کیں۔'' (روٴدادمباحثہ لدھیانہ صفحہ ۶۷)

پس مولوی ثناء اللہ کے مطالبہ کا مطلب صرف یہی ہے کہ انبیاءؑ جب مباہلہ کے لئے بلاتے ہیں تو پہلے اپنے مخالفوں کی منظوری لے لیتے ہیں۔ یہاں پر حضرت نے ثناء اللہ کی بغیر منظوری کے اس کو شائع کر دیا۔ پس ثناء اللہ اس طریق کار کی مثال مانگتا تھا نہ کہ محض بددعا کی کیونکہ اس کے لئے منظوری کی ضرورت نہیں۔

ثنائی عذرات

ثناء اللہ کو عذر ہے کہ مباہلہ کے لئے شرط یہ تھی کہ حقیقۃ الوحی شائع ہونے اور ثناء اللہ کو بذریعہ رجسٹری بھیجنے کے بعد مباہلہ ہوگا۔ اب حضرت اقدسؑ نے حقیقۃ الوحی کے چھپنے سے قبل ہی اس کو کیوں شائع کر دیا؟

سو اس کا جواب یہ ہے کہ ثناء اللہ نے اپنے اخبار اہلحدیث ۲۹/مارچ ۱۹۰۷ء میں جب چیلنج مباہلہ دیا تو حضرتؑ نے اس کو مہلت دینا ہی پسند فرمایا کہ ''باوجود اس قدر شوخیوں اور دلآزاریوں کے جو ثناء اللہ سے ہمیشہ ظہور میں آتی ہیں حضرت اقدس نے پھر بھی رحم کر کے فرمایا ہے کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جب کہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے۔ (بدر ۴/اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ کالم نمبر ۲) لیکن چونکہ ثناء اللہ نے ۱۹/اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ کے اہلحدیث میں پھر فرار اختیار کر لینا تھا (جس کا حوالہ اوپر ذکر ہو چکا ہے صفحہ ۴۸۲) اور خدا تعالیٰ کو اس کا علم تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۱۵/اپریل ہی کو اس کے فرار کے شائع ہونے سے پہلے ہی دعا مباہلہ لکھنے کی ہدایت فرمادی، چنانچہ حضرت فرماتے ہیں:

''ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔'' (بدر ۲۵/اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۷ کالم نمبر ۲)

حضرت اقدسؑ کا ثناء اللہ سے کوئی ''معاہدہ'' نہ تھا کہ حقیقۃ الوحی چھپنے تک مباہلہ نہ ہوگا۔ یہ صرف حضورؑ کا اپنا ارادہ تھا بوجہ رحم کے۔ ثناء اللہ نے اس تجویز کی منظوری کا اعلان نہیں کیا تھا کہ وہ ''معاہدہ'' کی صورت اختیار کر لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کے ارادہ کو (بوجہ اس فرار کے جو ثناء اللہ کرنے والا تھا) بدل دیا۔ اس بات کا ثناء اللہ کے لئے کوئی فرق نہ تھا کہ مباہلہ حقیقۃ الوحی کے چھپنے سے پہلے ہو

یا بعد میں کیونکہ وہ تو ۲۹؍مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰ کے اہل حدیث میں مباہلہ پر آمادگی ظاہر کر چکا تھا۔ اب مباہلہ حقیقۃ الوحی کے چھپنے سے قبل ہو یا بعد میں یہ حضرتؑ کی مرضی پر موقوف تھا۔ حضورؑ کا ارادہ کتاب کے چھپنے کے بعد مباہلہ کرنے کا تھا، تا ثناء اللہ کو ایک اور موقعہ دیا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ثناء اللہ کی بد نیتی کو دیکھ کر فوراً حضرتؑ کے ارادہ کو بدل دیا پس ثناء اللہ کا اعتراض کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

ایڈیٹر صاحب بدر کی تحریر

باقی رہا مولوی ثناء اللہ کا یہ کہنا کہ بدر ۱۳؍جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۲ کالم نمبر ا میں ایڈیٹر صاحب بدر نے لکھا ہے کہ مباہلہ قرار نہیں پایا تو اس کا جواب یہ ہے۔ (ا) مولوی ثناء اللہ خود مانتا ہے کہ یہ تحریر ایڈیٹر صاحب بدر کی اپنی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔ ''بے نور بدر کے ایڈیٹر نے کمال ایمانداری سے اپنا جواب تو شائع کر دیا۔'' (مرقع قادیانی نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۲۲۲)۔ (ب)۔ خود ایڈیٹر صاحب مفتی محمد صادق صاحب اخبار بدر کا بیان ہے کہ یہ تحریر ان کی اپنی طرف سے تھی، حضور (مسیح موعودؑ) کے حکم یا علم سے نہیں لکھی گئی جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

''اخبار بدر مورخہ ۱۳؍جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۲ کالم نمبر اوّل میں جو نوٹ بعنوان نقل ''خط بنام مولوی ثناء اللہ صاحب'' شائع ہوا ہے، یہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کے مطالبہ حقیقۃ الوحی کا جواب ہے جو میں نے خود لکھا تھا اور یہ میرے ہی الفاظ ہیں کیونکہ حضرت اقدسؑ نے اس کے متعلق کوئی ہدایت نہ دی تھی، میں نے اپنی طرف سے جواب لکھ دیا تھا۔ اس بیان کی اشاعت مناسب ہے تا کہ کوئی شخص اس نوٹ کو حضرتؑ کی طرف منسوب کر کے مغالطہ نہ دے سکے۔''

(تجلیات رحمانیہ صفحہ ۷۴ ایڈیشن اوّل از قلم ابو العطاء اللہ دتہ جالندھری مطبوعہ دسمبر ۱۹۳۱ء)

جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں حضرت مسیح موعودؑ اس اشتہار کو دعائے مباہلہ سمجھتے ہیں اور خود مولوی ثناء اللہ بھی اس کو دعائے مباہلہ ہی قرار دیتا تھا تو اس کے بالمقابل ایڈیٹر صاحب بدر کی تحریر حجت نہیں ہو سکتی، جیسا کہ خود اہلحدیث کے مقابلہ میں کسی صحابی بلکہ حضرت علیؓ کی تفسیر تک کو نہیں مانتے۔

(اہلحدیث ۲؍اکتوبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۲ کالم ا زیر عنوان ''اقتداء اہلحدیث'')

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریر

مولوی ثناء اللہ یہ کہا کرتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے

موقعہ پر جو مضمون ''محمود اور خدائی مسیح کے دشمنوں کا مقابلہ'' بعنوان ''صادقوں کی روشنی'' شائع کیا اس میں لکھا ہے کہ ''یہ دعا دعائے مباہلہ نہیں تھی۔اب تم کیوں اس کو مباہلہ کی دعا قرار دیتے ہو۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صریحاً دھوکہ ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ اشتہار ''آخری فیصلہ'' دعائے مباہلہ نہ تھا۔کیونکہ مباہلہ تو اس صورت میں ہوتا کہ ثناء اللہ بھی بالمقابل قسم کھاتا یا دعا کرتا۔ مگر چونکہ اس نے بالمقابل دعا نہیں کی اس لئے مباہلہ نہیں ہوا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اسی مضمون میں صفائی اور صراحت کے ساتھ اس مجوزہ طریق کار کو ''مباہلہ'' قرار دیا ہے اور پھر ثناء اللہ کے انکار کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ مباہلہ نہیں ہوا۔چنانچہ چند اقتباسات اس مضمون سے یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱)۔''یہ ایک فیصلہ کا طریق تھا جس سے جھوٹے اور سچے میں فرق ہو جائے اور اس کی غرض سوائے اس کے کچھ نہ تھی کہ حق اور باطل میں کچھ ایسا امتیاز پیدا ہو جائے کہ ایک گروہ بنی نوع انسان کا اصل واقعات کی تہ تک پہنچ جائے اور شرافت اور نیکی کا مقتضا یہ تھا کہ مولوی ثناء اللہ اس دعا کو پڑھ کر اپنے اخبار میں شائع کر دیتا کہ ہاں مجھ کو یہ فیصلہ منظور ہے مگر جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں اس کو سوائے ہوشیاری اور چالاکی کے اور کسی بات سے تعلق ہی نہیں۔اور اگر وہ ایسا کرتا تو خداوند تعالیٰ اپنی قدرت دکھلاتا اور ثناء اللہ اپنی تمام گندہ دہانیوں کا مزہ چکھ لیتا اور اسے معلوم ہو جاتا کہ ایک ذات پاک ایسی بھی ہے جو جھوٹوں اور سچوں میں فرق کر دکھلاتی ہے اور وہ جو بدی اور بدذاتی کرتا ہے اپنے کئے کی سزا کو پہنچتا ہے اور شریر اپنی شرارت کی وجہ سے پکڑا جاتا ہے۔مگر جبکہ برخلاف اس کے اس نے اس فیصلہ سے بھی انکار کیا اور لکھ دیا کہ مجھ کو یہ فیصلہ منظور نہیں تو آج جبکہ حضرت صاحبؑ فوت ہو گئے ہیں اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ میرے ساتھ مباہلہ کرنے کی وجہ سے فوت ہوئے ہیں اور یہ میری سچائی کی دلیل ہے، کہاں تک انصاف پر مبنی ہے۔''

(تشحیذ الاذہان صفحہ ۵۹ بابت ماہ جون، جولائی ۱۹۰۸ء)

(۲)۔''یہ جان بوجھ کر حضرتؑ کی وفات کو اس دعا کی بناء پر قرار دیتا ہے کیونکہ باوجود اقرار کرنے کے کہ میں نے انکار کر دیا تھا پھر اپنی سچائی ظاہر کرتا ہے۔کیا یہ اتنی بات سمجھنے سے بھی قاصر ہے کہ اس مباہلہ یا دعا کی ضرورت تو سچے اور جھوٹے کے فیصلہ کے لئے تھی۔'' (ایضاً صفحہ ۶۳)

(۳)۔''اس وقت تو سچائی کے رعب میں آ کر اس نے حیلہ بازی سے اپنا سر عذابِ الٰہی کے نیچے سے نکالنا چاہا مگر جب کہ اس کے انکارِ مباہلہ سے وہ عذاب اور طرح سے بدل گیا تو اس نے اس

منسوخ شدہ فیصلہ کو پھر دوہرانا شروع کر دیا۔'' (ایضاً صفحہ ۶۴)

مندرجہ بالا تینوں اقتباسات سے صاف طور پر عیاں ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اشتہار ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو مسودہ اور دعائے مباہلہ ہی قرار دیا ہے اور ثناء اللہ کے انکار کو انکارِ مباہلہ کے لقب سے موسوم کیا ہے۔ پس ثناء اللہ کا یہ کہنا کہ حضرتؑ نے اس کو دعائے مباہلہ قرار نہیں دیا سرتا سر دھوکہ ہے۔

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حافظ محمد حسن مرحوم اہلحدیث لاہور کے مطالبہ کے جواب میں مندرجہ ذیل حلفی بیان دیا:۔

''میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر شہادت دیتا ہوں کہ مجھے کامل یقین ہے کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ پر اس اعلان کے مطابق آتے جو آپ نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے خلاف ۱۹۰۷ء میں کیا تھا تو وہ ضرور ہلاک ہوتے، اور مجھے یہ یقین ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر جو میں نے مضمون لکھا تھا اس میں بھی لکھ چکا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ کے متعلق جو کچھ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا تھا وہ دعاء مباہلہ تھی۔ پس چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس کے مقابل پر دعا نہیں کی بلکہ اس کے مطابق فیصلہ چاہنے سے انکار کر دیا وہ مباہلہ کی صورت میں تبدیل نہ ہوئی اور مولوی صاحب عذاب سے ایک مدت کے لئے بچ گئے۔ میری اس تحریر کے شاہد میری کتاب ''صادقوں کی روشنی'' از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی (ایڈیشن اول ۲/جولائی ۱۹۰۸ء شائع شدہ) کے یہ فقرات ہیں:۔

''مگر جب کہ اس کے انکار مباہلہ سے وہ عذاب اور طرح سے بدل گیا تو اس نے منسوخ شدہ فیصلہ کو پھر دہرانا شروع کر دیا''۔ نیز ''اگر وہ ایسا کرتا تو خداوند تعالیٰ اپنی قدرت دکھلاتا اور ثناء اللہ اپنی گندہ دہانیوں کا مزہ چکھ لیتا۔'' (صادقوں کی روشنی صفحہ ۳۰) غرض میرا یہ ہمیشہ سے یقین ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی دعا دعاء مباہلہ تھی لیکن بوجہ اس کے کہ مولوی صاحب نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا وہ دعاء مباہلہ نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ نے عذاب کے طریق کو بدل دیا۔''

خاکسار

مرزا محمود احمد ۳۱-۳-۱۶

جملہ خبریہ

مولوی ثناء اللہ صاحب کہا کرتے ہیں کہ ''آخری فیصلہ'' (مجموعہ اشتہارات جلد۳ صفحہ ۵۷۹ از الشرکۃ الاسلامیۃ) کے اشتہار میں سب جملے خبریہ ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اشتہار بطور پیشگوئی کے ہے۔ نیز حضرت کا الہام ہے اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (الہام مورخہ ۱۴/اپریل ۱۹۰۷ء تذکرہ صفحہ ۶۴ مطبوعہ ۲۰۰۴ء، مطبوعہ بدر جلد ۶ نمبر ۱۶۔ ۱۸/اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ والحکم ۱۷/اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۲)

۱۔ اس کا جواب یہ ہے جب حضرتؑ نے اس میں صاف طور پر لکھدیا ہے کہ ''یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر پیشگوئی نہیں محض دعا کے طور پر میں نے فیصلہ چاہا ہے۔'' پھر اس کو کس طرح پیشگوئی قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور پھر ''دعا'' کو ''جملہ خبریہ'' قرار دینا بھی ثناء اللہ جیسے ''عالم'' کے سوا اور کسی کا کام نہیں کیونکہ ''دعا'' کبھی جملہ خبریہ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ہمیشہ ''جملہ انشائیہ'' ہوتا ہے۔

۲۔ حضرتؑ کا الہام اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ ......اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ اس دعا کے متعلق ہے تو پھر بھی کوئی اعتراض نہیں پڑتا کیونکہ جیسا کہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ یہ دعائے مباہلہ تھی جس کا نتیجہ اس صورت میں نکلنا تھا کہ فریقین اس پر متفق ہو جاتے اور اس کی منظوری کے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ اگر فریق ثانی نے اس طریق فیصلہ کو منظور کر لیا تو یقیناً یقیناً وہ ہلاک ہو جائے گا۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے نجران کے مفرور عیسائیوں کے متعلق فرمایا ہے کہ لَمَا حَالَ الْحَوْلُ عَلَی النَّصَارٰی کُلِّھِمْ حَتّٰی یَھْلِکُوْا (تفسیر کبیر رازی زیر آیت نمبر ۶۲ سورۃ آل عمران) گویا آنحضرتؐ کی طرف سے جو دعا لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ (آل عمران: ۶۲) قرآنِ مجید میں مذکور ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا۔ اور اگر عیسائی اس طریق فیصلہ کو منظور کر لیتے تو وہ یقیناً یقیناً ہلاک ہو جاتے۔

لطیفہ ثناء اللہ:۔ آپ لوگ تو مجھ کو ابوجہل کہا کرتے ہیں۔ خدا نے مرزا صاحب کی دعا کے اثر کو ابوجہل کی خواہش کے مطابق کیوں بدل دیا؟ ابوجہل تو آنحضرتؐ سے پہلے مر گیا تھا۔

احمدی:۔ اگر محض یہ دعا ہوتی تو نہ ٹلتی۔ وہ دعائے مباہلہ تھی جس کے لئے اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق سچے کے بالمقابل جھوٹے فریق کی منظوری بھی ضروری ہے (جس کی تفصیل اوپر مذکور ہے) لیکن ابوجہل اول نے تو بددعا کی تھی کہ اے اللہ اگر آنحضرتؐ سچے ہیں تو مجھ کو ہلاک کر۔ اس سے وہ ہلاک ہو گیا تم بھی ذرا اسی قسم کی بددعا کرو، پھر اگر بچ جاؤ تو ہم تمہیں ''ابوجہل'' نہیں کہیں گے۔ تم

''ابوجہل'' کے لقب پر فخر کیا کرتے ہو، ذرا ابوجہل کی مماثلت کو پورا بھی کرو تو بات ہے۔ بددعا کر کے پھر بچ کر یہ ثابت کیوں نہیں کر دیتے کہ درحقیقت تم ابوجہل نہیں ہو؟

ایک اور ثبوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات تک مولوی ثناء اللہ اشتہار آخری فیصلہ کو ''دعائے مباہلہ'' اور ''مسودہ مباہلہ'' ہی سمجھتا رہا۔ چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء (تاریخ دعا) سے ایک سال کا عرصہ گذر گیا تو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات سے چند دن پہلے اپنے ایک مضمون میں جو مرقع قادیانی میں پہلی جون کو چھپا لکھتا ہے:۔

''مرزائی جماعت کے جوشیلے ممبرو! اب کس وقت کے منتظر ہو۔ تمہارے پیر مغاں کی مقرر کردہ مباہلہ کی میعاد کا زمانہ تو گزر گیا۔'' (مرقع قادیانی یکم جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۸)

گویا وہ اس اشتہار کو دعا مباہلہ ہی قرار دیتا ہے، مگر کہتا ہے کہ دیکھ لو میں ایک سال میں نہیں مرا اور نہ مرزا صاحب فوت ہوئے۔ لہٰذا وہ دعا بے اثر گئی لیکن جب بعد ازاں حضورؑ فوت ہو گئے تو جھٹ کہنے لگ گیا کہ مباہلہ کے نتیجہ میں مرزا صاحبؑ فوت ہوئے ہیں۔ اس پر جب اسے پکڑا گیا کہ مباہلہ تو اس صورت میں ہوتا کہ تم بھی اس کا اقرار کر کے بددعا کرتے، تو (اپنی غلطی محسوس کرتے ہوئے) جھٹ پینترا بدلا۔ اور اب یہ کہتا ہے کہ وہ مباہلہ کی دعا نہیں تھی، بلکہ یک طرفہ دعا تھی۔ سچ ہے جیسا کہ حضرت فرماتے ہیں۔

بدگمانی نے تمہیں مجنون و اندھا کر دیا
ورنہ تھے میری صداقت پر براہیں بیشمار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۳۱۔ و۔ درثمین اردو صفحہ ۱۲۰)

۴۔ اپنی عمر کے متعلق پیشگوئی

حضرت مسیح موعودؑ کو خدا تعالیٰ نے فرمایا:۔ ثَمَانِیْنَ حَوْلًا اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ ذٰلِکَ (الہام ۱۸۶۵ء، تذکرہ صفحہ ۵ مطبوعہ ۲۰۰۴ء) کہ تیری عمر اسی برس یا اس کے قریب ہوگی حضورؑ فرماتے ہیں۔ ''جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو چوہتر اور چھیاسی کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۳۱)

پھر حضورؑ کو الہام ہوا:۔

''اسی یا اس پر پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۱۰۰)

چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ ساڑھے پچھتر (۷۵½) سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

طرزِ تحقیق

کسی کی عمر کا ٹھیک ٹھیک حساب لگانے کے لئے دو باتوں کا علم ضروری ہے:۔

(۱) تاریخ پیدائش۔ (۲) تاریخ وفات۔ حضرت اقدسؑ کی تاریخ وفات ۲۴ر ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء ہے۔ مگر حضور کی تاریخ پیدائش حضرت کی کسی کتاب میں درج نہیں۔ کیونکہ حضورؑ کی پیدائش جس زمانہ میں ہوئی اس میں پیدائش کی یادداشت رکھنے کا دستور نہ تھا اور نہ کوئی سرکاری رجسٹر تھے جن میں اس کا اندراج ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ محض اندازوں کے باعث حضرت صاحبؑ کی عمر کے متعلق متعدد تحریرات میں مختلف اندازے لکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

''عمر کا اصل اندازہ تو خدا تعالیٰ کو معلوم ہے مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے اب اس وقت تک جو سن ہجری ۱۳۲۳ ہے میری عمر ستّر (۷۰) برس کے قریب ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۶۵)

پس معلوم ہوا کہ حضور کی تاریخ پیدائش محفوظ نہیں۔ بایں بعض ایسے قرائن اور تعیینیں حضرتؑ کے ملفوظات میں موجود ہیں جن سے صحیح اور پکا اور پختہ علم حضور کی تاریخ پیدائش کا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ از روئے حساب حضور کی تاریخ پیدائش ۱۴ر شوال ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۳ر فروری ۱۸۳۵ء بروز جمعہ ثابت ہوتی ہے جس کے لئے جو دلائل ہیں ان کو درج ذیل کیا جاتا ہے۔

اندازہ عمر میں اختلاف

لیکن پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ عمر کے اندازہ میں اختلاف کوئی قابل اعتراض چیز نہیں۔ ایسا اختلاف ابتداء سے ہی چلا آتا ہے۔ چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر کے اندازے

میں بھی اختلاف ہے۔ملاحظہ ہو:۔

''بعض ساٹھ برس کی اور بعض باسٹھ برس چھ مہینے کی اور بعض پینسٹھ برس کی کہتے ہیں مگر ارباب تحقیق تریسٹھ برس کی لکھتے ہیں۔''

(تفریح الاذکیاء فی احوال الانبیاء باب تتمۃ در احوال جناب رسالتمآب جلد۲صفحہ۳۳۰،۳۳۱مطبع نولکشور لکھنو)

اب دیکھ لو کہ باوجود اس کے کہ آنحضرت ؐ کی پیدائش کے تمام حالات محفوظ ہیں پھر بھی حضور کی تاریخ ولادت کے متعلق اختلاف ہے اور یہ محض اندازہ کے باعث ہے۔پس اسی قسم کا اختلاف حضرت اقدسؑ کی عمر کے متعلق بھی ہے۔اور مختلف مقامات پر محض اندازاً عمر لکھی گئی ہے جو حساب کر کے اور گن کر نہیں بتائی گئی، جیسے عام طریق ہے کہ عمر کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ فلاں کی عمر ۶۰۔۷۰ کی ہوگی۔ وہ ۷۰۔۸۰ کا ہے میری عمر ۴۰۔۴۵ سال کی ہے۔اب خواہ ۵۔۱۰ سال کا اختلاف کتنا اہم ہو پھر بھی طریق کلام یہی ہے۔پس محض اسی قسم کے اندازہ کو بطور دلیل پیش کرنا اور ''تناقض'' قرار دے کر اس پر اعتراض کرنا نادانی ہے۔

تاریخ پیدائش کی تعیین

ہم نے حضرتؑ کی جو تاریخ ولادت لکھی ہے اس کے لئے مندرجہ ذیل دلائل ہیں۔حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱)''عاجز بروز جمعہ چاند کی چودھویں تاریخ میں پیدا ہوا ہے۔''

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۰ حاشیہ طبع اول)

(۲)''میری پیدائش کا مہینہ پھاگن تھا۔چاند کی چودھویں تاریخ تھی، جمعہ کا دن تھا اور پچھلی رات کا وقت تھا۔''

(ذکرِ حبیب از مفتی محمد صادق صاحب صفحہ ۲۳۸ وصفحہ ۲۳۹)

اب مندرجہ بالا قطعی اور یقینی تعیین سے کہ جس میں کسی غلطی یا غلط فہمی کی گنجائش نہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ پیدائش کا از روئے حساب معلوم کرنا نہایت آسان ہے کیونکہ پھاگن کے مہینہ میں جمعہ کا دن اور چاند کی چودھویں تاریخ مندرجہ ذیل سالوں میں جمع ہوئیں:۔

(تفصیل اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

تاریخ انگریزی	تاریخ اسلامی (چاند)	دن	تاریخ ہندی	
۴ر فروری ۱۸۳۱ء	۲۰ر شعبان ۱۲۴۶ھ	جمعہ	۷ر پھاگن ۱۸۸۸ بکرم	تقویم عمری ایک سو پچیس۱۲۵ برس کی جنتری صـ۱۰۱ مرتبہ میاں معراج الدین عمر معراج منزل نولکھا لاہور
۱۷ر فروری ۱۸۳۲ء	۱۴ر رمضان ۱۲۴۷ھ	جمعہ	یکم پھاگن ۱۸۸۸ بکرم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 صـ۱۰۳ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۱۸ر فروری ۱۸۳۳ء	۱۷ر رمضان ۱۲۴۸ھ	جمعہ	۴ر پھاگن ۱۸۸۹ بکرم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 صـ۱۰۵ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۲۸ر فروری ۱۸۳۴ء	۱۸ر شوال ۱۲۴۹ھ	جمعہ	۵ر پھاگن ۱۸۹۰ بکرم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 صـ۱۰۷ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۱۳ر فروری ۱۸۳۵ء	۱۴ر شوال ۱۲۵۰ھ	جمعہ	یکم پھاگن ۱۸۹۱ بکرم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 صـ۱۰۹ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۲۵ر فروری ۱۸۳۶ء	۱۷ر شوال ۱۲۵۱ھ	جمعہ	۳ر پھاگن ۱۸۹۲ بکرم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 صـ۱۱۱ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۲۴ر فروری ۱۸۳۷ء	۱۸ر ذیقعد ۱۲۵۲ھ	جمعہ	۴ر پھاگن ۱۸۹۳ بکرم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 صـ۱۱۳ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۹ر فروری ۱۸۳۸ء	۲۰ر ذیقعد ۱۲۵۳ھ	جمعہ	۷ر پھاگن ۱۸۹۴ بکرم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 صـ۱۱۵ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
یکم فروری ۱۸۳۹ء	۱۵ر ذیقعد ۱۲۵۴ھ	جمعہ	۳ر پھاگن ۱۸۹۵ بکرم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 صـ۱۱۷ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۲۱ر فروری ۱۸۴۰ء	۱۶ر ذی الحج ۱۲۵۵ھ	جمعہ	۴ر پھاگن ۱۸۹۶ بکرم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 صـ۱۱۹ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

(التوفیقات الالہامیہ مصری از محمد مختار پاشا مصری صفحہ ۶۲۴ و صفحہ ۶۲۸) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 صـ۱۰۱ تا صـ۱۱۹ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۱۷ر فروری ۱۸۳۲ء - ۱۴ر رمضان ۱۲۴۷ھ جمعہ - یکم پھاگن ۱۸۸۸ بکرمی (التوفیقات الالہامیہ از محمد مختار پاشا مصری صـ۶۲۴)

۲۱ر فروری ۱۸۴۰ء - ۱۶ر ذی الحج ۱۲۵۵ھ جمعہ - ۴ پھاگن ۱۸۹۶ بکرمی (〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 صـ۶۲۸)

(دیکھو توفیقاتِ الہامیہ مصری وتقویم عمری ہندی)

اس نقشہ سے صاف طور معلوم ہوجاتا ہے کہ ماہ پھاگن میں جمعہ کو چاند کی چودھویں تاریخ صرف دو سالوں میں آئی۔ (۱) ۱۷ر فروری ۱۸۳۲ء (۲) ۱۳ر فروری ۱۸۳۵ء مطابق ۱۴ر شوال ۱۲۵۰ھ ہجری۔

اب حضرت مسیح موعودؑ کی دوسری تحریرات کو دیکھیں تو بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہی تاریخ درست ہے۔

''یہ عجیب امر ہے اور میں اس کو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک بارہ سو نوے ہجری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ ومخاطبہ پاچکا تھا۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۰۸)

گویا ٹھیک ۱۲۹۰ھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر سلسلہ وحی والہام شروع ہوا اس وقت حضورؑ کی عمر کتنی تھی؟ فرماتے ہیں:۔

''جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا۔''

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۸۳)

پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں:

تھا برس چالیس کا مَیں اس مسافر خانہ میں
جبکہ میں نے وحیِ ربّانی سے پایا افتخار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۳۵)

پس ثابت ہوا کہ ۱۲۹۰ھ میں حضورؑ کی عمر ۴۰ برس تھی۔ ۱۲۹۰-۴۰=۱۲۵۰۔ پس حضورؑ کی پیدائش کا سال ۱۲۵۰ھ ثابت ہوا۔

غرضیکہ مندرجہ بالا تحقیق کی رو سے قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہوگیا کہ حضرت اقدسؑ کی تاریخ ولادت ۱۴ر شوال ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۳ر فروری ۱۸۳۵ء بروز جمعہ ہے۔ حضرت کی وفات ۲۴ر ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔ اب ۱۳۲۶-۱۲۵۰=۷۶ سال۔ گویا حضورؑ کی عمر ۷۵ سال ۶ مہینے اور ۱۰ دن ہوئی۔ جو عین پیشگوئی کے مطابق ہے۔

ایک دھوکا

بعض مخالفین حضرت اقدسؑ کی بعض ایسی تحریرات پیش کر کے دھوکا دیا کرتے ہیں جن میں حضورؑ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں چودھویں صدی کے سر پر آیا اور اس سے مراد ۱۳۰۰ھ لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے ''صدی کے سر'' سے مراد صدی کے پہلے سال کے شروع ہونے سے دس سال پہلے یا ۱۰، ۲۰ سال بعد تک کا زمانہ ہوتا ہے، یعنی جب پہلی صدی کے ۸۰، ۹۰ سال گزر جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ اگلی صدی کا سرا آ پہنچا ہے۔ اور جب اگلی صدی میں سے ۱۰، ۱۵ سال گزر جاتے ہیں تب بھی وہ اس صدی کا سر ہی کہلاتا ہے کیونکہ یہی طریق کلام ہے کہ جب حساب دہاکوں کا ہو تو کسور حذف ہو جاتی ہیں یعنی ایک سے ۹ تک اور جب حساب صدیوں کا ہو تو اس کی کسور دہا کے ہوتے ہیں جو حذف کر دیئے جاتے ہیں اور ہزاروں کے حساب میں کسور صدیاں ہوتی ہیں۔ چنانچہ دیکھ لو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا۔ **اَخْبَرَنِیْ اِنَّ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ عَاشَ عِشْرِیْنَ وَ مِائَۃَ سَنَۃٍ وَلَا اَرَانِیْ اِلَّا ذَاھِبًا عَلٰی رَأْسِ السِّتِّیْنَ** (حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۸ از نواب محمد صدیق حسن خانصاحب مطبع شاہجہانی بھوپال) کہ میں ۶۰ سال کے سر پر پہنچوں گا۔ اب حضورؐ کی عمر پورے ۶۰ سال کی نہیں تھی بلکہ ۶۳، ۶۵ سال تھی۔ جیسا کہ (تفریح الاذکیاء فی احوال الانبیاء جلد۲ صفحہ ۳۳۰) کے حوالہ سے اوپر درج ہو چکا ہے اب ۶۳ یا ۶۵ کو بھی ۶۰ کا ''سر'' ہی کہیں گے کیونکہ اہل عرب میں کسور حذف کر دیئے جاتے ہیں۔

۲۔ اسی طرح سے نبراس شرح عقاید نسفی صفحہ ۵۸۷ پر ہے **وَ جَاءَ فِیْ رَوَایَۃٍ اَنَّہٗ یَمْکُثُ خَمْسًا وَّ اَرْبَعِیْنَ ...... فَلَا یُنَافِیْہِ حَدِیْثُ اَرْبَعِیْنَ لِاَنَّ النَّیْفَ کَثِیْرًا مَا یُحْذَفُ.** '' کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ امام مہدی ۴۵ سال زندہ رہے گا۔ یہ دوسری حدیث کے جس میں ۴۰ برس آتا ہے خلاف نہیں کیونکہ عام طور پر کسور کو دہاکوں میں سے حذف کر دیا جاتا ہے۔

۳۔ نواب صدیق حسن خانصاحب لکھتے ہیں:۔

''اولیت مائۃ تا بست و پنج سال از آغاز ہر مائۃ محتمل ست بلکہ تا نصف مائۃ۔'' (حجج الکرامہ صفحہ ۱۳۴ مطبع شاہجہانی بھوپال) ''کہ صدی کے سر سے مراد صدی کے شروع ہونے سے ۲۵ سال تک بلکہ ۵۰ سال تک ہو سکتی ہے۔'' غرضیکہ حضرت اقدسؑ نے جس جس جگہ چودھویں صدی کے ''سر'' پر اپنا ظاہر ہونا یا آنا لکھا ہے تو اس سے مراد ۱۲۹۰ھ ہی ہے نہ کہ ٹھیک ۱۳۰۰ھ۔ پس اس دھوکہ سے بچنا چاہیے۔

دیگر اندازے

جیسا کہ اوپر درج ہوا حضرت اقدسؑ کی تاریخ پیدائش کی تعیین ہو جانے کے باعث حضرتؑ کی عمر ٹھیک ٹھیک معلوم ہو گئی کہ عین پیشگوئی کے مطابق تھی لیکن چونکہ بعض تحریرات مخالفین اس قسم کی پیش کیا کرتے ہیں جن میں محض اندازہ کی بناء پر عمر بیان کی گئی ہے اور وہ بوجہ اندازے ہونے کے حجت اور دلیل نہیں بن سکتے۔ لیکن یہ بتانے کے لئے کہ محض اندازے کی بناء پر جو عمر بتائی جائے وہ قطعی اور یقینی نہیں ہوتی خود حضرت اقدسؑ کی بعض تحریرات پیش کی جاتی ہیں جن سے حضرت اقدس کی عمر حضور کی تاریخ وفات تک ۷۴ اور ۷۶ کے درمیان ہی ثابت ہوتی ہے۔

۱۔ ''میری طرف سے ۲۳؍اگست ۱۹۰۳ء کو ڈوئی کے مقابل پر انگریزی میں یہ اشتہار شائع ہوا تھا جس میں یہ فقرہ ہے کہ میں عمر میں ستر ۷۰ برس کے قریب ہوں اور ڈوئی جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے پچاس (۵۰) برس کا جوان ہے۔''

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۰۶ حاشیہ و مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۵۶۴ حاشیہ اشتہار مورخہ ۲۰؍فروری ۱۹۰۲ء)

گویا ۲۳ اگست ۱۹۰۳ء کو حضرتؑ کی عمر ۷۰ کے قریب تھی اس کے ۵ سال بعد ۱۹۰۸ء میں حضورؑ فوت ہوئے، تو بوقت وفات آپ کی عمر ۷۵ سال کے قریب ثابت ہوئی اور قمری لحاظ سے ۷۷ برس۔

۲۔الف۔ ''مجھے دکھلاؤ کہ آتھم کہاں ہے۔ اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی یعنی قریب ۶۴ سال کے۔ اگر شک ہو تو اس کی پینشن کے کاغذات دفتر سرکاری میں دیکھ لو۔''

(اعجاز احمدی۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۰۹)

ب۔ ''آتھم کی عمر قریباً میرے برابر تھی۔'' (انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۷ حاشیہ)

ج۔ ''مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷؍جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور فوت ہو گئے۔''

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۱)

گویا حضرتؑ کی عمر بوقت وفات ۶۴ + ۱۲=۷۶ گویا قریباً سال ہوئی۔

نوٹ:۔ بعض لوگ اخبار بدر ۸؍اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۵ کالم نمبر ۳ کا حوالہ دے کر یہ مغالطہ دیا کرتے ہیں کہ گویا اس حوالہ میں ''حضرت مرزا صاحب (مسیح موعودؑ) نے کتاب اعجاز احمدی کی تصنیف کے وقت جو آپ کی عمر تھی اس کا مقابلہ عبداللہ آتھم کی عمر سے کیا ہے۔''

حالانکہ خوب اچھی طرح سے یاد رکھنا چاہیے کہ یہ بالکل غلط ہے۔حضرت اقدسؑ کی ایک دوسری تحریر اس بات کو بالکل واضح کردیتی ہے۔حضرت مسیح موعودؑ آتھم کی زندگی میں ہی آتھم کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ ''اگر آپ چونسٹھ (۶۴) برس کے ہیں،تو میری عمر بھی قریباً ساٹھ (۶۰) کے ہو چکی۔''

(اشتہار ۵/اکتوبر ۱۸۹۴ء۔منقول از تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۱۶۰ بار اوّل۔مجموعہ اشتہارات جلد ۸۹)

گویا اس حساب سے ۱۸۹۴ء میں حضرتؑ کی عمر قریباً ۶۰ تھی،اس کے ۱۴ سال بعد ۱۹۰۸ء میں آپ فوت ہوئے۔۶۰+۱۴=۷۴ اور قمری ۷۶۔گویا حضرت مسیح موعودؑ کی عمر عبداللہ آتھم کی عمر کے مطابق حساب کی رو سے کم سے کم ۷۴ سال بنتی ہے جو عین پیشگوئی کے مطابق ہے اس حوالہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ ۱۹۰۲ء میں اعجاز احمدی کی تصنیف کے وقت آپ کی عمر قریباً ۶۸ سال تھی نہ کہ ۶۴ سال، جیسا کہ مخالفین بدر کی عبارت پیش کرکے دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔

۳۔حضرت اقدسؑ نے اپنی کتاب نصرۃ الحق ۱۹۰۵ء ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۷ میں یہ تحریر فرما کر کہ خدا نے مجھے بتایا کہ میری عمر ۸۰ سے پانچ سال کم و بیش ہوگی۔فرماتے ہیں:۔''اب میری عمر ستر ۷۰ برس کے قریب ہے۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم۔روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۲۵۸) اس کے تین سال بعد آپ فوت ہوئے تو اس لحاظ سے آپکی عمر ۷۳ سال کے قریب اور قمری لحاظ سے ۷۵ سال کے قریب ثابت ہوئی۔

مخالفین کی شہادت

۱۔ظفر علی خان آف زمیندار کے والد مولوی سراج الدین صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر لکھا:۔

''مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے اس وقت آپ کی عمر ۲۲،۲۳ سال کی ہوگی۔اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔'' (اخبار زمیندار ۸ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۵ بحوالہ عسل مصفّٰی جلد ۲ صفحہ ۶۳۴)

۲۔مولوی ثناء اللہ امرتسری:۔''مرزا صاحب ...... کہہ چکے ہیں کہ میری موت عنقریب ۸۰ سال سے کچھ نیچے اوپر ہے جس کے سب زینے غالباً آپ طے کر چکے ہیں۔''

(اہلحدیث ۳ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ کالم نمبر ۲)

اس تحریر کے پورا ایک سال بعد حضورؑ فوت ہوئے۔

۳۔ ''چنانچہ خود مرزا صاحب کی عمر بقول اس کے ۵۷ سال کی ہوئی۔''

(اہلحدیث ۲۱ جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۳ کالم نمبر ۲)

۴۔ ''مرزا صاحب رسالہ اعجاز احمدی میں عبداللہ آتھم ......عیسائی کی بابت لکھتے ہیں۔ ''اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی یعنی قریب ۶۴ سال کے۔'' (اعجاز احمدی صفحہ ۳) اس عبارت سے پایا جاتا ہے کہ عبداللہ آتھم کی موت کے وقت مرزا صاحب کی عمر ۶۴ سال کی تھی۔ آیئے اب ہم تحقیق کریں کہ آتھم کب مرا تھا؟ شکر ہے کہ اس کی موت کی تاریخ بھی مرزا صاحب کی تحریروں میں پائی جاتی ہے۔ مرزا صاحب رسالہ انجام آتھم صفحہ ا۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ا پر لکھتے ہیں۔ ''چونکہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ رجولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور فوت ہوگئے۔'' اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ۱۸۹۶ء میں مرزا صاحب کی عمر ۶۴ سال کے قریب تھی۔ بہت خوب! آیئے اب یہ معلوم کریں کہ آج ۱۹۰۸ء میں ۱۸۹۶ء کو گزرے ہوئے کتنے سال ہوئے۔ ہمارے حساب میں (اگر کوئی مرزائی غلطی نہ نکالے تو) گیارہ سال ہوتے ہیں۔ بہت اچھا ۶۴ کے ساتھ ۱۱ کو ملانے سے ۷۵ سال ہوتے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی عمر آج کل ۷۵ سال ہے۔'' (مرقع قادیانی فروری ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۲)

گویا فروری ۱۹۰۸ء میں حضرت کی عمر بقول ثناء اللہ ۷۵ سال تھی، اس کے تین مہینے بعد حضور فوت ہوئے تو حضرت کی عمر بہرحال مذکورہ بالا عمر سے زیادہ ہی ہوگی کم تو نہیں ہوسکتی جیسا کہ اب ثناء اللہ اور دوسرے دشمن کہتے ہیں۔

۵۔ ''جو شخص ستر برس سے متجاوز ہو (جیسے خود بدولت بھی ہیں) (مرزا صاحبؑ۔ خادم)''

(تفسیر ثنائی مطبوعہ ۱۸۹۹ء حاشیہ نمبر ۴ بر آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ (آل عمران :۵۶) جلد دوم)

گویا ۱۸۹۹ء میں حضرت کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ تھی۔ ۱۹۰۸ء میں یعنی ۹ سال بعد آپ فوت ہوئے تو اس حساب سے حضور کی عمر ۷۹ سال سے زیادہ ثابت ہوئی۔

۶۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ نمبر ۸ صفحہ ۱۹۱۔ ۱۸۹۳ء میں حضرت کے متعلق سخت غصہ میں آکر لکھتا ہے:۔ ''۶۳ برس کا تو وہ ہو چکا ہے۔'' اس کے بعد حضرت اقدسؑ ۱۴ برس زندہ رہے۔ گویا ۶۳ + ۱۴ = ۷۷ سال ہوئی اور یہ امر خاص طور پر یاد رکھنے کے لائق ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی عمر کے متعلق مولوی محمد حسین بٹالوی کی یہ شہادت جو اس نے حضرت کی وفات

سے قبل دی بمقابلہ مخالفین سب سے زیادہ قابل استناد ہے۔ کیونکہ وہ حضرت کا بچپن سے دوست اور ہم مکتب بھی تھا چنانچہ وہ خود لکھتا ہے:۔

”مؤلف براہین احمدیہ کے حالات و خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی اور شرح ملا پڑھا کرتے تھے) ہمارے ہم مکتب بھی ہیں۔“

(اشاعۃ السنۃ جلد ۷ نمبر ۶ تا ۱۱۔ بابت سال ۱۸۸۴ء صفحہ ۱۶۹، ۱۷۰)

ایک اعتراض اوراس کا جواب

بعض مخالفین نے اعتراض کیا ہے کہ جب حضرت اقدسؑ کی تاریخ پیدائش ہی معلوم نہیں تو پھر عمر کی پیشگوئی دلیل صداقت کیونکر ہوسکتی ہے کیونکہ اس کا صدق و کذب معلوم نہیں ہوسکتا۔

جواب:۔۱۔ اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدسؑ ہی کے ملفوظات میں ایسے قرائن جمع کرا دیئے تھے کہ جن سے تاریخ پیدائش معلوم ہو کر تم پر حجت ہوسکتی تھی۔ چنانچہ اب جبکہ تاریخ پیدائش تحقیق کے رو سے معین ہوگئی تو تمہارا اعتراض بھی ساتھ ہی اڑ گیا۔

۲۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ فرض کرو کہ تاریخ پیدائش معین نہ بھی ہوتی پھر بھی یہ پیشگوئی دلیل صداقت تھی۔ وہ اس طرح کہ:۔

(۱) مخالفینِ احمدیت مثلاً مولوی ثناء اللہ امرتسری و مولوی محمد حسین بٹالوی وغیرہ کی شہادت غیر احمدیوں پر حجت ہے۔

(۲) یہ بات کہ حضورؑ کی عمر چہتر (۷۶) اور چھیاسی (۸۶) کے درمیان ہوگی، الہام الٰہی کی بناء پر معلوم ہوئی ہے۔ اب حضرت اقدسؑ کی وفات کے متعلق بھی الہاماتِ الٰہی بکثرت موجود ہیں جن کے عین مطابق حضورؑ فوت ہوئے مثلاً

الف۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دسمبر ۱۹۰۵ء میں الوصیت شائع فرماتے ہیں اور اس لکھتے ہیں کہ مجھے الہام ہوا ”**قَرُبَ اَجَلُکَ الْمُقَدَّرُ......جَاءَ وَقْتُکَ**“

(رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۱)

یعنی تیرا وقت وفات قریب آ گیا اور تیری عمر کی میعاد جو مقرر کی گئی تھی اس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے صاف بتا دیا کہ ۷۴ سال سے متجاوز عمر پانے کی جو پیشگوئی حضور نے کی

تھی اس کے مطابق حضور کی عمر پوری ہوگئی۔اب تم اس الہام کو مانو یا نہ مانو، بہرحال اتنا تو تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک تو آپ کی وفات عین پیشگوئی کے مطابق ۷۴ اور ۷۶ سال کے اندر اندر ہوئی۔

ب۔ پھر حضور فرماتے ہیں:

رؤیا:۔ ''ایک کوری ٹنڈ میں کچھ پانی مجھے دیا گیا ہے۔ پانی صرف دو تین گھونٹ باقی اس میں رہ گیا ہے لیکن بہت مصفّٰی اور مقطر پانی ہے اس کے ساتھ الہام تھا۔ آب زندگی۔''

(ریویو آف ریلیجنز اردو جلد۴ نمبر ۱۱ ص ۴۸۰ ماہ دسمبر ۱۹۰۵ء وتذکرہ صفحہ ۵۷۳ ایڈیشن سوم مطبوعہ ۱۹۶۹ء الشرکۃ الاسلامیۃ ربوہ)

اس میں ''دو تین گھونٹ'' زندگی کا پانی باقی رہنا بتایا گیا ہے سو اس کے مطابق پورے اڑھائی سال بعد حضرت اقدسؑ فوت ہوئے۔ غرضیکہ جس ملہم نے یہ بتایا کہ آپ کی عمر ۷۴-۷۶ کے درمیان ہوگی اسی ملہم نے وفات کے قریب بتا دیا کہ وہ میعاد اب قریب الاختتام ہے اور اب اس میں دو تین سال رہ گئے ہیں۔ سو اس کے مطابق عین ۷۵½ سال کی عمر میں حضورؑ کی وفات ہوئی۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض مخالفین یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ الہام جو ''یا۔یا'' کا لفظ آتا ہے کہ ''اسی سال'' یا اس سے چار پانچ سال کم یا چار پانچ سال زیادہ۔ یہ متکلم کے دل میں شک اور شبہ پر دلالت کرتا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کو صحیح علم نہ تھا؟

الجواب ا:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو صحیح صحیح معلوم تھا، لیکن عمر کی تعیین کر کے اس کو معین طور پر ظاہر کرنا مناسب نہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ عبدالحکیم مرتد اور ثناء اللہ جیسے دشمنوں کے ساتھ حضرت اقدسؑ کا مقابلہ ہوگا اور حضورؑ کی وفات کے متعلق من گھڑت پیشگوئیاں شائع کر دیں گے۔ اور اس طرح سے حق مشتبہ ہو جائے گا۔ چنانچہ عبدالحکیم مرتد نے اسی ''دو تین گھونٹ پانی'' والے رؤیا کے شائع ہونے پر جھٹ تین سال کی میعاد لگا کر پیشگوئی کر دی۔ سو اللہ تعالیٰ کی حکمت نے بجائے کوئی سال وفات کے لئے معین کرنے کے آپ کی عمر کی پہلی اور آخری حد بتا دی تا کہ مخالفین کو جھوٹا کرنے کی گنجائش رہے۔ اسی طرح مولوی ثناء اللہ کے ساتھ ''آخری فیصلہ'' (مجموعہ اشتہارات جلد۳ صفحہ ۵۷۹ از الشرکۃ الاسلامیۃ) بھی حضورؑ نے تحریر فرمایا۔ اب مولوی ثناء اللہ صاحب اگر مباہلہ پر آمادہ ہوتے تو یقیناً اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کو اور عمر دیتا اور مولوی ثناء اللہ کو حضورؑ کی زندگی ہی میں موت دیتا۔ پس ''یا۔یا'' کے الفاظ

سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ملہم کو شبہ ہے بلکہ اس کے برعکس یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملہم کو حضرتؑ کی وفات سے ۳۰ سال قبل ہی آپؑ کی وفات کے قریب کے حالات کا علم تھا کہ دشمن کس طرح آپ کے الہامات سے پیشگوئیاں اڑا کر حضور علیہ السلام کی وفات کو اپنی پیشگوئی کا نتیجہ قرار دے کر حق کو مشتبہ کرنے کی ناپاک کوشش کریں گے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نَزِیْدُ عُمُرَکَ. (بدر جلد ۲ نمبر ۴۳ مورخہ ۲۵/ اکتوبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۳) کے الہام کے لئے بھی گنجائش رکھ لی۔

۲۔ ''یا''۔''یا'' کا لفظ کئی دفعہ خدا تعالیٰ کے کلام میں بھی آجایا کرتا ہے۔ اور اس میں کوئی حکمت ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ اِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ (یونس: ۴۷) کہ اے نبی! یا تو ہم آپ کو آپ کی بعض پیشگوئیاں پوری ہوتی دکھا دیں گے یا آپ کو وفات دے دیں گے۔

۳۔ قرآن مجید میں ہے: ''وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰہِ اِمَّا یُعَذِّبُھُمْ وَاِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْھِمْ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ''(التوبة: ۱۰۶)

کہ کچھ اور بھی ہیں (یعنی وہ تین صحابہؓ کعب بن مالک۔ ہلال بن امیہؓ اور مرارۃ بن الربیعؓ) جو جنگ تبوک میں جانے سے پیچھے رہ گئے تھے۔ خدا تعالیٰ کے حکم کی انتظار میں۔ جن کا معاملہ تاخیر میں ڈالا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دے گا یا معاف فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اس آیت میں بھی ''یا۔ یا'' آیا ہے۔ اس کے متعلق تفسیر حسینی میں لکھا ہے: ''یا عذاب کرے گا اللہ ان پر اگر وہ اس گناہ پر اڑے رہیں گے...... اور یا توبہ دے گا انہیں اگر نادم ہوں گے اس کام سے۔ یہ تردید یعنی ''یہ یا یہ'' کہنا بندوں کے واسطے ہے۔ ورنہ اللہ کے نزدیک تردید نہیں۔''

(تفسیر قادری زیر آیت وَ اٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰہِ اِمَّا یُعَذِّبُھُمْ وَاِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْھِمْ۔ (التوبة: ۱۰۶) تفسیر حسینی فارسی زیر آیت وَ اٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰہِ......التوبة: ۱۰۶)

یعنی اللہ تعالیٰ کو نتیجہ کا علم تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ چونکہ لوگوں کو تردّد میں رکھنا چاہتا تھا اس لئے ''یا'' کا لفظ استعمال کیا گیا۔

یہی حال یہاں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عبد الحکیم اور الٰہی بخش وغیرہ دشمنوں سے حضرت مسیح موعود کے وقت وفات کو مصلحتاً مخفی رکھنا چاہتا تھا تا کہ وہ کوئی جھوٹی پیشگوئی بنا کر حق کو مشتبہ نہ کر سکیں۔ اس لئے ''اَوْ'' کا لفظ رکھا گیا۔ پس محض لفظ ''یا'' کی بنا پر اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا نادانی ہے۔

نوٹ:۔ یہ بالکل غلط ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الحکم صفحہ ۱۵ کالم نمبر ۱ مورخہ ۱۷۔۲۴؍دسمبر ۱۹۰۳ء میں یہ فرمایا ہے کہ میں نے کسی بزرگ سے دعا کروا کے ۱۵ سال عمر بڑھوالی ہے اور اب میری عمر ۹۵ سال ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نیقطعاً عمر کا ۹۵ سال ہونا نہیں فرمایا بلکہ ایک ''خواب'' کا واقعہ بیان فرمایا ہے اور خواب تعبیر طلب ہے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سونے کے کنگن پہننے کا خواب۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب۔

(۲) مردان علی صاحب حیدرآبادی نے ۵ سال اپنی عمر کے کاٹ کر حضرتؑ کے پیش کیئے تو یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ حضرتؑ نے اسے قبول فرمالیا تھا۔ کوئی شخص اپنی عمر کاٹ کر دوسرے کو نہیں دے سکتا ورنہ صحابہؓ اپنی زندگیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیتے۔ مردان علی صاحب نے اپنے اخلاص کا اظہار اس طریق سے کیا۔ وہ حوالہ دکھاؤ جس میں حضرتؑ نے یہ فرمایا ہو کہ میں نے مردان علی صاحب کی پیشکش کو منظور کرلیا۔

(۳) مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت اقدسؑ کا خواب میں اصرار سے اپنی اس قدر عمر پانے کے لیے جو حضور کی جماعت کو مستحکم کرنے کے لیے کافی ہو، دعا کرانا۔ مگر حضرت مولوی صاحب مرحوم کا دعا نہ کرنا اور بجائے دعا کے ہاتھ اوپر اٹھا کر اکیس اکیس کہتے جانا (دیکھو تذکرۃ ایڈیشن اوّل صفحہ ۵۲۸) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی ایک دلیل ہے اور وہ اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی زبان سے بتادیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی جماعت کے استحکام کے لئے کل ۲۱ سال ملیں گے۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام نے بیعت ۱۳۰۶ھ کے اوائل میں لی ہے اور وفات ۱۳۲۶ھ میں ہوئی۔ گویا آپ بیعت کے بعد ۲۱ سال تک اپنے سلسلہ کو مستحکم فرما کر تشریف لے گئے۔

عمر دنیا اور حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت

مرزا صاحب کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب ہزار ہفتم سے گیارہ سال قبل پیدا ہوئے اور گیارہ برس کے اندر ہی آپ فوت ہوئے کیونکہ آپ کی وفات کے قریب کی کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ ابھی ہزار ششم ختم نہیں ہوا۔ (تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۵۲ حاشیہ)

الجواب: اس کے جواب کے لئے مندرجہ ذیل حوالہ جات یاد رکھنے چاہئیں۔

۱۔حضرت مسیح موعودؑ نے تحفہ گولڑویہ۔روحانی خزائن جلد ۱۷صفحہ ۲۴۷ بقیہ حاشیہ پر یہ لکھا ہے:۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام سے قمری حساب کے رُو سے ۴۷۳۹ برس بعد میں مبعوث ہوئے۔............آدم صفی اللہ کی پیدائش کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت تک یہی مدت گزری تھی یعنی ۴۷۳۹ برس بحساب قمری۔'' (تحفہ گولڑویہ۔روحانی خزائن جلد ۱۷صفحہ ۲۴۷ بقیہ حاشیہ)

ان دونوں حوالوں میں ''بعثت''۔''وقت'' اور ''زمانہ'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش یا چالیس برس کی عمر نہیں، بلکہ ''وفات نبویؐ'' ہے۔جیسا کہ حضرت اقدس علیہ السلام محولہ بالا عبارتوں کے آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

''حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عصر تک جو عہد نبوت ہے......۴۷۳۹ برس ابتدائے دنیا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روز وفات تک قمری حساب سے ہیں۔''

(تحفہ گولڑویہ۔روحانی خزائن جلد ۱۷صفحہ ۲۵۱،۲۵۲)

''اس حساب کے رُو سے میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار میں سے گیارہ برس رہتے تھے۔'' (تحفہ گولڑویہ۔روحانی خزائن جلد ۱۷صفحہ ۲۵۲ حاشیہ)

۲۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو تحریر فرمایا ہے کہ مسیح موعودؑ کی ''بعثت'' ہزار ششم کے آخر میں ہوئی۔ (تحفہ گولڑویہ۔روحانی خزائن جلد ۱۷صفحہ ۲۸۶)

اس عبارت میں مسیح موعود کی ''بعثت'' سے مراد ماموریت نہیں بلکہ ''پیدائش'' ہے۔جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

''پیدائش مسیح موعود ہزار ششم کے آخر میں ہے۔'' (تحفہ گولڑویہ۔روحانی خزائن جلد ۱۷صفحہ ۲۸۶)

(نیز دیکھو لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۷ ایڈیشن اوّل نومبر ۱۹۰۲ء، حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۰ سطر ۳ و ازالہ اوہام صفحہ ۶۸۱ ایڈیشن اوّل)

۳۔تحفہ گولڑویہ سے ہی ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی ہزار ششم ختم ہوگیا۔بلکہ ہفتم میں سے بھی نصف صدی سے زائد آپ کی زندگی میں گزر چکی تھی۔چنانچہ لکھتے ہیں:۔

''مدت ہوئی کہ ہزار ششم گذر گیا اور اب قریباً پچاسواں سال اس پر زیادہ جا رہا ہے۔اور اب دنیا ہزار ہفتم کو بسر کر رہی ہے۔'' (تحفہ گولڑویہ۔روحانی خزائن جلد ۱۷صفحہ ۲۵۲ حاشیہ)

۴۔چشمہ مسیحی۔روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۳۶ میں جو حضورؑ نے چھٹے ہزار کو جاری مانا ہے تو اس کا باعث یہ ہے کہ تحفہ گولڑویہ۔روحانی خزائن جلد ۱۷صفحہ ۲۵۲ پر جو حضرت مسیح موعودؑ نے

آنخضرت صلعم کی وفات تک ۴۷۳۹ برس تحریر فرمائے ہیں تو یہ قرآنی حساب یعنی سورۃ والعصر کے حروف ابجد کی بناء پر ہے۔ ورنہ عام مروجہ اور مشہور تاریخیں جو عیسائیوں کے حساب کے مطابق ہیں۔ ان کی رو سے آدم علیہ السلام سے لے کر آنخضرت صلعم کی وفات تک ۴۶۳۶ برس بنتے ہیں۔

تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۵۲ ''عیسائیوں کے حساب سے جس پر تمام مدار بائیبل کا رکھا گیا ہے ۴۶۳۶ برس ہیں۔ یعنی حضرت آدم سے آنخضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اخیر زمانہ تک ۴۶۳۶ برس'' اس حساب سے ۱۹۰۶ء (۱۳۲۴ھ) میں ۹۶۰ برس بنتے ہیں۔ یعنی ابھی چھٹا ہزار ہی جاری ثابت ہوتا ہے۔ پس چشمۂ مسیحی میں حضرت اقدسؑ نے عیسائیوں کا یہی مروجہ حساب مراد لیا ہے۔ سورۃ العصر کے حروف ابجد والا حساب مراد نہیں۔ (نیز دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۱ ایڈیشن اوّل)

اسی طرح حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''چونکہ عرب کی عادت میں یہ داخل ہے کہ وہ کسور کو حساب سے ساقط رکھتے ہیں اور مخل مطلب نہیں سمجھتے اس لئے ممکن ہے کہ سات ہزار سے اس قدر زیادہ بھی ہو جائے جو آٹھ ہزار تک نہ پہنچے۔ مثلاً دو تین سو برس اور زیادہ ہو جائیں۔''

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۵۱ بقیہ حاشیہ)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اہل عرب کے جس قاعدہ کا ذکر کیا ہے اس کا ثبوت یہ ہے:۔

وَ جَآءَ فِیْ رِوَایَۃٍ اِنَّہٗ یَمْکُثُ خَمْسًا وَّ اَرْبَعِیْنَ ...... فَلَا یُنَا فِیْہِ حَدِیْثُ اَرْبَعِیْنَ لِاَنَّ النَّیْفَ کَثِیْرًا مَا یُحْذَفُ عَنِ الْعَشْرَاتِ.

(نبراس شرح الشرح لعقائد نسفی از علامہ محمد عبد العزیز الفرہاروی صفحہ ۵۸۷)

کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ مسیح موعود دنیا میں ۴۵ سال رہے گا (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب نزول عیسٰیؑ فصل نمبر ۳) ...... پس یہ روایت اس حدیث کے مخالف نہیں ہے جس میں آتا ہے کہ وہ چالیس سال تک رہے گا۔ (درّ منثور زیر آیت۔ ان من اھل الکتاب . النساء : ٦٠)

کیونکہ عام طور پر کسر دہاکوں سے حذف کر دی جاتی ہے۔

پس اس لحاظ سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

۵۔ منظور محمد صاحب کے ہاں بیٹا

اعتراض: حضرت مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ میاں منظور صاحب کے گھر بیٹا ہوگا جس کا

نام بشیر الدولہ اور عالم کباب وغیرہ ہوگا۔ (تذکرہ ایڈیشن سوم صفحہ ۵۹۸ و صفحہ ۶۲۶)

جواب: حضرت اقدسؑ کے اصل الفاظ درج کئے جاتے ہیں:۔

''۱۹ فروری ۱۹۰۶ء کو رؤیا دیکھا کہ منظور محمد صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اور دریافت کرتے ہیں کہ اس لڑکے کا کیا نام رکھا جائے۔ تب خواب سے حالت الہام کی طرف چلی گئی اور یہ معلوم ہوا۔ ''بشیر الدولہ'' فرمایا کئی آدمیوں کے واسطے دعا کی جاتی ہے۔ معلوم نہیں کہ منظور محمد کے لفظ سے کس کی طرف اشارہ ہے۔''

(بدر جلد ۲ نمبر ۸ مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ و مکاشفات صفحہ ۴۹ از حضرت مسیح موعودؑ و تذکرہ صفحہ ۵۱۰ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

پس حضرت اقدسؑ نے صاف فرما دیا ہے کہ منظور محمد کی تعیین نہیں کی جا سکتی۔ اور نہ الہاماً یہ تعیین کی گئی۔ اور حضرت اقدسؑ نے ضروری قرار نہیں دیا کہ منظور محمد سے مراد میاں منظور محمد صاحب ہی ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ خواب ہے اور خواب میں نام صفات کے لحاظ سے بتائے جاتے ہیں۔ پس منظور محمد سے وہ شخص مراد ہے جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ منظور نظر اور محبوب ہے۔ ہاں ہاں جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اِسْمُہٗ اِسْمِیْ'' (اقتراب الساعۃ صفحہ ۶۱ مطبوعہ نول کشور مطبع مفید عام الکائنہ فی آگرہس) کا ارشاد فرمایا۔ وہی جس کو آپ نے اپنا سلام دیا۔ پس وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے خادم حضرت مسیح موعودؑ ہی ہیں جنہوں نے فرمایا **وَمَنْ فَرَّقَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ الْمُصْطَفٰی، فَمَا عَرَفَنِیْ وَمَا رَاٰی.** (خطبہ الہامیہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۲۵۹)

پس اللہ تعالیٰ نے اس رؤیا کے ذریعے یہ خبر دی تھی کہ وہ ''کلمۃ اللہ'' اور سلسلہ احمدیہ کی اقبال مندی کا نشان عنقریب اپنی عظیم الشان صفات کے ساتھ دنیا پر ظاہر ہونے والا ہے اور اس کی وہ موعودہ صفات جو ۱۹۰۶ء تک دنیا کی نظر سے مخفی تھیں اب ان کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ چنانچہ ۱۹۰۶ء ہی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اپنے سنّ بلوغ کو پہنچے۔ اور آپ نے رسالہ ''تشحیذ الاذہان'' جاری فرمایا۔ جس کی خوبیوں کا اعتراف مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو بھی کرنا پڑا۔ ۱۹۱۴ء میں ۲۵ سال کی عمر میں آپ خلیفۃ المسیح ہوئے۔ اور اسی سال زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی جنگ عظیم کی صورت میں پوری ہوئی۔ (تذکرہ ایڈیشن سوم صفحہ ۵۹۹)

ایک اور ثبوت

پھر حضرت اقدسؑ کے اس صریح ارشاد کے علاوہ کہ ''معلوم نہیں منظور محمد کے لفظ سے کس

طرف اشارہ ہے۔‘‘ (تذکرہ صفحہ ۵۱۰ مطبوعہ ۲۰۰۴ء) بعض اور بھی قرائن ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ’’عالم کباب‘‘ (ایضاً صفحہ ۵۳۷ مطبوعہ ۲۰۰۴ء) لڑکے سے مراد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہی ہیں نہ کوئی اور۔

ا۔’’عالم کباب‘‘ لڑکے کے مندرجہ ذیل نام اور صفات بیان کی گئی ہیں:۔

ا۔ کلمۃ اللہ۔ کلمۃ العزیز

۲۔ بشیر الدولہ

۳۔ ناصر الدین۔ فاتح الدین۔ شادی خاں

۴۔ ھٰذَا یَوْمٌ مُّبَارَکٌ (تذکرہ ۵۳۷ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

حضرت اقدس علیہ السلام نے ان کی تشریح بھی فرمائی ہے:۔

(ا) ’’بشیر الدولہ سے یہ مراد ہے کہ وہ ہماری دولت اور اقبال کے لیے بشارت دینے والا ہوگا۔ اس کے پیدا ہونے کے بعد (یا اس کے ہوش سنبھالنے کے بعد) ’’زلزلہ عظیمہ‘‘ کی پیشگوئی اور دوسری پیشگوئیاں ظہور میں آئیں گی اور گروہ کثیر مخلوقات کا ہماری طرف رجوع کرے گا اور عظیم الشان فتح ظہور میں آئے گی۔‘‘ (تذکرہ صفحہ ۵۳۳ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

(۲) ’’عالم کباب‘‘ سے یہ مراد ہے کہ اس کے پیدا ہونے کے بعد چند ماہ تک یا جب تک کہ وہ اپنی برائی بھلائی شناخت کرے۔ دنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی......اس وجہ سے اس لڑکے کا نام عالم کباب رکھا گیا۔‘‘ (تذکرہ صفحہ ۵۳۴ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

غرضیکہ ’’عالم کباب‘‘ کی صفت بشیر الدولہ اور ناصر الدین اور کلمۃ اللہ اور فاتح الدین سے سلسلہ کی ترقی کی بشارت ہے۔ اب دیکھئے بعینہٖ یہی صفات اور نام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ مصلح موعود کے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

ا۔ وہ ’’کلمۃ اللہ‘‘ ہے۔ (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء و تذکرہ صفحہ ۱۱۰ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

۲۔ ’’بشیر الدین‘‘

۳۔ ’’وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا......وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔‘‘ (تذکرہ صفحہ ۱۱۰، ۱۱۱ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

۴۔ ’’فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔‘‘ (تذکرہ صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

اب دیکھ لیجئے کہ بشیر الدولہ کے بالمقابل ’’بشیر الدین‘‘ ’’کلمۃ اللہ‘‘ اور ’’کلمۃ العزیز‘‘ کے بالمقابل ’’کلمۃ اللہ‘‘ مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی کے نام ہیں، جماعت کی ترقی کے متعلق بعینہٖ ایک ہی قسم کے الفاظ دونوں کے متعلق ہیں۔ ’’عالم کباب‘‘ کا نام ’’فاتح الدین‘‘ ہے تو مصلح موعود کو ’’فتح‘‘ کی کلید قرار دیا گیا ہے۔ اگر ’’عالم کباب‘‘ کی آمد کو ’’ھٰذَا یَوْمٌ مُبَارَکٌ‘‘ کہا ہے تو مصلح موعود کی بشارت میں دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ‘‘ (تذکرہ صفحہ ۱۱۰ مطبوعہ ۲۰۰۴ء) فرمایا ہے اور اگر ’’عالم کباب‘‘ کی یہ تشریح فرمائی ہے کہ وہ مخالفین ومعاندین کے لیے عذاب الٰہی کا موجب ہوگا نیز فرمایا کہ وہ لڑکا نیکوں کے لیے اور اس سلسلہ کے لیے ایک سعد ستارہ کی طرح مگر بدوں کے لیے اس کے برخلاف ہوگا۔

(الحکم ۱۰؍جون ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۔ البدر ۱۴؍جون ۱۹۰۶ء صفحہ ۲)

تو بعینہٖ اسی طرح مصلح موعود کے متعلق فرمایا ہے کہ ’’تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجاوے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے ...... اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے ...... جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔‘‘

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء۔ وتذکرہ صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۱ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

غرضیکہ دونوں کے نام اور صفات ایک ہی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ دونوں پیشگوئیاں ایک ہی وجود کے متعلق ہیں۔

ایک اعتراض

بعض لوگ ریویو اور بدر کے حوالہ سے ایک ڈائری پیش کیا کرتے ہیں کہ گویا حضرت اقدس علیہ السلام نے الہاماً منظور محمد کی تعیین فرمادی ہے اور اپنے قلم سے لکھا ہے کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ وہ لڑکا میاں منظور محمد صاحب کے ہاں ان کی بیوی محمدی بیگم کے پیٹ سے پیدا ہوگا۔

جواب:۔ محمدیہ پاکٹ بک کے مصنف کا یہ لکھنا کہ ڈائری محولہ از ریویو جون ۱۹۰۶ء حضرت اقدسؑ کے قلم سے لکھی گئی۔ (محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۳۲ تا ۳۷) محض جہالت ہے۔ وہ حضرت صاحبؑ کی تحریر نہیں بلکہ ڈائری نویس نے محض اپنی یادداشت کی بناء پر تحریر کر کے طبع کرائی ہے۔ وہ ڈائری کی مندرجہ ذیل وجوہ کی بناء پر قابل قبول نہیں۔

۱۔ وہ ڈائری حضرت اقدسؑ کی تصریح مندرجہ بدر جلد ۲ نمبر ۸ و مکاشفات از محمد منظور الٰہی جنجوعہ

احمدی جون ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۹ و ریویو مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۲۲ و الحکم جلد ۱۰ نمبر ۷۔ ۲۴ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۱ کالم ۴ کے خلاف ہے۔ جس کا حوالہ اوپر درج ہو چکا ہے کہ ''معلوم نہیں کہ منظور محمد کے لفظ سے کس کی طرف اشارہ ہے۔''

۲۔ حضرت اقدسؑ کی دوسری ڈائریوں سے صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ مخالفین کی محولہ ڈائری (ریویو جلد ۵ نمبر ۶ صفحہ ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴ جون ۱۹۰۶ء نیز بدر جلد ۲ نمبر ۲۴۔ ۱۴ جون ۱۹۰۶ء صفحہ ۲) محض ڈائری نویس کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ حضرت اقدسؑ نے فرمایا:۔

''بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوا ہے کہ میاں منظور محمد صاحب کے گھر میں یعنی محمدی بیگم کا ایک لڑکا ہوگا۔''

حالانکہ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۲۰ پرچہ ۱۰ جون ۱۹۰۶ء صفحہ ۱ کالم نمبر ۲ میں جو حضرت اقدس علیہ السلام کے الفاظ لکھے ہیں وہ یہ ہیں:۔

''یہ ہر دو نام بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوئے۔''

اسی طرح الحکم جلد ۱۰ نمبر ۲۲۔ ۲۴ جون ۱۹۰۶ء صفحہ ۱ کالم نمبر ۱۔ و بدر جلد ۲ نمبر ۲۵۔ ۲۱ جون ۱۹۰۶ء صفحہ ۳ پر لکھا ہے:۔

''میاں منظور محمد کے اس بیٹے کے نام جو بطور نشان ہوگا بذریعہ الہام الٰہی مفصلہ ذیل معلوم ہوئے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ دراصل الہام الٰہی سے صرف اس لڑکے کے نام ہی معلوم ہوئے تھے، یہ امر کہ وہ لڑکا منظور محمد کے گھر ان کی بیوی محمدی بیگم کے پیٹ سے پیدا ہوگا، یہ تعیین الہامی نہیں ہے (ڈائری نویس نے اس فرق کو نہ سمجھنے کے باعث بجائے یہ لکھنے کے کہ ''میاں منظور محمد صاحب کے گھر جو لڑکا پیدا ہوگا بذریعہ الہام معلوم ہوا کہ اس کے دو نام ہوں گے۔'' لفظ ''الہام الٰہی'' کو فقرہ کے شروع میں رکھ دیا ہے جس سے مضمون بگڑ کر وہ مفہوم بن گیا ہے جو حضرت اقدس کے دوسرے ملفوظات اور واقعات کے صریحاً خلاف ہے۔ پس دوسری ڈائریوں سے ریویو والی ڈائری (جس کا مخالف نے حوالہ دیا ہے) مردود ثابت ہوئی۔ اس سے جماعت احمدیہ کے خلاف حجت نہیں پکڑی جا سکتی کیونکہ وہ حضرت اقدس کی تحریر نہیں بلکہ حاضرین مجلس میں سے کسی کی اپنی یادداشت کی بناء پر لکھی ہوئی تحریر ہے جس میں غلط فہمی یا الفاظ کا ادھر ادھر ہو جانا کوئی مشکل امر نہیں۔

حقیقۃ الوحی کا حوالہ

حضرت اقدس علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی میں تحریر فرمایا ہے کہ اس لڑکے کا پیدا ہونا معرض التواء میں پڑ گیا۔ کیونکہ حضورؑ نے دعا فرمائی تھی کہ "رَبِّ اَخِّرْ وَقْتَ هٰذَا." "(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ۱۰۳) اے اللہ! زلزلہ میں تاخیر ڈال دے اور اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو بتا دیا کہ "اَخَّرَهُ اللّٰهُ اِلٰى وَقْتٍ مُّسَمّٰى." (حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ۱۰۳) کہ اللہ تعالیٰ نے زلزلہ کو کسی اور وقت پر ٹال دیا۔

حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ۱۰۳ کے حوالہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ زلزلہ اسی وقت ظاہر ہوگا جبکہ "عالم کباب" ظاہر ہو جائے گا۔

۱۔ باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ "منظور محمد" اور "محمدی بیگم" کا لفظ موجود ہے۔ پھر ان سے کوئی دوسرا کیونکر مراد ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال علم دین سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ تمام دنیا کے خزانوں کی کنجیاں وُضِعَتْ فِيْ يَدَيَّ (بخاری کتاب الرؤیا و التعبیر باب المفاتیح فی الید)

کہ وہ چابیاں میرے ہاتھ میں رکھی گئیں۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں حاصل نہیں ہوئیں۔ بلکہ حضورؐ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں یہ ملک فتح ہوئے۔ پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد حضرت عمرؓ ہو سکتے ہیں تو منظور محمد سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیوں نہیں ہو سکتے؟ جو حقیقی اور اصلی منظورِ محمدؐ ہیں۔

۲۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب میں اگر چاند سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ اور سورج سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام اور ستاروں سے مراد بھائی ہو سکتے ہیں حالانکہ صریح لفظ چاند سورج اور ستاروں کا موجود ہے تو پھر اس خواب میں منظور محمد کی تعبیر کیوں نہیں ہو سکتی؟

۳۔ اسی طرح لکھا ہے:۔ **قَالَ السُّهَيْلِيُّ قَالَ اَهْلُ التَّعْبِيْرِ رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْمَنَامِ اُسَيْدَ بْنَ اَبِى الْعِيْصِ وَالِيًا عَلٰى مَكَّةَ مُسْلِمًا فَمَاتَ عَلَى الْكُفْرِ وَ كَانَتِ الرُّؤْيَا لِوَلَدِهٖ عَتَّابٍ حِيْنَ اَسْلَمَ فَوَلَّاهُ.**

(تاریخ الخمیس مصنفہ علامہ شیخ حسین بن محمد ابن الحسن الدیار بکری جلد۲ صفحہ۱۱۱ ایڈیشن اوّل مطبوعہ ۱۳۰۲ھ)

یعنی سہیلی کہتے ہیں کہ اہل تعبیر کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص اسید بن ابی العیص کو خواب میں دیکھا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور مکہ شریف کا گورنر بنا ہوا ہے، لیکن اسید مذکور بغیر مسلمان

ہوئے مر گیا لیکن یہ خواب اس کے بیٹے عتاب کے حق میں نکلی۔ پس اگر اسید کافر سے مراد عتاب مسلمان بھی ہوسکتا ہے تو ایک مومن کی جگہ دوسرا اس سے اعلیٰ مومن کیوں نہیں ہوسکتا؟

انبیاء کی ذمہ واری

قرآن مجید اور احادیث نبویؐ اور اقوال آئمہ سلف سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے اور انبیاء اور خدا تعالیٰ کے مامورین صرف اور صرف اس چیز کی صحت کے لیے جواب دہ ہوتے ہیں کہ جو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتی ہے۔ وہ اپنے اجتہاد کے ذمہ وار نہیں ہوتے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:۔

''مَا حَدَّثْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ فَهُوَ حَقٌّ وَمَا قُلْتُ فِيْهِ مِنْ قِبَلِ نَفْسِىْ.''

(ترمذی. ابواب الصلٰوۃ. باب ماجاء فی وصف الصلٰوۃ) فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُخْطِئُ وَاُصِيْبُ (نبراس شرح الشرح العقائد النسفی صفحہ۲۹۲) یعنی جو بات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہوں وہ حق ہے مگر جو اس کی تشریح میں اپنی طرف سے کروں اس کے متعلق یاد رکھو کہ میں انسان ہوں کبھی میرا خیال درست ہوگا اور کبھی نادرست۔

اسی طرح لکھا ہے:۔'' اِنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ يَجْتَهِدُ فَيَكُوْنُ خَطَاءً (نبراس شرح الشرح عقائد النسفی صفحہ۲۹۲) کہ آنحضرت صلعم کئی دفعہ اپنی وحی کی تعبیر یا تشریح اپنی طرف سے فرماتے تھے تو بعض دفعہ غلط بھی ہوتی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:۔

''انبیاء اور ملہمین صرف وحی کی سچائی کے ذمہ وار ہوتے ہیں اپنے اجتہاد کے کذب اور خلاف واقعہ نکلنے سے وہ ماخوذ نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ ان کی اپنی رائے ہے نہ خدا کا کلام۔''

(اعجاز احمدی۔ روحانی خزائن جلد۱۹ صفحہ۱۱۵)

پس جبکہ واقعات اور حضرت اقدسؑ کے دوسرے اقوال سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہیں اور حضور کے سوا کسی شخص کے لیے یہ پیشگوئی نہ تھی۔ تو پھر بھی ایک ڈائری کو (جس کی صحت اور محفوظیت مسلّم نہیں) پیش کر کے اعتراض کرتے جانا طریق انصاف نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

''اگر کسی خاص پہلو پر پیشگوئی کا ظہور نہ ہو اور کسی دوسرے پہلو پر ظاہر ہو جائے اور اصل امر

جو اس پیشگوئی کا خارق عادت ہونا ہے وہ دوسرے پہلو میں بھی پایا جائے۔ اور واقعہ کے ظہور کے بعد ہر ایک عقلمند کو سمجھ آ جائے کہ یہی صحیح معنے پیشگوئی کے ہیں جو واقعہ نے اپنے ظہور سے آپ کھول دیئے ہیں تو اس پیشگوئی کی عظمت اور وقعت میں کچھ بھی فرق نہیں آتا۔ اور اس پر ناحق نکتہ چینی کرنا شرارت اور بے ایمانی اور ہٹ دھرمی ہوتی ہے۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۲۵۰)

ولادت معنوی

بعض مخالف کہا کرتے ہیں کہ ۱۹۰۶ء میں جب یہ پیشگوئی حضرت صاحب نے کی اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی پیدا ہو چکے تھے۔

الجواب:۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ الہام میں ''ولادت'' سے ولادتِ جسمانی مراد نہیں بلکہ ولادتِ معنوی مراد ہے۔ جیسا کہ امام الشیخ سہروردی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:۔

يَصِيْرُ الْمُرِيْدُ جُزْءَ الشَّيْخِ كَمَا اَنَّ الْوَلَدَ جُزْءُ الْوَالِدِ فِى الْوَلَادَةِ الطَّبْعِيَّةِ وَ تَصِيْرُ هٰذِهِ الْوَلَادَةُ اٰنِفًا وَلَادَةً مَعْنَوِيَّةً كَمَا وَرَدَ عَنْ عِيْسٰى صَلٰوةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ " لَنْ يَّلِجَ مَلَكُوْتَ السَّمَآءِ مَنْ لَّمْ يُوْلَدْ مَرَّتَيْنِ فَبِالْوَلَادَةِ الْاُوْلٰى يَصِيْرُ لَهٗ اِرْتِبَاطٌ بِعَالَمِ الْمَلَكِ وَ بِهٰذِهِ الْوَلَادَةِ يَصِيْرُ لَهٗ اِرْتِبَاطٌ بِالْمَلَكُوْتِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى " وَ كَذٰلِكَ نُرِىْٓ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ" وَ صَرْفُ الْيَقِيْنِ الْكَمَالِ يَحْصِلُ فِىْ هٰذِهِ الْوَلَادَةِ. وَبِهٰذِهِ الْوَلَادَةِ يَسْتَحِقُّ مِيْرَاثُ الْاَنْبِيَآءِ مَا وُلِدَ.''

(عوارف المعارف جلد ا صفحہ ۴۵ مطبوعہ الوہبیۃ البہیہ قاہرہ مصر شعبان ۱۲۹۲ھ)

یعنی مرید اپنے پیر کے جسم کا حصہ بن جاتا ہے جس طرح بیٹا اپنے باپ کا ولادتِ طبعی میں۔ مرید کا یہ پیدا ہونا حقیقی پیدا ہونا نہیں بلکہ معنوی اور استعاری طور پر ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کوئی شخص خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ دو دفعہ پیدا نہ ہو۔ ولادتِ طبعی (حقیقی) میں انسان کا تعلق دنیا سے ہوتا ہے۔ مگر ولادتِ معنوی میں اس کا تعلق آسمان (ملکوت اعلیٰ) سے ہوتا ہے۔ یہی معنے اس آیت کے ہیں کہ ہم نے اسی طرح ابراہیم کو ملکوت سماوی وارضی دکھائیں تا کہ وہ یقین کرے۔ دراصل حقیقی اور کامل یقین اسی ولادتِ معنوی سے ہی حاصل ہوتا ہے اور اسی ولادت کے باعث انسان وراثت انبیاء کا مستحق ہو جاتا ہے اور جس شخص کو وراثت انبیاء نہ ملی وہ پیدا نہ ہوا۔''

پس اس پیشگوئی میں بھی ''ولادت'' سے مراد طبعی ولادت نہیں، بلکہ ولادتِ معنوی ہے۔ جو انسان کو انبیاء کا وارث بناتی ہے۔ سو یہ عجیب بات ہے کہ ۱۹۰۶ء میں ہی حضرت اقدس علیہ السلام نے اس لڑکے کی پیدائش معنوی کی پیشگوئی فرمائی۔ ۱۹۰۶ء ہی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ تشحیذ الاذہان جاری فرمایا جس سے حضور کے کمالاتِ دینیہ وروحانیہ کا اظہار شروع ہوا اور ''سلطان القلم'' کی وراثت حقیقی کا تمغہ آپ کو ملا۔

پھر ۱۹۱۴ء میں حضور ایدہ اللہ اپنے معنوی بلوغ کو پہنچ کر اور سریر آرائے خلافت ہو کر کامل و مکمل طور پر ''عالم کباب'' کا مصداق ہے، جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

۶۔قادیان میں طاعون

اعتراض: مرزا صاحب نے کہا تھا کہ قادیان میں طاعون ہرگز نہیں آئے گی۔ یہ پیشگوئی غلط نکلی۔

الجواب:۔ یہ بالکل جھوٹ ہے کہ حضرت اقدسؑ نے قادیان میں طاعون کا آنا ممنوع قرار دیا ہے۔ بلکہ حضرت اقدس علیہ السلام نے تو فرمایا ہے کہ قادیان میں طاعون آئے گی تو سہی مگر طاعون جارف یعنی جھاڑ و دینے والی طاعون نہیں آئے گی۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام دافع البلاء میں فرماتے ہیں:۔

۱۔ ''ہم دعوے سے لکھتے ہیں کہ قادیاں میں کبھی طاعون جارف نہیں پڑے گی جو گاؤں کو ویران کرنے والی اور کھا جانے والی ہوتی ہے۔'' (دافع البلاء۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۵ حاشیہ)

۲۔ پھر فرماتے ہیں:۔

''میں قادیاں کو اس تباہی سے محفوظ رکھوں گا خصوصًا ایسی تباہی سے کہ لوگ کتوں کی طرح طاعون کی وجہ سے مریں یہاں تک کہ بھاگنے اور منتشر ہونے کی نوبت آوے۔''

(دافع البلاء۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۳۷)

۳۔ '' کچھ حرج نہیں کہ انسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیان میں بھی کوئی واردات شاذ و نادر طور پر ہو جائے جو بربادی بخش نہ ہو اور موجب فرار و انتشار نہ ہو کیونکہ شاذ و نادر معدوم کا حکم رکھتا ہے۔''

(دافع البلاء۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۵ حاشیہ)

۴۔ ''اِنَّهٗ اٰوَی الْقَرْيَةَ . اس کے یہ معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ کسی قدر عذاب کے بعد اس گاؤں کو اپنی پناہ میں لے لے گا۔ یہ معنی نہیں کہ ہرگز اس میں طاعون نہیں آئے گی۔ اٰوٰی کا لفظ عربی زبان میں

اُس پناہ دینے کو کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی حد تک مصیبت رسیدہ ہو کر پھر امن میں آ جاتا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۲۴۳)

"''اوی'' کا لفظ زبان عرب میں ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی قدر مصیبت یا ابتلا کے بعد اپنی پناہ میں لیا جائے۔اور کثرت مصائب اور تلف ہونے سے بچایا جائے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَمۡ یَجِدۡكَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی (الضحیٰ:۷)اسی طرح تمام قرآن شریف میں ''اوی'' کا لفظ ایسے ہی موقعوں پر استعمال ہوا ہے کہ جہاں کسی شخص یا کسی قوم کو کسی قدر تکلیف کے بعد پھر آرام دیا گیا۔" (تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد۲۰صفحہ۹)

پس ان پیشگوئیوں کے مطابق قادیان کو ایک دفعہ ''کسی قدر'' عذاب کے بعد اپنی امان میں لے لیا گیا اور اسی کو حضرت اقدس علیہ السلام نے صرف قادیان ہی کی نسبت سے ''طاعون زور پر تھا۔'' قرار دیا ہے (حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۸۷ حاشیہ) چنانچہ خود دوسری جگہ حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۲۴۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

''صرف ایک دفعہ کسی قدر شدت سے طاعون قادیان میں ہوئی۔''

ع وَبِضِدِّهَا تَتَبَیَّنُ الۡاَشۡیَآءُ

پس قادیان میں کبھی بھی طاعونِ جارف نہیں آئی جو بربادی افگن ہوتی ہے۔ہاں حضرت اقدس علیہ السلام نے اعلان فرمایا تھا ''اِنِّیۡ اُحَافِظُ کُلَّ مَنۡ فِی الدَّارِ......اُحَافِظُکَ خَاصَّۃً'' (تذکرہ صفحہ۳۵۰ مطبوعہ۲۰۰۴ء) کہ تیرے گھر کی چار دیواری میں رہنے والے طاعون سے محفوظ رہیں گے اور تیری تو خاص حفاظت کی جائے گی (خواہ چار دیواری کے اندر ہوں یا باہر) چنانچہ ایسا ہی ہوا۔حضرت اقدس علیہ السلام نے ببانگ دہل اعلان فرمایا:۔

''میرا یہی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ وہ امروہہ میں رہتا ہے اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دہلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور میں اور خواہ گولڑہ میں اور خواہ بٹالہ میں۔اگر وہ قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہو جائے گا کیونکہ اس نے خدا تعالیٰ کے مقابل پر گستاخی کی۔''

(دافع البلاء۔روحانی خزائن جلد۱۸صفحہ۲۳۸)

چنانچہ چراغ دین جمونی ہلاک ہوا۔تفصیل دیکھو''حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۳۸۶''

میں۔ پھراس چیلنج کوکوئی اورمنظور نہ کرسکا۔لہٰذا حضرتؑ کی صداقت ثابت ہوئی۔''

۷۔محمد حسین بٹالوی کا ایمان

حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ محمد حسین بٹالوی ایمان لائے گا مگر وہ ایمان نہ لایا؟

(اعجاز احمدی۔روحانی خزائن جلد۱۹)

الجواب نمبر۱:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محمد حسین بٹالوی کوفرعون قرار دیا ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ۶۴، ۶۵، ۶۶

پھر فرماتے ہیں:۔''فرعون سے مراد محمد حسین ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کشف ظاہر کررہا ہے کہ وہ بالآخر ایمان لائے گا۔ مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ ایمان فرعون کی طرح صرف اس قدر ہوگا کہ آمَنْتُ بِالَّذِیْ آمَنْتُ بِہٖ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ یا پرہیز گار لوگوں کی طرح۔ واللّٰہ اعلم۔''

(استفتاء۔روحانی خزائن جلد۱۲صفحہ۱۳۰حاشیہ)

فرعون کے ایمان لانے کا واقعہ جس کی طرف حضرت اقدسؑ نے محولہ بالہ عبارت میں اشارہ فرمایا ہے۔قرآن مجید سورۃ یونس آیت ۹۱ میں ہے کہ جب فرعون غرق ہونے لگا۔تو اس نے آواز دی کہ

اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (یونس:۹۱)

کہ میں ایمان لایا کہ وہی ایک خدا ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں۔اب فرعون کے ایمان لانے کا بجز خدا تعالیٰ کی شہادت کے اور کون انسان گواہ ہے۔ بعینہٖ اسی طرح محمد حسین کے ایمان کا بھی خدا کا الہام گواہ ہے۔اب کوئی آریہ یا عیسائی تم سے فرعون کے ایمان لانے کا ثبوت پوچھے تو جو جواب تم اس کو دو گے وہی جواب ہماری طرف سے سمجھ لو۔

جواب نمبر۲: حضرت اقدس علیہ السلام کی پیشگوئی میں تھا اَنَّ ھٰذَا الرَّجُلَ یُؤْمِنُ بِاِیْمَانِیْ (تذکرہ صفحہ۱۹۱مطبوعہ۲۰۰۴ء) کہ مولوی محمد حسین بٹالوی میرا مومن ہونا مان لے گا۔ چنانچہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ کیونکہ مولوی محمد حسین بٹالوی اوّل المکفرین نے ۱۹۱۲ء میں لالہ دیوکی نندن صاحب مجسٹریٹ درجہ اوّل وزیرآباد کی عدالت میں مقدمہ نمبر ۱۳۰۰ میں حلفاً بیان کیا کہ ''میں احمدی جماعت کو مسلمان سمجھتا ہوں۔''

اب بتاؤ حضرت اقدس علیہ السلام کی زندگی میں کسی کو یہ وہم بھی ہوسکتا تھا کہ کسی وقت یہی

مولوی محمد حسین جو سب سے پہلے فتویٰ کفر دینے والا ہے، خود حضرت اقدسؑ اور آپ کی جماعت کو مسلمان سمجھنے لگ جائے گا۔

۸۔ عبداللہ آتھم

یہ ثابت کرنے کے لیے کہ حقیقی اور سچا مذہب خدا کے نزدیک اسلام ہی ہے اور یہ کہ موجودہ عیسائیت کسی صورت میں بھی اس مذہب کی قائمقام نہیں ہوسکتی جو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے پاک ہاتھوں سے قائم ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو عیسائیت پر کھلا کھلا غلبہ عطا کیا۔

عیسائیوں نے اپنے نمائندہ ڈپٹی عبداللہ آتھم کو جون ۱۸۹۳ء میں خدا کے مسیح موعودؑ کے بالمقابل کھڑا کیا۔ جب اس پر دلائل بیّنہ اور براہین قاطعہ کی رو سے کامل طور پر حجت ہوچکی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائے بزرگ و برتر سے اطلاع پا کر اعلان فرمایا کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم نے ہمارے آقا و سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ ''دجال'' (اندرونہ بائبل از پادری عبداللہ آتھم ڈپٹی ۱۸۹۳ء) کہا ہے۔ اس لئے اس جرم کی پاداش میں خدا تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا ہے کہ ''اگر وہ حق کی طرف رجوع نہ کرے'' تو پندرہ ماہ کے عرصہ میں ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس یہ ثابت ہوگا کہ خدا تعالیٰ کو اپنے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بے انتہا غیرت ہے اور یہ کہ اس کے نزدیک سچا دین صرف اور صرف اسلام ہے۔ خدا کے پیارے مسیح موعودؑ کی یہ ہیبت ناک پیشگوئی شائع کردی گئی اور اس میں آتھم کو ہلاکت سے بچنے کا طریق بھی بتلا دیا گیا کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرے گا تو اس ہلاکت سے بچ جائے گا۔

پیشگوئی کا شائع ہونا تھا کہ ڈپٹی آتھم کے لیے جس ہاویہ کی پیشگوئی کی گئی تھی اس کے آثار ظاہر ہونے شروع ہوگئے۔ وہ توبہ اور استغفار، دعا اور رجوع میں لگ گیا۔ وہ اس گستاخی کے لیے جو اس نے پاکبازوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کی تھی روتا اور گڑگڑاتا رہا۔ وہ برابر پندرہ ماہ تک انتہائی پریشانی سراسیمگی اور بدحواسی کے ساتھ دربدر پھرتا رہا۔ وہی عیسائیت جس کی اشاعت اور تبلیغ (اس پیشگوئی سے قبل) اس کی غذا تھی اب اس کو موت کا پیالہ نظر آتی تھی۔ وہی اسلام اور بانیٔ اسلام جن کی تردید کرنا اور جن کو گالیاں دینا وہ اپنی زندگی کا مقصد سمجھتا تھا اب اس کی نظر میں اس قدر قابلِ اعتراض و تردید نظر نہ آتے تھے۔

وہی عبداللہ آتھم جس کے لیے ایک دن بھی عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کی تردید کے بغیر گزارنا غیر ممکن تھا متواتر پندرہ مہینے ایک غیر منقطع سکوت اور لامتناہی خاموشی کے ساتھ شہر بہ شہر پھرتا رہا اور ایک حرف بھی اپنی زبان سے اسلام یا بانیٔ اسلام کے خلاف نہیں نکالا۔

یہ معنی خیز خاموشی، حیرت انگیز سکوت اور عبرت ناک سراسیمگی اسلام اور خدا کے مسیح موعودؑ کی صداقت پر زبردست دلیل تھی اور اس طرح سے عبداللہ آتھم کا پندرہ ماہ کا عرصہ گزارنا سعید الفطرت انسانوں کے لیے یقیناً یقیناً خدا کے زبردست مگر رحمدل ہاتھ کی کرشمہ نمائی کا زبردست ثبوت تھا۔ مگر نور کے دشمنوں نے اس سے فائدہ نہ اُٹھایا اور اپنی شرمندگی کو مٹانے کے لیے یہ مشہور کرنا شروع کردیا کہ عبداللہ آتھم نے درحقیقت رجوع نہیں کیا تھا اور یہ کہ خدا کے مسیح موعودؑ کی پیشگوئی نعوذ باللہ جھوٹی نکلی۔ خدا کا مسیح موعودؑ ایک دفعہ پھر خدا کی طرف سے حجت باہرہ اور دلائل بینہ کی تلوار ہاتھ میں لے کر میدان میں نکلا اور عبداللہ آتھم ہی کے ذریعہ ایک دوسرے نشان سے صاف اور واضح طور پر اس بات پر مہر ثبت کردی کہ سچا اور حقیقی دین خدا کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پے در پے اشتہارات شائع کئے کہ اگر تم لوگ اس دعویٰ میں سچے ہو کہ عبداللہ آتھم نے رجوع نہیں کیا تو تم اسے کہو کہ وہ حلف اٹھا کر کہہ دے کہ میں نے حق کی طرف رجوع نہیں کیا اگر اس حلف کے بعد وہ ایک سال تک زندہ رہ جائے تو میں جھوٹا ہوں۔ آپ نے اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ چار ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار شائع کیا اور یہ بھی لکھ دیا کہ عبداللہ آتھم ہرگز قسم نہیں کھائے گا۔ کیونکہ اس سے زیادہ اس بات کو کوئی نہیں جانتا کہ اس نے فی الحقیقت حق کی طرف رجوع کیا، لیکن اگر اب آتھم عیسائیوں کے اس قول کی تردید نہ کرے اور نہ قسم کھائے تو بھی وہ عذاب سے بچ نہیں سکے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔

''اس ہماری تحریر سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ جو ہونا تھا وہ سب ہو چکا اور آگے کچھ نہیں۔''

(انوار الاسلام۔ روحانی خزائن جلد۹ صفحہ۱۶، ۱۷)

''اب اگر آتھم صاحب قسم کھالیں تو وعدہ ایک سال قطعی اور یقینی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں اور تقدیر مبرم ہے اور اگر قسم نہ کھاویں تو پھر بھی خدا تعالیٰ ایسے مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑے گا جس نے حق کا اخفا کر کے دنیا کو دھوکا دینا چاہا......اور وہ دن نزدیک ہیں دور نہیں۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد۲ صفحہ ۱۰۶۔ اشتہار مورخہ ۲۷؍ اکتوبر ۱۸۹۴ء)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ساتویں اشتہار مورخہ ۳۰ر دسمبر ۱۸۹۵ء میں ''مسٹر آتھم اور پادری فتح مسیح'' کے عنوان سے ایک اشتہار دیا جس میں آتھم کے متعلق تحریر کیا کہ ''اگر پادری صاحبان ملامت کرتے کرتے ان کو ذبح بھی کر ڈالیں تب بھی وہ میرے مقابل پر قسم کھانے کے لیے ہرگز نہیں آئیں گے کیونکہ وہ دل میں جانتے ہیں کہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔'' چنانچہ آتھم کے قسم نہ کھانے اور سات اشتہارات پر سات دفعہ انکار کرنے کے بعد آخر ساتویں اشتہار کو ابھی سات مہینے نہیں گزرے تھے کہ آتھم ۲۷ر جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروزپور راہی ملک عدم ہوا۔''

خدا تعالیٰ نے آتھم کے ذریعہ سے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر زندگی اور موت کے دو نشان ظاہر فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرنے سے آتھم نے پندرہ ماہ کے عرصہ میں ''زندگی'' پائی اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کے نشان کو چھپانے کے نتیجہ میں اسے ''موت'' حاصل ہوئی۔ اور اس نشان میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعتِ حقیقی زندگی بخشتی ہے۔ اور آپ کی مخالفت ایک موت کا پیالہ ہے جس کا پینے والا روحانی موت سے بچ نہیں سکتا۔

۹۔ محمد حسین کی ذلت

مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ محمد حسین ذلیل ہوگا۔ یہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔

الجواب:۔ محمد حسین پر کئی ذلتیں آئیں۔ تفصیل کے لیے دیکھو کتاب ''بطالوی کا انجام'' مصنفہ جناب میر قاسم علی صاحب۔ اجمالاً یہاں کچھ لکھا جاتا ہے۔

۱۔ محمد حسین نے حضرت اقدس علیہ السلام پر اس وجہ سے فتویٰ کفر لگایا کہ آپ گویا مہدی خونی کے قائل نہیں۔ مگر بعد میں اس نے خود گورنمنٹ سے زمین حاصل کرنے کی غرض سے بطور خوشامد یہ لکھا کہ کوئی ایسا جنگ اور جہاد کرنے والا مہدی نہیں آئے گا اور یہ کہ اس مہدی کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں سب موضوع اور ضعیف ہیں۔ چنانچہ اس نے ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء کو ایک انگریزی فہرست شائع کی۔ جس میں مہدی کی آمد کا انکار کیا۔ اس پر غیر احمدی علماء ہی سے حضرت اقدسؑ نے خونی مہدی کے منکر کے متعلق فتویٰ کفر حاصل کر لیا۔ پس محمد حسین اپنے مسلمات کی رو سے ذلیل ہوا۔

(تفصیل دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اشتہار ے جنوری ۱۸۹۹ء)

۲۔محمد حسین نے حضرت اقدسؑ کے الہام ”ءَ تَعْجَبُ لِاَمْرِیْ“ (تذکرہ صفحہ ۱۷۲ مطبوعہ ۲۰۰۴ء) پر نحوی اعتراض کیا تھا کہ **عجب** کا صلہ لام نہیں آتا۔ اس کے جواب میں حضرت اقدس علیہ السلام نے احادیث کتب لغت اور شعراء عرب کے کلام سے **عجب** کے صلہ لام کی مثالیں شائع کیں تو محمد حسین نے خود اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اپنی خفت کو یہ کہہ کر مٹانا چاہا کہ میں نے کہا تھا کہ قرآن میں ”عجب“ کا ”مِنْ“ صلہ آیا ہے۔ (الہامات مرزا مصنفہ ثناء اللہ امرتسری صفحہ ۸۳ دفعہ ششم)

۳۔محمد حسین نے خونی مہدی کا انکار کر کے گورنمنٹ سے زمین حاصل کی۔ اور بخاری میں ہے کہ جس گھر میں ہل داخل ہو جاتا ہے وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ ”**عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِیِّ قَالَ وَ رَأَی سِكَّةً وَّ شَيْئًا مِنْ آلَةِ الْحَرْثِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ هٰذَا بَيْتَ قَوْمٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الذُّلَّ**“ (بخاری کتاب الحرث والمزارعة باب مَا يُحْذَرُ مِنْ عَوَاقِب ...... و مشکوٰة کتاب البیوع الفصل الاوّل) حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ہل کا ایک پھل اور کھیتی کرانے کا ایک آلہ دیکھا تو فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ یہ جس قوم کے گھر میں داخل ہوتا ہے اس میں ذلت آ جاتی ہے۔ محمد حسین بٹالوی کا عالم اور غیر زمیندار ہو کر ”اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ“ کا مصداق بننا یقیناً حدیث کے الفاظ میں اس کے لیے ذلیل ہونا تھا، لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے گھر میں ”ہل“ کو داخل نہیں کیا بلکہ حضورؑ تو پیدا ہی زمیندار خاندان میں ہوئے تھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی مندرجہ ابوداؤد ”حَارِثٌ حَرَّاثٌ“ (ابو داؤد کتاب المهدی بحوالہ مشکوٰة باب شرائط الساعة) والی پوری ہوئی۔ اس لیے آپ کے لیے یہ موجب ذلت نہیں۔

نوٹ:۔ یاد رہے کہ یہاں حدیث میں صرف ان لوگوں کا ذکر ہے جو تجارت یا دوسرے پیشے چھوڑ کر اور غیر زمیندار ہو کر زمیندار بننے کی کوشش کرتے ہیں نیز اس زمینداری کا ذکر ہے جو انسان کو دنیاداری میں مشغول کر دے اور اپنے مذہبی عقائد سے منحرف کرائے۔ جیسا کہ محمد حسین کے ساتھ ہوا ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی کو بھی زمیندار قرار دے کر بتا دیا کہ زمینداری برا پیشہ نہیں۔

۱۰۔ نَافِلَةً لَّكَ

مرزا صاحب نے پیشگوئی کی تھی کہ ایک اور بیٹا مبارک احمد کے بعد پیدا ہوگا مگر وہ پیدا نہ ہوا۔

الجواب:۔حضرت اقدسؑ نے خود اس الہام کی تشریح فرما دی ہے:۔''چند روز ہوئے الہام ہوا تھا '' اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَافِلَةً لَّکَ''، ممکن ہے کہ اس کی یہ تعبیر ہو کہ محمود کے ہاں لڑکا ہو کیونکہ '' نافلة ''پوتے کو بھی کہتے ہیں۔یا بشارت کسی اور وقت تک موقوف ہو۔''

(الحکم جلد ۱۰ نمبر ۱۳۔۱۰ اپریل ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۔وتذکرۃ صفحہ ۵۱۹ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں:۔

''اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَافِلَةً لَّکَ. ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو تیرا پوتا ہوگا۔''

(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۹۹)

پس وہ نَافِلَةٌ جس کی بشارت دی گئی تھی صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب مولوی فاضل فرزند اکبر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہیں۔وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ.

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور حضور کے بھائیوں کے کئی ایک اور صاحبزادے ہیں۔ گویا دشمنوں کے ابتر ہونے کے مقابلہ میں حضرت اقدس علیہ السلام کو پوتوں تک کی بشارت دی گئی۔

نوٹ:۔بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''پسر خامس'' کی بھی پیشگوئی فرمائی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے الہام بَشَّرَنِیْ بِخَامِسٍ (یعنی پسر خامس) سے مراد پوتا لیا ہے۔(دیکھو حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۲۷)

حصہ چہارم

تحریرات پر اعتراضات

ا۔شاعر ہونا

قرآن مجید میں ہے وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ نیز الشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ (الشعراء: ۲۲۵) نبی شاعر نہیں ہوتا۔مرزا صاحب شاعر تھے۔

الجواب:۔(ا) بیشک قرآن مجید میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شاعر نہ تھے اور قرآن مجید نے شاعر کی تعریف بھی کردی ہے۔فرمایا:۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ (الشعراء: ۲۲۶، ۲۲۷) کہ کیا تو نہیں دیکھتا کہ شاعر ہر وادی میں سرگردان پھرتے ہیں۔ یعنی ہوائی گھوڑے دوڑاتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔گویا شاعر وہ ہے۔

ا۔جو ہوائی گھوڑے دوڑائے۔خیالی پلاؤ پکائے۔

۲۔اس کے قول اور فعل میں مطابقت نہ ہو۔

فرمایا:۔"مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ"(یٰسٓ: ۷۰) ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوائی گھوڑے دوڑانا اور محض باتیں بنانا نہیں سکھایا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں بھی یہ دونوں باتیں نہیں پائی جاتیں تھیں۔

اور **(۲)** لغت میں ہے:۔ **وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى حِكَايَةً عَنِ الْكُفَّارِ (بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ) وَقَوْلُهٗ شَاعِرٌ مَجْنُوْنٌ...... لَمْ يَقْصِدُوْا هٰذَاالْمَقْصِدَ فِيْمَا رَمَوْهُ بِهٖ وَ ذٰلِكَ اَنَّهٗ ظَاهِرٌ مِنَ الْكَلَامِ اَنَّهٗ لَيْسَ عَلٰى اَسَالِيْبِ الشِّعْرِ وَلَا يَخْفٰى ذَالِكَ عَلَى الْاِغْتَامِ مِنَ الْعَجَمِ فَضْلًا عَنْ بُلَغَاءِ الْعَرَبِ وَ اِنَّمَا رَمَوْهُ بِالْكَذِبِ فَاِنَّ الشِّعْرَ يُعَبَّرُ بِهٖ عَنِ الْكَذِبِ وَالشَّاعِرُ الْكَاذِبُ...... قِيْلَ اَحْسَنُ الشِّعْرِ اَكْذَبُهٗ.** (مفردات راغب زیر لفظ شعر)

کہ قرآن مجید میں جو یہ آتا ہے کہ کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر اور مجنون کہتے ہیں۔ اس سے مراد کافروں کی کلام موزوں کہنا نہ تھی۔بلکہ جس بات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا جاتا تھا وہ اور تھی کیونکہ قرآن کا نثر ہونا تو ایسی بات ہے کہ کلام سے خود ہی ظاہر ہے (کہ یہ شعروں کی طرز پر نہیں) اور یہ امر ایک عام آدمی پر بھی مخفی نہیں رہ سکتا چہ جائیکہ بلغاء عرب نثر اور نظم میں تمیز نہ کرسکتے

ہوں۔ پس اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا تھا۔ کیونکہ شعر سے مراد ''جھوٹ'' لی جاتی ہے اور شاعر کے معنے ہیں ''کاذب'' (جھوٹا) عربی ضرب المثل ہے کہ سب سے اچھا شعر وہ ہے جس میں سب سے زیادہ جھوٹ ہو۔

(۳)۔منطق کے امام علامہ شریفؒ کہتے ہیں۔ **وَالشِّعْرُ......اِنَّ مَدَارَهٗ عَلَى الْاَکَاذِیْبِ وَمِنْ ثَمَّةٍ قِیْلَ اَحْسَنُ الشِّعْرِ اَکْذَبُهٗ** (الحاشیۃ الکبری علی شرح المطالع صفحہ ۲۷۷ مصری) کہ شعر کا مدار جھوٹ پر ہوتا ہے اور ضرب المثل میں ہے کہ سب سے اچھا وہ شعر ہے جس میں بہت جھوٹ ہو۔

(۴)۔قرآن مجید میں ہے ''وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ'' (یٰسٓ:۷۰) کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر نہیں سکھایا۔ اب اگر ''شعر'' سے مراد کلامِ موزوں لیا جائے تو یہ غلط ہے کیونکہ قرآن جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا گیا ہے اس میں کلام موزوں بھی ہے جیسا کہ یہ آیت:۔

جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل:۸۲)

(۵)۔حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین کے موقعہ پر فرمایا:۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

(بخاری کتاب المغازی باب قول اللّٰه تعالٰی وَ یَوْمَ حُنَیْنٍ......)

''کہ میں نبی ہوں جھوٹا نہیں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

اب وزن کے لحاظ سے یہ بحر رَجز محذوف ہے اور قافیہ بھی ملتا ہے۔

۶۔ پھر حدیث شریف میں ہے کہ ایک جنگ کے موقعہ پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انگلی پر زخم آ گیا تو آپؐ نے اس انگلی کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا۔ ؎

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَالَقِیْتِ

(بخاری کتاب الجهاد والسیر باب من ینکب او یُطْعِنُ فی سبیل اللّٰه)

''کہ سوائے اس کے نہیں کہ تو ایک انگلی ہے جس میں سے کہ خون بہہ رہا ہے اور یہ جو کچھ تجھے ہوا خدا کی راہ میں ہوا ہے۔''

اب یہ بھی کلام موزوں ہے۔ بس اگر شعر سے مراد کلام موزوں لیا جائے تو یہ بالبداہت باطل ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اس کی زد پڑتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ شعر سے مراد جھوٹ ہی

ہے۔پس نفس شعر بلحاظ کلام موزوں کے بری چیز نہیں۔ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شعر نہ کہتے اور نہ پڑھتے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ؎

کچھ شعروشاعری سے اپنا نہیں تعلق اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

(درثمین اردو نیا ایڈیشن صفحہ ۸۳)

نیز حضرت اقدس علیہ السلام کا الہام ہے:۔

''درکلامِ تو چیزے است کہ شعراء رادراں دخلے نیست''

(تذکرہ صفحہ ۵۰۸ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

۲۔غلط حوالے اور جھوٹ کے الزامات

مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں بعض حوالے غلط دیئے ہیں مثلاً '' ھٰذَا خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْمَھْدِیُّ'' بخاری میں نہیں ہے۔

الجواب:۔ نبی کو ہم سہو اور نسیان سے پاک نہیں مانتے۔

۱۔قرآن میں ہے:۔فَنَسِیَ (طٰہٰ:۱۱۶) کہ آدم بھول گیا۔پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ''نَسِیَا حُوْتَھُمَا'' (الکھف:۶۲) کہ وہ مچھلی بھول گئے اور آگے لکھا ہے کہ شیطان نے انہیں بھلا دیا۔خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (الکھف:۱۱۱) نیز اُصِیْبُ وَ اُخْطِیءُ (نبراس شرح الشرح لعقائد نسفی صفحہ ۳۹۲) کہ میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔بعض دفعہ خطا کرتا ہوں۔

۲۔بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ عشاء یا عصر کی نماز پڑھائی اور دو (۲) رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا'' وَ رَجُلٌ یَدْعُوْہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاالْیَدَیْنِ فَقَالَ اَنَسِیْتَ اَمْ قُصِرَتْ؟ فَقَالَ ''لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ قَالَ بَلٰی قَدْ نَسِیْتَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ.'' دوسری روایت میں ہے فَقَالَ اَ کَمَا یَقُوْلُ ذُوالْیَدَیْنِ؟ فَقَالُوْا نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰی مَا تَرَکَ (بخاری کتاب السھو باب یکبر فی السجدتی السھو وباب تشبیک الاصابع فی المسجد وغیرہ) کہ ایک شخص وہاں موجود تھا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذوالیدین کے نام سے پکارا کرتے تھے۔اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپ بھول گئے ہیں یا نماز قصر کر کے حضورؐ نے پڑھی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ نہ تو میں بھولا ہوں اور نہ نماز

قصر کی گئی ہے۔اس پر اس صحابیؓ نے جواب دیا کہ حضورؐ بھول گئے ہیں۔'' دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی صحابہ سے پوچھا کہ کیا ذوالیدین ٹھیک کہتا ہے؟ تو سب نے جواب دیا کہ ہاں! وہ ٹھیک کہتا ہے۔پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رُو کھڑے ہوئے اور دو رکعتیں جو آپ نے چھوڑ دی تھیں پڑھیں اور بعد میں سجدہ سہو بھی کیا۔

(نیز دیکھو صحیح مسلم کتاب الصلٰوۃ باب السھو فی الصلٰوۃ و السجود لہٗ)

اب کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ''لَمْ اَنْسَ وَ لَمْ تُقْصَرْ'' کو کوئی جھوٹ قرار دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

۳۔صحیح ترمذی کتاب المناقب میں ہے۔عَنْ اُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَءَ عَلَیْکَ الْقُرْآنَ فَقَرَءَ عَلَیْہِ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا .(البیّنۃ : ۲) وَقَرَءَ فِیْھَا اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْحَنِیْفِیَّۃُ الْمُسْلِمَۃُ وَ لَا الْیَھُوْدِیَّۃُ وَلَاا لنَّصْرَانِیَّۃُ وَلَا الْمَجُوْسِیَّۃُ مَنْ یَّعْمَلْ خَیْرًا فَلَنْ یُّکْفَرَہٗ وَقَرَأَ عَلَیْہِ لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیًا مِّنْ مَّالٍ لَّابْتَغٰی اِلَیْہِ ثَانِیًا وَلَوْ کَانَ لَہٗ ثَانِیًا لَّابْتَغٰی اِلَیْہِ ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنَ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ اِلَی اللّٰہِ. ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

(ترمذی ابواب مناقب فی فضل ابی ابن کعب)

کہ حضرت ابی کعبؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ کو قرآن پڑھ کر سناؤں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا '' والی سورۃ پڑھی اور اس میں یہ بھی پڑھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دین صرف خالص اسلام ہے۔نہ یہودیت نہ نصرانیت اور نہ مجوسیّت ۔پس جو اچھا کام کرے اس کو نقصان نہیں پہنچے گا۔اور اگر بنی آدم (انسان) کے لئے ایک وادی مال و دولت سے بھری ہوتی تو ضرور وہ ایک دوسری وادی چاہتا اور اگر اس کو دوسری وادی بھی مل جاتی تو وہ تیسری کی تلاش کرتا اور انسان کے پیٹ کو سوائے مٹی کے اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور خدا تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔

اب اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْحَنِیْفِیَّۃُ الْمُسْلِمَۃُ الخ کو قرآن مجید لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا والی سورۃ کی آیات قرار دیا ہے ذرا کوئی مولوی صاحب لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا والی سورۃ میں تو کجا سارے قرآن میں سے کسی جگہ سے نکال کر دکھائیں۔

نوٹ:۔ا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ''یہ آیات'' منسوخ ہوگئی ہیں ۔کیونکہ یہ بات کہ خدا کے نزدیک دین حنفیة المسلمة ہے اور یہ کہ انسان بڑا حریص ہے ۔یہ سب اخبار ہیں نہ کہ احکام اور اس پر سب غیر احمدی علماء کا اتفاق ہے کہ اخبار میں نسخ جائز نہیں ۔

۲۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اب خدا کے نزدیک دین ''حنفية المسلمة '' نہیں بلکہ یہودیت اور نصرانیت ہوگیا ہے؟

۳۔ ان آیات کی ناسخ کونسی آیت ہے جس کی وجہ سے یہ آیات منسوخ ہوگئی ہیں ۔یاد رکھنا چاہیے کہ حدیث مذکور بالا میں لفظ '' قَرَءَ فِيهَا '' ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ میں یہ عبارت پڑھی تھی اس کو سورۃ کی تفسیر قرار نہیں دیا جاسکتا ورنہ '' قَالَ فِيهَا '' کہنا چاہیے تھا۔

۴۔ علامہ سعد الدین تفتازانی ،ملا خسرو، ملا عبدالحکیم ان تینوں نے لکھا ہے کہ حدیث يَكْثُرُ لَكُمُ الْاَحَادِيْثُ مِنْ بَعْدِيْ بخاری میں ہے حالانکہ یہ حدیث موجودہ بخاری میں نہیں ہے ۔

(توضيح مع حاشيه التلويح شرح الشرح مطبع كريميه قزان ۱۳۳۱ھ جلد ا صفحہ ۴۳۳)

اسی طرح سے حدیث خَيْرُ السُّوْدَانِ ثَلَا ثَةٌ لُقْمَانُ وَ بَلَالٌ وَ مَهْجَعُ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ صَحِيْحِهٖ.عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ بِهٖ مَرْفُوْعًا كَذَا ذَكَرَهُ ابْنُ الرَّبِيْعِ لٰكِنْ قَوْلُ الْبُخَارِيّ سَهْوُ قَلَمٍ اِمَّا مِنَ النَّاسِخِ اَوْ مِنَ الْمُصَنَّفِ فَاِنَّ الْحَدِيْثَ لَيْسَ مِنَ الْبُخَارِيّ.

(موضوعات کبیر از مولانا علی القاری صفحہ ۶۴ ناشر نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت آرام باغ کراچی مطبع ایجوکیشنل پریس کراچی)

کہ ''حدیث سوڈان کے بہترین آدمی تین ہیں یعنی (۱) لقمان (۲) بلال (۳) مہجع جو آنحضرت صلعم کے غلام تھے ۔یہ حدیث بخاری میں واثلہ بن الاسقع ؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔حضرت مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ علامہ ابن ربیع کا یہ کہنا کہ یہ حدیث بخاری میں ہے یہ یا تو مصنف کا سہو قلم ہے اور یا کاتب کا کیونکہ یہ حدیث بخاری میں نہیں ہے ۔

وہ مولوی جو ''فَاِنَّهٗ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ''(ابن ماجه كتاب الفتن باب خروج المهدى) والی حدیث کے بخاری میں نہ ملنے پر حضرت مسیح موعودؑ پر کاذب ہونے کا الزام لگاتے ہیں کیا وہ اپنے علامہ سعد الدین تفتازانی ۔ملّا وعلامہ خسرو، ملّا عبدالحکیم اور علامہ ابن الربیع کو بھی کاذب کہیں گے؟

۵۔ امام بیہقیؒ کی کتاب ''الاسماء والصفات'' ناشر دار احیاء التراث العربی صفحہ ۴۲۴ میں لکھا ہے

کہ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ مِنَ السَّمَآءِ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ. رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ کہ بخاری میں ہے کہ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ......مِنَ السَّمَآءِ. حالانکہ قطعاً بخاری میں مِنَ السَّمَآءِ کا لفظ نہیں ہے۔

(وَھٰذَا خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْمَھْدِیُّ) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب شہادۃ القرآن صفحہ ۴۱ ایڈیشن اوّل میں جو یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں ہے۔ اس کے متعلق بھی ہم وہی جواب دیتے ہیں جو حضرت ملا علی قاریؒ نے امام ابن الربیع کی طرف سے دیا تھا۔ وَلٰکِنْ قَوْلُ الْبُخَارِیِّ سَھْوُ قَلَمٍ اَمَّا مِنَ النَّاسِخِ اَوْ مِنَ الْمُصَنَّفِ (موضوعات کبیر صفحہ ۶۴) کہ یہ قول کہ یہ حدیث بخاری میں ہے یا تو سہو کتابت ہے یا سبقتِ قلمِ مصنف۔ ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ازالہ اوہام میں صاف طور پر فرمادیا ہے:۔

''میں کہتا ہوں کہ مہدی کی خبریں ضعف سے خالی نہیں ہیں اِسی وجہ سے امامین حدیث (بخاری ومسلم۔ خادم) نے ان کو نہیں لیا۔''

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۰۶)

گویا بخاری ومسلم میں مہدی کے متعلق احادیث نہیں ہیں اور ظاہر ہے کہ ''ھٰذَا خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْمَھْدِیُّ'' (آسمان سے آواز آنا کہ یہ خدا کا خلیفہ مہدی ہے) بہر حال مہدی کے متعلق ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے صاف بیان کے مطابق یہ حدیث بخاری میں نہیں۔ ہاں یہ حدیث اسی طرح صحیح ہے جس طرح بخاری کی دوسری احادیث کیونکہ کَذَا ذَکَرَہُ السُّیُوْطِیُ وَفِی الزَّوَائِدِ: ھٰذَا اَسْنَادٌ صَحِیْحٌ. رِجَالُہٗ ثِقَاتٌ. وَرَوَاہُ الْحَاکِمُ فِی الْمُسْتَدْرِکِ وَقَالَ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ. (ابن ماجہ کتاب الفتن باب خروج المھدی) کہ حدیث ''ھٰذَا خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْمَھْدِیُّ'' کو امام سیوطیؒ نے بھی ذکر کیا ہے اور زوائد میں ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اس کو امام حاکمؒ نے مستدرک کتاب التاریخ باب تذکرۃ الانبیاء ھبوط عیسٰی...... میں درج کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرائط کے مطابق بھی صحیح ہے۔ نیز یہ حدیث ابونعیم اور تلخیص المتشابہ وحجج الکرامۃ صفحہ ۳۶۶ از نواب صدیق حسن خان صاحب مطبع شاہجہانی بھوپال پر درج ہے۔

بھلا تم لوگ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جھوٹ بولنے کا الزام لگا سکتے ہو جو حضرت

ابراہیم علیہ السلام جن کو تم نبی مانتے ہو اور جن کے متعلق قرآن مجید میں ہے صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (مریم: ۴۲) کہ وہ سچ بولنے والے نبی تھے تم ان کے متعلق بھی یہ کہتے اور مانتے ہو کہ انہوں نے تین جھوٹ بولے۔

۱۔ بخاری میں ہے:۔ **عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْذِبْ اِبْرَاهِيْمُ اِلَّا ثَلَاثًا...... عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمْ يَكْذِبْ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَّا ثَلَاثَ كَذِبَاتٍ** (بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللّٰہ تعالیٰ واتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلا و مشکوٰۃ باب بدء الخلق وذکر الانبیاء علیھم السلام پہلی فصل نیز مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل ابراھیم خلیل اللّٰہ) کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہ بولا مگر تین جھوٹ۔

۲۔ صحیح ترمذی میں ہے:۔ **عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْذِبْ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِیْ شَیْءٍ قَطُّ اِلَّا فِیْ ثَلَاثٍ قَوْلُهٗ اِنِّیْ سَقِيْمٌ وَلَمْ يَكُنْ سَقِيْمًا وَقَوْلُهٗ لِسَارَةَ اُخْتِیْ وَقَوْلُهٗ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُ هُمْ...... هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.** (ترمذی ابواب التفسیر سورۃ الانبیاء)

کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کبھی کسی چیز میں جھوٹ نہ بولا۔ مگر صرف تین موقعوں پر۔ ان کا کہنا کہ میں بیمار ہوں حالانکہ وہ بیمار نہ تھے۔ پھر ان کا کہنا کہ یہ بُت ان کے بڑے بُت نے توڑے ہیں اور ان کا اپنی بیوی سارہ کو کہنا کہ یہ میری بہن ہے...... یہ حدیث صحیح ہے۔

۳۔ بخاری میں ہے کہ قیامت کے دن جب سخت گھبراہٹ طاری ہوگی اور لوگ بھاگے بھاگے سب انبیاء کے پاس جائیں گے کہ وہ ان کی خدا تعالیٰ کے حضور شفاعت کریں۔ تو سب انکار کر دیں گے۔ جب وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو **فَيَقُوْلُ لَهُمْ اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَاِنِّیْ قَدْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذِبَاتٍ فَذَكَرَ هُنَّ اَبُوْ حَيَّانَ فِی الْحَدِيْثِ نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِیْ.**“

(بخاری کتاب التفسیر باب ذریّۃ من حملنا مع نوح)

حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو جواب دیں گے کہ میرا ربّ آج سخت غصہ میں ہے کہ اس سے قبل کبھی اتنا غضبناک نہ ہوا تھا اور نہ آج کے بعد کبھی ایسا غضبناک ہوگا اور میں نے تین جھوٹ بولے

تھے (ابوحیان نے ایک حدیث میں ان تینوں جھوٹوں کی تفصیل دی ہے) پس مجھے تو اپنے نفس کی فکر ہے تم میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔

جس نبی کو قرآن کریم سچا کہتا ہے تم اس کے متعلق کہتے ہو کہ اس نے نعوذ باللہ تین جھوٹ بولے۔ گویا تمہارے نزدیک جھوٹ بولنا معیار صداقت ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اگر تم اعتراض کرو تو تم معذور ہو۔ ؎

مجھ کو کیا تم سے گلہ ہو کہ مرے دشمن ہو
جب یونہی کرتے چلے آئے ہو تم پیروں سے

۳۔ قرآن وحدیث میں طاعون

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ قرآن وحدیث میں طاعون کی پیشگوئی ہے۔ یہ جھوٹ ہے؟

الجواب:۔ قرآن مجید میں ہے: اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ (النمل: ۸۳) کہ جب ان پر اتمام حجت ہو جائے گی تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک کیڑا نکالیں گے جو ان کو کاٹے گا کیونکہ لوگ خدا کی آیات پر یقین نہیں کرتے تھے۔ تُكَلِّمُهُمْ کے معنے کاٹنے کے ہی ہیں جیسا کہ لغت کی کتاب منجد زیر لفظ کَلَمَ میں ہے۔

كَلَّمَهٗ تَكْلِيْمًا: جَرَحَهٗ یعنی اس نے اس کو زخم لگایا۔

كَلَمَ...... كَلْمًا کے معنی بھی زخم لگانے کے ہیں۔

۲۔ بخاری میں ہے:۔ **"عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ كَلْمٍ يُكْلَمُهُ الْمُسْلِمُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَكُوْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهَا.** (بخاری کتاب الوضوء باب مَايَقَعُ مِنَ النَّجَاسَاتِ فی السمن والماء) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک زخم جو کسی مسلم کو خدا کی راہ میں لگے قیامت کے دن اپنی اسی حالت میں ہوگا۔

چنانچہ طاعون کا کیڑا انسانوں کو کاٹتا ہے۔ جس سے طاعون ہوتی ہے۔

حدیث صحیح مسلم میں ہے:۔ **فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَ اَصْحَابُهٗ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِيْ رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُوْنَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ** (مسلم کتاب الفتن باب ذکر صفت الدجال وما معہٗ و مسلم شرح نووی کتاب الفتن باب ذکر صفت الدجال وما معہٗ)

پس خدا کا نبی مسیح موعودؑ اور اس کے صحابی متوجہ ہوں گے اور خدا تعالیٰ ان کے مخالفوں کی گردنوں میں ایک

پھوڑا (طاعون) ظاہر کرے گا۔پس وہ صبح کو ایک آدمی کی موت کی طرح ہو جائیں گے۔(نغف کے معنے پھوڑا اور طاعون ہے۔دیکھو عربی ڈکشنری مصنفہ LANE جلد ۸ صفحہ ۲۸۱۸ وضمیمہ صفحہ ۳۰۳۶)

۳۔بحار الانوار میں ہے:۔"قُدَّامُ الْقَائِمِ...... مَوْتَانِ مَوْتٌ اَحْمَرُ وَ مَوْتٌ اَبْيَضُ...... فَالْمَوْتُ الْاَحْمَرُ اَلسَّيْفُ وَالْمَوْتُ الْاَبْيَضُ اَلطَّاعُوْنُ." (بحار الانوار مصنفہ علامہ محمد باقر مجلسی جلد ۵۲ باب علامة ظهوره عليه السلام من السفياني و الدجال ۔داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان) کہ امام مہدیؑ کی علامات میں ہے کہ اس کے سامنے دوقسم کی موتیں ہوں گی۔پہلی سرخ موت اور دوسری سفید موت۔پس سرخ موت تو تلوار (لڑائی) ہے اور سفید موت طاعون ہے۔

۴۔مندرجہ بالا جواب میں جو ہم نے قرآن مجید کی آیت اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ (النمل: ۸۳) کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ اس زمانہ میں ایک کیڑا نکلے گا جوان کو کاٹے گا۔اس کی تائید بحار الانوار کے مندرجہ ذیل حوالہ سے بھی ہوتی ہے۔"ثُمَّ قَالَ (ابو عبد الله امام حسينؓ) وَقَرَءَ تُكَلِّمُهُمْ مِنَ الْكَلِمِ وَ هُوَالْجُرْحُ وَالْمُرَادُ بِهِ الْوَسْمُ یعنی امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی مندرجہ بالا دابۃ الارض والی آیت کے متعلق حضرت امام حسینؓ نے فرمایا کہ اس آیت میں تُكَلِّمُهُمْ سے مراد یہ ہے کہ وہ کیڑا ان کو کاٹے گا اور زخم پہنچائے گا۔

(بحار الانوار از علامہ محمد باقر مجلسی جلد ۵۳ باب تاریخ الامام ۔الثانی عشر۔داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان ونیز دیکھو اقتراب الساعۃ از نواب نورالحسن خان صاحب مطبع مفید عام الکائنہ فی آگرہ ۱۳۰۱ھ صفحہ ۱۹۷)

خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب میں قرآن مجید کی آیات اور احادیث کا حوالہ دیا ہے۔چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ کی کتابوں میں بہت تصریح سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ضرور طاعون پڑے گی اور اِس مَری کا انجیل میں بھی ذکر ہے اور قرآن شریف میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا الخ (بنی اسرائیل: ۵۹) یعنی کوئی بستی ایسی نہیں ہوگی جس کو ہم کچھ مدت پہلے قیامت سے یعنی آخری زمانہ میں جو مسیح موعود کا زمانہ ہے ہلاک نہ کر دیں یا عذاب میں مبتلا نہ کریں۔"

(نزول المسیح۔روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۳۹۶)

"یہی طاعون ہے اور یہی وہ دابۃ الارض ہے جس کی نسبت قرآن شریف میں وعدہ تھا کہ

آخری زمانہ میں ہم اس کو نکالیں گے اور وہ لوگوں کو اس لئے کاٹے گا کہ وہ ہمارے نشانوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ (النمل: ۸۳) اور جب مسیح موعود کے بھیجنے سے خدا کی حجت اُن پر پوری ہو جائے گی تو ہم زمین میں سے ایک جانور نکال کر کھڑا کریں گے وہ لوگوں کو کاٹے گا اور زخمی کرے گا اس لئے کہ لوگ خدا کے نشانوں پر ایمان نہیں لائے تھے۔ دیکھو سورۃ النمل الجزو نمبر ۲۰۔''

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۱۵،۴۱۶)

''یہ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا کہ وہ دابّۃ الارض یعنی طاعون کا کیڑا زمین میں سے نکلے گا اس میں یہی بھید ہے کہ تا وہ اس بات کی طرف اشارہ کرے کہ وہ اُس وقت نکلے گا کہ جب مسلمان اور ان کے علماء زمین کی طرف جھک کر خود دابّۃ الارض بن جائیں گے۔ ہم اپنی بعض کتابوں میں یہ لکھ آئے ہیں کہ اس زمانہ کے ایسے مولوی اور سجادہ نشین جو متقی نہیں ہیں اور زمین کی طرف جھکے ہوئے ہیں یہ دابّۃ الارض ہیں اور اب ہم نے اِس رسالہ میں یہ لکھا ہے کہ دابّۃ الارض طاعون کا کیڑا ہے۔ ان دونوں بیانوں میں کوئی شخص تناقض نہ سمجھے۔ قرآن شریف **ذوالمعارف** ہے اور کئی وجوہ سے اس کے معنی ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کی ضد نہیں۔''

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۲۱)

''یاد رہے کہ اہل سنت کی صحیح مُسلم اور دوسری کتابوں اور شیعہ کی کتاب اکمال الدین میں بتصریح لکھا ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں طاعون پڑے گی بلکہ اکمال الدین جو شیعہ کی بہت معتبر کتاب ہے اُس کے صفحہ ۳۴۸ میں...... لکھا ہے کہ یہ بھی اس کے ظہور کی ایک نشانی ہے کہ قبل اس کے کہ قائم ہو یعنی عام طور پر قبول کیا جائے دنیا میں سخت طاعون پڑے گی۔''

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۳۹۶،۳۹۷)

۴۔ تورات و انجیل میں طاعون کی پیشگوئی

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ تورات اور انجیل (زکریا ۱۴/۱۲ پرانا عہد نامہ) میں طاعون کی پیشگوئی ہے۔ یہ جھوٹ ہے۔

جواب:۔ جھوٹ نہیں بلکہ تمہاری اپنی بدقسمتی ہے کہ بے وجہ نبی کے منکر ہو گئے ہو۔ انجیل متی کا

حوالہ حضرتؑ نے دیا ہے اور یہ حوالہ درست ہے۔ انجیل مطبوعہ ۱۸۵۷ء میں متی ۸/ ۲۴ پر مذکور ہے کہ مسیح کی ایک نشانی مری کا پڑنا بھی ہے۔ لیکن بعد میں عیسائیوں نے اس کو متی ۸/ ۲۴ سے نکال دیا ہے۔ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ (النساء: ۴۷) لیکن اگر تم نے مزید تسلی کرنی ہو تو انجیل لوقا ۲۱/۱۰ پر جو ۱۹۲۸ء میں چھپی ہے اس میں بھی موجود ہے۔ جا بجا کال اور مری پڑے گی۔‘‘

(تفصیل دیکھو زیر عنوان ’’مسیح کی آمد ثانی کی علامات‘‘ پاکٹ بک ہذا)

توراتؔ: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تورات میں بھی طاعون کی پیشگوئی کا ذکر کیا ہے۔ (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵) چنانچہ اس کے لئے زکریا ۱۲/ ۱۴ دیکھو اور انگریزی بائبل مطبوعہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۸۸۵ء صفحہ ۱۰۰۷ میں تو لفظ پلیگ (PLAGUE) بھی موجود ہے۔

"And this shall be the plague where with the Lord will smite all the people." (زکریا ۱۴/۱۲)

یعنی یہ پلیگ ہوگی جس سے خدا تعالیٰ خدا کے گھر کے خلاف لڑائی کرنے والوں کو ہلاک کرے گا۔

نوٹ:۔ (۱) بائبل کے اس حوالہ میں جو لفظ ’’پلیگ‘‘ استعمال ہوا ہے اس کا ترجمہ طاعون ہی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو انگریزی عربی ڈکشنری موسومہ بہ ’’القاموس العصری الانکلیزی عربی مؤلفہ الیاس انطون زیر لفظ طعن‘‘ جہاں لکھا ہے۔ طاعون PLAGUE یعنی پلیگ کے معنے طاعون ہیں۔

۲۔ اسی طرح عربی سے انگریزی اور فارسی سے انگریزی ڈکشنریوں میں لفظ ’’طاعون‘‘ کا ترجمہ پلیگ اور Pestilences لکھا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ لفظ پلیگ تو تورات زکریا ۱۲/ ۱۴ میں آتا ہے اور لفظ Pestilences مسیح کی آمد ثانی کی علامات میں لوقا ۲۱/۱۱ میں ہے۔

(دیکھو ’’مسیح کی آمد ثانی کی علامات‘‘ پاکٹ بک ھٰذا)

نیز حضرت اقدسؑ نے متی ۸/ ۲۴ کا حوالہ دیا ہے جو انگریزی انجیل متی ۸/ ۲۴ میں اب بھی موجود ہے اور جیسا کہ ثابت ہوا ہر دو لفظوں کا ترجمہ طاعون ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو بائبل کا حوالہ درست دیا ہے۔ ذرا لگتے ہاتھ ’’اِسْمُہٗٓ اَحْمَدُ‘‘ (الصّف: ۷) اور اَلنَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ (الاعراف: ۱۵۸) کے مطابق تورات اور انجیل سے ’’احمد‘‘ کا نام اور ایک ’’اُمی نبی‘‘ کی پیشگوئی نکال دینا تا کہ تمہیں معلوم ہو کہ انجیل و تورات

محرفہ سے اگر کوئی حوالہ نہ ملے تو یہ مصنف کی غلطی نہیں ۔ بلکہ عیسائیوں کی ہشیاری کا نتیجہ ہے کہ وہ ہر دس سال کے بعد انجیل کو تبدیل کر دیتے ہیں ۔ (دیکھو مضمون ''تحریف بائبل'' پاکٹ بک ہذا)

۵۔غلام دستگیر قصوری کا مباہلہ

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ غلام دستگیر قصوری نے بددعا کی تھی ۔ یہ جھوٹ ہے۔اس کے ساتھ کوئی مباہلہ نہ ہوا تھا۔

الجواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجام آتھم ۔روحانی خزائن جلد ۱۱صفحہ ۷۰ پر جن علماء کو مباہلہ کیلئے مقابل پر بلایا ہے اور اپنی طرف سے ان کے لیے بد دعا کر دی ہے ان میں مولوی غلام دستگیر کا نام بھی ہے۔(انجام آتھم ۔روحانی خزائن جلد ۱۱صفحہ ۷۰)اس کے بالمقابل ان میں سے جو شخص بھی بددعا کرے گا اس کا مباہلہ حضرتؑ کے ساتھ متحقق ہو جائے گا۔ چنانچہ مولوی غلام دستگیر قصوری نے بددعا کی ۔ **اَللّٰھُمَّ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَامَالِکَ الْمُلْکِ** جیسا کہ تو نے ایک عالم ربّانی حضرت محمد طاہر مؤلف مجمع بحار الانوار کی دعا اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غرق کیا (جو ان کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا) ویسا ہی دعا اور التجاء اس فقر قصوری کی ہے جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے کہ تو مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبۃ النصوح کی توفیق عطا فرما۔اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت قرآنی کا بنا فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام:۴۶)**اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَبِالْاِجَابَةِ جَدِیْرٌ تَبًّا لَهٗ وَلَا تُبَاعِهٖ.**''

(فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی لدھیانہ مطبع احمدی ۱۳۱۵ھ مؤلفہ غلام دستگیر قصوری صفحہ ۲۷وصفحہ ۲۸ و نیز حقیقۃ الوحی ۔ روحانی خزائن جلد ۲۲صفحہ ۳۵۴)

۶۔مولوی محمد اسمٰعیل علیگڑھی کی بددعا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی ۔روحانی خزائن جلد ۲۲صفحہ ۳۴۳ حاشیہ پر لکھا ہے۔

''مولوی اسمٰعیل نے اپنے ایک رسالہ میں میری موت کے لئے بددعا کی تھی پھر بعد اس بددعا کے جلد مر گیا اور اس کی بددعا اُسی پر پڑ گئی۔''

جواب:۔ تم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیوں یہ حوالہ طلب نہ کیا۔جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تم کو اصل بات کا علم ہے۔بات یہ تھی کہ مولوی اسمٰعیل علیگڑھی نے ایک کتاب لکھی

جس میں یہ بددعا تھی ۔ابھی وہ کتاب چھپ رہی تھی کہ علیگڑھی مر گیا۔مولویوں نے اس کی کتاب میں سے وہ سب بددعائیں نکال ڈالیں تا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر گواہ نہ بن جائے۔ وہ کتاب جو ابھی زیر طبع تھی مولوی عبداللہ صاحب سنوری نے دیکھی تھی اور انہوں نے اس کے متعلق شہادت بھی دی تھی کہ اس کتاب کا سائز ''فتح اسلام'' (مؤلفہ حضرت مسیح موعودؑ) کا سائز تھا۔اگر اس نے کوئی ایسی بددعا نہ کی تھی تو تم نے حضرت مسیح موعودؑ سے کیوں حوالہ نہ مانگا۔تمہاری تحریف کی تو یہ حالت ہے کہ شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر کے صفحہ ۹۹ پر ''لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا'' لکھ دیا ہے تا کہ کسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت نہ ہو۔ ع کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

۷۔حدیث سو سال کے بعد قیامت آجائے گی اس کا حوالہ دو۔

جواب:۔ یہ حدیث متعدد کتب حدیث میں ہے۔(۱)**عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ لَمَّا رَجَعْنَا مِنْ تَبُوْكٍ سَأَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ فَقَالَ لَا يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ مِائَةُ سَنَةٍ وَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ نَفْسٌ مَنْفُوْسَةٌ الْيَوْمَ**

(معجم صغیر طبرانی جز اوّل صفحہ ۳۱۔دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ جب ہم جنگ تبوک سے واپس آئے تو ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ قیامت کب ہوگی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام بنی آدم پر سو سال نہ گزرے گا مگر آج کے زندوں میں سے ایک بھی روئے زمین پر نہ ہوگا۔ یاد رہے کہ سائل کا سوال قیامت کے متعلق ہے۔

(۲) فَقَالَ اَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ عَلٰى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَآ لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ. ''(ترمذی ابواب الفتن باب لا تاتی مائة سنة و علی الارض نفس منفوسة الیوم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کی اس رات سے سو سال نہ گزرے گا کہ روئے زمین کے موجودہ زندوں میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔

(۳) اس حدیث پر یہ حاشیہ لکھا ہے:۔''**اِنَّ الْغَالِبَ عَلٰى اَعْمَارِهِمْ اَنْ لَّا تَتَجَاوَزَ ذٰلِكَ الْاَمْرُ الَّذِیْ اَشَارَ اِلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَكُوْنُ قِيَامَةُ اَهْلِ ذٰلِكَ الْعَصْرِ قَدْ قَامَتْ.**'' (ترمذی ابواب الفتن باب ۶۴ حدیث نمبر ۲۲۵۷ دار احیاء التراث العربی)

کہ ان کی عمر کے لئے غالب امر یہی تھا کہ وہ اس مدت سے جس کی تعیین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی تجاوز نہ کریں۔ پس اس زمانہ کے تمام لوگوں پر قیامت آ گئی۔

(۴) صحیح مسلم میں ہے۔ ''**مَامِنْ نَفْسٍ مَنْفُوْسَةٍ الْيَوْمَ يَأْتِىْ عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ وَهِىَ يَوْمَئِذٍ حَيَّةٌ.**'' (**کنز العمال کتاب القیامۃ من قسم الاقوال** حدیث نمبر ۳۸۳۴۰ **ومسلم کتاب الفتن باب قرب الساعۃ**) یعنی ''سو سال نہیں گزرے گا کہ آج کے زندوں میں سے کوئی بھی زندہ جان باقی نہ ہوگی۔''

(۵) مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتا ہے:۔ آنحضرت فداہ امی وابی نے فوت ہوتے وقت فرمایا تھا کہ جو جاندار زمین پر ہیں۔ آج سے سو سال تک کوئی بھی زندہ نہ رہے گا۔''

(تفسیر ثنائی جلد ۲ صفحہ ۱۰۵)

۸۔ ''دجال'' یا ''رجال''

اعتراض:۔ مرزا صاحب نے تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۷ میں **يَخْرُجُ فِىْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالٌ يَخْتَلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ.** کو حدیث قرار دیا ہے اور یہ ''**دَجَّال**'' نہیں بلکہ ''**رجال**'' ر کے ساتھ ہے۔

الجواب:۔ یہ ''**دَجَّال**'' دال کے ساتھ ہی ہے۔ چنانچہ **کنز العمال کتاب القیامۃ من قسم الاقوال** حدیث نمبر ۳۸۴۴۱ میں ''دال'' ہی کے ساتھ ہے۔

۲۔ قلمی نسخہ میں بھی ''دال'' ہی کے ساتھ ہے۔ چنانچہ مولانا مخدوم بیگ صاحب نائب شیخ الحدیث لکھتے ہیں:۔ (**کنز العمال کتاب القیامۃ من قسم الاقوال** حدیث نمبر ۳۸۴۴۱) **يَخْرُجُ فِىْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالٌ يَخْتَلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ** الخ، **عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ** قلمی نسخہ میں **دجّال بالدّال** صاف طور پر لکھا ہے۔

(مخدوم بیگ عفی عنہ مدرس مدرسہ نظامیہ منقول از تجلیات رحمانیہ از مولانا ابو العطاء جالندھری صاحب مطبوعہ سٹیم پریس دسمبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۹۲)

۹۔ قرآنی پیشگوئی درباره تکفیر مسیح موعودؑ

بعض غیر احمدی مولوی یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں یہ پیشگوئی ہے کہ جب مسیح موعود آئے گا تو اس پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے گا۔

یہ جھوٹ ہے۔

الجواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جن آیات قرآنی سے استنباط فرما کر یہ تحریر فرمایا ہے کہ مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگے گا حضورؑ نے اپنی تحریرات میں ان آیات کا حوالہ بھی دیا ہے۔

ا۔ ''قرآن نے بہت سے امثال بیان کر کے ہمارے ذہن نشین کر دیا ہے کہ وضع عالم دَوری ہے اور نیکوں اور بدوں کی جماعتیں ہمیشہ بروزی طور پر دنیا میں آتی رہتی ہیں وہ یہودی جو حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں موجود تھے۔ خدا نے دعا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سکھلا کر اشارہ فرما دیا کہ وہ بروزی طور پر اس اُمت میں بھی آنے والے ہیں تا بروزی طور پر وہ بھی اس مسیح موعود کو ایذا دیں جو اِس اُمت میں بروزی طور پر آنے والا ہے۔''

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۸۳، ۴۸۴)

۲۔ ''وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (النور: ۵۶)...... پس اس آیت سے سمجھا جاتا ہے کہ مسیح موعود کی بھی تکفیر ہوگی کیونکہ وہ خلافت کے اس آخری نقطہ پر ہے۔''

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۹۰، ۱۹۱ بقیہ حاشیہ)

۳۔ نیز دیکھو تحفہ گولڑویہ صفحہ ۵۶، ۱۰۳، ۱۳۶ طبع اوّل

۴۔ مفصل و مزید بحث دیکھو پاکٹ بک صفحہ ۸۲۵ پر۔

۱۰۔ مفتری جلد پکڑا جاتا ہے

اعتراض:۔ حضرت نے لکھا ہے:۔ ''دیکھو خدائے تعالیٰ قرآن کریم میں صاف فرماتا ہے کہ جو میرے پر افترا کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اور میں جلد مفتری کو پکڑتا ہوں۔'' (نشان آسمانی۔ روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۳۹۷)...... ''حالانکہ قرآن پاک میں کہیں نہیں لکھا کہ میں مفتری کو جلد ہلاک کرتا ہوں بلکہ اس کے الٹ ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا (یونس: ۷۰، ۷۱)۔ (محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۱۵۱ و صفحہ ۱۷۴ مطبوعہ یکم مارچ ۱۹۳۵ء)

الجواب:۔ **(۱)** افترا علی اللہ کرنے والے کو پکڑنے کے متعلق الٰہی قانون پر ہم نے مفصل بحث صداقت حضرت مسیح موعودؑ کی دوسری دلیل کے ضمن میں کر دی ہے۔ (دیکھو پاکٹ بک ہٰذا صفحہ ۳۳۵)

(۲) مگر اس جگہ جو آیت تم نے پیش کی ہے اس کے مفہوم کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا سے مراد معترض نے غالباً ''لمبی مہلت'' لی ہے تبھی تو اس کو ''جلد پکڑے جانے'' کے ''الٹ'' قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے۔ تم خود اپنی محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۲۷۲ وصفحہ ۲۴۷ مطبوعہ ۱۹۳۵ء پر اپنے ہاتھ کاٹ چکے ہو۔ جہاں پر قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت نقل کی ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ وَّ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

(النحل: ۱۱۷،۱۱۸)

اور خود ہی یہ ترجمہ بھی کیا ہے۔ ''تحقیق مفتری نجات نہیں پائیں گے انہیں نفع تھوڑا ہے۔ عذاب دردناک'' گویا پہلی آیت میں جو صرف ''مَتَاعٌ'' کا لفظ تھا جس سے تم نے مغالطہ دینا چاہا کہ گویا مفتری کو ''لمبی مہلت'' ملتی ہے۔ اس آیت نے صاف کر دیا کہ ''مَتَاعٌ قَلِیْلٌ'' کہ لمبی مہلت نہیں بلکہ ''تھوڑی مہلت'' ملتی ہے۔

ہاں تمہارا یہ کہنا کہ ۲۳ برس کی مہلت کو ''جلد'' (محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۲۴۹) کیونکر قرار دیا جاتا ہے اور کیا ۲۳ سال کا ''جلد'' ہوتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ۲۳ برس تو زیادہ سے زیادہ مہلت ہے جس تک کسی صورت میں بھی کوئی مفتری نہیں پہنچ سکتا۔ اور سچے کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے خواہ سو سال جیئے۔ مگر ہاں بعض دفعہ ۲۳ سال کیا ۱۴۰۰ سال کا ''جلد'' ہوا کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اَنَا وَالسَّاعَةُ کَھَاتَیْنِ (ابن ماجه کتاب الفتن باب اشراط الساعة) کہ میں اور قیامت اس طرح ہیں جس طرح دو جڑی ہوئی انگلیاں۔ مگر ۱۳۷۲ سال گزر گئے ابھی تک وہ ''جلد'' ختم نہیں ہوا۔

۲۔ ہاں سنو! قرآن مجید میں ہے۔ ''اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ'' (القمر: ۲) کہ قیامت ''قریب'' آ گئی اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ۱۴۰۰ سال گزرنے کو آئے مگر ابھی تک قیامت نہ آئی۔ فرمایئے یہ ''جلد'' کتنا طویل ہو گیا۔

۱۱۔ انبیاء گزشتہ کے کشوف

حضرت مرزا صاحب نے اربعین نمبر ۲۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۷۱ میں لکھا ہے کہ ''اسلام کے موجودہ ضعف اور دشمنوں کے متواتر حملوں نے اُس کی ضرورت ثابت کی اور اولیاء گذشتہ کے کشوف نے اس بات پر قطعی مہر لگا دی کہ وہ چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا۔'' کسی نبی

کے کشف کا حوالہ دو۔

جواب:۔ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''اربعین نمبر۲'' یا کسی دوسری کتاب میں اس ضمن میں ''انبیاء گزشتہ'' کا لفظ نہیں لکھا بلکہ ''اولیاء گزشتہ'' لکھا ہے۔ چنانچہ اربعین (جو حضرت اقدسؑ کے زمانہ میں چھپی تھی) اس کے دونوں ایڈیشنوں میں علی الترتیب صفحہ ۲۳ وصفحہ ۲۵ پر ''اولیاء گزشتہ'' ہی کا لفظ ہے، ہاں اربعین نمبر۲ کے ایک نئے ایڈیشن میں جو ''بک ڈپو'' نے شائع کیا ہے کاتب کی غلطی سے لفظ ''اولیاء'' کی بجائے ''انبیاء'' لکھا گیا ہے۔ وہ حجت نہیں۔ تمہیں شرم آنی چاہیے کہ محض کتابت کی غلطیوں کی بناء پر مخلوق خدا کو دھوکا دے کر حق کے راستہ میں روکاوٹیں پیدا کرتے ہو۔ حالانکہ تم کو بارہا مناظرات میں اربعین نمبر۲ ایڈیشن اوّل علیحدہ صفحہ ۲۳ اور مجموعہ نمبرا و نمبر۲ صفحہ ۲۵ سے لفظ ''اولیاء'' دکھایا بھی جاچکا ہے۔

۱۲۔انبیاء گزشتہ کی پیشگوئی

حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ہر نبی نے مسیح موعود کی آمد کی خبر دی ہے اس کا حوالہ دو؟

الجواب:۔ بخاری شریف میں ہے:۔ **قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا بُعِثَ نَبِیٌّ اِلَّا اَنْذَرَ اُمَّتَہُ الْاَعْوَرَ الْکَذَّابَ** (بخاری کتاب الفتن باب ذکر الدجال) کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی امت کو دجّال سے نہ ڈرایا ہو۔''

پس جہاں تمام انبیاء دجّال کا ذکر کرتے رہے ضروری ہے کہ اس کے قاتل مسیح موعود کا بھی اس کے ساتھ ہی ذکر کرتے رہے ہوں۔

۲۔ ذرا مہربانی کر کے پہلے تمام نبیوں کی کتابوں سے ''کانے دجال'' کا ذکر نکال کر دکھا دو۔ ہم وہیں سے مسیح موعود کی آمد کی پیشگوئی بھی نکال دیں گے۔

۳۔ ہم نے ذکر کیا ہے کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ انبیاء گزشتہ اپنی امتوں کے سامنے دجال کی آمد کا ذکر تو کریں مگر اس کے قاتل مسیح موعود کا ذکر نہ کریں۔ اس کی تائید دلائل النبوت کے مندرجہ ذیل حوالہ سے ہوتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ......قَالَ (مُوْسٰی) یَا رَبِّ اِنِّیْ اَجِدُ فِی الْاَلْوَاحِ اُمَّۃً یُؤْتَوْنَ الْعِلْمَ الْاَوَّلَ وَالْاٰخِرَ فَیَقْتُلُوْنَ قُرُوْنَ الضَّلَالَۃِ

اَلْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ فَاجْعَلْھَا اُمَّتِیْ قَالَ تِلْکَ اُمَّۃُ اَحْمَدَ.‘‘

(دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد۱صفحہ۱۴مطبوعہ۱۳۲۰ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے عرض کی کہ اے اللہ! میں نے اپنی الواح میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک ایسی قوم ہوگی جن کو اگلا اور پچھلا سب علم دیا جائے گا اور وہ گمراہی کی طاقتوں یعنی ’’دجال‘‘ کو قتل کریں گے۔ اے خدا! میری امت کو وہ قوم بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ ’’نہیں‘‘ وہ قوم تو احمدؐ کی جماعت ہے۔

اس روایت میں دجاؔل کے خروج اور مسیح موعود کی بعثت کو علت و معلول اور لازم وملزوم قرار دیا گیا ہے۔ نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ دجّال کا مقابلہ کرنے والی جماعت ’’احمدؐ‘‘ کے ساتھ تعلق رکھنے والی ہوگی۔ یعنی ’’جماعت احمدیہ‘‘ کہلائے گی۔

۱۳۔ مکتوبات کا حوالہ

بعض مخالفین کہا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۴۰۶ پر جو حوالہ مکتوبات کا دیا ہے کہ جس پر کثرت سے امور غیبیہ ظاہر ہوں۔ وہ نبی ہوتا ہے۔ یہ غلط ہے۔ مکتوبات میں لفظ نبی نہیں بلکہ محدث کا ہے۔

الجواب: مکتوبات امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانیؒ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان فارسی ہے مگر حضرت اقدس علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۴۰۶ پر اردو عبارت لکھی ہے۔ پس حضرت اقدس علیہ السلام نے مکتوبات کی اصل عبارت نقل نہیں فرمائی بلکہ مکتوبات کی کسی عبارت کا مفہوم درج فرمایا ہے اور مکتوبات میں ایسی عبارت موجود ہے جس کا مفہوم وہی ہے جو حضرت اقدس علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی میں تحریر فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ عبارت درج ذیل کی جاتی ہے:۔

’’متشابہات قرآنی نیز از ظاہر مصروف اند و برتاویل محمول **قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ** یعنی تاویل آں متشابہ را ہیچ کس نمے داند مگر خدائے عزوجل۔ پس معلوم شد کہ متشابہ نزد خدائے جل وعلا نیز محمول بر تاویل ست واز ظاہر مصروف وعلمائے راسخین را نیز از علم ایں تاویل قلبی عطا می فرمائند۔ چنانچہ بر علم غیب کہ مخصوص باوست سبحانہٗ خاص رسل را اطلاع می بخشد آں تاویل را خیال نکنی کہ در رنگِ تاویل بدست بقدرت و تاویل ’’وجہ‘‘ بذات حاشا وکلاّ آن تاویل از اسرار است کہ بہ اخص

خواص علم آں عطا می فرمائد۔‘‘ (مکتوبات امام ربانیؒ جلد اصفحہ ۴۴۶مطبع نولکشور مکتوب نمبر ۳۱۰)

یعنی قرآن مجید کے متشابہات بھی ظاہری معنی سے پھر کر محمول بر تاویل ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ’’ان کی تاویل سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔‘‘ پس معلوم ہوا کہ متشابہات خدائے بزرگ و برتر کے نزدیک بھی محمود بر تاویل ہیں اور ان کے ظاہری معنے مراد نہیں اور خدائے تعالیٰ علمائے راسخین کو بھی اس علم کی تاویل سے حصہ عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ اس سے بڑھ کر علم غیب جو خدا تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اس کی اطلاع صرف رسولوں کو ہی عطا فرماتا ہے۔ اس تاویل کو ویسی نہ سمجھنا چاہیئے جیسی کہ ’’ہاتھ‘‘ سے مراد ’’قدرت‘‘ اور ’’وجہ‘‘ سے مراد ’’ذات الٰہی‘‘ ہے۔ حاشا وکلّا ایسا نہیں بلکہ اس تاویل کا علم تو وہ اپنے خاص الخاص بندوں کو ہی عطا فرماتا ہے۔

اس عبارت میں حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانیؒ نے بتصریح تحریر فرمایا ہے کہ اسرار قرآنی کو اللہ تعالیٰ اپنے الہام سے خواصِ امت پر کھولتا ہے مگر جن کو اپنے مخصوص علم غیب سے اطلاع دیتا ہے وہ ’’رسول‘‘ ہوتے ہیں۔ پس تمہارا اعتراض بے محل ہے۔

۱۴۔ تفسیر ثنائی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت نے حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۴ طبع اوّل میں تفسیر ثنائی (از مولانا ثناء اللہ پانی پتی) کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی درایت کمزور تھی۔ حالانکہ تفسیر ثنائی مصنفہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری میں یہ کہیں نہیں ملتا۔

الجواب:۔ تجاہل عارفانہ سے کام نہ لو۔ تفسیر ثنائی سے مراد مولوی ثناء اللہ امرتسری کی نام نہاد تفسیر نہیں۔ بلکہ جناب مولانا ثناء اللہ صاحب پانی پتی کی مشہور و معروف تفسیر ہے۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام دوسری جگہ معترض کی محولہ کتاب (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۳۴ طبع اوّل) سے کئی سال پہلے تصریح فرما چکے ہیں۔

’’**قَالَ صَاحِبُ التَّفْسِيرِ الْمَظْهَرِيّ اَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ صَحَابِيٌّ جَلِيْلُ الْقَدْرِ، وَلٰكِنَّهُ أَخْطَأَ فِيْ هٰذَا التَّأْوِيلِ.**‘‘ (حمامۃ البشریٰ۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۲۴۰)

کہ مصنف تفسیر مظہری نے لکھا ہے کہ گو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں لیکن انہوں نے ’’اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ‘‘ والی آیت میں اپنی طرف سے تاویل کرنے میں غلطی

کھائی ہے۔

پس حضرت اقدس علیہ السلام نے جس تفسیر کا حوالہ دیا ہے وہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر نہیں بلکہ تفسیر مظہری مؤلفہ جناب مولوی ثناء اللہ صاحب پانی پتی ہے۔ اس تفسیر میں بعینہٖ آیت محولہ ’’وَ اِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ‘‘ کے نیچے لکھا ہے:۔

’’ تَـأْوِیْلُ الْاٰیَاتِ بِاِرْجَاعِ الضَّمِیْرِ الثَّانِیْ اِلٰی عِیْسٰی مَمْنُوْعٌ .اِنَّمَا ھُوَ زَعْمٌ مِنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ لَیْسَ ذٰلِکَ فِیْ شَیْءٍ فِی الْاَحَادِیْثِ الْمَرْفُوْعَۃِ وَکَیْفَ یَصِحُّ ھٰذَا التَّأْوِیْلُ مَعَ اِنَّ کَلِمَۃَ’’اِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ‘‘شَامِلٌ لِلْمَوْجُوْدِیْنَ فِیْ زَمَنِ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ......وَلَا وَجْہَ اَنْ یُّرَادَ بِہٖ فَرِیْقٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ یُوْجَدُوْنَ حِیْنَ نُزُوْلِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ.‘‘ (تفسیر مظہری تفسیر سورۃ النساء زیر آیت و ان من اھل الکتاب الا لیومننّ بہ (النساء:۱۶۰) یعنی آیت اِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ میں قَبْلَ مَوْتِہٖ کی ضمیر کو عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرنا ممنوع ہے۔ (حضرت ابو ہریرۃؓ نے اس سے حضرت عیسیٰ مراد لئے ہیں تو) یہ حضرت ابوہریرہؓ کا اپنا زعم ہے جس کی تصدیق کسی حدیث سے نہیں ہوتی اور ان کا یہ خیال درست ہو کیونکر سکتا ہے جبکہ کلمہ ’’اِنْ مِّـــنْ‘‘ میں تمام وہ لوگ بھی شامل ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے اور اس بات کی کوئی وجہ نہیں کہ اس سے مراد صرف وہ یہودی لئے جائیں جو حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت موجود ہوں گے۔

۱۵۔ حضرت ابوہریرۃؓ کا اجتہاد

باقی عبارت محولہ میں حضرت اقدس علیہ السلام نے حضرت ابوہریرۃؓ کے اجتہاد کو جو مردود قرار دیا ہے تو یہ درست ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

۱۔ اصول حدیث کی مستند کتاب اصول شاشی (علامہ نظام الدین اسحاق بن ابراہیم الشاشی) میں ہے۔

’’اَلْقِسْمُ الثَّانِیْ مِنَ الرُّوَاۃِ ھُمُ الْمَعْرُوْفُوْنَ بِالْحِفْظِ وَالْعَدَالَۃِ دُوْنَ الْاِجْتِھَادِ وَالْفَتْوٰی کَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَاَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ.‘‘(اصول شاشی مع شرح از محمد فیض الحسن الاصل الثانی بحث تقسیم الراوی علی قسمین مطبوعہ کانپور صفحہ ۷۵) کہ راویوں میں سے دوسری قسم کے راوی وہ ہیں جو حافظہ اور دیانتداری کے لحاظ سے تو مشہور ہیں۔ اجتہاد اور فتویٰ کے لحاظ سے قابل اعتبار نہیں جیسے

ابو ہریرہؓ اور انس بن مالکؓ۔

۲۔ ''عَنْ اَبِیْ حَسَّانٍ اَنَّ رَجُلَیْنِ دَخَلا عَلٰی عَائِشَۃَ فَحَدَّثَھا اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلطِّیَرَۃُ فِی الْمَرْءَ ۃِ وَالْفَرْسِ وَالدَّارِ فَغَضِبَتْ غَضْبًا شَدِیْدًا فَقَالَتْ مَا قَالَہٗ اِنَّمَا قَالَ کَانَ اَھْلُ الْجَاھِلِیَّۃِ یَتَطَیَّرُوْنَ مِنْ ذَالِکَ۔'' (اصول الشاشی مَا ثَبَتَ بِالسُّنَّۃِ صفحہ۲۹) کہ دو شخص حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ عورت، گھوڑے اور گھر میں بدشگونی ہوتی ہے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سخت ناراض ہوئیں اور فرمایا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعاً نہیں فرمایا بلکہ آپ نے تو یہ فرمایا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ان کو بدشگون سمجھتے تھے۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہؓ بے شک روزہ دار کے حق میں فتویٰ دیتے تھے کہ صبح ہونے سے پہلے غسل کر چکے اور عائشہ صدیقہؓ کی روایت چونکہ مرفوع ہے۔ اس لیے بحکم اصول حدیث وہ مقدم ہے۔ کیونکہ شارع علیہ السلام کا فعل ہے اور ابو ہریرہؓ کا فتویٰ ان کا اجتہادی ہے۔

(اہلحدیث ۱۸/جولائی ۱۹۳۰ء)

۴۔ فقہاء میں بعض اس بات کے قائل ہیں کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سامنے جب اس مسئلہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا۔ اگر یہ صحیح ہو تو اس پانی کے پینے سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا جو آگ پر گرم کیا گیا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ کو ضعیف الروایت نہیں سمجھتے تھے لیکن چونکہ ان کے نزدیک یہ روایت درائت کے خلاف تھی اس لیے انہوں نے تسلیم نہیں کی اور یہ خیال کیا کہ سمجھنے میں غلطی ہوگی۔ (اہلحدیث ۲۲/نومبر ۱۹۲۹ء)

۱۶۔ مبارک احمد کی وفات کی پیشگوئی

صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات پر حضرت مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ اس کی وفات کے متعلق میں پہلے سے پیشگوئی کر چکا ہوں کہ وہ بچپن میں فوت ہو جائے گا (تریاق القلوب طبع اوّل صفحہ۴۰ حاشیہ) یہ جھوٹ ہے **(نعوذ باللّٰہ)**

جواب:۔ مبارک احمد کی وفات پر حضرت اقدس علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا۔ اسی حوالہ میں

موجود ہے۔

''اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش کے ساتھ ہی موت کی خبر دے رکھی تھی۔تریاق القلوب روحانی خزائن جلد۱۵صفحہ۲۱۳ میں لکھا ہے۔''اِنِّیْ اَسْقُطُ مِنَ اللّٰہِ وَاُصِیْبُہٗ ۔''تذکرہ صفحہ۲۷۸مطبوعہ۲۰۰۴ء مگر قبل از وقت ذہول رہتا ہے اور ذہن منتقل نہیں ہوا کرتا''۔(الحکم جلد۱۱نمبر۳۴مورخہ۲۴رستمبر۱۹۰۷ء صفحہ۵)

۱۔تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد۱۵صفحہ۲۱۳(جس کا حوالہ حضرتؑ نے دیا ہے)اس میں ہے۔

''اِنِّیْ اَسْقُطُ مِنَ اللّٰہِ وَاُصِیْبُہٗ ۔''کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں اور اسی کی طرف چلا جاؤں گا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام تریاق القلوب میں اس الہام کو مع ترجمہ درج فرما کر اپنی طرف سے لکھتے ہیں:۔''اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لڑکا چھوٹی عمر میں فوت ہو جائے گا۔یا یہ رجوع بحق ہوگا''۔

(تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد۱۵صفحہ۲۱۳)

۲۔۱۸رنومبر۱۹۰۶ء:۔''دیکھا کہ ہمارے باغ (بہشتی مقبرہ) میں کچھ لوگ ایک جڑھ لگا رہے ہیں ساتھ ہی الہام ہوا''مبارک''۔ (الحکم جلد۱۰نمبر۴۰۔۲۴رنومبر۱۹۰۶ء صفحہ۱)

۳۔''خواب میں دیکھا کہ میں نے ایک عورت کو تین روپے دیئے ہیں اور اس سے کہتا ہوں کہ کفن کے لئے میں آپ دوں گا۔گویا کوئی مر گیا ہے۔اس کی تجہیز و تکفین کے لئے تیاری کی ہے''۔

(الحکم جلد۱۱نمبر۲۷۔۳۱رجولائی۱۹۰۷ء صفحہ۳)

حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب ۱۶رستمبر۱۹۰۷ء کو فوت ہوئے۔

۴۔''میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک گڑھا قبر کے اندازہ کی مانند ہے اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس میں ایک سانپ ہے۔اور پھر ایسا خیال آیا کہ وہ سانپ گڑھے میں سے نکل کر کسی طرف بھاگ گیا ہے اس خیال کے بعد مبارک احمد نے اس گڑھے میں قدم رکھا اس کے قدم رکھنے کے وقت محسوس ہوا کہ وہ سانپ ابھی گڑھے میں ہے اور اس سانپ نے حرکت کی''۔

(الحکم جلد۱۱نمبر۶۔۱۷رفروری۱۹۰۷ء صفحہ۱)

۵۔''اِنَّ خَبَرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاقِعٌ'' رسول اللہ نے جو خبر بتلائی تھی وہ واقع ہونے والی ہے۔ فرمایا:۔کسی پیشگوئی کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے......ایک بڑا ستارہ ٹوٹا ہے۔''

(الحکم جلد۱۱نمبر۲۸۔۲۴راگست۱۹۰۷ء صفحہ۳)

۱۷۔ کَانَ فِی الْھِنْدِ نَبِیًّا

۱۔مرزا صاحب نے چشمہ معرفت ضمیمہ صفحہ۱۰ میں حدیث لکھی ہے کہ ’’کَانَ فِی الْھِنْدِ نَبِیًّا اَسْوَدَ اللَّوْنِ اِسْمُہٗ کَاھِنًا اس کا حوالہ دو۔

ب۔مرزا صاحب نے ایسے شخص کو نبی کہا جس کا قرآن میں نام نہیں۔

الجواب:۔(ا) یہ حدیث تاریخ ہمدان دیلمی باب الکاف میں ہے۔

(ب) قرآن مجید میں ہے ۱۔’’وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا‘‘ (النحل:۳۷) کہ ہم نے ہر قوم میں نبی بھیجے ہیں۔

۲۔وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ (فاطر:۲۵)

۳۔ وَلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ (الرعد:۸)

پس ان آیات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نزولِ قرآن مجید کے قبل بھی ہندوستان میں کوئی نبی ہو چکا ہے۔

(ج) باقی رہا ان کو نبی قرار دینا جس کا نام قرآن مجید میں بطور نبی نہ لکھا ہوا ہو تو آپ ہی کے علماء نے مندرجہ ذیل بزرگوں کو نبی کیسے قرار دیا۔

۱۔ذوالقرنین نبی تھا۔(تفسیر کبیر امام رازی زیر آیت وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ۔الکھف:۸۳) حالانکہ قرآن مجید میں کہیں نہیں لکھا کہ ذوالقرنین نبی تھا۔

۲۔خضر(تفسیر کبیر زیر آیت مَاکُنَّا نَبْغِ۔ الکھف:۶۵) حالانکہ قرآن مجید میں خضر کا نام تک نہیں۔

۳۔لقمان(ابن جریر زیر آیت وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ۔ لقمان:۱۳)

۴۔’’فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ‘‘ والی آیت سورۃ یٰسین کے متعلق مفسرین نے (خصوصاً حضرت ابن عباسؓ نے)(۱) یوحنا (۲) پولوس (۳) شمعون کو ’’ھُمْ رُسُلُ اللّٰہِ‘‘ کہا ہے۔(روح المعانی زیر آیت فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ۔یٰسٓ:۱۵)

۵۔خالد بن سنان نبی تھا(جمل لابی بقاء جلد ۱ صفحہ ۴۹۹ و تفسیر حسینی جلد ۱ صفحہ ۱۲۹)

۶۔نیز مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے بھی کرشن کو نبی مانا ہے۔

(دیکھو دھرم پرچار صفحہ ۸ و مباحثہ شاہجہان پور صفحہ ۳۱)

۱۸۔ایں مشت خاک را گرنہ بخشم چہ کنم

مرزا صاحب نے لکھا ہے(البدر جلد ا نمبر ۱۰ مورخہ ۲ رجنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۷۷) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فارسی زبان میں مندرجہ بالا الہام ہوا۔اس کا حوالہ دو؟

جواب:۔ یہ حدیث کتاب کوثر النبیؐ باب الفاء میں ہے جو قادیان کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ باقی رہا نبی کو غیر زبان میں الہام ہونا۔تو اس کا جواب بالتفصیل الہامات پر اعتراضات کے جوابات میں گزر چکا ہے۔

۱۹۔طاعون کے وقت شہر سے نکلنا

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ حدیث میں ہے جس شہر میں وبا ہو۔اس شہر کے لوگ بلا توقف شہر سے باہر نکل آئیں۔ (ریویو جلد ۶ نمبر ۹ ماہ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳۶۵)

جواب:۔(الف) ''یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ ھٰذَا الطَّاعُوْنَ رِجْسٌ فَتَفَرَّقُوْا عَنْہُ فِی الشِّعَابِ''. اے لوگو! یہ طاعون نہایت خبیث ہے۔پس تم گھاٹیوں اور میدانوں میں پھیل جاؤ۔

(قول عمرو بن عبسہ کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۲۴ بڑی تختی والی،مسند احمد بن حنبل حدیث شرجیل بن مسنہ حدیث ۱۷۷۵۳)

(ب) قرآن مجید میں ہے۔ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا (ق:۱۲) پس شہر یا گاؤں کی ملحقہ زمینیں شہر ہی میں شامل ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو منع فرمایا ہے۔وہ شہر سے باہر نکلنے سے ہے۔اس امر سے منع نہیں فرمایا کہ شہر یا گاؤں کی ملحقہ اراضیات میں بھی نہ جایا جائے۔

۲۰۔چاند و سورج کو دو دفعہ گرہن

حضرت مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۵ طبع اول میں لکھا ہے کہ حدیث میں ہے کہ مہدی کے وقت میں کسوف خسوف رمضان دو دفعہ ہوگا۔چنانچہ امریکہ اور ہندوستان میں دو دفعہ یہ کسوف خسوف ہوا۔جو میری صداقت کی دلیل ہے۔حدیث و کتاب کا حوالہ دو جہاں دو مرتبہ خسوف کا ذکر ہو۔

الجواب:۔ اس کے حوالہ کے لیے دیکھو حجج الکرامۃ از نواب صدیق حسن خان صاحب مطبع شاہجہانی بھوپالی صفحہ ۳۴۴۔

''پیش ازیں کہ ماہ رمضان گزشتہ باشد۔دودے دو کسوف شمس وقمر شدہ باشد۔انتہیٰ و در اشاعت گفتہ دوبار در رمضان خسوف قمر شود''

وَكَمْ نَدِمْتَ عَلٰى مَا كُنْتَ قُلْتَ بِهٖ
وَمَا نَدِمْتَ عَلٰى مَا لَمْ تَكُنْ تَقُلٖ

۲۱۔معیارِطہارت

حضرت مرزا صاحب نے اپنے ایک مکتوب محررہ ۲۵ر نومبر ۱۹۰۳ء میں جو الفضل ۲۲ر فروری ۱۹۲۴ء صفحہ ۹ میں شائع ہوا صحابہؓ کے متعلق لکھا ہے کہ ''اگر کپڑے پر منی گرتی تھی تو خشک ہونے کے بعد اس کو جھاڑ دیتے تھے......ایسے کنواں سے پانی پیتے تھے جس میں حیض کے لتے پڑتے تھے...... عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے حالانکہ مشہور تھا کہ سؤر کی چربی اس میں پڑتی ہے......کسی مرض کے وقت میں اونٹ کا پیشاب بھی پی لیتے تھے۔(اخبار الفضل قادیان ۲۲ر فروری ۱۹۲۴ء صفحہ ۹) ان امور کا ثبوت دو؟

جواب:۔ یہ سب امور حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ ثابت کرنے کے لیے تحریر فرمائے ہیں کہ محض شک اور شبہ کی بناء پر آدمی کو غسل کرنے اور کپڑے دھونے کا وہم نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام اسی خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''اسی طرح شک وشبہ میں پڑنا بہت منع ہے۔شیطان کا کام ہے جو ایسے وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔ ہرگز وسوسہ میں نہیں پڑنا چاہیے گناہ ہے اور یاد رہے کہ شک کے ساتھ غسل واجب نہیں ہوتا اور نہ صرف شک سے کوئی چیز پلید ہو سکتی ہے۔......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ وہمیوں کی طرح ہر وقت کپڑا صاف نہیں کرتے تھے''۔(اخبار الفضل قادیان ۲۲ر فروری ۱۹۲۴ء صفحہ ۹)

اس کے بعد آپ نے وہ مثالیں درج فرمائی ہیں جن کا حوالہ معترض نے دیا ہے۔ باقی رہا ان امور کا جن کا حضورؑ نے ذکر فرمایا ثبوت۔تو سنو:۔

۱۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی سمجھے کہ اسے رات کو احتلام ہوا تھا مگر تری نہ دیکھے تو اسے غسل کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر غسل نہیں ہے۔(منتقٰی لابن تیمیہ صفحہ ۱۳۸ طبع اولیٰ مطبع رحمانیہ بمصر)

۲۔ ''كُنْتُ اُفْرِكُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَابِسًا'' (منتقٰی لابن تیمیہ صفحہ ۲۸ باب ماجاء فی المنی طبع اولیٰ مطبع رحمانیہ بمصر) یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پر سے خشک شدہ منی کھرچ دیتی تھی۔

۳۔حضرت ابوسعید الخدریؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا ہم بئر بضاعة

کے پانی سے وضو کرلیا کریں۔تو حضور صلعم نے فرمایا اَلْـمَـاءُ طَهُـوْرٌ لَا یُنَجِّسُهٗ شَیْءٌ کہ یہ پانی پاک ہے پلید نہیں۔پس بے شک وضو کرلیا کرو۔حالانکہ وہیں پر لکھا ہے:۔

''هِـیَ بِئْرٌ تُلْقٰی فِیْهَا الْحِیَضُ وَلُحُوْمُ الْكِلَابِ'' کہ یہ وہ کنواں تھا جس میں خون حیض اور کتوں کا گوشت پڑتا تھا۔وہیں پر ابوداؤد کی روایت کے حوالہ سے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کنوئیں کا پانی صحابہؓ پی بھی لیا کرتے تھے۔(منتقٰی مؤلفہ ابن تیمیہ صفحہ ۱۴ باب حكم الماء اذا لاقته النجاسة طبع اولیٰ مطبع رحمانیہ بمصر)

۴۔عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھانے میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔''وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ''(المائدة) کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاتھ کا یا ان کا بنا ہوا کھانا حلال ہے۔باقی رہا اس کے متعلق یہ مشہور ہونا کہ اس میں سؤر کی چربی ہوتی تھی۔تو اس کے متعلق حضرت اقدس علیہ السلام کا مکمل فقرہ یوں ہے:۔

''عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے حالانکہ مشہور تھا کہ اس میں سؤر کی چربی پڑتی ہے اصول یہ تھا کہ جب تک یقین نہ ہو ہر ایک چیز پاک ہے۔محض شک سے کوئی چیز پلید نہیں ہو جاتی''۔

(اخبار الفضل قادیان ۲۲ر فروری ۱۹۲۴ء صفحہ ۹ مکتوب محررہ ۲۵ر نومبر ۱۹۰۳ء)

پس یہ کہنا کہ اس پنیر میں فی الواقعہ سؤر کی چربی ہوتی تھی حضرت اقدس علیہ السلام پر افتراء ہے حضرت اقدسؑ نے تو یہ فرمایا ہے کہ بات غلط طور پر لوگ مشہور کرتے ہیں مگر چونکہ یہ بات غلط تھی اور صحابہؓ کے علم کے رو سے بھی اس پنیر میں سؤر کی چربی نہ ہوتی تھی۔اس لیے وہ اس کو استعمال کر لیتے تھے۔ غرضیکہ اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔اور صحابہؓ کا یہ فعل قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت کے عین مطابق تھا لیکن ممکن ہے کہ معترض کی تسلی بغیر حوالے کے نہ ہو۔اس لیے مندرجہ ذیل حوالجات ملاحظہ ہوں:۔

ا۔''وَجُوْخٌ اِشْتَهَرَ عَمَلُهٗ بِشَحْمِ الْخِنْزِیْرِ وَ جُبْنٌ شَامِیٌّ اِشْتَهَرَ عَمَلُهٗ بِالْفَحْتِ الْـخِـنْـزِیْرِ وَقَدْ جَآءَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جُبْنَةٌ مِنْ عِنْدِهِمْ فَاَكَلَ مِنْهَا وَلَمْ یَسْئَلْ عَنْ ذَالِكَ. ذَكَرَهٗ شَیْخُنَا فِی شَرْحِ الْمِنْهَاجِ''.

(فتح العین شرح قرۃ العین مصنفہ علامہ شیخ زین الدین بن عبدالعزیز مطبوعہ ۱۳۱۱ھ صفحہ ۱۴ باب الصلوٰۃ)

ب۔جوخ جو مشہور ہے بنانا اس کا ساتھ چربی سؤر کے اور پنیر شام کا جو مشہور ہے بنانا اس کا ساتھ مایۂ سؤر کے اور آیا جناب سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پنیر ان کے پاس سے۔پس کھایا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اور نہ پوچھا اس سے۔‘‘

(رسالہ اظہار حق در باب ’’جواز طعام اہل کتاب‘‘ شائع کردہ خان احمد شاہ صاحب قائمقام اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہوشیار پور مطبوعہ مطبع اتالیق ہند لاہور صفحہ ۱۶ جس پر مولوی سید نذیر حسین دہلوی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی۔ مولوی عبد الحکیم کلانوری، مولوی غلام علی قصوری اور دیگر علماء ہند کے دستخط ومواہیر ثبت ہیں مطبوعہ ۱۸۷۵ء)

۵۔ حضرت ام قبیس بنت محض اپنا ایک شیر خوار بچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائیں۔ بچہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ لکھا ہے کہ **فَدَعَا بِمَآءٍ فَنَضَحَهُ عَلَيْهِ وَ لَمْ يَغْسِلْهُ** ۔ (منتقیٰ مؤلفہ ابن تیمیہ صفحہ ۲۳) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا اور اپنے کپڑے پر اس کا چھینٹا دیا مگر کپڑے کو نہ دھویا۔

۶۔ عکل یا عرینہ کے چند مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے مدینہ میں بباعث ناموافقت آب وہوا وہ بیمار ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اونٹوں کا پیشاب اور اونٹنیوں کا دودھ پینے کا حکم دیا۔‘‘ (منتقیٰ مؤلفہ ابن تیمیہ صفحہ ۲۵)

غرضیکہ حضرت اقدس علیہ السلام نے جو اس ضمن میں تحریر فرمایا ہے۔ اس میں کسی شک وشبہ کی یا اعتراض کی گنجائش نہیں۔

۲۲۔ تورات کے چار سو نبی

اعتراض:۔ حضرت مرزا صاحب نے ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۶۲۹ طبع اوّل میں لکھا ہے کہ تورات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ چار سو نبیوں کو شیطانی الہام ہوا تھا۔ ا۔ سلاطین باب ۲۲ آیت ۶ تا ۱۹۔ تورات میں ہر گز یہ نہیں لکھا۔ بلکہ وہاں تو یہ لکھا ہے کہ وہ بعل بت کے پجاری تھے۔

(ا۔ سلاطین باب ۱۶ آیت ۳۱، ۲۔ سلاطین باب ۱۰ آیت ۱۹)

الجواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جن چار سو نبیوں کا ذکر فرمایا ہے وہ جھوٹے نبی نہیں تھے۔ اور نہ وہ بعل بت کے پجاری تھے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود تورات کا حوالہ دیا ہے۔

’’مجموعہ توریت میں سے سلاطین اول باب ۲۲ آیت ۱۹ میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارہ میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی۔‘‘

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۳۹)

مگر جو جھوٹے نبی بعل بت کے پجاری تھے ان کا ذکر باب ۲۲ میں نہیں بلکہ ۱۶ میں ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حوالہ باب ۲۲ کا دیا ہے۔ نہ کہ باب ۱۶ کا۔

۲۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا ہے:۔

''بائبل میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ چار سو نبی کو شیطانی الہام ہوا تھا...... اور ایک پیغمبر جس کو حضرت جبرائیل سے الہام ملا تھا...... سو یہ خبر سچی نکلی مگر اس چار سو نبی کی پیشگوئی جھوٹی ظاہر ہوئی۔''

(ضرورۃ الامام۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۴۸۸)

اور یہ سب کچھ ا۔ سلاطین باب ۲۲ آیت ۵ تا ۲۸ میں لکھا ہوا موجود ہے اور یہوسفط نے شاہِ اسرائیل سے کہا۔ آج کے دن خداوند (نہ کہ بعل۔ خادم) کی مرضی الہام سے دریافت کیجئے۔ تب شاہِ اسرائیل نے اس روز نبیوں کو جو چار سو کے قریب تھے اکٹھا کیا۔ اور ان سے پوچھا۔ پھر یہوسفط بولا۔ ان کے سوا خداوند کا کوئی نبی ہے؟ (اس کے بعد لکھا ہے کہ میکایاہ نبی کو بلایا گیا۔ خادم) اس نے (میکایاہ نے) جواب میں کہا...... دیکھ خداوند تیرے نے ان سب نبیوں کے منہ میں جھوٹی روح ڈالی ہے اور خداوند ہی نے تیری بابت (مجھ کو) خبر دی ہے۔'' (ا۔ سلاطین باب ۲۲)

غرض باب ۲۲ والے نبی بعل والے نبی نہیں ہیں۔ بعل والے نبیوں کا ذکر باب ۱۶ میں الگ طور پر درج ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کا ذکر نہیں فرمایا اور ان کی تعداد چار سو نہیں بلکہ چار سو پچاس تھی۔ (ا۔ سلاطین ۱۸/۲۲) پس حضرت اقدس علیہ السلام نے ان کا ذکر نہیں فرمایا۔

۳۔ جہاں تک حوالہ کا تعلق تھا وہ گذر چکا، لیکن ہمیں حیرت ہے کہ تورات کے ان نبیوں پر شیطانی الہام کے ذکر سے تم اتنا کیوں چمکتے ہو جبکہ تم ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی مانتے ہو کہ ایک دفعہ آپؐ کو بھی شیطانی الہام ہو گیا تھا (نعوذ باللہ)

(دیکھو جلالین مجتبائی صفحہ ۲۸۲ و زرقانی شرح مواہب الدنیہ جلد ۱ صفحہ ۳۴۰ مفصل بحث کے لیے دیکھو پاکٹ بک ہذا مضمون حضرات انبیاء علیہم السلام پر غیر احمدی علماء کے بہتانات'' آخری حصہ)

۲۳۔ وعدہ خلافی

مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کا اشتہار دیا۔ لوگوں سے روپے لیے کہ تین سو دلائل (براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۵) لکھوں گا مگر سب روپے کھا گئے اور دلائل شائع نہ کئے جس سے قومی نقصان ہوا اور وعدہ خلافی بھی۔

الجواب:۔اس اعتراض کے تین حصے ہیں۔

(۱)وعدہ خلافی۔(۲)روپیہ۔(۳)قومی نقصان۔

یعنی اگر وہ دلائل شائع ہوتے تو ان سے بہت فائدہ پہنچتا۔سو وعدہ خلافی کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا ارادہ تو فی الواقع تین سو دلائل براہین احمدیہ نامی کتاب ہی میں لکھنے کا تھا مگر ابھی چار حصے ہی لکھنے پائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مامور فرما دیا اور اس سے زیادہ عظیم الشان کام کی طرف متوجہ کر دیا۔اس لیے حضورؑ کو مجبوراً براہین احمدیہ کی تالیف کا کام چھوڑنا پڑا اور یہ بات اہل اسلام کے ہاں مسلم ہے کہ حالات کے تبدیل ہونے کے ساتھ وعدہ بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن مردوں اور مومن عورتوں کے ساتھ جنت کا وعدہ کرتا ہے۔ اب اگر ایک مومن مرتد ہو جائے تو گو پہلے خدا کا اس کے ساتھ وعدہ جنت کا تھا مگر اب وہ دوزخ کے وعدہ کا مستحق ہو جائے گا۔اسی طرح اگر ایک ہندو بعد میں مسلمان ہو جائے تو گو اس کے ساتھ پہلے وعدہ جہنم کا تھا۔مگر اب تبدیلی حالات کی وجہ سے وہ جنت کا مستحق بن جائے گا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تبدیلی حالات کا ذکر براہین احمدیہ حصہ چہارم کے ٹائیٹل پیج کے آخری صفحہ پر زیر عنوان ''ہم اور ہماری کتاب'' فرمایا ہے۔

۲۔حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات آنے کا وعدہ کر گئے مگر حسب وعدہ نہ آئے۔دوسرے دن جب آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا۔''**لَقَدْ كُنْتَ وَعَدْتَنِیْ اَنْ تَلْقَانِیْ فِی الْبَارِحَةِ قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا صُوْرَةٌ.**''(مشکوة کتاب اللباس باب التصویر الفصل الاوّل)

کہ آپ تو کل آنے کا وعدہ کر گئے تھے۔انہوں نے جواب دیا کہ ہاں وعدہ تو کر گئے تھے مگر ہم ایسے مکان میں داخل نہیں ہوا کرتے جس میں کتا یا صورت ہو۔

۳. عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لِقُرَيْشٍ اِسْأَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ وَ عَنْ اَصْحَابِ الْكَهْفِ وَذِی الْقَرْنَيْنِ فَسَئَلُوْهُ فَقَالَ اِيْتُوْنِیْ غَدًا اُخْبِرُكُمْ وَلَمْ يَسْتَثْنِ فَاَبْطَاَ عَنْهُ الْوَحْیُ بِضْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا حَتّٰى شَقَّ عَلَيْهِ وَ كَذَّبَتْهُ قُرَيْشٌ.''

(تفسیر کمالین بر حاشیہ جلالین زیر آیت وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ بنی اسرائیل:۸۵)

مجاھد سے روایت ہے کہ ایک دفعہ یہودیوں نے قریش سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے روح، اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کرو۔ پس انہوں نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا۔کل آنا۔ میں تم کو بتاؤں گا اس میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی استثناء نہ کی۔یعنی آپ نے انشاء اللہ بھی نہ فرمایا۔پس آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً عشرہ تک وحی رُکی رہی۔ یہاں تک کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ امر شاق گذرا۔اور آنخضرت صلعم کو قریش نے جھوٹا آدمی قرار دیا۔(نعوذ باللہ)

دوسرا سوال براہین احمدیہ کا روپیہ:۔اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ اعلان پڑھو:۔

''ایسے لوگ جو آئندہ کسی وقت جلد یا بدیر اپنے روپیہ کو یاد کر کے اس عاجز کی نسبت کچھ شکوہ کرنے کو تیار ہیں۔ یا ان کے دل میں بھی بدظنی پیدا ہوسکتی ہے۔ وہ براہِ مہربانی اپنے ارادہ سے مجھ کو بذریعہ خط مطلع فرمادیں اور میں ان کا روپیہ واپس کرنے کے لئے یہ انتظام کروں گا کہ ایسے شہر میں یا ان کے قریب اپنے دوستوں میں سے کسی کو مقرر کردوں گا کہ تا چاروں حصے کتاب کے لے کر روپیہ ان کے حوالے کرے اور میں ایسے صاحبوں کی بدزبانی اور بدگوئی اور دشنام دہی کو بھی محض للہ بخشتا ہوں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی میرے لئے قیامت میں پکڑا جائے اور اگر ایسی صورت ہو کہ خریدار کتب فوت ہوگیا ہو اور وارثوں کو کتاب بھی نہ ملی ہو۔تو چاہیے کہ وارث چار معتبر مسلمانوں کی تصدیق خط میں لکھوا کر کہ اصلی وارث وہی ہے، وہ خط میری طرف بھیج دے۔تو بعد اطمینان وہ روپیہ بھی بھیج دیا جائے گا۔'' (تبلیغ رسالت جلد۳ صفحہ ۳۵، ۳۶ نیز دیکھو اربعین نمبر۴ صفحہ ۲۸ پر حضرت اقدسؑ کا عام اشتہار و تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۷۷ اشتہار یکم مئی ۱۸۹۳ء و کتاب ایام الصلح صفحہ ۱۷۳) اس بات کا ثبوت کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محض اعلان پر ہی اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ اس کے مطابق عملی طور پر روپیہ واپس بھی کیا دشمنِ سلسلہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان کا مندرجہ ذیل معاندانہ بیان ہے:۔

''پوری قیمت وصول کر کے اور سوا سو آدمیوں کو قیمت واپس دے کر کل کی طرف سے اپنے آپ کو فارغ البال سمجھا جائے۔'' (الذکر الحکیم نمبر۶ عرف کانا دجال صفحہ ۴۰ آخری سطر)

گویا شدید سے شدید دشمن بھی تسلیم کرتا ہے کہ قیمت واپس دی گئی گو وہ اپنے دجالانہ فریب سے حق کو چھپانے کی کوشش کررہا ہے تاہم حق بات اس کے قلم سے نکل گئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:۔

''پس جن لوگوں نے قیمتیں دی تھیں اکثر نے گالیاں بھی دیں اور اپنی قیمت بھی واپس لی۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔روحانی خزائن جلد۲۱صفحہ۹)

۲۔''ہم نے ...... دومرتبہ اشتہار دے دیا کہ جو شخص براہین احمدیہ کی قیمت واپس لینا چاہے وہ ہماری کتابیں ہمارے حوالے کرے اور اپنی قیمت لے لے۔چنانچہ وہ تمام لوگ جو اس قسم کی جہالت اپنے اندر رکھتے تھے انہوں نے کتابیں بھیج دیں اور قیمت واپس لے لی۔اور بعض نے کتابوں کو بہت خراب کر کے بھیجا مگر پھر بھی ہم نے قیمت دے دی......خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ایسے دنی الطبع لوگوں سے خدا تعالیٰ نے ہم کو فراغت بخشی۔'' (تبلیغ رسالت جلد۷صفحہ۷۸وایام الصلح روحانی خزائن جلد۱۴صفحہ۴۲۲)

باقی رہا تیسرا سوال کہ تین سو دلائل لکھتے تو اسلام کو فائدہ ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ براہین احمدیہ کے پہلے چار حصوں میں حضرت اقدس علیہ السلام نے اسلام کی صداقت پر دو قسم کے دلائل دیئے ہیں۔

۱۔اعلیٰ تعلیمات ۲۔زندہ معجزات

اور حقیقت یہ ہے کہ یہی دونوں ہزارہا دلائل پر حاوی ہیں۔چنانچہ خود حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے:۔

''میں نے پہلے ارادہ کیا تھا کہ اثبات حقیقت اسلام کے لئے تین سو دلیل براہین احمدیہ میں لکھوں لیکن جب میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ دو قسم کے دلائل ہزارہا نشانوں کے قائمقام ہیں۔پس خدا نے میرے دل کو اس ارادہ سے پھیر دیا۔اور مذکورہ بالا دلائل کے لکھنے کے لئے مجھے شرح صدر عنایت کیا۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم۔روحانی خزائن جلد۲۱صفحہ۶)

نیز حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی متعدد کتب میں جو اَسّی (۸۰) سے بھی زیادہ ہیں ان میں صداقت اسلام کے تین سو سے بھی زائد دلائل بیان فرما دیئے ہیں۔اگر غیر احمدی علماء مقابل پر آئیں تو ہم ان کتابوں میں سے وہ دلائل نکال کر دکھا سکتے ہیں۔

۲۴۔پانچ (۵۰) پچاس (۵۰) کے برابر

مرزا صاحب نے براہین احمدیہ حصہ پنجم۔روحانی خزائن جلد۲۱صفحہ۹ پر لکھا ہے کہ میں نے براہین احمدیہ کے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔مگر اب صرف پانچ ہی لکھتا ہوں۔پانچ بھی پچاس ہی کے برابر ہیں۔صرف ایک نقطے کا فرق ہے۔

جواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو پانچ کو پچاس کے برابر قرار دیا ہے تو یہ حساب اپنی طرف سے نہیں لگایا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کا بتایا ہوا حساب ہے۔ اگر اعتبار نہ ہو تو بخاری کی یہ حدیث پڑھو۔ ’’فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَ هِيَ خَمْسُوْنَ‘‘ (بخاری کتاب الصلوٰۃ باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء) کہ معراج کی رات جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے پچاس نمازوں میں تخفیف کرانے کے لیے آخری مرتبہ اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوئے تو خدا تعالیٰ نے فرمایا ’’لیجیے یہ پانچ! یہ پچاس ہیں۔‘‘

اور مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ میں حدیث معراج کے یہ الفاظ ہیں:۔

’’قَالَ هٰذِهٖ خَمْسُ صَلٰوةٍ لِكُلِّ وَاحِدٍ عَشْرٌ فَهٰذِهٖ خَمْسُوْنَ صَلٰوةً‘‘ (مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ حدیث معراج) کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا یہ پانچ نمازیں ہیں۔ ہر ایک دس کے برابر ہے۔ پس یہ پچاس نمازیں ہو گئیں۔ فلا اعتراض۔

۲۵۔ مبالغہ کا الزام

مرزا صاحب نے مبالغے کئے ہیں۔ لکھا ہے کہ میرے شائع کردہ اشتہارات ساٹھ ہزار کے قریب ہیں۔ (اربعین نمبر۳۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۱۸) اور میری کتابیں پچاس الماریوں میں سما سکتی ہیں؟ (تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۵)

جواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اربعین نمبر۳۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۱۸ کی محولہ عبارت میں یہ نہیں لکھا کہ میں نے ساٹھ ہزار اشتہار تحریر یا تصنیف کیا ہے۔ بلکہ لکھا ہے کہ ’’شائع‘‘ کیا ہے جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ اربعین کی تحریر (۱۹۰۰ء) تک جس قدر اشتہارات حضور علیہ السلام نے شائع فرمائے تھے ان کی ’’مجموعی تعداد اشاعت‘‘ ساٹھ ہزار کے قریب تھی۔ جو درست ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کل اشتہارات جو میر قاسم علی صاحب کو دستیاب ہو سکے وہ ۲۶۱ ہیں۔ میر صاحب نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ تبلیغ رسالت میں مطبوعہ اشتہارات کے سوا اور کوئی اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شائع کردہ نہیں۔ ان مطبوعہ اشتہارات میں سے اکثر اشتہارات کی ’’تعداد اشاعت‘‘ سات سات سو ہے۔ جیسا کہ ان میں سے بعض اشتہارات کے آخر میں درج ہے۔

(تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۵۰، صفحہ ۷۰ وجلد ۸ صفحہ ۳۸، صفحہ ۴۶ جلد ۱۰ صفحہ ۸)

بعض اشتہارات کی تعداد اشاعت چھ ہزار بھی ہے (تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۸۲) اور بعض کی

تین ہزار (جلد۸صفحہ۸۸) اور بعض کی دو ہزار (جلد۷صفحہ۴۸) اور بعض کی چودہ صد (جلد۷صفحہ۵۵) اور بعض کی ایک ہزار بھی ہے (جلد۷صفحہ۸۸وجلد۸صفحہ۸۲)

غرضیکہ ’’تعداد اشاعت‘‘ اشتہارات کی مختلف ہے۔ اگر فی اشتہار تین صد اوسط سمجھ لی جائے اور اس حساب سے تبلیغ رسالت میں مجموعہ ۲۶۱ اشتہارات کی تعداد اشاعت ۸۳۰۰ ۷ بنتی ہے اور اربعین ۱۵؍دسمبر ۱۹۰۰ء تک ۲۲۶ اشتہارات کی تعداد اشاعت ۶۷۸۰۰ بنتی ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ’’ساٹھ ہزار‘‘ کے قریب قرار دیا ہے۔

اسی طرح اپنی کتب کی تصنیف کے لحاظ سے تعداد حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمہاری محولہ تریاق القلوب صفحہ ۱۵ کی عبارت میں نہیں بتائی۔ بلکہ حضور علیہ السلام نے اپنے رسائل اور کتب کی اشاعت کے لحاظ سے تعداد مدنظر رکھ کر تحریر فرمایا ہے کہ

’’اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔‘‘

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۵)

اور یہ درست ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیف کردہ کتب کی تعداد خود مصنف محمدیہ پاکٹ بک نے بھی اَسّی تسلیم کی ہے۔ جن میں سے براہین احمدیہ۔ تحفہ گولڑویہ۔ ازالہ اوہام۔ آئینہ کمالات اسلام۔ حقیقۃ الوحی۔ چشمۂ معرفت جیسی ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ جن کی تعداد اشاعت ۲۹۰۰ (نزول المسیح) تذکرۃ الشہادتین ۸۰۰۔ تریاق القلوب ۷۰۰۔ ایام الصلح ۷۰۰۔ اربعین ۷۰۰۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم ۱۶۰۰ وغیرہ ہیں۔ پس ان کتب کے جملہ نسخوں کو اگر الماریوں میں رکھا جائے تو پچاس سے زائد الماریاں بھر سکتی ہیں۔ لہٰذا کوئی مبالغہ نہیں۔

اسی طرح اپنے نشانات کی تعداد کے بارے میں جو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات ہیں۔ ان میں بھی کوئی مبالغہ نہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو اپنے نشانات کی تعداد دس لاکھ قرار دی ہے اس کی تشریح بھی خود ہی فرمائی ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’یہ سات قسم کے نشان ہیں جن میں سے ہر ایک نشان ہزار ہا نشانوں کا جامع ہے۔ مثلاً یہ پیشگوئی کہ یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ جس کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک جگہ سے اور دور دراز ملکوں سے نقد اور جنس کی امداد آئے گی اور خطوط بھی آئیں گے۔ اب اس صورت میں ہر ایک جگہ سے جواب تک کوئی روپیہ آتا ہے یا پارچات اور دوسرے ہدیے آتے ہیں یہ سب بجائے خود ایک ایک نشان ہیں کیونکہ ایسے

وقت میں ان باتوں کی خبر دی گئی تھی جبکہ انسانی عقل اس کثرتِ مدد کو دُور از قیاس ومحال سمجھتی تھی ۔
ایسا ہی یہ دوسری پیشگوئی یعنی یَـأْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْق ......اس زمانہ میں یہ پیشگوئی بھی پوری ہوگئی چنانچہ اب تک کئی لاکھ انسان قادیان میں آ چکے ہیں اور اگر خطوط بھی اس کے ساتھ شامل کئے جائیں......تو شاید یہ اندازہ کروڑ تک پہنچ جائے گا مگر ہم صرف مالی مدد اور بیعت کنندوں کی آمد پر کفایت کر کے ان نشانوں کو تخمیناً دس لاکھ نشان قرار دیتے ہیں ۔ بے حیا انسان کی زبان کو قابو میں لانا تو کسی نبی کے لئے ممکن نہیں ہوا ۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۷۵)

پس نشانات کی تعداد کے متعلق حضور علیہ السلام کی تحریرات میں مختلف طریق سے اندازہ لگایا گیا ہے مبالغہ نہیں ہے ۔

اسی طرح کشتی نوح کی محولہ عبارت کہ

’’دیکھو زمین پر ہر روز خدا کے حکم سے ایک ساعت میں کروڑ ہا انسان مر جاتے ہیں ۔‘‘

(کشتی نوح ۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۴۱)

یہ محاورۂ زبان ہے جو کثرت کے اظہار کے لئے استعمال کیا جاتا ہے ۔ گنتی کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا ۔ تمہارے جیسا عقلمند تو قرآن مجید کی آیت ’’مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى ‘‘ پڑھ کر ان اندھوں کے لئے ’’سرمۂ تریاق چشم‘‘ تجویز کرنے بیٹھ جائے گا ۔ یا کفار کے لیے ’’شَرُّ الْبَرِيَّةِ ‘‘ (البینة: ۷) کا لفظ دیکھ کر ان کے فی الواقعہ جانور ہونے کا تصور کر لے گا ؟

یہ تو تھا حقیقی جواب ۔ لیکن ذرا یہ تو بتاؤ کہ ’’لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ‘‘ (بخاری کتاب الرقاق باب الصحة و الفراغ) کے کیا معنے ہیں ؟ کیا تم اور تمہارے سب لواحقین مردہ ہو ؟ کیا دنیا کے جملہ انسانوں میں سے ایک بھی زندہ نہیں ہے ؟ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ یہ زندگی ہی نہیں ہے ۔

پھر ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : اَ لْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ (مسند احمد بن حنبل مسند انس بن مالک جلد ۴ صفحہ ۲۹ حدیث نمبر ۱۲۴۸۹ مطبع دار الاحیاء التراث بیروت لبنان) کہ امام اور امیر کے لئے قریشی النسل ہونا ضروری ہے ۔ پھر فرمایا : ۔

’’لَا يَزَالُ هٰذَا الْاَمْرُ فِيْ هٰذِ الْحَيِّ مِنْ قُرَيْشٍ .‘‘ (بخاری کتاب الاحکام باب

الامراء من قریش) یعنی امیر کا قریشی ہونا ضروری ہے۔

مگر دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

''اِسۡمَعُوۡا وَاَطِیۡعُوۡا وَاِنِ اسۡتُعۡمِلَ عَلَیۡکُمۡ عَبۡدٌ حَبۡشِیٌّ۔''

(بخاری کتاب الاحکام باب السمع و الطاعة للامام)

سوان ہردو اقوال کونقل کر کے ابن خلدون لکھتا ہے:۔

''قَوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِسۡمَعُوۡا وَاَطِیۡعُوۡا وَاِنۡ وُلِّیَ عَلَیۡکُمۡ عَبۡدٌ حَبۡشِیٌّ ذُوۡ زَبِیۡبَۃٍ وَھٰذَا لَا تَقُوۡمُ بِہٖ حُجَّۃٌ فِیۡ ذَالِکَ فَاِنَّہٗ خَرَجَ مَخۡرَجَ التَّمۡثِیۡلِ وَالۡفَرۡضِ لِلۡمُبَالِغَۃِ فِیۡ اِیۡجَابِ السَّمۡعِ وَالطَّاعَۃِ۔''

(مقدمہ ابن خلدون مصری صفحہ ۱۶۲ افصل الخامس و العشرون فی معنی الخلافة و الامامة)

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ اگر تم پر کوئی حبشی بھی حکمران بنایا جائے تو تم پر فرض ہے کہ تم اس کی اطاعت کرو۔ اس امر کی حجت نہیں ہوسکتا کہ امیر کے لئے قریشی النسل ہونا ضروری نہیں کیونکہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اطاعت اور فرمانبرداری پر زور دینے کے لئے تمثیل اور مبالغہ سے کام لیا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ کسی چیز پر زور دینے کے لئے مبالغہ سنت نبویؐ ہے۔ پس تمہارا اعتراض باطل ہوگیا۔

تمہارے جیسا معترض تو شاید قرآن مجید کی آیت ''وَلَا یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّۃَ حَتّٰی یَلِجَ الۡجَمَلُ فِیۡ سَمِّ الۡخِیَاطِ (الاعراف:۴۱) کو پڑھ کر ایسی سوئی کی تلاش میں نکل کھڑا ہو کہ جس کے ناکے میں سے اونٹ گزر سکے اور نہ مل سکنے پر قرآن مجید پر مبالغہ آمیزی کا الزام لگانے لگ جائے۔

اسی طرح حدیث شریف ''مَنۡ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الۡجَنَّۃَ'' (مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعًا) اور دوسری مثالیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔

۲۶۔ تناقضات

اعتراض:۔ حضرت مرزا صاحب کے اقوال میں تناقض ہے؟

جواب:۔ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے اقوال میں کوئی تناقض نہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ نبی پہلے ایک بات اپنی طرف سے کہے۔ مگر اس کے بعد خدا تعالیٰ اس کو بتادے کہ یہ بات غلط ہے اور

درست اس طرح ہے۔ تو دوسرا قول نبی کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہوگا۔ لہٰذا تناقض نہ ہوا۔ تناقض کے لئے ضروری ہے کہ ایک ہی شخص کے اپنے دو اقوال میں تضاد ہو۔

۲۔ قرآن مجید میں ہے:۔

''لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا'' (النساء:۸۳)

کہ اگر یہ خدا تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا۔ بلکہ خدا کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا۔ تو اس میں اختلاف ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ کلام اللہ کے سوا باقی سب کے کلام میں اختلاف ہونا چاہیے۔

نبی بھی انسان ہے اور وہ بھی رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا (طٰہٰ:۱۱۵) کی دعا کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی کہ اے اللہ! میرا علم بڑھا۔ پس جو کلام نبی خدا کے بتائے ہوئے علم سے پہلے کرے گا وہ ہوسکتا ہے کہ اس کلام کے مخالف ہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے دیا جائے۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کا قول قرآن مجید میں ہے کہ:۔

اِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي (ہود:۴۶) کہ یقیناً میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے۔

مگر خدا تعالیٰ نے فرمایا:۔

اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ (سورۃ ہود:۴۷) کہ وہ یقیناً آپ کے اہل میں سے نہیں ہے۔

اب اس وحی الٰہی کے بعد اگر حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کو اہل میں شمار نہ کریں (جیسا کہ واقعہ ہے) تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ پہلا قول حضرت نوح علیہ السلام کا اپنا خیال تھا۔ مگر دوسرا قول خدا کے بتائے ہوئے علم کی بناء پر ہے ہاں الہام الٰہی میں اختلاف نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ علیم کل ہستی کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (النساء:۱۱۴) کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ علم دیا ہے جو پہلے آپ کو نہ تھا۔ اب ظاہر ہے کہ آپ کے زمانہ قبل از علم کے کلام اور زمانہ بعد از علم کے کلام میں اختلاف ہونا ضروری ہے۔ مگر یہ امر آپ کی نبوت کے منافی نہیں بلکہ ایک لحاظ سے دلیلِ صداقت ہے کیونکہ یہ عدم تصنع پر دلالت کرتا ہے۔

اسی قسم کا اختلاف وفات مسیحؑ کے مسئلہ کے متعلق ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے پہلے اپنا خیال براہین احمدیہ ہر چہارم حصص صفحہ ۳۶۱ حاشیہ صفحہ ۵۲۰ در حاشیہ طبع اول میں لکھ دیا۔ لیکن بعد میں جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف فرمایا۔ وہ بھی کچھ براہین احمدیہ اور کچھ بعد کی تحریرات میں درج فرما دیا۔

اب ظاہر ہے کہ وہ پہلا قول جس میں حضرت مسیح ناصریؑ کو زندہ قرار دیا گیا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے۔ مگر جس میں ان کو وفات یافتہ قرار دیا گیا ہے (کشتی نوح صفحہ ۹۱ طبع اول) وہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ پس ان میں تناقض نہ ہوا۔

۳۔ مندرجہ بالا قسم کی مثالیں حدیث میں بھی ہیں:۔

ا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:۔ **لَا تُخَيِّرُوْنِىْ عَلٰى مُوْسٰى** (بخاری کتاب الخصومات باب ما یذکر فی الاشخاص والخصومة بین المسلم والیهودی) کہ مجھ کو موسیٰؑ سے اچھا نہ کہو۔

پھر فرماتے ہیں:۔

''**مَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذِبَ**'' (بخاری کتاب التفسیر باب اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ ...... یونس الخ سورة النساء) کہ جو یہ کہے کہ میں یونسؑ بن متی سے افضل ہوں وہ جھوٹا ہے۔

مسلم شریف کی حدیث میں آتا ہے:۔ ''**جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ**'' (مسلم کتاب الفتن واشراط الساعة) کہ ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا۔ اور حضور صلعم کو مخاطب کر کے کہا۔ اے تمام انسانوں سے افضل! اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''وہ تو ابراہیم علیہ السلام ہیں۔'' یعنی ابراہیم علیہ السلام تمام انسانوں سے افضل ہیں نہ کہ میں۔''

مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۷ باب المفاخرة والعصبية فصل الاوّل مطبع اصح المطابع پر اس حدیث کی شرح میں حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں: ''**قَوْلُهٗ ذَاكَ اِبْرَاهِيْمُ قِيْلَ ذَاكَ تَوَاضُعٌ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقِيْلَ كَانَ قَبْلَ عِلْمِهٖ بِاَنَّهٗ سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ.**'' (مرقاۃ برحاشیہ مشکوٰۃ اصح المطابع صفحہ ۴۱۷ حاشیہ نمبر ۸) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانا کہ ''وہ ابراہیم ہے۔'' کہا گیا ہے کہ حضورؐ کا یہ فرمانا ازراہ انکسار تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب یہ فرمایا تھا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ابھی یہ اطلاع نہ ملی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب انسانوں سے افضل ہیں۔ بعد میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ** (ترمذی ابواب التفسیر سورة بنی اسرائیل ابواب المناقب) (کہ میں تمام انسانوں کا

سردار ہوں اور یہ فخر نہیں ہے)اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (مسلم بحوالہ مشکوۃ اصح المطابع صفحہ ۵۱۱ باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم) میں قیامت کے روز تمام انسانوں کا سردار ہوں گا۔ پھر فرمایا:۔اَنَا اِمَامُ النَّبِیِّیْنَ" "اَنَا سَیِّدُ النَّبِیِّیْنَ" (فردوس الاخبار دیلمی صفحہ ۱۳۳ جلد ۳ نیا ایڈیشن) میں تمام نبیوں کا امام ہوں۔ میں تمام نبیوں کا سردار ہوں۔

۴۔اس ضمن میں حجۃ اللہ البالغۃ (حضرت سید شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی) کا مندرجہ ذیل حوالہ فیصلہ کن ہے:۔

"اِعْلَمْ اَنَّ النَّسْخَ قِسْمَانِ اَحَدُھُمَا اَنْ یَّنْظُرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْاِرْتِفَاقَاتِ اَوْ وُجُوْہِ الطَّاعَاتِ فَیَضْبِطَھَا بِوُجُوْہِ الضَّبْطِ عَلٰی قَوَانِیْنِ التَّشْرِیْعِ وَھُوَ اِجْتِھَادُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَا یُقَرِّرُہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ بَلْ یَکْشِفُ عَلَیْہِ مَا قَضَی اللّٰہُ فِی الْمَسْئَلَۃِ مِنَ الْحُکْمِ اَمَّا بِنُزُوْلِ الْقُرْآنِ حَسَبَ ذَالِکَ اَوْ تَغْیِیْرِ اجْتِھَادِہٖ اِلٰی ذَالِکَ وَتَقْرِیْرِہٖ عَلَیْہِ مِثَالُ الْاَوَّلِ مَا اَمْرُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاِسْتِقْبَالِ قِبَلَ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ بِنَسْخِہٖ وَ مِثَالُ الثَّانِیْ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الْاِنْتِبَاذِ اِلَّا فِی السِّقَآءِ ثُمَّ اَبَاحَ لَھُمُ الْاِنْتِبَاذَ فِیْ کُلِّ اٰنِیَّۃٍ ...... وَعَلٰی ھٰذَا التَّخْرِیْجِ ھٰذَا مِثَالُ لِاِخْتِلَافِ الْحُکْمِ حَسَبُ اِخْتِلَافِ الْمُظَنَّاتِ وَفِیْ ھٰذَا الْقِسْمِ قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلَامِیْ لَا یَنْسَخُ کَلَامَ اللّٰہِ وَ کَلَامُ اللّٰہِ یَنْسَخُ کَلَامِیْ."

(حجۃ اللہ البالغۃ مترجم جلد ا صفحہ ۲۳۷ وصفحہ ۲۳۸ باب اسباب النسخ)

اس عربی عبارت کا ترجمہ بھی اسی کتاب سے نقل کیا جاتا ہے۔حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

"جاننا چاہیے کہ نسخ کی دو قسمیں ہیں (ا) یہ کہ پیغمبرؐ امور نافع اور عبادات کے طریقوں میں خوض کر کے شریعت کے قوانین کے ڈھنگ پر ان کو کر دیتے ہیں۔ایسا آنحضرتؐ کے اجتہاد سے ہوا کرتا ہے۔لیکن خدا تعالیٰ اس حکم و اجتہاد کو باقی نہیں رکھتا بلکہ اس حکم کو آنحضرتؐ پر ظاہر کر دیتا ہے جو خدا نے اس مسئلہ کے متعلق قرار دیا ہے اس حکم کا اظہار یا یوں ہوتا ہے کہ قرآن میں وہ وارد کیا جائے یا اس طرح پر کہ آنحضرتؐ کے اجتہاد ہی میں تبدیلی ہو جائے اور دوسرا اجتہاد آپ کے ذہن میں قرار پا جائے۔ پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا تھا پھر قرآن

میں اس حکم کی منسوخیت نازل ہوئی اور دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے بجز چھاگل کے ہر برتن میں نبیذ بنانے سے ممانعت کر دی تھی۔ پھر ہر ایک برتن میں نبیذ بنانا لوگوں کے لیے جائز کر دیا......
اس توجیہہ کے لحاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ موقعوں کے بدلنے سے حکم بدل جایا کرتا ہے۔ اسی قسم کے متعلق آپ نے فرمایا کہ میرا کلام، کلامِ الٰہی کو نسخ نہیں کر سکتا اور کلام الٰہی میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے۔''

(کتاب حجۃ اللہ البالغہ مع اردو ترجمہ المسمی بہ شموس اللہ البازغۃ مطبوعۃ مطبع حمایت اسلام پریس لاہور جلد ا صفحہ ۲۳۷ و صفحہ ۲۳۸ باب ۷۴)

اس عبارت میں جو دوسری قسم نسخ کی بیان ہوئی ہے وہ خاص طور پر قابل غور ہے۔ کیونکہ اس میں ضروری نہیں کہ وحی کے ذریعہ نبی کے پہلے حکم کو منسوخ کیا جائے بلکہ خود اللہ تعالیٰ کا تصرف قلب ملہم پر ہی ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اپنے پہلے اجتہاد کو منسوخ کر دے مگر یہ پھر بھی تناقض نہ ہوگا کیونکہ پہلا خیال ملہم کا اپنا تھا۔ مگر دوسرا خیال خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

۵۔ حدیث شریف میں ہے: ''كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْسَخُ حَدِيْثُهٗ بَعْضُهٗ بَعْضًا'' (مسلم كتاب الطهارة باب الحيض) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ایک قول سے اپنے ایک گذشتہ قول کو منسوخ کر دیتے تھے۔

۶۔ بعض اوقات نبی اپنے اجتہاد اور خیال سے اپنی وحی یا الہام کے ایک معنے بیان کرتا ہے مگر بعد میں واقعات سے اس کے دوسرے معنے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ جو وحی الٰہی کے تو مطابق ہوتے ہیں مگر نبی کے اپنے خیال یا اجتہاد کے مطابق نہیں ہوتے۔ مثلاً حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ آپ کی ہجرت ایسے شہر کی طرف ہوگی۔ جہاں بہت کھجوریں ہیں۔ آپ صلعم نے سمجھا کہ اس سے مراد یمامہ یا ہجر ہیں۔ لیکن وہ درحقیقت مدینہ شریف تھا۔ جیسا کہ بعد کے واقعات سے معلوم ہوا۔ (بخاری کتاب التعبیر باب اذا رأى بقرًا تُنْحَرُ)

۷۔ بعض دفعہ تحقیقات کے بعد نبی کی رائے بدل جاتی ہے۔ مثلاً بخاری شریف میں حدیث ہے: ''اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِيْ حَارِثَةَ فَقَالَ اَرٰكُمْ يَا بَنِيْ حَارِثَةَ قَدْ خَرَجْتُمْ مِنَ الْحَرَمِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَقَالَ بَلْ اَنْتُمْ فِيْهِ''

(بخاری كتاب الحج باب حرم مدينه۔ وتجرید بخاری مترجم اردو مع متن حصہ اول صفحہ ۳۵۶)

یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قبیلہ بنو حارث کے ہاں گئے اور فرمایا کہ بنی حارثہ! میرا خیال ہے کہ ''تم لوگ حرم سے باہر نکل گئے ہو۔'' پھر

حضور(صلعم) نے ادھر ادھر دیکھا اور فرمایا۔ ''نہیں تم حرم کے اندر ہی ہو۔''

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خیال کہ **قَدْ خَرَجْتُمْ مِنَ الْحَرَمِ** اور دوسرے خیال کہ ''**بَلْ اَنْتُمْ فِيْهِ**'' میں تناقض ہے یا نہیں؟ یہ اسی طرح کا تناقض ہے کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے ایک انگریز مؤرخ کی تحقیق کے پیش نظر مسیح ناصری علیہ السلام کی قبر شام میں لکھی، لیکن بعد میں تحقیقات اور الہام الٰہی سے معلوم ہوا کہ قبر مسیحؑ کشمیر میں ہے۔ تب آپ نے پہلے خیال کی تردید کردی۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا حدیث کے جواب میں یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے جو بنو حارثہ کو حرم سے باہر قرار دیا تو یہ ''ظن اور گمان کے تحت فرمایا۔'' (محمدیہؐ پاکٹ بک صفحہ ۲۷۱) محض دفع الوقتی ہے کیونکہ ہمارا مقصود صرف یہ دکھانا ہے کہ بعض اوقات نبی ایک خیال کا اظہار کرتا ہے مگر بعد میں تحقیق سے وہ خیال غلط ثابت ہونے پر نبی اس کی تردید کر دیتا ہے اور یہ امر خلاف نبوت نہیں۔

۸۔ حدیث میں ہے کہ

''**كَانَ...... يُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْ بِهٖ**''

(مسلم کتاب الفضائل باب صفة شعرهٖ وصفاته وحليته)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام امور میں یہود اور نصاریٰ کی موافقت کرتے تھے جن کے متعلق حضور صلعم کو کوئی حکم نہ ملا تھا۔

۹۔ قرآن مجید کی آیات کے متعلق بھی مخالفینِ اسلام نے اعتراض کیا ہے کہ ان میں اختلاف ہے۔ جماعت احمدیہ تو خدا کے فضل سے نہ قرآن مجید میں تناقض اور اختلاف کی قائل ہے۔ نہ ناسخ منسوخ فی القرآن کو ہم مانتے ہیں۔ لیکن ان اعتراضات کے وزنی ہونے کا یہ ثبوت ہے کہ تم لوگوں نے تنگ آ کر اور لاجواب ہو کر یہ تسلیم کر لیا کہ قرآن مجید کی بعض آیات بعض کی ناسخ ہیں۔ گویا جن آیات کے مضمون میں اختلاف نظر آیا اور جن میں باہم تطبیق نہ ہوسکی۔ ان میں سے جو پہلے نازل ہوئی وہ منسوخ اور جو بعد میں نازل ہوئی وہ اس کی ناسخ قرار دی۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:۔

''**عَلٰى مَا حَرَّرْتُ لَا تَتَعَيَّنُ النَّسْخُ اِلَّا فِيْ خَمْسِ مَوَاضِعٍ**'' (الفوز الکبیر صفحہ ۱۸، ۲۱ مطبع مجتبائی دہلی مطبوعہ ۱۹۲۲ء) کہ میری تحریر کی رو سے قرآنِ مجید کی صرف پانچ آیات منسوخ ثابت ہوتی ہیں۔

قرآن مجید کی منسوخ قرار دی جانے والی آیات میں سے چند درج ذیل ہیں:۔

(۱)''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا لَقِیۡتُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا زَحۡفًا فَلَا تُوَلُّوۡهُمُ الۡاَدۡبَارَ''

(الانفال:۱۶)(تفسیر قادری مترجم جلد ا صفحہ ۳۶۰ مطبع نولکشور لکھنؤ)

(۲)۔''اِنۡ یَّکُنۡ مِّنۡکُمۡ عِشۡرُوۡنَ صٰبِرُوۡنَ یَغۡلِبُوۡا مِائَتَیۡنِ''(الانفال:۶۶)

(تفسیر قادری جلد ا صفحہ ۳۴۷ مطبع نولکشور لکھنؤ)

(دیگر آیات کے لیے دیکھو تفسیر حسینی جلد ا صفحہ ۳۹۰ وصفحہ ۴۵۳ مطبع نولکشور لکھنؤ)

پس تم لوگوں کے منہ سے (جو قرآن مجید میں بھی اختلاف اور تناقض کے قائل ہیں) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے اقوال میں تناقض کا الزام کچھ بھلا معلوم نہیں دیتا۔

۱۰۔مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں:۔

''آپ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے لوگوں کی مشرکانہ عادت دیکھ کر قبرستان کی زیارت سے منع فرمایا تھا اور بعد اصلاح اجازت دے دی اور ان کے بخل کو مٹانے کی غرض سے قربانیوں کے گوشت تین دن زائد رکھنے سے منع کر دیا تھا جس کی بعد میں اجازت دے دی۔ ایسا ہی شراب کے برتنوں میں کھانا پینا منع کیا تھا مگر بعد میں ان کے استعمال کی اجازت بخشی''

(تفسیر ثنائی مؤلفہ مولوی ثناءاللہ امرتسری جلد ا صفحہ ۱۰۶ سورۃ البقرۃ)

۱۱۔ہم ضمن نمبر ۹ میں اشارہ کر آئے ہیں کہ قرآن مجید کی آیات کے متعلق بھی منکرین اسلام نے تمہاری طرح یہ کہہ کر کہ ان میں اختلاف ہے اپنی بد باطنی کا ثبوت دیا ہے۔ چنانچہ پنڈت دیانند بانی آریہ سماج اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھتا ہے:۔

''کہیں خدا کو محیط کل لکھا ہے اور کہیں محدود المکان۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن ایک شخص کا بنایا ہوا نہیں ہے بلکہ بہت لوگوں کا بنایا ہوا ہے۔''(ستیارتھ باب ۱۴ دفعہ ۶۲ صفحہ ۷۳۰)

''کہیں قرآن میں لکھا ہے کہ اونچی آواز سے اپنے پروردگار کو پکارو اور کہیں لکھا ہے کہ دھیمی آواز سے خدا کو یاد کرو۔ اب کہئے کون سی بات سچی اور کونسی جھوٹی ہے۔ ایک دوسرے کے متضاد باتیں پاگلوں کی بکواس کی مانند ہوتی ہیں۔''(ستیارتھ پرکاش باب ۱۴ دفعہ ۷۵)

چنانچہ چند آیات قرآنی بطور نمونہ لکھی جاتی ہیں۔ جن میں تمہارے جیسے بد باطن دشمنوں کو اپنی کوتاہ فہمی سے تناقض اور اختلاف معلوم ہوتا ہے۔

(۱) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الۡکُفَّارَ وَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَ اغۡلُظۡ عَلَیۡهِمۡ ''(التوبۃ:۷۳) یعنی اے

نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کر۔ اور ان پر سختی کر۔

اور دوسرے مقام پر فرماتا ہے:۔ ''لَآ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ'' (البقرۃ:۲۵۷) کہ دین میں جبر جائز نہیں۔

(۲) ''وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى'' (الضحی:۸) کہ اے نبی! ہم نے آپ کو 'ضال' پایا اور ہدایت دی مگر دوسری جگہ فرمایا:۔ ''مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى'' (النجم:۳) کہ آنحضرت صلعم ضال نہیں ہوئے۔

نوٹ:۔ محمدیہ پاکٹ بک کے مصنف نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ پہلی آیت میں ضال بمعنی گمراہ نہیں۔ بلکہ ''طالب خیر'' اور متلاشی کے معنوں میں ہے۔ مگر دوسری آیت میں بمعنی ''گمراہ'' ہے۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ اس سے ثابت ہو گیا کہ بعض دفعہ دو عبارتوں میں ایک ہی لفظ کا استعمال ایک جگہ بصورت ایجاب مگر دوسری جگہ بصورت سلب ہوتا ہے۔ مگر اس لفظ کے مختلف معانی ہونے کے باعث دونوں جگہ اس کے دو الگ الگ مفہوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان میں تناقض قرار دینا تمہارے جیسے ''سیاہ باطن'' انسانوں ہی کا کام ہوسکتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح حضرت اقدس علیہ السلام کی تحریرات میں مسیحؑ یا انجیل یا نبوت کے الفاظ دو مختلف مفہوموں کے لحاظ سے استعمال ہوئے ہیں۔ کسی جگہ مسیح سے مراد انجیلی یسوع ہے اور کسی جگہ قرآنی مسیح علیہ السلام۔ اسی طرح کسی جگہ انجیل سے مراد محرف ومبدل انجیل ہے اور کسی جگہ اصل انجیل جو مسیح علیہ لسلام پر نازل ہوئی تھی۔ کسی جگہ نبوت سے مراد تشریعی براہ راست نبوت ہے (اور اس کی اپنے متعلق نفی فرمائی ہے) مگر دوسری جگہ نبوت سے مراد بالواسطہ غیر تشریعی نبوت ہے (اور اس کو اپنے وجود میں تسلیم فرمایا ہے) پس ایسی تحریرات کو متناقض اور متخالف قرار دینا بھی انتہائی سیہ باطنی ہے۔ (خادم)

(۳) اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے:۔ ''اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُھُمۡ'' (الانفال:۳) کہ جب مومنوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل جوش مارنے لگ جاتے ہیں۔ مگر دوسری جگہ فرمایا:۔ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ (الرعد:۲۹) کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل میں سکون اور اطمینان پیدا ہوتا ہے۔

(۴) ایک جگہ فرمایا:۔ ''اَلَمۡ یَجِدۡکَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی'' (الضحی:۷) کہ اے نبی! ہم نے تجھے یتیم پایا اور تجھے اپنی پناہ میں لے لیا۔ مگر دوسری جگہ فرمایا:۔ ''فَلَا تَقُلۡ لَّھُمَاۤ اُفٍّ'' (سورۃ بنی اسرائیل:۲۴) کہ تو اپنے والدین کو اف تک نہ کہہ۔

(۵) ایک جگہ فرمایا:۔ ”فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ ...... فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً“ (النساء:۴) کہ دو دو چار چار بیویاں کرلو۔ اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے۔ تو پھر ایک ہی کرو۔ مگر دوسری جگہ فرمایا:۔ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ (النساء:۱۳۰) کہ تم ہرگز اپنی بیویوں میں انصاف نہیں کرسکو گے۔ خواہ تم کتنی خواہش کرو۔

غرضیکہ اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ گو بظاہر ان میں اختلاف اور تناقض معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت تناقض نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک ان میں تناقض کی وحدتیں پائی نہیں جاتیں۔ ہر ایک ان میں سے مختلف مواقع پر مختلف حالات کے لحاظ سے مختلف مضامین کی حامل ہیں۔ لہٰذا بوجہ عدمِ تحقق وحدت ان میں تناقض نہیں بعینہٖ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقوال میں بھی درحقیقت کوئی تناقض یا اختلاف نہیں۔ مگر جس طرح دشمنانِ اسلام نے قرآن مجید پر تناقض اور اختلاف کا جھوٹا الزام لگایا تھا۔ اسی طرح دشمنانِ احمدیت نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقوال کے متعلق تناقض کا الزام لگایا ہے۔ پس ”تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ“ (البقرۃ:۱۱۹) کے مطابق دونوں اعتراض کنندگان غلطی پر ہیں۔ نہ قرآن مجید میں اختلاف اور نہ خادمِ قرآن حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اقوال میں حقیقی تناقض ہے۔

اب ہم ذیل میں ان مقامات کو لیتے ہیں جن کو پیش کر کے مخالفین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقوال میں تناقض ثابت کرنے کی ناکام کوشش کیا کرتے ہیں۔

تناقض کی تعریف

لیکن قبل اس کے کہ ہم مفصل بحث کریں۔ تناقض کی تعریف از روئے منطق درج کرتے ہیں۔ مشہور شعر ہیں ؎

در تناقض ہشت وحدت شرط داں — وحدتِ موضوع (۱) و محمول (۲) و مکاں (۳)
وحدت شرط (۴) و اضافت (۵) جزو کل (۶) — قوت (۷) و فعل است در آخر زماں (۸)

یعنی موضوع، محمول، مکان، شرط، اضافت، جزو کل اور بالقوۃ و بالفعل اور زمانہ کے لحاظ سے اگر دو قضیئے متفق ہوں۔ مگر ان میں ایجاب و سلب کا اختلاف بلحاظِ حکم اور موَجہ میں کیفیت اور محصورہ میں کمیت کا اختلاف ہو تو وہ دونوں قضیئے متناقض کہلائیں گے۔

۲۷۔ کسی سے قرآن پڑھنا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ''ایام الصلح'' روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۹۴ پر تحریر فرمایا ہے:۔

''کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ مَیں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے۔'' (ایام الصلح روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۹۴)

لیکن دوسری جگہ کتاب البریہ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۰ حاشیہ پر رقم فرماتے ہیں:۔

''جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلّم میرے لئے نوکر رکھا گیا۔ جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں''

(کتاب البریہ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۰ حاشیہ)

جواب:۔ اس کے متعلق گذارش یہ ہے کہ اعتراض کرتے وقت علمائے بنی اسرائیل کے نقش قدم پر چلتے ہوئے از راہ تحریف ایام الصلح روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۹۴ کی نصف عبارت پیش کرتے ہیں۔ اصل حقیقت کو واضح کرنے کے لئے عبارت متنازعہ کا مکمل فقرہ درج ذیل ہے:۔

''سو آنے والے کا نام جو مہدی رکھا گیا سو اِس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا سے ہی حاصل کرے گا اور قرآن اور حدیث میں کسی اُستاد کا شاگرد نہیں ہوگا۔ سو مَیں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی حال ہے کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ مَیں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے یا کسی مفسّر یا محدّث کی شاگردی اختیار کی ہے۔ پس یہی مہدویّت ہے جو نبوّت محمدیّہ کے منہاج پر مجھے حاصل ہوئی ہے اور اسرارِ دین بلا واسطہ میرے پر کھولے گئے۔''

(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۹۴)

معترض کی پیش کردہ عبارت کے سیاق میں ''علم دین'' اور سیاق میں ''اسرارِ دین'' کے الفاظ صاف طور پر مذکور ہیں جن سے ہر اہل انصاف پر یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اس عبارت میں قرآن کریم کے ناظرہ پڑھنے کا سوال نہیں بلکہ اس کے معانی و مطالب، حقائق و معارف کے سیکھنے کا سوال ہے اور عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے موعود کا نام جو مہدی رکھا۔ تو وہ اس لحاظ سے ہے کہ وہ علوم و اسرارِ دین

کسی انسان سے نہیں سیکھے گا۔ گویا حقائق و معارف قرآن مجید میں اس کا کوئی استاد نہیں ہو گا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس لحاظ سے میرا ابھی کوئی استاد نہیں جس سے میں نے ''علم دین'' یا ''اسرار دین'' کی تعلیم پائی ہو اور ظاہر ہے کہ قرآنِ مجید کے الفاظ کا بلا ترجمہ وتشریح کسی شخص سے پڑھنا۔ علم و اسرارِ دین سیکھنے کے مترادف نہیں ہے کیونکہ ''الفاظ قرآن'' اور ''علمِ قرآن'' میں خود قرآن مجید نے فرق کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ''(سورة الجمعه :۳) کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے۔ آپ لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات (یعنی الفاظ قرآن) پڑھتے، ان کا تزکیہ نفس کرتے اور ان کو کتاب (یعنی قرآن مجید) اور حکمت کا ''علم'' بھی دیتے ہیں۔

اس آیت میں يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ کے الفاظ میں ''الفاظ قرآن'' کا ذکر فرمایا ہے اور يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ فرما کر قرآن مجید کے مطالب و معانی اور حقائق و معارف کا تذکرہ فرمایا ہے پس مندرجہ بالا آیت سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ صرف ''قرآن کا پڑھنا'' علمِ قرآن حاصل کرنا نہیں ہے۔ یا یوں کہو کہ الفاظِ قرآن کے کسی شخص سے پڑھنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ علمِ دین بھی اس شخص سے حاصل کیا گیا۔

دوسری عبارت جو معترضین کتاب البریہ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۰ حاشیہ سے پیش کرتے ہیں۔ اس میں صرف اس قدر ذکر ہے کہ چھ برس کی عمر میں ایک استاد سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید پڑھا۔ اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضورؑ نے ''علم دین'' یا ''اسرار دین'' یا قرآن مجید کے حقائق و معارف یا معانی و مطالب کسی شخص سے پڑھے تا یہ خیال ہو سکے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی دونوں عبارتوں میں تناقض ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ کتاب البریہ کی عبارت میں چھ برس کی عمر میں ایک استاد سے قرآن مجید ناظرہ پڑھنے کا ذکر ہے اور ایام الصلح صفحہ ۱۴۷ کی عبارت میں کسی شخص سے قرآن مجید کے مطالب و معارف سیکھنے کی نفی کی گئی ہے۔ گویا جس چیز کی نفی ہے وہ اور ہے اور دوسری جگہ جس چیز کا اثبات ہے وہ اور ہے۔

ایک شُبہ اور اس کا ازالہ

ممکن ہے کوئی معترض یہ کہے کہ سیاق و سباق دیکھنے کی کیا ضرورت ہے دونوں عبارتوں میں قرآن مجید ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ہم تو دونوں جگہ اس کے ایک ہی معنے لیں گئے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک جگہ ایک لفظ بول کر نفی کی ہو۔ اور دوسری جگہ اسی لفظ کا استعمال کر کے اس

کا اثبات کیا گیا ہو۔مگر اس کے باوجود مفہوم اس لفظ کا دونوں جگہ مختلف ہو۔بغرض تشریح دو مثالیں لکھتا ہوں۔

ایک مثال

ا۔قرآن مجید کی رو سے بحالت روزہ بیوی سے مباشرت ممنوع ہے مگر بخاری، مسلم و مشکوٰۃ تینوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مندرجہ ذیل روایت درج ہے:۔" عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَ يُبَاشِرُ وَ هُوَ صَائِمٌ وَ كَانَ اَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهٖ "

(بخاری جلد ا کتاب الصوم باب المباشرة للصائم ومشکوٰۃ کتاب الصوم باب تنزیه الصوم وتجرید بخاری جلد ا صفحہ ۳۷۰)

کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزہ میں ازواج کے بوسے لے لیا کرتے تھے اوران سے مباشرت کرتے تھے۔اس حالت میں کہ آپ کا روزہ ہوتا تھا مگر آپ اپنی خواہش پر تم سب سے زیادہ قابو رکھتے تھے۔

اب کیا قرآن کریم کے حکم " لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ "(البقرۃ:۱۸۸) کو مندرجہ بالا روایت کے الفاظ يُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ کے بالمقابل رکھ کر کوئی ایماندار شخص یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ دونوں جگہ ایک ہی چیز کی نفی اور ایک ہی چیز کا اثبات کیا گیا ہے۔ظاہر ہے کہ حدیث مندرجہ بالا میں "مباشرت" سے مراد مجامعت نہیں بلکہ محض عورت کے قریب ہونا ہے اور اس پر قرینہ اسی روایت کا اگلا جملہ وَ كَانَ اَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهٖ ہے لیکن اس کے برعکس قرآن مجید میں لفظ مباشرت آیا ہے وہاں اس سے مراد "مجامعت" ہے۔پس گو دونوں جگہ لفظ ایک ہی استعمال ہوا ہے مگر اس کا مفہوم دونوں جگہ مختلف ہے اور سیاق وسباق عبارت سے ہمارے لئے اس فرق کا سمجھنا نہایت آسان ہے۔

دوسری مثال

قرآن مجید میں ہی ہے۔ایک جگہ اللہ تعالی فرماتا ہے " مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَاغَوٰى " (النجم :۳) کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم "ضال" نہیں ہوئے اور نہ راہ راست سے بھٹکے لیکن دوسری جگہ فرمایا۔وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (الضحی :۸) کہ اے رسول! ہم نے آپ کو "ضال" پایا اور آپ کو ہدایت دی۔

دونوں جگہ "ضال" ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ایک جگہ اس کی نفی کی گئی ہے مگر دوسری جگہ اس کا اثبات ہے کیا کوئی ایماندار کہہ سکتا ہے کہ ان دونوں عبارتوں میں تناقض ہے۔ہر گز نہیں کیونکہ ہر اہل علم دونوں عبارتوں کے سیاق وسباق سے سمجھ سکتا ہے کہ دونوں جگہ لفظ "ضال" ایک معنے میں

استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ دونوں جگہ اس کا مفہوم مختلف ہے۔ ایک جگہ اگر ''گمراہ'' مراد ہے اور اس کی نفی ہے۔ تو دوسری طرف تلاش کرنے والا قرار دینا مقصود ہے اور اس امر کا اثبات ہے۔ پس ہمارے مخالفین کا یہ کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کرنا کہ لفظ دونوں جگہ ایک ہی ہے سیاق وسباق عبارت دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔'' حد درجہ کی ناانصافی ہے۔

قرآنِ کریم کا ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی سے نہیں پڑھا

ہم معترض کی پیش کردہ دونوں عبارتوں پر ان کے سیاق وسباق کے لحاظ سے جب غور کرتے ہیں۔ تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کتاب البریۃ روحانی خزائن جلد۱۳ صفحہ ۱۸۰ حاشیہ کی عبارت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ میری چھ سات سال کی عمر میں میرے والد صاحب نے میرے لئے ایک استاد مقرر کیا۔ جن سے میں نے قرآن مجید پڑھا۔ اور ہر عقلمند انسان بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ چھ سات سال کے عرصہ میں بچہ قرآن مجید کے معانی ومطالب اور حقائق ومعارف سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتا۔ پس یہ امر تسلیم ہی نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت کے والد بزرگوار نے چھ سات سال کی عمر کے بچہ کو معارفِ قرآنیہ سکھانے کے لیے ایک استاد مقرر کیا ہو۔ پس اس عبارت میں چھ سات سال کی عمر کا قرینہ ہی اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ حضورؑ نے اس حوالہ میں قرآن مجید کے مجرد الفاظ کا استاد سے پڑھنا تسلیم فرمایا ہے۔ مگر حضورؑ کی کسی تحریر سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قرآن مجید کا ترجمہ یا قرآنی مطالب بھی حضورؑ نے خدا کے سوا کسی استاد سے پڑھے ہوں۔ اس کے بالمقابل معترض کی پیش کردہ عبارت از ''ایام الصلح'' صفحہ ۱۴۷ طبع اول میں حضرتؑ نے صاف لفظوں میں یہ فرمایا ہے۔ علمِ دین اور ''اسرار دین'' کے لحاظ سے قرآن مجید کسی سے نہیں پڑھا۔ اور یہ حقیقت ہے جس کی نفی کسی دوسری عبارت میں نہیں کی گئی۔

اس امر کے ثبوت میں کہ ''ایام الصلح'' کی عبارت میں قرآن مجید کے الفاظ کا ذکر نہیں بلکہ قرآن مجید کے معانی ومطالب کے کسی انسان سے سیکھنے کی نفی ہے۔ ہم ایام الصلح کی عبارت کا سیاق وسباق اور اس کا مضمون دیکھتے ہیں۔ ایام الصلح کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس موقعہ پر اپنے دعویٰ مہدویت کی صداقت کے دلائل کے ضمن میں ایک دلیل ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

(ا) ''آنے والے کا نام جو مہدی رکھا گیا ہے سو اِس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین

خدا سے ہی حاصل کرے گا اور قرآن اور حدیث میں کسی اُستاد کا شاگرد نہیں ہوگا۔ سومَیں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی حال ہے کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ مَیں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے یا کسی مفسّر یا محدّث کی شاگردی اختیار کی ہے۔ پس یہی مہدویّت ہے جو نبوّت محمدیّہ کے منہاج پر مجھے حاصل ہوئی ہے اور اسرارِ دین بلا واسطہ میرے پر کھولے گئے۔''

(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۹۴)

(ب) اس مضمون پر بحث کرتے ہوئے ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

''مہدویت سے مراد وہ بے انتہا معارف الٰہیہ اور علوم حکمیہ اور علمی برکات ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر واسطہ کسی انسان کے علم دین کے متعلق سکھلائے گئے۔''

(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۹۶)

اس عبارت میں بعینہٖ وہی مضمون ہے جو معترض کی پیش کردہ عبارت میں ہے اور اس کے ساتھ ہی اس میں ان الفاظ کی مکمل تشریح بھی موجود ہے جن کے اجمال سے معترض نے ناجائز فائدہ اٹھانے کی ناکام کوشش کی ہے۔

(ج) اگلے صفحہ پر اسی مضمون کو مندرجہ ذیل الفاظ میں سہ کرّر بیان فرمایا ہے۔

''روحانی اور غیر فانی برکتیں جو ہدایت کاملہ اور قوتِ ایمانی کے عطا کرنے اور معارف اور لطائف اور اسرار الٰہیہ اور علوم حکمیہ کے سکھانے سے مراد ہے اُن کے پانے کے لحاظ سے وہ مہدی کہلائے گا۔''

(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۹۷)

اس عبارت میں بھی ''مہدویت'' کی تعریف کو دہرایا گیا ہے۔ ''معارف''۔ ''لطائف'' اور اسرارِ الٰہیہ اور علوم حکمیہ'' کے الفاظ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ معترض کی پیش کردہ صفحہ ۱۴۷ والی عبارت میں بھی انہی امور کا ذکر ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ پڑھنے کا ذکر نہیں۔ جیسا کہ اس عبارت میں ''علم دین اور اسرارِ دین'' کے الفاظ اس پر گواہی دے رہے ہیں اور جن کے متعلق اوپر لکھا جاچکا ہے۔

(د) اسی دلیل کو اور زیادہ وضاحت سے بیان کرتے ہوئے صفحہ ۱۵۶ پر حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔

''ہزار ہا اسرارِ علمِ دین کھل گئے۔ قرآنی معارف اور حقائق ظاہر ہوئے۔ کیا اِن باتوں کا پہلے

نشان تھا؟'' (ایام الصلح روحانی خزائن جلد۱۴ صفحہ ۴۰۴)

اس عبارت میں بھی حضورؑ نے جن چیزوں کے خدا تعالیٰ سے سیکھنے کا ذکر فرمایا ہے وہ قرآنی معارف وحقائق ہیں۔ نہ کہ الفاظ قرآنی!

(ھ) آگے چل کر بطور نتیجہ تحریر فرماتے ہیں:۔''سو میری کتابوں میں اُن برکات کا نمونہ بہت کچھ موجود ہے۔ براہین احمدیہ سے لے کر آج تک جس قدر متفرق کتابوں میں اسرار اور نکات دینی خدا تعالیٰ نے میری زبان پر باوجود نہ ہونے کسی اُستاد کے جاری کئے ہیں......اُس کی نظیر اگر موجود ہے تو کوئی صاحب پیش کریں۔'' (ایام الصلح۔روحانی خزائن جلد۱۴ صفحہ ۴۰۶)

(و) پھر فرماتے ہیں:۔

''جو دینی اور قرآنی معارف حقائق اور اسرار مع لوازم بلاغت اور فصاحت کے میں لکھ سکتا ہوں دوسرا ہرگز نہیں لکھ سکتا۔ اگر ایک دنیا جمع ہو کر میرے اس امتحان کے لئے آوے تو مجھے غالب پائے گی۔'' (ایام الصلح۔روحانی خزائن جلد۱۴ صفحہ ۴۰۷)

(ز) اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہیں:۔''مہوتسو کے جلسہ میں بھی اس کا امتحان ہو چکا ہے۔'' (ایضاً حاشیہ)

(ح) اسی طرح صفحہ ۱۶۰ پر بھی حقائق و معارف اور نکات اور اسرارِ شریعت کے الفاظ موجود ہیں غرضیکہ ''ایام الصلح'' کے مندرجہ بالا اقتباسات سے جو سب کے سب معترضین کی پیش کردہ عبارت کے ساتھ ملحق ہیں یہ امر روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی انسان سے جس چیز کے پڑھنے کی نفی فرمائی ہے۔ وہ قرآنی الفاظ نہیں بلکہ حقائق و معارف قرآنیہ ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے ''ایام الصلح'' یا کسی اور کتاب میں ایک جگہ بھی یہ تحریر نہیں فرمایا کہ میں نے قرآن مجید ناظرہ بھی کسی شخص سے نہیں پڑھا۔ نہ یہ چیلنج دیا ہے کہ میں استاد نہ ہونے کے باوجود قرآن مجید کے الفاظ اچھی طرح پڑھ سکتا ہوں۔ اور یہ کہ فن قرأت میں میرا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہاں حضورؑ نے یہ دعویٰ ضرور فرمایا ہے کہ قرآن مجید کے حقائق و معارف، مطالب اور نکات حضورؑ کے الہام ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ'' (تذکرہ صفحہ ۴۴ ایڈیشن سوم) کے مطابق حضور کو براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوئے اور اس لحاظ سے یقیناً حضور علیہ السلام نے قرآن مجید کسی انسان سے نہیں پڑھا۔ اور اسی امر کا دعویٰ حضور علیہ السلام نے ایام الصلح صفحہ ۱۴۷ پر بھی کیا ہے۔ جس کو معاندین جماعت احمدیہ انتہائی نا انصافی سے بطور

اعتراض پیش کر کے ناواقف لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں ؎

وَمِنْ تَلْبِيْسِهِمْ قَدْ حَرَّفُوْا الْأَلْفَاظَ تَفْسِيْرًا
وَقَدْ بَانَتْ ضَلَالَتُهُمْ وَلَوْ أَلْقَوْا الْمَعَاذِيْرًا

(المسیح الموعودؑ)

(نور الحق۔ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۱۷۸)

۲۸۔ حضرت مسیحؑ کی چڑیوں کی پرواز

مرزا صاحب نے آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶۸ طبع اول میں لکھا ہے کہ حضرت مسیحؑ کی چڑیوں کی پرواز قرآن مجید سے ثابت ہے، لیکن ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۷ طبع اوّل حاشیہ پر لکھا ہے کہ پرواز ثابت نہیں؟

جواب:۔ اصل عبارتیں درج ذیل ہیں:۔

''اس فن (علم الترب) کے ذریعہ سے ایک جماد میں حرکت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ جانداروں کی طرح چلنے لگتا ہے تو پھر اگر اس میں پرواز بھی ہو تو بعید کیا ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا جانور جو مٹی یا لکڑی وغیرہ سے بنایا جاوے اور عمل الترّب سے اپنی روح کی گرمی اس کو پہنچائی جائے وہ درحقیقت زندہ نہیں ہوتا بلکہ بدستور بے جان اور جماد ہوتا ہے صرف عامل کے روح کی گرمی بارُوت کی طرح اُس کو جنبش میں لاتی ہے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان کا ہلنا اور جنبش کرنا بھی بپایہ ثبوت نہیں پہنچتا اور نہ درحقیقت ان کا زندہ ہوجانا ثابت ہوتا ہے۔''

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۵۶۔۲۵۷ حاشیہ)

آئینہ کمالاتِ اسلام کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:۔

''حضرت مسیحؑ کی چڑیاں باوجودیکہ معجزہ کے طور پر ان کا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے مگر پھر بھی مٹی کی مٹی تھیں اور کہیں خدا تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ وہ زندہ بھی ہوگئیں۔'' (صفحہ ۶۸ طبع اول ۱۸۹۳ء)

پس کوئی اختلاف نہیں کیونکہ انکار حقیقی زندگی کے ساتھ سچ مچ کے پرواز کا ہے اور اقرار غیر حقیقی اور عارضی پرواز کا۔

۲۹۔ مُریدوں کی تعداد

مرزا صاحب نے پہلے اپنے مُریدوں کی تعداد پانچ ہزار (انجام آتھم صفحہ ۶۴) بیان کی لیکن جب

ایک سال کے بعد ہی انکم ٹیکس کا سوال ہوا تو جھٹ لکھ دیا کہ میرے مریدوں کی تعداد دوصد ہے۔

(ضرورت الامام صفحہ ۴۳ طبع اول)

جواب:۔ پہلی تعداد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مریدوں کی عورتوں اور بچوں سمیت مجموعی لکھی ہے اور دوسری ''ضرورت الامام صفحہ ۴۳ طبع اول'' والی تعداد صرف چندہ دینے والوں کی ہے۔اس میں چندہ نہ دینے والے بچے اور عورتیں شامل نہیں ہیں۔کیا اس فہرست میں حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ وغیرہ کے نام بھی درج ہیں؟ ظاہر ہے کہ مؤخر الذکر موقعہ پر سوال آمدنی کا تھا اور وہی لسٹ مطلوب تھی جو ان لوگوں کی ہو جو خود کماتے اور چندہ دیتے ہیں۔پس جب مجسٹریٹ نے ان لوگوں کی لسٹ طلب کی جو چندہ دیتے تھے۔تو کیا اس کے جواب میں ان لوگوں کی فہرست دے دی جاتی جو چندہ نہیں دیتے تھے؟

بریں عقل و دانش بباید گریست

۳۰۔منکرین پر فتویٰ کفر

اعتراض:۔ مرزا صاحب تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ طبع اول متن و حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:۔

''میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی کافر یا دجال نہیں ہوسکتا۔'' مگر عبدالحکیم مرتد کو لکھتے ہیں کہ جس شخص کو میری دعوت پہنچی ہے اور وہ مجھے نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں ہے؟

جواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اس اعتراض کا مفصل جواب حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۵ تا صفحہ ۱۶۷ طبع اول پر دیا ہے۔وہاں سے دیکھا جائے۔

۲۔ پہلی عبارت میں لکھا ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا کیونکہ ''اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا'' ...... انہی نبیوں کی شان ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نئی شریعت لاتے ہیں۔گویا صرف تشریعی نبی کا انکار کفر ہے۔اب حقیقۃ الوحی میں حضرت نے اپنے دعویٰ کے متعلق لکھا ہے کہ

''جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۶۸)

’’جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا......تو وہ مومن کیونکر ہوسکتا ہے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۶۸)

پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار خواہ اپنی ذات میں کفر نہ ہو۔ مگر بوجہ اس کے کہ آپ کا انکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (جو تشریعی نبی ہیں) کے انکار کو مستلزم ہے لہٰذا کفر ہے۔ پس دونوں عبارتوں میں کوئی تناقض نہیں۔ کیونکہ ’’تریاق القلوب‘‘ صفحہ ۱۳۰ طبع اوّل کی عبارت میں بتایا گیا ہے کہ غیر تشریعی انبیاء کا انکار بالذات کفر نہیں ہوتا۔ اور حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ طبع اول کی عبارت میں بتایا گیا ہے کہ چونکہ غیر تشریعی نبی کا انکار مستلزم ہوتا ہے۔ تشریعی نبی کے انکار کو اس لئے وہ بالواسطہ کفر ہے۔

۱۳۱۔ تشریعی نبوت کا دعویٰ

حضرت مرزا صاحب نے اپنی متعدد تصانیف میں تحریر فرمایا ہے کہ میں غیر تشریعی نبی ہوں۔ صاحب شریعت نہیں مگر اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶ طبع اوّل متن وحاشیہ پر لکھا ہے کہ میں صاحب شریعت نبی ہوں۔

جواب:۔ سراسر افتراء ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے ہرگز اربعین چھوڑ کسی اور کتاب میں بھی تحریر نہیں فرمایا۔ کہ میں تشریعی نبی ہوں بلکہ حضور علیہ السلام نے اپنی آخری تحریر میں بھی شدّت کے ساتھ اس الزام کی تردید فرمائی ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

’’یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ میں اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں سمجھتا۔ اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں۔ یہ الزام میرے پر صحیح نہیں۔ بلکہ ایسا دعویٰ میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ ہمیشہ سے اپنی ہر ایک کتاب میں یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے۔‘‘ (اخبار عام ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء)

سو جو حوالہ تم اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶ طبع اوّل متن وحاشیہ سے پیش کرتے ہو۔ اس میں ہرگز یہ نہیں لکھا ہوا کہ میں تشریعی نبی ہوں۔ آپ نے تو مخالفین کو ملزم کرنے کے لیے لَوْ تَقَوَّلَ کی بحث کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر کہو کہ لَوْ تَقَوَّلَ والا ۲۳ سالہ معیار تشریعی انبیاء کے متعلق ہے تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

پھر معترض کو مزید ملزم اور لاجواب کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ

''تمہاری مراد ''صاحبِ شریعت'' سے کیا ہے اگر کہو ''صاحب شریعت'' سے مراد وہ ہے جس کی وحی میں امر اور نہی ہو تو اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔''

گویا حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مخالفین کو محض ''اس تعریف کی رو سے ''ملزم'' کیا ہے۔ نہ یہ کہ صاحبِ شریعت نبی کی تعریف اپنی مسلمہ پیش کی ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام نے اس کے آگے جو اپنی وحی ہو پیش کی ہے۔

''قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ''(سورۃالنور :۳۱)

(اربعین نمبر۴ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۳۵۔۴۳۶)

یہ قرآن مجید کی آیت ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ''تجدید'' کے رنگ میں نازل ہوئی ہے۔ پس حضرت اقدس علیہ السلام کی وحی قرآنی شریعت کی ''تجدید'' کر کے ازسرِنو اس کو دنیا میں شائع کرنے کے لئے ہے۔ مستقل طور پر اس میں نہ کوئی نئے اوامر ہیں نہ نواہی۔ پس آپ کا دعویٰ ''صاحب شریعت'' ہونے کا نہ ہوا۔ بلکہ شریعت کے مجدد ہونے کا ہوا۔

چنانچہ اسی صفحہ ۶ اربعین نمبر۴ طبع اوّل دسمبر ۱۹۰۰ء کے حاشیہ پر حضرت اقدس علیہ السلام نے صاف طور پر تحریر فرما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امر اور نہی میری وحی میں ''تجدید'' کے رنگ میں نازل فرمائے ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ صاحب شریعت نبی اس کو کہتے ہیں۔ جس کی وحی میں نئے اوامر اور نئے نواہی ہوں۔ جو پہلی شریعت کے اوامر ونواہی کو منسوخ کرنے والے ہوں۔ مگر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی میں ہرگز ایسا نہیں۔

لہٰذا یہ کہنا کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ محض افتراء اور بہتان ہے کہاں الزامی جواب جو حضرت اقدس علیہ السلام نے محولہ عبارت میں دیا ہے۔ اور کہاں اپنی طرف سے اپنا ایک عقیدہ بیان کرنا ہے ؎

کہا ہم نے جو دل کا درد تم اس کو گلہ سمجھے　　　تصدق اس سمجھ کے مرحبا سمجھے تو کیا سمجھے

۳۲۔ دعوٰئے نبوت اور اس کی نفی

اس کے متعلق ہم مفصل بحث مسئلہ ختم نبوت کے ضمن میں کر آئے ہیں۔ وہاں سے ملاحظہ ہو۔

۳۳۔یسوع کی مذمت اور حضرت مسیحؑ کی تعریف

۱۔اس کے متعلق بحث دیکھو مضمون ''قرآنی مسیح اور انجیلی یسوع'' پاکٹ بک ہذا۔

۲۔ہم اصولی طور پر تناقضات کے مضمون کے شروع میں صفحہ ۶۸۰ پاکٹ بک ہذا پر ثابت کر آئے ہیں کہ محض ایک لفظ کے دو جگہ استعمال ہونے اور اس کے ایجاب و سلب سے تناقض ثابت نہیں ہوتا۔ جہاں یسوع کی مذمت ہے اور اس کی تعلیم کو ناقص قرار دیا گیا ہے۔ وہاں عیسائیوں کے بالمقابل انجیلی مسلمات پر اعتراض کیا ہے اور جہاں مسیح، عیسیٰ یا یسوع کی تعریف کی ہے۔ وہاں اسلامی تعلیم کے لحاظ سے اہل اسلام کو مخاطب کیا ہے۔ پس دونوں عبارتوں میں تناقض نہیں۔ اسی طرح حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵ پر جو ایک شریر کے جسم میں ''یسوع'' کی روح قرار دی ہے وہاں ''انجیلی یسوع'' مراد ہے۔ مگر تحفۂ قیصریہ صفحہ ۱۲ تا ۲۱ طبع اول میں حقیقی اور اسلامی مسیح مراد ہیں۔ لہٰذا کوئی تناقض نہیں ہے۔

۳۴۔حیات مسیحؑ میں اختلاف

مسیحؑ کی زندگی اور موت اور دوبارہ نزول کے متعلق مفصل بحث مسئلہ وفات مسیح کے ضمن میں (پاکٹ بک ہذا) ملاحظہ ہو۔

۳۵۔مسیحؑ کی بادشاہت

مسیح کی بادشاہت کی جو تاویل حضرت اقدس نے براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۷ طبع اوّل پر کی ہے وہ حضور کی اپنی طرف سے ہے جو اسلامی نقطۂ نگاہ ہے اور اعجاز احمدی صفحہ ۱۳ و صفحہ ۱۴ پر حضرت نے یہودیوں کا اعتراض نقل کیا ہے وہ اپنی طرف سے نہیں۔ ظاہر ہے کہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۷ والی تاویل میں حضرت صاحب نے اپنی طرف سے ''بادشاہت'' کو ''آسمانی بادشاہت'' قرار دے کر حضرت مسیح کی اجتہادی غلطی تسلیم فرمائی ہے اب یہ تاویل یہودی معترضین پر حجت نہیں۔ نہ ان کو مسلم ہے اسی وجہ سے اعجاز احمدی صفحہ ۱۳ طبع اوّل پر حضرت صاحب نے اپنے مخالفین کو کہا ہے کہ بتاؤ یہودیوں کو ان اعتراضات کا تم کیا جواب دے سکتے ہو۔ پس دونوں عبارتوں میں کوئی تناقض نہ ہوا۔

۳۶۔سخت کلامی کا جواب

مرزا صاحب نے مولویوں کو گالیاں دی ہیں۔ مثلاً ''اے بدذات فرقہ مولویاں۔''

(انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۱)

الجواب:۔ حضرت مرزا صاحب نے ہرگز ہرگز شریف اور مہذب مولویوں یا دوسرے مسلمانوں کو گالی نہیں دی۔ یہ محض احراریوں کی شرانگیزی ہے کہ وہ عوام الناس اور شریف علماء کو ہمارے خلاف اشتعال دلانے کی غرض سے اصل عبارات کو ان کے سیاق وسباق سے علیحدہ کر کے اور کانٹ چھانٹ کر پیش کر کے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے تمام مسلمانوں کو گالیاں دی ہیں۔ حالانکہ حضرت مرزا صاحب کی ان تحریرات کے مخاطب وہ چند گنتی کے مولوی۔ پادری یا پنڈت تھے جو حضرت صاحب کو نہایت فحش اور ننگی گالیاں دیتے تھے چنانچہ انہوں نے حضرت صاحب اور حضور کے اہل بیت کے گندے اور توہین آمیز کارٹون بھی بنا کر شائع کئے ان کی گالیوں کی کسی قدر تفصیل حضرت صاحب کی کتاب کتاب البریہ صفحہ ۱۲۳ تا صفحہ ۱۳۳ اور کشف الغطاء صفحہ ۱۵ تا صفحہ ۳۱ میں موجود ہے۔

ان لوگوں میں محمد بخش جعفر زٹلی، شیخ محمد حسین، سعد اللہ لدھیانوی اور عبدالحق امرتسری خاص طور پر گالیاں دینے میں پیش پیش تھے۔ سعد اللہ لدھیانوی کی صرف ایک نظم بعنوان ''نظم حقانی مسمّٰی بہ سرائرِ کادیانی'' میں حضرت صاحب کی نسبت ''روسیاہ بے شرم، احمق، بھانڈ، یاوہ گو، غبی، بدمعاش، لالچی، جھوٹا، کافر، دجال، حمار وغیرہ الفاظ موجود ہیں۔ اسی طرح رسالہ اعلان الحق واتمام الحجۃ وتکملہ صفحہ ۳۰ پر آپ کی نسبت ''حرامزدہ'' کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔

پس حضرت مرزا صاحب کے سخت الفاظ اس قسم کے بدزبان لوگوں کی نسبت بطور جواب کے ہیں لیکن تعجب ہے کہ وہ معدودے چند مخصوص لوگ جو ان تحریرات کے اصل مخاطب تھے۔ عرصہ ہوا فوت بھی ہو چکے اور آج ان کا نام لیوا بھی کوئی باقی نہیں، لیکن احراری آج سے ۶۰، ۷۰ برس پہلے کی شائع شدہ تحریریں پیش کر کے موجودہ لوگوں کو یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ تحریرات تمہارے متعلق ہیں۔ حالانکہ بسا اوقات بے خود احراری اور ان کے سامعین وہ لوگ ہوتے ہیں جو ان تحریروں کی اشاعت کے وقت ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

۲۔ پھر یہ بات تو ہر شخص تسلیم کرے گا کہ اس قسم کی گندی اور فحش گالیاں جیسی حضرت صاحب کے مخالفین نے آپ کو دیں سن کر کوئی شریف یا نیک فطرت انسان ان گالیاں دینے والوں کو پسندیدگی کی نگاہ سے کبھی نہیں دیکھ سکتا۔ پس اگر ایسے لوگوں کی نسبت حضرت صاحب نے جوابی طور پر بظاہر سخت الفاظ استعمال فرمائے ہوں تو بموجب ارشاد خداوندی ''لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ''(النساء:۱۴۹) حضرت صاحب کی کسی تحریر کو بھی سخت یا نامناسب نہیں کہا جا سکتا۔

۳۔ پھر حضرت صاحب نے ان گالیاں دینے والے گندے دشمنوں کو بھی کوئی گالی نہیں دی بلکہ آپ نے ان کی نسبت جو کچھ فرمایا۔ دراصل وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا بڑا نرم ترجمہ کیا ہے۔ حدیث میں ہے۔ ''عُلَمَآءُ هُمْ شَرٌّ مَّنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ'' (مشکوۃ کتاب العلم الفصل الثالث) کہ وہ علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔ گویا اگر آسمان کے نیچے بدذات بھی رہتے ہیں تو فرمایا ''شَرٌّ هُمْ'' یعنی ان سے بھی وہ بدتر ہوں گے۔ پس حضرت نے تو نرم الفاظ استعمال فرمائے ہیں ورنہ آنحضرت صلعم نے تو تفضیل کل کا صیغہ بولا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرما دیا ہے۔

(۱) ''لَيْسَ كَلَامُنَا هٰذَا فِىْ اَخْيَارِهِمْ بَلْ فِىْ اَشْرَارِهِمْ.'' (الہدیٰ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۳۱۴ حاشیہ) کہ ہم نے جو کچھ لکھا ہے یہ صرف شریر علماء کی نسبت لکھا ہے ورنہ غیر احمدیوں میں سے جو علماء شریر نہیں۔ ہم نے ان کی نسبت یہ نہیں لکھا۔ فرماتے ہیں:۔

(۴) ''نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هَتْكِ الْعُلَمَاءِ الصَّالِحِيْنَ، وَقَدْحِ الشُّرَفَاءِ الْمُهَذَّبِيْنَ، سَوَاءً كَانُوْا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ أَوِ الْمَسِيْحِيِّيْنَ أَوِ الآرِيَةِ (لجۃ النور روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۴۰۹) ہم نیک علماء کی ہتک اور شرفاء کی توہین سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ خواہ ایسے لوگ مسلمان ہوں یا عیسائی یا آریہ۔

(۵) ''صرف وہی لوگ ہمارے مخاطب ہیں خواہ وہ بگفتن مسلمان کہلاتے یا عیسائی ہیں جو حدِّ اعتدال سے بڑھ گئے ہیں اور ہماری ذاتیات پر گالی اور بدگوئی سے حملہ کرتے یا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بزرگ میں توہین اور ہتک آمیز باتیں مُنہ پر لاتے اور اپنی کتابوں میں شائع کرتے ہیں۔ سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے معزز لوگوں کی طرف نہیں ہے جو بدزبانی اور کمینگی کے طریق کو اختیار نہیں کرتے۔''

(اشتہار مشمولہ ایام الصلح روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۲۸ اردو ٹائٹل و تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۷۷)

علماء کی حالت اور غیر احمدی گواہیاں

۱۔ نواب نورالحسن خاں صاحب آف بھوپال لکھتے ہیں۔ ''اب اسلام کا صرف نام، قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے...... علماء اس امت کے بدتر ان کے ہیں جو نیچے زمین کے ہیں۔ انہیں سے فتنے نکلتے ہیں۔ انہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔ '' (اقتراب الساعۃ ۱۲)

۲۔ ''اگر نمونہ یہود خواہی کہ بنی علماء سوء کہ طالب دنیا باشند۔''

(الفوز الکبیر صفحہ ۱۰ مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مطبع مجتبائی دہلی)

۳۔ آج کل تھرڈ کلاس مولوی جو ذرہ ذرہ بات پر عدم جواز اقتداء کا فتویٰ دے دیا کرتے ہیں۔ سوان کی بابت بہت عرصہ ہوا فیصلہ ہو چکا ہے ؎

هَلْ اَفْسَدَ النَّاسَ اِلَّا الْمُلُوْکُ　　　وَ عُلَمَاءُ سُوْءٍ وَ رُهْبَانُهَا

(اہلحدیث ۷؍جون ۱۹۱۲ء)

شعر کا مطلب یہ ہے کہ کیا بادشاہوں۔ علماء سوء اور رہبان کے سوا کسی اور چیز نے لوگوں کو خراب کیا ہے؟

۴۔ افسوس ہے ان مولویوں پر جن کو ہم ہادی رہبر وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ سمجھتے ہیں۔ ان میں یہ نفسانیت یہ شیطنت بھری ہوتی ہے۔ تو پھر شیطان کو کس لئے برا بھلا کہنا چاہیے۔ (اہلحدیث ۱۷؍نومبر ۱۹۱۱ء)

۵۔ ''مولوی اب طالب جیفہ دنیا ہو گئے۔ وارث علم پیمبر کا پتہ لگتا نہیں۔''

(اہلحدیث ۳؍مئی ۱۹۱۲ء)

۶۔ ''بعینہٖ وہی عقائد باطلہ جن کی تکذیب کے لئے خدا نے ہزارہا پیغمبر بھیجے تھے۔ ان نام کے مسلمانوں نے اختیار کر لئے ہیں۔''

(تفسیر ثنائی از مولوی ثناء اللہ امرتسری سورۃ البقرۃ زیر آیت واتبعوا ما تتلوا الشیاطین......)

۷۔ ''نام کے بنی اسرائیل تو آنکھوں سے اوجھل ہو گئے اور صفحۂ دنیا سے نام غلط کی طرح مٹ گئے مگر آہ! کام کے بنی اسرائیل اب بھی موجود وترقی پزیر ہیں۔ ہم نے سجادہ نشینی کا فخر حاصل کیا اور عنانی اسرائیلی ہاتھ میں لے لی اور اپنا گھوڑا گھوڑ دوڑ میں بنی اسرائیل سے بھی آگے بڑھا دیا۔ صادق و مصدوق فَدَاهُ اَبِیْ وَ اُمِّیْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ عَلَيْهِ التَّحِيَّةُ وَالتَّسْلِيْمُ نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل ہماری اس شہ سواری اور گوئے سبقت کی پیش بری کی ان الفاظ میں پیشگوئی فرمائی تھی کہ یقیناً میری امت کے بھی لوگ ہو بہو بنی اسرائیل کی طرح افعال بد میں منہمک ہوں گے۔ حتیٰ کہ اگر اس میں سے کسی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ماں سے زنا کرنے والے افراد موجود ہوں گے واقعہ یہ ہے کہ آج ہم مدعی اہلحدیث بھی حَذْ وَالنَّعْلَ بِالنَّعْلِ بنی اسرائیل کی طرح ہر معاملہ میں مصلحت دوراندیشی ضرورت وقت و پالیسی، زر پرستی، کاسہ لیسی، خوشامد و چاپلوسی کو معبودِ حق سمجھ کر اسی کی پوجا کرنے لگے۔''

(اہلحدیث ۲۵؍ستمبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۱)

۸۔مشکوٰۃ صفحہ ۳۰ میں حضرت علیؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول صلعم نے فرمایا کہ لوگوں پر عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا نام رہ جائے گا۔ اور قرآن کا رسم خط۔ اس وقت مولوی آسمان کے تلے بدترین مخلوق ہوں گے (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۲) سارا فتنہ وفساد انہی کی طرف سے ہوگا۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج کل وہی زمانہ آگیا ہے۔ (اہلحدیث ۲۵/اپریل ۱۹۳۰ء صفحہ ۵)

۹۔مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں:۔

''قرآن مجید میں یہودیوں کی مذمت کی گئی ہے کہ کچھ حصہ کتاب کو مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے افسوس ہے کہ آج ہم اہلحدیثوں میں بالخصوص یہ عیب پایا جاتا ہے۔'' (اہلحدیث ۱۹/اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)

گالی اور سخت کلامی میں فرق

ا۔گالی اور ہے اور اظہار واقعہ اور چیز۔ اگر کوئی شخص جو خود اندھا ہو اور دوسرے کو کانا کہے تو دوسرے آدمی کا حق ہے کہ اسے کہے کہ میں تو کانا نہیں۔ چونکہ تم اندھے ہو اس لئے تمہیں میری آنکھ نظر نہیں آتی اب یہ اظہار واقعہ ہے مگر گالی نہیں۔ خود قرآن مجید نے اپنے منکروں کو شَرُّ الْبَرِيَّةِ (البینۃ:۷) (بدترین مخلوق)۔ كَالْاَنْعَامِ (الاعراف:۱۸۰) (چوپائیوں کی طرح) قرار دیا ہے بلکہ زَنِيْمٍ (القلم:۱۴) (حرامزادہ) بھی قرار دیا ہے۔

نوٹ:۔ا۔ زَنِيْــمٌ کے معنی ہیں حرامزادہ دیکھو تفسیر کبیر لا امام رازی زیر آیت لَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ (القلم:۱۱) **فَالْحَاصِلُ اَنَّ الزَّنِيْمَ هُوَ وَلَدُ الزِّنَا.**'' یعنی نتیجہ یہ نکلا کہ ''زَنِيْمٍ'' ولد الزنا کو کہتے ہیں۔

ب۔تفسیر حسینی قادری مترجم اردو جلد ۲ صفحہ ۵۶۴ پر سورۃ ن وسورۃ القلم:۱۴۔ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ میں ''زَنِيْمٍ'' کا ترجمہ یہ لکھا ہے۔

''زَنِيْمٍ'' حرامزادہ نطفۂ ناتحقیق کہ اُس کا باپ معلوم نہیں۔

ج۔ ''زَنِيْمٍ'' کے معنی عربی لغات فیروزی صفحہ ۱۴۰ پر ''حرامزادہ'' درج ہیں۔

د۔اَلْمُنْجِدُ (لغت کی کتاب) میں زنیم کے معنے لکھے ہیں ''اَللَّئِيْمُ'' زیر مادہ زنم اور ''اَللَّئِيْمُ'' کے معنی اس لغت میں زیر مادہ لأم پر ''اَلدَّنِيُّ الْاَصْلُ''، یعنی ''بداصل'' لکھے ہیں۔

ر۔الفرائد الدریۃ عربی انگریزی ڈکشنری FALLONS انگریزی و اردو ڈکشنری زیر مادہ

زنم میں بھی زنیم کے معنی ''IGNOBLE'' درج ہیں جس کے معنی ولدالحرام یا بداصل کے ہیں۔

۲۔ بخاری میں ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کفارِ مکہ کا سفیر عروہ بن مسعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر رہا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسے مخاطب کر کے کہا:۔

''**اُمْصُصْ بِبَظْرِ اللَّاتِ**'' (بخاری کتاب الشروط. باب الشروط فی الجهاد و المصالحة و تجرید بخاری مترجم اردو شائع کردہ مولوی فیروز الدین اینڈ سنز لاہور جلد۲ صفحہ ۱۳)

''حضرت ابوبکرؓ نے عروہ سے کہا کہ لات کی شرمگاہ چوس (یہ عرب میں نہایت سخت گالی سمجھی جاتی تھی) یاد رہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ الفاظ آنحضرت صلعم کی موجودگی میں فرمائے مگر حضور صلعم نے انہیں منع نہیں فرمایا بلکہ خاموش رہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ وہ شخص حضرت ابوبکرؓ سے نہیں بلکہ آنحضرتؐ سے باتیں کر رہا تھا اور اس نے آنحضرت صلعم کو گالی نہیں دی تھی بلکہ صرف اتنا کہا تھا کہ اے محمدؐ! یہ مسلمان اگر ذرا سی بھی تیز لڑائی ہوئی تو آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے **اُمْصُصْ بِبَظْرِ اللَّاتِ** کہا آنحضرت صلعم حضرت ابوبکرؓ کے فقرے کو بھی سن رہے تھے۔ مگر آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کو منع نہیں فرمایا۔

۳۔ گو مندرجہ بالا حدیث ''حدیث تقریر'' کا درجہ رکھتی ہے۔ مگر پھر بھی ایک اور حدیث درج کی جاتی ہے۔ ''**عَنْ اُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَعَزَّا بِعَزَاءِ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَعِضُّوْهُ بِهَنِ اَبِیْهِ وَلَا تَکْنُوْا**'' (مشکوٰۃ کتاب الآداب باب المفاخرة و العصبیه الفصل الثانی) اس حدیث کا اردو ترجمہ اَلْمُلْتَقَطَاتُ شرح مشکوٰۃ سے درج کیا جاتا ہے۔ روایت ہے ابی بن کعبؓ سے کہ کہا۔ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ جو کوئی کہ نسبت کرے ساتھ نسبت جاہلیت کے۔ پس کٹواؤ اس کو سَتر باپ اس کے کا اور کنایہ نہ کرو یعنی یوں کہو کہ اپنے باپ کا ستر کاٹ کر اپنے منہ میں لے لے۔ اس حدیث میں نہایت تشدید ہے فخر بالاباء پر اور حقیقت میں اپنی قوم کی بڑائی کرنا عبث ہے۔ (المشکوٰۃ بالملتقطات کتاب الآداب باب المفاخرة و العصیة)

۴۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''**اَلْعَضُّ اَخْذُ الشَّیْءِ بِالْاَسْنَانِ بِهَنِ اَبِیْهِ بِفَتْحِ الْهَاءِ وَ تَخْفِیْفِ النُّوْنِ کِنَایَةٌ عَنِ**

اَلْفَرْجِ اَیْ قُوْلُوْا لَہٗ. اُعْضُضْ بِذَکَرِ اَبِیْکَ وَ اَیْرِہٖ اَوْ فَرْجِہٖ وَلَا تَکْنُوْا بِذِکْرِ الْھَنِ مِنَ الْاَیْرِ بَلْ صَرِّحُوْا لَہٗ. (مرقاۃ برحاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۳۵۶ مطبع انصاری) کہ عَضٌّ کے معنی ہیں کسی چیز کا دانتوں سے پکڑنا...... الخ۔ غیر احمدی علماء نے حضرت مسیح موعودؑ کو جو گالیاں دیں۔ ان کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ عبدالحکیم نے اپنے رسالہ ''اعلان الحق'' صفحہ ۳۰ میں حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کو'' حرامزادہ'' لکھا ہے۔ (لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلٰی مَنْ قَالَ مِثْلَ ذٰلِکَ۔ خادم) نیز محمد علی بوپڑی نے اپنے رسالہ ''صوتِ ربانی برسر دجال قادیانی'' میں بھی یہی لفظ لکھا ہے۔

۳۷۔ ذُرِّیَۃُ الْبَغَایَا

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۴۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قطعاً غیر احمدیوں کو ذُرِّیَّۃُ الْبَغَایَا نہیں کہا۔ بوجوہات ذیل:۔

جواب:۔ آئینہ کمالات اسلام کی اشاعت تک تو حضرت غیر احمدیوں کو کافر بھی نہیں کہتے تھے۔ چہ جائیکہ ذُرِّیَّۃُ الْبَغَایَا کہتے۔ آپ کی طرف سے جوابی فتویٰ حقیقۃ الوحی ۱۵ رمئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲۰، ۱۲۱ طبع اول میں شائع ہوا ہے۔

۲۔ اس عبارت میں حضور نے اپنی خدمات اسلامی کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے۔ قَدْ حُبِّبَ اِلَیَّ مُنْذُ دَنَوْتُ الْعِشْرِیْنَ اَنْ اَنْصُرَ الدِّیْنَ وَ اُجَادِلَ الْبَرَاھِمَۃَ وَالْقِسِّیْسِیْنَ کہ جب میں بیس سال کا ہوا تبھی سے میری یہ خواہش رہی کہ میں آریوں اور عیسائیوں کے ساتھ مقابلہ کروں چنانچہ میں نے براہین احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ اور آئینہ کمالات اسلام وغیرہ کتابیں لکھیں جو اسلام کی تائید میں ہیں۔ کُلُّ مُسْلِمٍ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۴۷) (یعنی ہر مسلمان) ان کتابوں کو بنظر استحسان دیکھتا اور ان کے معارف سے مستفید ہوتا اور میری دعوت اسلام کی تائید کرتا ہے مگر یہ ذُرِّیَّۃُ الْبَغَایَا جن کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی ہے وہ ان کے مخالف ہیں۔ چنانچہ براہین احمدیہ اور سرمہ چشمہ آریہ کے جواب میں لیکھرام آریہ نے ''خبطِ احمدیہ اور تکذیب براہین احمدیہ'' شائع کیں مگر مسلمان حضرتؑ کی تائید میں تھے۔ چنانچہ محمد حسین بٹالوی نے براہین پر ریویو (رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۷ صفحہ ۱۶۹) لکھا۔ مسلم بک ڈپو لاہور نے سرمہ چشمہ آریہ (پر مولوی محمد حسین بٹالوی کا تبصرہ اشاعۃ السنۃ جلد ۹ صفحہ ۱۴۹ تا ۱۵۸ شائع ہوا) کو اپنے خرچ پر شائع کیا۔

۳۔اس امر کا ثبوت کہ آئینہ کمالاتِ اسلام کی محولہ بالا عبارت میں غیر احمدی مسلمانوں کو مخاطب نہیں کیا گیا یہ ہے کہ حضرت صاحب نے اسی آئینہ کمالات اسلام میں جس کے صفحہ ۵۴۰ کا تم نے حوالہ دیا ہے صفحہ ۵۳۵ پر ملکہ وکٹوریا آنجہانی قیصرۂ ہند کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ ''وَ فِیْ آخِرِ کَلَامِیْ اَنْصَحُ لَکِ یَا قَیْصَرَۃُ خَالِصًا لِلّٰہِ وَ ھُوَ اَنَّ الْمُسْلِمِیْنَ عَضُدُکِ الْخَاصُ وَ لَھُمْ فِیْ مُلْکِکِ خصُوْصِیَّۃٌ تَفْھِمِیْنَھَا فَانْظُرِیْ اِلَی الْمُسْلِمِیْنَ بِنَظْرٍ خَاصٍ وَ أَقِرِّیْ اَعْیُنَھُمْ وَ أَلِّفِیْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاجْعَلِیْ اَکْثَرَھُمْ مِنَ الَّذِیْنَ یُقَرِّبُوْنَ اَلتَّفْضِیْلَ التَّفْضِیْلَ. اَلتَّخْصِیْصَ التَّخْصِیْصَ.''

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۳۵)

یعنی اے ملکہ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ مسلمان تیرا بازو ہیں۔ پس تو ان کی طرف نظر خاص سے دیکھ اور ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا اور ان کی تالیف قلوب کر اور ان کو اپنا مقرب بنا اور بڑے سے بڑے خاص عہدے مسلمانوں کو دے۔

غرضیکہ اسی آئینہ کمالات اسلام میں مخالفین کی پیش کردہ عبارت سے پہلے تو یہ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ اور ان کی تالیف قلوب لازمی ہے پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ اسی جگہ ان کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہوں جو ان کی دل شکنی کا باعث ہوں۔

۴۔علاوہ ازیں ذُرِّیَّۃُ الْبَغَایَا والی عبارت میں الفاظ یعنی یَقْبَلُنِیْ وَ یُصَدِّقُ دَعْوَتِیْ. (آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۴۷۔۵۴۸) کے مجھے قبول کرتا اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے تو اس جگہ دعوت سے مراد دعوت الی الاسلام اور اسی کا قبول کرنا ہے۔ (ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۸۹) فرماتے ہیں:۔

''وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنِّیْ عَاشِقُ الْاِسْلَامِ وَ فَدَاءُ حَضْرَۃِ خَیْرِ الْاَنَامِ وَ غُلَامُ اَحْمَدِ الْمُصْطَفٰی حُبِّبَ اِلَیَّ مُنْذُ صَبَوْتُ اِلَی الشَّبَابِ ...... اَنْ اَدْعُوَ الْمُخَالِفِیْنَ اِلٰی دَیْنِ اللّٰہِ الْاَجْلٰی. فَاَرْسَلْتُ اِلٰی کُلِّ مُخَالِفٍ کِتَابًا. وَ دَعَوْتُ اِلَی الْاِسْلَامِ شَیْخًا وَ شَابًّا.''

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۸۸،۳۸۹)

اس عبارت کا فارسی ترجمہ آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۳۹۳ و ۳۹۴ حاشیہ میں حسب ذیل درج ہے۔

''خدا تعالیٰ خوب میداند کہ من عاشق اسلام و فدائے حضرت سیّد انام و غلام احمد مصطفیٰ

(صلی اللہ علیہ وسلم) میباشم۔ ازعنفوان وقتے کہ بالغ بسنّ شباب وموفّق بتالیف کتاب شدہ ام دوستدار آن بودہ ام کہ مخالفین را بسوئے دین روشن خدا دعوت کنم۔ بنا برآن بسوئے ہر مخالفے مکتوبے فرستادم و جوان و پیر را ندائے قبول اسلام دردادم۔''

''یعنی خدا کی قسم! میں عاشق اسلام اور فدائے حضرت خیر الانام ہوں اور حضرت احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ اور جب سے میں جوان ہوا اور مجھے کتاب لکھنے کی توفیق ملی میری یہی دلی خواہش رہی کہ میں اللہ تعالیٰ کے روشن دین کی طرف مخالفین کو دعوت دوں چنانچہ میں نے ہر ایک مخالف کی طرف مکتوب روانہ کیا اور چھوٹے بڑے کو اسلام کی طرف دعوت دی۔''

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۳۹۳۔۳۹۴)

یہ عبارت آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۳۹۳۔۳۹۴ کی ہے اور مخالفین کی پیش کردہ '' ذریة البغایا'' والی عبارت صفحہ ۵۴۷، ۵۴۸ پر ہے جو ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے:۔ ''وَ قَدْ حُبِّبَ اِلَیَّ مُنْذُ دَنَوْتُ الْعِشْرِیْنَ اَنْ اَنْصُرَ الدِّیْنَ. وَ اُجَادِلَ الْبَرَاھِمَةَ وَ الْقِسِّیْسِیْنَ. وَقَدْ اَلَّفْتُ فِیْ ھٰذِہِ الْمُنَاظَرَاتِ مُصَنَّفَاتٍ عَدِیْدَةً ۔''(جس کا ترجمہ پچھلے صفحہ پر دیا جا چکا ہے) اب ان دونوں عبارتوں کا مقابلہ کر کے دیکھ لو بالکل ایک ہی مضمون ہے۔ پس ثابت ہوا کہ صفحہ ۵۴۸ پر لفظ ''دعوتی'' میں جس ''دعوت'' کا ذکر ہے وہ صفحہ ۳۸۹ پر مذکور ''دعوتِ اسلام'' ہی ہے نیز دیکھو ازالہ اوہام حصہ اوّل خورد صفحہ ۱۱۲ حاشیہ۔

۵۔ تاج العروس زیر مادہ بغی میں ہے اَلْبُغْیُ اَ لْاَمَةُ فَاجِرَةً کَانَتْ اَوْ غَیْرَ فَاجِرَةٍ کہ ''بغی'' کے معنی لونڈی کے ہیں۔ خواہ وہ بدکار نہ ہو۔ تب بھی یہ لفظ اس پر بولا جاتا ہے۔ اَلْبَغِیَّةُ فِی الْوَلَدِ نَقِیْضُ الرُّشْدِ وَیُقَالُ ھُوَ ابْنُ بَغِیَّةٍ (تاج العروس زیر مادہ بغی) کہ کسی کو یہ کہنا کہ وہ ابن بغیّہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ہدایت سے دور ہے کیونکہ لفظ ''بغیّہ'' ''رُشد'' یعنی صلاحیت کا مخالف ہے۔ گویا ذُرِّیَّةُ الْبَغَایَا کا ترجمہ ہوگا ''ہدایت سے دور''۔

۶۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خود ابن البغاء کا ترجمہ ''سرکش انسان'' کیا ہے۔ سعد اللہ لدھیانوی کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ میں نے اپنے قصیدہ انجام آتھم میں اس کے متعلق لکھا تھا ؎

آذَیْتَنِیْ خُبْثًا فَلَسْتُ بِصَادِقٍ　　　اِنْ لَّمْ تَمُتْ بِالْخِزْیِ یَا ابْنَ بِغَاءِ

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۸۲)

''یعنی خباثت سے تو نے مجھے ایذاء دی ہے۔ پس اگر تو اب رسوائی سے ہلاک نہ ہوا تو میں اپنے دعویٰ میں سچا نہ ٹھہروں گا اے سرکش انسان۔'' (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۷ بابت ۲۴ فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲) معلوم ہوا کہ ''ابن البغاء'' کا ترجمہ ''سرکش انسان'' ہے۔ نہ کہ کنجری کا بیٹا اور اس سے وہ اعتراض بھی دور ہو گیا جو بعض غیر احمدی انجام آتھم وروحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۸۲ کے عربی قصیدہ کے فارسی ترجمہ سے ''اے نسل بدکاراں'' کے الفاظ پیش کر کے کرتے ہیں کیونکہ انجام آتھم کی عربی عبارت کے نیچے جو ترجمہ ہے وہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کا ہے۔ مگر ہمارا پیش کردہ ترجمہ خود حضرت مسیح موعودؑ کا بیان فرمودہ ہے۔ جو بہرحال مقدم ہے۔

۷۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ: مَنْ شَهِدَ عَلَيْهَا بِالزِّنَا فَهُوَ وَلَدُ الزِّنَا (کتاب الوصیۃ صفحہ ۳۹ مطبوعہ حیدر آباد) کہ جو حضرت عائشہؓ پر زنا کی تہمت لگائے وہ حرامزادہ ہے اس موقعہ پر جو حل طلب معمہ ہے وہ یہ کہ حضرت عائشہؓ پر تہمت زنا لگانے سے ایک انسان کی اپنی ولادت پر (جو سالہا سال پہلے واقعہ ہو چکی ہو) کس طرح اثر پڑتا ہے؟ مَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا.

۸۔ شیعوں کی معتبر ترین کتاب کافی کلینی کے حصہ سوم موسومہ بہ فروع کافی مطبوعہ نولکشور لکھنؤ کے آخری حصہ یعنی کتاب الروضہ صفحہ ۱۳۵ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهٗ اِنَّ بَعْضَ اَصْحَابِنَا يَفْتَرُوْنَ وَ يَقْذِفُوْنَ مَنْ خَالَفَهُمْ فَقَالَ الْكَسَّفُ عَنْهُمْ اَجْمَلُ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ يَا اَبَا حَمْزَةَ اِنَّ النَّاسَ كُلَّهُمْ اَوْلَادُ الْبَغَايَا مَاخَلَا شِيْعَتِنَا. ابوحمزہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام باقرؒ سے کہا کہ بعض لوگ اپنے مخالفین پر کئی کئی طرح کے بہتان لگاتے اور افتراء کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایسے لوگوں سے بچ کر رہنا اچھا ہے پھر آپ نے فرمایا۔ اے ابوحمزہ خدا کی قسم! ہمارے شیعوں کے سوا باقی تمام لوگ اولاد بغایا ہیں۔

۹۔ حضرت امام جعفر صادقؒ کا مندرجہ ذیل قول بھی ملاحظہ ہو۔ ''مَنْ اَحَبَّنَا كَانَ نُطْفَةَ الْعَبْدِ وَمَنْ اَبْغَضَنَا كَانَ نُطْفَةَ الشَّيْطَانِ.'' (فروغ کافی جلد ۲ کتاب النکاح صفحہ ۲۱۶ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ) کہ جو شخص ہمارے ساتھ محبت کرتا ہے وہ تو اچھے آدمی کا نطفہ ہے مگر وہ جو ہم سے عداوت رکھتا ہے وہ نطفہ شیطان ہے۔''

اب ایک طرف امام ابوحنیفہؒ کا فتویٰ پڑھو۔ کہ حضرت عائشہؓ پر زنا کی تہمت لگانے والے سب حرامزادے ہیں اور دوسری طرف حضرت امام باقرؒ کا فتویٰ پڑھو کہ سوائے شیعوں کے باقی سب

لوگ اولادِ بغایا ہیں اور ہم سے نفرت کرنے والے شیطان کا نطفہ ہیں۔ پھر بتاؤ اگر ان الفاظ کا لفظی ترجمہ کیا جائے۔ تو ان فقرات کے کوئی معنے بنتے ہیں؟ اور اس طرح روئے زمین کا کوئی انسان ولدالزنا ہونے سے بچ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

۱۰۔ چنانچہ احراریوں کا سرکاری آرگن اخبار ''مجاہد'' لاہور ۴ مارچ ۱۹۳۶ء مندرجہ بالا حوالجات از ''فروغِ کافی'' کے جواب میں رقمطراز ہے:۔

ولد البغایا۔ ابن الحرام اور ولد الحرام۔ ابن الحلال۔ بنت الحلال وغیرہ یہ سب عرب کا اور ساری دنیا کا محاورہ ہے جو شخص نیکو کاری کو ترک کر کے بدکاری کی طرف جاتا ہے اس کو باوجودیکہ اس کا حسب ونسب درست ہو۔ صرف اعمال کی وجہ سے ابن الحرام۔ ولد الحرام کہتے ہیں۔ اس کے خلاف جو نیکوکار ہوتے ہیں۔ ان کو ابن الحلال کہتے ہیں۔ اندریں حالات امام علیہ السلام کا اپنے مخالفین کو ''اولادِ بغایا'' کہنا بجا اور درست ہے۔'' (اخبار مجاہد لاہور ۴ مارچ ۱۹۳۶ء)

پس آئینۂ کمالاتِ اسلام وغیرہ کی عبارات میں بھی مراد ہدایت سے دور یا سرکش یا بدفطرت انسان ہی ہیں نہ کہ ولدالزنا یا حرامزادے!

۱۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی نسبت لکھا ہے۔ ''ایک دفعہ لڑکے گیند کھیل رہے تھے کہ اتفاقاً گیند اچھل کر مجلس میں آپڑا۔ کسی کو جا کر لانے کی جرأت نہ ہوئی۔ آخر ایک لڑکا گستاخانہ اندر آیا اور گیند اٹھا کر لے گیا۔ آپ (حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) نے دیکھ کر فرمایا کہ شاید یہ لڑکا حلال زادہ نہیں ہے۔ چنانچہ دریافت پر ایسا ہی معلوم ہوا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا؟ فرمایا! اگر یہ حلال زادہ ہوتا تو اس میں شرم وحیا ہوتی۔''

(تذکرہ اولیاء باب اٹھارھواں۔ مترجم اردو شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز بار سوم صفحہ ۱۴۶)

ثابت ہوا کہ جس میں شرم وحیا نہ ہو وہ ''حلال زادہ'' نہیں ہوتا۔

۳۸۔ جنگل کے سؤر

إِنَّ الْعِدَا صَارُوْا خَنَازِيرَ الْفَلَا
وَنِسَاءُ هُمْ مِنْ دُونِهِنَّ الْأَكْلُبُ

(نجم الہدیٰ۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۵۳)

جواب: یہ عام خطاب نہیں بلکہ صرف ان دشمنوں کو ہے جو گندی گالیاں دیتے تھے۔ خواہ وہ

مرد ہوں۔خواہ عورتیں۔ چنانچہ اس کا اگلا شعر ہے ؎

سَبُّوْا وَمَا أَدْرِیْ لِاَیِّ جَرِیْمَۃٍ

(نجم الہدیٰ۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۵۴)

کہ وہ مجھ کو گالیاں دیتے ہیں اور میں نہیں جانتا کہ وہ کیوں اور کس جرم کے بدلے گالیاں دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

ا۔’’دشنام دہی اور چیز ہے اور بیان واقعہ کا گو وہ کیسا ہی تلخ اور سخت ہو دوسری شے ہے ہر یک محقق اور حق گو کا یہ فرض ہوتا ہے کہ سچی بات کو پورے پورے طور پر مخالف گُم گشتہ کے کانوں تک پہنچا دیوے پھر اگر وہ سچ کو سن کر افروختہ ہو تو ہوا کرے۔‘‘

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۱۲)

ب۔مخالفوں کے مقابل پر تحریری مباحثات میں کسی قدر میرے الفاظ میں سختی استعمال میں آئی تھی۔لیکن وہ ابتدائی طور پر سختی نہیں ہے بلکہ وہ تمام تحریریں نہایت سخت حملوں کے جواب میں لکھی گئی ہیں۔مخالفوں کے الفاظ ایسے سخت اور دشنام دہی کے رنگ میں تھے جن کے مقابل پر کسی قدر سختی مصلحت تھی۔اس کا ثبوت اس مقابلہ سے ہوتا ہے جو میں نے اپنی کتابوں اور مخالفوں کی کتابوں کے سخت الفاظ اکٹھے کر کے کتاب مثل مقدمہ مطبوعہ کے ساتھ شامل کئے ہیں جس کا نام میں نے کتاب البریّۃ رکھا ہے اور با ایں ہمہ میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ میرے سخت الفاظ جوابی طور پر ہیں ابتدا سختی کی مخالفوں کی طرف سے ہے۔

اور میں مخالفوں کے سخت الفاظ پر بھی صبر کر سکتا تھا لیکن دو مصلحت کے سبب سے میں نے جواب دینا مناسب سمجھا تھا۔اوّل یہ کہ تا مخالف لوگ اپنے سخت الفاظ کا سختی میں جواب پا کر اپنی روش بدلا لیں اور آئندہ تہذیب سے گفتگو کریں۔ دوم یہ کہ تا مخالفوں کی نہایت ہتک آمیز اور غصہ دلانے والی تحریروں سے عام مسلمان جوش میں نہ آویں اور سخت الفاظ کا جواب بھی کسی قدر سخت پا کر اپنی پُر جوش طبیعتوں کو اس طرح سمجھا لیں کہ اگر اس طرف سے سخت الفاظ استعمال ہوئے تو ہماری طرف سے بھی کسی قدر سختی کے ساتھ ان کو جواب مل گیا اور اس طرح وہ وحشیانہ انتقاموں سے دستکش رہیں...... یہ بات بالکل سچ ہے کہ اگر سخت الفاظ کے مقابل پر دوسری قوم کی طرف سے کچھ سخت الفاظ استعمال نہ ہوں تو ممکن ہے کہ اس قوم کے جاہلوں کا غیظ وغضب کوئی اور راہ اختیار کرے۔مظلوموں کے بخارات نکلنے کے

لئے یہ ایک حکمت عملی ہے کہ وہ بھی مباحثات میں سخت حملوں کا سخت جواب دیں۔

(کتاب البریہ۔روحانی خزائن جلد۱۳صفحہ۱۱،۱۲)

(نیز دیکھو ازالہ اوہام صفحہ۳۴،صفحہ۳۵طبع اوّل، تقطیع کلاں صفحہ۷اطبع اوّل حصہ اوّل، کتاب البریہ صفحہ۹۳طبع اوّل صفحہ۱۱۱تا۱۱۸، تبلیغ رسالت جلد نمبر۷صفحہ۹۷وتتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ۲۰تا۲۳طبع اوّل)

۳۹۔مبارک احمد کا قبل از ولادت بولنا

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ میرے بچے مبارک احمد نے اپنی والدہ کے شکم میں باتیں کیں۔

جواب:۔ مبارک احمد کے جس کلام کا ذکر تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد۱۵صفحہ۲۱۳،۲۱۴پر ہے وہ براہ راست بچے کا کلام نہیں بلکہ الہام الٰہی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوا یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو فرمایا کہ ’’اِنِّی اَسْقُطُ مِنَ اللّٰہِ وَ اُصِیْبُہٗ‘‘ (تذکرہ صفحہ۲۷۶مطبوعہ۲۰۰۴ء)(یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں اور جلد ہی خدا تعالیٰ کی طرف واپس چلا جاؤں گا) یہ الفاظ اللہ تعالیٰ نے حضور کو مبارک احمد کی ولادت سے پہلے الہام کئے اور یہ کلام حکایتاً مبارک احمد کی طرف سے تھا۔جیسا کہ قرآن کریم کی آیت ’’اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ‘‘ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی طرف سے یہ الفاظ الہام کئے ہیں۔پس اسی طرح چونکہ الہامی فقرہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ کلام مبارک احمد کی طرف سے کیا تھا اور جملہ کا متکلم بالواسطہ مبارک احمد تھا۔اس لئے حضرت اقدس نے استعارۃً لکھا ہے کہ گویا اس کے بچے ہی نے باتیں کیں۔یہ قول صاحبزادہ مبارک احمد کا ایسا ہی ہے جیسے قرآن مجید سورۃ آل عمران رکوع ۵ میں ہے کہ جب فرشتہ حضرت مریمؑ کے پاس حضرت مسیحؑ کی ولادت کی بشارت لے کر آیا تو اس کی بشارت کے ساتھ ہی ’’اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ‘‘ (ال عمران : ۵۰) شروع ہوجاتا ہے(کہ میں آیا ہوں تمہاری طرف، خدا کی طرف سے نشان لے کر)مختصر یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر کی رو سے وہ آواز مبارک احمد کی طرف سے نہ آئی تھی بلکہ الہامی کلام میں اللہ تعالیٰ نے حکایتاً اس کی طرف سے کلام کیا تھا۔

۲۔ لیکن تمہارے ہاں تو یہاں تک لکھا ہے کو ایک دفعہ حضرت ’’پیران پیر‘‘ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے آپ سے کچھ بات کہی تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔اے اماں! کیا تجھے یاد نہیں کہ جب میں تیرے پیٹ میں تھا تو ان دنوں ایک سائل فقیر بھیک مانگنے تیرے دروازہ پر آیا۔تو اسے ایک شیر کھانے کے لئے دوڑا تھا۔جس سے ڈر کر وہ سائل بھاگ گیا تھا۔کیا تجھے

معلوم نہیں کہ وہ شیر میں ہی تھا؟ (گلدستہ کرامات صفحہ ۲۱۵ از سید عبدالقادر جیلانیؒ)

۳۔ لو اور سنو! بحار الانوار جلد ۱۰ میں علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ مصباح الانوار سے اور امالی شیخ صادق سے روایت کرتے ہیں جس کے ترجمہ پر اکتفا کی جاتی ہے۔

''مفضل ابن عمر بیان کرتے ہیں میں نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ جناب سیّدہ (حضرت فاطمہؓ۔ خادم) کی ولادت کس طرح ہوئی۔ آپ نے فرمایا کی جب خدیجہؓ سے جناب رسول اللہ نے شادی کی تو مکہ کی عورتوں نے انھیں چھوڑ دیا۔ نہ وہ ان کے پاس آتی تھیں نہ ان کو سلام کرتی تھیں اور نہ کسی اور عورت کو ان کے پاس آنے دیتی تھیں۔ اس بات سے جناب خدیجہؓ کو بہت دہشت ہوئی اور ادھر جناب رسول اللہؐ کی طرف سے بھی خوف دامن گیر تھا۔ اس حالت میں جناب سیّدہ کا حمل قرار پایا۔ جناب سیّدہ۔ خدیجہؓ سے باتیں کیا کرتی تھیں اور انھیں تسلی و دلاسا دیتی رہتی تھیں۔ اور صبر کی تلقین فرماتی تھیں۔ خدیجہؓ نے رسول اللہؐ سے یہ بات چھپا رکھی تھی۔ ایک روز رسول اللہؐ تشریف لائے تو آپؐ نے سنا کہ خدیجہؓ جناب فاطمہؓ سے باتیں کر رہی ہیں پوچھا! یہ کس سے باتیں کرتی ہیں خدیجہؓ نے عرض کیا کہ یہ بچہ جو میرے شکم میں ہے مجھ سے باتیں کرتا ہے اور میری وحشت کو دور کرتا ہے آپؐ نے فرمایا ''اے خدیجہؓ۔ جبرئیلؑ نے مجھے بشارت دی ہے کہ یہ بچہ لڑکی ہے۔''

(سیرۃ الفاطمہ اعنی سوانح عمری حضرت سیّدہ صلوٰۃ اللہ علیہا تصنیف سیّد حکیم ذاکر حسین صاحب مترجم نہج البلاغہ مطبوعہ ۱۹۲۱ء صفحہ ۲۹، ۳۰)

۴۰۔ بکرے کا دودھ

سرمہ چشم آریہ۔ روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۹۹ میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ مظفر گڑھ میں ایک بکرے نے اڑھائی سیر دودھ دیا۔

جواب:۔ الف۔ امام ابن جوزی فرماتے ہیں:۔ **فَبُعِثَ بِهٖ اِلَی الْخَلِیْفَةِ الْمُقْتَدِرِ وَ اُهْدِیَ مَعَهٗ تَیْسًا لَهٗ ضَرْعٌ یُحْلَبُ لَبَنًا حَكَاهُ الصَّوْلِیُّ وَ ابْنُ كَثِیْرٍ** (حجج الکرامہ صفحہ ۲۵۹ از نواب صدیق حسن خان صاحب مطبع شاہجہانی بھوپال) کہ ایک لمبے قد کا آدمی خلیفہ مقتدر کے پاس بھیجا گیا اور اس کے ساتھ ہی ایک بکرا بھی ہدیۃً بھیجا گیا اس بکرے کے تھن تھے اور وہ دودھ دیتا تھا، اس واقعہ کو صولی اور حافظ ابن کثیر نے بیان کیا ہے۔

ب۔ مولوی شبلی نعمانی لکھتے ہیں:۔ ''جہانگیر کا جانور خانہ حقیقت میں ایک عجائب خانہ تھا۔

اس میں ایسے بھی بہت سے جانور تھے جن کی خلقت غیر معمولی خلقت تھی۔ ان میں ایک بکرا تھا جو بقدر ایک پیالہ کے دودھ دیتا تھا۔'' (مقالات شبلی صفحہ ۱۹۰ نیز تزک جہانگیری صفحہ ۲۷)

نوٹ:۔ جماعت احمدیہ آنبہ ضلع شیخوپورہ نے خاص طور پر ایک دودھ دینے والا بکرا خریدا تھا اور مولوی صاحبان کے لئے ''الفضل'' میں اشتہار دیا گیا تھا کہ وہ اس بکرے کو دیکھ کر تسلی کر لیں......۲۸ نومبر ۱۹۳۴ء تک وہ بکرا جماعت کے پاس موجود رہا۔ (خادم)

ج۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔ ''۳۰۰ھ میں ایک خچر نے بچہ جنا۔''

(تاریخ الخلفاء مترجم اردو صفحہ ۳۸۰ مطبع جیّد برقی پریس دہلی)

نوٹ:۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم وفاتِ مسیح کے اس لئے قائل نہیں کہ گویا ہمارے نزدیک خدا کسی کو زندہ رکھنے پر قادر نہیں بلکہ اس لیے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں اور یہ کہ کوئی انسان آسمان پر نہیں جا سکتا۔ چونکہ خدا تعالیٰ جھوٹ نہیں بول سکتا اور نہ وعدہ خلافی کر سکتا ہے اس لئے عیسیٰؑ بھی زندہ نہیں رہ سکتے نیز اگر '' اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ '' (البقرۃ:۲۱) کا وہ مفہوم درست ہو جو تم لوگ لیتے ہو تو ذرا یہ تو بتا دو کہ کیا خدا اگر چاہے تو اپنے جیسا ایک خدا بنا سکتا ہے؟ یاد رکھنا کہ خدا غیر مخلوق اور قدیم ہے اور جو پیدا ہو گا وہ بہرحال مخلوق ہو گا۔

۴۱۔ عورت مرد ہو گئی

سرمہ چشم آریہ۔ روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۹۹ میں حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ایک مرد نے اپنے بچہ کو اپنا دودھ پلایا۔

الجواب:۱۔ حجج الکرامہ میں لکھا ہے:۔ **وَفِیْ ٧٧٦ ھ اَحْضَرَ وَالِیْ لَاشْمُوْنِیْنَ اِلَى الْاَمِیْرِ مُنْجَکَ بِنْتًا عُمْرُهَا خَمْسُ عَشْرَ سَنَةٍ فَذَكَرَ اَنَّهَا لَمْ تَزِلْ بِنْتًا اِلٰى هٰذِهِ الْغَايَةِ فَاسْتَدَّ الْفَرْجُ وَظَهَرَ لَهَا ذَكَرٌ وَاُنْثَيَانِ وَاِحْتَمَلَتْ فَشَاهَدُوْهَا وَسَمُّوْهَا مُحَمَّدًا وَ لِهٰذِهِ الْقَضِيَّةِ نَظِيْرٌ ذَكَرَهَا ابْنُ كَثِيْرٍ فِیْ تَارِيْخِهٖ وَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ وَقَعَ فِیْ عَصْرِنَا نَظِيْرُ ذٰلِکَ فِیْ ٨٤٢ ھ** (حجج الکرامہ صفحہ ۲۹۳ سطر ۱۱ از نواب صدیق حسن خان صاحب مطبع شاہجہانی بھوپال) کہ ۷۷۶ھ میں والئ اشمونین نے امیر منجک کے سامنے ایک لڑکی پیش کی۔ جس کی عمر پندرہ سال کی تھی اور اس نے ذکر کیا کہ اب تک تو لڑکی رہی مگر بعد میں اس کی شرمگاہ مفقود ہو گئی اور اعضاء مردی ظاہر ہو

گئے۔ پھر وہ محتلم ہوئی اور انہوں نے یہ سب باتیں اس میں مشاہدہ کیں اور اس کا نام محمد رکھا اور اسی قسم کا ایک اور واقعہ بھی ہے جس کو ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں ۸۴۲ھ میں اسی قسم کا ایک واقعہ ظہور میں آیا ہے۔

۲۔ حضرت امام سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ المعتضد باللہ ابوالفتح خلیفہ بنوعباس کے عہد خلافت میں:۔

''۴۵۷ ہجری میں......طرابلس میں ایک لڑکی تھی جس کا نام نفیسہ تھا۔......تین مردوں سے اس کا نکاح ہوا مگر کوئی اس پر قادر نہ ہوسکا......جب اس لڑکی کی عمر پندرہ برس کی ہوئی تو اس کے پستان غائب ہو گئے اور پھر اس کی شرمگاہ سے گوشت بلند ہونا شروع ہوا اور بڑھتے بڑھتے مرد کا آلہ تناسل بن گیا اور خصیتین بھی ظاہر ہو گئے۔''

(تاریخ الخلفاء مصنفہ حضرت امام سیوطی باب المحتضد باللہ ابو الفتح۔منقول از محبوب العلماء اردو تاریخ الخلفاء۔ مطبوعہ پبلک پرنٹنگ پریس لاہور (ترجمہ کردہ مولوی محمد بشیر صاحب صدیقی) مولوی فاضل علی پوری صفحہ ۶۰۰)

۴۲۔ مرزا صاحب نے بددعائیں دیں

الجواب:(۱) قرآن مجید سے حضرت نوحؑ کی بددعا سورۃ نوح میں پڑھو۔ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (نوح:۲۷) کہ میرے رب زمین پر ایک بھی کافر نہ چھوڑیو۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ للعالمین ہیں انہوں نے بھی بددعا کی۔ بخاری شریف میں ہے۔''**قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْکَ بِقُرَيْشٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ اِذْ دَعَا عَلَيْهِمْ......ثُمَّ سَمّٰى اَللّٰهُمَّ عَلَيْکَ بِاَبِیْ جَهْلٍ وَ عَلَيْکَ بِعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَ شَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ.**''(بخاری کتاب الوضوء باب اِذَا اُلْقِیَ عَلٰى ظَهْرِ الْمُصَلِّیْ......) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ قریش کو ضرور ہلاک کر۔ آپؐ نے یہ تین مرتبہ فرمایا۔ پس قریش پر یہ شاق گذرا کیونکہ آپؐ نے ان کو بددعا دی تھی......پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر فرمایا۔ اے اللہ! ابو جہل کو ضرور ہلاک کر۔ اے اللہ! عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کو ہلاک کر۔

(۳) اسی طرح قریش ہی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کا ذکر بخاری جلد ۱ کتاب الاذان باب **يَهْوِیْ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ يَسْجُدُ** میں بھی ہے:۔

قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ...... فَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ

وَطْـأَتَکَ عَـلٰـی مُـضَـرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِّیْ يُوْسُفَ وَاَهْلُ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ مِنْ مُضَرَ مُخَالِفُوْنَ لَهٗ.'' حدیث ہذا کا اردو ترجمہ تجرید البخاری مترجم اردو سے نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو کہتے سَـمِـعَ الـلّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ...... چنانچہ آپ فرماتے اے اللہ اپنی گرفت قبیلہ مضر پر سخت کر دے۔ اور ان پر قحط سالیاں ڈال دے جیسے یوسفؑ کے عہد کی قحط سالیاں تھیں۔ اس زمانہ میں قبیلہ مضر کے مشرقی لوگ آپ کے مخالف تھے۔''

(تجرید البخاری مترجم جلد ا صفحہ ۱۸۴ شائع کردہ مولوی فیروز الدین اینڈ سنز لاہور)

(۴) بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی سُلَیم کے بعض آدمیوں کو قبیلۂ بنی عامر کی طرف بغرض سفارت و تبلیغ بھیجا۔ مگر انہوں نے دھوکہ سے قتل کر دیا صرف ایک لنگڑے صحابی بچ گئے اس واقعہ کی خبر جب آنحضرتؐ کو ملی تو آپ چالیس دن تک قبیلہ بنی عامر کے لئے بددعا فرماتے رہے۔

''فَـدَعَـا عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا عَلٰی رَعْلٍ وَذَكْوَانَ وَ بَنِیْ لَحْيَانَ وَ بَنِیْ عُصَيَّةَ الَّذِيْنَ عَصَوُا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ.''

(بخاری باب الْحُوْرُ الْعِيْنِ وَ صِفَتُهُنَّ و تجرید البخاری مطبوعہ فیروز الدین اینڈ سنز لاہور حصہ دوم صفحہ ۴۵ و صفحہ ۴۶)

ترجمہ۔ پھر آپؐ نے چالیس دن تک قبیلہ رعل اور ذکوان اور بنی لحیان بنی عصیہ (کے لوگوں) پر جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی تھی بددعا کی۔

(۵) بخاری شریف **کتاب الاذان باب فصل اللّٰھم ربنا لک الحمد** میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بَـعْـدَ مَـا يَـقُـوْلُ سَـمِـعَ الـلّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَيَدْعُوْا لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ يَلْعَنُ الْكُفَّارَ.'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز نماز میں بعد از رکوع **سمع اللّٰہ لمن حمدہ** کہنے کے بعد بالالتزام مسلمانوں کے حق میں دعا فرماتے تھے اور کافروں پر لعنت بھیجا کرتے تھے۔

۴۳۔ انگریز کی خوشامد کا الزام

مجلس احرار کی طرف سے بار بار الزام لگایا جاتا ہے کہ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام نے انگریز کی خوشامد کی اور اس غرض سے تریاق القلوب۔ کتاب البریہ۔ نور الحق اور تبلیغ رسالت کے حوالجات پیش کئے جاتے ہیں۔ ذیل کی سطور میں ان کے اس الزام کا کسی قدر تفصیل سے جواب عرض کیا

گیا ہے۔

خوشامد کی تعریف:۔

افسوس ہے کہ معترضین حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام پر خوشامد کا الزام لگاتے وقت ایک ذرہ بھی خدا کا خوف نہیں کرتے کیونکہ اوّل تو آپ کی تحریرات کے اس حصہ پر جس میں انگریزی حکومت کے ماتحت مذہبی آزادی حکومت کی مذہبی امور میں غیر جانبداری اور قیام امن وانصاف کے لئے عادلانہ قوانین کے نفاذ کی تعریف کی گئی ہے۔لفظ ''خوشامد'' کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ظاہر ہے کہ برمحل سچی تعریف کو''خوشامد'' نہیں کہہ سکتے بلکہ ''خوشامد'' جھوٹی تعریف کو کہتے ہیں جو کسی نفع کے حصول کی غرض سے کی جائے۔پس حضرت مرزا صاحب پر انگریز کی خوشامد کا الزام لگانے والوں پر لازم ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ آپ نے انگریزی حکومت کے بارے میں جو تعریفی الفاظ استعمال فرمائے وہ حقیقت پر مبنی نہ تھے بلکہ خلاف واقعات تھے اور یہ کہ آپ نے انگریز سے فلاں نفع حاصل کیا لیکن ہم یہ بات پورے وثوق اور کامل تحدی سے کہہ سکتے ہیں اور مخالف سے مخالف بھی ضرور یہ اقرار کرنے پر مجبور ہوگا کہ حضرت مرزا صاحب نے انگریزی حکومت کے دور میں مذہبی آزادی،تبلیغ کی آزادی اور قیام امن وانصاف کی جو تعریف فرمائی وہ بالکل درست تھی۔کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ جو مذہبی آزادی انگریزی نظام کے ماتحت رعایا کو حاصل تھی۔اس کی مثال موجودہ زمانہ میں کسی اور حکومت میں پائی نہیں جاتی۔

حضرت سیّد احمد بریلوی کے ارشادات

چنانچہ حضرت سید احمد بریلوی مجدد صدی سیزدہم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انگریزی حکومت کے اس قابل تعریف پہلو کی بے حد تعریف فرمائی ہے۔فرماتے ہیں:۔

الف۔''سرکار انگریزی کہ اُو مسلمانان رعایائے خود را برائے ادائے فرائضِ مذہبی شان آزادی بخشیدہ است۔'' (سوانح احمدی مصنفہ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری صفحہ ۱۱۵ مطبع سٹیم پریس لاہور)

ب۔''سرکار انگریزی...... مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔ہم ان کے ملک میں علانیہ وعظ کہتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہیں۔''

(سوانح احمدی مصنفہ مولوی محمد جعفر تھانیسری صفحہ ۷۱ مطبع سٹیم پریس لاہور)

ج۔ ’’سید صاحب (حضرت سید احمد بریلوی) رحمۃ اللہ علیہ کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا۔ وہ اس آزاد عملداری کو اپنی عملداری سمجھتے تھے۔‘‘ (ایضاً صفحہ ۱۳۹)

د۔ حضرت مولانا سید اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ انگریزی حکومت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

’’ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں۔‘‘

(سوانح احمدی مصنفہ مولوی محمد جعفر تھانیسری صفحہ ۵۷ مطبع سٹیم پرس لاہور)

غرضیکہ ان ہر دو قابل فخر مجاہد ہستیوں نے بھی انگریزی حکومت کی بعینہٖ وہی تعریف کی جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے کی بلکہ حضرت سید احمد بریلویؒ تو حکومت انگریزی کو ’’اپنی ہی عملداری‘‘ سمجھتے تھے۔ کیا احراری شعبدہ باز جوشِ خطابت میں ان بزرگان اسلام پر بھی ’’انگریزی حکومت کی خوشامد‘‘ کا الزام لگائیں گے؟

پس یہ حقیقت ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے انگریزی قوم کے حق میں جو کچھ لکھا وہ بطور خوشامد نہیں بلکہ مبنی برصداقت تھا۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

۱۔ ’’بعض نادان مجھ پر اعتراض کرتے ہیں جیسا کہ صاحب المنار نے بھی کیا کہ یہ شخص انگریزوں کے ملک میں رہتا ہے اس لئے جہاد کی ممانعت کرتا ہے یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر میں جھوٹ سے اس گورنمنٹ کو خوش کرنا چاہتا تو میں بار بار کیوں کہتا کہ عیسیٰ بن مریم صلیب سے نجات پا کر اپنی موت طبعی سے بمقام سری نگر کشمیر مر گیا اور نہ وہ خدا تھا اور نہ خدا کا بیٹا۔ کیا انگریز مذہبی جوش والے میرے اِس فقرہ سے مجھ سے بیزار نہیں ہوں گے؟ پس سنو! اے نادانو مَیں اِس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست اندازی نہیں کرتی اور نہ اپنے دین کو ترقی دینے کے لئے ہم پر تلواریں چلاتی ہے قرآن شریف کے رو سے جنگ مذہبی کرنا حرام ہے۔‘‘

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۷۵ حاشیہ)

۲۔ ’’یہ گورنمنٹ مسلمانوں کے خونوں اور مالوں کی حمایت کرتی ہے اور ہر یک ظالم کے حملہ سے ان کو بچاتی ہے...... میں نے یہ کام گورنمنٹ سے ڈر کر نہیں کیا اور نہ اس کے کسی انعام کا امیدوار ہو کر کیا ہے بلکہ یہ کام محض للہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کیا ہے۔‘‘

(نور الحق حصہ اوّل۔ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۴۰، ۴۱)

۳۔بے شک میں جیسا کہ میرے خدا نے میرے پر ظاہر کیا صرف اسلام کو دنیا میں سچا مذہب سمجھتا ہوں لیکن اسلام کی سچی پابندی اسی میں دیکھتا ہوں کہ ایسی گورنمنٹ جو درحقیقت محسن اور مسلمانوں کے خون اور آبرو کی محافظ ہے اس کی سچی اطاعت کی جائے۔میں گورنمنٹ سے ان باتوں کے ذریعہ سے کوئی انعام نہیں چاہتا۔میں اس سے درخواست نہیں کرتا کہ اس خیر خواہی کی پاداش میں میرا کوئی لڑکا کسی معزز عہدہ پر ہو جائے۔''

(اشتہار ۱۲۱کتوبر ۱۸۹۹ء تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۴۶)

۴۔''میری طبیعت نے کبھی نہیں چاہا کہ ان متواتر خدمات کا اپنے حکام کے پاس ذکر بھی کروں۔کیونکہ میں نے کسی صلہ اور انعام کی خواہش سے نہیں بلکہ ایک حق بات کو ظاہر کرنا اپنا فرض سمجھا۔''

(تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۱۰)

۵۔''میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا جیسا کہ نادان لوگ خیال کرتے ہیں نہ اس سے کوئی صلہ چاہتا ہوں۔بلکہ میں انصاف اور ایمان کے رو سے اپنا فرض دیکھتا ہوں کہ اس گورنمنٹ کی شکرگزاری کروں۔''

(تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۳)

آپ یا آپ کی اولاد نے حکومت سے کوئی نفع حاصل نہیں کیا

ان تحریرات سے واضح ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے انگریز کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا وہ کسی لالچ یا طمع یا خوف کے زیر اثر نہیں تھا اور یہ محض دعویٰ ہی نہیں بلکہ اس کو واقعات کی تائید بھی حاصل ہے کیونکہ یہ امر واقعہ ہے اور کوئی بڑے سے بڑا دشمن بھی یہ نہیں کہہ سکتا حضرت مرزا صاحب یا حضور کے خلفاء میں سے کسی نے گورنمنٹ سے کوئی مربع یا جاگیر حاصل کی یا کوئی خطاب حاصل کیا بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے خلاف عیسائی پادریوں نے اور بعض اوقات حکومت کے بعض کارندوں نے بھی آپ اور آپ کی جماعت کو نقصان پہنچانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ پس جب یہ ثابت ہے کہ حضور نے کوئی مادی فائدہ گورنمنٹ انگریزی سے حاصل نہیں کیا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آپ نے انگریزی حکومت کی غیر جانبداری اور امن پسندی اور مذہب میں عدم مداخلت کی پالیسی کے حق میں جو کچھ لکھا وہ مبنی برحقیقت تھا۔تو پھر آپ پر ''خوشامد'' کا الزام لگانا محض تعصب اور تحکم نہیں تو اور کیا ہے؟

زوردار الفاظ میں تعریف کی وجہ:۔

اس جگہ ایک سوال ہوسکتا ہے کہ گو یہ درست ہے کہ جو کچھ حضرت مرزا صاحب نے انگریزی حکومت کے حق میں لکھا وہ خلاف واقعہ نہ تھا لیکن پھر بھی حضرت مرزا صاحب کو اس قدر زور سے بار بار انگریز کی تعریف کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ آپ خاموش بھی رہ سکتے تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وسوسہ صرف ان ہی لوگوں کے دل میں پیدا ہوسکتا ہے جن کو اس پس منظر کا علم نہیں جس میں وہ تحریرات لکھی گئیں۔

پس منظر:۔

اس ضمن میں سب سے پہلے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ۱۸۵۷ء کے سانحہ کے حالات اور تفصیلات کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے وہ زمانہ کس قدر ابتلاء اور مصائب کا زمانہ تھا۔ وہ تحریک ہندوؤں کی اٹھائی ہوئی تھی، لیکن اس کو جنگِ آزادی کا نام دیا گیا اور یہ اثر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی کہ اس میں ہندوستانی مسلمان بھی من حیث القوم پس پردہ شامل ہیں۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد انگریزوں نے زمامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی تھی۔ اس لئے نئی حکومت کے دل میں متقدم حکومت کے ہم قوم لوگوں کے بارے میں شکوک وشبہات کا پیدا ہونا ایک طبعی امر تھا اس پر ۱۸۵۷ء کا حادثہ مستزاد تھا۔ دوسری طرف ہندو قوم تھی جو تعلیم وتربیت، صنعت وحرفت، سیاست واقتصاد۔ غرضیکہ ہر شعبہ زندگی میں مسلمانوں پر فوقیت رکھتے تھے۔ مسلمانوں کا انہوں نے معاشرتی بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ وہ مسلمانوں کے سیاسی زوال سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال باہر کرنے کے منصوبے سوچ رہے تھے۔ یہ دور ہندوستانی مسلمانوں کے لئے نازک ترین دور تھا۔ پنجاب میں انگریزی تسلط سے پہلے سکھ دور کے جبر واستبداد اور وحشیانہ مظالم کی داستان حد درجہ المناک ہے۔ مسلمانوں کو اس زمانہ میں انتہائی صبر آزما حالات سے گزرنا پڑا۔ انہیں جبراً ہندو یا سکھ بنایا گیا۔ اذانیں حکمًا ممنوع قرار دی گئیں۔ مسلمان عورتوں کی عصمت دری مسلمانوں کا قتل اور ان کے ساز وسامان کی لوٹ مار سکھوں کا روزمرہ کا مشغلہ تھا۔ سکھوں کے انہی بے پناہ مظالم کے باعث مجدد صدی سیزدہم (تیرھویں) حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے خلاف علم جہاد بلند کرنا پڑا تھا۔

پس ایک طرف ہندو قوم کی ریشہ دوانیاں، مسلمانوں کا اقتصادی بائیکاٹ، مسلمانوں پر ان کا علمی سیاسی اور اقتصادی تفوّق اور ان کو ہندوستان سے نکال باہر کرنے کے منصوبے اور اس کے ساتھ

ساتھ سکھوں کے جبر واستبداد اور وحشیانہ مظالم کے لرزہ خیز واقعات تھے ان حالات میں انگریزی دورِ حکومت شروع ہوا۔ انگریزوں نے اپنی حکومت کی ابتداء اس اعلان سے کی کہ رعایا کے مذہبی معاملات میں نہ صرف حکومت کی طرف سے کوئی مداخلت ہوگی بلکہ دوسری قوموں کی طرف سے بھی ایک دوسرے کے مذہبی معاملات میں مداخلت کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ ایسے قانون بنا دیئے گئے جن کے نتیجہ میں رعایا کے باہمی تنازعات کا فیصلہ عدل وانصاف سے ہونے لگا۔ ہندوؤں اور سکھوں کی مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں کے آگے حکومت حائل ہوگئی اور سکھوں کے جبر واستبداد سے بالخصوص پنجابی مسلمانوں کو اس طرح نجات مل گئی گویا کہ وہ ایک دہکتے ہوئے تنور سے یکدم باہر نکل آئے۔

قرآن مجید کی واضح ہدایت:۔

ایک طرف دو مشرک قومیں (ہندو اور سکھ) مسلمانوں کے خون کی پیاسی تھیں تو دوسری طرف ایک عیسائی حکومت تھی جس کے ساتھ تعاون یا عدم تعاون کا مسلمانوں کو فیصلہ کرنا تھا۔ ان حالات میں مسلمانوں کے لئے قرآن مجید کی اس تعلیم پر عمل کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ ''لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰى '' (المائدۃ: ۸۳) ترجمہ:۔ یقیناً یقیناً تو دیکھے گا کہ مسلمانوں کے بدترین دشمن یہودی اور مشرک ہیں اور یقیناً یقیناً تو دیکھے گا کہ دوستی اور محبت کے لحاظ سے سب سے زیادہ مسلمانوں کے قریب عیسائی کہلانے والے ہیں۔

اس واضح حکم میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی تھی کہ یہود یا ہنود اگر ایک طرف ہوں اور دوسری طرف عیسائی ہوں تو مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی دوستی اور مودّۃ کا ہاتھ عیسائیوں کی طرف بڑھائیں۔ چنانچہ عملاً یہی مسلمانوں نے کیا اور ہمیں یقین ہے کہ اگر یہ قرآنی تعلیم مشعل راہ نہ بھی ہوتی تو پھر بھی مسلمانوں کا مفاد اسی میں تھا۔ اور یہی حالات کا اقتضاء تھا کہ ہندوؤں اور سکھوں کے مقابلہ میں انگریزوں کے ساتھ تعاون کرتے اور انگریزوں کی مذہبی رواداری سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندوؤں کے تباہ کن منصوبوں سے محفوظ رہ کر اپنی پرامن تبلیغی مساعی کے ذریعہ سے اپنی تعداد کو بڑھانے کی کوشش کرتے۔ بعد کے حالات کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ انگریزی عملداری کے ابتداء میں مسلمانوں کی تعداد برعظیم ہندو پاکستان میں ایک کروڑ کے قریب تھی لیکن انگریزوں کے انخلاء (۱۹۴۷ء) کے وقت مسلمانوں کی تعداد دس کروڑ تھی۔ گویا کہ تین صدیوں کی اسلامی حکومت کے دوران

میں جس قدر مسلمانوں کی تعداد تھی صرف ایک صدی سے بھی کم زمانے میں اس سے دس گنا بڑھ گئی۔ چنانچہ سرسید احمد خاں صاحب علی گڑھی، مولانا شبلی نعمانی، نواب محسن الملک بہادر، نواب صدیق حسن خاں صاحب اور دوسری عظیم الشان شخصیات نے دوراوّل میں اور قائداعظم محمد علی جناح نے دورآخر میں ہندو کی غلامی پر انگریز کے ساتھ تعاون کو ترجیح دی۔ اور مندرجہ بالا قرآنی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے انگریزوں کی طرف دست تعاون بڑھایا۔ سرسید مرحوم نے انگریزی حکومت کو مسلمانوں کی وفاداری کا یقین دلانے کے لئے متعدد کتب ورسائل تصنیف کئے۔ مسلمانوں کی مغربی علوم میں ترقی کے لئے شبانہ روز کوششیں کیں جن کا نمونہ علیگڑھ یونیورسٹی کی صورت میں موجود ہے۔ چنانچہ احمدیت کے ذلیل ترین معاند اخبار ''زمیندار'' لاہور کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑا کہ ''ان دنوں سیاست کا تقاضا یہی تھا کہ انگریز کی حمایت کی جاتی۔''

(زمیندار ۵۲/۱۱/۲۷ صفحہ ۳ کالم نمبر ۵)

مہدی سوڈانی

پھر یہ بات بھی مدنظر رکھنی ضروری ہے کہ مہدی سوڈانی کی تحریک ۱۸۷۹ء اور اس کے برطانوی حکومت کے ساتھ تصادم کے باعث انگریزی قوم کے دل ودماغ پر یہ چیز گہرے طور پر نقش ہو چکی تھی کہ ہر مہدویت کے علمبردار کے لئے ضروری ہے کہ وہ تیغ وسنان کو ہاتھ میں لے کر غیر مسلموں کو قتل کرے۔

حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مہدویت

یہی وہ دور تھا جس میں حضرت مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ کی وحی سے مامور ہو کر مسیح اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ قرآنی تعلیم کے پیشِ نظر آپ اگرچہ حکومت انگریزی کے ساتھ تعاون اور وفاداری کو ضروری سمجھتے تھے لیکن بدقسمتی سے دور انحطاط کے مسلمان علماء نے مہدی موعود کا یہ غلط تصور دنیا کے سامنے پیش کر رکھا تھا کہ وہ آتے ہی جنگ و پیکار کا علم بلند کر دے گا اور ہاتھ میں تلوار لے کر غیر مسلموں کو قتل کرے گا اور بزور شمشیر اسلامی حکومت قائم کر دے گا۔ اس لئے اور مہدی سوڈانی کا تازہ واقعہ اس کا ایک بین ثبوت تھا۔ اس لئے جب آپ نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تو ضروری تھا کہ انگریزی حکومت آپ اور آپ کی تحریک کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتی لیکن اس پر مستزاد یہ ہوا کہ مخالف علماء نے جہاں ایک طرف اولیاء امت کی پیشگوئیوں کے عین مطابق (کہ امام مہدی پر علمائے وقت کفر کا

فتویٰ دیں گے) آپ پر کفر کا فتویٰ لگا کر مسلمانوں میں آپ کے خلاف اشتعال پھیلایا تو دوسری طرف حکومت انگریزی کو بھی یہ کہہ کر اکسایا کہ یہ شخص امام مہدی ہونے کا دعویدار ہے در پردہ حکومت کا دشمن ہے اور اندر ہی اندر ایک ایسی جماعت تیار کر رہا ہے جو طاقت پکڑتے ہی انگریزی حکومت کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دے گی۔ پھر نہ صرف یہ کہ یہ جھوٹا پراپیگنڈہ مخالف علماء کی طرف سے کیا گیا بلکہ عیسائی پادریوں کی طرف سے بھی حکومت کے سامنے اور پریس میں بار بار یہ الزام لگایا گیا کہ یہ شخص مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ خفیہ طور پر ایک فوج تیار کر کے گورنمنٹ انگریزی کے خلاف مناسب موقع پر اعلان جنگ کر دے۔ دراصل یہ شخص اور اس کی جماعت حکومت انگریزی کے ''غدار'' ہیں اور ان کا وجود انگریزی حکومت کے لئے سخت خطرناک ہے۔ چونکہ یہ الزامات محض بے بنیاد اور بے حقیقت تھے اس لئے حضرت مرزا صاحب کے لئے ضروری تھا کہ ان کی پرزور الفاظ میں تردید فرما کر حقیقت حال کو آشکارا کرتے۔

تعریفی عبارتیں بطور ''ذبّ'' تھیں نہ بطور ''مدح''

پس تعریفی الفاظ بطور مدح نہ تھے بلکہ بطور ''ذبّ'' یعنی بغرض رفعِ التباس تھے۔

۱۔ اس کی مثال قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ قرآن مجید میں حضرت مریمؑ کی عفت اور عصمت کی بار بار اور زوردار الفاظ میں تعریف بیان کی گئی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ اور حضور کی مقدس صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی عفت اور عصمت کا قرآن مجید میں خصوصیت سے ذکر نہیں کیا گیا۔ حالانکہ وہ اپنی عفت اور عصمت کے لحاظ سے حضرت مریمؑ سے کسی رنگ میں بھی کم نہیں ہیں بلکہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ اپنے مدارج عظمت کے لحاظ سے حضرت مریمؑ سے افضل ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ.''

(بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم باب مناقب قرابۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و منقبۃ فاطمۃ علیہا السلام بنت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

۲۔ لیکن ظاہر ہے کہ حضرت مریمؑ صدیقہ کی پاکیزگی اور عفت وعصمت کا قرآن مجید میں بار بار زوردار الفاظ میں ذکر ہونا اور ان کے مقابل پر حضرت فاطمۃ الزہرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا قرآن مجید میں ذکر نہ ہونا ہرگز ہرگز اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ حضرت مریمؑ کو ان پر کوئی فضیلت حاصل تھی کیونکہ حضرت مریمؑ پر زنا اور بدکاری کی تہمت لگی اس لئے ان کی بریت اور رفع التباس

کے لئے بطور ''ذبّ'' ان کی تعریف کی ضرورت تھی مگر چونکہ حضرت فاطمۃ الزہرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ پر ایسا کوئی الزام نہ تھا اس لئے باوجود ان کی عظمت شان کے ان کی تعریف وتوصیف کی ضرورت نہ تھی۔ بعینہٖ اسی طرح چونکہ حضرت مرزا صاحب پر آپ کے مخالفین کی طرف سے آپ کے دعویٰ مہدویت کے باعث حکومت سے غداری اور اس کے خلاف تلوار کی لڑائی کی خفیہ تیاریوں کا الزام تھا اس لئے ضروری تھا کہ اظہارِ حقیقت کے لئے زوردار الفاظ میں ان الزامات کی تردید کی جاتی۔

احراریوں کی پیش کردہ عبارتوں پر تفصیلی بحث

سول اینڈ ملٹری گزٹ (جو انگریزی حکومت کا ایک مشہور آرگن تھا) کی اشاعت ستمبر، اکتوبر ۱۸۹۴ء میں ایک مضمون شائع ہوا۔ جس میں لکھا گیا کہ ''یہ شخص گورنمنٹ انگریزی کا بدخواہ اور مخالفانہ ارادے اپنے دل میں رکھتا ہے۔'' چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے اس مضمون کا ذکر اپنے اشتہار ۱۰ دسمبر ۱۸۹۴ء مطبوعہ تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۱۹۲، صفحہ ۱۹۳ میں کر کے اس کی تردید فرمائی ہے۔ یہی وہ اشتہار ہے جس کی جوابی عبارتوں کا حوالہ احراری معترضین دیا کرتے ہیں لیکن بددیانتی سے اس اشتہار کی مندرجہ ذیل ابتدائی سطور کو حذف کر دیتے ہیں۔

''سول ملٹری گزٹ کے پرچہ ستمبر یا اکتوبر ۱۸۹۴ء میں میری نسبت ایک غلط اور خلاف واقعہ رائے شائع کی گئی جس کی غلطی گورنمنٹ پر کھولنا ضروری ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ صاحب راقم نے اپنی غلط فہمی یا کسی اہل غرض کے دھوکہ دینے سے ایسا اپنے دل میں میری نسبت سمجھ لیا ہے کہ گورنمنٹ انگریزی کا بدخواہ اور مخالفانہ ارادے اپنے دل میں......رکھتا ہوں۔ لیکن یہ خیال ان کا سراسر باطل اور دور از انصاف ہے۔''......

''سکھوں کے زمانہ میں ہمارے دین اور دنیا دونوں پر مصیبتیں تھیں۔......ان مصیبتوں سے اس گورنمنٹ کے عہد دولت نے ایک دم میں ہمیں چھوڑا دیا......(اور ہم نے اگر کسی کتاب میں پادریوں کا نام دجّال رکھا ہے یا اپنے تئیں مسیح موعود قرار دیا ہے تو اس کے وہ معنی مراد نہیں جو بعض ہمارے مخالف مسلمان سمجھتے ہیں۔ ہم کسی ایسے دجّال کے قائل نہیں جو اپنا کفر بڑھانے کے لئے خونریزیاں کرے اور نہ کسی ایسے مسیح اور مہدی کے قائل ہیں جو تلوار کے ذریعہ سے دین کی ترقی کرے۔ یہ اس زمانہ کے بعض کوتہ اندیش مسلمانوں کی غلطیاں ہیں جو کسی خونی مہدی یا خونی مسیح کے منتظر ہیں اور چاہیے کہ گورنمنٹ

ہماری کتابوں کو دیکھے کہ کس قدر ہم اس اعتقاد کے دشمن ہیں۔‘‘

’’مجھے افسوس ہے کہ سول ملٹری گزٹ کے ایڈیٹر کو ان واقعات کی کچھ بھی اطلاع ہوتی تو وہ ایسی تحریر جو انصاف اور سچائی کے برخلاف ہے ہرگز شائع نہ کرتا۔‘‘ (تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۱۹۲ تا صفحہ ۱۹۹)

علاوہ ازیں شیخ محمد حسین بٹالوی نے کئی رسائل شائع کئے جن میں یہ لکھا ہے کہ یہ شخص گورنمنٹ انگریزی کا ’’باغی‘‘ ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر حضرت مرزا صاحب نے مختلف کتب اور اشتہارات میں کیا ہے۔ چند عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

الف۔ ’’چونکہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور دوسرے خودغرض مخالف واقعات صحیحہ کو چھپا کر عام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ایسے ہی دھوکوں سے متاثر ہو کر بعض انگریزی اخبارات جن کو واقعات صحیحہ نہیں مل سکے ہماری نسبت اور ہماری جماعت کی نسبت بے بنیاد باتیں شائع کرتے ہیں۔ سو ہم اسی اشتہار کے ذریعہ سے اپنی محسن گورنمنٹ اور پبلک پر یہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ ہم ہنگامہ اور فتنہ کے طریقوں سے بالکل متنفر ہیں۔‘‘ (اشتہار ۲۷ فروری ۱۸۹۵ء تبلیغ رسالت جلد ۴ صفحہ ۱)

پھر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:۔

’’آپ نے جو میرے حق میں گورنمنٹ کے باغی ہونے کا لفظ استعمال کیا ہے یہ شاید اس لئے کیا ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ نالش اور استغاثہ کرنے کی میری عادت نہیں ورنہ آپ ایسے صریح جھوٹ سے ضرور بچتے۔‘‘ (تبلیغ رسالت ۴ صفحہ ۴۵ نیز دیکھو تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۹۲)

۴۴۔ تریاق القلوب کی پچاس الماریوں والی عبارت

اسی طرح احراری معترضین تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۵ کی عبارت بھی خوشامد کے الزام کی تائید میں پیش کیا کرتے ہیں۔ اس میں ’’پچاس الماریوں‘‘ کے الفاظ کو خاص زور سے پیش کرتے ہیں لیکن جو شخص اصل کتاب نکال کر اس میں سے یہ عبارتیں پڑھے گا اسے فی الفور معلوم ہو جائے گا کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے وہاں بھی انگریزی حکومت کی تائید میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ بطور ’ذبّ‘‘ کے ہے۔ یعنی مخالفین کے الزام ’’بغاوت‘‘ کی تردید میں لکھا ہے۔ چنانچہ تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۵ کی وہ عبارت جسے احراری معترضین پیش کرتے ہیں اس سے پہلے یہ الفاظ ہیں:۔

''اورتم میں سے جو ملازمت پیشہ ہیں وہ اِس کوشش میں ہیں کہ مجھے اِس محسن سلطنت کا باغی ٹھہراویں۔ میں سنتا ہوں کہ ہمیشہ خلاف واقعہ خبریں میری نسبت پہنچانے کے لئے ہر طرف سے کوشش کی جاتی ہے حالانکہ آپ لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ میں باغیانہ طریق کا آدمی نہیں ہوں۔''

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد۱۵ صفحہ ۱۵۵)

اس کے آگے وہ عبارت شروع ہوتی ہے جس کا حوالہ احراری معترضین دیا کرتے ہیں۔

نورالحق حصہ اوّل کی عبارت

احراری معترضین نورالحق حصہ اوّل۔ روحانی خزائن جلد ۸ کے صفحہ ۴۰ و صفحہ ۴۱ کا حوالہ بھی اس الزام کی تائید میں پیش کرتے ہیں لیکن جو شخص کتاب نورالحق حصہ اوّل۔ روحانی خزائن جلد ۸ کا صفحہ ۳۳ و صفحہ ۳۴ پڑھے گا اس کو علم ہو جائے گا کہ یہ عبارتیں بھی پادری عمادالدین کی طرف سے عائد شدہ الزام بغاوت کے جواب میں لکھی گئیں۔ چنانچہ حضورؑ ملکہ وکٹوریہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔

''ایک شخص نے ایسے لوگوں میں سے جو اسلام سے نکل کر عیسائی ہو گئے ہیں یعنی ایک عیسائی جو اپنے تئیں پادری عمادالدین کے نام سے موسوم کرتا ہے ایک کتاب ان دنوں میں عوام کو دھوکہ دینے کے لئے تالیف کی ہے اور اس کا نام ''توزین الاقوال'' رکھا ہے اور اس میں ایک خالص افترا کے طور پر میرے بعض حالات لکھے ہیں اور بیان کیا ہے کہ یہ شخص ایک مفسد آدمی اور گورنمنٹ کا دشمن ہے اور مجھے اس کے طریق چال چلن میں بغاوت کی نشانیاں دکھائی دیتی ہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ ایسے ایسے کام کرے گا اور وہ مخالفوں میں سے ہے۔...... اب ہم گورنمنٹ عالیہ کو ان باتوں کی اصل حقیقت سے مطلع کرتے ہیں جو ہم پر اس نے افترا کیں اور گمان کیا کہ گویا ہم دولت برطانیہ کے بدخواہ ہیں۔''

(نورالحق حصہ اوّل۔ روحانی خزائن جلد۸ صفحہ ۳۳ و ۳۴)

اس کے آگے وہ عبارتیں شروع ہوتی ہیں جو احراری معترضین پیش کرتے ہیں۔ لیکن ص ۳۰ طبع اول کی عبارت کو نقل کرنے میں یہ صریح تحریف اور بددیانتی کرتے ہیں کہ درمیان سے یہ عبارت حذف کر دیتے ہیں:۔

''اور مَیں نے یہ کام گورنمنٹ سے ڈر کر نہیں کیا اور نہ اس کے کسی انعام کا امیدوار ہو کر کیا ہے۔''

(نورالحق حصہ اوّل۔ روحانی خزائن جلد۸ صفحہ ۴۱)

پس ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی یہ سب عبارتیں بھی دشمن کے جھوٹے الزام کی تردید

میں ہیں نہ کہ بطور ''خوشامد'' جیسا کہ احراری معترضین ظاہر کرتے ہیں۔

کتاب البریّہ کی عبارت

اب ہم کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۳ کی عبارت کو لیتے ہیں جو احراری معترضین کی طرف سے بار بار پیش کی جاتی ہے وہ ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے:۔

''یہ بھی ذکر کے لائق ہے کہ ڈاکٹر کلارک صاحب نے اپنے بیان میں کہیں اشارۃً اور کہیں صراحتاً میری نسبت بیان کیا ہے کہ گویا میرا وجود گورنمنٹ کے لئے خطرناک ہے۔''

(کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۳)

یاد رہے کہ پادری مارٹن کلارک ایک بہت بڑا عیسائی پادری تھا اور انگریز حکام اس کی عزت کرتے تھے اس نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر اقدام قتل کا ایک جھوٹا استغاثہ دائر کیا تھا اس مقدمہ کے دوران میں اس نے بطور مستغیث عدالت میں جو بیان دیا اس میں یہ کہا تھا کہ بانی سلسلہ احمدیہ انگریزوں کا باغی ہے اور اس کا وجود انگریزوں کے لئے خطرناک ہے۔

خودکاشتہ پودہ والی عبارت

آخری عبارت جو احراریوں کی طرف سے اس الزام کی تائید میں پیش کی جاتی ہے اشتہار ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۱۹ کی ہے۔ یہ اشتہار تبلیغ رسالت صفحہ ۷ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۸ پر ختم ہوتا ہے۔ اس اشتہار کے صفحہ ۱۹ کے حوالہ سے احراری ''خودکاشتہ پودہ'' کا لفظ اپنے سیاق وسباق سے الگ کر کے پیش کرتے ہیں۔ اس الزام کا مفصل جواب تو آگے آتا ہے لیکن اس جگہ یہ بتانا مقصود ہے کہ معترضین اس عبارت کو بھی پیش کرتے وقت دیانت سے کام نہیں لیتے اور اپنی پیش کردہ عبارت سے اوپر کی مندرجہ ذیل عبارت حذف کر جاتے ہیں۔

''مجھے متواتر اس بات کی خبر ملی ہے کہ بعض حاسد بداندیش جو بوجہ اختلاف عقیدہ یا کسی اور وجہ سے مجھ سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں...... میرے دوستوں کی نسبت خلاف واقعہ امور گورنمنٹ کے معزز حکام تک پہنچاتے ہیں اس لئے اندیشہ ہے کہ ان کی ہر روز کی مفتریانہ کارروائیوں سے گورنمنٹ عالیہ کے دل میں بدگمانی پیدا ہو'' ...... ''اس بات کا علاج تو غیر ممکن ہے کہ ایسے لوگوں کا منہ بند کیا جائے کہ جو اختلاف مذہبی کی وجہ سے یا نفسانی حسد اور بغض اور کسی ذاتی غرض کے سبب سے جھوٹی مخبری پر کمر

بستہ ہو جاتے ہیں۔‘‘ (تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۱۹)

علاوہ ازیں اس اشتہار کے شروع ہی میں اس اشتہار کی اشاعت کی غرض ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

’’بسا اوقات ایسے نئے فرقہ (جماعت احمدیہ) کے دشمن اور خود غرض جن کی عداوت اور مخالفت ہر ایک نئے فرقہ کے لئے ضروری ہے۔ گورنمنٹ میں خلاف واقع خبریں پہنچاتے ہیں۔ اور مفتریانہ مخبریوں سے گورنمنٹ کو پریشانی میں ڈالتے ہیں۔ پس چونکہ گورنمنٹ عالم الغیب نہیں ہے اس لئے ممکن ہے کہ گورنمنٹ عالیہ ایسی مخبریوں کی کثرت کی وجہ سے کسی قدر بدظنی پیدا کرے یا بدظنی کی طرف مائل ہو جائے۔ لہٰذا گورنمنٹ عالیہ کی اطلاع کے لئے چند ضروری امور ذیل میں لکھتا ہوں۔‘‘

(تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۸ سطر ۱)

غرضیکہ اس اشتہار کی اشاعت کے لئے بھی یہی ضرورت پیش آئی تھی کہ مخالفین نے گورنمنٹ کو بانی سلسلہ احمدیہ اور حضور کی جماعت کے خلاف یہ کہہ کر بدظن کرنا چاہا تھا کہ یہ لوگ گورنمنٹ کے باغی ہیں۔

احراریوں کی پیش کردہ تمام عبارتوں کو ان کے محولہ اصل مقام سے نکال کر دیکھ لو۔ ہر جگہ یہی ذکر ہوگا کہ چونکہ مخالفوں نے مجھ پر حکومت سے بغاوت کا جھوٹا الزام لگایا ہے اس لئے میں ان کی تردید میں یہ لکھتا ہوں کہ یہ الزام محض جھوٹا اور بے بنیاد ہے اور میں درحقیقت گورنمنٹ کا خیر خواہ ہوں۔

پس حضرت مرزا صاحب نے جس جس جگہ انگریزی حکومت کی تعریف کی ہے وہ تعریف بطور ’’مدح‘‘ نہیں بلکہ بطور ’’ذبّ‘‘ کے ہے۔ یعنی رفعِ التباس کے لئے ہے جس طرح قرآن مجید میں حضرت مریم کی عصمت و پاکیزگی کا بالخصوص ذکر بطور مدح نہیں بلکہ بطور ’’ذبّ‘‘ کے ہے۔

ہجرت حبشہ کی مثال:۔

اس کی ایک اور واضح مثال تاریخ اسلام میں ہجرت حبشہ کی صورت میں موجود ہے۔ حبشہ میں عیسائی حکومت تھی۔ مکہ میں مشرکوں کے مظالم نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کے استبداد پر عیسائی حکومت کو ترجیح دیتے ہوئے صحابہؓ کو اپنی بعثت کے پانچویں سال حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی ہدایت فرمائی۔ سیرت ابن ہشام میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

''جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شدتِ بلا کو ملاحظہ فرمایا جو ان کے اصحاب پر کفاروں کی طرف سے نازل ہوئی تھی اگرچہ خود حضور بباعث حفاظت الٰہی اور آپ کے چچا ابو طالب کے سبب سے مشرکوں کی ایذاء رسانی سے محفوظ تھے۔ مگر ممکن نہ تھا کہ اپنے اصحاب کو بھی محفوظ رکھ سکتے۔ اس واسطے آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم ملک حبش میں چلے جاؤ تو بہتر ہے۔ کیونکہ وہاں کا بادشاہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور وہ صدق اور راستی سرزمین ہے۔

(سیرت ابن ہشام مترجم اردو مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور ۱۹۱۵ء صفحہ ۱۰۶)

پس حضور کے حکم کے مطابق مسلمان ایک مشرک نظام سے نکل کر ایک عیسائی حکومت کے سایہ میں جا کر آباد ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ وہ وہاں حاکم ہو کر نہیں بلکہ محکوم ہو کر رہنے کے لئے گئے تھے اور فی الواقعہ محکوم ہو کر ہی رہے۔

ان مہاجرین میں علاوہ بہت سے دیگر صحابہ اور صحابیات کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفرؓ (جو حضرت علیؓ کے بھائی تھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت جعفرؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت ابو حذیفہؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح اور حضرت امّ المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا جیسے جلیل القدر صحابہ اور صحابیات شامل تھیں۔

حضرت امّ المومنین امّ سلمہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ''جب ہم حبشہ میں تھے۔ نجاشی بادشاہ حبش کے پاس تو ہم بہت امن سے تھے۔ کوئی برائی کی بات ہمارے سننے میں نہ آئی تھی اور ہم اپنے دین کے کام بخوبی انجام دیتے تھے پس قریش نے اپنے میں سے دو بہادر شخصوں کو جو عبد اللہ بن ربیعہ اور عمرو بن عاص ہیں نجاشی کے پاس مکہ کی عمدہ عمدہ چیزیں تحفہ کے واسطے دے کر روانہ کیا۔ پس یہ دونوں شخص نجاشی کے پاس آئے اور پہلے اس کے ارکان سلطنت سے مل کر ان کو تحفے اور ہدیئے دئے اور ان سے کہا کہ ہمارے شہر سے چند جاہل نو عمر لوگ اپنا قدیمی دین و مذہب ترک کر کے یہاں چلے آئے ہیں اور تمہارے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں اور ایک ایسا نیا مذہب اختیار کیا ہے کہ جس کو نہ ہم جانتے ہیں نہ تم جانتے ہو اب ہم بادشاہ کے پاس اس واسطے آئے ہیں کہ ان لوگوں کو بادشاہ ہمارے ساتھ روانہ کر دے......پھر ان دونوں نے وہ ہدیے جو بادشاہ کے واسطے لائے تھے اس کے حضور پیش کیے۔ اس نے قبول کئے پھر ان سے گفتگو کی۔ انہوں نے عرض کیا اے بادشاہ! ہماری قوم میں سے چند نو عمر جہلا

اپنے قومی مذہب کو ترک کر کے یہاں چلے آئے ہیں اور آپ کا مذہب بھی اختیار نہیں کیا ہے ایک ایسے نئے مذہب کے پیرو ہوئے ہیں جس کو نہ ہم جانتے ہیں نہ آپ جانتے ہیں......آپ ان کو ہمارے ساتھ روانہ کر دیں۔ نجاشی کے افسرانِ سلطنت اور علماء مذہب نے بھی ان دونوں کے قول کی تائید کی......نجاشی بادشاہ حبش...... نے کہا میں ان سے ان دونوں شخصوں کے قول کی نسبت دریافت کرتا ہوں کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ اگر واقعی یہی بات ہے تو جو یہ دونوں کہتے ہیں تو میں ان کو ان کے حوالے کر دوں گا اور ان کی قوم کے پاس بھیج دوں گا۔ اور اگر کوئی اور بات ہے تو نہ بھیجوں گا۔ حضرت امّ سلمہ فرماتی ہیں کہ پھر نجاشی نے اصحاب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا...... جب یہ لوگ (صحابہؓ) پہنچے۔ نجاشی نے ان سے کہا وہ کونسا دین ہے جو تم نے اختیار کیا ہے اور اپنی قوم کا مذہب چھوڑ دیا ہے اور کسی اور مذہب میں بھی داخل نہیں ہوئے۔ امّ سلمہؓ فرماتی ہیں صحابہؓ میں سے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے گفتگو کی اور عرض کیا کہ اے بادشاہ! ہم لوگ اہلِ جاہلیت تھے۔ بتوں کی پرستش ہمارا مذہب تھا۔ مردار خواری ہم کرتے تھے۔ فواحش اور گناہ کا ارتکاب ہمارا وطیرہ تھا۔ قطع رحم اور پڑوس کی حق تلفی اور ظلم و ستم کو ہم نے جائز رکھا تھا۔ جو زبردست ہوتا وہ کمزور کو کھا جاتا تھا۔ پس ہم ایسی ہی ذلیل حالت میں تھے جو اللہ نے ہم پر کرم کیا اور اپنا رسول ہم میں ارسال فرمایا...... ہماری قوم نے اس دین حق کے اختیار کرنے پر ہم کو تکلیفیں دیں اور ہم کو ستایا تا کہ ہم اس دین کو ترک کر دیں اور بتوں کی پرستش اختیار کریں اور جس طرح افعال خبیثہ کو وہ حلال سمجھتے ہیں ہم بھی حلال سمجھیں۔ پس جب ان کا ظلم حد سے زیادہ ہوا اور انہوں نے ہمارا وہاں رہنا دشوار کر دیا ہم وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور آپ کے ملک کو ہم نے پسند کیا اور آپ کے پڑوس کی ہم نے رغبت کی اور اے بادشاہ ہم کو امید ہوئی کہ یہاں ہم ظلم سے محفوظ رہیں گے۔ نجاشی نے جعفرؓ سے پوچھا کہ جو کچھ تمہارے نبی پر نازل ہوتا ہے اس میں سے کچھ تمہارے پاس ہے؟ یعنی تم کو یاد ہے؟ جعفرؓ نے کہا ہاں یاد ہے۔ نجاشی نے کہا پڑھو۔ پس جعفرؓ نے سورۃ مریم شروع کی۔''

(سیرۃ ابن ہشام مترجم اردو صفحہ ۱۱۱ و صفحہ ۱۱۲ جلد ۲)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں سورۃ مریم بھی صرف آیت ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (مریم:۳۵) تک پڑھی تھی (دیکھو تفسیر مدارک التنزیل مصنفہ امام نسفی جلد ا صفحہ ۲۳۱ مطبع السّعادۃ مصر زیر آیت ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا الخ المائدۃ:۸۳)

ایک قابل غور سوال

اب یہاں ایک قابل غور سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب نجاشی نے قرآن مجید سننے کی فرمائش کی تو حضرت جعفرؓ نے سارے قرآن مجید میں سے سورۃ مریم کو کیوں منتخب کیا؟ ظاہر ہے کہ سورۃ مریم قرآن مجید کی پہلی سورۃ نہیں تھی۔ حضرت جعفرؓ سورۃ فاتحہ سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف بھی پڑھ کر سنا سکتے تھے جو ہجرت حبشہ سے پہلے نازل ہو چکی تھیں اور ان تینوں سورتوں میں عیسائیت کا بالخصوص ذکر ہے۔ سورۃ فاتحہ کی آخری آیت ''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' میں یہود اور نصاریٰ کی دینی اتباع سے بچنے کی دعا سکھائی گئی ہے اور سورۃ بنی اسرائیل اور کہف میں حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ثابت کرنے کے علاوہ عیسائی قوم کی تباہی کی بھی خبر دی گئی ہے۔ پس اگر محض قرآن شریف کے سنانے کا سوال تھا تو پھر اوّل تو حضرت جعفرؓ کو سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیے تھی کیونکہ وہ امّ القرآن ہے اور سارے قرآن کا خلاصہ۔ لیکن سورۃ مریم قرآن مجید کا خلاصہ نہیں۔ پھر اگر عیسائیت کے متعلق اسلامی نظریہ کا بیان مقصود تھا تو سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ کہف سے بڑھ کر اور کوئی بہتر انتخاب نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ حضرت جعفرؓ نے نجاشی کے دربار میں پڑھنے کے لئے سورۃ مریم کو منتخب فرمایا اور اس میں سے بھی دو رکوع بھی پورے نہیں بلکہ قریباً ۱½ رکوع کی تلاوت کی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپؑ کی والدہ حضرت مریمؑ کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے اور جس حصہ میں عیسائیت کے بارے میں کوئی اختلافی عقیدہ بیان نہیں کیا گیا۔ پھر حضرت جعفرؓ خاص طور پر آیت ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ (مریم:۳۵) پر آ کر رک جاتے ہیں جس سے اگلی آیت یہ ہے مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ (مریم:۳۶) کہ اللہ تعالیٰ کے شانِ شایان نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے وہ اس سے پاک ہے۔ اس آیت میں ابنیت مسیح کی نفی کی گئی ہے اور عیسائیت کے ساتھ سب سے بڑا اختلافی مسئلہ بیان کر کے اگلی آیات میں عیسائیوں کی تباہی اور اسلامی حکومت کے قیام کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ لیکن حضرت جعفرؓ مصلحتاً پچھلی آیت پر آ کر رک جاتے ہیں اور صرف اسی حصہ پر اکتفا کرتے ہیں جس کے سننے سے ہر ایک عیسائی کا دل خوش ہوتا ہے۔

پھر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ وفد قریش کا اعتراض تو یہ تھا کہ یہ لوگ ایک نئے دین کے متبع ہیں جو عیسائیت سے مختلف ہے اور نجاشی نے بھی یہی اعلان کیا تھا کہ اگر ان کا یہ دعویٰ درست ثابت ہوا تو

میں مسلمانوں کو قریش کے حوالے کر دوں گا اور اسی دعویٰ کی تائید یا تردید حضرت جعفرؓ سے مطلوب تھی لیکن انہوں نے جو آیات تلاوت فرمائیں ان سے کسی رنگ میں بھی وفد قریش کے دعویٰ کی نہ تائید ہوتی ہے نہ تردید پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت جعفرؓ نے اس موقعہ پر بجائے یہ کہنے کے کہ ہاں یہ درست ہے کہ ہم ایک نئے دین کے علمبردار ہیں اور ایک نئی شریعت کے حامل ہیں جس نے توراۃ اور انجیل کو منسوخ کر دیا ہے ہم حضرت مسیح کے ابن اللہ ہونے کے عقیدہ کو ایک جھوٹا اور مشرکانہ عقیدہ سمجھتے اور عیسائی مذہب کو ایک محرف ومبدل اور غلط مذہب سمجھتے ہیں اور یہ کہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بلکہ تمام انبیاء گذشتہ سے ہر لحاظ سے افضل ہے۔ آپ نے سورۃ مریم کی صرف وہ آیات تلاوت فرمائیں جن میں حضرت مسیحؑ اور حضرت مریمؑ کا تقدس اور پاکیزگی بیان کی گئی ہے لیکن ان سب سوالوں کا جواب یہی ہے کہ چونکہ وفد قریش کا مقصد تحقیق حق نہیں تھا بلکہ احراریوں کی طرح محض اشتعال انگیزی تھا اور وہ اختلافی امور میں بحث الجھا کر نجاشی، اس کے درباریوں اور عیسائی درباریوں اور عیسائی پادریوں کو (جو اس وقت دربار میں حاضر تھے) مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا چاہتے تھے۔ اس لئے حضرت جعفرؓ نے ان کی اس شر انگیز اور مفسدانہ سکیم کو ناکام بنانے کے لئے بجائے اختلافی امور میں الجھنے کے قرآن مجید کی اس تعلیم پر زور دیا جس میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ اسی طرح انہوں نے نجاشی کی حکومت کی (جو ایک غیر مسلم نصرانی حکومت تھی) جو تعریف کی وہ سراسر درست اور حق تھی اور بطور ''ذبّ'' یعنی بغرضِ رفعِ التباس تھی۔ اس لئے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا اور نہ اس کو ''خوشامد'' کہا جا سکتا ہے۔ نیز نجاشی کی حکومت کی تعریف اس وجہ سے بھی ''خوشامد'' نہیں کہلا سکتی کہ قریش مکہ کے جبر و استبداد اور ظلم وتعدی اور احیاء فی الدین کے مقابلہ میں حبشہ کی عیسائی حکومت کے اندر مذہبی آزادی اور عدل وانصاف کا دور تھا۔ پس اس تقابل کے نتیجہ میں حضرت جعفرؓ اور دیگر مہاجر صحابہ کے دل میں جنہوں نے قریش مکہ کے بھڑکائے ہوئے جلتے تنور سے نکل کر حبشہ کی عیسائی حکومت کے ماتحت امن وامان اور سکون وآرام پایا تھا نجاشی کے لئے جذباتِ تشکر وامتنان کا پیدا ہونا ایک طبعی امر تھا۔ اور پھر نجاشی کے سامنے ان جذبات کا اظہار بموجب حکم ''مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ.'' (ابو داؤد کتاب الادب باب فی شکر المعروف و ترمذی ابواب البر والصلۃ باب ما جاء فی الشکر لمن احسن الیک) ضروری تھا۔

انگریزی حکومت کی تعریف سکھوں کے ظلم وستم سے تقابل کے باعث تھی

بعینہٖ اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے زمانے میں بھی جب بعض مخالف علماء اور پادریوں نے حکومت وقت کو آپ اور آپ کی جماعت کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی اور ''آپ'' پر باغی ہونے کا جھوٹا الزام لگایا تو ضروری تھا کہ حضرت مرزا صاحب اس الزام کی تردید پرزور الفاظ میں کرتے اور حکومت کو اپنے ان جذبات امتنان سے اطلاع دیتے جو سکھوں کے وحشیانہ مظالم سے نجات حاصل ہونے کے بعد انگریزی حکومت کے پرامن دور میں آجانے کے باعث آپ کے دل میں موجود تھے۔

حضرت مرزا صاحب کی تحریرات

چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی ان تحریرات میں جن میں آپ نے انگریزی حکومت کی امن پسندانہ پالیسی کی تعریف فرمائی ہے بار بار اس پہلو کا ذکر فرمایا ہے۔

فرماتے ہیں:۔

الف۔ ''مسلمانوں کو ابھی تک وہ زمانہ نہیں بھولا جبکہ وہ سکھوں کی قوم کے ہاتھوں ایک دہکتے ہوئے تنور میں مبتلا تھے اور ان کے دست تعدی سے نہ صرف مسلمانوں کی دنیا ہی تباہ تھی بلکہ ان کے دین کی حالت اس سے بھی بدتر تھی۔ دینی فرائض کا ادا کرنا تو درکنار بعض اذانِ نماز کہنے پر جان سے مارے جاتے تھے۔ ایسی حالت زار میں اللہ تعالیٰ نے دور سے اس مبارک گورنمنٹ کو ہماری نجات کے لئے ابرِ رحمت کی طرح بھیج دیا۔ جس نے آن کر نہ صرف ان ظالموں کے پنجہ سے بچایا بلکہ ہر طرح کا امن قائم کر کے ہر قسم کے سامان آسائش مہیا کئے اور مذہبی آزادی یہاں تک دی کہ ہم بلا دریغ اپنے دینِ متین کی اشاعت نہایت خوش اسلوبی سے کر سکتے ہیں۔''

(اشتہار ۱۰ جولائی ۱۹۰۰ء تبلیغ رسالت جلد ۹ صفحہ ۱، ۲)

ب۔ ''رہی یہ بات کہ اس (شیخ محمد حسین بٹالوی) نے مجھے گورنمنٹ انگریزی کا باغی قرار دیا۔ سو خدا تعالیٰ کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ عنقریب گورنمنٹ پر بھی یہ بات کھل جائے گی کہ ہم دونوں میں سے کس کی باغیانہ کارروائیاں ہیں...... اگر یہ گورنمنٹ ہمارے دین کی محافظ نہیں تو پھر کیونکر شریروں کے حملوں سے ہم محفوظ ہیں۔ کیا یہ امر کسی پر پوشیدہ ہے کہ سکھوں کے وقت میں ہمارے دینی امور کی کیا حالت تھی اور کیسے ایک بانگ نماز کے سننے سے ہی مسلمانوں کے خون بہائے جاتے تھے۔ کسی مسلمان

مولوی کی مجال نہ تھی کہ ایک ہندو کو مسلمان کر سکے۔''

(اشتہار ۲۷دسمبر ۱۸۹۸ء تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۶۸)

پھر فرماتے ہیں:۔

ج۔''ان احسانات کا شکر کرنا ہم پر واجب ہے جو سکھوں کے زوال کے بعد ہی خدا تعالیٰ کے فضل نے اس مہربان گورنمنٹ کے ہاتھ سے ہمارے نصیب کئے......اگر چہ گورنمنٹ کی عنایات سے ہر یک کو اشاعت مذہب کے لیے آزادی ملی ہے لیکن اگر سوچ کر دیکھا جائے تو اس آزادی کا پورا پورا فائدہ محض مسلمان اٹھا سکتے ہیں اور اگر عمداً فائدہ نہ اٹھائیں تو ان کی بدقسمتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ گورنمنٹ نے......کسی کو اپنے اصولوں کی اشاعت سے نہیں روکا لیکن جن مذہبوں میں سچائی کی قوت اور طاقت نہیں......کیونکر ان مذہبوں کے واعظ اپنی ایسی باتوں کو وعظ کے وقت دلوں میں جما سکتے ہیں؟ ......اس لیے مسلمانوں کو نہایت ہی گورنمنٹ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ گورنمنٹ کے اس قانون کا وہی اکیلے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔''

(اشتہار ۲۲ستمبر ۱۸۹۵ء تبلیغ رسالت جلد ۴ صفحہ ۲۰ تا ۲۳) (نیز ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۱۹۱)

تنور سے نکل کر دھوپ میں

پس مطابق مقولہ ؏

وَ بِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْاَشْيَآءُ

انگریزی نظام حکومت قابل تعریف تھا لیکن اس لئے نہیں کہ وہ اپنی ذات میں آئیڈیل نظام تھا بلکہ اس لئے کہ اپنے پیشرو سکھ نظام کے مسلمانوں پر ننگ انسانیت مظالم اور جبر واستبداد کے مقابلہ میں اس نظام کی مذہبی رواداری اور شہری حقوق میں عدل و انصاف کا قیام عمدہ اور لائق شکریہ تھا۔ مسلمانان ہند کی مثال اس شخص کی سی تھی جو بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں میں پڑا جل رہا ہے اور اس کو کوئی ہاتھ اس آگ میں سے نکال کر دھوپ میں ڈال دے۔ اب اگر چہ وہ شخص دھوپ میں ہے لیکن آگ کے شعلوں کی تپش کے تصور سے وہ اس ہاتھ کو رحمت خداوندی جان کر اس کا شکریہ ادا کرے گا اور اگر ایسا نہ کرے تو کافر نعمت ہوگا۔ پھر یہ جذبات تشکر اسی طرح کے تھے جس طرح مہاجرین حبشہ نے قریش مکہ کے جبر واستبداد کے مقابلہ میں حبشہ کے عیسائی نظام کو ایک فضل خداوندی اور نعمت غیر مترقبہ سمجھا۔ یہاں تک کہ دشمنوں کے مقابلہ میں نجاشی کی کامیابی اور کامرانی کے لئے صحابہ رو رو کر دعائیں بھی کرتے رہے۔

چنانچہ حضرت امّ المؤمنین امّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

''ہم نے وہاں (حبشہ میں) نہایت اطمینان سے زندگانی بسر کی۔ پھر تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ نجاشی کی سلطنت میں کوئی دعویدار پیدا ہوا اور اس نے نجاشی پر لشکر کشی کی۔فرماتی ہیں اس خبر کو سن کر ہم لوگ بہت رنجیدہ ہوئے اور یہ خیال کیا کہ اگر خدانخواستہ وہ مدعی غالب ہوا تو نامعلوم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے۔فرماتی ہیں۔نجاشی بھی اپنا لشکر لے کر اس کے مقابلہ کو گیا اور دریائے نیل کے اس پار جنگ واقع ہوئی۔فرماتی ہیں صحابہ نے آپس میں کہا کوئی ایسا شخص ہو جو دریا کے پار جا کر جنگ کی خبر لائے......زبیر بن عوامؓ نے کہا میں جاتا ہوں۔صحابہ نے ایک مشک میں ہوا بھر کر ان کے حوالے کی اور وہ اس کو سینے کے تلے دبا کر تیرتے ہوئے دریا کے پار گئے اور وہاں سے سب حال تحقیق کر کے واپس آئے۔فرماتی ہیں ہم یہاں نجاشی کی فتح کے واسطے نہایت تضرع وزاری کے ساتھ خدا سے دعا مانگ رہے تھے کہ اتنے میں زبیر بن عوامؓ واپس آئے اور کہا کہ اے صحابہ! تم کو خوشخبری ہو کہ نجاشی کی فتح ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے دشمن کو ہلاک کیا۔فرماتی ہیں پھر تو نجاشی کی سلطنت خوب مستحکم ہو گئی اور جب تک ہم وہاں رہے نہایت چین اور آرام سے رہے۔ یہاں تک کہ پھر حضورؐ کی خدمت میں مکہ میں حاضر ہوئے۔'' (سیرت ابن ہشام مترجم اردو صفحہ ۱۱۳ جلد ۲)

پس اگر کوئی انصاف پسند اور غیر متعصب انسان سکھ نظام کے صبر آزما دور ۱۸۵۷ء کے سانحہ اور اس کے بعد کے تاریخی حالات کو مدنظر رکھ کر ان عبارات کو پڑھے اور اس امر کو بھی پیش نظر رکھے کہ وہ تحریرات مخالفین کی طرف سے انگریزی گورنمنٹ کا باغی ہونے کے جھوٹے الزام کی تردید میں ضرورتاً لکھی گئی تھیں۔تو وہ کبھی ان کو محل اعتراض قرار نہیں دے سکتا۔

تصویر کا دوسرا رخ

پھر یہ امر بھی لائق توجہ ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے انگریز کی جتنی تعریف کی ہے وہ صرف مادی اور دنیوی امور میں اس کی قابل تعریف خوبیوں کی ہے لیکن جہاں تک دینی اور روحانی پہلو کا تعلق ہے آپ نے انتہائی صفائی کے ساتھ لگی لپٹی رکھے بغیر بے خوف ہو کر اس کی انتہائی مذمت کی ہے اور آپ نے کبھی اس امر کی پرواہ نہیں کی کہ انگریز آپ کی ان تحریرات سے ناراض ہوتا ہے یا نہیں؟

آپ نے انگریز کو دجّال قرار دیا

چنانچہ آپ وہ پہلے انسان ہیں جس نے انگریزی قوم کو ''دجّال موعود'' قرار دیا اور میں سمجھتا

ہوں کہ کوئی اس امر میں اختلاف نہیں کر سکتا کہ عربی زبان میں دجّال سے زیادہ ذلیل نام اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ آپ نے دعویٰ مسیحیت کے بعد جو سب پہلی کتاب ''ازالہ اوہام'' لکھی اسی میں آپ نے بدلائل بیّنہ یہ ثابت کیا کہ احادیثِ نبویؐ میں جس دجّال کے آخری زمانہ میں ظہور کی خبر دی گئی تھی وہ یہی انگریز قوم ہے۔ آپ نے ریل گاڑی کو ''خر دجّال'' قرار دیا۔ کیونکہ احادیثِ نبویؐ اور روایات میں جو علامات ''دجّال'' اور اس کے گدھے کی بتائی گئی تھیں وہ انگریز اور ان کی ایجاد کردہ ریل گاڑی میں پائی جاتی تھیں۔

دجّال کے کانا ہونے کی تشریح

احادیث نبوی میں یہ بتایا گیا تھا کہ ''دجّال'' دائیں آنکھ سے کانا ہوگا لیکن اس کی بائیں آنکھ کی نظر غیر معمولی طور پر تیز ہوگی۔ اور اس کی تشریح علماء گزشتہ نے یہ کی تھی کہ دائیں آنکھ سے دین اور بائیں آنکھ سے دنیا مراد ہے۔ دائیں آنکھ سے دجّال کانا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دین اور روحانیت سے یکسر بے بہرہ ہوگا لیکن اس کی بائیں آنکھ کے اچھا اور عمدہ ہونے بلکہ بموجب حدیث مسند احمد (باب خروج دجّال) بروایت ابن عباس کَاَنَّہٗ کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ'' (چمکتے ستارے کی طرح) ہونے سے مراد یہ تھی کہ وہ دنیوی اور مادی امور میں ترقی کرے گا اور دنیوی نقطۂ نگاہ سے اس کے کام قابل تعریف ہوں گے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ہمیشہ اپنی تحریرات میں انگریزوں کے ان دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھا یعنی ان کے دنیوی نظام کے قابل تعریف حصہ کو سراہا لیکن دینی اور روحانی امور میں ان کی ضلالت و گمراہی کی سخت سے سخت الفاظ میں مذمت کی۔

خرِ دجّال کی علامات

پھر خر دجّال کی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی تھی کہ وہ ایک ایسی سواری ہوگی جو آگ اور پانی کے یکجا بند کرنے سے (بھاپ سے چلے گی) تَخْرُجُ نَارٌ مِّنْ حَبْسِ سَیْلٍ تَسِیْرُ سَیْرَ بَطِیْئَۃِ مَطِیْئَۃَ الْاِبِلِ تَسِیْرُ بِالنَّھَارِ وَ تُقِیْمُ بِاللَّیْلِ تَغْدُوْ وَ تَرُوْحُ مَنْ اَدْرَکَتْہُ اَکَلَتْہُ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ یَعْلٰی وَالْبَغْوِیُّ وَابْنُ قَانِعٍ وَابْنُ حَبَّانَ وَالطَّبْرَانِیُّ وَالْحَاکِمُ وَابْنُ نُعَیْمٍ وَالْبَیْھَقِیُّ.

(کنز العمال باب منتخب علامات کبریٰ قیامت و مسک العارف صفحہ ۵۰ مطبع ضیاء الاسلام پریس قادیان مؤلّف سید محمد احسن)

ترجمہ:۔ ''وہ سواری پانی اور آگ کے بند کرنے سے اونٹوں کی طرح چلے گی۔ کبھی دن کو چلے

گی اور رات کو ٹھہرے گی اور کبھی دن کو بھی رات کو بھی چلے گی۔ جو اس کے پاس جائے گا اسے اپنے اندر نگل جائے گی۔''

پھر لکھا تھا:۔

''رَكَبٌ ذَوَاتِ الْفُرُوْجِ وَالسُّرُوْجِ .''

(بحارالانوار از علامہ باقر مجلسی جزء۵۲ صفحہ۱۹۲ تاریخ الامام الثانی عشر مطبع داراحیاء التراث بیروت)

کہ وہ ایسی ہوگی جس میں بہت سے چراغ روشن ہوں گے۔ اور اس کے اندر بہت سے دروازے اور کھڑکیاں ہوں گی۔

حدیث میں اسے گدھا قرار دیا گیا ہے۔ **لَهٗ حِمَارٌ مَا بَيْنَ عَرْضِ اُذُنَيْهِ اَرْبَعِيْنَ بَاعًا رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَابْنُ عَسَاكِرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ** (کنز العمال جلد۷ صفحہ۲۰۰ حدیث نمبر۲۱۱۰ واقتراب الساعۃ از نواب نور الحسن خان صاحب صفحہ۱۲۴)

کہ دجّال کے ساتھ گدھا ہوگا جس کے دونوں کانوں کا درمیانی فاصلہ چالیس باع ہوگا۔ پس ایسا گدھا جس کے دو کانوں کے درمیان ستر اسی گز کا فاصلہ ہوگا آگ اور پانی کے بند کرنے سے چلے اور جس کے اندر بہت سے چراغ روشن ہوں۔ کھڑکیاں اور دروازے ہوں اور لوگوں اور سامان کو اپنے پیٹ کے اندر ڈال دے گدھی کا بچہ تو ہو نہیں سکتا وہ یقیناً ریل گاڑی ہی ہے۔

انگریز کو ماجوج قرار دیا

پھر حضرت مرزا صاحب نے نہ صرف یہ کہ انگریزی قوم کو ''دجّال'' قرار دیا۔ بلکہ ان کو ''ماجوج'' بھی ثابت کیا اور فرمایا کہ آخری زمانہ میں جو یاجوج اور ماجوج نامی دو خطرناک قوموں کے خروج کی پیش گوئی قرآن شریف اور حدیث میں کی گئی ہے وہ روس اور انگریز یعنی یاجوج سے مراد روسی قوم اور ماجوج سے مراد انگریز قوم ہے۔

(دیکھو ازالہ اوہام مطبوعہ ۱۸۹۱ء ۱۳۰۸ھ صفحہ ۵۰۲ طبع اوّل)

پس حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے انگریزوں کو ''دجّال'' اور ''ماجوج'' قرار دے کر ان کی روحانی اور دینی لحاظ سے مکروہ شکل کو اس کے اصلی رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔

دونہریں:۔

انگریز کے پاس دینی اور دنیوی نقطۂ نگاہ سے دونہریں تھیں۔ وہ ہندوستان میں سیاسی تفوق کے باعث دنیوی حکومت کرنا چاہتا تھا اور دینی نقطۂ نگاہ سے وہ اہل ہند کو نوکِ شمشیر سے نہیں بلکہ تبلیغ ترغیب وتحریص وغیرہ ذرائع سے عیسائی بنانا چاہتا تھا۔ ہندوستانی عوام اور مسلمان انگریزوں کی تبلیغی مساعی کی طرف تو کوئی توجہ ہی نہ کرتے تھے اور نہ اس کے خطرہ کو محسوس کرتے تھے ECCLESLASTICAL DEPARTMENT کو جو انگریزی حکومت کا ایک شعبہ تھا اور جس کی سرپرستی میں تمام مشنری نظام چل رہا تھا مسلمانوں نے کبھی بھی درخوراعتناء نہیں سمجھا اور نہ اس کے خلاف کبھی آواز اٹھائی۔ انہوں نے اگر کبھی کوئی آواز اٹھائی تو وہ انگریزوں کے سیاسی تفوق اور اقتدار کے خلاف تھی۔ گویا انگریز کی پیش کردہ دونہروں (دینی اور دنیوی سرگرمیوں) میں سے اکثر مسلمانوں نے دینی نہر کو کبھی محلِ اعتراض نہ ٹھہرایا، لیکن دنیوی نہر کو اپنے لئے ناقابل برداشت قرار دیتے ہوئے انگریز کے سیاسی و دنیوی اقتدار کو قبول کرنا اپنے لئے موت سمجھا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمثیلی زبان میں یہ ہدایت فرمائی تھی:۔

''مَعَهُ نَهْرَانِ تَجْرِيَانِ اَحَدُهُمَا رَأْىَ الْعَيْنِ مَآءٌ اَبْيَضُ وَالْاٰخَرُ رَأْىَ الْعَيْنِ نَارٌ تَأَجُّجُ فَاَمَّا اَدْرَكَنَّ وَاحِدًا مِنْكُمْ فَلْيَاْتِ النَّهْرَ الَّذِىْ يَرَاهُ نَارًا ثُمَّ لِيُغْمِضْ ثُمَّ لِيَطَأْطِى رَأْسَهُ فَلْيَشْرِبْ مِنْهُ فَاِنَّهُ مَآءٌ بَارِدٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِىُّ وَ اَبُوْدَاؤْدَ عَنْ حُذَيْفَةَ وَاَبِىْ مَسْعُوْدٍ مَعًا.''

(کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۵ حدیث نمبر ۲۰۶۲۔ ابو داؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجّال واقتراب الساعۃ از نواب نورالحسن خان صاحب صفحہ ۱۳۵)

کہ دجّال اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ دو جاری رہنے والی نہریں ہوں گی۔ ایک تو بظاہر سفید پانی کی نظر آنے والی ہوگی اور دوسری بظاہر شعلہ بار آگ نظر آئے گی پس جو تم میں سے دجال کا زمانہ پائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس نہر پر جائے جو بظاہر آگ نظر آنے والی ہوگی۔ پھر کُلّی کرے پھر سر نیچا کر کے پانی سر پر ڈالے اور پی لے کیونکہ وہ ٹھنڈا پانی ہوگا۔

حدیث کی تشریح

اس حدیث میں بھی دراصل اس دوسری تمثیل ہی کو نئے انداز میں پیش کیا گیا ہے جس میں یہ

بتایا گیا تھا کہ دجّال کی دو آنکھوں میں سے ایک کی بصارت تیز تر ہوگی، لیکن دوسری آنکھ نابینا ہوگی۔ پس مندرجہ بالا حدیث میں بھی دونہروں سے مراد دجّال کی دینی اور دنیوی تحریکیں ہی ہیں اور حضور کا منشا یہ ہے کہ جہاں تک اس کی دینی اور مذہبی کارروائیوں کا تعلق ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان سے اغماض نہ برتیں بلکہ پورے زور سے ان کا مقابلہ کریں اور دین اسلام کا روحانی تفوق بدلائل قویہ دجّال کے مذہب پر ثابت کریں۔ لیکن جہاں تک اس کی دنیاوی کوششوں کا تعلق ہے گو اس وجہ سے کہ اس نے نام کی مسلمان مغل حکومت سے ہندوستان کی زمامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی ہوگی، مسلمان اس کے سیاسی اقتدار کے آگے جھکنے کو اپنے لئے آگ میں کودنا تصور کریں گے۔ پھر بھی اس نظام کے ساتھ تعاون کرنے ہی میں مسلمانوں کا فائدہ مضمر ہوگا۔ اسی لئے حضورؐ نے فرمایا کہ ’’دجّال کے اس پانی کو سر نیچا کر کے اپنے سر پر ڈال لینا، یعنی اس کی حکومت کو قبول کر لینا اور ’’فَلْيَشْرِبْ مِنْهُ‘‘ کا مطلب یہ تھا کہ اس کے ساتھ تعاون کرنا۔

جیسا کہ ابتدائی سطور میں بتایا جا چکا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے سانحہ کے بعد کے حالات کا طبعی اقتضاء یہی تھا کہ مشرکین یعنی ہندو اور سکھوں کے مقابلہ میں مسلمانان ہند نصرانی حکومت کو ترجیح دیتے اور ہندو کی جاری کردہ تحریک عدمِ تعاون میں شامل نہ ہوتے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کسی خوشامد کے خیال سے نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تعمیل میں جہاں تک انگریز کی دنیاوی سیاست کا تعلق تھا اس کی حکومت کو جو آپ کے مامور ہونے سے بیسیوں سال پہلے قائم اور استوار ہو چکی تھی اور جس نے سکھوں کے مظالم کا قلع قمع کر کے مسلمانوں کے لئے مذہبی اور معاشرتی آزادی کا اعلان کر دیا تھا اور جس نے دنیاوی علم و فنون کا راستہ مسلمانوں کے لئے کھولا تھا اپنے تعاون کا یقین دلاتے لیکن جہاں تک انگریز کی پیش کردہ دوسری نہر (عیسائیت کی تبلیغ) کا تعلق ہے آپ نے دوسرے مسلمانوں کی طرح اس سے اغماض نہیں برتا بلکہ تن تنہا اس کا دلیرانہ مقابلہ کیا اور اس بات کی قطعاً پرواہ نہ کی کہ انگریز آپ کی عیسائیت کے خلاف کوششوں سے ناراض ہوتا ہے یا نہیں۔

آپ نے انگریز کے خدا کو مردہ ثابت کیا

آپ نے عیسائیت کے مقابلہ میں جو سب سے زبردست اور فیصلہ کن حربہ استعمال فرمایا وہ

انگریزوں کے ''خدا'' مسیح ناصری کی وفات کا مسئلہ تھا۔ آپ نے بدلائل قویہ ثابت کیا کہ مسیح ناصری وفات پا چکے ہیں اور سری نگر محلّہ خانیار میں مدفون ہیں۔

آپ نے کوئی کتاب بھی ایسی تصنیف نہیں فرمائی جس میں اس مسئلہ پر زور نہ دیا ہو۔ احراری معترضین ''پچاس الماریوں'' کا بار بار ذکر کرتے ہیں لیکن اُن کتابوں میں نصرانیت کے جھوٹا اور نا قابل قبول مذہب ہونے کے بارے میں جو دلائل قویہ مذکور ہیں ان کا کیوں ذکر نہیں کرتے؟ کیا یہ انگریز کی خوشامد کا نتیجہ تھا کہ

۱۔ آپ نے انگریز کو دجّال قرار دیا۔

۲۔ آپ نے انگریز کو ماجوج ثابت کیا۔

۳۔ آپ نے انگریز کے خدا کی وفات بدلائل قویہ ثابت کر کے صلیب کو توڑ دیا۔

۴۔ آپ نے امریکہ اور انگلستان میں تبلیغی لٹریچر شائع کیا اور کئی انگریزوں اور امریکنوں کو حلقہ عیسائیت سے نکال کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زنجیر غلامی میں جکڑ دیا۔

ملکہ وکٹوریہ کو دعوت اسلام دی

اس ضمن میں یہ امر خاص طور پر قابل توجہ ہے آپ کے زمانہ میں ہندوستان میں اور تمام دنیا میں چالیس کروڑ مسلمان موجود تھے۔ کئی اسلامی سلطنتیں موجود تھیں۔ لاکھوں کی تعداد میں علماء بھی موجود تھے۔ مصر میں، دیوبند میں فرنگی محل میں، بریلی میں، سہارن پور میں، دہلی میں، لکھنؤ وغیرہ میں ہزاروں اسلامی ادارے تھے۔ بڑے بڑے مسلمان نواب اور بادشاہ موجود تھے لیکن کیا یہ امر تعجب خیز نہیں کہ ان کروڑوں مسلمانوں میں سے سوائے بانئ سلسلہ احمدیہ کے کسی ایک کو بھی یہ توفیق نصیب نہ ہوئی کہ ملکہ وکٹوریہ کو دعوتِ اسلام دے سکے یا بیرونی عیسائی ممالک میں تبلیغِ اسلام کا فریضہ ادا کرے؟

حضرت بانئ سلسلہ ملکہ وکٹوریہ کو مخاطب کر کے تحریر فرماتے ہیں:۔

''اس (خدا) نے مجھے اس بات پر بھی اطلاع دی ہے کہ درحقیقت یسوع مسیح خدا کے نہایت پیارے اور نیک بندوں میں سے ہے......لیکن جیسا کہ گمان کیا گیا ہے خدا نہیں ہے۔''

(تحفہ قیصریہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۲۷۲،۲۷۳)

''میرا شوق مجھے بیتاب کر رہا ہے کہ میں ان آسمانی نشانوں کی حضرت عالی قیصرہ ہند میں

اطلاع دوں۔ میں حضرت یسوع مسیح کی طرف سے ایک سچے سفیر کی حیثیت میں کھڑا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ جو کچھ آجکل عیسائیت کے بارے میں سکھایا جاتا ہے یہ حضرت یسوع مسیح کی حقیقی تعلیم نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر حضرت مسیح دنیا میں پھر آتے تو وہ اس تعلیم کو شناخت بھی نہ کر سکتے۔''

(تحفہ قیصریہ۔روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۷۳، ۲۷۴)

''اس میں کچھ شک نہیں کہ قرآن نے ان باریک پہلوؤں کا لحاظ کیا ہے جو انجیل نے نہیں کیا...... اسی طرح قرآن عمیق حکمتوں سے پُر ہے اور ہر ایک تعلیم میں انجیل کی نسبت حقیقی نیکی کے سکھلانے کے لئے آگے قدم رکھتا ہے۔ بالخصوص سچے اور غیر متغیر خدا کے دیکھنے کا چراغ تو قرآن ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ دنیا میں نہ آیا ہوتا تو خدا جانے دنیا میں مخلوق پرستی کا عدد کس نمبر تک پہنچ جاتا۔ سو شکر کا مقام ہے کہ خدا کی وحدانیت جو زمین سے گم ہو گئی تھی۔ دوبارہ قائم ہوگئی۔''

(تحفہ قیصریہ۔روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۸۲)

پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں:۔

''اے قادر و توانا!...... قیصرۂ ہند کو مخلوق پرستی کی تاریکی سے چھڑا کر ''**لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**'' پر اس کا خاتمہ کر۔''

(اشتہار ۲۵ جون ۱۸۹۷ء تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱۳۲)

غرضیکہ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے جہاں انگریزی حکومت کے اس پہلو کی تعریف کی کہ وہ دین میں مداخلت نہیں کرتی اور رعایا کے مختلف الخیال اور مختلف العقیدہ عناصر کے مابین عدل و انصاف کی پالیسی پر عمل کرتی ہے وہاں آپ نے اس کے دینی اور روحانی پہلو کے خلاف سب سے پہلے علم جہاد بلند کیا اور اس شان سے کیا کہ اس میدان میں آپ کے سوا ساری دنیا کے مسلمانوں میں سے ایک شخص بھی نظر نہیں آتا۔

پس جس طرح باوجود اس امر کے کہ شراب ''امّ الخبائث'' ہے یعنی بدترین چیز ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جہاں اس کی برائیوں کی مذمت فرمائی ہے، وہاں اس کی خوبیوں کا اعتراف بھی فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے انگریزوں کے اچھے اور قابل تعریف کاموں کو جہاں سراہا ہے وہاں ان کے بُرے قابل نفرت و اصلاح کاموں کی پرزور مذمت بھی فرمائی ہے۔

خلاصہ کلام:۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں انگریزی دور کی تعریف میں جو

کچھ لکھا گیا ہے اس کو سمجھنے کے لئے سکھوں کے جبر واستبداد اور ان کے وحشیانہ مظالم کی طویل داستان ۱۸۵۷ء کا سانحہ اور اس کے ماسبق و مابعد کا تاریخی پس منظر، مسلمانوں کی مذہبی و روحانی، تعلیمی و اقتصادی حالت کا علم ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بات بھی یاد رکھنی ضروری ہے کہ وہ سب تحریرات جو مخالفین کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں، مخالفین کی طرف سے عائد کردہ بغاوت کے جھوٹے الزام کے جواب میں بطور ''ذبّ'' ہیں۔ پھر یہ کہ حضور علیہ السلام یا حضورؑ کی جماعت یا اولاد نے انگریزی حکومت سے ایک کوڑی کا بھی نفع حاصل نہیں کیا۔ نہ کوئی جاگیر لی، نہ خطاب، نہ مربعے، بلکہ جو حق بات تھی اس کا ضرورتاً اظہار کیا گیا۔

پھر یہ ضروری پہلو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ جہاں حضرت مرزا صاحب نے انگریزی قوم کی دنیوی اور مادی ترقیات کے لئے ان کی تعریف کی ہے وہاں اُن کے روحانی اور مذہبی نقائص کی اس سے زیادہ زور کے ساتھ مذمت بھی فرمائی ہے۔ (اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی نظم مندرجہ نور الحق حصہ اوّل۔ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۱۲۳ تا ۱۳۱ و درثمین عربی صفحہ ۱۰۹ یا صفحہ ۱۱۸ بھی ملاحظہ فرمائیں جس میں حضرت نے اللہ تعالیٰ سے ہندوستان میں عیسائیوں کے غلبہ اور تسلط کے خلاف فریاد کر کے ان کی تباہی اور ہلاکت کے لیے بددعا فرمائی ہے۔)

۴۵۔ خود کاشتہ پودہ کا الزام

مرزا صاحب نے اپنے مکتوب ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء بنام لیفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب میں لکھا ہے کہ جماعت احمدیہ انگریزوں کا ''خود کاشتہ پودا'' زیر گزارش نمبر ۵ مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۲۱ ہے۔

جواب:۔(۱) جھوٹ ہے حضرت اقدس علیہ السلام نے ہرگز ہرگز اپنی جماعت کو انگریزوں کا ''خود کاشتہ پودا'' نہیں قرار دیا۔ اگر یہ ثابت کردو کہ حضرت اقدسؑ نے اپنی جماعت کو انگریزوں کا ''خود کاشتہ پودہ'' قرار دیا ہے تو منہ مانگا انعام لو۔

(۲) حضرت اقدس علیہ السلام کا یہ مکتوب کوئی مخفی یا پوشیدہ دستاویز نہیں ہے جو تمہارے ہاتھ لگ گئی ہے بلکہ حضرت اقدسؑ نے خود اس مکتوب کو طبع کرا کے اشتہار کی صورت میں بکثرت پبلک میں تقسیم کرایا تھا اور پھر حضور کی وفات پر وہ اشتہار تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۱۹، صفحہ ۲۰ پر طبع ہوا۔

(۳) اس مکتوب میں حضرت اقدس علیہ السلام نے ''خود کاشتہ پودہ'' کا لفظ حضرت کے

خاندان کی دیرینہ خدمات کے پیش نظر اس خاندان کی نسبت استعمال فرمایا ہے نہ کہ جماعت احمدیہ کے متعلق۔ چنانچہ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

''مجھے متواتر اس بات کی خبر ملی ہے کہ بعض حاسد بد اندیش جو بوجہ اختلاف عقیدہ یا کسی اور وجہ سے مجھ سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں یا جو میرے دوستوں کے دشمن ہیں میری نسبت اور میرے دوستوں کی نسبت خلاف واقعہ امور گورنمنٹ کے معزز حکام تک پہنچاتے ہیں- اس لئے اندیشہ ہے کہ اُن کی ہر روز کی مفتریانہ کارروائیوں سے گورنمنٹ عالیہ کے دل میں بدگمانی پیدا ہو کر وہ تمام جانفشانیاں پچاس سالہ میرے والد مرحوم میرزا غلام مرتضیٰ اور میرے حقیقی بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی جن کا تذکرہ سرکاری چٹھیات اور سرلیپل گرفن کی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور نیز میری قلم کی وہ خدمات جو میرے اٹھارہ سال کی تالیفات سے ظاہر ہیں سب کی سب ضایع اور برباد نہ جائیں اور خدانخواستہ سرکار انگریزی اپنے ایک قدیم وفادار اور خیر خواہ خاندان کی نسبت کوئی تکدر خاطر اپنے دل میں پیدا کرے- اس بات کا علاج تو غیر ممکن ہے کہ ایسے لوگوں کا منہ بند کیا جائے کہ جو اختلاف مذہبی کی وجہ سے یا نفسانی حسد اور بغض اور کسی ذاتی غرض کے سبب سے جھوٹی مخبری پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں- صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولتمدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جان نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے۔''

(تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۱۹، صفحہ ۲۰ و مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۲۱)

عبارت مندرجہ بالا صاف ہے اور کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ اس میں حضرت اقدسؑ نے جماعت احمدیہ یا اپنے دعاوی کو سرکار کا ''خود کاشتہ پودہ'' قرار نہیں دیا، بلکہ یہ لفظ اپنے خاندان کی گذشتہ خدمات کے متعلق استعمال فرمایا ہے۔ ورنہ اپنے دعاوی کی نسبت تو حضرت اقدسؑ نے اسی خط میں صاف طور پر لیفٹیننٹ گورنر کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ میں نے دعویٰ خدا کے حکم سے اس کی وحی اور الہام سے مشرف ہو کر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۱۰ سطر ۶۔ ''خدا تعالیٰ نے مجھے بصیرت بخشی اور اپنے پاس سے مجھے ہدایت فرمائی۔''

نوٹ:۔ اس سلسلہ میں تفصیل مزید ''انگریز کی خوشامد کے الزام'' کے جواب میں گذر چکی

ہے جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ اشتہار مخالفین کے اس الزام کے جواب میں بطور ''ذبّ''، یعنی بغرض رفع التباس شائع فرمایا تھا نہ کہ بطور مدح! مخالفین نے حضرت اقدس علیہ السلام پر گورنمنٹ کا باغی اور ''غدار'' ہونے کا الزام لگایا تھا۔ یہ الزام لگانے والے صرف مذہبی مخالف ہی نہیں بلکہ حضرت کے خاندانی اور ذاتی دشمن بھی تھے جیسا کہ اسی ''خود کاشتہ پودہ'' والی مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہے۔

۴۔حضرت اقدسؑ کی ساری عمر عیسائیت کے استیصال میں گزری۔ آپ وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے انگریزوں اور دوسری یورپین اقوام اور پادریوں کو کھلے الفاظ میں ۱۸۹۰ء میں (یعنی اس مکتوب سے آٹھ سال پہلے) دجّال قرار دیا۔ انجیلی تعلیم اور انجیلی یسوع کی وہ خبر لی کہ ممکن نہیں کہ اس کو پڑھ کر عیسائی خوش ہو۔ پس یہ کہنا کہ وہ حکومت انگریزی جس کا مذہب عیسائیت ہے اور جو لاکھوں روپیہ چرچ کے ذریعہ تبلیغ عیسائیت میں صرف کرتی ہے۔ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عیسائیت کی تردید اور استیصال کے لئے سازش کر کے کھڑا کیا انتہائی شرارت اور کذب بیانی ہے۔

۵۔اگر بقول تمہارے حضرت اقدسؑ نے مسیحیت اور مہدویت کا دعویٰ انگریز کی ''سازش'' سے کیا تھا اور آپ اس کے ''ایجنٹ'' تھے تو پھر آپ کو مخالفین کی ریشہ دوانیوں کے باعث یہ خوف کس طرح ہو سکتا تھا کہ گورنمنٹ کے دل میں بدگمانی پیدا ہوگی۔ پس جیسا کہ اس عبارت کے لفظ ''خاندان'' سے ثابت ہے حضرت اقدسؑ کا اشارہ اسی اشتہار کے صفحہ ۱۱ کی مندرجہ ذیل عبارت کے مضمون کی طرف ہے۔

''ہمارا خاندان سکھوں کے ایّام میں ایک سخت عذاب میں تھا اور نہ صرف یہی تھا کہ انہوں نے ظلم سے ہماری ریاست کو تباہ کیا اور ہمارے صدہا دیہات اپنے قبضہ میں کئے بلکہ ہماری اور تمام پنجاب کے مسلمانوں کی دینی آزادی کو بھی روک دیا۔ ایک مسلمان کو بانگ نماز پر بھی مارے جانے کا اندیشہ تھا چہ جائیکہ اور رسوم عبادت آزادی سے بجا لا سکتے۔ پس یہ اس گورنمنٹ محسنہ کا ہی احسان تھا کہ ہم نے اس جلتے ہوئے تنور سے خلاصی پائی۔'' (تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۱۱)

پس اس تمام عبارت میں حضرت اقدسؑ اپنے خاندان کی تباہ شدہ جاگیر اور پھر اس کے ایک نہایت ہی قلیل حصہ کی انگریزی حکومت کے زمانے میں واگزاری کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں نہ کہ اپنی جماعت کی طرف۔

۶۔حضرت اقدس علیہ السلام یا آپ کی اولاد نے انگریز سے کونسا مربع یا جاگیر حاصل کی یا

خطاب لیا۔

۷۔ اگر ’’خود کاشتہ پودہ‘‘ سے مراد تم جماعت احمدیہ لیتے ہو اور یہ الزام لگاتے ہوئے کہ حضرت مرزا صاحب سے دعویٰ مسیحیت و مہدویت سازش کر کے انگریز نے کروایا تھا تو اس بات کا جواب دو کہ (ا) انگریز نے دعویٰ تو کرا دیا مگر ۱۸۹۴ء میں حدیث (دارقطنی از امام محمد باقرؒ کتاب العیدین باب صفة صلاة الخسوف والکسوف و هیئتهما) کی پیشگوئی کے عین مطابق چاند اور سورج کو رمضان کے مہینہ میں مقررہ تاریخوں پر گرہن بھی انگریز نے لگا دیا تھا؟

(ب) ستارہ ذوالسنین بھی انگریز نے نکالا تھا؟

(ج) حضرت مرزا صاحب سے طاعون کے آنے سے قبل بطور پیشگوئی اشتہار بھی انگریز نے شائع کروایا۔ اور پھر انگریز ہی طاعون بھی لے آیا؟

(د) سعد اللہ لدھیانوی اور اس کا بیٹا بھی انگریز ہی کی کوشش سے ابتر رہے؟

(ھ) احمد بیگ ہوشیار پوری کو محرقہ تپ بھی انگریز نے چڑھایا اور پیشگوئی کی میعاد کے اندر مار بھی دیا۔

(و) حضرت کی پیشگوئیوں کے عین مطابق کانگڑہ کا اور مابعد بہار اور کوئٹہ کا زلزلہ بھی انگریز ہی کی سازش کا نتیجہ تھا؟

(ز) ع ’’زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار‘‘

کی پیشگوئی بھی انگریز ہی نے پوری کر دی؟

(ح) یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وَ یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کا الہامی وعدہ بھی انگریز ہی نے پورا کیا؟

(ط) ’’اعجاز احمدی‘‘ اور ’’اعجاز المسیح‘‘ کی معجزانہ تحدی کے مقابلہ میں مخالف علماء انگریز ہی کے ایماء پر مقابلہ سے ساکت اور خاموش رہے؟

(ی) غلام دستگیر قصوری، رسل بابا امرتسری، محمد اسمٰعیل علیگڑھی، چراغدین جمونی، فقیر مرزا آف دوالمیال، شبھ چنتک آریہ اخبار کا عملہ، دیانند وغیرہ مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے انگریز ہی نے مارے۔

غرضیکہ حضرت اقدس علیہ السلام کی تائید میں زمین نے بھی نشان ظاہر کئے اور آسمان نے

بھی۔ پس ’’خود کاشتہ پودہ‘‘ کی عبارت سے مراد حضرت کا دعویٰ یا جماعت لینا صریحاً بد دیانتی ہے۔

(ک) پھر یہ عجیب بات ہے کہ انگریز نے حضرت مرزا صاحب سے یہ تو کہا کہ تم عین چودہویں صدی کے سر پر دعویٰ مجددیت کر دو اور خود کو حدیث مجدد کا مصداق قرار دو۔ اور ادھر اللہ تعالیٰ سے بھی سازش کر لی کہ کسی سچے مجدد کو چودہویں صدی میں نہ آنے دے۔ حالانکہ حضرت مرزا صاحب نے اعلان فرمایا:۔

’’ہائے! یہ قوم نہیں سوچتی کہ اگر یہ کاروبار خدا کی طرف سے نہیں تھا تو کیوں عین صدی کے سر پر اس کی بنیاد ڈالی گئی اور پھر کوئی بتلا نہ سکا کہ تم جھوٹے ہو اور سچا فلاں آدمی ہے۔‘‘

(اربعین نمبر۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۶۹)

’’افسوس اِن لوگوں کی حالتوں پر۔ ان لوگوں نے خدا اور رسول کے فرمودہ کی کچھ بھی عزت نہ کی اور صدی پر بھی سترہ برس گذر گئے۔ مگر ان کا مجدد اب تک کسی غار میں پوشیدہ بیٹھا ہے۔ مجھ سے یہ لوگ کیوں بخل کرتے ہیں اگر خدا نہ چاہتا تو میں نہ آتا۔‘‘

(اربعین نمبر۳۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۹۹)

۴۶۔ تنسیخ جہاد کا الزام

مجلس احرار نے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے جماعت احمدیہ کے خلاف جو اشتعال انگیزی اور افتراء پردازی کی مہم شروع کر رکھی ہے اس کی ریڑھ کی ہڈی یہ اعتراض ہے کہ جماعتِ احمدیہ جہاد کی منکر ہے۔ اور یہ کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے جہاد کو قیامت تک منسوخ قرار دے کر اسلام کے ایک بہت بڑے رکن کا انکار کیا ہے۔

بعض علماء کا نظریہ:۔

یہ الزام کس قدر بے بنیاد اور دور از حقیقت ہے اس کا صحیح اندازہ تو مندرجہ ذیل سطور کے مطالعہ سے ہو سکے گا لیکن قبل اس کے کہ ہم اس مسئلہ کی حقیقت پر تفصیلی بحث کریں یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ حضرت مرزا صاحب سے ماقبل و مابعد دیگر علماء کی اصطلاح میں لفظ ’’جہاد‘‘ سے مراد کیا تھی؟ کیونکہ اس سے ہمیں اس پس منظر کا علم ہو سکے گا جس میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے جہاد کے بارے میں صحیح اسلامی نظریہ کو واضح فرمایا۔ نیز یہ بھی معلوم ہو سکے گا کہ اس نقطۂ نگاہ کی وضاحت کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی؟

سو یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ماقبل یا بعد علماء کا ایک طبقہ ایسا تھا جس کے نزدیک ''جہاد'' کا نظریہ ہرگز وہ نہیں تھا جو آج کل کے عام مسلمانوں کا ہے۔ کیونکہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اسلامی اصطلاح میں غیر مسلموں کے خلاف جارحانہ اقدام کا نام ''جہاد'' نہیں، بلکہ ''مدافعانہ جنگ'' کو جہاد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لیکن قارئین کے لئے یہ امر یقیناً باعث تعجب ہوگا کہ بعض اسلامی علماء کے نزدیک غیر مسلموں کو بزورِ شمشیر مسلمان بنانے کا نام جہاد تھا۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل تحریرات قابل ملاحظہ ہیں:۔

۱۔ تمام شرائع میں سے کامل ترین وہ شریعت ہے جس میں جہاد کا حکم پایا جائے۔ اس واسطے خدائے تعالیٰ کو اپنے بندوں کا اوامر و نواہی کے ساتھ مکلّف کرنا ایسا ہے کہ جیسے ایک شخص کے غلام مریض ہو رہے ہیں اور اس نے اپنے خاص لوگوں میں سے ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ ان کو کوئی دوا پلائے۔ پھر اگر وہ شخص ان کو مجبور کر کے ان کے منہ میں دوا ڈالے تو یہ بات نامناسب نہ ہوگی۔ مگر رحمت کا مقتضٰی ہے کہ اوّل ان غلاموں سے اس دوا کے فوائد بیان کرے تا کہ خوشی کے ساتھ اس دوا کو پی لیں اور نیز اس دوا میں کوئی شیریں چیز مثلاً شہد شامل کر دے تا کہ رغبت طبعی اور نیز رغبتِ عقلی اس کی معین ہو جائے۔ پھر اکثر لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ریاستوں کی محبت اور ان کا شوق اور شہوات دنیّہ اور اخلاق سبعی اور وساوسِ شیطانی ان پر غالب ہوتے ہیں اور ان کے آباؤ اجداد کے رسوم ان کے قلوب میں مرتکز ہو جاتے ہیں تو ان فوائد پر وہ کان نہیں دھرتے اور جس چیز کا حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے اس میں وہ فکر نہیں کرتے اور نہ اس کی خوبی میں ان کو غور رہوتا ہے۔ تو ان کے حق میں رحمت کا مقتضٰی یہ نہیں ہے کہ صرف اثبات حجت کا ان پر اقتصار کیا جائے بلکہ رحمت ان کے حق میں یہی ہے کہ ان پر جبر کیا جائے تا کہ خواہ مخواہ ایمان ان پر ڈالا جائے جس طرح تلخ دوا کے پلانے پر مجبور کیا جاتا ہے۔''

(حجۃ اللہ البالغہ مترجم اردو مطبوعہ حمایت اسلام پریس لاہور جلد ۲ صفحہ ۴۰۷، ۴۰۸)

۲۔ مشہور مصنف ایم اسلم لکھتے ہیں:۔

''خلیفہ وقت کا سب سے بڑا کام اشاعت اسلام تھا یعنی خدا اور اس کے رسول کا مقدس پیغام خدا کی مخلوق تک پہنچانا اور انہیں دعوتِ اسلام دینا۔ جب کسی حکمران کو دعوت اسلام دی جاتی ہے تو دو شرطیں پیش کی جاتیں۔ ایک یہ کہ مسلمان ہو جائے دوسرے یہ کہ اگر مسلمان نہیں ہوتے تو جزیہ دو اور دونوں شرطیں نہ مانی جاتیں تو پھر مجاہدین اسلام کو ان سرکشوں کا بُھرکس نکالنے کا حکم ملتا اور اس کا نام جہاد ہے۔'' (حزب المجاہد صفحہ ۳۵)

۳۔ واضح ہو کہ اہل اسلام کے ہاں کتب احادیث اور فقہ میں جہاد کی صورت یوں لکھی ہے کہ پہلے کفار کو موعظۂ حسنہ سنا کر اسلام کی طرف دعوت کی جائے۔ اگر مان گئے تو بہتر نہیں تو کفار عرب سے بباعث شدت کفر اور بت پرستی ان کے ایمان یا قتل کے سوا کچھ نہ مانا جائے۔''

(صیانۃ الانسان مطبوعہ مطبع مصطفائی لاہو ۱۸۷۳ء صفحہ ۲۳۲ مصنفہ ولی اللہ صاحب لاہوری)

۴۔ سابق علماء تو الگ رہے اب تک مولوی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اس بیسویں صدی کے نصف آخر میں بھی یہی عقیدہ رکھتے اور اسی کی اشاعت کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

''یہی تھی پالیسی جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعد خلفائے راشدین نے عمل کیا۔ عرب جہاں مسلم پارٹی پیدا ہوئی سب سے پہلے اسلامی حکومت کے زیرنگیں کیا گیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف کے ممالک کو اپنے اصول اور مسلک کی طرف دعوت دی مگر اس کا انتظار نہ کیا کہ یہ دعوت قبول کی جاتی ہے یا نہیں بلکہ قوت حاصل کرتے ہی رومی سلطنت سے تصادم شروع کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پارٹی کے لیڈر ہوئے تو انہوں نے روم اور ایران دونوں کی غیر اسلامی حکومتوں پر حملہ کیا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حملہ کو کامیابی کے آخری مراحل تک پہنچایا۔''

(رسالہ جہاد فی سبیل اللہ مصنفہ مولوی ابوالاعلیٰ مودودی صفحہ ۲۸، صفحہ ۲۹)

ان اقتباسات کو پڑھ کر ہر درد دِل رکھنے والے سعید الفطرت مسلمان کا سر ندامت کے ساتھ جھک جاتا ہے۔ جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ جبر و اکراہ کا یہ نظریہ اس مقدس ترین وجود کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے جو تمام نسلِ انسانی کے لئے پیامِ امن و سلامتی لے کر آیا۔ جس نے اپنی مقدس حیات کا ایک ایک لمحہ ظلم و تشدد اور جبر و اکراہ کو دنیا سے مٹانے کے لئے وقف کر دیا جس رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے نسل انسانی کو لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کا امن بخش اور حیات آفرین پیغام سنایا اور جو خود عمر بھر اپنے دشمنوں کے ظلم و ستم اور جبر و تشدد کا نشانہ بنا رہا مگر خود کسی انسان بلکہ حیوان پر بھی ظلم نہیں کیا۔ عیسائی، ہندو اور دیگر دشمنان اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیرت انگیز معجزانہ کامیابی و کامرانی کو داغدار کرنے کے لئے یہ الزام لگاتے چلے آئے ہیں کہ اسلام اپنی صداقت اور حقانیت کے اثر سے نہیں بلکہ تلوار کے زور سے پھیلا ہے، لیکن ایک غیر جانبدار اور صحیح الدماغ محقق دشمنان اسلام اور مقدس بانی کو بدنام کرنے کی نیت سے ایسا کہتا ہے۔ لیکن جب مسلمانوں کے اپنے ''علماء'' خود ہی یہ اعلان کرنے لگیں کہ اسلام کی

تعلیم کو بزور شمشیر منوانا اور غیر مسلموں کو بہ جبر واکراہ حلقہ بگوشِ اسلام کرنا عین تعلیم اسلام ہے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے خلفائے راشدین کا طرزِ عمل بھی یہی رہا ہے اور وہ غیر مسلموں کو ان کی مرضی کے خلاف جبر واکراہ سے مسلمان بنایا کرتے تھے۔ تو پھر حقیقی اسلام کے علمبرداروں کے ہاتھ میں غیر مسلموں کے مقابلہ میں رہ ہی کیا جاتا ہے۔ ؎

گر مسیحا دشمن جاں ہو تو کیونکر ہو علاج؟

کون رہبر ہو سکے جو خضر بہکانے لگے؟

یہ ظالمانہ اور جارحانہ ''جہاد'' کا منگھڑت اور خلاف اسلام نظریہ (جو آج تک مولوی ابوالاعلی مودودی اور ان کے ہم خیال علماء کے ہاں رائج ہے) تبلیغ واشاعت اسلام کے رستہ میں ایک زبردست روک ثابت ہو رہا ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ اس غلط نظریہ کی پر زور تردید کی جائے تا اسلام کا خوبصورت اور منور چہرہ داغدار نہ ہونے پائے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس غلط نظریہ کی کماحقہ تردید فرمائی اور یہی وہ جارحانہ لڑائی AGGRESSION ہے جس کے بارے میں حضورؑ نے بار بار تحریر فرمایا ہے کہ اسلام میں جائز نہیں اور نہ اس قسم کی لڑائی کرنے کی مسلمانوں کو اجازت ہے۔

''موقوف'' اور ''التوا'' کے معنے

اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم احرار کے اصل اعتراض کو لیتے ہیں۔ معترضین کی طرف سے عام طور پر اس الزام کی تائید میں تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۶ وصفحہ ۳۰ طبع اوّل، اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۳ طبع اوّل اور حقیقۃ المہدی کے حوالجات پیش کئے جاتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ان محولہ بالا مقامات پر کسی جگہ بھی ''اسلامی جہاد'' کے قیامت تک منسوخ ہونے کا ذکر نہیں۔ تحفہ گولڑویہ میں ''التواء'' اور موخر الذکر مقام پر ''موقوف'' کا لفظ ہے اور ظاہر ہے کہ لفظ ''التوا'' اور ''موقوف'' دونوں ہم معنے ہیں اور ان کا مفہوم عارضی طور پر کسی کام کو دوسرے وقت پر ڈال دینا ہوتا ہے۔ ہمیشہ کے لئے ختم ہونا یا منسوخ ہو جانا اس سے مراد نہیں ہوتا۔

لفظ ''وقف'' یا ''وقفہ'' کے معنے ہی دو کلاموں کے درمیانی عارضی ''سکون'' اور ''ٹھہرنے'' کے ہیں۔ قرآن مجید کی آیات کے درمیان بھی ''وقف'' آتا ہے۔ مگر کیا وقف کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے

آ گے کوئی آیت نہیں؟ عربی میں ''وَقَفَ لِفُلَانٍ'' کے معنے ہیں۔ ''اس نے فلاں کا انتظار کیا'' اور ''وَقَفَ عَلٰی حَضُوْرِ فُلَانٍ کے معنے ہیں۔''اس نے فلاں کے آنے تک کام ملتوی رکھا۔''

''اَوْقَفَ وَ تَوَقَّفَ عَنْ'' کے معنی ہیں ''ملتوی کرنا۔''

''وَقْفَةٌ'' کے معنی ہیں ''اسٹیشن''،''ٹھہراؤ'' اور ''موقوف'' کے معنی ہیں ''ٹھہرا ہوا'' (تسہیل العربیہ زیر مادہ وقف) نیز ملاحظہ ہو''الفرائد الدریہ زیر مادہ وقف''جس میں لکھا ہے وَقَفَ عَلَی الْکَلِمَةِ (پڑھتے پڑھتے تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرنا۔)

وَقَفَ لِفُلَان. کسی کا انتظار کرنا۔

اَوْقَفَ وَ تَوَقَّفَ عَنْ کے معنی ہیں کسی معاملہ کو دوسرے وقت تک اٹھا رکھنا۔

پس موقوف کے معنی ''ملتوی'' کے ہیں نہ کہ ہمیشہ کے لئے منسوخ ہو جانے کے؟ اندریں صورت معترضین کا مسیح موعود علیہ السلام پر ''منسوخی جہاد'' کا الزام لگانا کیونکر درست ہوسکتا ہے؟

قرآنِ مجید کا کوئی لفظ منسوخ نہیں ہوسکتا

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے تتبع میں تمام احمدی قرآن مجید کے ہر ہر لفظ اور ہر ہر حرف کو ناقابلِ تنسیخ یقین کرتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہوسکتا۔ پس قرآن مجید اور حدیث صحیح میں جہاد کے بارے میں جو احکام ہیں احمدی ان پر دل و جان سے ایمان لاتے ہیں اور ان پر عمل کرنے کے لئے دل و جان سے تیار ہیں۔ قرآن مجید نے جہاد بالسیف کے بارے میں جو حکم دیا ہے وہ ان الفاظ میں ہے کہ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (الحج: ۴۰) یعنی مومنوں کے ساتھ کفار دین کے باعث جنگ شروع کریں تو جوابی طور پر مومن تلوار کے مقابلہ میں تلوار اٹھائیں۔

جماعت احمدیہ جہاد بالسیف کی قائل ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اَسّی کتب میں کسی ایک جگہ بھی یہ تحریر نہیں فرمایا کہ اگر کفار کی طرف سے تلوار اٹھائی جائے تب بھی جوابی طور پر تلوار نہ اٹھائی جائے۔ یا یہ کہ قرآن مجید کی یہ یا دوسری آیات دربارہ جہاد منسوخ ہیں۔ حضورؑ نے تو صاف الفاظ میں تحریر فرمایا ہے:۔''وَأُمِرْنَا أَنْ نُعِدَّ لِلْكَافِرِيْنَ كَمَا يُعِدُّوْنَ لَنَا، وَلَا نَرْفَعُ الْحُسَامَ قَبْلَ أَنْ نُقْتَلَ بِالْحُسَامِ. ''

(حقیقۃ المہدی۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۴۵۴)

کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ہم کافروں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کریں جیسا کہ وہ ہمارے ساتھ کرتے ہیں اور جب تک وہ ہم پر تلوار نہ اٹھائیں ہم بھی اس وقت تک ان پر تلوار نہ اٹھائیں۔

یادر ہے کہ یہ عبارت اسی حقیقۃ المہدی کی ہے جس کے صفحہ کا حوالہ معترضین دیتے ہیں۔اس عبارت سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کفار کی تلوار کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کے مسئلہ کے قائل ہیں اور قرآنی حکم در بارۂ جہاد کو ہر گز منسوخ نہیں سمجھتے ۔ بلکہ لفظ ''اُمِـرْنَـا'' فرما کر اس امر کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ ہم اس امر کے لئے مامور ہیں کہ اگر کفار اسلام کے خلاف تلوار اٹھائیں گے تو ہم بھی جوابی طور پر ان کے ساتھ تلوار سے جہاد کریں گے۔ پس معترضین کے پیش کردہ حوالہ میں جو لفظ ''موقوف'' استعمال ہوا ہے تو اس کے صرف یہی معنی ہیں کہ چونکہ اس وقت کفار کی طرف سے اسلام کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی جارہی اس لئے قرآنی تعلیم کی رو سے اس وقت مسلمانوں کے لئے تلوار اٹھانا ''موقوف'' ہے۔اس وقت تک کہ کفار تلوار اٹھائیں۔ کیونکہ از روئے قرآن وحدیث ''جہاد بالسیف'' مشروط ہے۔ کفار کی طرف سے تلوار کے اٹھائے جانے کے ساتھ۔پس شرط کے عدم تحقق کے باعث مشروط (جہاد بالسیف) بھی کبھی متحقق نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اس عبارت کے شروع میں یہ الفاظ ہیں۔''**رُفِعَتْ هٰذِهِ السُّنَّةُ بِرَفْعِ أَسْبَابِهَا فِيْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ.**'' (حقیقۃ المہدی۔روحانی خزائن جلد۱۴ صفحہ۴۵۴) یعنی تلوار کے جہاد کی شرائط کے پائے نہ جانے کے باعث موجودہ ایام میں تلوار کا جہاد نہیں ہو رہا۔حضور تحفہ گولڑویہ میں تحریر فرماتے ہیں۔''**اِنَّ وُجُوْهَ الْجِهَادِ مَعْدُوْمَةٌ فِيْ هٰذَا الزَّمَنِ وَهٰذِهِ الْبِلَادِ.**'' (تحفہ گولڑویہ۔روحانی خزائن جلد۱۷ صفحہ۸۲) یعنی ''جہاد اس لئے نہیں ہوسکتا کیونکہ اس وقت اور اس ملک میں جہاد کی شرائط پائی نہیں جاتیں۔'' پھر تحفہ گولڑویہ۔روحانی خزائن جلد۱۷ صفحہ۷۸ میں جہاں ممانعت جہاد کا فتویٰ دیا ہے۔وہاں تحریر فرمایا ہے۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
فرما چکا ہے سید کونین مصطفٰے عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا

ان اشعار میں ''اب'' اور ''التواء'' کے الفاظ صاف طور پر اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ جہاد کا حکم قیامت تک کے لئے منسوخ نہیں بلکہ بوقت موجودہ عدم تحقق شرائط کے باعث ''جہاد'' عملاً ملتوی ہے اور وہ بھی حضرت صاحب کی اپنی ذاتی رائے یا فتویٰ سے نہیں بلکہ خود حضرت شارع علیہ السلام کی حدیث صحیح مندرجہ بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ علیہ السلام کی سند کی بنا پر۔

پھر حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

’’اس زمانہ میں جہاد روحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمۂ اسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔ دینِ متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلائیں۔ یہی جہاد ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کرے۔‘‘

(مکتوب بنام حضرت ناصر نواب صاحب مندرجہ رسالہ درود شریف صفحہ ۶۶ مؤلفہ حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ہلالپوری)

آخری الفاظ صاف طور پر بتا رہے ہیں کہ تلوار کے جہاد کی ممانعت ابدی نہیں بلکہ عارضی ہے۔ اور جب دوسری صورت ظاہر ہوگی یعنی کفار کی طرف سے اسلام کے خلاف تلوار اٹھائی جائے گی اس وقت تلوار کے ساتھ جہاد کرنا واجب ہوگا۔ پس یہ ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلامی تعلیم دربارہ جہاد کو ہرگز منسوخ نہیں کیا بلکہ اس پر عمل کیا۔ کیونکہ قرآن مجید سے جہاد کی دو ہی صورتیں ثابت ہیں:۔

اوّل۔ قرآن مجید کی تعلیم اور اس کی خوبیاں دنیا میں پھیلانا جیسا کہ سورۃ فرقان میں ہے۔ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا (الفرقان: ۵۳) یعنی قرآن مجید کو دنیا کے سامنے پیش کر، یہی جہاد کبیر ہے۔ مکتوب مندرجہ ’’رسالہ درود شریف صفحہ ۶۶‘‘ کی عبارت میں اسی پہلی صورت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ آج کل تو قرآن مجید میں بیان شدہ پہلی قسم کے جہاد کی شرائط موجود ہیں، اس لیے آج کل یہی جہاد ہے جس کا کرنا از روئے تعلیمِ اسلام واجب ہے۔ اور جب دوسری قسم کی شرائط پیدا ہو جائیں گی اس وقت دوسری قسم جہاد (یعنی تلوار کے ساتھ مدافعانہ جنگ پر) عمل کرنا ضروری ہوگا۔

ظاہر ہے کہ ’’جہاد‘‘ کے معنی اسلامی اصطلاح میں صرف تلوار کے ساتھ جنگ کرنے ہی کے نہیں بلکہ اسلامی تعلیم پر عمل کرنے اور عمل کی تلقین کرنے کے بھی ہیں۔ احراری معترضین جماعت احمدیہ پر اعتراض کرتے وقت صرف ’’جہاد‘‘ کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور ان کی مراد اس سے صرف جہاد سیفی ہوتا ہے۔ اس مغالطہ کی حقیقت قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت پر نظر ڈالنے سے واضح ہو جاتی ہے۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ (التوبہ: ۷۳) کہ اے نبیؐ کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کر۔ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کے ساتھ جہاد کے کرنے کا حکم آ جانے کے باوجود منافقوں کے خلاف کبھی تلوار نہیں اٹھائی بلکہ ان کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک فرمایا۔ یہاں تک کہ عبداللہ

بن ابی بن سلول کو (جو رئیس المنافقین تھا) اپنے جبۂ مبارک میں دفن فرمایا۔ پس تسلیم کرنا پڑے گا کہ جہاد کے معنی صرف تلوار ہی کے ساتھ لڑائی کے نہیں ہوتے بلکہ تبلیغ و تذکیر کے ذریعہ کفار اور منافقین کی باطنی و روحانی اصلاح کی کوشش کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔

شرعی حکم کی تنسیخ اور فتویٰ میں فرق

احراری معترضین اپنے جوش خطابت میں ہمیشہ یہ کہا کرتے ہیں کہ ''منسوخی جہاد مستقل کفر ہے۔'' گویا ان کے نزدیک اگر کوئی شخص حضرت مرزا صاحب کی طرح یہ فتویٰ دے کہ چونکہ آجکل دشمنان دین اسلام کے بالمقابل تلوار نہیں اٹھاتے اس لئے تعلیم اسلامی کے رو سے ان کے ساتھ تلوار کا جہاد جائز نہیں۔ تو ایسا فتویٰ دینے والا فرضیت جہاد کا منکر ہونے کے باعث خارج از اسلام سمجھا جائے گا۔ ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اس طریق کو جاری کرنے کے نتیجہ میں کوئی مفتی بھی فتویٰ کفر سے بچ نہیں سکتا کیونکہ اگر اس طریق تکفیر کو درست تسلیم کر لیا جائے تو ایسے شخص کو بھی جو ایک غیر صاحب نصاب شخص کے بارہ میں یہ فتویٰ دیتا ہے کہ اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ''فرضیت زکوٰۃ کا منکر'' قرار دے کر'' خارج از اسلام تسلیم کرنا پڑے گا۔

دور کیوں جائیں سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا شعر ہے:۔ ؎

فَمَا وَجَبَتْ عَلَیَّ زَکٰوۃُ مَالٍ　　　وَھَلْ تَجِبُ الزَّکٰوۃُ عَلَی الْجَوَادِ

ترجمہ:۔ مجھ پر مال کی زکوٰۃ واجب نہیں اور کیا سخی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ (ہرگز نہیں)

(کشف المحجوب مصنفہ حضرت داتا گنج بخشؒ مترجم اردو صفحہ ۲۸۸ مطبوعہ فیروز اینڈ سنز ۲۰۰۳ء)

پس کس قدر ظلم ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ جنہوں نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں تو جہاد بالسیف کا حکم موجود ہے لیکن میں ان آیات اور احادیث کو منسوخ کرتا ہوں بلکہ صرف اس قدر فرمایا کہ قرآن مجید اور حدیث میں خدا اور رسول کا حکم یہ ہے کہ جب تک مخالفین اسلام کی طرف سے اسلام کے خلاف تلوار نہ اٹھائی جائے ان کے ساتھ جہاد بالسیف کرنا جائز نہیں اور چونکہ موجودہ وقت میں مخالفین اسلام کی طرف سے تلوار نہیں اٹھائی جارہی اس لئے اس وقت جہاد بالسیف کرنے کی از روئے قرآن و حدیث اجازت نہیں، احراری معترضین ان کے خلاف ''فرضیت جہاد'' کے انکار کا جھوٹا الزام لگاتے ہیں۔

حضرت سید احمد بریلوی کا انگریز کے خلاف جہاد نہ کرنے کا فتویٰ

پھر اگر محض اس فتویٰ کی بناء پر کہ انگریز کے خلاف جہاد بالسیف از روئے تعلیم اسلامی جائز نہیں۔ اگر حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کی تکفیر کو درست تسلیم کیا جائے تو تیرھویں صدی کے مجدد حضرت سید احمد بریلوی اور ان کے خلیفہ حضرت اسمٰعیل شہید پر بھی یہی فتویٰ عائد ہوگا کیونکہ ان ہر دو بزرگوں نے بھی (جن کو احراری بھی اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں) انگریزی حکومت کے خلاف عدم جہاد کا بعینہٖ وہی فتویٰ دیا ہے جو ان کے بعد حضرت مرزا صاحبؑ نے دیا۔

مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری کی شخصیت

یاد رہے کہ حضرت سید احمد بریلوی اور اسمٰعیل شہیدؒ کے فتاویٰ اس کتاب سے نقل کئے گئے ہیں جو مولانا محمد جعفر صاحب تھانیسری کی تصنیف ہے اور مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری وہ بزرگ ہیں جو حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک میں شامل تھے اور بقول مولانا غلام رسول صاحب مہر:۔

’’مولوی محمد جعفر صاحب کا گھر کئی برس تک سید صاحب کے مجاہدین کے لئے چندہ بھیجنے کا ایک مرکز بنا رہا۔ اسی بناء پر وہ گرفتار ہوئے۔ انگریزوں نے ان پر مقدمہ چلایا اور پھانسی کی سزا دی۔ جائیداد ضبط کر لی یہ سزا اس لئے حبسِ دوام میں تبدیل ہوئی کہ مولوی صاحب کیلئے پھانسی پر جان دے دینا آسان تھا اور انگریز چاہتے تھے کہ انہیں قید کی مصیبتوں میں مبتلا رکھ کر زیادہ سے زیادہ ایذاء پہنچائیں۔‘‘

’’مولوی محمد جعفر صاحب نے سرکار انگریزی کی مخالفت ہی کے باعث اٹھارہ سال جزائر انڈیمان میں بسر کئے۔ ان کی جائیداد ضبط ہوئی اور جو تکلیفیں اٹھائیں ان کے بیان کا یہ موقع نہیں وہ ان کارناموں کی وجہ سے عظیم تھے۔‘‘ (احراری اخبار آزاد لاہور ۱۲/اکتوبر ۱۹۵۲ء جلد ۲ کالم ۳)

پس مولوی محمد جعفر صاحب وہ انسان تھے جن کو انگریز کی خوشامد کی کوئی ضرورت نہ تھی علاوہ ازیں ’’سوانح احمدی‘‘ اس زمانہ میں لکھی گئی جبکہ سید احمد صاحب بریلویؒ کو دیکھنے والے اور ان سے ملنے والے لوگ زندہ موجود تھے۔ اگر یہ روایات درست نہ ہوتیں تو اسی وقت ان کی تردید میں ضرور وہ لوگ آواز بلند کرتے۔ اس وقت اصل دستاویزات محولہ ابھی موجود تھیں اس لئے ان پر جرح وتنقید کا وقت وہی تھا۔ پھر یہ کتاب اس وقت لکھی گئی جبکہ جماعت احمدیہ کا کوئی وجود ہی نہ تھا اور نہ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا فتویٰ دربارۂ ممانعت جہاد (۱۹۰۲ء) ہی موجود تھا۔ پس یہ تحریرات امر متنازعہ فیہ سے بہت عرصہ پہلے کی ہیں۔

مولانا غلام رسول صاحب مہر یا کسی اور بزرگ کا جس کو حضرت سید احمد بریلوی اور سید اسمٰعیل صاحب شہید کے مندرجہ بالا فتاویٰ سے اختلاف ہو۔ اکتوبر ۱۹۵۲ء میں یعنی حضرت سید احمد صاحب بریلوی کی شہادت کے ایک سو اکیس اور کتاب کی تحریر کے ساٹھ ستر سال بعد ان روایات کی صحت پر اعتراض کرنا کسی طرح بھی ان کی صحت واصالت پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ہر اہل علم اور انصاف پسند انسان کے نزدیک ان روایات کو غلط ثابت کرنے کا بارِ ثبوت بہرحال اس شخص پر ہوگا جو ان قدیم اور سید صاحب شہیدؒ کے قریب ترین زمانہ میں تحریر شدہ شہادتوں کے غلط ہونے کا ادعا کرتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر کسی بھی پرانے واقعہ کا اثبات ممکن نہ رہے گا۔ مثلاً اگر کوئی معترض قرآن مجید۔ احادیث اور تاریخ اسلامی میں درج شدہ واقعات کا یہ کہہ کر انکار کر دے کہ جب تک اصل گواہ اور ان کی شہادتیں میرے سامنے پیش نہ کی جائیں میں ان کی صحت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں اور یہ بھی کہے کہ ان روایات کو درست ثابت کرنے کا بارِ ثبوت اس شخص پر ہے جو ان روایات کو درست قرار دیتا ہے تو ہر ایک اہل علم وعقل کے نزدیک ایسے معترض کا اعتراض درخور اعتناء نہ ہوگا کیونکہ ان روایات کی صحت واصالت پر اعتراض کرنے کا وقت وہ تھا جب وہ احاطہ تحریر میں لائی گئیں لیکن اگر اس وقت کسی شخص نے ان پر اعتراض نہیں کیا اور نہ ان کے خلاف کوئی آواز اٹھائی پھر ایک لمبا زمانہ گذر جانے کے بعد جبکہ اصل شواہد اور دستاویزات مرورِ زمانہ کے باعث ناپید ہو چکی ہوں اعتراض بے حقیقت ہو کر رہ جاتا ہے جب تک کہ ایسا معترض اپنی تائید میں ناقابل تردید ثبوت اور دلائل پیش نہ کرے۔ پس آج جبکہ حضرت سید احمد شہید اور حضرت اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما کے یہ فتاویٰ جماعت احمدیہ کی تائید میں پیش کئے گئے ہیں کسی اختلاف رائے رکھنے والے بزرگ کا اعتراض ہرگز قابل اعتناء قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری کی نسبت حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور سیرت نگار مولانا ابوالحسن صاحب ندوی لکھتے ہیں:۔

''سید صاحب کے بہت بڑے تذکرہ نگار اور واقف حال تھے۔ آپ سید صاحب کے خلفاء سے بیعت اور سید صاحب کے نہایت سچے اور پر جوش معتقد تھے اور آپ کی کتاب (سوانح احمدی۔

خادم) سب سے زیادہ مکمل اور مقبول ومشہور ہے''۔ (سیرت سید احمد شہید صفحہ ۱۸ و صفحہ ۲۳۱)

اسی طرح نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی لکھتے ہیں:۔

''سید احمد شاہ صاحب ساکن نصیر آباد بریلی میں ایک شخص تھے وہ کلکتہ گئے تھے اور ہزاروں مسلمان فوج انگریزی کے ان کے مرید ہو گئے۔ مگر انہوں نے کبھی یہ ارادہ ساتھ سرکار انگریزی کے ظاہر نہیں کیا اور نہ سرکار نے ان سے کچھ تعرض کیا''۔ (ترجمان وہابیہ صفحہ ۴۵)

اس شہادت سے یہ ثابت ہوا کہ جو کچھ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری نے لکھا وہ بالکل صحیح اور درست تھا۔

یاد رہے کہ حضرت سید احمد بریلویؒ اور سید اسمٰعیل شہید وہ بزرگ ہیں جو ہندوستان خیل مجاہدین کے سردار اور اول المجاہدین تھے جنہوں نے یو۔ پی سے اٹھ کر پنجاب کی سکھ حکومت کے خلاف سرحد پار کر کے افغانستان کی طرف سے حملہ آور ہو کر سالہا سال تلوار کے ساتھ جہاد کیا اور عین میدانِ جہاد میں شہید ہوئے۔ انہوں نے سکھ حکومت کے خلاف یہ جہاد محض اس وجہ سے کیا کہ سکھ دین میں جبر کر رہے تھے۔ اس لئے اسلامی تعلیم کے رو سے سکھوں کے خلاف علم جہاد بلند کرنا ضروری تھا لیکن ان ہر دو بزرگوں نے عمر بھر کبھی انگریزی حکومت کے ساتھ جہاد نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس صاف صاف لفظوں میں یہ فتویٰ دیا کہ

(ا)۔''نہ با کسے از امراء مسلمین منازعت داریم۔ نہ از رؤسائے مومنین مخالفت۔ با کفارِ لیئام مقابلہ داریم۔ نہ با مدعیانِ اسلام صرف با درازموئیان جویان مقابلہ ایم۔ نہ با کلمہ گویان و نہ اسلام جویان۔ و نہ بہ سرکار انگریزی کہ او مسلمان رعایائے خودرا برائے ادائے فرض مذہبی شان آزادی بخشیدہ است۔''

(مکتوب حضرت سید احمد بریلویؒ۔ ''سوانح احمدی'' صفحہ ۱۱۵ مصنفہ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری)

یعنی ہم کسی مسلمان امیر سے جنگ یا پیکار کرنا نہیں چاہتے صرف کفار لئیم سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم مدعیان اسلام سے بھی جنگ نہیں کرنا چاہتے۔ صرف لمبے بالوں والوں (سکھوں) سے مقابلہ کرنے کے خواہشمند ہیں۔ کلمہ گویوں یا مسلمان کہلانے والوں یا سرکار انگریزی سے کہ جس نے اپنی مسلمان رعایا کو مذہبی فرائض کی ادائیگی کے لئے کامل آزادی دے رکھی ہے۔ ہم جنگ نہیں کرنا چاہتے۔

یہ تیرہویں صدی کے مجدد کا فتویٰ ہے۔ جس کو تمام اہل حدیث اور اہل سنت و اہل دیوبند اور احراری اپنا بزرگ خیال کرتے ہیں۔ یہ ان کا اپنا تحریر فرمودہ فتویٰ ہے اس کے الفاظ ''نہ با سرکار

انگریزی کہ مسلمان رعایائے خودرا برائے ادائے فرض مذہبی شان آزادی بخشیدہ است'' دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔

کیا بعینہٖ یہ وہی فتویٰ نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا ہے اور جس کی بناء پر آپ کو جہاد کا منکر قرار دیا جارہا ہے؟ پس انگریزی حکومت کے خلاف عدم جہاد بالسیف کے فتویٰ میں حضرت مرزا صاحب منفرد نہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ حضرت سید احمد بریلوی شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ پس اگر گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ تلوار کے ساتھ جہاد کرنے کی ممانعت کا فتویٰ آپ کے نزدیک ''بذاتِ خود کفر ہے'' تو

ایں گناہسیت کہ در شہر شما نیز کنند

(ب)۔ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ بالا مکتوب کے علاوہ آپ کا تفصیلی فتویٰ دربارہ ممانعت جہاد ملاحظہ فرمائیں۔ لکھا ہے۔

''جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سکھوں سے جہاد کرنے تشریف لے جاتے تھے۔ کسی شخص نے آپؒ سے پوچھا کہ آپؒ اتنی دور سکھوں پر جہاد کرنے کو کیوں جاتے ہو۔ انگریز پر جو اس ملک پر حاکم ہیں اور دینِ اسلام سے کیا منکر نہیں ہیں۔ گھر کے گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو۔ یہاں لاکھوں آدمی آپ کا شریک اور مددگار ہو جائے گا کیونکہ سینکڑوں کوس سفر کر کے سکھوں کے ملک سے پار ہو کر افغانستان جانا اور وہاں برسوں رہ کر سکھوں سے جہاد کرنا یہ ایک ایسا امر محال ہے جس کو ہم لوگ نہیں کر سکتے۔ سید صاحب نے جواب دیا کہ

کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت کرنا نہیں چاہتے۔ انگریزوں کا یا سکھوں کا ملک لینا ہمارا مقصد نہیں ہے بلکہ سکھوں سے جہاد کرنے کی قدرتی یہ وجہ ہے کہ وہ ہمارے برادرانِ اسلام پر ظلم کرتے ہیں۔ اور اذان وغیرہ فرائض مذہبی کو ادا کرنے سے مزاحم ہوتے ہیں اور سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی۔ اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے ہم ان کے ملک میں علانیہ وعظ کہتے ہیں اور ترویج مذہب کرتے ہیں۔ وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی بلکہ اگر کوئی ہم پر زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کے لئے تیار ہے ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی اور احیاءِ سننِ سید المرسلین ہے سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصولِ مذہب طرفین کا خون بلا سبب گراویں۔

یہ جواب باصواب سن کر سائل خاموش ہوگیا اور اصل جہاد کی غرض سمجھ لی''۔

(سوانح احمدی صفحہ ۴۵ مصنفہ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری)

(ج)۔''اس واسطے ہر گھڑی اور ہر ساعت جہاد اور قتال کا ارادہ کرتے رہتے تھے اور سرکار انگریزی گو کافر تھی مگر اس کی مسلمان رعایا کی آزادی اور سرکار انگریزی کی بے رو ریائی اور بوجہ موجودگی ان حالات کے ہماری شریعت کے شرائط سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کو مانع تھیں اس واسطے ان کو منظور ہوا کہ اقوام سکھ پنجاب پر جو نہایت ظالم اور احکامات شریعت کی حارج اور مانع تھے جہاد کیا جائے۔''

(سوانح احمدی صفحہ ۴۵ مصنفہ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری)

(د)۔ یہ تو تھا فتویٰ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اب آپ کے خلیفہ حضرت سید اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں۔لکھا ہے:۔

''اثناء قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید وعظ فرما رہے تھے ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا کہ نہیں؟

اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو وریاء اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے اس وقت پنجاب کے سکھوں کا ظلم اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ (لازم ہے کہ) ان پر جہاد کیا جائے۔''(سوانح احمدی صفحہ ۵۷ مصنفہ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری)

(ھ)۔''سید صاحب (سید احمد بریلوی) کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا وہ اس آزاد عمل داری کو اپنی ہی عمل داری سمجھتے تھے۔''(سوانح احمدی صفحہ ۱۳۹ مصنفہ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری)

مندرجہ بالا فتاویٰ کو پڑھنے کے بعد ہر صاحب انصاف سمجھ سکتا ہے کہ انگریزی حکومت کے خلاف جہاد بالسیف نہ کرنے کا حکم ایسا ہے جس پر تیرہویں اور چودہویں صدی کے مجددین کا اتفاق ہے پھر اس کے خلاف اگر کوئی دوسرا شخص معترض ہو تو اس کے اعتراض کو کیا وقعت دی جا سکتی ہے؟

پھر یاد رہے کہ حضرت سید احمد بریلویؒ اور حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید وہ بزرگ ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگیاں جہاد بالسیف کے لئے وقف کر دی ہوئی تھیں وہ سکھوں کے خلاف علم جہاد بلند کرتے ہوئے ''فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ ''(الاحزاب:۲۴) کے مصداق ہو کر میدان جہاد میں شہید ہو گئے۔ اس لئے ان بزرگان نے حکومت انگریزی کے خلاف تلوار نہ اٹھانے کا جو فتویٰ صادر کیا

اس کی صحت اور درستی میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔

حضرت مرزا صاحبؑ کا فتویٰ

حضرت مرزا صاحبؑ نے ممانعت جہاد کا جو فتویٰ دیا ہے وہ بعینہٖ وہی ہے جو حضرت سید احمد بریلویؒ اور ان کے خلیفہ سید اسمٰعیل شہیدؒ نے دیا تھا اور آپ کے بھی بعینہٖ وہی دلائل ہیں جو ان بزرگان کے ہیں۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

(ا۔ ''نادان مولوی نہیں جانتے کہ جہاد کے واسطے شرائط ہیں۔ سکھا شاہی لوٹ مار کا نام جہاد نہیں اور رعیت کو اپنی محافظ گورنمنٹ کے ساتھ کسی طور سے جہاد درست نہیں''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۳۸۲)

ب۔ پھر فرماتے ہیں:۔

'' بعض نادان مجھ پر اعتراض کرتے ہیں جیسا کہ صاحب المنار نے بھی کیا کہ یہ شخص انگریزوں کے ملک میں رہتا ہے اس لئے جہاد کی ممانعت کرتا ہے یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر میں جھوٹ سے اس گورنمنٹ کو خوش کرنا چاہتا تو میں بار بار کیوں کہتا کہ عیسیٰ بن مریم صلیب سے نجات پا کر اپنی موت طبعی سے بمقام سری نگر کشمیر مر گیا اور نہ وہ خدا تھا اور نہ خدا کا بیٹا۔ کیا انگریز مذہبی جوش والے میرے اِس فقرہ سے مجھ سے بیزار نہیں ہوں گے؟ پس سنو! اے نادانوں مَیں اِس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست اندازی نہیں کرتی اور نہ اپنے دین کو ترقی دینے کے لئے ہم پر تلواریں چلاتی ہے قرآن شریف کے رو سے جنگ مذہبی کرنا حرام ہے کیونکہ وہ بھی کوئی مذہبی جہاد نہیں کرتی۔''

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۷۵ حاشیہ)

ج۔ پھر فرماتے ہیں:۔

''جاننا چاہیے کہ قرآن شریف یوں ہی لڑائی کے لئے حکم نہیں فرماتا بلکہ صرف ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم فرماتا ہے جو خدا تعالیٰ کے بندوں کو ایمان لانے سے روکیں اور اس بات سے روکیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر کاربند ہوں اور اس کی عبادت کریں اور ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کے لئے حکم فرماتا ہے جو مسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں اور مومنوں کو ان کے گھروں اور وطنوں سے نکالتے ہیں اور خلق اللہ کو جبراً اپنے دین میں داخل کرتے ہیں اور دین اسلام کو نابود کرنا

چاہتے ہیں ...... یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا غضب ہے اور مومنوں پر واجب ہے جو ان سے لڑیں اگر وہ باز نہ آویں۔''

(نور الحق حصہ اول روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۶۲)

د۔ ''شریعت اسلام کا یہ واضح مسئلہ ہے۔ جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا جس کے زیر سایہ مسلمان لوگ امن اور عافیت اور آزادی سے زندگی بسر کرتے ہوں...... قطعی حرام ہے''۔ (تبلیغ رسالت جلد اوّل صفحہ ۶۵)

ھ۔ ''اس زمانہ کے نیم مُلّا فی الفور کہہ دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبراً مسلمان کرنے کے لئے تلوار اُٹھائی تھی اور انہی شبہات میں ناسمجھ پادری گرفتار ہیں مگر اس سے زیادہ کوئی جھوٹی بات نہیں ہوگی کہ یہ جبر اور تعدّی کا الزام اُس دین پر لگایا جائے جس کی پہلی ہدایت یہی ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنی دین میں جبر نہیں چاہیے بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بزرگ صحابہ کی لڑائیاں یا تو اس لئے تھیں کہ کفار کے حملہ سے اپنے تئیں بچایا جائے اور یا اس لئے تھیں کہ امن قائم کیا جائے اور جو لوگ تلوار سے دین کو روکنا چاہتے ہیں ان کو تلوار سے پیچھے ہٹایا جائے مگر اب کون مخالفوں میں سے دین کے لئے تلوار اُٹھاتا ہے اور مسلمان ہونے والے کو کون روکتا ہے اور مساجد میں نماز پڑھنے اور بانگ دینے سے کون منع کرتا ہے۔ پس اگر ایسے امن کے وقت میں ایسا مسیح ظاہر ہو کہ وہ امن کا قدر نہیں کرتا بلکہ خواہ نخواہ مذہب کے لئے تلوار سے لوگوں کو قتل کرنا چاہتا ہے تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بلاشبہ ایسا شخص جھوٹا کذّاب مفتری اور ہرگز سچا مسیح نہیں ہے۔ مجھے تو خواہ قبول کرو یا نہ کرو مگر میں تم پر رحم کر کے تمہیں سیدھی راہ بتلاتا ہوں کہ ایسے اعتقاد میں سخت غلطی پر ہو۔ لاٹھی اور تلوار سے ہرگز ہرگز دین دلوں میں داخل نہیں ہوسکتا اور آپ لوگوں کے پاس ان بیہودہ خیالات پر دلیل بھی کوئی نہیں۔ صحیح بخاری میں مسیح موعود کی شان میں صاف حدیث موجود ہے کہ يَضَعُ الْحَرْبَ یعنی مسیح موعود لڑائی نہیں کرے گا تو پھر کیسے تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو آپ لوگ اپنے مُنہ سے کہتے ہیں کہ صحیح بخاری قرآن شریف کے بعد اَصَحُّ الْكُتُب ہے اور دوسری طرف صحیح بخاری کے مقابل پر ایسی حدیثوں پر عقیدہ کر بیٹھتے ہیں کہ جو صریح بخاری کی حدیث کے منافی پڑی ہیں۔ چاہیے تھا کہ اگر کروڑ ایسی کتاب ہوتی تب بھی اس کی پرواہ نہ کرتے کیونکہ ان کا مضمون نہ صرف صحیح بخاری کی حدیث کے منافی بلکہ قرآن شریف سے بھی صریح مخالف ہے۔''

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۸۔۱۵۹)

و۔ ''تمام سچے مسلمان جو دُنیا میں گذرے کبھی ان کا یہ عقیدہ نہیں ہوا کہ اسلام کو تلوار سے پھیلانا چاہیے بلکہ ہمیشہ اسلام اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے دُنیا میں پھیلا ہے۔ پس جو لوگ مسلمان کہلا کر صرف یہی بات جانتے ہیں کہ اسلام کو تلوار سے پھیلانا چاہیے وہ اسلام کی ذاتی خوبیوں کے معترف نہیں ہیں اور ان کی کارروائی درندوں کی کارروائی سے مشابہ ہے۔''

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۶۷ حاشیہ)

کیا ان عبارتوں سے صاف طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے وقت میں ''حرمت جہاد'' کا فتویٰ قرآن مجید اور حدیث نبویؐ کی بناء پر دے رہے ہیں نہ کہ اسلامی حکم کو منسوخ قرار دے کر؟

علاوہ ازیں تریاق القلوب کے مؤخر الذکر حوالجات سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جس نظریۂ جہاد کی مخالفت فرمائی ہے وہ غیر مسلموں کو جبراً مسلمان بنانے کا وہ غلط تصور ہے جو مولوی ابوالاعلیٰ مودودی جیسے علماء کہلانے والے ابتدا سے لوگوں کے سامنے پیش کرتے چلے آئے ہیں اور جن کا ذکر مضمون ہذا کی ابتدائی سطور میں کسی قدر تفصیل سے کیا جا چکا ہے۔

ز۔ پھر مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

''ہم نے سارا قرآن شریف تدبر سے دیکھا مگر نیکی کی جگہ بدی کرنے کی تعلیم کہیں نہیں پائی ہاں یہ سچ ہے کہ اس گورنمنٹ کی قوم مذہب کے بارے میں نہایت غلطی پر ہے وہ اس روشنی کے زمانہ میں ایک انسان کو خدا بنا رہے ہیں اور عاجز مسکین کو ربّ العالمین کا لقب دے رہے ہیں مگر اس صورت میں تو وہ اور بھی رحم کے لائق اور راہ دکھانے کے محتاج ہیں کیونکہ وہ بالکل صراط مستقیم کو بھول گئے اور دور جا پڑے ہیں ہم کو چاہیے کہ...... ان کے لئے جنابِ الٰہی میں دعا کریں کہ اے خداوند قادر ذوالجلال ان کو ہدایت بخش اور ان کے دلوں کو پاک توحید کے لئے کھول دے اور سچائی کی طرف پھیر دے تا وہ تیرے سچے اور کامل نبی اور تیری کتاب شناخت کر لیں اور دینِ اسلام ان کا مذہب ہو جائے، ہاں پادریوں کے فتنے حد سے بڑھ گئے ہیں اور ان کی مذہبی گورنمنٹ ایک بہت شور ڈال رہی ہے مگر ان کے فتنے تلوار کے نہیں ہیں۔ قلم کے فتنے ہیں سواے مسلمانو! تم بھی قلم سے ان کا مقابلہ کرو...... خدا تعالیٰ کا منشاء قرآن شریف میں صاف پایا جاتا ہے کہ قلم کے مقابل پر قلم ہے اور تلوار کے مقابل پر تلوار۔ مگر کہیں نہیں سنا گیا کہ کسی عیسائی پادری نے دین کے لئے تلوار بھی اٹھائی

ہو پھر تلوار کی تدبیریں کرنا قرآن کریم کو چھوڑنا ہے۔''

(تبلیغ رسالت جلد سوم صفحہ ۹۴)

کیا مرزا صاحب نے قیامت تک جہاد کو منسوخ کیا

پس اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ میں قرآن مجید کی آیات در بارۂ جہاد بالسیف کو منسوخ کرتا ہوں اور یہ حکم دیتا ہوں کہ اب خواہ دین میں جبر ہو اور مخالفین اسلام دین کے خلاف تلوار اٹھائیں پھر بھی ان کے ساتھ جہاد بالسیف حرام ہے تو ہم اس کو چیلنج کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب یا آپ کے کسی خلیفہ کی کسی تحریر سے اس مضمون کا کوئی ایک حوالہ ہی پیش کرے۔ حضرت مرزا صاحب نے ہرگز قرآن مجید کے کسی حکم کو منسوخ نہیں کیا۔ نہ آپ ایسا کر سکتے تھے۔ آپ کا دعویٰ تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر یہ وحی ہوئی ہے۔ ''**يُحْيِ الدِّيْنَ وَ يُقِيْمُ الشَّرِيْعَةَ**'' (تذکرۃ ایڈیشن نمبر۴ صفحہ ۷۰) کہ مسیح موعود کو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ وہ احیاء دین اور اقامت شریعت......کرے۔

پس آپ نے ہرگز کسی اسلامی حکم کو منسوخ نہیں کیا۔ آپ تو ناسخ والمنسوخ فی القرآن کے بھی قائل نہ تھے۔ حالانکہ تمام غیر احمدی علماء اب تک ناسخ ومنسوخ فی القرآن کا مسئلہ مانتے ہیں۔

احمدی جماعت ہرگز جہاد کو منسوخ نہیں سمجھتی۔ نہ سیفی جہاد کی منکر ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اگر دین میں جبر ہو اور اسلام کے خلاف تلوار اٹھائی جائے تو جہاد بالسیف فرض ہو جاتا ہے اور جس وقت تحقق شرائط کے باعث جہاد فرض ہو جائے پھر اس میں کوتاہی کرنے والا قابل مؤاخذہ ہوتا ہے۔ اس بارہ میں حضرت مرزا صاحب کی تحریرات کے حوالے قبل ازیں نقل کئے جا چکے ہیں۔ پس اصل سوال یہ نہیں کہ مرزا صاحب نے کیا فی الواقع جہاد کو منسوخ کیا بلکہ سوال یہ ہے کہ کیا فی الحقیقت حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں انگریزی حکومت کے خلاف جہاد بالسیف کرنا از روئے تعلیم اسلام فرض تھا یا نہیں۔ کیا مرزا صاحب کے زمانہ میں جہاد بالسیف کی شرائط موجود تھیں یا نہیں؟ اگر شرائط موجود نہیں تھیں تو جہاد بالسیف یقیناً فرض نہیں تھا۔ پھر حضرت مرزا صاحب پر کوئی اعتراض نہیں رہتا۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب کا فتویٰ درست تھا، لیکن اگر یہ کہا جائے کہ اس زمانہ میں شرائط جہاد متحقق تھیں اور جہاد بالسیف فرض تھا۔ تو اس کے جواب میں حضرت سید احمد بریلویؒ اور حضرت سید اسمٰعیل شہیدؒ کے فتاویٰ اوپر نقل

کئے جا چکے ہیں۔ان کی تائید میں اہلحدیث کے ایک بہت بڑے رہنما نواب نورالحسن خانصاحب آف بھوپال کا فتویٰ جوانہوں نے انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کے بارے میں اپنی مشہور ومعروف کتاب ’’اقتراب الساعۃ‘‘ ۱۸۸۳ء میں تحریر کیا۔درج کیا جاتا ہے:۔

’’اس تیرہ سو برس میں کوئی ایسا فتنہ نہیں ہوا جس کی خبر حدیث میں اول سے موجود نہ ہو۔جو لوگ اس علم سے ناواقف ہیں۔وہی فتویٰ جہاد کا حق میں ہر فتنہ کے دیتے ہیں۔ورنہ دنیا میں مدّت سے صورت جہاد کی پائی نہیں جاتی۔ہم یہ نہیں کہتے کہ حکم جہاد کا اسلام میں نہیں ہے یا تھا مگر اب منسوخ ہوگیا یہ کہتے ہیں کہ اس زمانے کی لڑائی بھڑائی خواہ مسلمان وکافر میں ہو۔یا باہم مسلمانوں کے مشکل ہے کہ جہادِ شرعی ٹھہر سکے‘‘۔(اقتراب الساعۃ صفحہ ۷ مطبع مفید عام الکائنۃ فی آگرہ ۱۳۰۱ھ)

لیکن اگر احراری معترضین کے لئے یہ فتاویٰ تسلی بخش نہ ہوں تو پھر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے جس کا حل کرنا ضروری ہوگا۔

فیصلہ کا آسان طریق

حدیث شریف میں ہے کہ ’’لَا یُجْمِعُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ ‘‘یعنی میری امت کبھی گمراہی پر اجماع نہیں کرسکتی۔(ترمذی ابواب الفتن باب فی لزوم الجماعۃ)

پھر صحیحین کی حدیث’’ لَا یَزَالُ ...... اُمَّتِیْ اُمَّۃٌ قَائِمَۃٌ بِاَمْرِ اللّٰہِ. (مشکوٰۃ کتاب المناقب باب ثواب ھذہ الامۃ الفصل الاوّل) یہ حدیث لَا تَزَالُ طَائِفَۃٌ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْصُوْرِیْنَ لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَۃُ (ترمذی کتاب الفتن باب ما جاء فی اھل الشام) کہ قیامت تک میری امت میں ہر وقت اور ہر زمانہ میں ایک گروہ حق پر قائم رہنے والوں کا موجود رہے گا جو اسلامی تعلیم پر صحیح طور پر عمل کرنے والا ہوگا۔

نیز حدیث بخاری لَا تَزَالُ طَائِفَۃٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظَاھِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ.

(بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب قول النبیؐ لا تزال طائفۃ من امتی ظاھرین)

قرآن مجید کی آیت کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبۃ:۱۱۹) سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ صادقین کا گروہ ہر وقت دنیا میں موجود رہتا ہے جن کی معیت کا ہر طالب حق کو حکم دیا گیا۔

ابوداؤد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔ لَا تَزَالُ طَائِفَۃٌ مِنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ.

(ابو داؤد أوّل کتاب الجھاد باب فی دوام الجھاد)

پھرایک اور حدیث میں ہے:۔تَفۡتَرِقُ اُمَّتِیۡ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّ سَبۡعِیۡنَ مِلَّةً کُلُّهُمۡ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوۡا مَنۡ هِیَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ؟ قَالَ مَا اَنَا عَلَیۡهِ وَ اَصۡحَابِیۡ.

(مشکوٰة کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب و السنة)

کہ میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے۔ وہ سب ناری ہوں گے۔سوائے ایک فرقہ کے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ! جنتی فرقہ کون ہے؟ تو حضورؐ نے فرمایا۔ وہ فرقہ وہ ہوگا جو میرے اور میرے اصحاب کے نقشِ قدم پر چلنے والا ہوگا۔

قرآن مجید اور احادیث کے مندرجہ بالا حوالجات سے قطعی طور پر یہ ثابت ہے کہ قیامت تک ہر وقت اور ہر زمانہ میں سچے اور خالص مسلمانوں کی کوئی نہ کوئی جماعت ضرور مسلمانوں میں موجود رہے گی۔

اس وقت یہ بحث نہیں کہ زمانہ زیر بحث میں وہ جماعت کونسی تھی؟ بہرحال یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں کوئی نہ کوئی جماعت موجود ضرور تھی۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں حکومت انگریزی کے خلاف جہاد بالسیف فرض تھا اور شریعت اسلامی کے رو سے ایسے جہاد کی شرائط متحقق تھیں۔تو پھر اس ''جنتی فرقہ'' اور اس حق پر قائم ہونے والی جماعت نے کیوں انگریزوں کے خلاف ''جہاد'' نہ کیا اور تمام امتِ محمدیہ کا اس ''ضلالت'' پر کیونکر ''اجماع'' ہوگیا؟ جیسا کہ مولوی ظفر علی آف ''زمیندار'' لکھتے ہیں:۔

''جہاد یہی نہیں کہ انسان تلوار اٹھا کر میدانِ جنگ میں نکل کھڑا ہو۔ بلکہ یہ بھی ہے کہ تقریر سے تحریر سے۔ سفر حضر ہر طرح سے جدوجہد کرے۔ ہندوستانیوں کا اصول جہاد بے تشدد جدوجہد ہے اس پر تمام ہندوستانیوں کا اتفاق ہے۔'' (اخبار زمیندار ۱۴؍ جون ۱۹۳۶ء)

پس حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں مسلمانوں کے کسی ایک فرقہ کا بھی انگریزوں کے ساتھ جہاد بالسیف نہ کرنا اس بات کی ناقابل تردید دلیل ہے کہ اس زمانہ میں فی الواقعہ جہاد بالسیف فرض نہ تھا۔ کیونکہ یہ سب فرقوں کو مسلم ہے کہ جس وقت جہاد بالسیف فرض ہو جائے اس وقت جہاد سے (سوائے بیمار، بوڑھے اور معذور کے) تخلف کرنے والا گمراہ اور جہنمی ہوتا ہے اور کبھی ناجی نہیں ہوسکتا۔ پس یا تو تمام اسلامی فرقوں کو جن میں اہلحدیث، اہلسنت اور شیعہ سب شامل ہیں خارج از اسلام قرار دیں۔ کیونکہ انہوں نے فریضہ جہاد سے اس وقت تخلف کیا جبکہ از روئے قرآن مجید ان پر جہاد بالسیف فرض تھا اور یا یہ تسلیم کریں کہ حضرت مرزا صاحب کا فتویٰ دربارہ ممانعتِ جہاد درست تھا اور میں سمجھتا

ہوں کہ آخر الذکر نتیجہ ہی صحیح ہے۔ کیونکہ ممانعتِ جہاد کے فتویٰ کی بناء پر مرزا صاحب علیہ السلام کو کافر کہتے کہتے تمام عالم اسلامی کو خارج از اسلام تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

مسئلہ جہاد کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں

یہ امر بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ مسئلہ جہاد کے بارے میں اس وقت احمدی جماعت اور غیر احمدی حضرات کے درمیان قطعاً کوئی اختلاف نہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ

''عیسیٰ مسیح کردے گا جنگوں کا التواء''

(تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۷)

اس میں جہاد بالسیف ایک وقت تک ''ملتوی'' کرنے کا اعلان کیا گیا ہے اور ایک دوسرے مقام پر تحریر فرمایا:۔

''اس زمانہ میں جہاد روحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمہ اسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔ دین متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلائیں یہی جہاد ہے جب تک کہ خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کرے''۔

(مکتوب بنام میر ناصر نواب صاحب مندرجہ رسالہ درود شریف صفحہ ۶۶ مؤلفہ حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ہلال پوری)

حضرت امام جماعت احمدیہ کا اعلان در بارہ ''جہاد''

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اس امر کا علم کیونکر ہوگا کہ اب ''التواء'' کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اور یہ کہ اب جہاد کی ''دوسری صورت'' ظاہر ہو چکی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد سلسلہ خلافت موجود ہے اور یہ کام اب خلیفہ وقت کا ہے کہ وہ اس ''التواء'' کے زمانہ کے ختم ہونے کا اعلان کرے۔ چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مجلس شوریٰ جماعت احمدیہ منعقدہ ستمبر ۱۹۴۷ء بمقام رتن باغ لاہور میں تمام نمائندگان جماعتہائے احمدیہ کے سامنے اعلان فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس تلوار کے جہاد کے ''التواء'' کا اعلان حسب ارشادِ نبویؐ یَضَعُ الْحَرْبَ (بخاری) فرمایا تھا۔ اب اس ''التواء'' کا زمانہ ختم ہو رہا ہے اور جماعت احمدیہ کے افراد کو چاہیئے کہ وہ تلوار کے جہاد کے لئے تیاری کریں۔ تا کہ جب وقتِ جہاد آئے تو سب اس میں

شمولیت کے قابل ہوں۔ پھر اس کے بعد جب محاذِ کشمیر پر عملاً جنگ کرنے کا وقت آیا تو مولوی ابوالاعلیٰ مودودی اور دوسرے علماء کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہو گیا۔ کہ آیا کشمیر کی جنگ آزادی شرعاً جہاد ہے یا نہیں۔ مولوی ابوالاعلیٰ مودودی نے کہا کہ یہ جہاد نہیں۔ اسی طرح احراری لیڈر سید عنایت اللہ شاہ بخاری خطیب مسجد کالری گیٹ گجرات نے بھی کہا کہ جو لوگ محاذِ کشمیر پر جا رہے ہیں ''حرام موت'' مرنے جا رہے ہیں لیکن جماعت احمدیہ نے بجائے اس اصطلاحی بحث میں پڑ کر وقت ضائع کرنے کے فی الفور میدانِ عمل میں آ کر اس محاذ پر ''فرقان فورس'' کی شکل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور یہ ثابت کر دیا کہ جب بھی ملک وملت کے لئے تلوار کے ساتھ جنگ کرنے کا وقت آئے جماعت احمدیہ احراریوں کی طرح ''زبانی جمع خرچ'' نہیں کرتی بلکہ اس میں عملاً حصہ لیتی ہے اور درحقیقت یہی وہ عملی فضیلت ہے جو جماعت احمدیہ کو اپنے مخالفین پر حاصل ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد نے ''فرقان فورس'' کی تنظیم کے ماتحت محاذِ جنگ میں محض رضا کارانہ طور پر حصہ لیا۔ کسی قسم کی تنخواہ حکومت سے وصول نہیں کی بلکہ ہزاروں احمدی نوجوان اپنے اپنے کاروبار چھوڑ چھاڑ کر رضا کارانہ طور پر محاذِ جنگ پر گئے۔ حکومت پاکستان اور پاکستان کی بہترین خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ان کی ان شاندار خدمات کے لئے پاکستانی افواج کے کمانڈر انچیف اور دیگر ذمہ وار حکامِ پاکستان نے جماعت احمدیہ کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ.

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے صرف مجلس شوریٰ ہی کے موقع پر اس ''التواء'' کے بارہ میں اعلان نہیں فرمایا بلکہ مابعد اپنے کلام میں بھی اس کا ذکر فرمایا جو الفضل میں شائع ہو چکا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

ہو چکا ہے ختم اب چکّر تری تقدیر کا — سونے والے اٹھ کہ وقت آیا ہے اب تدبیر کا

کاغذی جامے کو پھینک اور آہنی زرہیں پہن — وقت اب جاتا رہا ہے شوخئ تحریر کا

مدتوں کھیلا گیا ہے لعل و گوہر سے عدو — اب دکھا دے تو ذرا جوہر اسے شمشیر کا

پیٹ کے دھندوں کو چھوڑ اور قوم کے فکروں میں پڑ — ہاتھ میں شمشیر لے عاشق نہ بن کفگیر کا

ہو چکی مشقِ ستم اپنوں کے سینوں پر بہت — اب ہو دشمن کی طرف رخ خنجر و شمشیر کا

(اخبار الفضل جلد ۲ لاہور پاکستان ۱۴؍جولائی ۱۹۴۸ء)

غرضیکہ اب اس مسئلہ کے بارے میں قطعاً کوئی اختلاف باقی نہیں ہے مگر افسوس ہے کہ احراری اوران کے ہم نوا اب تک محض عوام کو دھوکہ دے کر جماعت احمدیہ کے خلاف مشتعل کرنے کی غرض سے جماعت احمدیہ پر یہ جھوٹا الزام لگاتے چلے جاتے ہیں کہ نعوذ باللہ جماعت احمدیہ جہاد کی منکر ہے۔

محاذِ کشمیر پر احمدی نوجوان اور احراری بوکھلاہٹ

پھر یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو احراری فتنہ پرداز ہمارے خلاف یہ جھوٹا پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ یہ لوگ جہاد کے منکر ہیں مگر دوسری طرف جب جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کو عملاً برسرِ پیکار دیکھتے ہیں تو یوں گوہر افشاں ہوتے ہیں:۔

''میں ان مرزائیوں سے پوچھتا ہوں۔ جب کشمیر کی حسین وادی ڈوگرہ شاہی کے پنجہ استبداد کا شکار تھی اس خطہ کشمیر جنت نظیر کی عزت وآبرو لوٹی جا رہی تھی۔ ہندوستان اور کشمیری مسلمانوں کے درمیان معرکۃ الآراء جنگ جاری تھی۔اسلام اور کفر کی ٹکر تھی اس وقت مرزائی کشمیر میں کس پوزیشن سے تشریف لے گئے تھے؟...... جب کہ دنیائے اسلام کے تمام جلیل القدر علماء اور حجاز سے لیکر پاکستان کے آخری کونے تک کے تمام مفتیانِ دین نے واضح الفاظ میں جہاد کشمیر کے سلسلہ میں فتوے صادر کئے بیانات اور تقریروں کے ذریعہ اس جہاد کی اہمیت بیان کی تو کیا اس وقت امتِ مرزائیہ کے موجودہ ڈکٹیٹر مرزا بشیر الدین صاحب محمود نے مرزا غلام احمد کے اس خلافِ جہاد فتویٰ کی تردید کرتے ہوئے مرزائی جماعت کے اراکین کی غلط فہمی دور کی؟''

''جب مرزائیوں کے نام نہاد نبی نے ہمیشہ کے لئے جہاد کو حرام قرار دیدیا ہے تو کیا کشمیر میں محض مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے اور انہیں دھوکا دینے کی غرض سے تشریف لے گئے تھے؟''۔

(تقریر شیخ حسام الدین احراری ملتان کانفرنس دیکھو ''آزاد'' کا کانفرنس نمبر ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۰ء صفحہ ۱۰ کالم ۴)

جہاں تک جماعت احمدیہ کی پوزیشن کا تعلق ہے وہ تو اوپر واضح کی جا چکی ہے کہ احمدی جماعت ہرگز جہاد کی منکر نہیں ہے اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ نے ''ہمیشہ کے لئے جہاد کو حرام قرار دیا''۔ یہ محض احمدی جماعت پر بہتان ہے جس کی احمدی جماعت سابقہ پچاس سال سے تردید کرتی چلی آئی ہے مگر احراری افتراء پردازی بدستور جاری ہے۔

اوپر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشادات اور اعلان بھی درج ہو چکے ہیں جن میں صاف

طور پر بتایا گیا ہے کہ اب وہ ''التواء'' کا زمانہ ختم ہو رہا ہے۔اس لئے اب احمدی جماعت اگر کسی جہاد میں شریک ہوتی ہے تو وہ احمدیت کی تعلیم کے عین مطابق ہے۔

احراریوں سے ایک سوال

البتہ حسام الدین احراری کے مندرجہ بالا اعلان کی بناء پر ایک حل طلب سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ یہ تو آپ نے تسلیم کر لیا ہے کہ ''جبکہ دنیائے اسلام کے تمام جلیل القدر علماء اور حجاز سے لے کر پاکستان کے آخری کونے تک کے تمام مفتیانِ دین نے واضح الفاظ میں جہاد کشمیر کے سلسلہ میں فتوے صادر کئے بیانات اور تقریروں کے ذریعہ اس جہاد کی اہمیت بیان کی''۔تو احمدی جماعت کے نوجوان محاذِ کشمیر پر پہنچ گئے اور مہاراجہ کی فوجوں کے خلاف نبرد آزما ہوئے ،لیکن سوال یہ ہے کہ ''اسلام کے ان تمام جلیل القدر علماء'' کے فتاویٰ کا مجلسِ احرار اور ان کے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری پر کیا اثر ہوا؟ کیا مجلس احرار نے ''جیوشِ احرار'' محاذِ کشمیر پر بھیجے؟ کیا ان کے امیر شریعت نے ان ''جلیل القدر علماء'' کے فتاویٰ کے ساتھ عملاً اظہار اتفاق کیا؟ ۱۹۵۰ء کے سیلاب کے موقع پر جس طرح احراری اخبار ''آزاد'' کے کالم کے کالم احراری رضا کاروں کو نمائشی ''دعوت عمل'' دینے میں سیاہ ہوتے رہے کیا ایک کالم بھی اس فتویٰ جہاد کی اہمیت بیان کرنے میں صرف کیا گیا؟

کیا یہ حقیقت نہیں کہ احرار کے مایۂ ناز لیڈر سید عنایت اللہ شاہ بخاری گجراتی نے ''اسلام کے جلیل القدر علماء'' کے بالمقابل گجرات میں یہ فتویٰ دیا کہ جو لوگ محاذِ کشمیر پر جا کر شہید ہو رہے ہیں وہ حرام موت مر رہے ہیں اور کیا اس فتویٰ کی بدولت اس احراری لیڈر کو سیفٹی ایکٹ کی دفعہ نمبر ۳ کے ماتحت جیل کی ہوا نہیں کھانی پڑی تھی؟ کیا سید عطاء اللہ شاہ صاحب کے ''جواں سال'' صاحبزادگان میں سے کسی کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ محاذِ کشمیر پر جا کر ''اس جہاد'' میں شریک ہو سکتا یا کیا احرار کے ''سالارِ اعلیٰ'' یا ''نائب سالارِ اعلیٰ'' یا ''آزاد'' کے ایم اے فائنل میں سے کسی کو ''اس جہاد'' میں اس ''اسلام اور کفر کی ٹکر'' میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی؟ اس وقت ''جیوش احرار'' کہاں تھے؟ ''وہ سرخ پوش احراری نوجوان اور ان کا وہ فوجی بینڈ'' کہاں تھا؟ جس کا مظاہرہ ''یوم تشکر'' کے موقع پر لاہور کے گلی کوچوں اور سڑکوں پر کیا گیا تھا؟ وہ اور بینڈ بجانے والے ''جہاد کشمیر'' کے موقع پر کیا موت کی نیند سو رہے تھے؟ احمدی جماعت کے وہ نوجوان جنہوں نے اپنی تعلیم ،اپنے کاروبار اور اپنی کھیتی باڑی کو ترک کر کے

کشمیر کے محاذ پر جا کر اپنی جانیں قوم وملک کی خدمت کے لئے پیش کیں اور کوئی تنخواہ نہیں لی۔ کوئی صلہ نہیں مانگا۔ جنہوں نے اپنی جوانمردی اور شجاعت کے باعث ایک چپہ بھر زمین پر بھی دشمن کا قبضہ نہیں ہونے دیا۔ ان پر تو تم اعتراض کرتے ہو، لیکن تمہارا اپنا یہ حال ہے کہ جس وقت یہ احمدی نوجوان ڈوگرہ فوج کی توپوں اور ہوائی جہازوں کی بم باری کے سامنے سینے تان کر کھڑے تھے اور ھَلْ مِنْ مُبَارِزٍ کا نعرہ لگا رہے تھے اس وقت تم لوگ چوہوں کی طرح اپنے بلوں میں گھسے بیٹھے تھے۔

دھوکہ باز کون ہے؟

احراری معترض کہتا ہے کہ ''احمدی نوجوان محاذِ کشمیر پر لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے گئے تھے''۔ اخبار ''آزاد'' کا کانفرنس نمبر ۲۱ر دسمبر ۱۹۵۰ء صفحہ ۱۰ کالم نمبر ۴۔ لیکن یہ نادان نہیں جانتا کہ دھوکہ باز انسان اپنی جان کی بازی کھیل کر لوگوں کو دھوکہ نہیں دیا کرتا۔ احمدی نوجوانوں نے اگر دھوکہ دینا ہوتا تو کبھی محاذ کشمیر پر نہ جاتے۔ قرآن مجید اس پر شاہد ہے کہ منافق کبھی حقیقی جنگ میں نہیں جاتا۔ وہ ہمیشہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے میں ہی اپنی عافیت سمجھتا ہے۔ پس اگر احمدی نوجوانوں نے دھوکہ دینا ہوتا تو وہ بجائے محاذِ کشمیر پر جانے کے احراریوں کی طرح خاموشی کے ساتھ ملتان اور شجاع آباد میں بیٹھ کر یہ وقت گذار دیتے۔ پس دھوکہ باز وہ احمدی نوجوان نہیں تھے جن میں سے بعض نے فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ (الاحزاب:۲۴) کے مطابق اپنی جانیں محاذ کشمیر پر جان آفرین کے سپرد کر دیں اور باقی مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ (الاحزاب:۲۴) کے مصداق ہوئے۔ دھوکہ باز وہ لوگ ہیں جو خود تو اپنے اہل وعیال میں بیٹھ کر آرام اور تنعم کی زندگی بسر کرتے رہے لیکن آج ان احمدی نوجوانوں پر زبان طعن دراز کر رہے ہیں جنہوں نے ملک وقوم کی بہترین خدمات سرانجام دیں۔ جن کی خدمات کو حکومت پاکستان کے تمام ذمہ دار افسروں نے سراہا۔ آہ! ان گفتار کے غازیوں کو ''کردار'' کے غازیوں پر زبان طعن دراز کرتے ہوئے ایک ذرہ بھی شرم محسوس نہیں ہوتی۔

اسلامی جہاد کی اقسام

تعلیم اسلامی کے رو سے جہاد کی دو قسمیں ہیں:۔

۱۔ جہاد کبیر یا جہاد اکبر　　　　۲۔ جہادِ صغیر یا جہاد اصغر

قرآن مجید کے رو سے جہاد کبیر سے مراد قرآن مجید کے احکام کی تبلیغ اور ان پر عمل کرنا اور کرانا

ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (الفرقان:۵۳) یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن مجید کے ساتھ جہاد کر یعنی قرآن مجید کی تبلیغ واشاعت کر۔

احادیث میں جہاد کے معنی:۔

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل احادیث بھی قابل توجہ ہیں:۔

۱۔ بخاری شریف میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"اَفْضَلُ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ" (بخاری کتاب الجهاد و السیر باب فضل الجهاد والسیر)

۲۔ "كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ الْجِهَادُ الْاَكْبَرُ."

(مشکوٰۃ ونیز نسائی کتاب البیعة باب فضل من تکلم بالحق عند امام جائر)

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگ سے واپس مدینہ تشریف لاتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ" (رد المختار علی الدر المختار کتاب الجهاد جلد۳ صفحہ۲۳۷) کہ ہم چھوٹے جہاد (یعنی جنگ) سے فارغ ہوکر جہاد اکبر (بڑے جہاد) یعنی اقامتِ دین وتبلیغ واشاعتِ اسلام واصلاح عمل میں مشغول ہونے کے لئے جارہے ہیں۔

پس "جہادِ اکبر" تبلیغ واقامت دین ہے اور جہادِ اصغر تلوار کی لڑائی ہے۔ جماعت احمدیہ کے دورِ اوّل یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی مندرجہ بخاری شریف (يَضَعُ الْحَرْبَ) کے مطابق جماعت احمدیہ کے لئے جہاد کبیر یعنی اقامت واشاعت اسلام واصلاح عمل مقدر تھا۔ سو جماعت نے یہ جہاد اکبر اس شان سے کیا کہ اس وقت روئے زمین پر کسی اور جماعت میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ اسی طرح جب دورِ ثانی میں "جہاد صغیر" کا حکم ملے گا تو انشاء اللہ العزیز جماعت احمدیہ اس میدان میں بھی عدیم النظیر کارہائے نمایاں سرانجام دے گی، لیکن اس کے بالمقابل احراریوں کا کیا حال ہے؟ نہ ان کے لئے "جہادِ کبیر" میں حصہ لینا مقدر ہے اور نہ "جہادِ صغیر" میں۔ جہادِ کبیر یعنی تبلیغ واشاعت اسلام واصلاح عمل کے میدان میں ان کی مساعی محض صفر ہیں۔ پھر کس طرح امید کی جائے کہ جب ان کے لئے جہادِ سیفی کا حکم آجائے گا تو وہ جان کی قربانی کے میدان میں ثابت قدم نکلیں گے؟ افسوس ہے؟ بقول ڈاکٹر

سر محمد اقبال آج کاملاً ''فی سبیل اللہ جہاد'' تو کر نہیں سکتا۔ البتہ ''فی سبیل اللہ فساد'' کے لئے ہر وقت تیار ہے۔ **(نعوذ باللّٰہ من شرور ھٰذہ الطائفۃ)**

دیگر علماء کی شہادتیں

اس امر کے مزید ثبوت کے طور پر کہ جہاد اکبر تبلیغ واقامت دین واصلاح نفس ہی کا دوسرا نام ہے چند علماء کے اقوال ذیل میں درج ہیں:۔

۱۔ تفسیر قادری موسومہ بہ تفسیر حسینی مترجم اردو جلد ۱ نمبر ۴۲۰ زیرِ آیت ''یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ (التوبۃ:۱۲۳) لکھا ہے:۔

''حق تعالیٰ مسلمانوں کو پاس (نزدیک۔خادم) کے کافروں سے قتال کرنے کا حکم فرماتا ہے۔ اور کوئی دشمن نفسِ امارہ کفرانِ نعمت کرنے والے سے بدتر نہیں ہے اور سب دشمنوں سے زیادہ تیرے قریب وہی ہے کہ **اَعْدٰی عَدُوِّکَ نَفْسُکَ الَّذِیْ بَیْنَ جَنْبَیْکَ** (بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے) تو اس سے قتال میں مشغول ہونا کہ جہادِ اکبر ہے۔ ادنیٰ اور انسب معلوم ہوتا ہے اور مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ میں اسی کی طرف اشارہ ہے:۔

اے شہاں کشتیم ما خصمِ بروں ماند از و خصمی بتر در اندروں
قَدْ رَجَعْنَا مِنْ جِھَادِ الْاَصْغَرِیْم ایں زماں اندر جہادِ اکبریم
سہل شیرے دال کہ صفہا بشکند شیرآں را داں کہ خود را بشکند

(تفسیر قادری موسومہ بہ حسینی جلد ۱ صفحہ ۴۲۰ مترجم اردو زیر آیت **یایھا الذین امنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ**...... سورۃ توبۃ:۱۲۳)

۲۔ ''اس زمانہ میں ملحدین کے ساتھ بحث ومناظرہ کرنا ہی جہاد ہے۔''

(تفسیر حقانی طبع ششم جلد ۴ صفحہ ۲۱۳)

حضرت داتا گنج بخشؒ کا ارشاد

۳۔ حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ اپنی کتاب **کشف المحجوب** میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **اَلْمُجَاھِدُ مَنْ جَاھَدَ نَفْسَہٗ فِی اللّٰہِ** (ترمذی ابواب فضائل الجہاد باب ما جاء فی فضل من مات مرابطا) یعنی مجاہد وہ شخص ہے جس نے راہِ خدا

میں اپنے نفس سے جہاد کیا۔یعنی خدا تعالیٰ کے راضی کرنے کو نفسانی خواہشوں کو روکا اور یہ بھی حضرتؑ نے فرمایا ہے کہ **رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ** یعنی ہم نے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف رجوع کیا یعنی غزا میں فی سبیل اللہ قتل ہونا یہ چھوٹا جہاد سمجھا گیا اوراپنے نفسانی خواہشوں کا توڑنا بڑا جہاد قرار پایا۔**قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْجِهَادُ الْاَكْبَرُ قَالَ اَلَا وَهِيَ مُجَاهَدَةُ النَّفْسِ** (الرد المختار علی الدر المختار کتاب فضل الجهاد)یعنی پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! جہاد اکبر کیا ہے فرمایا کہ یہ نفس پر قہر کرنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس پر قہر کرنے کو جہاد پر فضیلت فرمائی۔اس لئے کہ اس میں زیادہ رنج ہوتا ہے کیونکہ وہ جہاد خواہش پر چلنا ہوتا ہے اور مجاہدہ اس کا قہر کرنا۔پس تجھے خدا عزت فرمائے مجاہدۂ نفس اوراس کے سیاست کا طریق واضح اور ظاہر ہے جو کہ سب دینوں اور مذاہبوں میں عمدہ ہے......سب انبیاء کا آنا اور شریعت کا ثبوت اور کتابوں کا نازل ہونا اور تکلیف کے سب احکام مجاہدہ ہے‘‘۔

(کشف المحجوب مترجم اردو شائع کردہ شیخ الٰہی بخش ومحمد جلال الدین ۱۳۲۲ھ۔صفحہ ۱۹۳۔۱۹۴مطبوعہ فیروز سنز ۲۰۰۳ء۔کشف المحجوب فارسی صفحہ ۲۱۳)

۴۔یہی عقیدہ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔(ملاحظہ ہو تذکرۃ الاولیاء مصنفہ شیخ فرید الدین عطار باب ۲۷ مترجم اردو شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز صفحہ ۱۶۷)

۵۔مولوی ابوالکلام آزاد اپنے رسالہ ’’مسئلہ خلافت وجزیرہ عرب‘‘ میں لکھتے ہیں:۔

’’جہاد کی حقیقت کی نسبت سخت غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاد کے معنے صرف لڑنے کے ہیں۔مخالفینِ اسلام بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے۔حالانکہ ایسا سمجھنا اس عظیم الشان مقدس حکم کی عملی وسعت کو بالکل محدود کردینا ہے۔جہاد کے معنے کمال درجہ کوشش کرنے کے ہیں۔قرآن وسنت کی اصطلاح میں اس کمال درجہ سعی کو جو ذاتی اغراض کی جگہ حق پرستی اورسچائی کی راہ میں کی جائے جہاد کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔یہ سعی زبان سے بھی ہے۔حال سے بھی ہے۔اتفاق وقت وعمر سے بھی محنت وتکالیف برداشت کرنے سے بھی ہے اور دشمنوں کے مقابلہ میں لڑنے اوراپنا خون بہانے سے بھی ہے جس سعی کی ضرورت ہو۔اور جو سعی جس کے امکان میں ہو اس پر فرض ہے اور جہاد فی سبیل اللہ میں لغت وشرع دونوں اعتبار سے داخل۔یہ بات نہیں ہے کہ جہاد سے مقصود مجرد لڑائی ہی ہو۔سورۃ فرقان میں ہے۔’’فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۔الفرقان :۵۳‘‘ یعنی کفار کے مقابلہ میں بڑے سے بڑا جہاد کرو۔سورۃ فرقان بالاتفاق مکی ہے اور معلوم ہے کہ جہاد بالسیف

یعنی لڑائی کا حکم ہجرت مدینہ کے بعد ہوا۔ پس ......مکی زندگی میں کونسا جہاد تھا جس کا اس آیت میں حکم دیا جا رہا ہے، جہاد بالسیف تو ہو نہیں سکتا۔ یقیناً وہ حق کی استقامت اور اس کی راہ میں تمام مصیبتیں اور شدتیں جھیل لینے کا جہاد تھا...... اسی پر ''جہاد کبیر'' کا اطلاق ہوا۔ اسی طرح منافقوں کے ساتھ بھی جہاد کرنے کا حکم دیا گیا۔...... حالانکہ منافق تو خود اسلام کے ماتحت مقہورانہ ومحکومانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان سے جنگ وجدال کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ ان سے جنگ کی گئی۔ سو یہ جہاد بھی تبلیغ حق واتمام حجت ومقادمت فساد کا جہاد تھا جو قلب وزبان سے تعلق رکھتا ہے...... لڑائی کے الگ کر دینے کے بعد بھی حقیقت جہاد باقی رہتی ہے۔''

(مسئلہ خلافت وجزیرہ عرب صفحہ ۲۳۹ تا ۲۴۲ مطبوعہ اردو پریس لاہور مارچ ۱۹۶۰ء)

۶۔ مولوی ظفر علی صاحب آف ''زمیندار'' لکھتے ہیں:۔

''جہاد یہی نہیں کہ انسان تلوار اٹھا کر میدانِ جنگ میں نکل کھڑا ہو بلکہ یہ بھی ہے کہ تقریر سے، تحریر سے سفر، حضر ہر طرح سے جدوجہد کرے۔ ہندوستان کا اصولِ جہاد بے تشدد وجدوجہد ہے۔ اس پر تمام ہندوستانیوں کا اتفاق ہے۔''

''اسلام نے جب کبھی جہاد (جہاد بالسیف۔ خادم) کی اجازت دی ہے مخصوص حالات میں دی ہے۔ جہاد ملک گیری کی ہوس کا ذریعہ تکمیل نہیں ہے...... اس کے لیے امارت شرط ہے۔ اسلامی حکومت کا نظام شرط ہے۔ دشمنوں کی پیشقدمی اور ابتداء شرط ہے۔ اتنی شرطوں کے ساتھ جو مسلمان خدا کی راہ میں نکلتا ہے۔ اس کو کوئی شخص مطعون نہیں کر سکتا۔ البتہ اگر مسلمانوں نے اپنی حکومت وسلطنت کے زمانہ میں کبھی ملک گیری کے لیے توسیع مملکت کے لیے اقوام وامم کو غلام بنانے کے لیے تلوار اٹھائی ہے تو اس کو ''جہاد'' سے کوئی تعلق نہیں ہے''۔ (زمیندار ۱۴/ جون ۱۹۳۶ء)

پھر مولوی ظفر علی صاحب لکھتے ہیں:۔

''حضرت نوح علیہ السلام کا جوشِ تبلیغ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحید پرستی......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جمال، حضرت داؤد علیہ السلام کا نغمہ۔ حکماء کی تصانیف علماء کے مجاہدے اور زاہدوں کی شب زندہ داریاں سب کی سب جہاد ہی کی مختلف صورتیں تھیں''۔

مختصر یہ کہ اس آیت (وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا۔ الفرقان:۵۳) میں جَاهِدْ سے مراد یہ ہے کہ کافروں کو وعظ ونصیحت کر اور انہیں دعوت وتبلیغ کر کے سمجھا۔ امام فخر الدین رازیؒ نے اپنی مشہور تفسیر کبیر میں یوہی

روشنی ڈالی ہے۔'' (زمیندار ۲۵؍جون ۱۹۳۶ء)

۷۔مولانا سید سلیمان صاحب ندوی لکھتے ہیں:۔

''جہاد کے معنے عموماً قتال اور لڑائی کے سمجھے جاتے ہیں۔مگر مفہوم کی یہ تنگی قطعاً غلط ہے...... اس کے معنے محنت اور کوشش کے ہیں۔اس کے قریب قریب اس کے اصطلاحی معنے بھی ہیں۔یعنی حق کی بلندی اور اشاعت اور حفاظت کے لئے ہر ایک قسم کی جدو جہد کرنا۔قربانی اور ایثار گوارا کرنا اور ان تمام جسمانی و مالی و دماغی قوتوں کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو ملی ہیں۔اس کی راہ میں صرف کرنا۔ یہانتک کہ اس کے لئے اپنی اور اپنے عزیز و اقارب کی۔اہل عیال کی خاندان کی۔قوم کی جان تک کو قربان کر دینا اور حق کے مخالفوں اور دشمنوں کی کوششوں کو توڑنا ان کی تدبیروں کو رائیگاں کرنا۔ان کے حملوں کو روکنا۔اور اس کے لئے جنگ کے میدان میں اگر ان سے لڑنا پڑے تو اس کے لئے بھی پوری طرح تیار رہنا بھی جہاد ہے۔''

افسوس ہے کہ مخالفوں نے اتنے اہم اور اتنے ضروری اور اتنے وسیع مفہوم کو جس کے بغیر دنیا میں کوئی تحریک نہ کبھی سرسبز ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے صرف دین کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کے تنگ میدان میں محصور کر دیا ہے۔ یہاں ایک شبہ کا ازالہ کرنا ضروری ہے کہ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ''جہاد'' اور ''قتال'' دونوں ہم معنی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ...... بلکہ ان دونوں میں عام و خاص کی نسبت ہے،یعنی ہر جہاد قتال نہیں بلکہ جہاد کی مختلف قسموں میں سے ایک قتال اور دشمنوں کے ساتھ لڑنا بھی ہے۔''

(سیرت النبیؐ جلد پنجم صفحہ ۲۰۵ مطبع معارف شہر اعظم گڑھ ۱۹۵۲ء)

۸۔امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کبیر کا حوالہ جو اوپر دیا گیا ہے وہ درج ذیل ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وَ اَمَّا قَوْلُهٗ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا فَقَالَ بَعْضُهُمْ اَلْمُرَادُ بَذْلُ الْجُهْدِ فِي الْاَدَاءِ وَالدُّعَاءِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَلْمُرَادُ الْقِتَالُ وَ قَالَ اٰخَرُوْنَ كِلَاهُمَا وَالْاَقْرَبُ الْاَوَّلُ لِاَنَّ السُّوْرَةَ مَكِّيَّةٌ وَالْاَمْرُ بِالْقِتَالِ وَرَدَ بَعْدَ الْهِجْرَةِ بِزَمَانٍ۔''

(تفسیر کبیر امام رازی طبع ثانیہ دار الکتب العلمیہ طہران زیر آیت)

یعنی بعض علماء نے کہا ہے کہ اس آیت میں جہاد سے مراد دعا اور اصلاح کی کوشش ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد جنگ ہے۔اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے دونوں باتیں مراد ہیں لیکن

صحیح معنے پہلے ہی ہیں۔ کیونکہ یہ سورۃ مکی ہے اور جنگ کا حکم ہجرت کے ایک لمبا زمانہ بعد نازل ہوا تھا۔

۹۔ تفسیر ابی المسعود میں آیت مندرجہ بالا کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

"وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ" اَلْقُرْآنَ بِتَلَاوَةِ مَّا فِی تَضَاعِیْفِهٖ مِنَ الْقَوَارِعِ وَ الزَّوَاجِرِ وَالْمَوَاعِظِ وَ تَزْكِيْرِ اَحْوَالِ الْاُمَمِ الْمُكَذِّبَةِ (جِهَادًا كَبِيْرًا) فَاِنَّ دَعْوَةَ كُلِّ الْعَالَمِيْنَ عَلٰى الْوَجْهِ الْمَذْكُوْرِ جِهَادٌ كَبِيْرٌ."

(تفسیر ابی السعود برحاشیہ تفسیر کبیر امام رازی جلد ۵ صفحہ ۲۲۵)

"یعنی بِہٖ سے مراد قرآن ہے۔ تو کافروں کے ساتھ جہاد کر۔ یعنی قرآن مجید ان کو پڑھ کر سنا اور اس میں جو تنبیہات و عذابات ہیں ان سے اور نیز سابقہ انبیاء کی مکذب اُمتوں کے بدانجام کی جو خبریں ہیں ان کو سنا کر ان کو درس عبرت دے۔ یہی جہاد کبیر ہے۔ کیونکہ مندرجہ بالا طریق پر تمام دنیا کے لوگوں کو تبلیغ و دعوت کا کام کرنا واقعی بہت بڑا جہاد ہے۔"

۱۰۔ تفسیر جلالین میں آیت بالا کے نیچے لکھا ہے:۔

"وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ اَیْ الْقُرْآنَ جِهَادًا كَبِيْرًا"

(تفسیر جلالین مع الکمالین و جامع البیان صفحہ ۳۰۷ زیر آیت هو الذی مرج البحرین ناشر سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی)

یعنی کافروں سے جہاد کبیر کر۔ یعنی قرآن کو پیش کرنے کے ذریعہ سے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں "جہاد کبیر" ہی مقدر تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی تھی کہ یَضَعُ الْحَرْبَ یعنی مسیح موعود آئے گا تو وہ جہاد بالسیف کو ملتوی کر دے گا۔ (بخاری) چنانچہ تفسیر قادری حسینی مترجم اردو جلد ۲ صفحہ ۴۳۵ میں مرقوم ہے:۔

حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا یہاں تک کہ رکھ دیں لڑائی والے ہتھیار اپنے...... سب جگہِ دین اسلام پہنچ جائے اور قتال کا حکم باقی نہ رہے اور یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت ہوگی۔" (تفسیر قادری المعروف حسینی مترجم اردو جلد ۲ صفحہ ۴۳۵ سورۃ محمد)

لیکن جنگ کے بند ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ اب اس کے بعد کبھی تلوار کی جنگ ہو ہی نہیں سکتی۔ خواہ دشمن اسلام کے خلاف تلوار اٹھائیں۔

پس ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم ہرگز جہاد بالسیف کو حرام اور ناجائز نہیں سمجھتے اور نہ ہی قرآن

مجید کی آیات دربارۂ جہاد بالسیف کو منسوخ سمجھتے ہیں۔ بلکہ ہمارا اعلان ہے کہ اسلام میں جن شرائط کے ماتحت جہاد بالسیف فرض ہوگا۔ اگر وہ آج متحقق ہوں تو آج بھی ہم جہاد بالسیف کرنے کے لئے تیار ہیں۔ پس ظالم اور جھوٹا ہے وہ شخص جو یہ کہہ کر جماعت احمدیہ کے خلاف لوگوں کو مشتعل کرتا ہے کہ احمدی جماعت جہاد کی منکر ہے۔

پھر ہمارے اس اعلان کے بعد بھی جو شخص اس کذب بیانی اور جھوٹے پروپیگنڈا سے باز نہیں آتا اسے اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا چاہیے کیونکہ کسی شخص کا عقیدہ وہی سمجھا جاتا ہے جو وہ خود بیان کرے نہ وہ جو اس کا دشمن اس کی طرف منسوب کرے پھر یہ عجیب بات ہے کہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ہم جہاد کے منکر نہیں ہیں۔ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جہاد بالسیف کا اسلامی حکم منسوخ نہیں مگر دشمن یہ کہتا ہے کہ نہیں تم جہاد کو منسوخ سمجھتے ہو۔ کیا کوئی عقلمند انسان ہمارے دشمنوں کی اس سینہ زوری اور تحکم کو مبنی برانصاف قرار دے سکتا ہے؟

۴۷۔ ''کرمِ خاکی ہوں'' کا جواب

بعض بدزبان احراری حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس شعر کے نہایت گندے اور شرمناک معنے بیان کر کے اپنی بدفطرتی اور ڈھٹائی کا ثبوت دیتے ہیں۔ سو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیے۔

جواب نمبر۱:۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعا نئی نہیں ہے۔ بلکہ دراصل یہ شعر حضرت داؤد علیہ السلام کا ہے جس کا حضرت اقدس علیہ السلام نے اردو میں ترجمہ فرمایا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ مناجات زبور میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

''پر میں تو کیڑا ہوں۔ انسان نہیں۔ آدمیوں میں انگشت نما ہوں اور لوگوں میں حقیر''

(زبور ۲۲/۰۶)

انگریزی بائبل کے الفاظ یہ ہیں:۔

But i am a worm, and no man, a reproach of men and despised of the people.

اس کا لفظی ترجمہ حضرت اقدس علیہ السلام کا زیر نظر شعر ہے:۔

کرم خا کی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

اگر یہ بدزبان احراری حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں ہوتے تو یقیناً حضرت داؤد علیہ السلام کا مندرجہ بالا شعر اپنی ''احرار کا نفرسوں'' میں پڑھکر حضرت داؤد علیہ السلام پر بھی بعینہٖ وہی پھبتیاں کستے جو آجکل حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کستے ہیں۔

نوٹ:۔زبور کا حوالہ حجت ہے۔بوجوہات ذیل:۔

ا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ جب تک تورات یا زبور کے کسی فرمودہ کے خلاف اللہ تعالیٰ کا تازہ حکم نازل نہ ہوتا۔اس کو درست اور واجب العمل سمجھتے۔**کَانَ یُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَھْلِ الْکِتَابِ فِیْمَا لَمْ یُؤْمَرْ فِیْهِ.** (مسلم کتاب الفضائل باب صفة شعره وصفاته وحلیته) یہی اصل حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ صفحہ ۲،۳ پر بھی ذکر فرمایا ہے۔

ب۔حدیث نبویؐ میں ہے:۔

''حَدِّثُوْا عَنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَلَا حَرَجَ''

(ترمذی کتاب العلم باب ما جاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل و بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ومسند امام احمد مسند ابو ہریرہؓ حدیث ۱۰۱۳۰ وجامع الصغیر للسیوطی حرف الحاء حدیث ۳۱۳۱ باب الحدود ومشکوٰة کتاب العلم الفصل الاوّل)

ترمذی میں اس حدیث کے آگے لکھا ہے:۔**''ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.''** نیز امام سیوطیؒ نے بھی لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے (حوالہ مذکورہ بالا) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل سے بے شک روایت لے لو۔اس میں کوئی حرج نہیں۔چنانچہ صحابہؓ مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام وغیرھم رضوان اللہ علیھم اجمعین نے تورات اور زبور سے بے شمار روایات لی ہیں اور دیگر علمائے امت نے بھی۔

جواب نمبر۲:۔ یہ الفاظ انسانوں کو مخاطب کر کے نہیں بلکہ بطور مناجات و دعا اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے عرض کئے گئے ہیں۔جیسا کہ اس سے اگلے اور پچھلے اشعار سے نیز خود اس شعر میں ''میرے پیارے'' کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

اے خدا اے کارساز وعیب پوش و کردگار — اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار
کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس — وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

بدگمانوں سے بچایا مجھ کو خود بن کر گواہ — کر دیا دشمن کو اک حملہ سے مغلوب اور خوار
کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا — مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار
تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے میرے کریم — کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعتِ قرب و جوار
کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں — ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار
یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند — ورنہ درگاہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد۲۱ صفحہ ۱۲۷)

پس یہ دعا ہے اور مناجات میں اللہ تعالیٰ کی مافوق التصور ہستی کے بالمقابل انتہائی تذلل و انکسار اختیار کرنا انبیاء وصلحاء کا شیوہ ہے اور اس پر اعتراض کرنا بدبختوں کا کام ہے اور دعا کا مفہوم یہ ہے کہ اے خدا! میرے دشمن مجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مجھ سے عار محسوس کرتے ہیں۔ گویا میں ان کی نظروں میں انسان بھی نہیں ہوں۔ چنانچہ اس نظم کا ایک اور شعر ہے۔

کس کے آگے ہم کہیں اِس دردِ دل کا ماجرا — اُن کو ہے ملنے سے نفرت بات سننا درکنار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد۲۱ صفحہ ۱۲۹)

جواب نمبر۳:۔ حضرت ایوب علیہ السلام اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:۔

''اِلٰھِیْ! اَنَا عَبْدٌ ذَلِیْلٌ.'' (تفسیر کبیر امام رازیؒ جلد۱۲ صفحہ ۲۰۵ طبع ثانی ناشر دارالکتب العلمیۃ طہران)

''اے خدا! میں ذلیل انسان ہوں''۔

لیکن اگر کوئی شخص اس مناجات کی بناء پر حضرت ایوب علیہ السلام کو انہی الفاظ سے مخاطب کرے تو اس سے بڑھ کر بدبخت اور کون ہوسکتا ہے۔

جواب نمبر۴:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ملاحظہ ہو:۔

''قُلِ اللّٰھُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّنِیْ وَ اِنِّیْ ذَلِیْلٌ فَاَعِزَّنِیْ وَ اِنِّیْ فَقِیْرٌ فَارْزُقْنِیْ.''

(مستدرک امام حاکم بحوالہ جامع الصغیر امام سیوطی جلد ا باب القاف مصری صفحہ ۸۷)

یعنی کہہ اے خدا! میں کمزور ہوں تو مجھے طاقت دے۔ میں ذلیل ہوں مجھے عزت اور غلبہ عطا فرما۔ میں فقیر ہوں مجھے رزق دے۔ (آمین)

جواب نمبر۵۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَسْمَعُ کَلَامِیْ وَ تَرٰی مَکَانِیْ وَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَ عَلَانِیَتِیْ وَلَا یَخْفٰی عَلَیْکَ شَیْءٌ مِنْ اَمْرِیْ وَ اَنَا الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ ...... وَابْتَھِلُ اِلَیْکَ

اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ وَادْعُوْکَ دَعْوَ الْخَائِفِ الضَّرِيْرِ.

(الطبرانی بحوالہ جامع الصغیر للسیوطی جلد ا صفحہ ۵۷ مصری باب الالف)

''یعنی اے اللہ! تو میرے کلام کو سنتا اور میرے مکان کو دیکھتا ہے تو میرے مخفی اور ظاہر کا علم رکھتا ہے میرے کام میں سے کوئی چیز تجھ سے مخفی نہیں ہے اور میں مفلس اور محتاج ہوں......اور میں تیرے حضور میں ایک گنہگار ذلیل کی طرح گڑگڑاتا ہوں اور ایک خائف نابینا کی سی دعا کرتا ہوں۔''

چونکہ یہ خدا کے بندے کی اپنے خالق کے حضور مناجات ہے اس لئے اس میں جتنا بھی تذلل وانکسار زیادہ ہوگا۔ دعا کرنیوالے کی علو مرتبت پر دلیل ہوگا نہ کہ محلِ اعتراض۔

جواب نمبر۶۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں:۔

''میں نے حدیث شریف پڑھی ہے جس میں جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ زمانہ آخر میں مخلوق کا نیک گمان اس شخص کے متعلق ہوگا جو سب سے بدتر ہوگا اور وعظ بیان کرے گا۔ چنانچہ میں نے اپنے آپ کو سب سے بدترین دیکھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سچا ہونے کی وجہ سے وعظ بیان کرتا ہوں۔''

(تذکرۃ الاولیاء شیخ فریدالدین عطارؒ باب ۳۱ در بیان حضرت جنید بغدادیؒ مترجم اردو مطبع علمی پرنٹنگ پریس صفحہ ۱۷۱۔ ظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء جلال پرنٹنگ پریس لاہور صفحہ ۳۰۲)

جواب نمبر۷:۔ حضرت داتا گنج بخشؒ اپنی کتاب **کشف المحجوب** میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ امام صاحب (امام جعفر صادقؒ) کے پاس آئے اور کہا۔ اے رسول اللہ کے بیٹے! مجھے کوئی نصیحت فرماؤ کیونکہ میرا دل سیاہ ہو گیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے ابا سلمان! آپ اپنے زمانہ کے زاہد ہیں آپ کو میری نصیحت کی کیا ضرورت ہے، داؤد طائی نے فرمایا کہ اے فرزندِ پیغمبر خداوند تعالیٰ نے آپ کو سب خلقت پر فضیلت بخشی ہے آپ کو سب کے لئے نصیحت کرنا واجب ہے امام صاحب نے فرمایا کہ اے ابا سلمان! میں ڈرتا ہوں کہ قیامت کو میرا دادا بزرگوار مجھے گرفت کرے کہ تو نے حقِ متابعت ادا نہیں کیا اور یہ کام نسب سے صحیح اور قوی نہیں ہوتا...... داؤد طائی رونے لگے اور کہا کہ اے خداوندِ عزوجل! جس کا خمیر نبوت کے پانی سے ہے اور اس کی طبیعت کی ترکیب دلائل روشن سے ہے اور جس کا دادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ماں بتول فاطمۃ الزہراءؓ ہے اس کے سامنے داؤد کون ہوتا ہے۔ جو اپنے معاملہ پر غرّہ ہو۔ یہ بھی انہیں سے روایت ہے کہ ایک

روز اپنے غلاموں میں بیٹھے تھے اوران سے کہتے تھے کہ آؤ ہم بیعت کریں یعنی عہد کریں کہ قیامت کے دن جو شخص ہم میں سے نجات پائے وہ سب کی شفاعت کرے اوروں نے کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے! آپ کو ہماری شفاعت کی کیا پرواہے، کیونکہ آپ کے جدّ مبارک سب خلقت کے شفیع ہیں۔ امام صاحب (امام جعفر صادقؒ) نے کہا کہ میں اپنے فعلوں کے ساتھ شرم رکھتا ہوں کہ داد بزرگوار کو کس طرح منہ دکھاؤنگا اور یہ سب اپنے نفس کی عیب گیری ہے۔ اور یہ صفت کامل صفتوں سے ہے اور سب باریاب جناب الٰہی کے انبیاء اور اولیاء اور رسول اسی صفت پر ہوئے ہیں''۔

(کشف المحجوب مترجم اردو باب چھٹا مطبوعہ مطبع عزیزی ۱۳۳۲ھ صفحہ 91)

جواب نمبر ۸:۔ خدا کے نیک بندوں سے انکسار تذلل کا اظہار صرف اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے وقت ہی نہیں بلکہ مناسب موقع پر دوسرے انسانوں کے سامنے بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے:۔

''اِنَّ اَعْـرَابِیًّـا جَـآءَ اِلٰـی اَبِـیْ بَـکْـرٍ فَقَالَ ا اَنْتَ خَلِیْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ! قَالَ لَا اَنَا الْخَالِفَةُ بَعْدَهٗ.''

(ابوداؤد کتاب المہدی آٹھویں حدیث۔ نہایہ مطبوعہ مصر صفحہ ۵۶ و منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۳۶۱)

یعنی ایک اعرابی نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا کہ کیا آپ خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ میں تو ''**خالفه**'' ہوں اور ''**خالفه**'' کے معنی **مجمع البحار الانوار** جلد ا صفحہ ۳۷۰ و **تاج العروس فصل الخاء باب الفاء و لسان العرب فصل الخاء المعجمة** میں **اَلَّـذِیْ لَا خَیْـرَ فِیْـهِ** لکھے ہیں یعنی وہ جس میں کوئی بھلائی نہ ہو۔ اب احراریوں کی طرح شیعہ بھی حضرت ابوبکرؓ کے اس منکسرانہ فقرہ کو اڑائے پھرتے ہیں۔

(دیکھو کلمۃ الحق مباحثہ جلالپور جٹاں از حافظ روشن علی صاحب صفحہ ۲۰)

جواب نمبر ۹۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱. اِنَّ الْمُهَیْمِنَ لَا یُحِبُّ تَکَبُّرًا　　مِنْ خَلْقِهِ الْضُّعَفَاءِ دُوْدَ فِنَاءٖ

(انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۷۱)

کہ خدا تعالیٰ اپنی مخلوق سے جو ضعیف اور کیڑے ہیں۔ تکبر پسند نہیں کرتا۔

اس شعر میں حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمام مخلوق کو کیڑے اور کرمِ خاکی

قرار دیا ہے اور تکبر سے اظہارِ نفرت فرمایا ہے۔

ب۔ پھر فرماتے ہیں۔

وَمَا نَحْنُ اِلَّا کَالْفَتِیْلِ مُذَلَّۃٌ   بِاَعْیُنِھِمْ بَلْ مِنْہُ اَدْنٰی وَ اَحْقَرُ

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۶۷)

ترجمہ:۔ کہ ہم اپنے مخالفوں کی نظر میں ایک ریشہ خرما کی طرح ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ حقیر اور ذلیل۔

ج:۔ پھر تحریر فرماتے ہیں:۔

''اس آیت میں ان نادان موحدوں کا ردّ ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کلی ثابت نہیں اور ضعیف حدیثوں کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مجھ کو یونس بن متیؑ سے بھی زیادہ فضیلت دی جائے۔ یہ نادان نہیں سمجھتے ...... وہ بطور انکسار اور تذلل ہے جو ہمیشہ ہمارے سیّد صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی ہر ایک بات کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے اگر کوئی صالح اپنے خط میں احقر عباد اللہ لکھے تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ شخص درحقیقت تمام دنیا یہاں تک کہ بت پرستوں اور تمام فاسقوں سے بدتر ہے اور خود اقرار کرتا ہے کہ وہ احقر عباد اللہ ہے کس قدر نادانی اور شرارت نفس ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۶۳)

۴۸۔عدالت میں معاہدہ

حضرت مرزا صاحب نے مجسٹریٹ سے ڈر کر عدالت میں لکھ دیا کہ میں کوئی ایسی پیشگوئی جو کسی کی موت کے متعلق ہو بغیر فریق ثانی کی اجازت کے شائع نہ کروں گا۔

جواب نمبر ا۔ حضرت اقدس علیہ السلام کا طریق ابتداء ہی سے یہ تھا کہ حضورؑ کسی کی موت کی پیشگوئی بغیر اس فریق کی اپنی خواہش اور اجازت کے شائع نہ فرمایا کرتے تھے۔ یہ معاہدہ بعدالت ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر گورداسپور میں ۲۴؍فروری ۱۸۹۹ء کو ہوا (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۱۳۴) جس کا تم حوالہ دیتے ہو مگر ۱۸۸۶ء میں یعنی اس معاہدہ سے ۱۳ سال قبل حضرت اقدس علیہ السلام نے لیکھرام پشاوری و اندرمن مرادآبادی کے متعلق جب اپنی مشہور انذاری پیشگوئی شائع فرمانے کا ارادہ فرمایا۔ تو ان سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارے قضا و قدر کے متعلق جو علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے اس کو شائع کر دوں۔

اس پر اندرمن مراد آبادی کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے اس کی موت کی پیشگوئی شائع نہ فرمائی۔ ہاں لیکھرام نے اجازت دی۔ سو اس کی موت کی چھ سالہ پیشگوئی حضورؑ نے شائع فرمادی۔ پھر جو اس کا انجام ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔

چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام اپنے اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء میں یعنی معاہدہ عدالت سے ۱۳سال پہلے تحریر فرماتے ہیں:۔

''اگر کسی صاحب پر کوئی ایسی پیشگوئی شاق گذرے تو وہ مجاز ہیں کہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء سے یا اس تاریخ سے جو کسی اخبار میں پہلی دفعہ یہ مضمون شائع ہو ٹھیک ٹھیک دو ہفتہ کے اندر اپنی دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں تا وہ پیشگوئی جس کے ظہور سے وہ ڈرتے ہیں اندراجِ رسالہ سے علیحدہ رکھی جائے اور موجب دلآزاری سمجھ کر کسی کو اس پر مطلع نہ کیا جاوے اور کسی کو اس کے وقتِ ظہور سے خبر نہ دی جائے۔''

(اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء و تبلیغ رسالت جلد ا صفحہ ۵۸)

پھر حضورؑ عدالت ڈوئی والے معاہدہ کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:۔

''یہ ایسے دستخط نہیں ہیں جن سے ہمارے کاروبار میں کچھ بھی حرج ہو بلکہ مدت ہوئی کہ میں کتاب انجام آتھم کے صفحہ اخیر میں بتصریح اشتہار دے چکا ہوں کہ ہم آئندہ ان لوگوں کو مخاطب نہیں کریں گے جب تک خود ان کی طرف سے تحریک نہ ہو بلکہ اس بارے میں ایک الہام بھی شائع کر چکا ہوں جو میری کتاب آئینہ کمالات اسلام میں درج ہے...... مجھے یہ بھی افسوس ہے کہ ان لوگوں نے محض شرارت سے یہ بھی مشہور کیا ہے کہ اب الہام کے شائع کرنے کی ممانعت ہوگئی اور ہنسی سے کہا کہ اب الہام کے دروازے بند ہوگئے۔ مگر ذرہ حیا کو کام میں لا کر سوچیں کہ اگر الہام کے دروازے بند ہوگئے تھے تو میری بعد کی تالیفات میں کیوں الہام شائع ہوئے۔ اسی کتاب کو دیکھیں کہ کیا اس میں الہام کم ہیں؟''

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۳۱۴ حاشیہ)

پھر اس معاہدہ سے چھ سال قبل حضورؑ نے تحریر فرمایا:۔

''اس عاجز نے اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء میں......اندرمن مراد آبادی اور لیکھرام پشاوری کو اس بات کی دعوت دی تھی کہ اگر وہ خواہشمند ہوں تو ان کی قضا و قدر کی نسبت بعض پیشگوئیاں شائع کی جائیں سو اس اشتہار کے بعد ''اندرمن'' نے تو اعراض کیا۔ اور کچھ عرصہ بعد فوت ہو گیا لیکن لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیشگوئی چاہو شائع کر دو۔ میری

طرف سے اجازت ہے۔‘‘

(اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء نیز تذکرہ صفحہ ۳۲۱ طبع سوم،تبلیغ رسالت جلد۳ صفحہ۴)

اسی طرح حضرت مسیح موعودعلیہ السلام اپنے اشتہار ۲۰؍جنوری ۱۸۹۹ء یعنی عدالت میں معاہدہ زیر اعتراض کرنے ۔(۲۴؍فروری ۱۸۹۹ء) سے ایک ماہ قبل تحریر فرماتے ہیں:۔

’’کہ میرا ابتدا ہی سے یہ طریق ہے کہ میں نے کبھی کوئی انذاری پیشگوئی بغیر رضا مندی مصداق پیشگوئی کے شائع نہیں کی ۔‘‘(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۲۸۷)

غرضیکہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا طریق ابتداء ہی سے یہ تھا کہ ابتداء اپنی طرف سے نہ کرتے تھے بلکہ فریق مخالف کی رضامندی حاصل کر کے اس کو شائع فرماتے تھے۔اس وقت عدالت کا معاہدہ تو کوئی نہ تھا۔پس جب سالہا سال بعد عدالت میں یہی طریق فیصلہ قرار پایا تو حضورؑ نے اس کو اپنے سابقہ طرزِ عمل کے مطابق پا کر اس کا اقرار کرلیا جس میں خوف کا کوئی دخل نہ تھا۔اگر مجسٹریٹ کسی شخص سے یہ کہے کہ تم سچ بولنے یا نماز پڑھنے کا اقرار کرو۔اس پر ایک ایسے شخص کا اقرار جو پہلے ہی سچ بولتا اور نماز پڑھتا ہو۔بزدلی یا ڈرنے پر محمول نہ ہوگا بعینہٖ اسی طرح حضرت اقدس علیہ السلام کا اقرار آپ کے سابقہ طرزِ عمل کے عین مطابق ہونے کے باعث محل اعتراض نہیں ہوسکتا۔

جواب نمبر۲۔لیکن تم ذرا مندرجہ ذیل امور کے متعلق بھی اپنے رائے کا اظہار کرو۔بخاری میں ہے:۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجِدَارِ اَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ؟ قَالَ نَعَمْ ...... قُلْتُ فَمَا شَأْنُ بَابِهٖ مُرْتَفِعًا؟ قَالَ فَعَلَ ذَالِكَ قَوْمُكِ لِيُدْخِلُوْا مَنْ شَاءُ وْا وَ يَمْنَعُوْا مَنْ شَآءُ وْا وَلَوْ لَا اَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثُ عَهْدُهُمْ بِجَاهِلِيَّةٍ فَاَخَافُ اَنْ تُنْكِرَ قُلُوْبُهُمْ اَنْ اُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ وَاَنْ اُلْصِقَ بَابَهٗ بِالْاَرْضِ.

(بخاری کتاب الحج باب فضل مکة و بنیانها والبقرة :۱۲۶تا۱۲۹)

ترجمہ:۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کعبہ کی دیوار کے متعلق دریافت کیا کہ کیا وہ بھی کعبہ میں داخل ہے تو آپ نے فرمایا۔’’ہاں‘‘...... پھر میں نے عرض کی کہ دروازہ کی کیا کیفیت ہے یہ اس قدر اونچا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا۔یہ تمہاری قوم نے اس لئے کیا کہ جسے چاہیں کعبہ میں داخل کریں اور جس کو چاہیں روک دیں۔اگر تمہاری قوم کا

زمانہ جاہلیت کے قریب نہ ہوتا اور مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ وہ اس کو برا منائیں گے۔ تو میں ضرور دیوار کو کعبہ میں داخل کر دیتا۔ اور اس کے دروازے کو زمین سے ملا دیتا''۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر تیری قوم جاہلیت کے قریب نہ ہوتی تو کعبہ کو گرا کر اس کے دو دروازے بناتا۔ ایک شرقی دروازہ اور ایک غربی دروازہ۔''

(تجرید بخاری مترجم اردو کتاب الحج باب وجوب الحج و فضلہٖ نیز دیکھو جامع ترمذی کتاب الحج باب وما جاء فی کسر الکعبة)

اس میں عوام کے ''خوف'' سے دیوار کعبہ کے متعلق نہایت مفید خواہش کی تکمیل سے کنارہ کشی کی گئی ہے۔

جواب نمبر۳۔ صلح حدیبیہ کا واقعہ سب کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لفظ بسم اللہ الرحمن الرحیم اور رسول اللہ کٹوا دیا اور اس شرط پر صلح کی کہ اگر کوئی غیر مسلموں میں سے مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے گا تو ہم اس کو واپس کر دیں گے، لیکن اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر کافروں کے پاس چلا جائے تو وہ اسے واپس نہ کریں نیز یہ کہ طواف کعبہ بھی اس سال نہ ہوگا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدہ کے بعد واپس چلے گئے۔ یہ واقعہ بخاری و مسلم میں موجود ہے۔ اور مشکوٰۃ باب الصلح الفصل الاوّل ۔ تجرید بخاری مترجم اردو جلد۲ صفحہ ۱۶ میں بھی ہے لیکن اس جگہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مندرجہ ذیل الفاظ درج کئے جاتے ہیں جو لکھا ہے کہ آپ نے صلح نامہ کی تحریر کے وقت کہے لکھا ہے:۔

''وَثَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاَتٰی اَبَا بَکْرٍ . فَقَالَ یَا اَبَا بَکْرٍ اَلَیْسَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ بَلٰی قَالَ اَوَ لَسْنَا بِالْمُسْلِمِیْنَ؟ قَالَ بَلٰی قَالَ اَوَ لَیْسُوْا بِالْمُشْرِکِیْنَ؟ قَالَ بَلٰی قَالَ فَعَلَّامَ نُعْطِی الدَّنِیَّةَ فِیْ دِیْنِنَا؟ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ یَا عُمَرُ اَلْزِمْ غَرْزَهٗ فَاِنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ. قَالَ عُمَرُ وَ اَنَا اَشْهَدُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلَسْتَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ بَلٰی! قَالَ اَوَلَسْنَا بِالْمُسْلِمِیْنَ؟ قَالَ بَلٰی! قَالَ اَوَ لَیْسُوْا بِالْمُشْرِکِیْنَ؟ قَالَ بَلٰی! قَالَ فَعَلَّامَ نُعْطِی الدَّنِیَّةَ فِیْ دِیْنِنَا .''

(سیرۃ ابن ہشام عربی جلد۳ صفحہ ۱۸۲ امر الھدنۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ترجمہ:۔حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بڑی تیزی سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا۔اے ابوبکرؓ! کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول نہیں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ہاں ہیں۔پھر حضرت عمرؓ نے کہا۔کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا۔ ہیں! پھر حضرت عمرؓ نے کہا، کیا وہ لوگ مشرک نہیں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ہاں! پھر حضرت عمرؓ نے کہا۔پھر کیا وجہ ہے کہ ہم ان کے ساتھ ایسی شرائط پر صلح کریں جس میں ہمارے دین کی ہتک ہو۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمرؓ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب پکڑے رہ۔ کیونکہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔حضرت عمرؓ نے کہا میں بھی شہادت دیتا ہوں کہ حضورؐ اللہ کے رسول ہیں۔اس کے بعد حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا۔اے رسول اللہ! کیا آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں ہوں۔پھر حضرت عمرؓ نے کہا۔کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ہاں ہیں۔پھر حضرت عمرؓ نے کہا۔کیا وہ لوگ مشرک نہیں ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا! ہاں ہیں! تو اس پر حضرت عمرؓ نے کہا پھر ہم کیوں دب کر صلح کریں جس سے ہمارے دین کی ہتک ہو۔

اب دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا جلیل القدر انسان بھی ''دب کر صلح کرنا'' اپنی ہتک قرار دیتا ہے۔لیکن کیا فی الحقیقت یہ ایسا ہی تھا۔نہیں ہرگز نہیں۔

بعینہ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اقرار بھی تم کو بزدلی نظر آتا ہے۔مگر اہل بصیرت اس کو بھی حضرت اقدسؑ کی فتح سمجھتے ہیں کیونکہ اس معاہدہ کے رو سے مولوی محمد حسین بٹالوی اوّل المکفرین نے اپنا فتویٰ کفر واپس لے لیا تھا۔(تفصیل کے لئے دیکھو تریاق صفحہ ۱۳۰ طبع اول)

جواب نمبر ۴۔اوپر بتایا جا چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ معاہدہ میں تحریر فرمایا۔ وہ ہرگز عدالت کے ڈر یا خوف کے باعث نہیں تھا لیکن قرآن مجید میں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے الوالعزم کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ دربارِ فرعون میں خوف زدہ ہو گئے۔ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی (طٰہ:۶۸) کہ موسیٰ علیہ السلام ساحروں کی رسیاں اور سوٹیاں سانپ کی طرح دوڑتی دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے۔

اسی طرح دربارِ فرعون میں جانے سے پہلے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام خوف کھاتے اور ڈرتے تھے قرآن مجید میں ہے:۔

''قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَآ اَوْ اَنْ یَّطْغٰی ''(طٰہ:۴۶) کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے کہا۔اے ہمارے رب ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں فرعون ہم پر

زیادتی نہ کرے یا ہمارے مقابلہ میں نہ اٹھ کھڑا ہو۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ (القصص:۳۴) کہ اے میرے رب! میں نے فرعونیوں کا ایک آدمی قتل کیا ہوا ہے۔ اس لئے مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں مجھ کو قتل نہ کردیں۔ پس میری بجائے میرے بھائی ہارون کو دربارِ فرعون میں بھجوایئے۔

حضرت امام رازیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

اُنْظُرْ اِلٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ کَیْفَ کَانَ یَخَافُ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَسْکَرِهٖ (تفسیر کبیر زیر آیت اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْکَوْثَرَ سورۃ کوثر:۲) یعنی موسیٰ کی طرف دیکھ کہ وہ فرعون اور اس کے لشکر سے کس قدر خوفزدہ تھے۔

امام رازیؒ پھر تحریر فرماتے ہیں:۔

"اَنَّ ذٰلِکَ الْخَوْفَ کَانَ مِنْ لَوَازِمِ الْبُشْرِیَّةِ کَمَا اَنَّ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ کَانَ یَخَافُ فِرْعَوْنَ مَعَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی کَانَ یَأْمُرُهٗ بِالذَّهَابِ اِلَیْهِ مِرَارًا" (تفسیر کبیر زیر آیت قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی سورۃ طٰہٰ:۳۷) یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا خوف لوازم بشریت میں سے تھا جس طرح موسیٰ علیہ السلام فرعون سے ڈرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بار بار فرعون کے پاس جانے کا حکم بھی دیا تھا۔

جواب نمبر۵:۔ پھر کیا ۲۰ رفروری ۱۸۹۹ء کے اس معاہدہ کے بعد حضرت اقدس علیہ السلام نے کوئی انذاری پیشگوئی شائع نہیں فرمائی؟ اس کے بعد غلام دستگیر قصوری، محی الدین لکھوکے، چراغ الدین جمونی، سعد اللہ لدھیانوی، ڈوئی امریکن، الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ وغیرہ ہلاک ہوئے اور ظاہر ہے کہ ان میں سے بعض کی ہلاکت بددعا اور بعض کی حضرت اقدس کی پیشگوئی کے نتیجہ میں ہوئی۔

پس معاہدہ عدالت الہام الٰہی میں روک نہیں ہوا۔ بلکہ وہ ایسے طریق پر تھا کہ جس پر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ابتدائے دعویٰ ہی سے عمل پیرا تھے۔

۴۹۔ جغرافیہ دانی پر اعتراض

مرزا صاحب نے لکھا ہے:۔

"قادیان لاہور سے گوشہ مغرب اور جنوب میں واقع ہے"۔

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ آخر)

جواب:۔ دراصل فقرہ بالا میں لفظ ''سے'' کاتب کی غلطی سے بجائے ''قادیان'' اور ''لاہور'' کے درمیان لکھا جانے کے ''لاہور'' کے بعد لکھا گیا ہے جس سے مضمون بگڑ گیا ہے اصل فقرہ یوں تھا۔

''قادیان سے لاہور گوشہ مغرب اور جنوب میں واقع ہے۔''

اور یہی درست ہے۔اس بات کا ثبوت کہ یہ غلطی مصنف کی نہیں بلکہ کاتب کی ہے یہ ہے کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب ''ستارہ قیصریہ'' کے پہلے صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں۔

''قادیان ...... جو لاہور سے تخمیناً بفاصلہ ستر ۷۰ میل مشرق اور شمال کے گوشہ میں واقع اور گورداسپورہ کے ضلع میں ہے۔''

(ستارہ قیصریہ روحانی خزائن جلد۱۵ صفحہ۱۱۱)

ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو قادیان کی سمت لاہور سے معلوم تھی۔ ہاں اگر کاتب کو معلوم نہ ہو تو اس کی ذمہ داری آپ پر نہیں۔

۵۰۔معراج

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ معراج جسمانی نہ تھا بلکہ روحانی تھا۔

الجواب:۔(۱) بخاری میں معراج کی حدیث کے آخر میں ہے:۔

وَاسْتَيْقَظَ وَ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ. (بخاری کتاب التوحید باب قوله وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا) کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے اور آپ مسجد حرام میں تھے۔

کیا آسمان سے اترنے والا آدمی بیدار ہوا کرتا ہے یا سویا ہوا؟

(۲) حضرت معاویہؓ۔حضرت عائشہؓ۔حضرت خدیجہؓ۔حضرت حسن بصریؒ۔حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔حضرت امام ابن قیمؒ۔ یہ سب معراج روحانی کے قائل تھے۔ چنانچہ تفسیر کشاف زیر تفسیر سورۃ الاسراء مصنفہ ابوالقاسم الزمخشری متوفّی ۱۱۴۴ھ میں ہے۔

''**وَاخْتُلِفَ فِيْ اِنَّهٗ كَانَ فِي الْيُقْظَةِ اَمْ فِي الْمَنَامِ فَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا فُقِدَ جَسَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ عُرِجَ بِرُوْحِهٖ ...... وَ عَنِ الْحَسَنِ كَانَ فِي الْمَنَامِ رُؤْيَا رَاٰهَا.**''

(تفسیر کشاف تفسیر سورۃ بنی اسرائیل آیت:۱)

کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ معراج بیداری کی حالت میں ہوا یا سوتے ہوئے۔ پس حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم یہاں سے گم نہیں ہوا۔ بلکہ آپ کی روح اٹھائی گئی تھی اور حضرت معاویہؓ نے بھی فرمایا کہ آپ کی روح اٹھائی گئی اور حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ معراج نیند کی حالت میں ایک خواب تھا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا۔ حضرت عائشہؓ کا قول وغیرہ۔

(زادالمعاد مصنفہ حافظ ابن قیم جزء ثالث صفحہ ۳۱، ۳۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت وتفسیر کبیر سورۃ بنی اسرائیل زیر آیت: ا۔ سیرت ابن ہشام جلد ا صفحہ ۲۹۹، ۳۰۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔ ابن جریر بنی اسرائیل زیر آیت: ا۔ حجۃ اللہ البالغہ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ باب الاسراء وتذکرۃ الملوک جلد ۴ صفحہ ۱۰۱ وا قارہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ میں درج ہے)

نوٹ:۔ یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت عائشہؓ کی شہادت خواہ عینی نہ بھی ہو پھر بھی قابل قبول ہے کیونکہ انہوں نے حلف اٹھا کر بیان کی ہے نیز اس کے متعلق لکھا ہے:۔ **فَاِذَا لَمْ تُشَاهِدْ ذَالِکَ عَائِشَةُ دَلَّ عَلٰى اَنَّهَا حَدَّثَتْ عَنْ غَيْرِهَا مِنَ الصَّحَابَةِ فَحَدِيْثُهَا مِنْ مُرْسَلَاتِ الصَّحَابَةِ فَهُوَ صَحِيْحٌ اَيْضًا** (شہاب علی الشفا جلد ۲ صفحہ ۲۰۵) کہ جبکہ حضرت عائشہؓ نے یہ واقعہ خود نہیں دیکھا۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عائشہؓ نے روایت اپنے علاوہ کسی صحابیؓ سے لی ہے پس اندریں صورت یہ حدیث مرسلات صحابہؓ سے ہوگی جو وہ بھی صحیح ہے۔ پس حضرت عائشہؓ کی شہادت سب سے زیادہ وزن دار ہے اور ان کا حلف اٹھانا بتاتا ہے کہ غالباً انہوں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات معلوم کی ہوگی۔ ورنہ پورے وثوق کے بغیر قسم نہیں اٹھائی جاسکتی۔ پس جبکہ معراج کے جسمانی یا روحانی ہونے کا مسئلہ ابتداء ہی سے اختلافی ہے۔ پھر کیا اعتراض؟

۵۱۔ حج بند

مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کہ خدا نے میرے وقت میں حج بند کر دیا ہے۔ اب کوئی حج کی ضرورت نہیں ہے۔

جواب نمبر ا:۔ یہ جھوٹ ہے حقیقۃ الوحی کیا کسی کتاب سے دکھا دو تو انعام لو۔

۲۔ حضرتؑ نے تو حقیقۃ الوحی میں یہ لکھا ہے کہ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں حج کسی مدت تک روک دیا جائے گا۔ چنانچہ میرے زمانہ میں ایک دفعہ سخت بیماری پڑنے کی وجہ سے ایک سال ۱۸۹۹-۱۹۰۰ء کے لئے روک دیا گیا۔ بس حضرت اقدسؑ نے قطعاً یہ نہیں فرمایا کہ خدا نے

اب حج کے فریضہ کو منسوخ کر دیا ہے۔(نعوذ باللہ)

(دیکھو حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۲۰۶)

۳۔ ’’جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے‘‘۔

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد۱۴ صفحہ۱۴ طبع اول)

۴۔حدیث جس کی طرف حضرت اقدسؑ نے اشارہ فرمایا ہے۔منتخب کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۳ وسلسلة الاحاديث الصحيحة حديث۲۴۳۰ پر ہے:۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُحَجَّ الْبَيْتَ رَوَاهُ اَبُوْ يَعْلٰى وَالْحَاكِمُ.

۵۔اِقْتِرَابُ السَّاعَة صفحہ ۲۸،۲۹ طبع اوّل مطبوعہ مفید عام پریس پر مندرجہ بالا حدیث کا علاماتِ قیامت میں بدیں الفاظ ذکر ہے۔

’’اٹھائیسویں علامت بند ہو جانا راہ حج کا اور اٹھا لے جانا حجر اسود کا کعبہ معظّمہ سے ہے حدیث ابی سعید میں مرفوعاً آیا ہے۔قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ گھر کا حج نہ ہوگا۔**رواه الحاكم و صحيحه و البزار و ابو يعلٰى و ابن حبان** ...... یہ دونوں کام ہو چکے۔حج بھی بند ہوا۔رکن کو بھی قرامطہ لے گئے۔۳۲۰ھ سے لے کر ۳۲۷ھ تک بسبب فتنہ قرامطہ بغداد سے حج بند ہو گیا‘‘

گویا حج بند ہونے سے مراد عارضی طور پر رکنا ہے۔

۵۲۔تقدیر اور ملائکہ کوئی نہیں

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد۳ ٹائٹل پیج)

جواب:۔ جھوٹ ہے۔’’ازالہ اوہام‘‘ کے ٹائٹل پیج چھوڑ حضرت اقدسؑ کی کسی کتاب میں بھی تقدیر اور ملائکہ کا انکار نہیں بلکہ حضرت اقدسؑ نے تو بار بار خدا تعالیٰ کی تقدیر اور ملائکہ کا اقرار کیا ہے۔

قبضہ تقدیر میں دل ہیں اگر چاہے خدا
پھیر دے میری طرف آ جائیں پھر بے اختیار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد۲۱ صفحہ ۱۲۸)

پھر فرمایا۔

تیری باتوں کے فرشتے بھی نہیں ہیں راز دار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد۲۱ صفحہ ۱۲۸)

اے مری جاں کی پنہ فوجِ ملائک کو اُتار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد۲۱صفحہ۱۴۹)

۲۔ ''ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روزِ حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔'' (ایام الصلح روحانی خزائن جلد۱۴صفحہ۳۲۳)

۵۳۔قرآن میں گالیاں بھری ہیں۔

جواب:۔ سفید جھوٹ ہے۔حضرتؑ نے تو لکھا ہے کہ اگر ہر وہ بات جو قدرے سخت ہو خواہ وہ امرِ واقعہ ہو۔گالی ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ قرآن میں گالیاں ہیں۔(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد۳صفحہ۱۱۰) کیونکہ قرآن مجید تو کافروں کے سب پردے کھول کر رکھ دیتا ہے۔اسے گالی قرار دینا خود حماقت ہے کیونکہ اظہارِ واقعہ اور چیز ہے اور گالی اور۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو شرطی طور پر لکھا ہے نہ کہ مطلق۔

۵۴۔خدا کی طاقتیں تیندوے کے جال کی طرح

(توضیح مرام روحانی خزائن جلد۳صفحہ۹۰)

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (الشوریٰ: ۱۲)

جواب:۔ خدا تعالیٰ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ کا مصداق تو ضرور ہے مگر اس کی بعض صفات کو بیان کرنے کے لئے اگر دنیوی مثال نہ دی جائے تو کہاں سے دی جائے۔خود قرآن مجید نے مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ (النور:۳۶) فرمایا ہے۔یعنی خدا کے نور کی مثال ایک قندیل کی طرح ہے جس طرح نور خداوندی کی مثال مشکوٰۃ سے دی جاسکتی ہے۔بعینہ اسی طرح خدا کی صفات کا ایک ہی وقت میں مختلف اوقات اور مختلف مقامات میں اثر پذیر ہونا بھی تیندوے کے جال والی مثال سے بیان کیا جاسکتا ہے۔

۵۵۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عقیدہ دربارہ ولادت مسیح علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عقیدہ یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور خدا کے فضل سے یہی جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے۔اہل پیغام کے عقیدہ کے ہم ذمہ دار نہیں اور نہ وہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کی پرواہ کرتے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے چند حوالجات لکھے جاتے ہیں۔

(۱) هُوَ خَلْقُ عِيْسٰى مِنْ غَيْرِ أَبٍ بِالْقُدْرَةِ الْمُجَرَّدَةِ .(مواہب الرحمٰن روحانی خزائن

جلد۱۹صفحہ۲۹۱)اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ خدا تعالیٰ کی قدرتِ مجردہ سے بے باپ پیدا ہوئے۔

(۲) کَذَالِکَ تَوَلُّدُ عِیْسٰی مِنْ دُوْنِ الْأَبِ (مواہب الرحمٰن روحانی خزائن جلد۱۹ صفحہ۲۹۵)اسی طرح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بے باپ پیدا ہونا ہے۔

(۳)''اور جولوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے نطفہ سے پیدا ہوئے وہ جہالت کی وجہ سے حقیقت کو نہیں جانتے۔'' (ترجمہ عربی موہب الرحمٰن روحانی خزائن جلد۱۹صفحہ۲۹۵)

(۴) کشتی نوح صفحہ۴۵طبع اول۔مریم صدیقہؓ ...... نے پارسائی کی۔

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد۱۹صفحہ۴۸)

(۵)''من عجب تر از مسیح بے پدر''(درثمین فارسی صفحہ۱۱۴)

(۶) تحفہ گولڑویہ صفحہ۲۳، صفحہ۶۳، صفحہ۶۸ حاشیہ صفحہ۱۷، حاشیہ صفحہ۱۲۰طبع اول۔

۵۶۔نبی کی ہر دعا قبول نہیں ہوتی

مرزا صاحب نے مبارک احمد اور مولوی عبدالکریم صاحب کی صحت کیلئے دعائیں کیں۔مگر قبول نہ ہوئیں اور وہ فوت ہوگئے۔

الجواب:۔ ضروری نہیں کہ نبی کی ہر دعا قبول ہو۔

۱۔صحیح ترمذی میں ہے۔آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔ اِنِّیْ سَأَلْتُ اللّٰہَ فِیْھَا ثَلَاثًا فَاَعْطَانِیْ اِثْنَتَیْنِ وَمَنَعَنِیْ وَاحِدَۃً (ترمذی ابواب الفتن باب ما جاء فی سؤال النبی ثلاثًا ......) کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں۔جن میں سے خدا نے دو منظور کرلیں اور ایک نامنظور کردی۔ وہ نامنظور دعا یہ تھی۔''سَأَلْتُہٗ اَنْ لَا یُذِیْقَ بَعْضُھُمْ بَأْسَ بَعْضٍ فَمَنَعَنِیْھَا۔''(ایضاً نیز مشکوٰۃ کتاب احوال القیامۃ و بدء الخلق باب فضائل سید المرسلین) کہ میں نے دعا کی کہ میری امت کا ایک حصہ دوسرے حصہ سے نہ لڑے مگر خدا نے منظور نہ کی۔

۲۔''اِسْتَأْذَنْتُ رَبِّیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لِاُمِّیْ فَلَمْ یَأْذَنْ لِیْ.'' (مسلم کتاب الجنائز باب استئذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہٗ) کہ میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے اپنی والدہ کے لئے استغفار کرنے کی اجازت دی جائے مگر خدا تعالیٰ نے مجھے اجازت نہ دی۔

(نیز دیکھو تفسیر قادری موسومہ بہ تفسیر حسینی مترجم اردو جلد ازیر آیت مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا ...... صفحہ۴۱۵مطبع مجیدی کانپور ۱۹۳۰ء)

۳۔ حضرت ابوحامد محمد امام غزالیؒ اپنی کتاب اَلْاِقْتِصَادُ فِی الْاِعْتِقَادِ باب دوم ''القدرت'' میں فرماتے ہیں:۔

''کئی دفعہ یہ بات ہوئی ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے خدا سے دعائیں مانگیں اور ان کو اپنی دعائیں قبول ہونے کا بھی یقین تھا مگر خدا تعالیٰ نے کسی مصلحت کی وجہ سے ان کو قبول نہ کیا۔''

(اردو ترجمہ علم الکلام صفحہ ۷۱ پہلا ایڈیشن)

۴۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی دعاؤں کی قبولیت کی تفصیل حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۰، ۳۳۴ و آسمانی فیصلہ روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۳۲۷ و ۳۲۸ پر بیان فرمائی ہے۔

۵۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دعویٰ فضیلت کا الزام

ا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تین ہزار معجزات ظہور میں آئے۔

(تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۴۰)

ب۔ ''اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشانات ظاہر کئے جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۰۳)

الجواب:۔ (۱) تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱۲ ''باستثناء قرآن کریم''

(۲) نزول المسیح صفحہ ۸۴

''ایک جلسہ کرو اور ہمارے معجزات اور پیشگوئیاں سنو اور ہمارے گواہوں کی شہادت رویت جو حلفی شہادت ہوگی قلمبند کرتے جاؤ اور پھر اگر آپ لوگوں کے لئے ممکن ہو تو باستثناء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں کسی نبی یا ولی کے معجزات کو ان کے مقابل پیش کرو۔''

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۶۲)

(۳) ایک معجزہ کئی نشانوں پر مشتمل ہوسکتا ہے۔ مگر ایک نشان کئی معجزوں پر مشتمل نہیں ہوتا۔

(۴) حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

''اُس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اِس قدر معجزات دکھائے ہوں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اُس نے اِس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستثناء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۲۸-۴۲۹)

پھر فرماتے ہیں:۔

''کسی نبی سے اس قدر معجزات ظاہر نہیں ہوئے جس قدر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے......
ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اب تک ظہور میں آرہے ہیں اور قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے جو کچھ میری تائید میں ظاہر ہوتا ہے دراصل وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں۔''

(تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۴۲۸-۴۲۹)

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات حضرت مسیح موعو علیہ السلام کے معجزات سے کئی لاکھ زیادہ ہیں اب اگر یہ سوال ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہزار معجزات کیوں لکھے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''تین ہزار معجزات'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل معجزات نہیں بلکہ یہ صرف وہ معجزات ہیں جو صحابہ رضوان اللہ علیہم کے سامنے ظاہر ہوئے۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھتے ہیں:۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تو چاروں طرف سے چمک رہے ہیں۔ وہ کیونکر چھپ سکتے ہیں صرف وہ معجزات جو صحابہؓ کی شہادتوں سے ثابت ہیں وہ تین ہزار معجزہ ہے اور پیشگوئیاں تو دس ہزار سے بھی زیادہ ہوں گی۔ جو اپنے وقتوں پر پوری ہوگئیں اور ہوتی جاتی ہیں۔ ماسوائے اس کے بعض معجزات اور پیشگوئیاں قرآن شریف کی ایسی ہیں کہ ہمارے لئے بھی اس زمانہ میں محسوس و مشہود کا حکم رکھتی ہیں اور کوئی اس سے انکار نہیں کرسکتا۔''

(تصدیق النبی صفحہ ۲۰ مرتبہ فخرالدین ملتانی از تحریرات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

پس ثابت ہوا کہ

ا۔ ''تین ہزار معجزات'' سے مراد صرف اس قدر معجزات ہیں جو صحابہؓ کی شہادتوں سے ثابت ہیں۔

ب۔ پیشگوئیاں ان معجزات میں شامل نہیں۔

ج۔ وہ پیشگوئیاں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پوری ہوئیں۔ وہ علاوہ ان تین ہزار معجزات کے دس ہزار سے زیادہ تھیں۔

د۔ آپ کی پیشگوئیاں اور معجزات قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے لہٰذا ان کو گنا ہی نہیں جا سکتا۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''کرامات اولیاء سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہیں۔'' (کشف المحجوب مترجم اردہ شائع کردہ برکت علی اینڈ سنز علمی پریس صفحہ ۲۵۷)

پس اندریں حالات حضرت مسیح موعو علیہ السلام کے ''نشانات'' جن میں اکثر پیشگوئیاں بھی شامل ہیں۔ اگر تین لاکھ کی بجائے دس لاکھ بھی ہوں پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے ان کی کوئی نسبت ہی نہیں ٹھہرتی۔

(۵) حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

''یہ سہولت کامل پہلے کسی نبی یا رسول کو ہرگز نہیں ہوئی۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے باہر ہیں کیونکہ جو کچھ مجھے دیا گیا وہ اُنہیں کا ہے۔'' (نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۰۱ حاشیہ)

ان عبارات میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اپنے نشانات و معجزات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ تو یہ کسر نفسی کے طور پر نہیں بلکہ امر واقع ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بعض نشانات جو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۳ طبع اول سے آخیر کتاب تک لکھے ہیں۔ اگر ان کو بغور دیکھا جائے تو وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے نشانات اور معجزات ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۳ پر پہلا نشان حضرت اقدس علیہ السلام نے حدیث مجددین کو قرار دیا ہے۔ کہ ہر صدی پر مجددین آنے کی پیشگوئی میری صداقت کا نشان ہے۔ اب یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور اس کا چودھویں صدی کے سر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات میں پورا ہونا جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا نشان ہے وہاں اس سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا نشان ہے۔

اسی طرح حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۴ پر حدیث کسوف وخسوف رمضان۔ صحیح دار قطنی صفحہ ۱۸۸ کو حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی صداقت کا دوسرا نشان قرار دیا ہے اور در حقیقت یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے اور اس کا ۱۸۹۴ء میں حضرت اقدس علیہ السلام کے زمانہ میں پورا ہونا۔ جہاں حضرت مسیح موعو علیہ السلام کی صداقت کا نشان ہے وہاں اس سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا نشان ہے۔ علیٰ ھٰذا القیاس۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۸ پر ایک نشان ستارہ ذوالسنین کے نکلنے کی پیشگوئی اور اس کا حضرت اقدس علیہ السلام کے وقت میں پورا ہونا۔ ستارہ ذوالسنین نکلنے کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے جو حجج الکرامہ صفحہ ۲۵۰ پر درج ہے۔ پس یہ بھی آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کا نشان ہے۔غرضیکہ اسی طرح پانچواں، چھٹا، ساتواں هَلُمَّ جُرًّا ۔نشان حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی صداقت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی پیشگوئیوں کو قرار دیا ہے۔فرماتے ہیں:۔

''میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اِس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے۔وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذُرّیّت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔جو اُس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اِسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اِسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسکے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں اِسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۱۱۸۔۱۱۹)

غرضیکہ ان حقائق کے پیش نظر یہ کہنا کہ مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے نشانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قرار دیئے ہیں۔انتہائی بددیانتی اور شرارت ہے۔خصوصاً جبکہ حضرت اقدسؑ کا دعویٰ ہی یہ ہے۔''كُلُّ بَرَكَةٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَ تَعَلَّمَ. '' کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شاگرد ہوں اور ہر ایک برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاک وجود سے ہے۔''

(الاستفتاء روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۷۰۵)

نیز فرمایا:۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا	نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں	وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

(درثمین اردو صفحہ۸۲، ۸۴)

(۶) جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضرت مسیح موعو علیہ السلام کا دعویٰ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہونے کا ہے لیکن حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جن کی عظیم شخصیت کا اقرار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے بھی (کشف المحجوب مترجم اردو صفحہ۱۲۲ مطبوعہ دین محمدی پریس) پر فرمایا ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔ الہامات پر اعتراضات کا جواب زیر عنوان ''حجر اسود منم'' کے جواب میں۔

حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کی نسبت لکھا ہے:۔

''بایزید سے لوگوں نے کہا کہ قیامت کے دن ساری خلقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہوگی۔ تو فرمایا۔ ''قسم خدا کی میرا لواء (جھنڈا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لواء سے زیادہ ہے کہ خلائق اور پیغمبر میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ مجھ جیسا نہ آسمان میں پائیں گے نہ زمین میں۔''

اس کے آگے حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''جب کوئی شخص ایسا ہے تو ...... اس کو زبانِ حق حاصل ہوگی اور کہنے والا بھی حق ہوگا۔ اس کا بولنا حق کا بولنا ہوگا تو ضرور حق بایزیدؒ کی زبان سے کہتا ہے کہ میرا لواء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لواء سے برتر ہے۔ جب یہ روا ہے کہ ''اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ'' (طٰہٰ:۱۵) ایک درخت سے ظاہر ہو۔ تو یہ بھی روا ہے کہ ''لِوَائِیْ اَعْظَمُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ اور سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ'' بایزیدؒ سے ظاہر ہو۔''

(ظہیر الاصفیاء اردو ترجمہ تذکرۃ الاولیاء باب چودھواں صفحہ۱۵۹ وتذکرۃ الاولیاء اردو شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز صفحہ۱۳۰)

(۷) اس سلسلہ میں مزید حوالجات ملاحظہ ہوں مضمون ختم نبوت کے آخر میں ''شرک فی الرسالۃ'' کا نعرہ بلند کرنے والوں سے ایک سوال۔

۵۸۔ میرے لئے دو گرہن

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک نشان گرہن کا ظاہر ہوا تھا اور میرے لئے دو کا۔

لَہٗ خَسَفَ الْقَمَرُ الْمُنِیْرُ وَ اِنَّ لِیْ	غَسَا الْقَمَرَانِ الْمُشْرِقَانِ أَ تُنْکِرُ

الجواب:۔ مفصل طور پر پچھلے اعتراض کے جواب میں گزر چکا ہے کہ خسوف وکسوف کا نشان

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی مندرجہ دار قطنی صفحہ ۱۸۸ کے مطابق ۱۸۹۴ء کے رمضان میں ظاہر ہوا اس حدیث میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اِنَّ لِمَھْدِیِّنَا اٰیَتَیْنِ کہ ہمارے مہدی کے لئے یہ دونشان ہوں گے۔ پس ان دونشانوں کا آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ظاہر ہونا سب سے پہلے تو خود آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا نشان ہے۔ پس یہ دونشان جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے ہیں۔ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کے بھی دونشان ہوئے۔ ایک نشان شق القمر کا جو آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ظاہر ہوا۔ وہ ان دو کے علاوہ ہے غرضیکہ درحقیقت آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کے یہ تین نشان ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے اس کے بالمقابل دونشان۔

اب اگر کوئی کہے کہ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیوں آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ہی نشان اور اپنے دونشان لکھے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام اس قصیدہ میں اپنے مخالف علماء مولوی ثناء اللہ وغیرہ کو مخاطب فرما رہے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ مخالف مولوی یہ نہیں مانتے کہ حدیث مذکور کسوف وخسوف مندرجہ سنن دار قطنی صفحہ ۱۸۸ کے مطابق ۱۸۹۴ء میں چاند اور سورج کو گرہن لگا۔ وہ تو اس کو حدیث ہی قرار نہیں دیتے بلکہ امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کا قول قرار دیتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک یہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی نہ تھی جو پوری ہوئی بلکہ یا تو کسی جھوٹے راوی کی پیشگوئی تھی یا زیادہ سے زیادہ امام محمد باقرؒ کی۔ پس بخیال غیر احمدیاں آنخضرت صلعم کی تائید میں ایک ہی نشان شق القمر کا ہوا۔ لہٰذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو الزامی طور پر کہا کہ آنخضرت صلعم کی تائید میں ایک نشان تھا اور میری تائید میں دونشان۔ ورنہ حضرت صاحب کے نزدیک تو ''جو کچھ میری تائید میں ظاہر ہوتا ہے دراصل وہ سب آنخضرت صلعم کے معجزات ہیں۔''
(تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۶۰) یہی حقیقت ہے۔

باقی رہا محمد یہ پاکٹ بک کے مصنف کا صفحہ ۲۵۵ پر لکھنا کہ ''لَهُ خَسَفَ الْقَمَرُ الْمُنِيْرُ'' کا مطلب یہ ہے کہ آنخضرت صلعم کے زمانہ میں صرف ''چاند گرہن'' ہوا تھا اور چاند کے دوٹکڑے نہ ہوئے تھے محض جہالت ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں خَسَفَ کے معنی ٹوٹنے۔ سوراخ دار ہونے کے بھی ہیں۔ اور گرہن لگنے کے بھی۔ پس اعجاز احمدی کے شعر میں جہاں آنخضرت صلعم کے لئے یہ لفظ استعمال ہوا وہاں اس کے معنی اِنْشَقَّ الْقَمَرُ ہی کے ہیں اور جہاں حضرت مسیح موعودؑ کے لئے استعمال ہوا وہاں اس

کے معنی محض گرہن کے ہیں جیسا کہ واقعہ میں ہوا تھا۔ ''شق القمر'' کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذہب ''سرمہ چشم آریہ'' نیز چشمہ معرفت حصہ دوم صفحہ ۱۴۱ طبع اول پر صاف طور پر مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم کی انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

نوٹ:۔ بعض غیر احمدی قاضی اکمل صاحب کا یہ شعر

محمدؐ پھر اتر آئے ہیں ہم میں — اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں

(اخبار پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۴/ مارچ ۱۹۱۶ء)

پیش کیا کرتے ہیں۔ سو یاد رکھنا چاہیے کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس شعر کی نسبت تحریر فرمایا ہے کہ ''الفاظ ناپسندیدہ اور بے ادبی کے ہیں۔''

(الفضل ۱۹/ اگست ۱۹۳۴ء صفحہ ۵ جلد ۲۲ نمبر ۲۲)

اسی طرح ڈاکٹر شاہنواز صاحب کے ایک مضمون شائع شدہ ریویو آف ریلیجنز کا ایک فقرہ کہ ''حضرت مسیح موعودؑ کا ذہنی ارتقاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھا۔'' پیش کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ڈاکٹر صاحب موصوف کے اس نتیجہ کو ''غلط'' قرار دیا ہے اور ان الفاظ کو نا مناسب اور قابل اعتراض قرار دیا ہے۔

(الفضل نمبر ۲۲ جلد ۲۲ مورخہ ۱۹/ اگست ۱۹۳۴ء صفحہ ۵)

۵۹۔ صد حسین است در گریبانم

الجواب:۔ (۱) اس شعر میں حضرت اقدسؑ نے اپنی فضیلت یا اپنے مقام کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ اپنی تکالیف کا ذکر فرمایا ہے جیسا کہ مصرع اول میں ہے:۔

کربلائے است سیر ہر آنم

(۲) ''گریبان'' بمعنی ''جیب'' نہیں ہوا کرتا بلکہ گریبان کے نیچے تو انسان کا اپنا وجود خصوصاً دل زیادہ قریب ہوتا ہے۔ پس شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت میں کربلا کے میدان اور شہادت حسین کا خیال ذہنی اور حالی طور پر رکھتا ہوں۔ گویا میرے دل میں سو حسین کے لئے جگہ ہے پس یہ اظہارِ محبت ہے۔

(۳) حضرت اقدسؑ نے اپنی اور اپنے معتقدین کی تکالیف اور کابل کے شہداء کے پیش نظر یہ فرمایا ہے۔

(۴) گو اس شعر میں حضرت اقدسؑ نے حضرت امام حسینؓ پر اپنی فضیلت کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ

اپنی تکالیف کو بیان فرمایا ہے۔ مگر تاہم ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی ہیں اور نبی بہرحال ایک غیر نبی سے افضل ہے۔ بھلا تم ہی بتاؤ کہ تمہارا مسیح موعود حضرت امام حسینؓ سے بڑا ہوگا یا چھوٹا؟

(۵) امام محمد بن سیرینؒ کی روایت حجج الکرامہ صفحہ ۳۸۶ میں درج ہے۔

"تَكُوْنُ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَلِيْفَةٌ خَيْرًا مِنْ اَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ." (حجج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان صاحب صفحہ ۳۸۶) کہ اس امت میں ایک خلیفہ ہوگا جو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سے افضل ہوگا۔ نیز دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۰۱۔ ابن سیرین سے مروی ہے کہ مہدی بہتر ہیں ابی بکرؓ و عمرؓ سے کہا گیا۔ کیا ان سے وہ بہتر ہوں گے؟ کہا! لگتا ہے کہ بعض انبیاء سے بھی بہتر ہوں۔"

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۰۱ مطبوعہ ۱۳۰۱ھ مطبع مفید عام الکائنہ فی آگرہ)

(۶) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو صرف اسی قدر لکھا ہے۔ "صد حسین است در گریبانم۔" تمہارے معنی ہی مان لئے جائیں تو پھر بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی پیرانِ پیرؒ فرماتے ہیں۔ لَيْسَ فِيْ جُبَّتِيْ سِوَى اللّٰهِ (مکتوباتِ امام ربانی مجدد الف ثانی جلد ۱ صفحہ ۳۴۴ مکتوب نمبر ۲۷۲) کہ میرے پیراہن میں اللہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ ہزار امام حسینؓ بھی اللہ کے برابر نہیں ہوسکتے۔ فرمایئے حضرت پیرانِ پیر پر آپ کیا فتویٰ لگاتے ہیں؟

(۷) حضرت پیرانِ پیر فرماتے ہیں:۔ **اَلْمَهْدِيُّ الَّذِيْ يَجِيْءُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ فَاِنَّهٗ يَكُوْنُ فِى الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ تَابِعًا لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ فِى الْمَعَارِفِ وَ الْعُلُوْمِ وَ الْحَقِيْقَةِ تَكُوْنُ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَآءِ وَ الْاَوْلِيَآءِ تَابِعِيْنَ لَهٗ كُلُّهُمْ لِاَنَّ بَاطِنَهٗ بَاطِنُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** (شرح فصوص الحکم مطبعۃ الزاہر مصریہ صفحہ ۵۱، ۵۲) کہ امام مہدی علیہ السلام جو آخری زمانہ میں ہوں گے۔ چونکہ وہ احکام شرعی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوں گے۔ اس لئے معارف اور علوم اور حقیقت میں تمام کے تمام ولی اور نبی اس کے تابع ہوں گے کیونکہ اس کا باطن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن ہوگا۔

(۸) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر سے حضرت امام حسینؓ کی توہین ہرگز مقصود نہیں ہوسکتی کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"کوئی انسان حسین جیسے یا حضرت عیسیٰ جیسے راستباز پر بدزبانی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا اور وعید مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا دست بدست اُس کو پکڑ لیتا ہے۔" (اعجاز احمدی روحانی خزائن

جلد۱۹صفحہ۱۴۹) نیز مفصل دیکھو حضورؑ کا اشتہار ۸؍اکتوبر ۱۹۰۵ء و تبلیغِ رسالت جلد ۱۰صفحہ ۱۰۲، ۱۰۵۔

۶۰۔ ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

جواب: حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:۔ "**لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہِ**" (مکتوبات امام ربانی جلد ا صفحہ ۳۴۴ مکتوب نمبر ۲۷۲) کہ میرے پیراہن میں اللہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ نیز رسالہ صراط مستقیم حضرت اسمٰعیل شہید صفحہ ۱۳، ۱۴۔

۶۱۔ منم محمدؐ و احمد کہ مجتبیٰ باشد

الجواب: ۱۔ حضرت پیران پیر سید عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:۔ "میں اپنے جد امجد کے قدم پر ہوں نہ اٹھایا کوئی قدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مقام سے کہ نہ رکھا میں نے قدم اپنا اس جگہ پر۔" روایت شیخ شہاب الدین سہروردی۔

(کتاب بہجۃ الاسرار بحوالہ گلدستہ کرامات تالیف ۱۲۷۷ھ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۱۲)

۲۔ پھر فرماتے ہیں:۔ **ھٰذَا وُجُوْدُ جَدِّیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا وُجُوْدَ عَبْدِ الْقَادِرِ** (کتاب مناقب تاج الاولیاء مطبوعہ مصر صفحہ ۳۵ و گلدستہ کرامات صفحہ ۱۰) کہ یہ عبد القادر کا وجود نہیں بلکہ محمدؐ کا وجود ہے۔

۳۔ **اَنَّ بَاطِنَہٗ بَاطِنُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ** (شرح فصوص الحکم مطبعۃ الزاہر مصریہ صفحہ ۵۱، ۵۲) کہ مہدی کا باطن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن ہوگا۔ (یہ حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ کا قول ہے۔) پس اگر ایک غیر نبی کے اس قسم کے اقوال تمہارے نزدیک محل اعتراض نہیں تو ایک نبی کے اقوال پر تمہارا اعتراض مضحکہ خیز ہے۔

۴۔ حضرت اسمٰعیل شہیدؒ صراط مستقیم صفحہ ۱۳، ۱۴ مترجم اردو مطبع احمدی لاہور پر فرماتے ہیں:۔

"چوں امواج جذب و کشش رحمانی نفس کاملہ ایں طالب را در قعر لجّ بحار احدیت فرو میکشد۔ زمزمہ **اَنَا الْحَقُّ وَلَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہِ** ازاں سر برے زند کہ کلام ہدایت التیام **کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ الخ** ...... وزنہار دریں معاملہ تعجب نہ نمائی و بانکار پیش نہ آئی زیرا کہ چوں از نارِ وادئ مقدس نداء **اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ** سر برزد۔ اگر از نفس کاملہ کہ اشرف موجودات است و نمونہ حضرت ذات است۔ آواز انا الحق برآید محل تعجب نیست۔"

۵۔امام مہدی کی علامات میں ہے:۔ یَقُوْلُ یَا مَعْشَرَ الْخَلَائِقِ ...... اَلَا وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَنْظُرَ اِلٰی مُحَمَّدٍ ...... فَھَا اَنَا ذَا مُحَمَّدٌ (بحارالانوار جلد۵۳ باب **ما یکون عند ظھورہ علیہ السلام** ازعلامہ باقرمجلسی) یعنی امام مہدی کہے گا اے لوگو! تم میں سے جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا چاہتا ہے وہ سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں۔ گویا ''منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد'' کہنا مہدویت کی علامت ہے نہ کہ محلِ اعتراض!

(مکمل حوالہ دیکھو پاکٹ بک ہذا صفحہ ۸۰۳)

۶۔حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے:۔

''کسی نے پوچھا عرش کیا ہے؟ فرمایا! ''میں ہوں'' پوچھا کرسی کیا ہے؟ فرمایا ''میں ہوں'' پوچھا لوح کیا ہے؟ فرمایا ''میں'' کہا خدائے عزوجل کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ابراہیمؑ، موسٰیؑ، عیسٰیؑ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ''سب میں ہوں۔''

(ظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء چودھواں باب صفحہ ۱۵۴، ۱۵۵ و تذکرۃ الاولیاء اردو شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز بار سوم صفحہ ۱۲۸۔ مزید تفصیل ملاحظہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دعویٰ فضیلت کے الزام کے جواب میں صفحہ ۷۹۱)

۶۲۔حضرت فاطمہؓ کی ران پر سر رکھنا

مرزا صاحب نے یہ لکھ کر کہ میں نے خواب میں حضرت فاطمہؓ کی ران پر سر رکھا۔ حضرت فاطمہؓ کی توہین کی ہے۔

جواب نمبر۱۔ (ا) تمہاری دھوکہ دہی اور تحریف کو طشت از بام کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود کی اصل عبارت نقل کی جاتی ہے:۔ ''کشف ...... دیکھا تھا کہ حضرات پنج تن سید الکونین حسنین فاطمۃ الزہراء اور علی رضی اللہ عنہ عین بیداری میں آئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کمال محبت اور مادرانہ عطوفت کے رنگ میں اس خاکسار کا سر اپنی ران پر رکھ لیا ......غرض میرے وجود میں ایک حصہ اسرائیلی ہے اور ایک حصہ فاطمی۔ (تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۱۸)

گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ حضورؑ حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہیں اور عبارت میں ''مادرانہ عطوفت'' کا لفظ بھی موجود ہے۔

ب۔ دوسری جگہ پر تحریر فرماتے ہیں:۔ ''پھر ایک کشف میں ...... میرا سر بیٹوں کی طرح

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ران پر ہے۔'' (نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۲۶ حاشیہ در حاشیہ)

ج۔ ''مادر مہربان کی طرح۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۰۳ حاشیہ در حاشیہ)

اب دیکھو ان عبارتوں میں کس قدر صراحت کے ساتھ اپنے آپ کو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا بیٹا قرار دیا گیا ہے۔

جواب ۲۔ لیکن ذرا حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کشف کی تعبیر کر دینا:۔

قَالَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ رَأَیْتُ فِی الْمَنَامِ کَاَنِّیْ فِی حِجْرِ عَائِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا وَ اَنَا اَرْضِعُ ثَدْیَھَا الْاَیْمَنَ ثُمَّ اَخْرَجْتُ ثَدْیَھَا الْاَیْسَرَ فَرَضَعْتُہٗ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. (قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مصر صفحہ ۵۷ سطر ۸)

فرمایا حضرت سید عبدالقادر جیلانی نے خواب میں دیکھا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں ہوں اور ان کے دائیں پستان کو چوس رہا ہوں۔ پھر میں نے بایاں پستان باہر نکالا اور اس کو چوسا۔ پس اس وقت آنحضرت صلعم اندر تشریف لے آئے۔''

بتائیے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی توہین تو نہیں ہوئی۔ یاد رہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی جسمانی رشتہ، (مثلاً نسل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہونا وغیرہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہ تھا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہونے کے باعث ان کے فرزند تھے۔ خادم۔

جواب نمبر ۳۔ دیوبندیوں کے معلم ولی اللہ مولوی حسین علی دیوبندی آف واں بھچراں ضلع میانوالی اپنی کتاب **بُلْغَۃُ الْحَیْرَان** صفحہ ۸ تتمہ پر لکھتے ہیں:۔ '' **رَأَیْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَاتَفَنِیْ وَذَھَبَ بِیْ فِیْ مُعَانَقَتِہٖ عَلَی الصِّرَاطِ اَیْ** (پل صراط)...... **وَ رَأَیْتُ اَنَّہٗ یَسْقُطُ فَاَمْسَکْتُہٗ وَاَعْصَمْتُہٗ عَنِ السُّقُوْطِ**'' (بلغۃ الحیران مطبوعہ حمایت اسلام پریس لاہور بار اوّل آخری حصہ کتاب کا صفحہ ۸) یعنی میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلعم نے میرے ساتھ معانقہ فرمایا اور معانقہ ہی کی حالت میں پل صراط کی طرف چل پڑے۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گرنے لگے ہیں۔ پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا اور گرنے سے بچا لیا۔''

لیکن یہ پڑھ کر بھی احراری حضرات جوش میں نہیں آتے۔

جواب نمبر ۴۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رؤیا درج ذیل ہے:۔

''ایک رات میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استخوان مبارک (ہڈیاں۔ خادم) لحد میں جمع کر رہے ہیں۔ ان میں سے بعض کو پسند کرتے ہیں اور بعض کو ناپسند چنانچہ خواب کی ہیبت سے بیدار ہوئے'' (تذکرۃ الاولیاء اردو باب اٹھارہواں صفحہ ۴۶ نیز کشف المحجوب مصنفہ حضرت داتا گنج بخشؒ مترجم اردو صفحہ ۱۰۶ اسطر نمبر ۲) حوالجات نمبر ۳،۴ کے پیش نظر سید عطاء اللہ بخاری امیر شریعت احرار کا یہ قول بھی ملاحظہ فرماویں:۔

''خدا کو جو جی میں آئے کہو مگر محمدؐ کے متعلق سوچ لینا یہ معاملہ عقل وخرد کا نہیں بلکہ عشق کا ہے پھر یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ قانون کیا کہتا ہے پھر جو ہونا ہوگا وہ ہو جائیگا اور جو ہوگا وہ دیکھا جائے گا''

(تقریر سید عطاء اللہ بخاری بر موقعہ احرار کانفرنس لاہور مطبوعہ آزاد ۱۴؍نومبر ۱۹۴۹ء صفحہ ۲)

لیکن تعجب ہے کہ احمدیوں کے خلاف تو بنی فاطمہ میں سے آنے والے مہدی کے اس رؤیا پر کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے اس کو فی الواقع اپنا بیٹا خیال فرمایا۔ اشتعال انگیزی کو انتہا تک پہنچا رہے ہیں لیکن مولوی حسین علی کے پل صراط والے رؤیا کو پڑھنے سننے پر بھی ان کی جھوٹی غیرت جوش میں نہیں آتی بلکہ ان کو رحمۃ اللہ علیہ سے ملقب کہہ کر پکارتے ہیں۔ یاد رہے کہ مولوی حسین علی مذکور کو دیوبندی علماء اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں اسی طرح حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے رؤیا کی تاویل کرتے ہیں اور اس کو ظاہر پر محمول کر کے اشتعال انگیزی نہیں ہوتی۔ حالانکہ ان کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر اب تک بجنسہٖ محفوظ ہے۔ استخوان مبارک کے انتخاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ سچ ہے ؎

گرچہ جرم عشق غیروں پر بھی ثابت تھا وے   قتل کرنا تھا ہمیں ہم ہی گنہگاروں میں تھے

(میر تقی میر)

۶۳۔ میں کبھی آدم کبھی موسیٰؑ کبھی یعقوبؑ ہوں

حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

میں کبھی آدم، کبھی موسیٰ، کبھی یعقوب ہوں   نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

الجواب:۔ اس شعر سے مراد یہ ہے کہ ان انبیاءؑ کی کوئی نہ کوئی صفت حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں بھی پائی جاتی ہے۔ یہ نہیں کہ آپ جامع جمیع صفات انبیاء ہیں چنانچہ خود حضرتؑ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''میں آدمؑ ہوں۔ میں نوحؑ ہوں۔ میں ابراہیمؑ ہوں۔ میں اسحاقؑ ہوں......سوضرور ہے کہ ہرایک نبی کی شان مجھ میں پائی جاوے اور ہرایک نبی کی ایک صفت کا میرے ذریعہ سے ظہور ہو۔''

(تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۵۲۱)

۲۔ بحارالانوار میں امام باقرؒ فرماتے ہیں:۔

''یَقُوْلُ (الْمَهْدِیُّ) یَا مَعْشَرَ الْخَلَائِقِ ...... اَلَا وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ فَهَا اَنَا ذَا اِبْرَاهِیْمُ وَاِسْمٰعِیْلُ اَلَا وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مُوْسٰی وَیُوْشَعَ فَهَا اَنَا ذَا مُوْسٰی وَ یُوْشَعُ اَلَا مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی عِیْسٰی وَشَمْعُوْنَ فَهَا اَنَا ذَا عِیْسٰی وَشَمْعُوْنَ اَلَا وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مُحَمَّدٍ وَاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ فَهَا اَنَا ذَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ''(بحارالانوار جلد ۵۳ **باب ما یکون عند ظهوره علیه السلام**)

''یعنی امام مہدی کہے گا کہ اے لوگو! اگر تم میں سے کوئی ابراہیمؑ۔ اسمٰعیلؑ کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ میں ہی ابراہیم واسمٰعیل ہوں اور اگر تم میں سے موسیٰؑ ویوشعؑ کو دیکھنا چاہے تو سن لے کہ میں ہی موسیٰ اور یوشع ہوں اور اگر تم میں سے کوئی عیسیٰ وشمعون کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ عیسیٰ اور شمعون میں ہوں اور اگر کوئی تم میں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المؤمنین علیؓ کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المؤمنین میں ہوں۔''

۳۔ پھر فرماتے ہیں:۔

''قَوْلُهٗ فَهَا اَنَا ذَا اٰدَمُ یَعْنِیْ فِیْ عِلْمِهٖ وَفَضْلِهٖ وَاَخْلَاقِهٖ. (بحارالانوار جلد۱۳ صفحہ ۳۰۹)

امام مہدی کا یہ فرمانا کہ میں آدم ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ آدم کے تمام فضل اور اخلاق مجھ میں پائے جاتے ہیں غرضیکہ

میں کبھی آدمؑ کبھی موسیٰؑ کبھی یعقوبؑ ہوں نیز ابراہیمؑ ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

کہنا امام مہدی کی علامت ہے اور حضرت اقدسؑ میں اس علامت کا پایا جانا آپؑ کی صداقت کی دلیل ہے۔ نہ کہ جائے اعتراض۔

۴۔ امام مہدی کی تو خیر یہ علامت تھی لیکن ابو یزید بسطامیؒ کی تو یہ علامت نہ تھی مگر فرماتے ہیں:۔

''پوچھا کہتے ہیں ابراہیم۔ موسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ فرمایا ''میں ہوں'' جو شخص حق تعالیٰ میں محو ہو جاتا ہے وہ حق بن جاتا ہے اور جو کچھ ہے حق ہے ایسی صورت میں وہ

سب کچھ ہوتو کوئی تعجب کا مقام نہیں۔''

(تذکرۃ الاولیاء مصنفہ حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ چودھواں باب صفحہ ۱۲۸)

۶۴۔غارِثور کی خستہ حالت

حضرت مرزا صاحب نے یہ لکھا کہ غارِثور جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ لی تھی نہایت خستہ حالت میں تھی اس میں جانوروں کا میلا پڑا ہوا تھا آنحضرتؐ کی توہین کی ہے؟

جواب:(ا) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہرگز توہین نہیں کی بلکہ یہ فرمایا ہے کہ ہمارے لئے غیرت کا مقام ہے کہ ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو یہ مانیں کہ حضورؐ کو جب دشمنوں نے مارنا چاہا تو خدا تعالیٰ نے آپؐ کو مکہ سے رات کی تاریکی میں ہجرت کا حکم دیا اور پھر ایک نہایت گندے غار میں آپؐ کو پناہ دی مگر جب مسیح کے دشمنوں نے ان کو مارنا چاہا تو خدا ان کو آسمان پر اٹھا کر لے گیا۔

(ب) غارِثور کی خستہ حالت کے متعلق حضرت اقدسؑ نے جو کچھ لکھا وہ درست ہے ملاحظہ ہو:۔

''صدیق رضی اللہ عنہ چوں دید کہ پائے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجروح گشت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را برگردن نیشاند......وگفت یارسول اللہ! اینجا توقف کن تا اوّل من دریں غار درآیم کہ شب است تاریک وغار خالی از حشرات نمے باشد تا از اشکِ دیدہ منزلت را آب زنم و بجاروب مژہ مسکنت را بردیم پس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایں گفت و درغار آمد غارے دید بسا خراب شدہ و مدتے کسے آنجا نہ رسیدہ واز عہد بعید روئے ہیچ نزیلے نہ دیدہ و برمثالِ سجلات زلات عصاۃ سیاہ و تاریک گشتہ و مانند بیت الاحزان محزومان بے سامان گشتہ و درغایتِ ضیق و ناہمواری چوں اکباد عشاق...... پر از حیات وعقارب پس ابوبکر رضی اللہ عنہ جامہ در برداشت پارہ پارہ کردہ و بدست مبارک خود دراں تاریکی یک یک سوراخ را تفحص کردہ بہ پارۂ آں جا محکم میکرد۔......پس ابوبکر برآں طریقہ تمام سوراخہا مسدود ساخت۔مگر یک سوراخ کہ جامہ اوبداں وفا نہ کرد و پاشنہ پائے خود را بآنجا فشرد۔ وآنچہ در خدمتگاری دست میداد پیش مے برد۔ بعدازاں آنحضرت رسالت را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استدعا نمود......آقاؐ درغار درآمد۔''

(مدارج النبوۃ جلد ۲ رکن نمبر۴ باب اوّل فصل اوّل دربیان مقدمات ہجرت آنحضرت صلعم صفحہ ۶،۷)

پھر لکھتے ہیں:۔

''پائیہائے مبارک آں سرورؐ مجروح شد۔ ابو بکر صدیق او را بر دوشِ خود داشت و بہ درِ غار رسانید ونخست خود در غار درآمد تا آفتے ومکروہے بآنحضرت نرسد و ہوام درآں غار مسکن داشتند پس باندروں رفت و بہ نشست او احتیاط کرد وحجرہ تاریک بود۔ ہر سوراخی کہ یافت وصلہ از جامہ خود کہ بروقیمتی بود پارہ می ساخت وسوراخ بآں مضبوط مے کرد درآمد یک سوراخ ماند کہ جامہ بآں وفا نہ کرد۔ پاشنۂ پائے خود بآں محکم گردانید۔ پس گفت یارسول اللہ! درآی۔ حضرت درآمد''

(مدارج النبوۃ جلد نمبر ۲ صفحہ ۸۲ مصنفہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۱۲ پر غارِ ثور کی جس خستہ وخراب حالت کا نقشہ کھینچا ہے وہ بالکل درست ہے باقی تمہارا یہ کہہ کر دھوکہ دینا کہ صفحہ ۱۱۳ تحفہ گولڑویہ میں حضرتؑ نے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبرہ کا ذکر فرمایا ہے۔ انتہائی شرارت ہے کیونکہ حضورؐ کا روضہ حجرہ عائشہؓ میں تھا یعنی وہ مکان تھا جس میں حضورؐ اپنی زندگی میں خود رہتے تھے۔ کیا وہ غیر آباد تھا؟

۶۵۔ حضرت مریمؑ کی توہین کا الزام

مرزا صاحب نے چشمہ مسیحی کے صفحہ نمبر ۲۵ تا ۲۸ طبع اوّل پر حضرت مریم پر نعوذ باللہ تہمت لگائی۔

جواب: یہ جھوٹ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مریم پر زنا کا الزام لگایا ہے اور یہ بھی جھوٹ ہے کہ حضرتؑ نے اپنی طرف سے ان کے یوسف نجار کے ساتھ نکاح پر کوئی اعتراض کیا ہے۔ یہ اعتراض کہ حضرت مریمؑ نے باوجود ہیکل کی خدمت کا عہد کرنے کے حمل کے سات مہینے بعد یوسف کے ساتھ نکاح کیوں کر لیا۔ یہ حضرت مسیح موعود کا اعتراض نہیں بلکہ انجیل کی تعلیم کی رو سے یہودیوں کا اعتراض ہے جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے عیسائیوں کے بالمقابل درج کیا ہے۔

''یہ لوگ (عیسائی۔ خادم) اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتے اور نہیں دیکھتے کہ انجیل کس قدر اعتراضات کا نشانہ ہے۔ دیکھو یہ کس قدر اعتراض ہے کہ مریم کو ہیکل کی نذر کر دیا گیا تھا تا وہ ہمیشہ بیت المقدس کی خادمہ ہو۔'' (چشمہ مسیحی روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۵۵)

گویا یہ اعتراض انجیل پر وارد ہوتا ہے مگر قرآنی تعلیم پر یہ اعتراض نہیں پڑتا کیونکہ اس اعتراض کو نقل کر کے حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے ساتھ ہی فرما دیا ہے۔ ''ہم قرآن شریف کی تعلیم کے

رُو سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ حمل محض خدا کی قدرت سے تھا۔‘‘ (چشمہ مسیحی روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ ۳۵۶)

باقی رہا حضرت مریم کا خدا تعالیٰ کی قدرت مجردہ سے حاملہ ہو جانے کے بعد یوسف سے نکاح کر لینا۔ یہ کوئی ناجائز فعل نہیں ہے اور اس کے لئے تاریخی طور پر ثبوت موجود ہے۔ چنانچہ تاریخ کی مشہور و معروف کتاب الکامل ابن اثیر میں لکھا ہے:۔

’’قَدْ ذَکَرْنَا حَالَ مَرْیَمَ فِیْ خِدْمَةِ الْکَنِیْسَةِ وَکَانَتْ هِیَ وَابْنُ عَمِّهَا یُوْسُفُ بْنُ یَعْقُوْبَ بْنَ مَاثَانِ النَّجَّارُ یُلِیَانِ لِخِدْمَةِ الْکَنِیْسَةِ وَکَانَ یُوْسُفُ حَکِیْمًا نَجَّارًا یَعْمَلُ بِیَدِهٖ وَیَتَصَدَّقُ بِذٰلِکَ وَقَالَتِ النَّصَارٰی اِنَّ مَرْیَمَ کَانَ قَدْ تَزَوَّجَهَا یُوْسُفُ ابْنُ عَمِّهَا اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ یُقَرِّبْهَا اِلَّا بَعْدَ رَفْعِ الْمَسِیْحِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَکَانَتْ مَرْیَمُ اِذَا نَفِدَ مَآءُ هَا وَمَآءُ یُوْسُفَ بْنِ عَمِّهَا اَخَذَ کُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا قُلَّتَهٗ وَانْطَلَقَ اِلَی الْمَغَارَةِ الَّتِیْ فِیْهَا الْمَآءُ یَسْتَعْذِبَانِ مِنْهُ ثُمَّ یَرْجِعَانِ اِلَی الْکَنِیْسَةِ فَلَمَّا کَانَ الْیَوْمُ الَّذِیْ لَقِیَهَا فِیْهِ الْجِبْرَائِیْلُ نَفِدَ مَآءُ هَا فَقَالَتْ لِیُوْسُفَ لِیَذْهَبَ مَعَهَا اِلَی الْمَآءِ فَقَالَ عِنْدِیْ مِنَ الْمَآءِ مَا یَکْفِیْنِیْ اِلٰی غَدٍ فَاَخَذَتْ قُلَّتَهَا وَانْطَلَقَتْ وَحْدَهَا حَتّٰی دَخَلَتِ الْمَغَارَةَ فَوَجَدَتْ جِبْرَائِیْلَ.

(تاریخ کامل ابن اثیر ذکر ولادة المسیح علیه السلام)

ترجمہ: حضرت مریمؑ کے کلیسا کی خدمت کا حال ہم نے اوپر ذکر کر دیا ہے۔ مریم اور اس کے چچا کا بیٹا یوسف بن یعقوب بن ماثان نجار۔ دونوں کلیسا کی خدمت پر مقرر تھے اور یوسف حکیم اور ترکھان تھا جو اپنے ہاتھوں سے کام کر کے صدقہ دیا کرتا تھا اور عیسائی کہتے ہیں کہ مریم سے اس کے چچا کے بیٹے یوسف نے نکاح کر لیا ہوا تھا۔ لیکن حضرت عیسیٰؑ کے رفع کے بعد تک وہ حضرت مریمؑ کے نزدیک نہیں گیا تھا۔ واللہ اعلم! اور مریمؑ اور یوسف کے مشکیزے کا پانی جب ختم ہو جاتا تو وہ دونوں اپنا اپنا برتن لیتے اور اس غار میں جاتے جہاں پانی تھا۔ اور وہاں سے پانی لے کر واپس گرجا میں آ جاتے تھے، لیکن جس دن حضرت جبرائیلؑ حضرت مریمؑ سے ملے اس دن حضرت مریمؑ کا پانی ختم ہو گیا تھا اور انہوں نے یوسف سے کہا کہ وہ ان کے ساتھ پانی لینے چلے مگر اس نے جواب دیا میرے پاس ہنوز پانی ہے جو کل تک کفایت کرے گا۔ پس مریمؑ نے اپنا برتن لیا اور اکیلی چل پڑی۔ یہاں تک کہ غار میں داخل ہوئی اور وہاں پر انہوں نے جبرائیل کو دیکھا۔‘‘

حضرت کی ذات پر اعتراضات

ا۔ابن مریمؑ کیسے ہوئے

اعتراض:۔ مرزا صاحب ''ابن مریم'' کس طرح ہو گئے آپ کی والدہ کا نام تو چراغ بی بی تھا۔

جواب:۔(ا) **اِطْلَاقُ اِسْمِ الشَّیْءِ عَلٰی مَایُشَابِهُهٗ فِیْ اَکْثَرِ خَوَاصِهٖ جَائِزٌ حَسَنٌ.**
(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۸۹) کہ ایک چیز کا نام دوسری چیز کو (جو اکثر خواص میں اس سے ملتی ہو) دینا جائز ہے۔

(۲) اسم عَلَم بھی بطور مجاز دوسرے کے لئے بولا جاتا ہے۔ چنانچہ بلاغت کی کتاب تلخیص المفتاح صفحہ ۵۹، ۶۰ میں لکھا ہے ''**وَلَا تَکُوْنُ عَلَمًا......اِلَّا اِذَا تُضَمَّنَ نُوْعٌ وَّصَفِیَّةٌ کَحَاتَمٍ.**''
کہ عَلَم استعارہ استعمال نہیں ہوتا ہاں جب کوئی صفت پائی جائے تب اسم علم بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ جیسے حاتم ہے۔(تلخیص المفتاح از محمد عبدالرحمٰن قزوینی صفحہ ۵۹، ۶۰ مطبع مجتبائی دہلی)

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''**مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ فِیْ زُهْدِهٖ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی اَبِی الدَّرْدَاءِ**'' (منصب امامت صفحہ ۵۳ مصنفہ سید اسمٰعیل شہیدؒ)
کہ تم میں سے جو شخص عیسیٰ بن مریم کو زہد کی حالت میں دیکھنا چاہے وہ حضرت ابودرداء کو دیکھے۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو ''یوسف والیاں'' قرار دیا ہے چنانچہ بخاری شریف میں ہے **اِنَّ کُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ.**

(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اھل العلم و الفضلاء احق بالامامۃ)

اس کا ترجمہ تجرید بخاری مترجم اردو سے نقل کیا جاتا ہے۔''چنانچہ حفصہؓ نے عرض کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ٹھہرو بیشک یقیناً تم لوگ یوسف کی ہم نشین عورتیں ہو۔''

(تجرید جلد ا صفحہ ۹۷)

نوٹ۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ''**صَوَاحِبُ**'' جمع ہے ''**صَاحِبَةٌ**'' کی جس کے معنی ہیں ''بیوی'' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ''اَنّٰی یَکُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَکُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ '' (الانعام:۱۰۲) کہ خدا کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اس کی بیوی کوئی نہیں ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج مطہرات کو **صَوَاحِبُ یُوْسُفَ** قرار دینے کے کیا معنی ہوئے۔

(۵) حضرت خواجہ میر درد دہلوی فرماتے ہیں:۔

اللہ! اللہ! بہر انسان بقدرتِ کاملہ حق تعالیٰ عیسیٰؑ وقتِ خویش است و ہر دم اورا برائے خود معاملہ نفس عیسوی درپیش است۔ (رسالہ درد مطبع شاہجہانی بھوپال صفحہ ۲۱)

(۶) شیخ معین الدین اجمیریؒ فرماتے ہیں ؎

دمبدم روح القدس اندر معینے میدمد   من نمے گوئیم مگر من عیسیٰؑ ثانی شدم

(دیوان خواجہ معین الدین چشتیؒ صفحہ ۱۶ بحوالہ عسل مصفّٰی جلد ۱ صفحہ ۶۲۳)

(۷) ابن مریم ہونے کے متعلق تفصیلی بحث الہامات پر اعتراضات کے جواب زیر عنوان ''ابن مریم بننے کی حقیقت'' پاکٹ بک ہذا صفحہ ۵۰۴ پر ملاحظہ ہو۔

کسر صلیب

مسیح موعودؑ نے تو آ کر کسر صلیب کرنی تھی؟

جواب۔(الف) علامہ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح بخاری نے لکھا ہے۔ **''فُتِحَ لِیْ هُنَا مَعْنٰی مِنَ الْفَیْضِ الْاِلٰهِیّ وَهُوَ اَنَّ الْمُرَادَ مِنْ کَسْرِ الصَّلِیْبِ اِظْهَارُ کَذِبِ النَّصَارٰی''** (عینی شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۵۸۴ مصری) کہ مجھ کو اس مقام پر فیضِ الٰہی سے الہاماً یہ بتایا گیا ہے کہ کسر صلیب سے مراد عیسائیت کو جھوٹا ثابت کرنا ہے۔

(ب) حضرت حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:۔

''اَیْ یُبْطِلُ دِیْنَ النَّصْرَانِیَّةِ'' (فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۶ صفحہ ۳۵)

یعنی کسر صلیب کا مطلب دین عیسائیت کا ابطال ہے۔

(ج) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کسر صلیب کے یہی معنی کئے ہیں لکھتے ہیں:۔ **'' اَیْ فَیُبْطِلُ النَّصْرَانِیَّةَ ''** (مرقاۃ المفاتیح کتاب الفتن باب نزول عیسیٰؑ) یعنی مسیح موعود نصرانیت کو جھوٹا ثابت کرے گا۔

(د) علامہ نووی نے بھی یہی معنی کئے ہیں۔

(دیکھو نووی شرح مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ بن مریم)

(ھ) **'' یُرِیْدُ اَبْطَالًا لِشَرِیْعَةِ النَّصَارٰی.''** (مجمع بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۲۵۷ از شیخ محمد طاہر مطبع نول کشور) کہ کسر صلیب کا مطلب عیسائیت کا ابطال ہے۔

(و) باقی رہا یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے زمانہ ہی میں عیسائیت کو نیست و نابود کیوں نہیں کر دیا؟ تو سنو!

جواب:۔ (۱) قرآن مجید میں ہے ''جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا'' (بنی اسرائیل : ۸۲) کہ حق (قرآن) آیا اور باطل (کفر) بھاگ گیا اور باطل بھاگنے ہی والا ہے۔ اب قرآن مجید کے آنے سے جس طرح دنیا سے باطل بھاگ گیا ہوا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے آنے سے عیسائیت بھی تباہ ہو چکی ہے۔

(۲) اصل بات وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ (الانفال : ۴۳) کہ ہلاک وہ ہوا جو دلائل سے مغلوب ہوا۔

(۳) حدیث میں بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' اَنَا الْمَاحِي الَّذِيْ يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ.'' (بخاری کتاب المناقب باب ما جاء فی اسماء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الرؤیا باب أسماء النبیؐ اصح المطابع) کہ میں ماحی ہوں یعنی اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ کفر کو دنیا سے مٹا دے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث ہوئے ۱۳۷۲ برس گزر گئے کیا ظاہری طور پر کفر دنیا سے مٹ گیا؟ پھر اس جگہ اتنے بیتاب ہونے کا کیا باعث ہے۔

۴۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غلبۂ اسلام کا ہونا اپنے زمانہ میں قرار دیا ہے اور ''زمانہ'' کے متعلق حضرت فرماتے ہیں:۔

(۱)۔ ''مسیح موعود کا زمانہ اس حد تک ہے جس حد تک اس کے دیکھنے والے یا دیکھنے والوں کے دیکھنے والے اور یا پھر دیکھنے والوں کے دیکھنے والے دنیا میں پائے جائیں گے اور اس کی تعلیم پر قائم ہوں گے۔ غرض قرون ثلاثہ کا ہونا برعایت منہاج نبوت ضروری ہے۔''

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۷۸ حاشیہ)

ب۔ ''یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور اُن میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ

میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰؑ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اُس کو روک سکے۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ ۶۷)

ج۔’’خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ اُن کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اُس کی تخم ریزی اُنہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اُس کی پوری تکمیل اُن کے ہاتھ سے نہیں کرتا۔‘‘ (رسالہ الوصیت۔روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ ۳۰۴)

د۔’’پوری ترقی دین کی کسی نبی کی حین حیات میں نہیں ہوئی بلکہ انبیاء کا یہ کام تھا کہ انہوں نے ترقی کا کسی قدر نمونہ دکھلا دیا اور پھر بعد اُن کے ترقیاں ظہور میں آئیں......سو مَیں خیال کرتا ہوں کہ میری نسبت بھی ایسا ہی ہوگا۔‘‘ (براہین احمدیہ حصہ پنجم۔روحانی خزائن جلد۲۱ صفحہ ۳۶۵)

ھ۔’’مسیح موعود صرف اس جنگ روحانی کی تحریک کے لئے آیا۔ضرور نہیں کہ اُس کے روبرو ہی اس کی تکمیل بھی ہو بلکہ یہ تخم جو زمین میں بویا گیا آہستہ آہستہ نشو ونما پائے گا یہاں تک کہ خدا کے پاک وعدوں کے موافق ایک دن یہ ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔اور تمام سچائی کے بھوکے اور پیاسے اس کے سایہ کے نیچے آرام کریں گے۔دلوں سے باطل کی محبت اُٹھ جائے گی گویا باطل مر جائے گا اور ہر ایک سینہ میں سچائی کی روح پیدا ہوگی اس روز وہ سب نوشتے پورے ہو جائیں گے جن میں لکھا ہے کہ زمین سمندر کی طرح سچائی سے بھر جائے گی۔مگر یہ سب کچھ جیسا کہ سنّت اللہ ہے تدریجاً ہوگا۔اس تدریجی ترقی کے لئے مسیح موعود کا زندہ ہونا ضروری نہیں بلکہ خدا کا زندہ ہونا کافی ہوگا۔یہی خدا تعالیٰ کی قدیم سنّت ہے اور الٰہی سنتوں میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔پس ایسا آدمی سخت جاہل ہوگا کہ جو مسیح موعود کی وفات کے وقت اعتراض کرے کہ وہ کیا کر گیا۔کیونکہ اگرچہ یکدفعہ نہیں مگر انجام کار وہ تمام بیج جو مسیح موعود نے بویا تدریجی طور پر بڑھنا شروع کرے گا اور دلوں کو اپنی طرف کھینچے گا یہاں تک کہ ایک دائرہ کی طرح دنیا میں پھیل جائے گا۔‘‘ (ایام الصلح۔روحانی خزائن جلد۱۴ صفحہ ۲۹۵)

جماعت احمدیہ کی خدمات کا اقرار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو عظیم الشان خدمتِ اسلام کرنے والی جماعت اپنے پیچھے چھوڑی۔ یہی ''کسر صلیب'' کا مفہوم ہے۔ جماعت احمدیہ کو ایسے صحیح عقائد دیئے، خصوصاً مسئلہ وفاتِ مسیح۔ اور پھر دلائل کا وہ بے بہا خزانہ دیا کہ عیسائی مناظرین کی جرأت نہیں کہ احمدی مناظرین کے بالمقابل میدان میں کھڑے ہوسکیں۔ پھر لنڈن میں مسجد بنانا اوراس کے مینار سے مرکز کفر و شرک میں لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا نعرہ بلند کرنا یہ بھی جماعت احمدیہ ہی کے حصہ میں آیا۔ **ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ**.

ذیل میں چند اقتباسات مخالفین سلسلہ کی تحریرات سے درج کئے جاتے ہیں جن میں انہوں نے جماعت احمدیہ کی خدمات اسلامی کا خصوصاً معرکہ شدھی کے متعلق خدمات کا اقرار کیا ہے۔

۱۔ مولوی ظفر علی آف زمیندار لکھتے ہیں:۔

''مسلمانانِ جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں جو ایثار۔ کمر بستگی۔ نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے۔ وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں بے مثال نہیں تو بے انداز عزت اور قدر دانی کے قابل ضرور ہے۔ جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت اسلام کر کے دکھا دی۔''

(زمیندار ۲۴ جون ۱۹۲۳ء)

۲۔ مولانا محمد علی صاحب جوہر برادر مولانا شوکت علی صاحب مرحوم لکھتے ہیں:۔

''ناشکر گزاری ہوگی اگر جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظّم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاسیات میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف تبلیغ اور مسلمانوں کی تنظیم اور تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں۔ اور وہ وقت دور نہیں جبکہ اسلام کے اس منظّم فرقہ کا طرز عمل سوادِ اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمت اسلام کے بلند بانگ و در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوگا۔'' (اخبار ہمدرد دہلی ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء)

۳۔ ’’احمدی بھائیوں نے جس خلوص۔ جس ایثار۔ جس خوشی اور جس ہمدردی سے اس کام میں حصہ لیا ہے وہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس پر فخر کرے۔‘‘ (زمیندار ۱۸ اپریل ۱۹۲۳ء)

۴۔ جماعت احمدیہ نے خصوصیت کے ساتھ آریہ خیالات پر بہت بڑی ضرب لگائی ہے اور جماعت احمدیہ جس ایثار اور درد سے تبلیغ اور اشاعت اسلام کی کوشش کرتی ہے وہ اس زمانہ میں دوسری جماعتوں میں نظر نہیں آتی۔‘‘ (اخبار مشرق ۲۵ مارچ ۱۹۲۳ء)

۵۔ ’’اس وقت ہندوستان میں جتنے فرقے مسلمانوں میں ہیں سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا ہندوؤں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہو رہے ہیں صرف ایک احمدی جماعت ہے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کسی فرد یا جماعت سے مرعوب نہیں ہے اور خالص اسلامی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔‘‘ (اخبار مشرق گورکھ پور ۱۲ ستمبر ۱۹۲۷ء)

۶۔ ’’گھر بیٹھ کر احمدیوں کو برا بھلا کہہ لینا نہایت آسان ہے، لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے مبلغین انگلستان اور امریکہ یورپین ممالک میں بھیج رکھے ہیں۔ کیا ندوۃ العلماء و دیوبند فرنگی محل اور دوسرے علمی اور دینی مرکزوں سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ بھی تبلیغ و اشاعت حق کی سعادت میں حصہ لیں۔ کیا ہندوستان میں ایسے متمول مسلمان نہیں ہیں جو چاہیں تو بلا دقت ایک ایک مشن کا خرچ اس طرح سے دے سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہے، لیکن افسوس کہ عزیمت کا فقدان ہے۔ فضول جھگڑوں میں وقت ضائع کرنا اور ایک دوسرے کی پگڑی اچھالنا آج کے مسلمانوں کا شعار ہو چکا ہے۔‘‘ (زمیندار ۷ دسمبر ۱۹۲۷ء)

۷۔ جناب مولانا عبدالحلیم صاحب شؔرر فرماتے ہیں:۔

’’احمدی مسلک شریعت محمدیہ کو اسی قوت اور شان سے قائم رکھ کر اس کی مزید تبلیغ و اشاعت کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ بابیت اسلام کے مٹانے کو آئی ہے اور احمدیت اسلام کو قوت دینے کے لئے۔ اور اسی کی برکت ہے کہ باوجود چند اختلافات کے احمدی فرقہ اسلام کی سچی اور پرجوش خدمت ادا کرتے ہیں جو دوسرے مسلمان نہیں کرتے۔‘‘ (رسالہ دلگداز بابت ماہ جون ۱۹۰۶ء)

۳۔ جماعت احمدیہ کے اخلاق پر الزام

بعض لوگ شہادۃ القرآن کے حوالہ سے کہا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کی بہت مذمت کی ہے۔ پس آپ کے آنے کا اثر کیا ہوا؟

جواب۔شہادۃ القرآن حضرت اقدس کے ابتدائے دعویٰ کی تصنیف ہے جب کہ ابھی سلسلۂ بیعت شروع ہوئے دو تین سال کا عرصہ ہوا تھا۔پس ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو غیر احمدیت کی حالت سے نکل کر اس سلسلہ میں داخل ہوئے تھے ان کی وہ پرانی بیماری یک دم تو دور نہ ہو سکتی تھی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تربیت کے عظیم الشان اثر کا اندازہ ابتدائی سالوں میں کرنا نادانی ہے۔لازم ہے کہ حضرت کی وفات کے قریب احمدیوں کی اخلاقی حالت کا مقابلہ ان کی ابتدائے دعویٰ مسیح موعود کی اخلاقی حالت کے ساتھ کیا جائے تو اس میں زمین آسمان کا فرق نکلے گا۔

بیشک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابتدائے دعویٰ میں بعض مریدین کی بداخلاقی کا ذکر فرما کر ان کو اصلاح کی طرف توجہ دلائی جس طرح ایک شفیق اور محسن باپ اپنے بیٹوں کی خطا کاریوں پر ان کو سرزنش بھی کرتا ہے لیکن کیا اس کے بعد ان لوگوں نے اپنی اصلاح نہیں کر لی تھی؟ اور کیا حضرت نے بعد میں اپنی جماعت کی حیرت انگیز اخلاقی و روحانی ترقی کا ذکر نہیں فرمایا؟'' اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ '' (البقرۃ:۸۶) لو سنو!

۱۔'' افسوس کہ ہماری جماعت کی ایمانداری اور اخلاص پر اعتراض کرنے والے دیانت اور راستبازی سے کام نہیں لیتے۔'' (حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۷۲)

۲۔پھر اپنی جماعت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

'' اکثر ان میں صالح اور نیک بخت ہیں۔'' (حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۷۲)

۳۔''میرے لئے یہ عمل کافی ہے کہ ہزارہا آدمیوں نے میرے ہاتھ پر اپنے طرح طرح کے گناہوں سے توبہ کی ہے اور ہزارہا لوگوں میں بعد بیعت میں نے ایسی تبدیلی پائی ہے کہ جب تک خدا کا ہاتھ کسی کو صاف نہ کرے ہرگز ایسا صاف نہیں ہوسکتا اور میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرے ہزارہا صادق اور وفادار مرید بیعت کے بعد ایسی پاک تبدیلی حاصل کر چکے ہیں کہ ایک ایک فرد اُن میں بجائے ایک ایک نشان کے ہے۔'' (حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۴۹)

۴۔''ہزارہا انسان خدا نے ایسے پیدا کئے کہ جن کے دلوں میں اُس نے میری محبت بھر دی بعض نے میرے لئے جان دے دی اور بعض نے اپنی مالی تباہی میرے لئے منظور کی اور بعض میرے لئے اپنے وطنوں سے نکالے گئے اور دُکھ دیئے گئے اور ستائے گئے اور ہزارہا ایسے ہیں کہ وہ اپنے نفس کی حاجات پر مجھے مقدم رکھ کر اپنے عزیز مال میرے آگے رکھتے ہیں۔اور میں دیکھتا ہوں کہ اُن کے دل

محبت سے پُر ہیں اور بہتیرے ایسے ہیں کہ اگر میں کہوں کہ وہ اپنے مالوں سے بکلی دست بردار ہو جائیں یا اپنی جانوں کو میرے لئے فدا کریں تو وہ تیار ہیں۔ جب میں اس درجہ کا صدق اور ارادت اکثر افراد اپنی جماعت میں پاتا ہوں تو بے اختیار مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اے میرے قادر خدا! درحقیقت ذرّہ ذرّہ پر تیرا تصرف ہے تو نے ان دلوں کو ایسے پر آشوب زمانہ میں میری طرف کھینچا اور اُن کو استقامت بخشی یہ تیری قدرت کا نشان عظیم الشان ہے۔'' (حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۳۹، ۲۴۰)

۵۔ ''میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں۔ اور باتیں سننے کے وقت ایسے روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ہزار ہا بیعت کنندگان میں اسقدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسیٰ نبی کے پیروان سے جوان کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے، ہزار ہا درجہ ان کو بہتر خیال کرتا ہوں۔ اور ان کے چہروں پر صحابہ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں۔ شاذ و نادر کے طور پر اگر کوئی اپنے فطرتی نقص کی وجہ سے صلاحیت میں کم رہا ہو تو وہ شاذ و نادر میں داخل ہے۔ میں دیکھتا ہوں میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے۔ یہ بھی ایک معجزہ ہے...... پھر بھی میں ہمیشہ ان کو اور ترقیات کے لئے ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا، مگر دل میں خوش ہوں۔''

(الذکر الحکیم نمبر ا۔ صفحہ ۱۶، صفحہ ۱۷۔ وسیرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷ مصنفہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے)

۶۔ ''میں دیکھتا ہوں کہ میری بیعت کرنے والوں میں دن بدن صلاحیت اور تقویٰ ترقی پذیر ہے............ میں اکثر کو دیکھتا ہوں کہ سجدہ میں روتے اور تہجد میں تضرع کرتے ہیں۔ ناپاک دل کے لوگ ان کو کافر کہتے ہیں۔ اور وہ اسلام کا جگر اور دل ہیں۔''

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۱۵ بقیہ حاشیہ)

۷۔ ''میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک مخلص اور وفادار جماعت عطا کی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جس کام اور مقصد کے لئے میں ان کو بلاتا ہوں نہایت تیزی اور جوش کے ساتھ ایک دوسرے سے پہلے اپنی ہمت اور توفیق کے موافق آگے بڑھتا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ ان میں ایک صدق اور اخلاص پایا جاتا ہے۔ میری طرف سے کسی امر کا اشارہ ہوتا ہے اور وہ تعمیل کے لئے تیار۔ حقیقت میں کوئی قوم اور جماعت تیار نہیں ہوسکتی جب تک اس میں اپنے امام کی اطاعت اور اتباع کے واسطے اس قسم کا جوش اور اخلاص اور وفا کا مادہ نہ ہو۔''

(الحکم جلد ۸ نمبر ۲۵، ۲۶۔ ۳۱ جولائی و ۱۰ اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۲ کالم نمبر ۴)

۸۔''وَأَشْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى مَا أَعْطَانِيْ جَمَاعَةً أُخْرٰى مِنَ الْأَصْدِقَاءِ الْأَتْقِيَاءِ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالصُّلَحَاءِ الْعُرَفَاءِ، الَّذِيْنَ رُفِعَتِ الْأَسْتَارُ مِنْ عُيُوْنِهِمْ، وَمُلِئَتِ الصِّدْقُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ. يَنْظُرُوْنَ الْحَقَّ وَيَعْرِفُوْنَهُ، وَيَسْعَوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَمْشُوْنَ كَالْعَمِيْنِ. وَقَدْ خُصُّوْا بِإِفَاضَةِ تَهْتَانِ الْحَقِّ وَوَابِلَ الْعِرْفَانِ، وَرَضَعُوْا ثَدْىَ لِبَانِهٖ، وَأُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَجْهَ اللّٰهِ...... وَشَرَحَ اللّٰهُ صُدُوْرَهُمْ وَفَتَحَ أَعْيُنَهُمْ وَآذَانَهُمْ، وَسَقَاهُمْ كَأْسَ الْعَارِفِيْنَ.'' (حمامۃ البشریٰ ۔روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۱۸۱)

پس شہادۃ القرآن صفحہ ۹۸ تا ۱۰۴ کے زمانہ کی تحریر سے (جو اوائل دعویٰ کا زمانہ ہے) تمسک کر کے جماعت احمدیہ کے اخلاق اور روحانیت پر حملہ کرنا بددیانتی ہے اور اس کی مثال تو ایسی ہی ہے کہ تمہارے جیسا کوئی عقلمند کسی طبیب یا ڈاکٹر کے مطب یا ہسپتال میں نوآمد مریضوں کو دیکھ کر فوراً کہہ اٹھے کہ یہ طبیب یا ڈاکٹر تو بڑا نا قابل ہے۔ کیونکہ اس کے پاس جس قدر مریض ہیں ان میں سے ایک بھی تندرست نہیں۔ حالانکہ کسی معالج کی اہلیت یا عدم اہلیت کے اندازہ کیلئے اس کے نو وارد مریضوں کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ ان لوگوں کی حالت کو دیکھا جاتا ہے جو کافی عرصہ اس کے زیر علاج رہ چکے ہوں۔

۴۔مسیح کا جائے نزول

مسیح نے تو منارہ دمشق پر نازل ہونا تھا۔ (مسلم کتاب الفتن باب نزول عیسٰی بن مریم)

الجواب۔ مینارہ والی حدیث پر علامہ سندی نے یہ حاشیہ لکھا ہے:۔

''وَ قَدْ وَرَدَ فِيْ بَعْضِ الْاَحَادِيْثِ اَنَّ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ بِبَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَ فِيْ رَوَايَةٍ بِالْاُرْدُنِ وَ فِيْ رَوَايَةٍ بِمُعَسْكَرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ.''

(حاشیہ ابن ماجه كتاب الفتن باب نزول عيسىٰ ابن مريم و مرقاة المفاتيح كتاب الفتن باب العلامات بين يدى الساعة و ذكر الدجّال)

کہ بعض احادیث میں آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بیت المقدس میں نازل ہوں گے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اردن میں نازل ہوں گے اور ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے لشکر میں، خدا جانے درست بات کونسی ہے۔'' پس جہاں مسیح نازل ہوا وہی درست اور صحیح ہے۔

۵۔مہدی کا بنی فاطمہؓ میں ہونا

حدیث میں ہے کہ مہدی حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہوگا۔

جواب:۔ا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی بنی فاطمہؓ میں سے ہیں۔ کیونکہ آپ کی بعض دادیاں سادات میں سے تھیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

''میرے اجداد کی تاریخ سے ثابت ہے کہ ایک دادی ہماری شریف خاندان سادات سے اور بنی فاطمہ میں سے تھی۔'' (ایک غلطی کا ازالہ۔روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۱۲ حاشیہ)

اگر کہو نسل ماں کی طرف سے نہیں بلکہ باپ کی طرف سے چلتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ عام خاندانوں میں ہو تو ہو مگر خاندان سادات میں ابتداء ہی سے نسل لڑکی کی طرف سے چلتی ہے۔ کیونکہ اس خاندان کی نسل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے چلی تھی۔

۲۔ مخالفین کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ اعتراض ہونا کہ آپ بنی فاطمہ سے نہیں ہیں بذاتِ خود حضرت کی صداقت کی دلیل ہے کیونکہ لکھا ہے:۔ **يَقُوْلُ لَهٗ لَسْنَا نَعْرِفُكَ وَ لَسْتَ مِنْ وُّلْدِ فَاطِمَةَ كَمَا قَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.**

(بحار الانوار باب الآيات المأوّلة بقيام القائم)

کہ امام مہدی کو اس کے مخالف کہیں گے کہ ہم نہیں جانتے کہ تو کون ہے کیونکہ تو حضرت فاطمہؓ کی نسل سے نہیں ہے۔ (امام محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ ان کا یہ اعتراض ایسا ہی بودا اور نا قابل اعتناء ہوگا) جیسا کہ آنحضرت صلعم پر مشرکین مکہ کی طرف سے جس قدر اعتراضات کئے گئے وہ نا قابل اعتناء تھے۔

۳۔ احادیث میں مہدی کے نسب کے متعلق اس قدر اختلاف ہے کہ اس بناء پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔ ملاحظہ ہو:۔

الف۔ اَلْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ. (کنز العمال کتاب القيامة جلد نمبر ۷ صفحہ ۱۸۶ حدیث نمبر ۱۹۳۸) کہ مہدی بنی فاطمہ میں سے ہوگا۔

ب۔ سَيَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهٖ رَجُلٌ يُسَمّٰى بِاسْمِ نَبِيِّكُمْ يُشْبِهُ فِي الْخُلُقِ وَلَا يُشْبِهُ فِي الْخَلْقِ ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةً يَمْلَأُ الْاَرْضَ عَدْلًا اَخْرَجَهُ اَبُوْدَاؤٗدَ. (النجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۹۰ حاشیہ مطبع احمدی پٹنہ) کہ حضرت حسنؓ کی نسل سے وہ پیدا ہوگا۔ جس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور جس کے کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کام ہوں گے اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

ج۔ ''اِنَّ الْمَهْدِيَّ مِنْ وُلْدِ الْحُسَيْنِ.'' رَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرٍ عَنْ جَابِرٍ. (النجم الثاقب

جلد۲صفحہ۱۹۳حاشیہ مطبع احمدی پٹنہ) کہ مہدی امام حسین کی اولاد سے ہوگا۔

د۔ قَالَ یَا عَمِّ اَمَا شَعُرْتَ اِنَّ الْمَهْدِیَّ مِنْ وُلْدِکَ. (حج الکرامہ ازنواب صدیق حسن خان صاحب صفحہ۳۵۲ وکنز العمال جلد۶ صفحہ۱۷۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اے عباس! کیا آپ کومعلوم نہیں کہ مہدی آپ کی اولاد سے ہوگا۔

گویا مہدی حضرت عباس کی نسل سے ہوگا۔

ذ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ شخص جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا میری نسل سے ہوگا۔ (تاریخ الخلفاء از علامہ جلال الدین سیوطیؒ نور محمد۔اصح المطابع۔کارخانہ تجارت کتب کراچی صفحہ۲۲۹ بزبان عربی) غرضیکہ امام مہدی کے متعلق اس بارے میں بہت اختلاف ہے اور صحیح بات وہی ہے جو اس روایت میں ہے کہ اُبَشِّرُکُمْ بِالْمَهْدِیِّ یُبْعَثُ فِیْ اُمَّتِیْ عَلٰی اِخْتِلَافٍ مِنَ النَّاسِ وَ زَلَازِلٍ. (النجم الثاقب جلد۲ صفحہ۱۱۲ مطبع احمدی پٹنہ) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو مہدی کی خوشخبری دیتا ہوں جو میری اُمت سے ہوگا اور وہ ایسے زمانہ میں مبعوث ہوگا جب کہ لوگوں میں بہت اختلاف عقائد ہوگا اور زلزلے آئیں گے۔

۶۔مہدی کا مکہ میں پیدا ہونا

امام مہدی نے تو مکہ میں پیدا ہوکر مدینہ سے ظاہر ہونا تھا۔

جواب:۔الف۔ اس معاملہ میں بھی روایات میں شدید اختلاف ہے ملاحظہ ہو:۔

”اَنْ یَّخْرُجَ مِنْ تَهَامَةٍ (جواہرالاسرار صفحہ۵۶) کہ مہدی تہامہ سے ظاہر ہوگا۔

ب۔ یَخْرُجُ الْمَهْدِیُّ مِنَ الْقَرْیَةِ یُقَالُ لَهَا کَدْعَةٌ. (جواہرالاسرار صفحہ۵۶) کہ امام مہدی ایک گاؤں سے ظاہر ہوگا جس کا نام کدعہ ہوگا۔اور اس کے پاس ایک مطبوعہ کتاب ہوگی جس میں اس کے ۳۱۳ اصحاب کے نام ہوں گے۔(یہ کتاب جس میں حضرت اقدس کے ۳۱۳ اصحاب کے نام ہیں۔انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد۱۱ صفحہ۳۲۴ تا ۳۲۸ ہے۔(خادم)

مہدی کدعہ نامی گاؤں میں پیدا ہوگا۔(حج الکرامہ صفحہ۳۵۸ ازنواب صدیق حسن خان صاحب)

ج۔”یَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ هَارِبًا اِلٰی مَکَّةَ.“(ابو داؤد کتاب المهدی)

”یعنی وہ مدینہ سے ظاہر ہوکر مکہ کی طرف جائے گا۔“

۷۔مولد میں اختلاف

الف ۔مہدی کا مولد بلادِ مغرب ہے ۔(حجج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان صاحب صفحہ ۳۵۶ تا ۳۵۸۔ اقتراب الساعۃ صفحہ ۶۲ از نواب نور الحسن خان صاحب مطبع مفید عام الکائنہ فی آگرہ)

ب۔''تولّد او درمکہ معظّمہ باشد۔'' (رسالہ مہدی مصنفہ علی متقی)

ج۔مسند احمد بن حنبلؒ باب خروجِ مہدی میں ہے کہ۔''مہدی خراسان کی طرف سے آئے گا۔''

د۔''مہدی حجاز سے آئے گا اور دمشق کی طرف جائے گا۔''(حجج الکرامۃ صفحہ ۳۵۸)غرضیکہ اس معاملہ میں بھی اختلاف ہے درست وہی روایت ہے جس میں مہدی کہ کدعہ نامی گاؤں سے ظاہر ہونے کا ذکر ہے جو لفظ قادیان کی بدلی ہوئی صورت ہے۔بوجہ عدم احتیاط رواۃ۔

۸۔مہدی کا نام محمد ہونا

مہدی کا نام محمد ان کے والد کا نام عبداللہ اور ان کی والدہ کا نام آمنہ ہوگا؟

جواب:۔ا۔ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کا ایک راوی عاصم بن ابی النجود ہے جو ضعیف ہے۔عاصم بن ابی النجود کے متعلق مفصل بحث مسئلہ حیات مسیح کے ضمن میں حضرت ابن عباس کی تفسیر متعلقہ آیت **اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ** میں گزر چکی ہے وہاں سے دیکھی جائے۔ (پاکٹ بک ہذا صفحہ ۲۷۶)

۲۔ ابن خلدون نے اس روایت پر نہایت مبسوط بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ (مقدمہ ابنِ خلدون مطبوعہ مصر ۲۶۱۔ومترجم اردو مطبع نفیس اکیڈمی حصہ دوم صفحہ ۱۵۸ تا ۱۶۰)

۳۔ یہ روایت خلیفہ مہدی عباسی کو خوش کرنے کے لئے وضع کی گئی تھی کیونکہ اس کا نام محمد اور اس کے باپ کا نام عبداللہ تھا اور مہدی لقب تھا۔چنانچہ امام سیوطیؒ نے اس روایت کا اطلاق اسی مہدی عباسی پر کیا ہے ملاحظہ ہو:۔''تاریخ الخلفاء باب ذکر مہدی'' (اردو ترجمہ موسومہ بہ محبوب العلماء مطبوعہ پبلک پرنٹنگ پریس لاہور ۳۴۱)

۴۔ بر بنائے تسلیم یہ استعارہ کے رنگ میں تھا۔جس کا مطلب یہ تھا کہ امام مہدی کا وجود اپنے آقا اور مطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ نہ ہوگا جیسا کہ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:۔**اِنَّ بَاطِنَہٗ بَاطِنُ مُحَمَّدٍ**. (شرح فصوص الحکم صفحہ ۵۱،۵۳ مطبعۃ الزاہر یہ مصریہ) کہ مہدی کا باطن محمد صلعم کا باطن ہوگا۔

۵۔ مہدی کے نام کے متعلق بھی روایات میں اختلاف ہے:۔
الف۔ مہدی کا نام محمد ہوگا۔(اقتراب الساعہ صفحہ ۱۶۱ از نواب نورالحسن خان صاحب)
ب۔ مہدی کا نام احمد ہوگا۔ (اقتراب الساعہ صفحہ ۱۶۱ از نواب نورالحسن خان صاحب) چنانچہ لکھا ہے:۔

''اکثر روایتوں میں اس کا نام محمد آیا ہے۔بعض میں احمد بتایا ہے۔''

ج۔ مہدی کا نام عیسیٰ ہوگا۔(جواہرالاسرار صفحہ ۶۸)

یہ اختلاف بتا تا ہے کہ مہدی کے یہ نام بطور صفات کے ہیں نہ کہ ظاہری نام۔

۹۔صاحب شریعت ہونا

نبی کے لئے تو صاحب شریعت ہونا ضروری ہے۔مگر مرزا صاحب صاحبِ شریعت نہ تھے۔
جواب۔ صاحب شریعت ہونا ضروری نہیں۔
۱۔ قرآن مجید میں ہے:۔

''اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا''(المائدة:۴۵) کہ ہم نے تورات نازل کی اس میں ہدایت اور نور تھا اور انبیاء (بنی اسرائیل) جو تورات کو مانتے تھے وہ سب فیصلہ تورات سے ہی کیا کرتے تھے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام رازیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

يُرِيْدُ النَّبِيِّيْنَ الَّذِيْنَ كَانُوْا بَعْدَ مُوْسٰى وَذٰلِكَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بَعَثَ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اُلُوْفًا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ لَيْسَ مَعَهُمْ كِتَابٌ اِنَّمَا بَعَثَهُمْ بِاِقَامَةِ التَّوْرَاةِ.'' (تفسیر کبیر زیر آیت اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ۔المائدة:۴۵) یعنی اس آیت میں نبیوں سے مراد وہ نبی ہیں جو موسیٰؑ کے بعد مبعوث ہوئے۔اس لئے کے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں ہزاروں نبی ایسے مبعوث فرمائے جن کے پاس کوئی کتاب نہ تھی بلکہ وہ محض تورات ہی کو قائم کرنے کی غرض سے مبعوث کئے گئے تھے۔

۲۔ دوسرے مقامات پر امام رازیؒ نے بالوضاحت تحریر فرمایا ہے:۔

فَجَمِيْعُ الْاَنْبِيَآءِ مَا اُوْتُوا الْكِتَابَ وَ اِنَّمَا اُوْتِيَ بَعْضُهُمْ. (تفسیر کبیر زیر آیت وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ۔آل عمران :۸۲) کہ تمام انبیاء کو کتاب نہیں ملی تھی بلکہ ان میں سے صرف

بعض انبیاء کو کتاب ملی تھی۔

۳۔ امام رازیؒ حضرت اسحٰق، ایوب، یعقوب، یونس، ہارون، داؤد اور سلیمان علیہم السلام کے نام لکھ کر تحریر فرماتے ہیں:۔ **"لِاَنَّهُمْ مَا جَاءُ وْا بِكِتَابٍ نَاسِخٍ"**

(تفسیر کبیر زیر آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ ۔ **الحج:۵۳**)

۴۔ علامہ ابوالسعود تحریر فرماتے ہیں:۔

"وَالنَّبِيُّ ...... مَنْ بَعْثُهُ لِتَقْرِيْرِ شَرِيْعَةٍ سَابِقَةٍ كَاَنْبِيَاءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ الَّذِيْنَ كَانُوْا بَيْنَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ."

(تفسیر ابی السعود برحاشیہ تفسیر کبیر زیر آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ **الحج :۵۳**)

یعنی نبی وہ ہوتا ہے جس کی بعثت کی غرض محض سابق شریعت کو قائم کرنا ہوتی ہے جس طرح کہ وہ تمام انبیاء تھے جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیان مبعوث ہوئے۔

۵۔"اَنَّ الرَّسُوْلَ لَا يَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ صَاحِبَ شَرِيْعَةٍ جَدِيْدَةٍ(مُسْتَقِلَّةٍ) فَاِنَّ اَوْلَادَ اِبْرَاهِيْمَ كَانُوْا عَلٰى شَرِيْعَتِهٖ." (روح المعانی جلد۵ صفحہ۱۸۶)

یعنی رسول کے لئے ضروری نہیں کہ وہ نئی شریعت لانے والا ہو کیونکہ ابراہیم کی اولاد میں جو نبی آئے وہ سب ابراہیمؑ کی شریعت پر تھے۔

غیر احمدی:۔قرآن مجید میں ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ (**الانعام:۹۰**) پس ہر نبی کا صاحب کتاب ہونا ضروری ہے۔

جواب:۔اس آیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہر نبی کے لئے فرداً فرداً مستقل جدید کتاب لے کر نازل ہونا ضروری ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نبی کسی نہ کسی مُنَزَّل من اللہ کتاب کی طرف لوگوں کو دعوت دے کر اس کتاب کے ذریعہ لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ کرتا ہے خواہ وہ کتاب اللہ تعالیٰ نے خود اس پر نازل فرمائی ہو یا اس سے کسی پہلے نبی پر نازل ہوئی ہو۔ چنانچہ ملاحظہ ہو حوالجات ذیل:۔

ا۔ حضرت امام رازیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

الف۔" اَنَّ جَمِيْعَ الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اُوْتُوا الْكِتَابَ بِمَعْنٰى كَوْنِهٖ مُهْتَدِيًا بِهٖ دَاعِيًا اِلَى الْعَمَلِ بِهٖ وَ اِنْ لَمْ يُنْزَلْ عَلَيْهِ." زیر آیت اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ (ال عمران:۸۲)

کہ ہر نبی کو ان معنوں میں کتاب دی گئی ہے کسی نہ کسی کتاب کے ذریعہ سے رشد و ہدایت کا

کام کرتا اوراس پر عمل کرنے کی لوگوں کودعوت دیتا تھا۔اگرچہ وہ کتاب خوداس پرنازل نہ ہوئی ہو۔

ب۔امام رازی آیت اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

وَ یَحۡتَمِلُ اَنۡ یَّکُوۡنَ الۡمُرَادُ مِنۡهُ اَنۡ یُّؤۡتِیَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فَهۡمًا تَامًّا لِمَا فِی الۡکِتَابِ وَ عِلۡمًا مُحِیۡطًا بِحَقَائِقِهٖ وَاَسۡرَارِهٖ وَهٰذَا هُوَ الۡاَوۡلٰی لِاَنَّ الۡاَنۡبِیَآءَ الثَّمَانِیَةَ عَشَرَ الۡمَذۡکُوۡرِیۡنَ مَا اَنۡزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی کُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمۡ کِتَابًا. (تفسیر کبیر زیرآیت اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ الخ الانعام:۹۰)

یعنی اس ایتاء کتاب کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی کو کتاب کے حقائق ومعارف اوراسرارورموز کا کامل علم عطا فرماتا ہے اور یہی معنی زیادہ صحیح ہیں کیونکہ قرآن مجید میں جن اٹھارہ انبیاء کا ذکر ہے ان میں سے ہرایک پرالگ الگ کتاب نازل نہیں کی ہوئی تھی۔

۲۔تفسیر بیضاوی میں ہے۔

وَاَنۡزَلَ مَعَهُمُ الۡکِتٰبَ . یُرِیۡدُ بِهِ الۡجِنۡسَ وَلَا یُرِیۡدُ بِهٖ اَنَّهٗ اُنۡزِلَ مَعَ کُلِّ وَاحِدٍ کِتَابًا یَخُصُّهٗ فَاِنَّ اَکۡثَرَهُمۡ لَمۡ یَکُنۡ مَعَهُمۡ کِتَابٌ یَخُصُّهُمۡ وَ اِنَّمَا کَانُوۡا یَأۡخُذُوۡنَ بِکُتُبِ مَنۡ قَبۡلَهُمۡ.'' (تفسیر بیضاوی زیرآیت وَاَنۡزَلَ مَعَهُمُ الۡکِتٰبَ ۔البقرۃ:۲۱۴)

اس آیت میں لفظ کتاب بطور جنس استعمال ہوا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہرایک نبی کو الگ الگ خاص کتاب دی گئی۔کیونکہ انبیاء میں سے اکثریت ان کی ہے جن کے پاس کوئی ان کی مخصوص کتاب نہ تھی۔بلکہ وہ اپنے سے پہلے نبی کی کتاب سے ہی احکام اخذ کرتے تھے۔

۳۔حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''حضرت سلیمان علیہ السلام،حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے۔''

(تذکرۃ الاولیاء باب چھٹا ذکر حضرت حسن بصری اردو ترجمہ)

۴۔حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:۔

''اَوۡ یَکُوۡنُ نَظۡمَ مَا قَضٰی لِقَوۡمٍ مِنۡ اِسۡتِمۡرَارِ دَوۡلَةٍ اَوۡ دِیۡنٍ یَقۡتَضِیۡ بَعۡثَ مُجَدَّدٍ کَدَاوٗدَ وَسُلَیۡمَانَ وَ جَمۡعٍ مِنۡ اَنۡبِیَاءِ بَنِیۡ اِسۡرَائِیۡلَ.''

(حجۃ اللہ البالغہ حصہ اوّل صفحہ ۱۵۹ مترجم اردو مطبع حمایت اسلام پریس لاہور)

یعنی انبیاءؑ کی دوسری قسم وہ ہے کہ جو ایسے وقت میں مبعوث کئے جاتے ہیں جبکہ پہلے نبی کے ذریعہ سے قائم شدہ نظام کو جاری رکھنے کے لئے تجدید کی ضرورت کے لئے ایک مجدد کو مبعوث کرنا

مقصود ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت داؤد اور سلیمانؑ اور بنی اسرائیل کے تمام انبیاء۔"

۵۔ تفسیر حسینی میں لکھا ہے:۔

"ایک کتاب جس کا نام زبور تھا اور اس میں حق تعالیٰ کی ثناء تھی فقط۔ اوامر نواہی کچھ نہ تھے۔ بلکہ حضرت داؤد کی شریعت وہی توریت کی شریعت تھی۔"

(تفسیر قادری حسینی جلد ا مترجم اردو صفحہ ۲۰۶ زیر آیت وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔ النساء :۱۶۴)

۶۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جو لِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ (ال عمران: ۵۱) آیا ہے تو اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کوئی نئی شریعت لائے تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہود کے علماء نے از خود جن حلال چیزوں کو حرام قرار دے رکھا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے ان کے بارہ میں توراۃ کے اصل حکم کو بحال فرما کر توریت ہی کو قائم کیا۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"اِنَّ الْاَحْبَارَ كَانُوْا قَدْ وَضَعُوْا مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ شَرَايِعَ بَاطِلَةً وَ نَسَبُوْهَا اِلٰى مُوْسٰى فَجَاءَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ رَفَعَهَا وَاَبْطَلَهَا وَ اَعَادَ الْاَمْرَ اِلٰى مَا كَانَ فِىْ زَمَنِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ."

(تفسیر کبیر زیر آیت لِاُحِلَّ لَكُمْ۔ ال عمران :۱۶۴)

یعنی یہود کے علماء نے بعض احکام باطل آپ ہی اپنے پاس سے وضع کر کے ان کو موسیٰؑ کی طرف منسوب کر رکھا تھا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ انہوں نے ان غلط احکام کو قائم نہ رہنے دیا، بلکہ ان کو باطل قرار دے کر سابق اصل حکم کو برقرار رکھا جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا۔"

۷۔ حضرت محی الدین ابن عربی تحریر فرماتے ہیں:۔

"نبی کبھی صاحب شریعت ہوتا ہے جیسے رسل علیہم السلام ہیں اور کبھی صاحب شریعت جدید نہیں ہوتا ہے بلکہ پہلی ہی شریعت میں اس کے حقائق کو ان کی استعداد کے موافق تعلیم کرتا ہے۔ جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء ہیں۔" (فصوص الحکم مقدمہ فصل نمبر ۱۲ نبوت و رسالت کے بیان میں مترجم اردو صفحہ ۴۷)

۸۔ عقلی دلیل:۔

یہ دعویٰ کہ ہر نبی کے لئے نئی شریعت کا لانا ضروری ہے اور یہ کہ جب تک پہلے نبی کے احکام کو منسوخ کر کے نیا حکم نہ لائے کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا۔ اس قدر خلاف عقل ہے کہ کوئی شخص جسے تاریخ انبیاء کا علم ہو اپنی زبان سے یہ دعویٰ نکال نہیں سکتا کیونکہ امر واقعہ یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں

اور ایک ہی قوم اور شہر بلکہ ایک ہی مکان میں بعض دفعہ دو دو تین تین بلکہ چار چار اور اس سے زیادہ بھی نبی ہوتے رہے ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ و ہارون۔ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق۔ یعقوب و یوسف۔ داؤد و سلیمان، حضرت زکریا و یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام۔

پس اگر ہر نبی کے لئے جدید شریعت کا لانا ضروری ہو تو پھر یہ مضحکہ خیز صورت تسلیم کرنی پڑے گی کہ ایک ہی شہر میں ایک نبی نماز ظہر کے وقت یہ اعلان کرتا ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہیں تو عصر کے وقت دوسرا نبی یہ اعلان کر رہا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ اب چار نمازیں فرض ہوگئی ہیں۔ اس طرح تو مذہب مذہب نہیں رہے گا بلکہ تماشا بن کے رہ جائے گا۔

۹۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ (الانعام:۹۰) کی تفسیر میں علامہ شہاب الدین فرماتے ہیں:۔

اَلْمُرَادُ بِاِيْتَائِهِ التَّفْهِيْمُ التَّامُ بِمَا فِيْهِ مِنَ الْحَقَائِقِ وَالتَّمْكِيْنِ مِنَ الْاِحَاطَةِ بِالْجَلَائِلِ وَالدَّقَائِقِ اَعَمُّ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ ذٰلِكَ بِالْاِنْزَالِ اِبْتِدَاءً ...... فَاِنَّ الْمَذْكُوْرِيْنَ لَمْ يُنْزَلْ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ كِتَابٌ مُعَيَّنٌ.

(تفسیر ابی السعو دبر حاشیہ تفسیر کبیر زیر آیت الانعام:۹۰۔ روح المعانی زیر آیت الانعام:۹۰)

کہ اس سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو پوری پوری تفہیم عطا کرے گا ان حقائق اور دقائق کی جو اس کتاب میں ہیں عام اس سے کہ ان کو کوئی خاص کتاب دی جائے کیونکہ وہ انبیاء جن کا قرآن میں ذکر ہے ان میں سے کئی ایسے ہیں جن پر کوئی کتاب معین نازل نہیں ہوئی۔

(نیز دیکھو تذکرۃ الاولیاء ذکر حضرت حبیب عجمی انوار الازکیاء صفحہ ۶۵ چھٹا باب)

۱۰۔ آیت اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ کے نیچے لکھا ہے **"لَا مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ عَلَى الْاِطْلَاقِ اِذْلَمْ يَكُنْ لِبَعْضِهِمْ كِتَابٌ وَ اِنَّمَا كَانُوْا يَأْخُذُوْنَ بِكُتُبِ مَنْ قَبْلَهُمْ."**

(روح البیان زیر آیت وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ البقرۃ :۲۱۳ تفسیر ابی السعو دبر حاشیہ تفسیر کبیر زیر آیت وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ البقرۃ:۲۱۳)

یعنی اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر ایک نبی کو الگ الگ کتاب دی گئی تھی کیونکہ ایسے انبیاء بھی ہوئے ہیں جن کے پاس اپنی کتاب کوئی نہ تھی پہلے نبی کی کتاب سے ہی وہ استنباط کیا کرتے تھے۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ (ال عمران : ۸۲)

۱۱۔ اَرَادَ بِالنَّبِيِّيْنَ الَّذِيْنَ بُعِثُوْا بَعْدَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ ذٰلِكَ اَنَّ اللّٰهَ بَعَثَ

فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اُلُوْفًا مِنَ الْاَنْبِیَآءِ وَ لَیْسَ مَعَھُمْ کِتَابٌ اِنَّمَا بُعِثُوْا بِاِقَامَۃِ التَّوْرَاۃِ وَ اَحْکَامِھَا.

(تفسیر خازن زیرآیت یَحْکُمُ بِھَاالنَّبِیُّوْنَ **المائدۃ:۴۵**)

کہ آیت ''یَحْکُمُ بِھَاالنَّبِیُّوْنَ ''میں نبیوں سے مراد وہ نبی ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں ہزاروں نبی ایسے بھیجے کہ جن کے پاس کوئی کتاب نہ تھی۔ بلکہ وہ محض توراۃ اوراس کے حکموں کو قائم کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔

۱۲۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:۔

''پھران کے بعد اوررسولوں کو(جو کہ صاحب شریعت مستقلہ نہ تھے) یکے بعد دیگرے بھیجتے رہےاوران کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا۔''

(حمائل مترجم اشرف علی تھانوی مطبوعہ دہلی زیرآیت ثُمَّ قَفَّیْنَا عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ بِرُسُلِنَا (**الحدید:۲۸**)

۱۳۔ یَحْکُمُ بِھَاالنَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا کے نیچے لکھا ہے:۔

''اوپر ذکر تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں بہت سے انبیاء بھیجے جو ہمیشہ احکام تورات کی حکم برداری میں خود بھی لگے رہتے اور بنی اسرائیل کے عابدوں اور عالموں کو بھی ان کی تاکید کرتے۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ ان انبیاء بنی اسرائیل کے قدم بقدم سب انبیاء بنی اسرائیل تھےاورآخر پر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم کو تورات کے احکام کی تصدیق ونگرانی کے لئے بھیجا۔''

(حمائل مترجم اشرف علی **المائدۃ :۴۵**)

۱۰۔کفر کا فتویٰ

مرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ لگا؟

جواب:۔۱۔ ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا۔ قرآن مجید میں ہے۔ یٰحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَأْتِیْھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ (یٰسٓ:۳۱)

۲۔''وَ اِذَا خَرَجَ ھٰذَ الْاِمَامُ الْمَھْدِیُّ فَلَیْسَ لَہٗ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ اِلَّا الْفُقَھَاءُ خَاصَّۃً فَاِنَّہٗ لَا تَبْقٰی لَھُمْ رِیَاسَۃٌ. وَلَا تَمِیِیْزٌ عَنِ الْعَامَّۃِ.''

(فتوحات مکیہ از محی الدین ابنِ عربی جلد۳ صفحہ ۳۳۶ مطبع دار صادر بیروت)

کہ جب امام مہدی آئیں گے تو اس کے سب سے زیادہ شدید دشمن اس زمانہ کے علماء اور فقہاء ہوں گے۔ کیونکہ اگر مہدی کو مان لیں تو ان کی عوام پر برتری اور ان پر امتیاز باقی نہ رہے گا۔

۳۔ ''علماءِ وقت کہ خوگرِ تقلیدِ فقہا و اقتدائے مشائخ و آبائے خود باشند گویند کہ ایں شخص خانہ برانداز دین وملتِ ماست وبمخالفت برخیزند وبحسب عادتِ خود۔ حکم بتکفیر و تضلیل وے کنند۔''

(حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۳ از نواب صدیق حسن خان صاحب)

۴۔ حدیث ''**عُلَمَآءُ هُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ**'' (مشکوٰۃ کتاب العلم فصل سوم) سے بھی یہی پتہ چلتا ہے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ امام مہدی کو میرا اسلام کہنا۔ (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۴۵ مطبع دارالمعرفہ بیروت لبنان و بحارالانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۳ مطبوعہ ایران) یہ بھی بتاتا ہے کہ آنحضرتؐ کو معلوم تھا کہ ایسے لوگ بھی موجود ہوں گے جو مہدی پر لعنت بھیجیں گے۔

اور اس کے تریاق کے طور پر آنحضرت صلعم نے اسے اپنا سلام بھیجا ہے۔ (تفصیل دیکھو تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۳ حاشیہ)

۵۔ امام ربّانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ ''جب مسیح موعود آئے گا تو علماء ظواہر مجتہدات او ر اعلیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام از کمال دقت وغموض ماخذ، انکار نمائند ومخالف کتاب وسنت دانند۔''

(مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی حصہ نمبر ۷ مکتوب نمبر ۵۵)

یعنی علماء ظواہر حضرت مسیح موعودؑ کے اجتہادات کا انکار کریں گے اور ان کو قرآن مجید اور سنت نبوی کے خلاف قرار دیں گے کیونکہ وہ بباعث دقیق ہونے اور ان کے مآخذ کے مخفی ہونے کے مولوی کی سمجھ سے بلند و بالا ہوں گے۔

۶۔ یہی حال مہدی علیہ السلام کا ہوگا کہ اگر وہ آگئے تو سارے مقلد بھائی ان کے جانی دشمن بن جاویں گے۔ ان کے قتل کی فکر میں ہوں گے۔ کہیں گے یہ شخص تو ہمارے دین کو بگاڑتا ہے۔''

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۲۲۴ از نواب نور الحسن خان صاحب مطبع مفید عام الکائنہ فی آگرہ ۱۳۰۱ھ)

۷۔ پھر لکھا ہے:۔ ''ان (امام مہدی) کے دشمن علماء اہل اجتہاد ہوں گے اس لئے کہ ان کو دیکھیں گے کہ خلاف مذہب آئمہ حکم کرتے ہیں ...... ان (امام مہدی) کا دشمن کھلم کھلا کوئی نہ ہوگا مگر یہی فقہ والے بالخصوص کیونکہ ان کی ریاست باقی نہ رہے گی۔ عام لوگوں سے کچھ امتیاز نہ ہوگا''۔

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۹۵ از نواب نور الحسن خان صاحب مطبع مفید عام الکائنہ فی آگرہ ۱۳۰۱ھ)

۸۔ علماء کا ''حربہ تکفیر'' ملاحظہ ہو۔ (پاکٹ بک ہذا صفحہ ۸۸۳)

۱۱۔ کسی کا شاگرد ہونا

اعتراض:۔ نبی کسی کا شاگرد نہیں ہوتا۔ مرزا صاحب شاگرد رہے۔

جواب۔(۱) قرآن مجید:۔ موسیٰ علیہ السلام ایک بندہ خدا (خضر) سے کہتے ہیں:۔

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (الکهف:۶۷)

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ کیا میں آپ کی اس امر میں پیروی کروں کہ آپ مجھے وہ علم پڑھائیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے؟

اگر نبی کا کسی سے علم سیکھنا منافی نبوت ہے تو کیا حضرت موسیٰؑ نے اپنی نبوت سے دستبردار ہونے کے لئے یہ تدبیر نکالی تھی؟

۲۔ تمہارا یہ من گھڑت قاعدہ کہ نبی کسی کا شاگرد نہیں ہوتا۔ کہاں لکھا ہے؟ قرآن وحدیث کا ایک ہی حوالہ پیش کرو ورنہ اپنی جہالت کا ماتم کرو!

۳۔ حدیث میں ہے:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت فرماتے ہیں۔ **اِذَا كَانَ بِهَا اَهْلُ اَبْيَاتٍ مِنْهُمْ وَ شَبَّ الْغُلَامُ وَ تَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ.**

(بخاری کتاب الانبیاء باب یَزِفُّوْنَ النَّسْلَان فِی الْمَشْیِ وتجرید بخاری مترجم اردو مع اصل متن عربی مرتبہ مولوی فیروز الدین اینڈ سنز لاہور ۱۳۴۱ھ جلد۲ صفحہ ۱۳۷ ترجمہ از تجرید بخاری)

''یہاں تک کہ جس وقت ان (بنو جرہم۔ خادم) میں سے کچھ گھر والے (چشمہ زمزم کے ارد گرد جمع۔ خادم) ہو گئے اور وہ بچہ (حضرت اسمٰعیلؑ۔ خادم) جوان ہوا اور اس نے ان سے عربی زبان سیکھی۔''

۴۔ حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے قصہ موسیٰ و خضر کے سلسلہ میں فرمایا:۔ ''**قَالَ جِئْتُ لِتُعَلِّمَنِیْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا.**''

(بخاری کتاب الانبیاء باب فضل خضر حدیث الخضر مع موسی علیهما السلام صحیح مسلم کتاب الفضائل. باب من فَضَائِلِ خِضر)

یعنی حضرت موسیٰؑ نے خضر سے کہا کہ میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں تا کہ آپ مجھے اس علم میں سے کچھ پڑھائیں جو آپ کو دیا گیا ہے۔''

۵۔تفسیر:۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی تحریر فرماتے ہیں:۔

اِسْتَدَلَّ الْعُلَمَاءُ بِسُؤَالِ مُوْسَى السَّبِيْلِ اِلٰى لِقَاءِ الْخِضْرِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِمَا

وَسَلَّمَ عَلٰی اِسْتِحْبَابِ الرِّحْلَةِ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ وَاِسْتِحْبَابِ الْاِسْتِکْثَارِ مِنْهُ وَاِنَّهٗ یَسْتَحِبُّ لِلْعَالِمِ وَاِنْ کَانَ مِنَ الْعِلْمِ بِمَحَلٍّ عَظِیْمٍ اَنْ یَّاخُذَهٗ مِمَّنْ هُوَ اَعْلَمُ مِنْهُ وَ یَسْعٰی اِلَیْهِ فِیْ تَحْصِیْلِهٖ وَ فِیْهِ فَضِیْلَةُ طَلَبِ الْعِلْمِ.“

(حاشیه النووی علی مسلم کتاب الفضائل باب فضائل زکریا و الخضر)

یعنی موسیٰ علیہ السلام کے خضر کی ملاقات کی درخواست کرنے سے علماء نے اس بات کی دلیل لی ہے کہ طلب علم کے لئے سفر کرنا اور حصول علم کے لئے بار بار درخواست کرنا جائز ہے۔ نیز یہ کہ اگرچہ کوئی خود کتنا ہی بڑا صاحب علم کیوں نہ ہو پھر بھی اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے سے زیادہ علم رکھنے والے سے علم حاصل کرے اور حصول علم کی غرض سے کوشش کرکے اس کے پاس جائے۔ نیز اس سے علم کے سیکھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

۶۔ تفسیر سعیدی ترجمہ اردو تفسیر قادری حسینی جلد۲ صفحہ ۱۵ میں ہے:۔

”رسول ایسا چاہیے کہ جن کی طرف بھیجا گیا ہے ان سے ان اصول وفروعِ دین کا عالم زیادہ ہو جو ان کی طرف لایا ہے اور جو علم اس قبیل سے نہیں اس کی تعلیم امورِ نبوت کے منافی نہیں اور اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ اس قول کا مؤید ہے۔ (جلد ا صفحہ ۶۳۸ الکھف: ۶۶،۶۷)

۷۔ تفسیر بیضاوی میں ہے:۔

وَلَا یُنَافِیْ نُبُوَّتَهٗ وَ کَوْنَهٗ صَاحِبَ شَرِیْعَةٍ اَنْ یَّتَعَلَّمَ مِنْ غَیْرِهٖ مَا لَمْ یَکُنْ شَرْطًا فِیْ اَبْوَابِ الدِّیْنِ.

(بیضاوی زیر آیت هَلْ اَتَّبِعُكَ الخ الکھف: ۶۷)

یعنی حضرت موسیٰؑ کا کسی غیر سے ایسا علم سیکھنا جو امور دین میں سے نہ ہو۔ ان کی نبوت اور ان کے صاحب شریعت ہونے کے منافی نہیں ہے (یعنی نہ صرف نبی بلکہ صاحب شریعت نبی بھی دوسرے علوم میں دوسروں کا شاگرد ہوسکتا ہے۔)

۸۔ تفسیر الجلالین الکمالین از علامہ جلال الدین سیوطی میں زیر آیت الکھف: ۷۱ لکھا ہے:۔

فَقَبِلَ مُوْسٰی شَرْطَهٗ رِعَایَةً لِاَ دَبِ الْمُتَعَلِّمِ مَعَ الْعَالِمِ.

(زیر آیت حَتّٰٓی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۔ الکھف: ۷۱)

کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضر کی پیش کردہ شرط اسی طرح قبول کرلی جس طرح ایک

شاگرد اپنے استاد کی شرط کو کمال ادب سے قبول کیا کرتا ہے۔

۹۔ یاد رہے کہ خضر کے نبی ہونے میں بھی اختلاف ہے جلالین میں ہے:۔

نُبُوَّةً فِيْ قَوْلٍ وَ وِلَايَةً فِيْ آخرٍ وَعَلَيْهِ اَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ.

(جلالین زیر آیت فَوَجَدَا عَبْدًا۔ الکھف: ۶۶ نیز دیکھو حاشیہ نووی علی المسلم۔ فضائل زکریا و الخضر علیہما السلام)

یعنی علماء کی اکثریت اس طرف ہے کہ خضر نبی نہیں بلکہ ولی تھے۔

۱۲۔ کیا کوئی نبی لکھا پڑھا نہیں ہو سکتا

غیر احمدی:۔ ''آج تک کوئی نبی لکھا پڑھا نہیں آیا اور نہ کسی نبی نے کوئی کتاب لکھی۔''

جواب:۔ ایسا کہنا صریح جہالت ہے کیونکہ ''اُمِّــی'' ہونا تو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ اگر ہر نبی ہی ''اُمّی'' ہو تو پھر آپؐ کی یہ خصوصیت کیونکر ہوئی؟

اور پھر اَلنَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ (الاعراف: ۱۵۸) فرمانے کی کیا ضرورت تھی؟ چنانچہ لکھا ہے:۔

۱۔ پڑھا لکھا ہونا منصب نبوت کے خلاف نہیں ہے۔...... حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰؑ کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پڑھے لکھے تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کہ سرِّ نبوت کی تفصیل شرح اور علوم باطنی کے حقیقی راز دان تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی تعلیم کے سوا کسی غیر کی تعلیم کا منت کش ہونا گوارا نہ فرمایا۔

چنانچہ گذشتہ آسمانی کتب میں بھی امّی کے لقب کے ساتھ آپ کو بشارتیں دی ہیں۔

(تاریخ القرآن مصنفہ حافظ محمد اسلم صاحب جے۔ راج۔ پوری مکتبہ جامعہ نئی دہلی صفحہ ۱۳ و صفحہ ۱۴ با ختلاف الفاظ مطبوعہ مطبع فیض عام علی گڑھ ۱۳۲۶ھ زیر عنوان ''تمہید'' صفحہ ۸)

۲۔ تفسیر حسینی میں ہے:۔

''حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد علیہما السلام پر کتاب جو ایک بار اتری تو وہ لکھتے پڑھتے تھے اور ہمارے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین امّی تھے۔''

(تفسیر حسینی مترجم اردو جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ از یر آیت رَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا الفرقان: ۳۳)

۳۔ بیضاوی میں آیت مندرجہ بالا (الفرقان: ۳۳) کے ماتحت لکھا ہے:۔

وَكَذَالِكَ اَنْزَلْنَاهُ مُفَرِّقًا لِنُقَوِّىَ بِتَفْرِيْقِهٖ فُؤَادَكَ عَلٰى حِفْظِهٖ وَفَهْمِهٖ لِاَنَّ حَالَهٗ

یُخَالِفُ حَالَ مُوْسٰی وَدَاوٗدَ وَ عِیْسٰی عَلَیْھِمُ السَّلَامُ حَیْثُ کَانَ اُمِّیًا وَ کَانُوْا یَکْتُبُوْنَ.‘‘

(بیضاوی مطبوعہ مطبع احمدی دہلی جلد۳ صفحہ ۹۶)

یعنی ہم نے ایسے ہی قرآن مجید کو بیک وقت نازل کرنے کی بجائے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تاکہ ہم تیرے دل کو اس سے مضبوط کریں اور تو اسے بآسانی یاد رکھ سکے اور سمجھ سکے۔ یہ اس لئے ہوا کہ آنحضرت صلعم کا حال موسیٰ ۔ داؤد اور عیسیٰ علیہم السلام سے مختلف تھا۔ بدیں وجہ کہ آپؐ ’’اُمّی‘‘ تھے مگر موسیٰ داؤد اور عیسیٰ علیہم السلام لکھے پڑھے ہوئے تھے۔

۴۔ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

’’اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمْ یَکُنْ مِنْ اَھْلِ الْقِرَاءَ ۃِ وَالْکِتَابَۃِ فَلَوْ نُزِّلَ عَلَیْہِ ذٰلِکَ جُمْلَۃً وَّاحِدَۃً کَانَ لَا یَضْبِطُہٗ وَلَجَازَ عَلَیْہِ الْغَلَطُ وَالسَّھْوُ وَاِنَّمَا نَزَلَتِ التَّوْرَاۃُ جُمْلَۃً لِاَنَّھَا مَکْتُوْبَۃٌ یَقْرَءُ ھَا مُوْسٰی.‘‘

(تفسیر کبیر رازی جلد۶ صفحہ ۲۷۴ مطبوعہ مطبع اوّل۔ نیا ایڈیشن جلد۲۴ صفحہ ۷۸ مصر زیر آیت بالا الفرقان : ۳۳)

یعنی آنحضرت صلعم لکھے پڑھے ہوئے نہیں تھے۔ پس اگر آپؐ پر قرآن مجید ایک ہی مرتبہ سارا نازل ہو جاتا تو آپ اسے محفوظ نہ رکھ سکتے اور اس میں غلطیاں اور سہو جائز ہو جاتا لیکن تورات جو بیک وقت نازل ہو گئی تھی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لکھی لکھائی تھی اور حضرت موسیٰؑ پڑھنا جانتے تھے۔‘‘

۵۔ حدیث نبویؐ میں ہے:۔

اَوَّلُ مَنْ خَطَّ بِالْقَلَمِ اِدْرِیْسُ.

(مسند امام احمد بن حنبلؒ بحوالہ کنوز الحقائق فی احادیث خیر الخلائق مصنفہ امام عبدالرؤف المنادی باب الالف برحاشیہ جامع الصغیر مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۸۹)

کہ سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام نے قلم سے لکھنا شروع کیا۔

۶۔ سیرۃ ابن ہشام میں ہے:۔

’’یہی ادریس پیغمبر ہیں اور انہی کو پہلے نبوت ملی اور انہی نے قلم سے لکھنا ایجاد کیا۔‘‘

(سیرۃ ابن ہشام مترجم اردو جلد ا صفحہ ا مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور و مطبوعہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۶۷ھ)

احراری امیر شریعت:۔ اگر نبی کسی سے پڑھے تو پھر استاد کبھی کبھی اس کے کان بھی کھینچے گا۔ اسے مار بھی پڑے گی۔ بڑا ہو کر پھر کس طرح ان کے سامنے سر اٹھا سکے گا۔

جواب:۔ ہر طالب علم ضروری تو نہیں کہ تمہارے جیسا ہو۔ بعض ہونہار اور نیک طالبعلم ایسے بھی ہوتے ہیں جو کبھی بھی استاد سے مار پٹنے تک نوبت نہیں آنے دیتے بلکہ استاد ان کی عزت کرتے ہیں لیکن اگر محض احتمال اور فرضی قیاس آرائی پر بنیاد رکھنا جائز ہو تو پھر تو یہ بھی کہو کہ کسی نبی کا باپ، ماں بڑا بھائی، دادا، چچا کوئی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ بچپن میں ان بزرگان میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھوں کان کھنچوانے اور مار پٹنے کا خطرہ اور احتمال ہے۔ خیر یہ تو بچپن میں مار کھانے کا قصہ ہے لیکن قرآن مجید میں تو لکھا ہے کہ ایک نبی نے بڑے ہو کر بلکہ نبی بن کر اپنے چھوٹے بھائی موسیٰؑ سے ڈاڑھی اور سر کے بال نچوائے۔ ملاحظہ ہو:۔

وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَكَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ (الاعراف:۱۵۱) کہ موسیٰؑ نے (غصّہ کی حالت میں) اپنے بھائی (ہارونؑ) کا سر پکڑ کر اسے اپنی طرف جھٹکا دیا تو حضرت ہارونؑ نے کہا ''اے میری ماں کے بیٹے! مجھے قوم نے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیتے۔ پس تو دشمنوں کو خوشی نہ دکھا۔ نیز ملاحظہ ہو سورۃ طٰہٰ:۹۵۔

قَالَ یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ (طٰـــہٰ:۹۵) کہ اے میری ماں کے بیٹے! میری داڑھی اور میرے سر (کے بال) نہ پکڑ! مگر باوجود اس شماتت اعداء اور مار پیٹ کے ہارون نبی کے نبی ہی رہے۔ یہ تو قرآن ہے مگر یہاں احراری امیر شریعت کی عقل کے رو سے کوئی نبی پڑھا لکھا نہیں ہوسکتا۔ محض اس خوف سے کہ کہیں بچپن میں استاد سے مار نہ کھا بیٹھے پھر بڑا ہو کر کیا کرے گا؟

۲۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ کے اساتذہ تو ہمیشہ آپ کی عزت کرتے تھے اور ہرگز ثابت نہیں کہ حضور کو کسی استاد نے کبھی ایک دفعہ بھی مارا ہو۔ پس محض فرضی احتمالات و قیاسات پر اعتراضات کی بنیاد رکھنا اور واقعات کو نظر انداز کر دینا کسی معقول انسان کا شیوہ نہیں ہوسکتا۔

۱۳۔ نبی کا نام مرکب نہیں ہوتا۔ مرزا صاحب کا نام مرکب تھا؟

الجواب:۔ ۱۔ یہ معیار کہاں لکھا ہے۔ بھلا نام کے مرکب یا مفرد ہونے کا نبوت کے ساتھ کیا تعلق؟

۲۔ قرآن مجید میں ہے۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا (ال عـــمـران:۴۶) اس آیت میں

فرشتے نے حضرت عیسیٰؑ کا نام ’’ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ‘‘ بتایا ہے جو مرکب ہے۔

۳۔’’اسمٰعیل‘‘ بھی مرکب ہے اِسْمَعُ اور اِیل جس کا ترجمہ ہے ’’سن لی‘‘ اللہ نے میری! یعنی اللہ نے میری دعا سن لی۔

۱۴۔حج کرنا

الجواب:۔۱۔حج کے لئے بعض شرائط ہیں (۱) راستہ میں امن ہو۔ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (اٰل عمران: ۹۸) (۲) صحت ہو۔ (۳) بوڑھے والدین نہ ہوں۔ (دیکھو تفسیر کبیر امام رازی زیر آیت آل عمران: ۹۸۔ نیز دیکھو کشف المحجوب مصنفہ داتا گنج بخشؒ مترجم اردو صفحہ ۳۷۷۔ ما لا بد منه اردو صفحہ ۶۸ تاجران کتب برکت علی اینڈ سنز لاہور) **جن کی خدمت اس پر فرض ہو یا چھوٹی اولاد نہ ہو جس کی تربیت اس پر فرض ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں تینوں شرائط نہ پائی جاتی تھیں۔ لاہور گئے، رستہ میں قتل کرنے کے لئے لوگ بیٹھ گئے۔ امرتسر اور سیالکوٹ میں گئے مخالفین نے اینٹیں ماریں۔ دہلی گئے وہاں آپ پر حملہ کیا گیا اور مکہ میں تو حضرت پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا تھا۔ پس آپ پر حج کے لیے جانا فرض نہ تھا کیونکہ حج صرف اس حالت میں ہوسکتا ہے کہ رستہ میں امن ہو۔ خود آنحضرت صلعم نے حدیبیہ کے سال حج نہیں کیا۔ محض اس وجہ سے کہ کافر مانع ہوئے۔**

۲۔آپ کو دوران سر اور ذیابیطس کی دو بیماریاں تھیں۔

۳۔آپ کے والد بزرگوار آپ کے سر پر چالیس سال کی عمر تک زندہ رہے اور اس کے بعد اولاد تھی۔

۴۔تذکرۃ الالیاء میں ہے۔’’ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ حج کا کیا۔ جب میں بغداد پہنچا تو حضرت ابو حازم مکیؒ کے پاس گیا۔ میں نے ان کو سوتے پایا۔ میں نے تھوڑی دیر صبر کیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو فرمانے لگے کہ میں نے اس وقت حضرت پیغمبر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو تیرے لئے پیغام دیا اور فرمایا کہ کہہ دو اپنی ماں کے حقوق کی نگہداشت کرے کہ اس کے لئے وہی بہتر ہے حج کرنے سے۔ اب تو لوٹ جا۔ اور اس کے دل کی رضا طلب کر۔ میں واپس پھرا اور مکہ معظّمہ نہ گیا۔‘‘

(تذکرۃ الاولیاء ذکر ابو حازم مکیؒ باب نمبر ۷ صفحہ ۶۸۔ انوار الاذکیاء اردو ترجمہ ظہیر الاصفیاء صفحہ ۵۷)

بھلا ایک ماں کی خدمت تو حج سے بہتر ہے پھر اسلام (جس پر ہزاروں مائیں قربان کی جاسکتی ہیں) کی خدمت کرنا کیوں حج سے بہتر نہیں۔

۵۔"فَجَاءَتْ اِمْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمٍ...... فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ فِي الْحَجِّ اَدْرَكْتُ اَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ."

(بخاری کتاب الحج باب وجوب الحج و فضلہٖ)

خثعم قبیلہ کی ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا یا رسول اللہ میرا باپ بہت بوڑھا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا فریضہ حج فرض ہوگیا ہے۔ وہ بوجہ بڑھاپا اونٹ پر بیٹھ نہیں سکتا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہاں۔ یہی حدیث **مسلم کتاب الحج باب الحج عن العاجز** ......مع شرح نووی میں بھی ہے۔

۶۔"عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِيْ مَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ قَالَ اَرَاَيْتَ لَوْ كَانَ عَلٰى اَبِيْكَ دَيْنٌ اَكُنْتَ تَقْضِيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَدَيْنُ اللّٰهِ اَحَقُّ." **(نسائی کتاب مناسک الحج باب تشبیہ قضاء الحج بقضاء الدین)**

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عکرمہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرا باپ فوت ہوگیا اور اس نے حج نہیں کیا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ فرمایا کیا اگر تیرے باپ پر کوئی قرضہ ہوتا تو تو اس کو ادا کرتا؟ اس نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا پھر اللہ کا قرضہ زیادہ قابل ادائیگی ہے یعنی اس کو ادا کردو۔ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے بھی حج بدل کرایا گیا اور حضرت حافظ احمد اللہ صاحب مرحوم نے فریضہ حج ادا کیا۔

فَجِّ الرَّوْحَاءِ

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مسیح موعود حج کرے گا اور **فَجِّ الرَّوْحَاءِ** سے عمرہ کرے گا۔ آنحضرتؐ نے مسیح موعودؑ کو حج کرتے دیکھا ہے:۔

الجواب۔ا۔ آنحضرت صلعم نے دجّال کو بھی حج کرتے دیکھا ہے۔ کیا دجّال بھی حاجی ہوگا؟

"رَجُلٌ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ."

(بخاری کتاب بدء الخلق کتا ب الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم)

کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ دجّال ہے۔ باقی رہی حدیث **لَيُهِلَّنَّ ابْنُ مَرْيَمَ بِفَجِّ الرَّوْحَاءِ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ لَيَثْنِيَنَّهُمَا.** (صحیح مسلم کتاب الحج باب اهلال النبیؐ و هدیه) تو یاد رکھنا چاہیے کہ (۱) حدیث کے الفاظ میں اَوْ. اَوْ. اَوْ کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ آنحضرتؐ کے اصل الفاظ محفوظ نہیں ہیں۔ یہ روایت سند کے لحاظ سے بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کا ایک راوی محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہے۔ اس کے متعلق لکھا ہے ''**قَالَ اَبُو الزِّنَادِ كُنَّا نَكْتُبُ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ وَكَانَ ابْنُ شُهَّابٍ يَكْتُبُ كُلَّمَا سَمِعَ.**'' (تهذیب التهذیب باب المیم زیر لفظ محمد) کہ ابوالزناد نے کہا ہے کہ ہم تو حلال اور حرام کی بابت حدیث جمع کرتے تھے۔ مگر ابن شہاب جو سنتا تھا لکھ لیتا تھا۔ پس وہ حجت نہیں ہے اور ابوداؤد کہتے ہیں کہ ''**قَدْ رُوِىَ مِأَتَيْنِ عَنْ غَيْرِ الثِّقَاتِ** کہ زہری کی روایت کردہ روایتوں میں دو صد کے قریب روایتیں غیر ثقہ راویوں سے مروی ہیں۔ (تهذیب التهذیب باب المیم زیر لفظ محمد) نیز اس کے متعلق علامہ ذہبی کی رائے یہ ہے کہ **كَانَ يُدَلِّسُ فِى النَّادِرِ.**

(میزان الاعتدال زیر لفظ محمد بن مسلم)

اسی طرح حدیث کا دوسرا راوی سعید بن منصور بن شعبۃ الخراسانی ابوعثمان ہے اس کے متعلق لکھا ہے کہ **اِذَا رَأَى فِىْ كِتَابِهٖ خَطَاءً لَمْ يَرْجِعْ عَنْهُ.** (تهذیب التهذیب باب الحاء زیر لفظ حُرملة و میزان الاعتدال زیر لفظ سعید بن منصور) یعنی یہ راوی اتنا ضدی تھا کہ اگر اپنی تحریر کردہ حدیث میں کوئی غلطی بھی دیکھتا تھا تو اپنی غلطی سے رجوع نہ کرتا تھا۔ اسی طرح دوسری سند میں سعد بن عبدالرحمٰن الفہمی بھی ہے جس نے یہ روایت زہری سے لی ہے۔ اس کے متعلق لکھا ہے کہ ''**وَهُوَ دُوْنَهُمْ فِى الزُّهْرِىّ**''......**فِىْ حَدِيْثِهٖ عَنِ الزُّهْرِىّ بَعْضُ الْاِضْطِرَابِ.** (تهذیب التهذیب باب السین زیر لفظ سعد) کہ لیث کی جو روایت زہری سے ہو وہ مشکوک ہوتی ہے۔ پس روایت متنازعہ بھی مشکوک ہے۔ تیسرے طریقہ میں حرملہ بن یحیٰی بن عبداللہ بھی ضعیف ہے۔ ابوحاتم اس کے متعلق کہتے ہیں کہ ''**لَا يُحْتَجُّ بِهٖ**'' کہ اس کا قول حجت نہیں نیز یہ روایت اس راوی نے ابن وہب سے لی ہے۔ حالانکہ یہ ثابت ہے کہ ان دونوں کے درمیان دشمنی تھی۔ پس یہ روایت حجت نہیں۔ (تهذیب التهذیب باب الحاء زیر لفظ حُرملة)

مختصر یہ کہ یہ روایت ضعیف ہے اور اس میں زہری کی تدلیس اور لیث کا اضطراب اور حرملہ کی

عدم ثقاہت کا دخل ہے۔لہٰذا حجت نہیں۔

۲۔فَجّ الرَّوْحَاءِ کوئی میقات نہیں۔ چنانچہ (الف) **فَجَّ** بمعنی طریق است و ہر دور امکانیست ما بین مدینہ طیبہ رو وادی صغرا درراہ مکہ مکرمہ (حج الکرامۃ صفحہ ۳۲۹ از نواب صدیق حسن خان صاحب بزبان فارسی) پس ثابت ہوا کہ یہ میقات نہیں۔

ب۔ **لَيْسَ بِمِيْقَاتٍ** (اکمال الاکمال شرح مسلم جلد۳ ص ۳۹۸) کہ فج روحاء کوئی میقات نہیں۔

ج۔لغت کی کتاب قاموس میں ہے **اَلرَّوْحَاءُ بَيْنَ الْحَرَمَيْنِ عَلٰى ثَلَاثِيْنَ وَ اَرْبَعِيْنَ مِيْلًا مِنَ الْمَدِيْنَةِ** (قاموس فصل الرّاء باب الحاء) کہ روحاء حرمین کے درمیان مدینہ سے تیس چالیس میل کے فاصلہ پر ہے۔پس یہ نہ میقات ہے اور نہ میقات کے بالمقابل۔

۳۔مسلم کی ایک دوسری حدیث اس حدیث کی شرح کرتی ہے۔**عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَمَرَرْنَا بِوَادٍ فَقَالَ اَىُّ وَادٍ هٰذَا؟ فَقَالُوْا وَادِى الْاَزْرَقِ فَقَالَ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى مُوْسٰى فَذَكَرَ مِنْ لَوْنِهٖ وَ شَعْرِهٖ شَيْئًا...... وَاضِعًا اَصْبَعَيْهِ فِىْ اُذُنَيْهِ لَهٗ جُؤَارٌ اِلَى اللّٰهِ بِالتَّلْبِيَةِ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِىْ. قَالَ ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى ثَنِيَّةٍ فَقَالَ اَىُّ ثَنِيَّةٍ هٰذِهٖ؟ فَقَالُوْا هَرْشٰى......فَقَالَ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى يُوْنُسَ عَلٰى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ عَلَيْهِ جُبَّةُ صُوْفٍ...... مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِىْ مُلَبِّيًا.''**

(مسلم كتاب الايمان باب الاسراء برسول اللّٰه الى السموت و فرض الصلٰوة)

حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ ہم ایک دن مکہ اور مدینہ کے درمیان گئے۔پس ہم ایک وادی سے گزرے۔آنحضرت صلعم نے پوچھا یہ کونسی وادی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ وادی ارزق۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں پھر آنحضرت صلعم نے حضرت موسیٰ کے رنگ اور بالوں کا کچھ ذکر کیا انہوں نے اپنی انگلیاں دونوں کانوں میں ڈالی ہوئی ہیں اور وہ اس وادی سے گزرتے ہوئے لبیک کہہ رہے ہیں۔راوی کہتا ہے کہ پھر ہم آگے چلے یہاں تک کہ ہم ایک ٹیلے پر پہنچے۔آنحضرتؐ نے پوچھا یہ کونسا ٹیلا ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ یہ ہرشیٰ ٹیلہ ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ گویا میں یونسؑ کو ایک سرخ اونٹنی پر سوار ایک صوف کا جبہ پہنے ہوئے اس وادی سے گزرتے ہوئے اور لبیک کہتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔''

معلوم ہوا کہ جس طرح کشفی حالت میں آنحضرت صلعم نے ان انبیاء کو تلبیہ کہتے ہوئے دیکھا اسی طرح وادی فج الروحاء میں احرام باندھے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔

۴۔ چنانچہ تصوف کی مشہور کتاب التعرف کی شرح میں ابوابراہیم اسمٰعیل بن محمد بن عبداللہ المستملی لکھتے ہیں۔قَالَ اَبُوْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ مَرَّ بِالصَّخْرَۃِ مِنَ الرَّوْحَاءِ سَبْعُوْنَ نَبِیًّا حُفَاۃً عَلَیْھِمُ الْعَبَاءُ یَطُوْفُوْنَ الْبَیْتَ الْعَتِیْقَ. (شرح التعرف صفحہ۷) کہ ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں نے روحاء کے مقام پر ایک چٹان کے پاس گذشتہ ستر نبیوں کو ننگے پاؤں چادریں اوڑھے کعبہ کا طواف کرتے دیکھا ہے۔پس اسی فج الروحاء کے مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا ہے۔

۵۔پس اس کشف کی تعبیر ہوگی اور تعبیر یہ ہے۔''وَاِنْ رَّاٰی اَنَّہٗ حَجَّ اَوِعْتَمَرَ فَاِنَّہٗ یَعِیْشُ عَیْشًا طَوِیْلًا وَ تُقْبَلُ اُمُوْرُہٗ. (تعطیر الانام فی تعبیر الاحلام باب الحاء) یعنی جو شخص یہ دیکھے کہ اس نے حج یا عمرہ کیا ہے پس اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ لمبی عمر پائے گا اور اس کی مرادیں پوری ہوں گی۔

۶۔ وَمَنْ رَّاٰی فَعَلَ شَیْئًا مِنَ الْمَنَاسِکِ فَھُوَ خَیْرٌ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَ قِیْلَ اِنَّ الْاَحْرَامَ تَجَرَّدٌ فِی الْعِبَادَۃِ اَوْخُرُوْجٌ مِنَ الذُّنُوْبِ......فَاِنَّہٗ یَدُلُّ عَلٰی حُصُوْلِ رَحْمَۃٍ.

(کتاب الاشارات فی علم العبارات باب۱۰ صفحہ۱۴ برحاشیہ تعطیر الانام جلد۲ باب الصّاد)

کہ اگر کوئی شخص دیکھے کہ اس نے حج کے مناسک میں سے کوئی ادا کیا ہے۔تو یہ بہرحال اچھا ہے۔اور کہا گیا ہے کہ احرام باندھنا (خواب میں) صرف عبادت کے لئے یا گناہوں سے نکلنے کے لئے خاص ہے۔کیونکہ یہ حصول رحمت پر دلالت کرتا ہے۔

۷۔وَمَنْ رَاٰی کَاَنَّہٗ خَارِجٌ اِلَی الْحَجِّ فِیْ وَقْتِہٖ......وَاِنْ کَانَ مَغْمُوْمًا فُرِجَ عَنْہُ......فَاِنْ رَاٰی کَاَنَّہٗ یُلَبِّیْ فِی الْحَرَمِ فَاِنَّہٗ یَظْفُرُ بِعَدُوِّہٖ وَ یَاْمَنُ خَوْفَ الْغَالِبِ.

(منتخب الکلام فی تفسیر الاحلام لامام محمد بن سیرین باب نمبر۴ صفحہ۷۳ برحاشیہ تعطیر الانام باب الباء جلد۱ صفحہ۷۳)

کہ خواب میں جو شخص یہ دیکھے کہ حج کے ایام میں حج کے لئے جارہا ہے پس اگر تو اس کو کوئی خوف ہے تو وہ امن پائے گا اور اگر وہ ہدایت یافتہ نہیں تو ہدایت پائے گا۔اور اگر وہ مغموم ہے تو غم دور ہوگا اور اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ وہ احرام کی حالت میں لبیک کہہ رہا ہے پس وہ کامیاب ہو جائے گا اور خوف سے امن میں ہو جائے گا۔

۸۔اور یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ دجّال کافر ہے۔اس کا طواف سے کیا کام؟ جواب اس کا یہ دیا ہے علماء نے کہ یہ آنحضرتؐ کے مکاشفات سے ہے۔خواب میں تعبیر اس کی یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کو دکھایا۔روز ہوگا کہ عیسیٰؑ گرد دین کے پھریں گے واسطے قائم کرنے دین کے اور درستی کرنے خلل وفساد کے۔اور دجّال بھی پھرے گا گرد دین کے بقصد خلل وفساد ڈالنے کے دین میں۔ **كَذَا قَالَ الطَّيِّبِيُّ.**

(مظاہر حق شرح مشکوٰۃ کتاب علامات قیامت باب حلیہ دجّال و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الفتن باب العلامات بین یدی الساعۃ و ذکر الدجّال۔مجمع البحار الانوار جلد۲ صفحہ۳۲۲ و برحاشیہ مشکوٰۃ صفحہ۴۰۵ مطبع نظامی)

۹۔"لَيُهِلَّنَّ" کا مضارع اس حدیث میں مولوی ثناء اللہ امرتسری کے ترجمہ قرآن کو مدنظر رکھتے ہوئے حال کے لئے بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ مولوی صاحب مذکور نے آیت وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ (النساء:۷۳) کا ترجمہ کوئی تم میں سے سستی کرتا ہے کیا ہے۔

(دیکھو تفسیر ثنائی تفسیر سورۃ النساء زیر آیت وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ)

۱۵۔مرزا صاحب سے تو خدا کا وعدہ حفاظت تھا۔پھر کیا ڈر تھا؟

جواب:۔۱۔ "وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدۃ:۶۷) کا وعدہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی تھا اور یہ وعدہ ابتدائے نبوت میں ہوا تھا۔"

(درمنثور زیر آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔المائدۃ:۶۷)

پھر حضرتؐ ہجرت کے لئے رات کو نکلے اور غار ثور میں چھپنے کی کیا ضرورت تھی؟ نیز درمنثور میں ہے کہ "**كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ بَعَثَ مَعَهُ اَبُوْطَالِبٍ مَنْ يَّكْلُؤُهُ.**" نیز دیکھو ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان زیر آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔وبحر محیط زیر آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ) کہ رسول خدا صلعم جب کہیں جاتے تو حضرت ابوطالب کسی آدمی کو بطور حفاظت ساتھ بھیج دیتے تھے۔نیز اگر یہ کہو کہ مرزا صاحب نے پنج بنائے اسلام بھی پورے نہ کئے تو تم یہ بتاؤ کہ نبیوں کے سردار آنحضرت صلعم نے پانچ بناء اسلام کو پورا کیا ہے؟ آپؐ کا زکوٰۃ دینا ثابت کرو نیز حضرت علیؓ کا۔

۲۔جنگ بدر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زرہ پہنی۔**فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ**

رَأَیْتُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَلْبَسُ الدِّرْعَ (بیضاوی زیرآیت المائدۃ:۵۱) کہ بدر کی جنگ کے موقع پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زرہ بکتر پہنے ہوئے دیکھا۔

۳۔ تفسیر حسینی میں لکھا ہے:۔

''تفسیر وسیط میں محمد بن کعب قرظی سے منقول ہے کہ لیلۃ العقبہ میں پچھتر آدمی اہل مدینہ میں سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کرتے تھے۔ عبداللہ رواحہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ شرط کر لیجئے جو خدا اور رسول کے واسطے آپ چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کے واسطے تو میں یہ شرط کرتا ہوں کہ تم اسی کی عبادت کرو اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور اپنے واسطے یہ شرط کرتا ہوں کہ ان چیزوں سے میری حفاظت کرو جن سے اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کرتے ہو۔''

(تفسیر قادری مترجم زیرآیت لَا یَزَالُ بُنْیَانُھُمُ الَّذِیْ۔ التوبۃ:۱۱۰)

۱۶۔ مرزا صاحب نے ملازمت کی

الجواب۔ بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کُنْتُ اَرْعَاھَا عَلٰی قَرَارِیْطَ لِاَھْلِ مَکَّۃَ (بخاری کتاب الاجارۃ باب رَعْیِ الْغَنَمِ) کہ میں چند قیراط لے کر کفار مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا نیز قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ کا اپنے خسر کی بکریاں چرانا پڑھو۔

۱۷۔ چندہ لیتے تھے؟

حضرت مرزا صاحب چندہ لیتے ہیں۔ حالانکہ مہدی نے تو مال بانٹنا تھا یہاں تک کہ کوئی قبول کرنے والا باقی نہیں رہے گا۔

جواب:۔ ۱۔ مولویوں کو پیسوں کی خاص طور پر فکر ہوتی ہے۔ حدیث میں ''یَفِیْضُ الْمَالُ'' ہے۔ (دیکھو ترمذی کتاب الفتن باب ما جاء فی نزول عیسٰی بن مریم) یعنی اس زمانہ میں دولت اور مال زیادہ ہوگا۔ جیسا کہ اب ہے۔

۲۔ اگر ''یَفِیْضُ الْمَالُ'' (ترمذی کتاب الفتن باب ما جاء فی نزول عیسٰی بن مریم) کو صحیح سمجھ کر یہ معنی کئے جائیں کہ مسیح موعودؑ آ کر مال تقسیم کرے گا مگر کوئی اس کو قبول نہیں کرے گا تو اس سے مراد دنیوی مال و دولت تو ہو نہیں ہوسکتا کیونکہ ترمذی شریف کی ایک اور صحیح حدیث میں ہے:۔

''لَوْ کَانَ لِاِبْنِ اٰدَمَ وَادِیًا مِّنْ مَالٍ لَابْتَغٰی عَلَیْہِ ثَانِیًا وَلَوْ کَانَ لَہٗ ثَانِیًا لَابْتَغٰی عَلَیْہِ ثَالِثًا وَلَا

يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ."(ترمذی کتاب المناقب ابی ابن کعب)

"اگر انسان کو ایک وادی مال و دولت سے بھرپور مل جائے تو اس پر بھی وہ ضرور دوسری وادی کا آرزومند ہوگا اور جب اس کو دوسری وادی بھی حاصل ہو جائے تو اس پر بھی وہ تیسری وادی کا خواہشمند ہوگا اور (سچ تو یہ ہے کہ) انسان کے پیٹ کو سوائے خاک کے اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی (یعنی قبر میں ہی جا کر اس کی حرص مٹتی ہے۔)"

پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ مہدی کے وقت میں یہ انسانی فطرت بدل جائے اور آنحضرت صلعم کا یہ فرمان غلط ہو جائے۔ پس مہدی کے مال بانٹنے سے مراد وہ علوم آسمانی اور حقائق معارف کا خزانہ ہے جو مسیح موعودؑ نے لوگوں کو دیا اور جس کو تمہارے جیسے بدقسمت قبول نہیں کرتے۔

۳۔ اس مال سے مراد وہ متعدد انعامات ہیں جو آپ نے اپنی مختلف کتابوں کے جواب لکھنے والوں کے لیے مقرر فرمائے۔ مگر کسی کو ان کے قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

۴۔ قرآن مجید میں ہے:۔

الف۔ اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَیْ نَجْوٰكُمْ صَدَقَةً (المجادلة:۱۳)

کہ اے مسلمانو! جب تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مشورہ کرنے جاؤ تو کچھ چندہ بھی لے جایا کرو۔

ب۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبة:۱۱۱)

کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے مال اور ان کی جانیں خرید کر اس کے عوض ان کو جنت دے دیا ہے۔

ج۔ قرآن مجید میں سینکڑوں آیات انفاق فی سبیل اللہ کے متعلق ہیں۔

۵۔ الزامی جواب

بخاری میں ایک نہایت دلچسپ حدیث ہے۔ جس کے مطابق حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ بعض صحابہؓ کسی گاؤں میں بحالت سفر ٹھہرے اور اہل گاؤں سے دعوت طلب کی، مگر ان لوگوں نے مہمانی سے انکار کیا۔ اتنے میں اس قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا۔ سب علاج کئے لیکن فائدہ نہ ہوا۔ کسی نے انہیں کہا کہ گاؤں سے باہر جو لوگ (صحابہ) ٹھہرے ہوئے ہیں ان سے پوچھو۔ شاید ان میں سے کسی کو کوئی علاج معلوم ہو۔ چنانچہ جب وہ لوگ صحابہ کے پاس آئے تو ایک صحابی نے

کہا ہاں میں دم کرنا جانتا ہوں۔مگر چونکہ تم لوگوں نے ہمیں مہمانی دینے سے انکار کر دیا تھا اس لئے اب بلا اُجرت علاج نہیں کروں گا۔اس پر ان لوگوں کے ساتھ ان کا معاوضہ چند بھیڑیں، بکریاں مقرر ہوا۔ اس صحابی نے قبیلہ کے سردار پر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ '' پڑھ کر دم کیا جس سے وہ یکدم اچھا ہو گیا اور اس صحابی کو گاؤں والوں نے معاوضہ ادا کر دیا۔اس پر باقی صحابہ نے کہا اس معاوضہ میں ہمارا بھی حق ہے پس ہمارا حصہ بانٹ دومگر وہ صحابی جنہوں نے دم کیا تھا کہتے تھے کہ چونکہ دم میں نے کیا ہے اس لئے یہ میرا ذاتی حق ہے کسی دوسرے کا اس میں حصہ یا دخل نہیں۔اس پر یہ فیصلہ ہوا کہ آنحضرت صلعم کے پاس چلتے ہیں جو فیصلہ حضورؐ کریں۔آخر وہ سب اصحاب آنحضرت صلعم کے حضور پیش ہوئے۔حضور صلعم نے سب واقعہ سنا۔پھر اس دم کرنے والے صحابی سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

''وَمَا يُدْرِيْكَ اَنَّهَا رُقْيَةٌ ثُمَّ قَالَ قَدْ اَصَبْتُمْ اَقْسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِيْ مَعَكُمْ سَهْمًا فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ''

(بخاری کتاب الاجارة باب مَا يُعْطِیُ فی الرقية علٰی أحياءِ العَرَب بفاتحةِ الكتاب)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''تم کو کیسے معلوم ہوا کہ (سورۃ فاتحہ سے) جھاڑ پھونک یا دم کیا جاتا ہے۔پھر آپؐ نے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا اب اس کو بانٹ لو اور اپنے ساتھ میرا حصہ بھی لگا دو۔'' یہ کہہ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔

سوال یہ ہے کہ

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حصہ کیوں نکلوایا۔

(۲) مسکرائے کیوں تھے؟

۶۔ اسی طرح بخاری **کتاب الوکالة باب الوکالة فی قضاء الدیوان** پر ہے کہ آنحضرت صلعم سے ایک شخص نے اپنا سابقہ قرض طلب کیا اور آپؐ سے جھگڑا کر کے سخت کلامی کی۔جس پر صحابہ اسے مارنے لگے مگر آنحضرتؐ نے صحابہ کو اس سے منع فرمایا مگر اپنا قرض صحابہؓ سے ادا کروایا۔

۱۸۔مراق

مرزا صاحب نے لکھا ہے مجھے مراق ہے (بدر جلد ۲ نمبر ۲۳ صفحہ ۵ کالم نمبر ۲۔ ۷ جون ۱۹۰۶ء) اور مراق کا ترجمہ ہے۔ہسٹیر یا بقول مرزا بشیر احمد صاحب (سیرۃ المہدی جلد ا صفحہ ۱۳ مطبوعہ ۲۱ دسمبر ۱۹۲۳ء) اور

جس کو ہسٹیریا ہو، وہ نبی نہیں ہوسکتا۔ بقول ڈاکٹر شاہ نواز خاں صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم (ریویو آف ریلیجنز جلد ۲۵ جلد ۸ صفحہ ۱۱، ۱۲ و ۲۹۲ اگست ۱۹۲۶ء) پس ثابت ہوا مرزا صاحب نبی نہ تھے ان کو کاٹا لیپسی CATALEPSY کا مرض تھا۔ (رسالہ مراق مرزا مؤلفہ حبیب اللہ صفحہ ۲)

جواب:۔ (۱) خدا کے انبیاء کو ہمیشہ مجنون ہی کہا جاتا ہے۔ قرآن میں کہا ہے
اَئِنَّا لَتَارِکُوْٓا اٰلِھَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ (الصّٰفٰت:۳۷)

(۲) سب انبیاء کے سردار آنحضرت صلعم کے بد باطن دشمنوں نے آپؐ کے متعلق بھی یہی بکواس کی تھی۔ چنانچہ ملاحظہ ہو کتاب

"A Contribution to the History of Islamic Civilisation"
(by Von Kremer Page 180-185)

اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"Our acquaintance here with the fable, later on repeated with a peculiar zest, that Mohammed invented the story of his intercourse with Gebriel in order to allay the anxiety of Khadijah for epileptic fits with which he was often seized.

ii) Guibert of Nogent writes, Mohammed however, was soon seized with epileptic fits, and Khadijah frightened and alarmed at this malady, hastened to the hermit for an explanation. She was, thereupon assured that the apparent epilepsy was only the condition in which Mohammed was honoured with divine revelations."

۳۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ مجھ کو مراق ہے۔ یہ غلط ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو "مراق" تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو "دوران سر" یعنی "سر درد" کا مرض ضرور تھا اور حضرتؑ نے اپنی قریباً ہر ایک کتاب میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر حضور نے ایک مقام پر بھی اس کا نام مراق نہیں رکھا۔ بدر ۷ جون ۱۹۰۶ء جس کا حوالہ معترضین نے دیا ہے وہ حضرت کی تحریر نہیں بلکہ

ڈائری ہے۔ اور ڈائری حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر کے بالمقابل اور خلاف ہونے کی صورت میں حجت نہیں۔ پس اگر ''مراق کے لفظ سے مراد مالیخولیا'' ہے تو یہ حضرت کی تحریرات کے سراسر خلاف ہے۔ لہٰذا قابل قبول نہیں۔ حضرت نے جب صدہا مرتبہ اسی بیماری کا نام اپنی تحریرات میں ''دوران سر'' تحریر فرمایا ہے اور ایک جگہ بھی ''مراق'' نہیں لکھا تو ڈائری اس کے خلاف پیش نہیں ہوسکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

''ایسا ہی خدا تعالیٰ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر کوئی خبیث مرض دامنگیر ہوجائے جیسا کہ جذام اور جنون اور اندھا ہونا اور مرگی۔ تو اس سے یہ لوگ نتیجہ نکالیں گے کہ اس پر غضب الٰہی ہوگیا اس لئے پہلے سے اُس نے مجھے براہین احمدیہ میں بشارت دی کہ ہر یک خبیث عارضہ سے تجھے محفوظ رکھوں گا اور اپنی نعمت تجھ پر پوری کرونگا۔''

(اربعین نمبر۳۔ روحانی خزائن جلد۱۷ صفحہ۴۲۹ حاشیہ)

۴۔ الزامی جواب

تم لوگ ہمیشہ خدا کے نبیوں کے متعلق ایسی ایسی باتیں گھڑتے ہی رہتے ہو جس سے انہیں خللِ دماغ کا مریض تسلیم کرنا پڑے۔ حضرت مرزا صاحب کے تو تم دشمن ہو مگر تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی لحاظ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ آپ کے متعلق لکھ دیا کہ آپؐ پر جادو کا اثر ہوگیا اور آپؐ کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ آپ سمجھتے تھے کہ میں نے فلاں کام کیا ہے حالانکہ آپ نے نہ کیا ہوتا تھا۔ (گویا نعوذ باللہ حواس قائم نہ رہے تھے)۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:۔

''عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ سُحِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ...... حَتّٰی کَانَ یُخَیَّلُ اِلَیْہِ اَنَّہٗ یَفْعَلُ الشَّیْءَ وَمَا یَفْعَلَہٗ.''

(بخاری کتاب بدء الخلق باب صفة ابلیس و جنودہ۔ تجرید بخاری از علامہ حسین بن مبارک زبیدی ۹۰۰ھ فیروز الدین اینڈ سنز لاہور)

ترجمہ از تجرید بخاری:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا (اس سے) آپ کو خیال ہوتا کہ ایک کام کیا ہے حالانکہ آپ نے اس کو کیا نہ ہوتا۔''

پھر باوجود ان روایات کے حضرت مسیح موعودؑ پر اعتراض کرو تو معذور ہو کیونکہ یرقان کے

مریض کو ہر چیز زرد ہی نظر آتی ہے۔ باقی رہا ''دورانِ سر'' اوراس پر مذاق اوّل تو اس لئے کہ **مسلم کتاب الفتن و اشراط الساعة باب خروج الدجّال و نزول مسیح جلد۲** مصری کی حدیث میں ہے کہ مسیح موعودؑ دو زرد چادریں پہنے ہوئے ہوگا۔ یہ آپ کی صداقت کی دلیل ہے اور اس لئے بھی کہ ڈاکٹری کی رو سے دورانِ سر دماغ کے اعلیٰ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

"The Subjects of Migraine are nearly always of an active capable and intelligant type."

(A Text Book of The Practice of Medicine. U.W.Migraine)

''یعنی دورانِ سر کے مریض قریباً ہمیشہ قابل اور عالی دماغ آدمی ہوتے ہیں۔''

باقی رہا سائل کا طرز استدلال۔ سو وہ خود ہی اس کی غلطی پر گواہ ہے۔ حضور نے کب کہا ہے کہ مجھے ہسٹیریا ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بے شک حضرت اُمّ المومنین کی زبانی ہسٹیریا کا لفظ بولا ہے مگر (اوّل) آپ کوئی ڈاکٹر نہیں ہیں کہ جو ترجمہ دوران سر کا کیا ہے وہ درست ہو اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہسٹیریا کا مرض تھا۔ پس تیسرا حوالہ جو معترض نے نقل کیا ہے وہ بھی بے فائدہ ہے۔ نہ حضرت اپنی نسبت ہسٹیریا تسلیم کرتے ہیں نہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ہسٹیریا کا ترجمہ مالیخولیا کرتے یا سمجھتے ہیں۔ پس مخالف کا استدلال قطعاً باطل ہے۔ ڈاکٹر شاہ نواز خان صاحب نے محولہ بالا رسالہ میں طبی نقطہ نگاہ سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو قطعاً ہسٹیریا نہ تھا۔ ہم نے جو انگریزی عبارتیں (VON KREMER) کی نقل کی ہیں ان میں وہ آنحضرت صلعم کی نسبت (EPILEPSY) کا لفظ استعمال کرتا ہے اور لطف یہ کہ مولوی ثناء اللہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت (CATALEPSY) کا لفظ استعمال کیا ہے اور انگریزی ڈکشنری میں دونوں کا ترجمہ ایک ہی بتایا گیا ہے۔ ''تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ'' (البقرة:۱۱۹)

نوٹ۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۸۵ و صفحہ ۱۸۸ پر VON KREMER (فان کریمر) نے آنحضرتؐ کی وفات کے متعلق ایسی گندی اور ناقابل بیان فحش نویسی کی ہے کہ ہم اسے یہاں انگریزی میں بھی نقل نہیں کر سکتے۔ ان غیر احمدیوں کو جو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے متعلق فحش کلامی کیا کرتے ہیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ وہ اس قدر دلآزار ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق جو کچھ غیر احمدی کہا کرتے ہیں وہ دسواں حصہ بھی اس تحریر کے مقابلہ میں دل آزار نہیں۔

۱۹۔مبہی دوائیاں

مرزا صاحب قوت باہ کی دوائیاں کھایا کرتے تھے۔

جواب۔ قرآن مجید میں ہے"قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ "(الکہف:۱۱۱) کہ کہہ دے کہ میں بھی تمہاری طرح کا انسان ہوں۔ بوجہ بشریت تمام بشریت کے تقاضے (جو گناہ نہ ہوں) انبیاء کے ساتھ ہوتے ہیں۔کوئی نبی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کے متعلق بھی اسی قسم کے واقعات ہیں:۔

۱۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور و معروف کتاب"کیمیائے سعادت"میں فرماتے ہیں:۔

"اور غرائیب اخبار میں منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ میں ضعف شہوت دیکھا تو جبرائیل نے مجھے ہریسہ کھانے کو کہا اور اس کا سبب یہ تھا کہ حضورؐ کی نو عورتیں تھیں اور وہ تمام عالم پر حرام ہو چکی تھیں اور ان کی امید تمام جہان سے منقطع ہو چکی تھی۔"

(کیمیائے سعادت۔مترجم اردو از ملک عنایت اللہ صاحب پروفیسر مشن کالج مطبوعہ دین محمدی پریس۔رکن سوم مہلکات میں اصل پیٹ اور شرمگاہ کی خواہش کے علاج میں صفحہ ۲۷۰)

نوٹ:۔ کیمیائے سعادت کے فارسی ایڈیشن مطبع نولکشور کے صفحہ ۲۷۸ پر یہ روایت درج ہے:۔

۲۔ "ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل سے اپنی قوتِ باہ کا شکوہ کیا۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ تم ہریسہ کھایا کرو اس میں قوت چالیس مردوں کی رکھی ہے۔"

۳۔ "انس بن مالک کہتے ہیں کہ فرمایا حضرتؐ نے کہ تم خضاب کیا کرو حنا کا، کہ قوت باہ پیدا کرتی......ان حدیثات کو غایت الاحکام فی صناعت الاحکام نجم الدین ابن اللبودی ۶۶۱ھ والے نے بیان کیا ہے۔" (طب نبوی شائع کردہ ملک دین محمد اینڈ سنز صفحہ ۷)

۴۔ تم لوگوں نے تو حضرت یحیٰ علیہ السلام کے متعلق اپنی تفاسیر میں لکھا ہے کہ وہ "حَصُوْر" تھے۔ان معنوں میں کہ ان میں قوتِ باہ مطلقاً مفقود تھی۔(اس سے زیادہ بیان کرنا قرین مصلحت نہیں۔خادمؔ)

دیکھو تفسیر ابن کثیر جلد ا تفسیر زیر آیت سَیِّدًا وَّحَصُوْرًا (آل عمران: ۴۰)

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے:۔ ’’وَکَانَ النِّسَاءُ وَالطِّیْبُ اَحَبَّ شَیْءٍ اِلَیْہِ وَکَانَ یَطُوْفُ عَلٰی نِسَائِہٖ فِی اللَّیْلَۃِ الْوَاحِدَۃِ وَکَانَ قَدْ اُعْطِیَ قُوَّۃُ ثَلٰثِیْنَ فِی الْجِمَاعِ وَ غَیْرِہٖ.‘‘ (زادالمعاد فصل: فی هدیه النکاح و معاشرتہٗ أهلهٖ)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیویاں اور خوشبو بہت پیاری تھی اور آپؐ اپنی سب بیویوں کے پاس ایک ہی رات میں ہو آیا کرتے تھے اور حال یہ تھا کہ آپ کو جماع وغیرہ کے لحاظ سے تیس مردوں کی قوت عطا ہوئی تھی۔

۶۔ ’’کَانَ یَطُوْفُ عَلٰی جَمِیْعِ نِسَائِہٖ فِیْ لَیْلَۃٍ بِغُسْلٍ وَاحِدٍ.‘‘

(جامع الصغیر امام سیوطی جلد ۳ باب الکاف حدیث نمبر ۷۰۸۵۔ مسند امام احمد بن حنبل حدیث نمبر ۱۲۵۱۵، ۱۲۵۱۴، بخاری کتاب الغسل باب الجنب یخرج و یمشی فی السوق وغیرہ۔ مسلم کتاب الحیض باب ماجاء جواز نوم الجنب ...... الخ۔ ابوداؤد کتاب الطهارة باب ما جاء فی الرجل یطوف ...... الخ ۔ ترمذی ابواب الطهارة باب ما جاء فی الرجل یطوف علی نسائه بغسل واحد ۔ نسائی کتاب الطهارة باب اتیان النساء قبل احداث الغسل. ابن ماجه کتاب الطهارة باب ما جاء فی من یغتسل من جمیع نساء ہ غسلا واحدًا۔ تجرید بخاری مترجم اردو شائع کردہ فیروز اینڈ سنز ۱۳۴۱ھ جلد ا صفحہ ۸۱)

ترجمہ از تجرید بخاری بحوالہ مذکورہ بالا:۔

’’رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے پاس (ایک ہی غسل میں ۔ خادم) ایک ہی ساعت کے اندر رات اور دن میں دورہ کر لیتے تھے۔ اور وہ گیارہ تھیں۔ (ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ نو تھیں۔ انسؓ سے پوچھا گیا کہ آپؐ ان سب کی طاقت رکھتے تھے؟ وہ بولے ہم تو کہا کرتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی قوت دی گئی ہے۔

۷۔ ایک اور حدیث میں ہے:۔ ’’اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ بِقِدْرٍ فَاَکَلْتُ مِنْھَا فَاُعْطِیْتُ قُوَّۃَ اَرْبَعِیْنَ رُجُلًا فِی الْجِمَاعِ.‘‘ (جامع الصغیر للسیوطی مصری باب الالف الهمزه جلد ۱)

’’یعنی جبرئیلؑ میرے پاس ایک مٹی کی ہنڈیا لائے۔ سو میں نے اس میں سے کھایا تو مجھے جماع میں چالیس مردوں کی قوت دی گئی۔‘‘

۸۔ ایک اور روایت میں ہے:۔

"اُعْـطِیْـتُ قُوَّۃَ ثَلَاثِیْنَ رَجُلًا فِی الْبِضَاعِ." (فردوس الاخبار دیلمی بحوالہ کنوز الحقائق فی احادیث خیر الخلائق باب الالف بر حاشیہ جامع الصغیر باب الالف مصری جلد ا)" کہ مجھے جماع میں تیس مردوں کی قوت دی گئی ہے۔"

۸۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک ہی رات میں سو بیویوں سے مجامعت کی۔

(مسند امام احمد بن حنبل مسند ابی ھریرۃ حدیث نمبر ۷۰۹۷۔ بخاری کتاب النکاح باب قول الرجل لَأَطُوْفَنَّ اللَّیْلَۃَ عَلٰی نِسَائِیْ۔ مسلم کتاب الایمان بَابُ الْاِسْتِثْنَاءِ فِی الیمین وغیرھا. نسائی کتاب الایمان والنذور باب الاستثناء فی الیمین۔ بحوالہ جامع الصغیر للسیوطی حرف الکاف مصری جلد ۲ صفحہ ۸۵)

۲۰۔ ٹانک وائین

مرزا صاحب نے حکیم محمد حسین صاحب قریشی مرحوم کی معرفت ٹانک وائن منگوائی؟

جواب:۔ ا۔ ٹانک وائن شراب نہیں ہوتی بلکہ ایک دوائی ہے جو مختلف قسم کی بیماریوں خصوصاً بچہ پیدا ہونے کے بعد زچہ کے لئے مفید ہے۔ چنانچہ مشہور کتاب "METERIA MEDICA OF PHARACAUTICAL COMBINATIONS AND SPECIALITIES." میں جو علم اجزاء وخواص الادویہ کی کتاب ہے" ٹانک وائن" کے متعلق لکھا ہے:۔

("Restorative after childs birth prophylactic against malarial fevers, anaemia, anorexia" Page 197)

کہ ٹانک وائن بچہ کی ولادت کے بعد زچہ کی بحالی طاقت کے لئے مفید ہے نیز ملیریا کے زہر کو زائل کرنے اور کمی خون اور بھوک نہ لگنے کے لئے بھی مفید ہے۔ اب جب ہم حضرت اقدس کے محولہ خط کو جس میں ٹانک وائن کا ذکر ہوا ہے پڑھتے ہیں تو اس میں کہیں بھی حضور نے اس کے متعلق یہ نہیں لکھا کہ میں نے اسے خود استعمال کرنا ہے۔ حضرت اقدس خاندانی حکیم بھی تھے اور اکثر غریب بیماروں کو بعض اوقات نہایت قیمتی ادویہ اپنی گرہ سے دے دیا کرتے تھے۔ لہٰذا محض دوائی منگوانے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اسے حضور نے خود استعمال فرمایا۔ انتہائی بغض کا نتیجہ ہوگا۔

۲۔ ہاں اس خط کے ساتھ ملحق خط میں حضرت اقدس نے اپنے گھر میں صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی ولادت کا ذکر فرما کر بعض دوائیں طلب فرمائی ہیں پس ٹانک وائین بھی غالباً زچہ ہی کے

لئے منگوائی گئی۔ کیونکہ یہ دوائی اسی موقع پر استعمال کی جاتی ہے۔ پس اندریں حالات بلاوجہ زبانِ طعن دراز کرنا انتہائی بدبختی ہے۔ خصوصاً جبکہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ یہ شراب نہیں بلکہ ایک دوائی کا نام ہے۔ اور اس کا مزید ثبوت یہ ہے کہ یہ دوائی کسی شراب فروش کی دکان سے نہیں ملتی۔ بلکہ انگریزی دوائی فروشوں کی دکان پر سے ملتی ہے۔

پس یہ ثابت ہے کہ ٹانک وائین شراب نہیں بلکہ دوائی ہے اور وہ دوائی بھی حضرت نے خود استعمال نہیں فرمائی لیکن غیراحمدیوں کے نزدیک تو خالص شراب کا استعمال بھی مندرجہ ذیل صورتوں میں جائز ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

۱۔ ''شراب میں تھوڑی سی ترشی آ جائے تو پینا حلال ہے۔''

(فتاویٰ ہندیہ ترجمہ فتاویٰ عالمگیری مطبع نولکشور بار دوم ۱۹۰۱ء جلد۴ صفحہ ۴۰۶)

۲۔ ''گیہوں و جو و شہد و جوار کی شراب حلال ہے۔''

(عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ جلد۴ صفحہ ۳۹۸ مطبوعہ نولکشور بار اوّل ۱۸۹۶ء)

۳۔ ''چھوارے و منقیٰ کی شراب حلال ہے۔''

(مزدوری ترجمہ قدوری صفحہ ۲۴۳ مطبع مجتبائی دہلی بار دوم ۱۹۰۸ء)

۴۔ ''جس نے شراب کے نو پیالے پیئے اور نشہ نہ ہوا۔ اور پھر دسواں پیا اور نشہ ہو گیا تو یہ دسواں پیالہ حرام ہے۔ پہلے نو پیالے نہیں۔''

(غایۃ الاوطار ترجمہ درِّ مختار جلد۴ صفحہ ۲۶۴ مطبع نولکشور بار چہارم ۱۹۰۰ء)

۵۔ ''پیاسے کو شراب پینا ضرورتاً جائز ہے۔'' (ایضاً جلد۱ صفحہ ۱۰۶)

۶۔ ''جو گوشت شراب میں پکایا گیا ہو۔ وہ تین بار جوش دینے اور خشک کرنے سے پاک ہو جاتا ہے۔'' (ایضاً جلد۱ صفحہ ۱۰۷)

(فتاویٰ ہندیہ ترجمہ فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۵۶ جلد۱ و صفحہ ۱۳۴، صفحہ ۴۰۷، منقول از حقیقۃ الفقہ الموسومہ بہ الاسم التاریخی افاضات الجدیدہ محبوب المطابع برقی پریس دہلی مصنفہ الحاج مولوی محمد یوسف صاحب جے پوری بر صفحات ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰ حصہ اوّل)

۷۔ علاوہ ازیں شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ ''جو کوئی چیز مسکر مخلوط ہو وے تو بناء بر مذہب امام صاحب درست ہے۔'' (شرح وقایہ جلد۴ صفحہ ۵۹ و کتاب الاشربہ آخری سطر مترجم اردو۔ موسومہ بہ نور الہدایہ جلد۴

صفحہ۲۱۱مطبوعہ مطبع نظامی کانپور)اور ظاہر ہے کہ دوائی ٹانک وائین مخلوط ہی کی صورت زیادہ سے زیادہ ہوسکتی ہے۔نہ اس سے زیادہ۔

۸۔پھر لکھا ہے:۔ (الف)''شراب بقدر سکر کے حرام ہے یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔''

(شرح وقايه كتاب الأشربه)

ب۔''اور جائز ہے سرکہ بنانا خمر کا۔''(نور الهدايه ترجمہ اردو شرح وقايه كتاب الأشربه)

ج۔اسی طرح نبیذ کھجور کا یا انگور خشک کا جب تھوڑا سا پکا لیا جائے۔اگرچہ اس میں شدت ہو جائے لیکن ان تینوں کا اس مقدار تک پینا درست ہے کہ نشہ نہ کرے اور لہو وطرب کے قصد سے نہ پئے۔ بلکہ قوت کے لئے استعمال کرے۔''(نور الهدايه ترجمہ اردو شرح وقايه كتاب الأشربه)

د۔''نسائی نے مثلث کی حِلّت کو حضرت عمرؓ سے روایت کیا۔امام صاحب کے نزدیک صرف آخر کا پیالہ ہے جس سے نشہ ہوا۔'' (نور الهدايه ترجمہ اردو شرح وقايه كتاب الأشربه)

ر۔''اور مکروہ ہے خمر (شراب) کی تلچھٹ کا پینا اور اس کو کنگھی میں مل کر بالوں کو لگانا ،لیکن تلچھٹ کا پینے والا جب تک مست نہ ہووے تو اس کو حد نہ لگے گی۔''(شرح وقايه كتاب الأشربه)

۱۲۔ریشمی کپڑے اور کستوری

''مرزا صاحب نے اپنے ایک مرید کو لکھا کہ میری لڑکی مبارکہ کے لئے ریشمی کُرتہ چاہیے جس کی قیمت چھ روپے سے زائد نہ ہو اور گوٹا لگا ہوا ہو۔''

(خطوط امام بنام غلام صفحہ۵ مجموعہ مکتوبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام بنام حکیم محمد حسین صاحب قریشی لاہور)

نیز کستوری استعمال کیا کرتے تھے۔

جواب:۔ کستوری کا استعمال ذیابیطس کی بیماری کے لئے بطور علاج کے تھا اور ہم نے آج تک قرآن مجید، حدیث یا کسی دوسری فقہ کی کتاب میں یہ نہیں پڑھا کہ کستوری حرام ہے۔قرآن مجید میں ہے۔يَآَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (المؤمنون:۵۲) کہ اے رسولو! جو پاک چیزیں ہیں وہ کھاؤ اور نیک کام کرو۔

باقی رہا مبارکہ کے لئے ریشمی کرتا اور گوٹا لگا ہوا تو عورتوں کے لئے یہ دونوں چیزیں اسلامی شریعت کی رو سے حلال ہیں۔ہاں اگر یہ اعتراض ہو کہ خدا کے محبوبوں کو اچھی پوشاکوں اور اچھے کھانوں

سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تو اس کا جواب سن لو!

۱۔ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مشک اور عنبر استعمال کرتے تھے۔''

(سیرۃ النبیؐ شبلی نعمانی حصہ اوّل جلد۲ صفحہ۶۲ طبع یازدہم ۱۹۷۹ء نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد)

۲۔ ابوداؤد میں ہے کہ:۔ ''ایک صحابی پر کسی حروری نے اعتراض کیا کہ تم نے قیمتی حلہ کیوں پہنا۔ تو انہوں نے جواب میں کہا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر قیمتی لباس دیکھا ہے۔''

(ابو داؤد کتاب اللباس باب لباس الغليظ)

۳۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سیر کستوری ایک ہی مرتبہ پانی میں ڈال دی اور اپنے اور اپنے بالوں کے اوپر مل دی''

(كشف المحجوب مترجم اردو تیسواں باب بخشش اور سخاوت کے بیان میں)

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی میں زعفران لگایا کرتے تھے:۔

''كَانَ يَلْبَسُ النِّعَالَ السِبْتِيَةَ وَ يُصَفِّرُ لِحْيَتَهُ بِالْوَرْسِ وَالزَّعْفَرَانَ.''

(بخاری کتاب اللباس باب النِّعَال السِّبْتِيَّةِ وَغَيْرَهَا۔ مسلم۔ ابوداؤد کتاب الترجُّل باب في خضاب الصفرة۔ بحوالہ جامع الصغیر مصنفہ امام سیوطی مصری جلد۲ صفحہ۱۲۱)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رنگے ہوئے چمڑے کی جوتی پہنتے تھے اور ہندوستانی زعفران اور دوسرے زعفران سے داڑھی کو رنگا کرتے تھے۔''

۵۔ ''حضرت عثمانؓ نے اپنے دانتوں کو سونے کے تار سے باندھ رکھا تھا۔''

(تاریخ الخلفاء مصنفہ امام سیوطی مترجم اردو باب بیان الأمراء، ذكر عثمانؓ)

۶۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ للہ علیہ ''پیران پیر'' جن کا دعویٰ ہے کہ ''میں اپنے جدّ امجد کے قدم پر ہوں۔ نہ اٹھایا کوئی قدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مقام سے کہ نہ رکھا میں نے اپنا قدم اس جگہ پر۔''

(گلدستہ کرامات صفحہ۷۔ روایات شیخ شہاب الدین سہروردی مطبع مجتبائی دہلی)

نیز فرماتے ہیں کہ:۔ ''هٰذَا وَجُوْدُ جَدِّيْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَجُوْدَ عَبْدِالْقَادِرِ.'' (ایضاً صفحہ۱۰)

کہ میرا وجود نہیں بلکہ میرے نانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے۔ان کے کپڑوں کی یہ کیفیت تھی۔

(الف)''جناب فیض مآب ملائک رکاب محبوب سبحانی قدس اللہ سرہ نہایت مقبول وضع اور خوش پوشاک رہتے تھے اور جسم مبارک کے کپڑے بھی ایسے بیش قیمت اور گراں بہا ہوتے تھے کہ ایک گز کپڑا دس دینار کو خریدا جاتا تھا۔ بلکہ ایک دفعہ عمامہ کرامت شمامہ جناب غوثیہ کا ستر ہزار دینار کو خریدا گیا تھا۔''

(گلدستہ کرامات صفحہ ۱۱۲۔ مطبع مجتبائی ، مناقب چہل وسوم در بیان بعض مخزن کرامات مطبع افتخار دہلی صفحہ ۸۰)

(ب) جناب غوث الاعظم نعلین (جوتیاں) قَدَمَیْنِ شَرِیْفَتَیْنِ اپنے کی اس قدر بیش قیمت پہنا کرتے تھے کہ وہ نعلین یاقوت سرخ اور زمرد سبز سے مرصع ہوا کرتی تھیں اور نیچے کے تلووں میں ان کے میخیں چاندی اور سونے کی جڑی ہوئی تھیں اور کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوتا تھا کہ آپ نے کوئی نعلین آٹھ دن سے زیادہ اپنے پائے مبارک میں پہنی ہوں۔''

(گلدستہ کرامات صفحہ ۱۱۲ مطبع مجتبائی مناقب چہل و چہارم در تعریف نعلین مطبع افتخار دہلی صفحہ ۸۱)

(ج) اور کبھی کوئی پوشاک ایک روز سے زیادہ آپ کے بدن شریف پر نہیں رہتی تھی اور سوداگر اور تجار اقالیم دور دراز سے پارچات عمدہ اور لباس ہائے بیش قیمت آپ کے واسطے لایا کرتے تھے......اشیائے معطر سے آپ کو بہت شوق تھا کہ ہنگامِ مصروفیت عبادت جسم شریف اور لباس کو اس قدر عطر لگایا جاتا تھا کہ تمام مکان عالیشان مدرسہ معطر ہوجاتا تھا اور اکثر یہ شعر آپ کی زبان حق ترجمان پر رہتا تھا ؎

ہزار بار بشویم دہن زعطر وگلاب ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی است

(گلدستہ کرامات صفحہ ۲۱ مطبع مجتبائی)

۷۔''حضرت امام جعفر صادق نے اعلیٰ لباس زیب تن کیا۔''

(تذکرۃ الاولیاء مترجم اردو پہلا باب صفحہ ۱۵ شائع کردہ برکت علی اینڈ سنز علمی پرنٹنگ پریس)

نیز محبوبانِ الٰہی کے اعلیٰ لباس کے پہننے کی حکمت ملاحظہ فرمائیں (کشف المحجوب از حضرت داتا گنج بخش صاحب مترجم اردو مولوی فیروزالدین صاحب صفحہ ۵۴ مطبوعہ فیروز سنز لاہور) لیکن حضرت مسیح موعودؑ کا لباس تو بالکل سادہ ہوتا تھا جس کا تم بھی انکار نہیں کر سکتے۔

۲۲۔طبیعت کی سادگی اور محویت

غیر احمدی:۔حضرت مرزا صاحب بعض اوقات ایک پاؤں کا جوتا دوسرے میں پہن لیتے تھے۔کبھی قمیض کے بٹن نیچے اوپر لگا لیتے تھے عام طور پر لوگوں کے نام بھول جاتے تھے۔کیا اس قسم کا شخص بھی مقرب بارگاہ الٰہی ہوسکتا ہے؟

جواب۔یہی تو مقربان بارگاہ الٰہی کی علامت ہے کہ ان کو انقطاع الی اللہ کی وہ حالت میسر ہوتی ہے جس سے دنیا وار لوگ بکلی محروم ہوتے ہیں ان کی یہ محویت اس لئے ہوتی ہے کہ ان کو دنیا اور اس کے دھندوں کی طرف توجہ کرنے کے لئے وقت ہی نہیں ملتا۔کیونکہ وہ دن رات اپنے خالق کی طرف سے مفوضہ فرائض کی سرانجام دہی میں مصروف رہتے ہیں ان کو دنیا اور دنیا کے دھندوں میں قطعاً انہماک نہیں ہوتا کیونکہ وہ دنیا میں نہیں ہوتے۔جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ ؎

ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں
آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار

(درثمین اردو صفحہ ۸۲)

۱۔حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا:۔
''اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ.'' (کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۴۲۵ نیا ایڈیشن) یعنی دنیا میری نہیں بلکہ تمہاری ہے اور تم ہی اپنی دنیا کے امور کو مجھ سے زیادہ سمجھتے ہو۔

(نیز دیکھیں مسلم کتاب الفضائل باب وجوب امتثال عن انسؓ و عائشہؓ)

۲۔حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہم کو ہدایت فرمائی ہے کہ دنیا اور دنیا کی چیزوں کے جاتے رہنے میں خطرہ نہیں۔ان کی طرف دل مشغول نہ کرنا چاہیے۔کیونکہ جب تو فانی کی طرف مشغول ہوگا تو باقی سے در پردہ رہے گا۔جبکہ نفس اور دنیا طالب کے واسطے حق سے حجاب ہوتا ہے۔اس لئے دوستانِ خداوند عزوجل نے اس سے منہ موڑا ہے۔''

(تلخیص از کشف المحجوب مترجم اردو مولوی فیروز الدین صاحب فصل اوّل ذکر حضرت ابوبکر صدیقؓ)

پھر فرماتے ہیں:۔

''ایک گروہ نے لباس کے ہونے یا نہ ہونے میں تکلف نہیں کیا۔اگر خداوند تعالیٰ نے ان کو گڈری دی تو پہن لی۔اور اگر قبا دی تو بھی پہن لی۔اور اگر ننگا رکھا تو بھی ننگے رہے۔اور میں کہ علی بن

عثمان جلابی رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں اس طریق کو میں نے پسند کیا ہے اور اپنا لباس پہننے میں ایسا ہی کیا ہے۔''
(تلخیص از کشف المحجوب مترجم اردو چوتھا باب فصل سوم)

۳۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

الف۔ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حضرت شیخ فرید الدین عطار تحریر فرماتے ہیں:۔

''تیس سال تک ایک کنیز آپ کے ہاں رہی، لیکن آپ نے اس کا منہ تک نہ دیکھا۔ آپ نے اس لونڈی کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اس تیس سالی کی مدت مجھ کو یہ مجال نہ تھی کہ خدا کے سوا کسی اور کی طرف دھیان کروں۔ اس وجہ سے تیری طرف متوجہ نہ ہو سکا۔''
(تذکرۃ الاولیاء اردو ترجمہ صفحہ ۳۷ شائع کردہ برکت علی اینڈ سنز)

(ب) حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت لکھا ہے:۔

''آپ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ ایک مرید جو بیس سال سے ایک دم کے لئے آپ سے جدا نہ ہوا تھا، جب بلاتے تھے تو اس سے اس کا نام دریافت فرماتے۔ ایک دن اس مرید نے عرض کی کہ حضرت! شاید آپ مذاق میں ایسا کہتے ہیں اور ہر روز میرا نام دریافت فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ میں مذاق نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے نام نے تمام مخلوق کو میرے ذہن سے فراموش کر دیا ہے۔ اگر چہ میں تیرا نام یاد کرتا ہوں لیکن پھر بھول جاتا ہوں۔''
(تذکرۃ الاولیاء اردو صفحہ ۱۱۹۔ باب چودھواں شائع کردہ برکت علی اینڈ سنز)

ج۔ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے:۔

''ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کے پاس جا کر کہا کہ آپ کے مکان کی چھت ٹوٹ گئی ہے، گر پڑے گی۔ فرمایا بیس سال ہوئے میں نے چھت کو نہیں دیکھا پھر آپ سے پوچھا گیا کہ خلقت سے کیوں نہیں ملتے؟ فرمایا اگر اپنے آپ سے فراغت ہو تو دوسروں کے پاس بیٹھوں۔''
(تذکرۃ الاولیاء اردو صفحہ ۱۵۴۔ اکیسواں باب شائع کردہ برکت علی اینڈ سنز)

د۔ حضرت ابوسفیان ثوریؒ کی نسبت لکھا ہے:۔

''ایک دفعہ آپ نے ایک کپڑا الٹا پہن لیا۔ لوگوں نے کہا کہ سیدھا کر کے پہنو مگر آپ نے نہ کیا اور فرمایا کہ یہ کپڑا میں نے خدا کی خاطر پہنا ہے۔ خلقت کی خاطر اس کو بدلنا نہیں چاہتا۔''
(تذکرۃ الاولیاء اردو صفحہ ۱۴۰۔ سولہواں باب شائع کردہ برکت علی اینڈ سنز)

۲۳۔ پردہ کے عدم احترام کاالزام

غیر احمدی۔ حضرت مرزا صاحب کے سامنے نامحرم عورتیں چلتی پھرتی رہتی تھیں۔ بلکہ ایک ضعیفہ عورت ’’بانو‘‘ نام نے ایک مرتبہ آپ کے رضائی کے اوپر سے پاؤں دبائے۔

جواب:۔ اس اعتراض کی بنیاد حضرت مسیح موعودؑ یا حضورؑ کے خلفاء کی کسی تحریر پر نہیں بلکہ زبانی راویات پر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حجت صرف حضرت مسیح موعودؑ یا حضورؑ کے خلفاء کی تحریرات ہیں۔ حضرت اقدسؑ کی اپنی تحریرات کے برخلاف کوئی ڈائری یا کسی اور کا قول یا روایت ہرگز حجت نہیں۔ احراری معترضین اس سلسلہ میں جس قدر روایات پیش کرتے ہیں وہ سب ایسی کتابوں کی ہیں جن کی غلطی یا خطا سے منزہ ہونے کا دعویٰ خود ان کے مؤلفین یا مرتبین کو بھی نہیں ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی تالیف ’’سیرۃ المہدی‘‘ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ جیسا کہ خود حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے:۔

الف۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ میں ان روایات کی تفصیل کے متعلق بھی صحت کا یقین رکھتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ملک میں جو روایت کا طریق ہے اور جو روایات کے متعلق لوگوں کے حافظہ کی حالت ہے وہ مجھے ایسا خیال کرنے سے مانع ہے۔

(سیرت المہدی حصہ اوّل عرض حال صفحہ ب مطبوعہ ۲۱ دسمبر ۱۹۲۳ء)

پھر تحریر فرماتے ہیں:۔

’’میرا مقصود یہ رہا ہے کہ روایت کے سب پہلو واضح ہو جائیں تا کہ اوّل تو اگر کوئی کمزوری ہے تو وہ ظاہر ہو جاوے۔‘‘ (ایضاً صفحہ ج)

پھر فرماتے ہیں:۔ ’’میں الفاظ روایت کی صحت کا دعویدار نہیں ہوں۔‘‘ (ایضاً صفحہ ا)

علاوہ ازیں سیرت المہدی حصہ سوم کے شروع میں عرض حال صفحہ ا کے عنوان کے ماتحت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے حصہ اوّل کی کئی روایات کی غلطیاں بیان فرمائی ہیں۔ نیز خود حصہ سوم کی بعض روایات کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔ ’’اگر یہ روایت درست ہے۔‘‘ (مثلاً دیکھیں حصہ سوم۔ صفحہ ۲۲، ۲۶، ۵۰، ۵۵، ۱۳۸) اسی طرح صفحہ ۶۴ پر بھی درج کردہ روایت کی صحت کے بارے میں شک کا اظہار فرمایا ہے۔ اسی طرح صفحہ ۱۳۹ پر روایت نمبر ۱۰۷ کے بھی ایک اہم حصہ کو ’’مغالطہ‘‘ کا نتیجہ قرار دیا ہے۔

ب۔خود سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ ۱۵روایت نمبر ۷۷۴ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ غیر محرم عورتوں سے لمس سے پرہیز فرماتے تھے۔

پس ضروری ہے کہ مباحثات میں استدلال کی بنیاد صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضورؑ کے خلفاء کی تحریرات پر رکھی جائے نہ کہ روایات پر۔

۲۔ جہاں تک شریعت اسلامی کی تعلیم کا سوال ہے قرآن مجید نے ایسے مردوں یا عورتوں کو جو ”غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ“ (یعنی شہوانی جذبات سے خالی) ہوں۔ مثلاً بوڑھے اور بوڑھیاں یا خدا کے صالح اور پاک بندے، ایک دوسرے سے پردہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ چنانچہ (الف) قرآن مجید میں سورۃ نور آیت:۳۲ رکوع ۴ میں جہاں پردے کے احکام ہیں وہاں اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ کے الفاظ موجود ہیں جن کو پردے کے حکم سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

الف۔اس کی تفسیر میں حضرت امام رازی تفسیر کبیر میں تحریر میں فرماتے ہیں:۔

”اَوْ شُيُوْخٌ صُلَحَآءُ اِذَا كَانُوْا مَعَهُنَّ غَضُّوْا اَبْصَارَهُمْ......وَقَالَ بَعْضُهُمُ الشَّيْخُ وَ سَآئِرُ مَنْ لَا شَهْوَةَ لَهٗ.“(تفسیر کبیر رازی زیر آیت وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔النور:۳۲)

یعنی ایسے صالح بوڑھے جو عورتوں کی معیت کے وقت غضِ بصر کرنے والے ہوں یا تمام بوڑھے اور ایسے تمام لوگ جو شہوت سے پاک ہوں۔

ب۔تفسیر بیضاوی جلد۲ میں آیت (النور:۳۲) کی تفسیر میں لکھا ہے” **هم الشيوخ الأهمام**“ یعنی اس سے مراد معمر بوڑھے ہیں۔

ج۔تفسیر حسینی میں ہے:۔”بے شہوت والے......مردوں میں سے یعنی وہ مرد جو کھانا مانگنے گھروں میں آتے ہیں اور عورتوں سے کچھ حاجت ہی نہیں رکھتے یعنی ان سے شہوت کا دغدغہ نہیں جیسے بہت بوڑھا۔“

(تفسیر حسینی قادری مترجم اردو جلد۳ زیر آیت النور:۳۲)

۳۔احادیث نبویّہ کی روشنی میں:۔الف۔ **”عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلٰى اُمِّ حَرَامِ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهٗ وَ كَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَاَطْعَمَتْهُ وَ جَعَلَتْ تَفْلِيْ رَأْسَهٗ فَنَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَضْحَكُ.“**

(الادب المفرد باب هَلْ يَفْلِيْ اَحَدٌ رَأْسَ غَيْرِهٖ)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرام بنت ملحان کے گھر جایا کرتے تھے تو وہ حضورؐ کو کھانا پیش کرتیں۔ (وہ حضرت عبادہ بن صامت کی زوجہ تھیں۔) حضرت ام حرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا کھلایا اور حضورؐ کے سر سے جوئیں نکالنے لگیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہو گئے۔

ب۔ اسی طرح الادب المفرد میں ہے کہ حضرت سعدؓ کے بازو کی رگ میں غزوۂ احزاب کے موقع پر زخم آ گیا تو ان کو مدینہ میں رفیدہ نامی ایک عورت کے پاس اس کے گھر میں رکھا گیا وہ ان کا علاج اور مرہم پٹی کرتی تھیں۔ خود آنحضرت صلعم بھی صبح شام اس عورت کے ہاں سعدؓ کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے رہے۔

ج۔ اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی برتن میں حلوہ کھا رہی تھیں کہ حضرت عمرؓ بھی تشریف لے آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں کھانے میں ان کے ساتھ ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ''فَاَصَابَتْ یَدَہٗ اِصْبَعِیْ'' کہ اس اثناء میں حضرت عمرؓ کا ہاتھ میری انگلی کے ساتھ چھو گیا۔

(الادب المفرد باب اکل الرجل مع امرتہ حدیث۱۰۵۳)

د۔ بخاری میں ہے:۔ ''عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یَدْخُلُ بَیْتًا بِالْمَدِیْنَۃِ غَیْرَ بَیْتِ اُمِّ سُلَیْمٍ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِہٖ فَقِیْلَ لَہٗ قَالَ اِنِّیْ اَرْحَمُھَا قُتِلَ اَخُوْھَا مَعِیْ.'' (بخاری کتاب الجہاد والسیر باب فضل من جھز غازیا او خلفہ بخیر)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے گھروں کے علاوہ سارے مدینہ میں صرف اُم سلیمؓ کے گھر میں بالالتزام تشریف لے جاتے تھے۔ بعض لوگوں نے حضورؐ سے اس کا سبب دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اُمّ سلیمؓ کا بھائی میرے ہمراہ لڑتے ہوئے شہید ہو گیا تھا۔ اس لیے میرے دل میں اُمّ سلیمؓ کے لیے خاص رحم ہے۔ (صفحہ ۴۱)

ھ۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے بعد ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما حضرت زید بن ثابتؓ کی بیوی اُم ایمن کے ہاں ان کی ملاقات کے لیے جایا کرتے تھے۔ (مسلم کتاب فضائل الصحابة بَابُ مِنْ فَضَائِلِ اُمِّ اَیْمَن) غرضیکہ کہ بیسیوں حوالے اس قسم کے موجود ہیں۔

و۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زائدہ نام کی باندی کی حدیث مشہور ہے کہ ایک روز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور آپ کو سلام کہا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے زائدہ! کیوں میرے پاس دیر سے آئی ہو۔ تو مُوَفَّقَه ہے اور میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں۔''

(تلخیص از کشف المحجوب مترجم اردو شائع کردہ شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین مطبوعہ ۱۳۱۴ھ باب معجزات وکرامات کا فرق)

ز۔ حضرت داتا صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں۔ فقیہوں کا اتفاق ہے کہ جب راگ ورنگ موجود نہ ہوں اور آوازوں کے سننے سے بری نیت ظاہر نہ ہو تب اس کا سننا مُباح ہے اور اس پر بہت آثار واخبار لاتے ہیں۔ جیسے کہ عائشہؓ سے روایت ہے:۔

''قَالَتْ كَانَتْ عِنْدِىْ جَارِيَّةٌ تُغَنِّىْ فَاسْتَأْذَنَ عُمَرُ فَلَمَّا اَحَسَّتُهٗ وَ سَمِعَتُ حِسَّهٗ فَرَّتْ فَلَمَّا دَخَلَ عُمَرُ تَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ مَا اَضْحَكَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ كَانَتْ عِنْدَنَا جَارِيَّةٌ تُغَنِّىْ فَلَمَّا سَمِعَتْ حِسَّكَ فَرَّتْ فَقَالَ عُمَرُ فَلَا اَبْرَحُ حَتّٰى اَسْمَعَ مَا سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمَعُ.''

ترجمہ:۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے۔ میرے پاس ایک لونڈی گا رہی تھی اتنے میں حضرت عمرؓ نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ جب اس لونڈی نے معلوم کیا اور ان کے آنے کی آواز سنی تو بھاگ گئی۔ پھر جب حضرت عمرؓ اندر داخل ہوئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ تب حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ کس بات پر ہنستے ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا کہ ہمارے پاس لونڈی گا رہی تھی۔ جب اس نے آپ کی آواز سنی تو بھاگی۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ حضرتؐ کا سنا ہوا نہ سنوں۔ پھر رسول اللہ صلعم نے اس کو بلایا۔ تب وہ آکر گانے میں مصروف ہوئی اور رسول اللہ صلعم سنتے تھے اور اکثر اصحاب نے ایسی روایت بیان کی ہے۔

(کشف المحجوب مترجم اردو صفحہ ۴۶۲ لحن اور آواز سننے کا باب صفحہ ۴۶۹، صفحہ ۴۷۰)

۴۔ اولیاء اُمت کی مثالیں

الف۔ حضرت داتا گنج بخشؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

''جوانمردوں کا سپاہی اور خراسان کا آفتاب ابو حامد احمد بن خضرویہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ بلند اور

اشرافِ وقت سے خاص تھا اور اپنے زمانہ میں قوم کا پیشوا اور خاص......اور فاطمہ جو اس کی زوجہ تھی طریقت میں اس کی بڑی شان تھی...... جب احمدؒ کو بایزیدؒ کی زیارت کا قصد ہوا۔ فاطمہؓ نے بھی ان کے ساتھ اتفاق کیا۔ جب بایزیدؒ کے پاس آئے تو منہ سے پردہ اٹھایا اور گستاخانہ کلام شروع کی۔ احمدؒ کو اس سے تعجب ہوا۔ اور اس کے دل میں غیرت نے جوش مارا اور کہا۔ اے فاطمہ! یہ کیا گستاخی ہے؟ جو آج تو نے بایزیدؒ سے کی ہے مجھے بتانی چاہیے۔ فاطمہؒ نے کہا کہ اس سبب سے کہ تو میری طبیعت کا محرم ہے۔ میں تجھ سے خواہش نفسانی کو پہنچتی ہوں اور اس سے خدا سے ملتی ہوں۔ اور کہا کہ اس پر یہ دلیل ہے کہ وہ میری صحبت کی پرواہ نہیں رکھتا اور تو میرا محتاجِ صحبت ہے۔ وہ ہمیشہ ابو یزیدؒ کے ساتھ شوخی کرتی۔ تا آنکہ ایک روز بایزیدؒ نے فاطمہ کا ہاتھ دیکھا کہ حنا سے رنگین ہے۔ پوچھا کہ اے فاطمہ! تو نے ہاتھ پر حنا کیوں لگائی ہے؟ اس نے جوب دیا کہ اے بایزید! جب تک تو نے میرے ہاتھ اور حنا کو نہیں دیکھا تھا مجھے تجھ سے خوشی تھی۔ اب کہ تیری نظر مجھ پر پڑی پھر صحبت ہماری حرام ہوگئی......ابو یزیدؒ نے کہا مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِنَ الرِّجَالِ مَخْبُوْءٌ تَحْتَ لِبَاسِ النِّسَآءِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی فَاطِمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا. یعنی جو کسی مرد کو عورتوں کے لباس میں چھپا ہوا دیکھنا چاہے تو اس کو کہا کہ فاطمہ کی طرف دیکھے۔ اور ابوحفص حداد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ لَوْ لَا اَحْمَدُ خِضْرَوِیَۃٌ مَا ظَھَرَتِ الْفُتُوَّۃُ. یعنی احمد بن خضرویہ نہ ہوتا تو جوان مردی اور مروت پیدا نہ ہوتی۔''

(تلخیص از کشف المحجوب مترجم اردو فصل ۲۳۔ ذکر حضرت ابو حامد احمد بن خضرویہ)

ب۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

''آپ (حضرت احمد خضرویہؒ) کی بیوی امرائے بلخ میں سے تھی۔ اور وہ بھی طریقت میں بے نظیر تھیں۔ آپ کے نکاح میں آتے ہی انہوں نے ترکِ دنیا کو اپنا شغل کیا اور ریاضت مجاہدہ میں مشغول ہوگئیں اور کمال حاصل کیا۔ حضرت بایزید بسطامیؒ سے بے تکلفانہ گفتگو رہا کرتی تھی۔ آپ کے دل میں بہت غیرت آئی کہ بیوی نے بایزیدؒ کے سامنے پردہ کیوں نہ کیا۔ لیکن بیوی نے کہا تم میری طبیعت کے محرم ہو اور تم سے میں اپنی خواہش تک پہنچوں گی۔ لیکن بایزید طریقت کے محرم ہیں۔ ان سے خدا تک پہنچوں گی۔''

(تذکرۃ الاولیاء ذکر احمد خضرویہؒ باب ۳۳ مترجم اردو شائع کردہ برکت علی اینڈ سنز بار سوم صفحہ ۱۸۳ و ظہیر الاصفیاء صفحہ ۲۷۳ مطبوعہ ۱۹۱۷ء اردو ترجمہ تذکرۃ الاولیاء)

ج۔حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے تحریر فرماتے ہیں:۔

''ایک دن شیخ (حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ) کے گھر میں گئے۔آپ کی اہلیہ شانہ کر رہی تھیں۔شبلیؒ نے شانہ چھیننا چاہا۔آپ کی اہلیہ نے پردہ کرنا چاہا مگر شیخ (جنیدؒ) نے فرمایا کہ نہ سر ڈھکو نہ پردہ کرو کیونکہ یہ اپنے آپ میں نہیں ہیں۔ان لوگوں کو کچھ خبر نہیں۔''

(ایضاً صفحہ ۲۹۸ ذکر ابوبکر شبلی باب نمبر ۷۸ وایضاً صفحہ ۵۲۴)

د۔''ایک دفعہ (شبلیؒ) علی الصبح باہر گئے۔تو ایک نوخیز حسین عورت کو ننگے سر دیکھا۔آپ نے کہا کہ ''اے گل! سر بہ پوش'' (یعنی اے پھول اپنے سر کو ڈھک لے) عورت نے جواب دیا کہ یا شیخ! گل سر نمے پوشد (پھول اپنا سر نہیں ڈھانکتا ہے) عورت کا یہ جواب سن کر نعرہ مارا اور بیہوش ہو گئے۔''

(تذکرۃ الاولیاء باب ۷۸ صفحہ ۲۹۹ اردو ترجمہ ایڈیشن مذکور شائع کردہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور)

ھ۔حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم رابعہ (بصری رحمۃ اللہ علیہا۔خادم) کی خدمت میں گئے۔آپ نماز پڑھنے کے لیے کھڑی ہوئیں اور صبح تک نماز میں مصروف رہیں۔میں دوسرے گوشے میں ذکر الٰہی میں مصروف رہا۔صبح آپ (رابعہ رحمۃ اللہ علیہا) نے فرمایا کہ اس بات کا کس طرح شکریہ ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے رات بھر ہم کو نماز کی توفیق بخشی۔

(تذکرۃ الاولیاء باب نمبر ۹ صفحہ ۶۳)

د۔''خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن رابعہ (بصری رحمۃ اللہ علیہا) کے ہاں تھا۔حقیقت اور طریقت کی باتیں ہو رہی تھیں،لیکن ہم دونوں میں سے کسی کے دل میں بھی مرد یا عورت ہونے کا خیال تک بھی نہ آیا۔لیکن جب میں وہاں سے واپس ہوا تو اپنے آپ کو مفلس اور ان کو مخلص پایا۔'' (ایضاً باب ۹ صفحہ ۵۶،۵۷)

ز۔خواجہ حسن (بصری رحمۃ اللہ علیہ۔خادم) نے ایک دفعہ آپ (حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا۔خادم) سے دریافت کیا کہ کیا تم کو شوہر کی رغبت نہیں؟ فرمایا عقد نکاح جسم پر ہوتا ہے اور یہاں میرا وجود ہی نہیں۔میں مالک کی مملوک ہوں مالک سے پوچھو۔'' (ایضاً صفحہ ۵۷)

ح۔''ایک رات خواجہ حسن (بصری رحمۃ اللہ علیہ) اپنے چند رفیقوں کے ہمراہ حضرت رابعہ (بصری رحمۃ اللہ علیہا) کے ہاں تشریف لے گئے لیکن وہاں چراغ نہ تھا۔اور خواجہ حسن (بصری

رحمۃ اللہ علیہا) کو چراغ کی ضرورت تھی۔ چنانچہ رابعہ (رحمۃ اللہ علیہا) نے اپنی انگلی پر پھونک ماری جس سے انگلی فوراً روشن ہوگئی اور صبح تک چراغ کا کام دیتی رہی۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ کس طرح ممکن ہے؟ تو میں کہوں گا کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرتا ہے اس کو اس کرامت سے ضرور حصہ ملے گا۔'' (ایضاً)

ط۔ ایک دفعہ چند آدمی آپ (حضرت رابعہ بصریؒ) کے پاس آئے۔ دیکھا کہ گوشت کو دانتوں سے کاٹ رہی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس چھری نہیں ہے؟ فرمایا کہ جدائی کے خوف سے میں نے کبھی چھری نہیں رکھی۔ (ایضاً صفحہ ۶۰)

ی۔ ''حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد آپ (حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا) کی خدمت میں گیا۔ آپ اس وقت کچھ کھانا پکانا چاہتی تھیں اور گوشت ہانڈی میں ڈال دیا تھا۔ آپ کی توجہ گفتگو میں پڑ گئی اور ہانڈی کا خیال نہ رہا۔ (ایضاً صفحہ ۶۳)

(۵)۔ بانو والی روایت مندرجہ ''سیرۃ المہدی'' کے بارے میں مندرجہ بالا جوابات کے علاوہ مندرجہ ذیل باتیں بھی قابل توجہ ہیں:۔

ا۔ وہ ایک بوڑھی بیوہ تھی۔ اور اس کے ارزل العمر تک پہنچ چکنے کا ثبوت خود روایت کا نفس مضمون ہے۔

ب۔ جسم کے مس کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ روایت کے اندر ہی سردی کے موسم اور رضائی کا ذکر موجود ہے کہ وہ رضائی کے اوپر سے دبا رہی تھی۔

ج۔ حضرت امّ المومنین رضی اللہ عنہا اور دیگر گھر کے لوگ موجود تھے اور بانو مذکورہ کی سادگی پر ہنس رہے تھے۔

مگر حدیث نمبر الف مندرجہ بالا دوبارہ مطالعہ فرمائیے۔ سر کو سہلانے یا اس سے جوئیں نکالنے کے لیے سر کو چھونا بہر حال ضروری ہے۔ (پاکٹ بک ھذا صفحہ ۸۵۳)

۲۴۔ عدمِ احترامِ رمضان کا الزام

غیر احمدی:۔ حضرت مرزا صاحب نے امرتسر میں رمضان کے ایام میں تقریر کرتے ہوئے چائے پی لی اور رمضان کا احترام نہ کیا۔

جواب:۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام امرتسر میں مسافر تھے۔اس لیے بموجب شریعت آپ پر روزہ رکھنا فرض نہ تھا۔ملاحظہ ہو:۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْعَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ''(البقرۃ:۱۸۵) کہ بیمار اور مسافر بجائے رمضان میں روزہ رکھنے کے بعد میں روزہ رکھ کر گنتی پوری کرے۔

حدیث:۔حدیث شریف میں ہے:۔

الف۔''اِنَّ اللّٰہَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ الصَّوْمَ وَ شَطْرَ الصَّلٰوۃِ.''

(مسند امام احمد بن حنبلؒ حدیث انس بن مالک نمبر۱۸۵۶۸۔ابو داؤد کتاب الصیام باب من اختار الفطر مطبع نول کشور صفحہ ۲۶۹)

یعنی اللہ تعالیٰ نے مسافر پر سے روزے اور نصف نماز کا حکم اٹھا دیا ہے۔

ب۔''صَائِمُ رَمَضَانَ فِی السَّفَرِ کَالْمُفْطِرِ فِی الْحَضَرِ.''

(ابن ماجه کتاب الصیام باب ما جاء فی الافطار فی السفر. جامع الصغیر للسیوطی باب الصاد جلد۲ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔ رمضان کے مہینے میں روزہ رکھنے والا مسافر ویسا ہی ہے۔جیسا حضر میں روزہ نہ رکھنے والا۔

نوٹ:۔حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

ج۔''عَلَیْکُمْ بِرُخْصَۃِ اللّٰہِ الَّذِیْ رَخَّصَ لَکُمْ.''

(مسلم کتاب الصیام باب جواز الصوم و الفطر فی شهر رمضان)

یعنی تم پر خدا کی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔

د۔''لَیْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمِ فِی السَّفَرِ.''

(مسلم کتاب الصیام باب جواز الصوم والفطر فی شهر رمضان للمسافر فی غیر معصیة ...... الخ و بخاری کتاب الصیام باب قول النبی صلی الله علیه وسلم لمن ظلل علیه الخ وتجرید بخاری مترجم اردو شائع کردہ مولوی فیروز الدین اینڈ سنز ۱۳۴۱ھ جلد۱ صفحہ ۳۷۳ و صفحہ ۶۰۰)

یعنی سفر کی حالت میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

ھ۔''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ اِلٰى يَدِهٖ لِيَرَاهُ النَّاسُ فَاَفْطَرَ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ وَ ذَالِكَ فِيْ رَمَضَانَ.“

(بخاری کتاب الصوم باب مَنْ اَفْطَرَ فِی السَّفْرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ ومسلم کتاب الصیام باب جواز الصوم والفطر ......)

یعنی آنحضرت صلعم مدینہ سے روزہ رکھ کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مقام عسفان پر پہنچ کر حضور صلعم نے پانی منگوایا اور پھر پانی کو اپنے دونوں ہاتھوں سے اس غرض سے اونچا اٹھایا کہ سب لوگ آپؐ کو پانی پیتے ہوئے دیکھ لیں۔ پھر آپؐ نے روزہ توڑ دیا اور یہ واقعہ رمضان کے مہینہ میں ہوا۔

نوٹ:۔ یہ واقعہ حدیبیہ کے سفر کا ہے۔ اس حدیث پر علماء نے بہت طول وطویل بحثیں کی ہیں۔ بعض علماء کا خیال یہ ہے۔”**اَنَّهٗ خَرَجَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَلَمَّا بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيْمِ فِيْ يَوْمِهٖ اَفْطَرَ فِيْ نَهَارِهٖ وَاسْتَدَلَّ بِهٖ هٰذَا الْقَائِلُ عَلٰى اَنَّهٗ اِذَا سَافَرَ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ صَائِمًا لَهٗ اَنْ يُّفْطَرَ فِيْ يَوْمِهٖ.**“

(مسلم کتاب الصوم بَابُ جَوَازِ الصَّوْمِ وَالْفِطْرِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ لِلْمُسَافِرِ ...... الخ حاشیہ نووی)

”یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس روز مدینہ سے روانہ ہوئے اسی روز اس مقام پر پہنچ کر دن کے وقت ہی روزہ توڑ ڈالا۔ اور اس سے ان لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص طلوعِ فجر کے بعد روزہ رکھ کر سفر پر نکلے اس پر واجب ہے کہ وہ دن ہی میں روزہ توڑ دے۔

لیکن جن علماء نے اس سے اختلاف کی ہے ان کا خیال ہے ”**لَا يَجُوْزُ الْفِطْرُ فِيْ ذَالِكَ الْيَوْمِ وَ اِنَّمَا يَجُوْزُ لِمَنْ طَلَعَ عَلَيْهِ الْفَجْرُ فِي السَّفَرِ.**“(ایضاً)

یعنی روزہ کی حالت میں سفر پر نکلنے والوں کے لیے اس دن روزہ رکھنا جائز نہیں بلکہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر سفر کی حالت میں صبح طلوع کرے تو مسافر کے لیے جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے۔

مطلب یہ ہے کہ اس خیال کے علماء کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رمضان کے مہینے میں دن کے وقت تمام لوگوں کو دکھا کر پانی پیا تھا وہ سفر کا پہلا دن نہیں بلکہ دوسرا دن تھا اور آپ نے دوسرے دن روزہ نہیں رکھا تھا۔

یہاں ہمیں علماء کے اس اختلاف میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ جو بات بہر حال ثابت ہے

اور جس سے کسی عقیدہ یا خیال کے عالم کو بھی اختلاف نہیں ہوسکتا وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے مہینہ میں سفر کی حالت میں نہ صرف یہ کہ روزہ نہیں رکھا بلکہ تمام لوگوں کو دکھا کر دن کے وقت پانی پیا۔اس حدیث کے الفاظ ''فَرَفَعَهُ اِلٰی یَدَیْهِ لِیَرَاهُ النَّاسُ''اس ضمن میں بالکل واضح ہیں۔ یہاں تک کہ امام بخاریؒ نے تو باب کا عنوان ہی ''مَنْ اَفْطَرَ فِی السَّفَرِ لِیَرَاهُ النَّاسُ'' رکھا ہے۔یعنی وہ شخص جو رمضان میں لوگوں کو دکھا کر کھانا کھائے۔

ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی مسافر رمضان میں عام لوگوں کے سامنے کھائے پیئے تو اس میں کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں۔اور اس پر ''عدمِ احترامِ رمضان'' کا خود ساختہ نعرہ لگانا جائز نہیں۔

درحقیقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی امرتسر میں اپنے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی سنت پر عمل فرمایا اور لوگوں کے سامنے سفر کی حالت میں چائے پی لی۔

یہ اعتراض کرنے والے احراری اگر سفر حدیبیہ کے وقت مقام عسفان پر موجود ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کرنے سے بھی باز نہ آتے۔

و۔''مَنْ لَمْ یَقْبَلْ رُخْصَةَ اللّٰهِ کَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ جِبَالِ عَرَفَةَ.''

(مسند احمد بن حنبلؒ مسند عبداللہ بن عمر حدیث نمبر ۵۳۶۹ بحوالہ جامع الصغیر السیوطیؒ باب المیم جلد۲)

''یعنی جو کوئی اللہ کی دی ہوئی رخصتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا اس پر عرفہ پہاڑ کے برابر گناہ ہے۔''

ز۔اوپر بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ پیش کیا جا چکا ہے۔اب اُمت محمدیہ کے مایۂ ناز ولی اللہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے:۔

یاد رہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اس شان کے بزرگ ہیں کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی نسبت فرمایا ہے:۔

''اَبُوْ یَزِیْدَ مِنَّا بِمَنْزِلَةِ جِبْرِیْلَ مِنَ الْمَلَائِکَةِ.'' یعنی ابو یزیدؒ ہمارے(اولیاءِ اُمت کے)درمیان ایسا ہے کہ جیسے جبرائیل فرشتوں میں۔

(تلخیص از کشف المحجوب مصنفہ حضرت داتا گنج بخشؒ مترجم اردو تیسری فصل۔شیخ ابوحمدانؒ کی ملامت کی حقیقت)

علاوہ ازیں خود حضرت داتا گنج بخش صاحبؒ نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے

مزار پر کئی ماہ تک مجاورت بھی کی۔ چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں:۔

''میں کہ علی بن عثمان جلابی رحمۃ اللہ علیہ کا بیٹا ہوں۔ ایک وقت مجھے مشکل پیش آئی اور میں نے بہت کوشش کی اس امید پر کہ مشکل حل ہو جائے گی، مگر حل نہ ہوئی۔ اس سے پہلے مجھے اس قسم کی مشکل پیش آئی تھی اور میں شیخ ابو یزیدؒ کی قبر پر مجاور ہوا تھا تا آنکہ مشکل حل ہوئی۔ اس مرتبہ بھی میں نے وہاں کا ارادہ کیا اور تین مہینے اس کی قبر پر مجاور ہوا تھا اور ہر روز تین مرتبہ غسل اور تیس مرتبہ وضو کرتا تھا۔''

(تلخیص از کشف المحجوب چوتھا باب ''ملامت میں'' ذکر شیخ ابو حمدانؒ کی ملامت کی حقیقت)

اب حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بھی حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنیے:۔

''ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ...... حجاز سے آرہے تھے اور شہر رےؔ میں یہ چرچا ہوا کہ بایزیدؒ آئے ہیں۔ شہر کے لوگ استقبال کو گئے تاکہ ادب اور تعظیم سے ان کو لائیں۔ ابو یزید ان کی خاطر داری میں مشغول ہوئے اور راہِ حق سے رہ کر پریشان ہوئے اور جب بازار سے آئے تو آستین سے ایک روٹی نکال کر کھانے لگے۔ اور یہ ماجرا رمضانِ مبارک میں ہوا۔ سب لوگ اس سے برگشتہ اور بے اعتقاد ہوئے اور ان کو اکیلا چھوڑ دیا۔ پھر ابو یزیدؒ نے اس مرید سے جو ان کے ساتھ تھا کہا کہ ''تو نے دیکھا ہے کہ میں نے شریعت مبارک کے ایک مسئلہ پر عمل کیا سب خلقت نے مجھے ردّ کیا۔''

(تلخیص از کشف المحجوب ''ملامت کا بیان'' چوتھا باب مترجم اردو۔ یہی واقعہ تذکرۃ الاولیاء اردو صفحہ ۱۰۷ باب چودھواں اور ظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء شائع کردہ حاجی چراغدین سراجدین جلالی پرنٹنگ پریس بار سوم صفحہ ۱۳۵۔ ۱۹۱۷ء پر بھی درج ہے۔)

ح۔ ظہیر الاصفیاء اردو ترجمہ تذکرۃ الاولیاء میں حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک واقعہ درج ہے کہ آپ نے رمضان کے مہینہ میں عین بازار میں پانی پیا۔ (باب ۲۹ صفحہ ۱۷۵)

۲۵۔ بہشتی مقبرہ

۱۔ قرآن مجید میں ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَھُمۡ وَ اَمۡوَالَھُمۡ بِاَنَّ لَھُمُ الۡجَنَّۃَ (سورۃ توبۃ: ۱۱۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ساتھ یہ سودا کیا ہے کہ ان کی جانیں اور ان کے مال لے لئے ہیں اور ان کے بدلے ان کو ''جنت'' دی ہے۔

۲۔ اسی طرح سورۃ صف آیت ۱۱، ۱۳ رکوع ۲ میں ''احمد رسول'' کے متبعین کو بالخصوص مخاطب

کر کے فرمایا:۔

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا هَلۡ اَدُلُّکُمۡ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنۡجِیۡکُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ تُجَاهِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِکُمۡ وَ اَنۡفُسِکُمۡ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ وَ یُدۡخِلۡکُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ (سورۃ الصّف:۱۱تا۱۳)

اس آیت میں ان مومنوں کے لیے جو ایمان اور عملی صورت میں مالی و جانی قربانیاں کرنے والے ہوں جنت کا وعدہ دیا گیا ہے۔

۳۔ کُتِبَ عَلَیۡکُمۡ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الۡمَوۡتُ اِنۡ تَرَکَ خَیۡرَا ۚۖ الۡوَصِیَّةُ لِلۡوَالِدَیۡنِ وَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۚ حَقًّا عَلَی الۡمُتَّقِیۡنَ (البقرۃ:۱۸۱)

یعنی تم میں سے جب کسی کو موت آوے اس حالت میں کہ وہ مال بطور ترکہ چھوڑنے والا ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ معروف کے مطابق والدین اور اقربین کو وصیت کر جائے۔

۴۔ شریعت اسلامیہ میں بموجب ارشاد نبوی صلعم مندرجہ بخاری شریف کتاب الوصایا بَابُ الۡوَصِیَّةِ بِالثُّلُث اپنی متروکہ جائیداد کے ۱/۳ حصہ کے بارے میں ہر شخص کو وصیت کرنے کا حق ہے۔

۵۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

''کوئی یہ خیال نہ کرے کہ صرف اس قبرستان میں داخل ہونے سے کوئی بہشتی کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ زمین کسی کو بہشتی کر دے گی بلکہ خدا کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ صرف بہشتی ہی اس میں دفن کیا جائے گا۔'' (رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۲۱ حاشیہ)

۶۔ لیکن بایں ہمہ مندرجہ ذیل حوالجات ملاحظہ ہوں:۔

الف۔ ''مَثَلُ اَهۡلِ بَیۡتِیۡ مِثۡلُ سَفِیۡنَةِ نُوۡحٍ مَنۡ رَکِبَهَا نَجَا وَ مَنۡ تَخَلَّفَ عَنۡهَا غَرَقَ.''

(مستدرک امام حاکمؒ بحوالہ جامع الصغیر للسیوطیؒ جلد ۲ باب المیم و تجرید الاحادیث از علامہ مناوی صفحہ ۳۰۷)

کہ میرے اہل بیت کی مثال نوح کی کشتی کی سی ہے جو کوئی اس کشتی پر سوار ہو گا نجات پائے گا اور جو ان سے پیچھے ہٹے گا وہ غرق ہو جائے گا۔

ب۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الاولیاء میں حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں:۔

''لوگوں نے پوچھا آپ کی مسجد اور دوسری مسجدوں میں کیا فرق ہے؟ فرمایا۔ بروئے

شریعت سب یکساں ہیں۔مگر بروئے معرفت اس مسجد میں بہت طول ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ دوسری مسجدوں میں سے ایک نور نکل کر آسمان کی طرف جاتا ہے مگر اس مسجد پر ایک نور کا قُبّہ بنا ہوا ہے اور آسمان سے نورِالٰہی اس طرف آتا ہے۔فرماتے ہیں ایک روز ندا سنی کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص تمہاری مسجد میں آئے گا اس پر دوزخ حرام کردی جائے گی۔''

(تذکرۃ الاولیاء باب ۷۷ اردو ترجمہ شائع کردہ برکت علی اینڈ سنز لاہور بار سوم صفحہ ۲۹۴)

نوٹ:۔ یادرہے کہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ وہ بزرگ ہیں جن کے بارے میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''شرف اہل زمانہ اور اپنے زمانہ میں یگانہ ابوالحسن علی بن احمد الخرقانی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مشائخ میں سے ہوئے ہیں۔اوران کے زمانے میں سب اولیاء ان کی تعریف کرتے تھے......اور استاد ابوالقاسم عبدالکریم قشیری رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا ہے کہ جب ولایت خرقان میں آیا تو اس پیر (یعنی ابوالحسن خرقانیؒ۔خادم) کے دبدبہ کے باعث میری فصاحت تمام ہوئی اور عبارت نہ رہی اور میں نے خیال کیا کہ میں ولایت سے جدا ہو گیا ہوں۔''

(تلخیص از کشف المحجوب مترجم اردو شائع کردہ شیخ الٰہی بخش و محمد جلال الدین فصل سوم ذکر حضرت ابوالحسن بن احمد الخرقانیؒ باب چھٹا)

ج۔ حضرت ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''فرماتے ہیں کہ جو جنازہ میری قبر کے پاس سے گزرے گا اس کی مغفرت ہوگی۔''

(تذکرۃ الاولیاء ایڈیشن متذکرہ بالا صفحہ ۳۰۰ باب نمبر ۷۹)

د۔ تذکرۃ الاولیاء میں حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ محمود غزنوی کی ایک گفتگو کا حال ان الفاظ میں مذکور ہے:۔

''محمود نے کہا بایزید (رحمۃ اللہ علیہ) کی نسبت کچھ فرمائیں۔آپ (حضرت ابوالحسن خرقانیؒ) نے کہا کہ بایزیدؒ نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ کو دیکھا وہ شفاعت سے بے خوف ہو گیا۔محمود نے کہا کہ کیا بایزیدؒ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ کر ہیں؟ ابوجہل اور ابولہب نے ان کو دیکھا مگر ان کی شفاعت نہ کی گئی؟ فرمایا کہ ادب کرو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سوائے ان کے چاروں صحابہ کرامؓ کے اور

کسی نے نہ دیکھا۔اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔''وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَ هُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۔''(الاعراف:۱۹۹)محمود کو یہ بات پسند آئی۔''

(تذکرۃ الاولیاء مترجم اردو باب ۷۷ صفحہ ۲۷۹ ظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو)

(تذکرۃ الاولیاء باب ۷۷ صفحہ ۴۸۲ مطبوعہ شیخ چراغ دین سراج دین کشمیری بازار لاہور)

۲۶۔دن میں سوسو دفعہ پیشاب

مرزا صاحب نے اربعین نمبر ۴ صفحہ ۴ وصفحہ ۵ طبع اوّل میں لکھا ہے کہ مجھے دن میں بعض دفعہ سو سو دفعہ پیشاب آجاتا ہے مرزا صاحب نماز کس وقت پڑھتے ہوں گے؟

جواب:۔ یہ تو ''بعض'' مواقع کا ذکر ہے۔ ورنہ عام طور پر حضرت اقدسؑ کو ۱۵، ۲۰ مرتبہ پیشاب آتا تھا۔(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۶۴ و نسیم دعوت صفحہ ۶۹ طبع اوّل)

نماز کے متعلق تمہیں اتنی فکر کی ضرورت نہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے ساتھ ہی ذکر فرمایا ہے:۔

''وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامنگیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔ بسا اوقات میرا یہ حال ہوتا ہے کہ نماز کے لئے جب زینہ چڑھ کر اوپر جاتا ہوں تو مجھے اپنی ظاہر حالت پر امید نہیں ہوتی کہ زینہ کی ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر پاؤں رکھنے تک مَیں زندہ رہوں گا۔'' (اربعین نمبر ۴۔روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۷۱)

باقی رہا کثرت پیشاب اور اس پر مضحکہ! تو اس کے جواب میں ذرا مندرجہ ذیل حوالہ جات پڑھ لو:۔

۱۔حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ایوب علیہ السلام کے ابتلاء کی تفصیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''فَانْقَضَ عَدُوُّ اللّٰهِ سَرِيْعًا فَوَجَدَ اَيُّوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَاجِدًا لِلّٰهِ تَعَالٰى فَاَتَاهُ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ فَنَفَخَ فِيْ مَنْخَرِهٖ نَفْخَةً اِشْتَعَلَ مِنْهَا جَسَدُهٗ وَ خَرَجَ بِهٖ مِنْ فَرْقِهٖ اِلٰى قَدَمِهٖ ثَاٰلِيْلُ وَ قَدْ وَقَعَتْ فِيْهِ حِكَّةٌ لَا يَمْلِكُهَا وَ كَانَ يَحِكُّ بِاَظْفَارِهٖ حَتّٰى سَقَطَتْ اَظْفَارُهٗ ثُمَّ

حَكَّهَا بِالْمَسُوْحِ الْخُشْنَةِ ثُمَّ حَكَّهَا بِالْفَخَّارِ وَالْحِجَارَةِ وَ لَمْ يَزَلْ يَحُكُّهَا حَتّٰى تَقَطَّعَ لَحْمُهٗ وَ تَغَيَّرَ وَ نَتَنَ فَاَخْرَجَهٗ اَهْلُ الْقَرْيَةِ وَجَعَلُوْهُ عَلٰى كُنَاسَةٍ وَ جَعَلُوْا لَهٗ عَرِيْشًا وَ رَفَضَهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ غَيْرُ امْرَءَ تِهٖ.........اِنَّ اَيُّوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَقْبَلَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مُسْتَغِيْثًا مُتَضَرِّعًا اِلَيْهِ. فَقَالَ يَا رَبِّ لِاَيِّ شَيْءٍ خَلَقْتَنِيْ.........يَالَيْتَنِيْ كُنْتُ عَرَفْتُ الذَّنْبَ الَّذِيْ اَذْنَبْتُهٗ وَالْعَمَلَ الَّذِيْ عَمِلْتُ حَتّٰى صَرَّفْتَ وَجْهَكَ الْكَرِيْمَ عَنِّيْ......اِلٰهِيْ اَنَا عَبْدٌ ذَلِيْلٌ اِنْ اَحْسَنْتَ فَالْمَنُّ لَكَ وَ اِنْ اَسَأْتَ فَبِيَدِكَ عُقُوْبَتِيْ......اِلٰهِيْ تَقَطَّعَتْ اَصَابِعِيْ وَ تَسَاقَطَتْ لَهْوَاتِيْ وَتَنَاثَرَ شَعْرِيْ وَ ذَهَبَ الْمَالُ وَ صِرْتُ اَسْأَلُ اللُّقْمَةَ فَيُطْعِمُنِيْ مَنْ يَمُنُّ بِهَا عَلَيَّ وَ يُعَيِّرُنِيْ بِفَقْرِيْ وَ هَلَاكِ اَوْلَادِيْ......وَ رَوَى ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَيُّوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَقِيَ فِي الْبَلَاءِ ثَمَانِيَ عَشَرَةَ سَنَةً فَرَفَضَهُ الْقَرِيْبُ وَالْبَعِيْدُ اِلَّا رَجُلَيْنِ مِنْ اِخْوَانِهٖ.''

(تفسیر کبیر زیر آیت وَاَیُّوْبَ اِذْنَادٰی رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ الانبیاء: ۸۴)

ترجمہ:۔یعنی دشمن خدا (ابلیس) لپک کر حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ دیکھا تو حضرت ایوب علیہ السلام سجدے میں گرے ہوئے تھے پس شیطان نے زمین کی طرف سے اس کی ناک میں پھونک ماری جس سے آپ کے جسم پر سر سے پاؤں تک زخم ہو گئے اور ان میں نا قابل برداشت کھجلی شروع ہو گئی۔ حضرت ایوب علیہ السلام اپنے ناخنوں سے کھجلاتے رہے یہاں تک کہ آپ کے ناخن جھڑ گئے پھر اسے کھردرے کمبل سے جسم کو کھجلاتے رہے پھر مٹی کے ٹھیکروں اور پتھروں وغیرہ سے کھجلاتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے جسم کا گوشت علیحدہ ہو گیا اور اس میں بدبو پڑ گئی۔ پس گاؤں والوں نے آپ کو باہر نکال کر ایک روڑی پر ڈال دیا اور ایک چھوٹا سا عریش ان کو بنا دیا۔ آپ کی بیوی کے سوا باقی سب لوگوں نے آپ سے علیحدگی اختیار کر لی......حضرت ایوب علیہ السلام نے درگاہِ خداوندی میں نہایت تضرع سے یہ دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے تو نے کس لیے پیدا کیا تھا؟ اے کاش! مجھے اس گناہ کا علم ہو سکتا جو مجھ سے سرزد ہوا اور اس عمل کا پتہ لگ سکتا جس کی پاداش میں تو نے اپنی توجہ مجھ سے ہٹالی............الٰہی میں ایک ذلیل انسان ہوں اگر تو مجھ پر مہربانی فرمائے تو یہ تیرا احسان ہے اور اگر تکلیف دینا چاہے تو تو میری سزا دہی پر قادر ہے............الٰہی میری انگلیاں جھڑ گئی ہیں اور میرے حلق کا کوا بھی گر چکا ہے۔ میرے سب بال جھڑ گئے ہیں۔ میرا مال بھی ضائع ہو چکا ہے اور میرا

یہ حال ہو گیا ہے کہ میں لقمے کے لئے سوال کرتا ہوں تو کوئی مہربان مجھے کھلا دیتا ہے اور میری غربت اور میری اولاد کی ہلاکت پر مجھے طعنہ دیتا ہے............ابن شہاب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام اس مصیبت میں اٹھارہ سال تک مبتلا رہے۔ یہاں تک کے سوائے دو بھائیوں کے باقی سب دور ونزدیک کے لوگوں نے آپ سے علیحدگی اختیار کر لی۔"

۲۔ تفسیر حسینی المعروف قادری میں ہے:۔

"حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انواع واقسام کی مصیبتیں ان (حضرت ایوب علیہ السلام) پر مقدر فرمائیں۔ تو بلائیں ان پر ٹوٹ پڑیں۔ غرضیکہ ان کے اونٹ بجلی گرنے سے ہلاک ہوئے اور بکریاں بہیّا آنے سے ڈوبیں۔ اور کھیتی کو آندھی نے پراگندہ کر دیا۔ اور سات بیٹے تین بیٹیاں دیوار کے نیچے دب کر مر گئے۔ اور ان کے جسم مبارک پر زخم پڑ گئے۔ اور متعفن ہوئے اور ان میں کیڑے پڑ گئے۔ جو لوگ ان پر ایمان لائے تھے مرتد ہو گئے۔ جس گاؤں اور مقام میں حضرت ایوب علیہ السلام جاتے وہاں سے وہ مرتد انہیں نکال دیتے۔

ان کی بی بی رحیمہ نام..........حضرت ایوب علیہ السلام کی خدمت میں رہیں۔ سات برس۔ سات مہینے۔ سات دن۔ سات ساعت۔ ایوب علیہ السلام اس بلا میں مبتلا رہے اور بعضوں نے تیرہ یا اٹھارہ برس بھی کہے ہیں..........عشرات حمیدی میں لکھا ہے کہ جو لوگ ایوب علیہ السلام پر ایمان لائے تھے ان میں سے بعض نے کہا کہ اگر ان میں کچھ بھی بھلائی ہوتی تو اس بلا میں نہ مبتلا ہوتے۔

اس سخت کلام نے ان کے دل مبارک کو زخمی کر دیا اور انہوں نے جناب الٰہی میں اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ (الانبیاء: ۸۴) عرض کیا۔ یا اس قدر ضعیف اور ناتواں ہو گئے تھے کہ فرض نماز اور عرض نیاز کے واسطے کھڑے نہ ہو سکتے تھے۔ تو یہ بات ان کی زبان پر آئی۔ یا کیڑوں نے دل وزبان میں نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا اور یہ دونوں عضو تو حید اور تمجید کے محل ہیں۔ ان کے ضائع ہونے سے ڈر کر یہ کلمہ زبان مبارک پر لائے۔ یا ان کی بی بی کمال تہی دستی اور بے چارگی کی وجہ سے اپنا گیسو بیچ کر ان کے واسطے کھانا لائیں۔ ایوب علیہ السلام نے اس حال سے مطلع ہو کر اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ کی آواز نکالی۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان کے جسم مبارک میں جو کیڑے پڑتے تھے۔ ان میں سے ایک کیڑا زمین پر آ گرا اور جلتی ہوئی خاک پر تڑپنے لگا۔ تو ایوب علیہ السلام نے اسے اٹھا کر پھر اسی جگہ پر

رکھ دیا۔ چونکہ یہ کام اختیار سے واقع ہوا۔ تو اس نے ایسا کاٹا کہ ایوب علیہ السلام تاب نہ لا سکے اور یہ کلمہ ان کی زبان مبارک پر جاری ہوا۔

(تفسیر حسینی مترجم اردو الموسومہ بہ تفسیر قادری زیر آیت اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ الانبیاء: ۸۴)

۳۔ حضرت ابو اسحاق ابراہیم بن احمد الخواص رحمۃ اللہ علیہ جن کو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ''سرہنگ متوکلان اور سالار مستسلمان'' قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کا توکل میں بڑا شاندار اور بلند درجہ تھا اس کے نشان اور کرامتیں بہت ہیں'' (تلخیص از کشف المحجوب مترجم اردو باب ۱۸ فصل ۵۴ ذکر ابو اسحاق......) ان کی نسبت حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

''آخر عمر میں آپ کو دستوں کی بیماری لگ گئی دن رات میں ساٹھ بار غسل کرتے جب حاجت سے فارغ ہوتے غسل کر لیتے۔''

(تذکرۃ الاولیاء مترجم اردو باب نمبر ۸۱ صفحہ ۳۰۳ و ۳۰۴ و تلخیص از کشف المحجوب اردو صفحہ باب ۱۸ فصل ۵۴ ذکر ابو اسحاق)

۴۔ یہی حضرت ابراہیم الخواص رحمۃ اللہ علیہ اپنا ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:۔

''ایک روز میں نواحی شام میں جا رہا تھا تو انار کے درخت دیکھے۔ میرے نفس نے انار کی آرزو کی مگر چونکہ ترش تھے اس لیے میں نے نہ کھائے جنگل میں پہنچ کر ایک شخص کو دیکھا کہ بے دست و پا اور ضعیف ہے۔ اس کے بدن میں کیڑے پڑ گئے ہیں اور بھڑیں اس کو کاٹ رہی ہیں مجھ کو اس پر شفقت آئی اور کہا کہ اگر تو کہے تو میں تیرے لیے دعا کروں تا کہ اس بلا سے تو رہائی پائے۔''

جواب دیا۔ ''میں نہیں چاہتا'' میں نے پوچھا۔ کیوں؟ جواب دیا۔ ''اس واسطے کہ مجھے عافیت پسند ہے اور اس کو بلا۔ مگر میں اس کی پسند کو اپنی پسند پر ترجیح دیتا ہوں۔'' میں نے کہا اگر تم چاہو کہ ان بھڑوں کو میں تم سے علیحدہ سے رکھوں۔ جواب دیا۔ ''اے خواص! اپنے آپ سے شیریں انار کی آرزو علیحدہ رکھو۔ تو میری سلامتی چاہنا اپنے لیے ایسا دل چاہو جو کچھ آرزو نہ کرے۔'' میں نے کہا کہ تم نے کیسے جانا کہ میں خواص ہوں اور انار شیریں کی آرزو رکھتا ہوں؟'' جوب دیا کہ ''جو حق تعالیٰ کو پہچانتا ہے اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔'' میں نے کہا ''تمہاری حالت ان بھڑوں اور کیڑوں کے ساتھ کیا ہے؟'' جواب دیا ''میری بھڑیں ڈنگ مارتی ہیں اور کیڑے کھاتے ہیں مگر جب وہ ایسا ہی چاہتا ہے تو بہت اچھا ہے۔''

(ظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء باب ۸۱ شائع کردہ حاجی چراغدین سراجدین لاہور بار سوم ۴۹۶، ۴۹۷)

۵۔حضرت پیرانِ پیرغوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے:۔
''ایک دفعہ آپ کو کچھ خلل اسہال کا ہوا اور رات بھر باون مرتبہ اتفاق جانے بیت الخلاء کا عمل میں آیا......تو آپ نے باون مرتبہ ہی غسل تازہ کیا۔''
(گلدستہ کرامات صفحہ ۳۶۴ نیز کتاب مناقب تاج الاولیاء مطبوعہ مصر صفحہ ۳۶)

۲۷۔تصویر کھنچوانا

مرزا صاحب نے فوٹو کھنچوائی حالانکہ لکھا ہے۔ '' كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ ''

جواب:۔۱۔ تمہارے پیش کردہ کلیہ میں سے تو خدا تعالیٰ بھی مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔حالانکہ قرآن مجید میں ہے کہ وہ ''مُصَوِّرٌ'' ہے۔جیسا کہ فرمایا:۔ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (سورة الحشر :۲۵)

۲۔قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل کے متعلق لکھا ہے:۔

الف۔''يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا (سورة سبا:۱۴)

ب۔ان آیات کا ترجمہ تفسیر حسینی الموسومہ بہ قادری میں مندرجہ ذیل ہے:۔
''کام بناتے تھے جنّ سلیمان (علیہ السلام) کے واسطے جو چاہتے تھے سلیمانؑ۔دَر اور دالان اچھے اور دیواریں خوب......اور بناتے تھے مورتیں۔اور فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کی صورتیں اس وضع پر جس پر کہ وہ عبادت کے وقت رہتے تھے۔تا کہ لوگ ان تصویروں کو دیکھ کر اسی صورت سے عبادت کریں۔......اور بناتے تھے حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے واسطے لکڑی وغیرہ کے کاسے۔بڑے حوضوں کے مثل اور دیگیں اونچی اونچی ....کہا ہم نے کہ نیک کام کرو۔اے آل داوٗد! واسطے شکران نعمتوں کے کہ ثابت ہیں۔''
(تفسیر قادری المعروف بہ تفسیر حسینی اردو زیر آیت سباء:۱۴)

ج۔امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:۔
''اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْزَلَ عَلٰى اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَابُوْتًا فِيْهِ صُوَرُ الْاَنْبِيَآءِ مِنْ اَوْلَادِهٖ فَتَوَارَثَهٗ اَوْلَادُ اٰدَمَ اِلٰى اَنْ وَصَلَ اِلٰى يَعْقُوْبَ.'' (تفسیر کبیر امام رازیؒ زیر آیت فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ البقرة:۲۵۰)

''یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر ایک ''تابوت'' نازل فرمایا جس میں حضرت

آدم علیہ السلام کی اولاد میں ہونے والے سب نبیوں کی تصویریں تھیں۔ پس وہ صندوق اولاد آدمؑ میں بطور ورثہ چلتا چلا آیا۔ یہاں تک کہ حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچا۔"

د۔ تفسیر بیضاوی میں "تابوت سکینۃ" (سورۃ البقرۃ:۲۵۰) کی تشریح میں لکھا ہے:۔

"قِیْلَ صُوَرُ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ اٰدَمَ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ قِیْلَ اَلتَّابُوْتُ هُوَ الْقَلْبُ." (بیضاوی جلد ا صفحہ ۱۱۸ مطبع احمدی)

یعنی آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک سب انبیاء علیہم السلام کی تصویریں اس صندوق میں تھیں اور بعض نے کہا ہے کہ تابوت سے مراد دل ہے۔

۳۔ اسی طرح سورۃ البقرۃ:۲۵۰ ع ۳۳ کی آیت:۔

"اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَکِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ" کی تفسیر میں لکھا ہے۔

"تابوتِ سکینۃ اور وہ ایک صندوق تھا کہ سب انبیاء علیہم السلام کی تصویریں اس میں بنی ہوئی تھیں۔"

(تفسیر قادری ترجمہ اردو تفسیر حسینی زیر آیت البقرۃ :۲۵۰)

۴۔ اصل بات یہ ہے کہ "تصویر" اور "فوٹو" میں باریک امتیاز ہے۔ ممنوع "تصویر" ہے فوٹو نہیں۔ تصویر سے مراد ابھری ہوئی "صورت" یعنی "بت" ہے۔ فوٹو درحقیقت "تصویر" نہیں بلکہ "عکس" ہوتا ہے اور فوٹوگرافی کو "عکاسی" کہتے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل تشریح درج ہے:۔

"اِنَّهٗ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِکَةُ بَیْتًا فِیْهِ کَلْبٌ وَلَا صُوْرَةٌ یُرِیْدُ التَّمَاثِیْلَ الَّتِیْ فِیْهَا الْاَرْوَاحُ." (بخاری کتاب بدء الخلق باب اذا قَالَ اَحَدُکُمْ آمین)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ فرشتے اس مکان میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مراد لفظ "تصویر" سے وہ بت ہیں جن کے بارے میں مشرکین کا عقیدہ تھا کہ ان میں روحیں ہیں۔

۵۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اس اعتراض کا مفصل جواب براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۶۵ تا ۳۶۷ پر تحریر فرمایا ہے۔ وہاں سے دیکھا جائے۔

۲۸۔ وفات

مرزا صاحب کی وفات ہیضہ سے ہوئی۔ سیرت مسیح موعودؑ مؤلفہ حضرت مرزا محمود احمد صاحب

کے آخری صفحہ پر لکھا ہے کہ وفات کے قریب آپ کو دست آئے۔

جواب:۔ دستوں کا آنا ہیضہ کو مستلزم نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو دستوں کی پرانی بیماری تھی۔ چنانچہ ۱۹۰۳ء میں یعنی اپنی وفات سے چھ سال قبل حضرت اقدسؑ اپنی کتاب ''تذکرۃ الشھادتین'' روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ ۴۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے دستوں کی پرانی بیماری ہے۔ نیز الزامی جواب کے لیے کتاب مصنفہ فان کریمر صفحہ ۱۸۸ پڑھو۔ یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

۲۹۔ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے

حدیث میں ہے ''**مَا قُبِضَ نَبِیٌّ اِلَّا دُفِنَ حَیْثُ یُقْبَضُ**'' مگر مرزا صاحب فوت لاہور میں ہوئے اور دفن قادیان میں۔

جواب۔(الف):۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کا راوی الحسین بن عبداللہ جس کے متعلق لکھا ہے۔''**تَرَکَہٗ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَ عَلِیُّ ابْنُ الْمَدْیِنِیُ وَالنَّسائِیُ وَ قَالَ الْبُخَارِیُّ یُقَالُ: اَنَّہٗ کَانَ یُتَھِّمُ بِالزَّنْدِقَۃِ**'' (حاشیہ علامہ سندی بر ابن ماجہ الجزء الاوّل صفحہ ۲۵۶ مصری)

یعنی امام احمد بن حنبلؒ اور علی ابن المدینیؒ اور نسائیؒ نے اس راوی کو ترک کیا ہے اور امام بخاری نے کہا ہے کہ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ زندیق ہے۔

ب۔ یہ حدیث کنز العمال میں بھی ہے۔ وہاں لکھا ہے۔''**لَمْ یُقْبَرْ نَبِیٌّ اِلَّا حَیْثُ یَمُوْتُ**'' (**حم عن ابی بکرؓ**) **وَ فِیْہِ اِنْقِطَاعٌ** (**کنز العمال حرف الشین کتاب الشمائل باب شمائل الاخلاق** حدیث نمبر ۱۰۵۲) کہ نبی جہاں مرتا ہے وہیں قبر میں رکھا جاتا ہے اس حدیث میں انقطاع ہے گویا نا قابل قبول ہے۔

ج۔''**وَ قَدْ رُوِیَ اَنَّ الْاَنْبِیَآءَ یُدْفَنُوْنَ حَیْثُ یُقْبَضُوْنَ کَمَا رَوٰی ذَالِکَ ابْنُ مَاجَۃَ بِاَسْنَادٍ فِیْہِ حُسَیْنُ ابْنُ عَبْدِاللّٰہِ الْھَاشَمِیُّ وَ ھُوَ اَضْعَفُ.**'' (نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۲۵۹)

کہ مروی ہے کہ انبیاء جہاں فوت ہوں وہاں مدفون بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ اس سند سے جس میں حسین بن عبداللہ ہاشمی ہے جو کہ اوّل درجہ کا ضعیف راوی ہے۔

د۔ ملاّ علی قاریؒ فرماتے ہیں:۔

"رَوَاهُ التِّرمَذِيُّ وَ قَالَ غَرِيبٌ وَ فِي اَسنَادِهٖ عَبدُالرَّحمٰنِ بنُ اَبِي بَكرٍ الْمُلَيْكِيُّ يُضَعَّفُ."

(مرقاۃ جلد۱۰صفحہ۳۰۷شرح مشکوٰۃ کتاب الفضائل مکتبہ حقانیہ پشاور)

کہ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور ساتھ ہی کہا ہے کہ حدیث غریب ہے اور اس سند میں عبدالرحمٰن بن ملیکی ہے جو ضعیف ہے۔

نوٹ:۔۱۔ یہ روایت ترمذی ابواب الجنائز صفحہ ۱۷۰ میں ہے اور اس کے آگے ہی لکھا ہے کہ اس حدیث کا راوی عبدالرحمٰن بن ابی بکر ملیکی ضعیف ہے۔ نیز عبدالرحمٰن بن ابی بکر الملیکی کے بارے میں تہذیب التہذیب باب العین زیر لفظ عبدالرحمٰن پر لکھا ہے کہ وہ "ضعیف" "مَترُوکَ الْحَدِیْثِ" "لَیْسَ بِشَیْءٍ." "لَا یُتَابِعُ فِیْ حَدِیْثِهٖ." "لَیْسَ بِقَوِیٍّ" علاوہ ازیں اس روایت کا ایک اور راوی ابومعاویہ (محمد بن خازم الضریر الکوفی) ہے۔ اس کی نسبت لکھا ہے کہ اَبُوْ مُعَاوِیَةَ الضَّرِیْرُ فِیْ غَیْرِ حَدِیْثِ الْاَعْمَشِ مُضْطَرِبٌ لَا یَحْفَظُهَا حِفْظًا جَیِّدًا. (تہذیب التہذیب باب المیم زیر لفظ محمد)

۲۔ تم لوگ ایک حدیث پیش کیا کرتے ہو کہ "یُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ" (مشکوٰۃ کتاب الفتن باب نزال عیسیٰ علیہ السلام فصل نمبر۳) پس اگر یہ درست ہے کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے تو بتاؤ کیا عیسیٰؑ بوقت وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک میں داخل ہوکر آنحضرتؐ کی قبر پر لیٹ جائیں گے۔

۳۔ ایک حدیث بھی اس کی تردید کرتی ہے۔ ملّا علی قاریؒ فرماتے ہیں:۔

"وَ قَدْ جَآءَ اَنَّ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ بَعْدَ لَبْثِهٖ فِی الْاَرْضِ یَحُجُّ وَ یَعُوْدُ فَیَمُوْتُ بَیْنَ مَکَّةَ وَالْمَدِیْنَةَ فَیُحْمَلُ اِلَی الْمَدِیْنَةِ فَیُدْفَنُ فِی الْحُجْرَةِ الشَّرِیْفَةِ." (مرقاۃ برحاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی کتاب الفضائل الفصل الثالث) کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عیسیٰؑ زمین میں اپنی عمر کا زمانہ گزار کر حج کرنے جائیں گے اور پھر واپس آئیں گے اور مکہ اور مدینہ کے درمیان فوت ہوں گے اور پھر وہاں سے مدینہ کی طرف ان کو اٹھا کر لے جایا جائے گا اور پھر آنحضرت صلعم کے حجرہ میں دفن کیا جائے گا۔

۴۔ یہ روایت واقعات کے بھی خلاف ہے۔

"رُوِیَ اَنَّ یَعْقُوْبَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَاتَ بِمِصْرَ فَحُمِلَ اِلٰی اَرْضِ الشَّامِ مِنْ مِصْرَ

وَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ حَمِلَ تَابُوْتَ یُوْسُفَ بَعْدَ مَا اتٰی عَلَیْہِ زَمَانٌ اِلٰی اَرْضِ الشَّامِ مِنْ مِصْرَ.‘‘

(بحرالرائق شرح کنزالدقائق از شیخ اسمٰعیل حقی البروسوی متوفی ۱۱۳۷ھ جلد۲صفحہ۲۱۰۔ نیز روح البیان زیرآیت اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ البقرۃ: ۱۳۴)

کہ روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں فوت ہوئے۔ پس وہ مصر سے ارض شام کی طرف اٹھا کر لائے گئے اور موسیٰ علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت بہت مدت گزرنے کے بعد شام میں لائے۔ (نیز شمائل ترمذی حاشیہ نمبر۱۰صفحہ۳۳ باب فی وفاۃ رسول اللّٰہؐ)

۵۔تفسیر حسینی میں لکھا ہے۔

’’یوسف صدیق علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ بنی اسرائیل جب تک ان (حضرت یوسف علیہ السلام۔خادمؔ) کا تابوت اپنے ساتھ نہ لے چلیں گے مصر کے باہر نہ جاسکیں گے۔اوران لوگوں میں سے کسی کو یہ خبر نہ تھی کہ حضرت یوسف کہاں دفن ہیں؟ پس خود حضرت موسیٰ علیہ السلام ندا کرتے تھے کہ جو کوئی مجھے حضرت یوسف کے صندوق کا پتہ دے وہ جو مراد ہے چاہے لے۔قوم بھر میں سے ایک بڑھیا بڑی عمر کی بولی۔کہ اس شرط سے میں بتاتی ہوں کہ بہشت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بی بی ہوں۔اور اسی شرط پراس نے پتہ بتایا کہ وہ صندوق دریائے نیل کے گڑھے میں ہے۔پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے نکالنے میں مشغول ہوئے۔جب چاند آدھے آسمان پر پہنچا تو اپنا کام کرکے راہ لی۔

(تفسیر حسینی مترجم اردو زیرآیت وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْٓ۔الشعراء:۵۳)

۳۰۔’’ یُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ‘‘

جواب:۔ اس کا مفصل جواب ’’حیات مسیح کی تیرھویں دلیل‘‘ کے جواب مندرجہ صفحہ۲۹۶ پاکٹ بک ہذا پر ملاحظہ فرمائیں۔

۳۱۔وراثت

غیراحمدی:۔(۱)۔ بخاری میں ہے کہ نبیوں کا ورثہ نہیں ہوتا،لیکن مرزا صاحب کا ورثہ تھا۔

(۲) مرزا صاحب نے لڑکیوں کوورثہ دینے کی مسلمانوں کوتلقین نہیں کی اور نہ آپ کی لڑکیوں کوورثہ ملا۔

پہلے سوال کا جواب (۱) اسی بخاری میں جہاں آنحضرت صلعم کی حدیث انبیاء کے ورثہ نہ ہونے والی درج ہے۔وہیں پرحضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مندرجہ ذیل تشریح بھی درج ہے:۔

"یُرِیۡدُ بِذَالِکَ نَفۡسَهٗ" (بخاری کتاب المغازی باب حدیث نبی نضیر نیز تجرید بخاری مترجم اردو جلد۲ صفحہ ۲۴۵ روایت نمبر ۴۳۵ قصہ بنونضیر) یعنی آنحضرت صلعم کی اس سے مراد صرف اپنا وجود تھا۔ باقی انبیاء کی وراثت کے متعلق بیان کرنا مقصود نہ تھا۔

(۲) قرآن مجید سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اس تشریح کی تائید ہوتی ہے کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ انبیاء کا ورثہ ان کے ورثاء نے لیا اور انبیاء نے بھی اپنے باپ کا ورثہ لیا۔ ملاحظہ ہو۔

الف۔ حضرت داؤد علیہ السلام خدا کے نبی اور بادشاہ تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کے وارث ہوئے۔ تخت کے بھی اور نبوت کے بھی۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَوَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ (النمل: ۱۶) کہ حضرت سلیمان علیہ السلام وارث ہوئے حضرت داؤدؑ کے۔ گویا نبی (سلیمانؑ) نے ورثہ لیا اور نبی (داؤد) کا ورثہ ان کے وارث نے حاصل بھی کیا۔ چنانچہ حضرت امام رازیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

"قَالَ قَتَادَةُ وَرَّثَ اللّٰهُ تَعَالٰی سُلَیۡمَانَ مِنۡ دَاوٗدَ مُلۡکَهٗ وَ نُبُوَّتَهٗ."

(تفسیر کبیر زیر آیت وَدَاوٗدَ وَسُلَیۡمٰنَ اِذۡ یَحۡکُمٰنِ فِی الۡحَرۡثِ ۔الانبیاء:۷۹)

یعنی حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو حضرت داؤدؑ کا ان کی حکومت اور نبوت دونوں کا وارث کیا۔ پس حضرت سلیمانؑ باوجود نبی ہونے کے اپنے باپ حضرت داؤدؑ نبی کے دنیوی و دینی، جسمانی و روحانی میراث کے پانے والے ہوئے۔ سلیمان نے ہزار گھوڑا ورثہ میں پایا۔

(قصص الانبیاء مصنفہ عبدالواحد قصہ حضرت سلیمانؑ تفسیر خازن زیر آیت وَدَاوٗدَ وَسُلَیۡمٰنَ اِذۡ یَحۡکُمٰنِ فِی الۡحَرۡثِ الانبیاء: ۷۹ ومعالم التنزیل زیر آیت وَوَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ النمل: ۱۶)

ب۔ اسی طرح حضرت امام رازیؒ کی تفسیر کبیر جلد۲ صفحہ ۴۳۶ مطبوعہ مصر پر لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کا "تابوت سکینہ" حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا گیا اس میں سب نبیوں کی تصویریں تھیں اور وہ اولادِ آدم میں بطور ورثہ منتقل ہوتے ہوتے حضرت یعقوبؑ تک پہنچا (اصل عبارت ملاحظہ ہو زیر عنوان "تصویر کھنچوانا" صفحہ ۸۶۹ پاکٹ بک ہذا۔)

ثابت ہوا کہ یہ صندوق حضرت اسحاقؑ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام نے ورثہ میں پایا۔

ج۔ حضرت زکریاؑ نے خدا سے دعا کی کہ اے خدا! مجھے بیٹا عطا کر جو ”یَرِثُنِیۡ وَ یَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ (مریم:۷) کہ وہ بیٹا میرا اور یعقوب کے گھرانے کا وارث ہو۔ اِنَّ الۡـمُرَادَ مِنۡ وِرَاثَۃِ الۡمَالِ
(لوذی جلد۲صفحہ۹۲)

دوسرے سوال کا جواب:۔ تمہارا یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بیٹیوں کو ورثہ نہیں ملا سفید جھوٹ ہے۔ کاغذاتِ مال اس امر کے گواہ ہیں کہ حضرت اقدس کی دونوں بیٹیوں کو شریعتِ اسلام کے عین مطابق پورا پورا حصہ دیا گیا اور وہ اپنے اپنے حصوں پر قابض ہیں۔ یوں ہی اپنے پاس سے گھڑ گھڑ کے جھوٹے اعتراض کرنے سے کیا فائدہ ہے؟ نیز دیکھو کتاب حضرت مسیح موعودؑ کے کارنامے صفحہ ۱۱۸،
باقی رہا یہ سوال کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی یا نہیں کہ لڑکیوں کو ورثہ دینا چاہیے تو اس کا جواب یقیناً اثبات میں ہے۔ مندرجہ ذیل حوالجات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ عام تعلیم کہ قرآن مجید کے تمام حکموں پر عمل کرو۔
(کشتی نوح صفحہ ۲۴، صفحہ ۲۵ طبع اوّل و ایام الصلح صفحہ ۸۶، صفحہ ۸۷)

۲۔ خاص مسئلہ وراثت یا لڑکیوں کو حصہ دینے کے متعلق۔
(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۲۱۱)

۳۔ فاسقہ کے حق وراثت کے متعلق فتویٰ
(بدر جلد ۶ نمبر ۳۹ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۶ کالم نمبر ۳ و فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۱۴۹ مطبوعہ ۱۰/ستمبر ۱۹۳۵ء)

۴۔ بیوی کی وفات پر مہر شرعی حصص کے ساتھ تقسیم کیا جائے۔
(فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۱۴۸، مطبوعہ ۱۰/ستمبر ۱۹۳۵ء)

۵۔ نیز دیکھو آریہ دھرم صفحہ ۱ تا صفحہ ۸۷ طبع اوّل و مجموعہ اشتہارات جلد اصفحہ ۱۴۳ تا ۱۸۸۔ ۱۸۸۸ء

۶۔ ”ورثہ کے متعلق .... قرآن شریف نے مرد سے عورت کا حصہ نصف رکھا ہے اس میں بھید یہ ہے کہ نصف اس کو والدین کے ترکہ میں سے مل جاتا اور باقی نصف وہ اپنے سسرال میں سے جا لیتی ہے۔ (الحکم جلد ۱۲ نمبر ۲۲ مورخہ ۲۶/مارچ ۱۹۰۸ء صفحہ ۸ کالم ۳)

غیر احمدی:۔ حضرت اماں جانؓ نے آپ کی وفات کے بعد وراثت میں سے کیوں حصہ نہ لیا؟

جواب:۔ بربنائے تسلیم۔ اپنے حق کو اپنی مرضی اور خوشی سے ترک کر دینا اعلیٰ اخلاق میں سے ہے نہ کہ قابل اعتراض۔ مثال ملاحظہ ہو:۔ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''ابومجاہد سے مروی ہے کہ ابوقحافہ رضی اللہ عنہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ماجد) نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی میراث سے حصہ شرعی نہیں لیا بلکہ اپنے پوتے ہی کو دے دیا۔آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد چھ مہینے اور چند یوم تک ہی زندہ رہے۔''

(تاریخ الخلفاء مترجم موسومہ بہ محبوب العلماء شائع کردہ ملک غلام محمد اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور مطبوعہ مطبع پبلک پرنٹنگ پریس صفحہ ۱۰۴ فصل وفات ابوبکرؓ)

ایک ناقابل تردید ثبوت:۔ یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ قیام پاکستان سے پہلے بلکہ ۱۵/ مارچ ۱۹۴۸ء تک پنجاب کے تمام اضلاع میں مغل قوم کے تمام افراد شریعت کی بجائے ''رواجِ زمیندارہ'' کے پابند تھے مگر ''رواجِ عام'' پنجاب کی مشہور و معروف اور مستند ترین کتاب

The Digest of Customary Law

(پنجاب کا رواجِ زمیندارہ)

مصنفہ Sir W.H.Rattigan (سر ڈبلیو۔ایچ۔ریٹیگن) کے گیارھویں ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۲۹ء کے صفحہ ۱۸ پر لکھا ہے:۔

The family of the Mughal Barlas of Qadian,

Tehsil Batala, is governed by Muhammadan Law.

''یعنی قادیان کا مغل برلاس خاندان رواجِ زمیندارہ کا نہیں بلکہ قانونِ شریعت کا پابند ہے۔''

اب دیکھنا چاہیے کہ پنجاب کے تمام مغلوں میں سے صرف قادیان کے اس مغل خاندان کو شریعت کے پابند ہونے کا فخر کیونکر حاصل ہوگیا؟ جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت سے قبل یہ خاندان بھی دوسرے مغل خاندانوں کی طرح رواجِ زمیندارہ ہی کا پابند تھا تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ ہی کے ''احیائے شریعت'' کے عظیم الشان کارنامہ کا ایک پہلو ہے۔پس بجائے اس کے کہ حضرت کے اس کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا حاسد بدبیں اب بھی اعتراض کرنے سے باز نہیں آتا۔یہ حقیقت ہے کہ حضور کی بعثت سے قبل حضور کا خاندان شریعت کی بجائے رواج کا پابند تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حضور کی بعثت کے بعد یہ خاندان (تمام باقی مغل خاندانوں سے بالکل منفرد ہوکر) شریعت کا پابند ہوگیا۔کیا یہ تغیر مرزا کمال دین اور نظام دین کی کوششوں کے نتیجہ میں ہوا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کی قوت قدسیہ کا نتیجہ تھا کہ ''ابنائے فارس'' نے ابد تک کے لیے احیائے شریعت کا علَم

اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

ع کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

۳۲۔ایک بیٹے کے دو باپ یا ایک بیوی کے دو خاوند

احراری مقررین اپنے جوش خطابت میں جو جی میں آئے احمدیت کے خلاف اناپ شناپ کہتے چلے جاتے ہیں۔اس قسم کی بے سروپا باتوں میں سے ایک احسان احمد شجاع آبادی کے الفاظ میں یہ ہے:۔

''ایک نبی کی امت کے ۷۲ فرقے ہوسکتے ہیں۔لیکن جس طرح ایک بیوی کے دو خاوند نہیں ہوسکتے ،اسی طرح ایک قوم کے بیک وقت دو پیغمبر نہیں ہوسکتے۔''

(تقریر شجاع آبادی احراری مندرجہ اخبار ''تعمیر نو'' گجرات تبلیغ نمبر ۵ دسمبر ۱۹۴۹ء۔صفحہ ۷ کالم نمبر ۱)

احراری مقررین کے اس قسم کے لغو اعتراضات کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور خیال آتا ہے کہ خدایا! کیا یہ لوگ فی الحقیقت اپنی ان باتوں کو درست بھی سمجھتے ہیں؟ یا کیا ان لوگوں کا مبلغ علم اسی حد تک محدود ہے کہ ''جس طرح ایک بیوی کے دو خاوند نہیں ہوسکتے اسی طرح ایک قوم کے بیک وقت دو پیغمبر نہیں ہوسکتے۔'' کیا ان لوگوں کو اتنا بھی علم نہیں کہ بنی اسرائیل میں بیک وقت حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ دو نبی تھے؟ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ بیک وقت نبی تھے۔حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ بیک وقت نبی تھے۔حضرت ابراہیمؑ ۔حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰق علیہ السلام بیک وقت نبی تھے۔پھر یہ لوگ کس بنا پر یہ کہنے کی جرأت کرتے ہیں کہ کسی قوم میں بیک وقت دو پیغمبر نہیں ہوسکتے ؟اور کس عقل کی بنا پر یہ لوگ ''ایک بیوی کے دو خاوند'' یا ''ایک بیٹے کے دو باپ'' کی بے معنے مثال پیش کرتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارونؑ کے بیک وقت ایک ہی قوم میں نبی ہونے سے کوئی حرج واقعہ نہیں ہوتا کیونکہ اگرچہ وہ دونوں براہ راست نبی تھے لیکن چونکہ شریعت موسیٰ علیہ السلام کی تھی اور حضرت ہارونؑ ان کے تابع تھے۔اس لیے نہ باپوں والی مثال ان پر صادق آتی ہے نہ دو خاوندوں والی!

لیکن حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر تو یہ مثال کسی طور پر بھی صادق نہیں آسکتی کیونکہ حضرت مرزا صاحب۔حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح براہ راست نبی نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

''امتی'' اور غلام ہیں۔ کلمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے۔ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے اور مسیح موعودؑ کا مقام صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور نائب کا ہے۔ باپ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور مسیح موعودؑ آپ کا روحانی فرزند ہے۔ یاد رہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی شرائط بیعت میں آپ کے ساتھ جس تعلق کے قیام کا عہد لیا جاتا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ''اس عاجز سے تعلق اخوت رکھے گا۔'' گویا جماعت احمدیہ کے افراد کا تعلق بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے ''اخوت'' کا ہے کیونکہ ان کا روحانی باپ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ پس اندھا ہے وہ دشمن جو یہ اعتراض کرتا ہے کہ احمدیوں کے عقائد کے رو سے دو باپ ماننے پڑتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:۔

مے خانہ وہی ساقی بھی وہی پھر اس میں کہاں غیرت کا محل
ہے دشمن خود بھینگا جس کو آتے ہیں نظر خمخانے دو

(کلام محمود صفحہ ۱۵۴ نظم نمبر ۹۴)

پھر فرماتے ہیں:۔

شاگرد نے جو پایا استاد کی دولت ہے — احمدؑ کو محمدؐ سے تم کیسے جدا سمجھے

(کلام محمود صفحہ ۱۸۴ نظم نمبر ۱۲۳)

ہمارا ایمان ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اس وجہ سے آپ ''ابوالانبیاء'' یعنی تمام اگلے اور پچھلے نبیوں کے باپ ہیں قیامت تک حضور ہی کی ابوت چلے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام محض حضورؐ کے نائب اور روحانی فرزند کا ہے۔ اے کاش احراری معترضین کے دل میں خدا کا خوف ہو اور موت کا دن ان کو یاد ہو جب اس احکم الحاکمین کے سامنے حاضر ہو کر اپنے تمام اقوال و اعمال کے لیے جواب دہ ہونا ہوگا۔ اس وقت یہ ''جوش خطابت'' یہ زبان کی چالاکیاں اور یہ اشتعال انگیز نعرے کام نہیں آئے گی۔

۳۳۔ کیا نبی کے آنے سے قوم بدل جاتی ہے!

مولوی محمد علی صاحب احراری بھی ایک دور کی کوڑی لائے ہیں۔ آپ نے ہر مقام پر ہر احرار کانفرنس میں یہ نیا ''علمی نکتہ'' پیش کیا ہے کہ چونکہ قوم نبی سے بنتی ہے اس لیے ہر نئے نبی کے آنے

پر اس کی قوم کا نام بھی بدل جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے یہودی کہلاتے تھے مگر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے تو جن یہودیوں نے ان کو مان لیا۔ وہ یہودی نہ رہے بلکہ ''عیسائی'' ہو گئے۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو جن عیسائیوں نے حضور کے دعویٰ کو قبول کر لیا وہ عیسائی نہ رہے بلکہ مسلمان کہلانے لگے۔ بعینہٖ اسی طرح مرزا صاحب کے ماننے والے مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ ان کو احمدی یا قادیانی کہا جائے گا کیونکہ انہوں نے ایک نیا نبی تسلیم کر لیا ہے۔

یہ ہے وہ مایۂ ناز اعتراض کہ جب گجرات احرار کانفرنس منعقدہ ۳۰ نومبر ۱۹۴۹ء کے موقع پر مولوی محمد علی احراری نے اسے بیان کیا تو ''امیر شریعت احرار'' نے اچھل اچھل کر اس نئے ''نکتہ'' پر انہیں دل کھول کر داد دی۔ بلکہ یہاں تک کہا ''جا میں نے تجھے سارے ارمان بخش دیئے'' پھر مولوی محمد علی احراری نے ہر مقام پر یہی اعتراض دہرایا اور قریباً ہر جگہ ''امیر شریعت احرار'' نے اسی انداز میں انہیں داد علم وعقل کے ساتھ یہی ڈرامہ دہرایا۔

اب آیئے! اس اعتراض کا تجزیہ کریں اور دیکھیں اس میں کس قدر صداقت اور سچائی ہے۔

پہلا مغالطہ:۔ اس مزعومہ دلیل میں پہلا مغالطہ تو یہ دیا گیا ہے کہ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد پہلا نبی جو آیا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان قریباً چودہ سو سال کا فاصلہ ہے اس عرصہ میں بنی اسرائیل میں ہزاروں انبیاء آئے۔ حضرت یوشع بن نون، داؤد، سلیمان، حزقیل، سموئیل، یوئیل، ملاکی، ایلیاہ، میکاہ، عزراء وغیرہ ہزاروں نبی ہیں جو حضرت عیسیٰؑ سے پہلے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک ہی قوم بنی اسرائیل میں آئے۔ پس اگر یہ بات درست ہے! کہ قوم نبی سے بنتی ہے اور نئے نبی کے آنے سے قوم بدل جاتی ہے تو پھر مولوی محمد علی صاحب احراری اور ان کے اس ''نکتہ'' پر عش عش کر اٹھنے والے احراری امیر شریعت بتائیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کے بھائی ہارون جو نبی تھے تو ان کے ذریعہ سے کونسی ''نئی قوم'' معرض وجود میں آئی تھی اور ان کے ماننے والوں کا نام کیا رکھا گیا تھا؟ پھر ان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پہلے خلیفہ حضرت یوشع علیہ السلام بن نون کے نبی ہونے پر جو نئی قوم پیدا ہوئی تھی وہ کونسی تھی؟ اور اس کا کیا نام تھا؟ اسی طرح ان کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے ذریعہ کونسی نئی قوم بنی تھی! پھر ان کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے کس قوم کی تشکیل فرمائی تھی ان کی قوموں کے کیا کیا نام تھے؟ خود احراری معترض کو بھی مسلم ہے کہ موسیٰ کی قوم کا نام یہودی تھا اور یہ نام

قائم رہا جب تک کہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں آ گئے۔تب جا کر بقول معترض اس قوم کا نام بدلا۔اگر قوم نبی سے بنتی ہے اور نئے نبی کے آنے سے پہلے نبی کی قوم کا نام بدل جاتا ہے تو پھر کیوں اس قوم کا نام چودہ سو سال تک نہ بدلا؟ اوراس وقت باوجود اس کے کہ بقول قرآن مجید ''ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا'' (المومنون:۴۵)''وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ''(البقرۃ:۸۸) کہ اللہ تعالیٰ نے پے بہ پے اور قدم بقدم رسول بھیجے مگر پھر بھی اس قوم کا نام نہ بدلا۔تو اب کیوں نام بدل جائیگا؟ حقیقت یہ ہے کہ یا تو یہ لوگ علم دین سے بکلی بے بہرہ ہیں جو ایسی مضحکہ خیز باتیں کرتے ہیں کہ ایک طالب علم بھی دیکھ کر بے اختیار ہنس پڑے اور یا جان بوجھ کر مغالطہ آفرینی کر کے اپنا الوسیدھا کرنا چاہتے ہیں۔

دوسرا مغالطہ:۔ احراری معترض نے دوسرا مغالطہ یہ دیا ہے کہ گویا ''یہودی'' اس قوم کا نام ہوا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی۔حالانکہ تاریخ کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے بھی موجود تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام خود اپنی نبوت سے پہلے بھی یہودی تھے۔پولوس رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے باوجود خود کو ''یہودی'' قرار دیتا ہے۔(دیکھو اعمال باب ۲۲ آیت ۳)

کیونکہ یہودی ''مذہب'' نہیں بلکہ نسل ہے آج اس وقت دنیا میں لاکھوں عیسائی موجود ہیں جو نسلاً یہودی ہیں۔پس احراری معترض کا یہ کہنا کہ موسیٰ کے ماننے والے ''یہودی'' کہلائے اور حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والے عیسائی بالبداہت باطل ہے۔

تیسرا مغالطہ:۔ احراری معترض نے تیسرا مغالطہ یہ دیا ہے کہ گویا ''مسلمان'' کا نام اور لقب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد مسلمانوں کو آپ پر ایمان لانے کے باعث دیا گیا۔ حالانکہ قرآن مجید سے صاف پتہ لگتا ہے کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ماننے والوں کا نام ''مسلم'' تھا۔قرآن مجید میں ہے۔

الف۔ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا (ال عمران:۶۸) کہ ابراہیم نہ یہودی تھا نہ عیسائی بلکہ خالص مسلمان تھا۔

ب۔ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (البقرۃ:۱۳۳) کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو یہ وصیت کی کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے دین (اسلام) کو چن لیا ہے۔پس تم پر ایسی حالت میں موت

آئے جبکہ تم مسلمان ہو۔

ج۔حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا قرآن مجید میں ہے:۔

رَبِّ ....تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (یوسف: ۱۰۲)

کہ اے میرے خدا! مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دے اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا دے۔

د۔موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کا نام بھی ''مسلم'' ہی تھا۔قرآن مجید میں ہے کہ جب فرعون غرق ہونے لگا تو اس نے کہا۔

''قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ''

(یونس: ۹۱) کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ اس خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لاتے ہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔اگر موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کا نام ''یہودی'' تھا تو فرعون کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ میں ''یہودی'' ہوتا ہوں نہ یہ کہ ''مسلمان'' ہوتا ہوں۔

ھ۔حضرت سلیمان علیہ السلام کے ماننے والوں کا نام بھی ''مسلمان'' ہی تھا۔ملاحظہ ہو قرآن مجید میں ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کو جو خط لکھا اس میں لکھا۔'' اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ (النمل: ۳۲) کہ میرے بالمقابل سرکشی نہ کرو اور میرے پاس ''مسلمان'' ہو کر آجاؤ۔

و۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کا نام بھی ''مسلمان'' ہی تھا۔قرآن مجید میں ہے:۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (ال عمران: ۵۳) کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے محسوس کیا کہ ان کے مخالفین ان کی نبوت کے انکار پر مصر ہیں تو انہوں نے اعلان کیا کہ خدا کے دین کا مددگار کون ہے؟ حواریوں نے عرض کیا ہم خدا کے دین کے انصار ہیں۔پس اے عیسیٰ آپ گواہ رہیں کہ ہم ''مسلمان'' ہیں۔پس قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ہر سچے نبی کے پیروؤں کا نام مسلمان ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (ال عمران: ۲۰) خدا کے نزدیک صحیح اور درست ایک ہی مذہب ہے جس کا نام اسلام ہے۔پس خدا کی طرف سے جو بھی نبی آئے گا وہ خدا کے دین اسلام ہی کی طرف انسانوں کو دعوت دے گا اور اس کے ماننے والوں کا نام ''مسلم'' ہی ہوگا۔

۳۴۔حضرت مرزا صاحب کے ماننے والوں کا کیا نام رکھا گیا

احراری معترض نے یہ مغالطہ بھی دیا ہے کہ خود حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کا نام ''مسلمان'' نہیں رکھا بلکہ ''احمدی'' رکھا۔اور مردم شماری کے کاغذوں میں بھی جماعت کو''احمدی'' کا نام لکھانے کی ہدایت کی۔ حالانکہ یہ محض تلبیس اور جھوٹ ہے کیونکہ حضرت مرزا صاحب نے ہرگز اپنی جماعت کا نام محض ''جماعت احمدیہ'' یا اپنے ماننے والوں کا نام محض ''احمدی'' نہیں رکھا۔اور نہ اپنی جماعت کو محض ''احمدی'' نام مردم شماری کے کاغذوں میں لکھانے کی ہدایت فرمائی جس اشتہار میں حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کا نام تحریر فرمایا ہے وہ ۴ نومبر ۱۹۰۰ء کو شائع ہوا اور تبلیغ رسالت جلد نمبر ۹ صفحہ نمبر ۸۱ تا ۹۱ پر موجود ہے اس میں حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

''یادرہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے یہ فرقہ جس کا خدا نے مجھے امام اور پیشوا اور رہبر مقرر فرمایا ہے ایک بڑا امتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۵۷)

''اور وہ نام جو اس سلسلہ کے لیے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لیے پسند کرتے ہیں وہ نام مسلمان فرقہ احمدیہ ہے۔ اور جائز ہے کہ اس کو احمدی مذہب کے مسلمان کے نام سے بھی پکاریں۔ یہی نام ہے جس کے لئے ہم ادب سے اپنی معزز گورنمنٹ میں درخواست کرتے ہیں کہ اسی نام سے اپنے کاغذات اور مخاطبات میں اس فرقہ کو موسوم کرے یعنی ''مسلمان فرقہ احمدیہ۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۶۴، ۳۶۵)

''اس فرقہ کا نام ''مسلمان فرقہ احمدیہ'' اس لیے رکھا گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔''

(دیکھو اشتہار ۴ نومبر ۱۹۰۰ء وتبلیغ رسالت جلد ۹ صفحہ ۹۰، ۹۱)

پس جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے خود اپنی جماعت کے لیے لفظ ''مسلمان'' کو ترک کر دیا ہے وہ جان بوجھ کر لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ جماعت احمدیہ مسلمان فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے جس طرح دوسرے تمام فرقوں کے علیحدہ علیحدہ امتیازی نام ہیں مثلاً ''اہلسنت والجماعت'' ''حنفی'' یا ''اہلحدیث'' یا شیعہ وغیرہ اسی طرح اس فرقہ کا بھی ''احمدی'' نام ہے۔ لیکن جس طرح باقی سب فرقے ''اسلام'' کے فرقے ہی ہیں بلکہ اصل اور حقیقی اسلام کے حامل ہونے کے مدعی ہیں اسی طرح اس فرقہ کا بھی دعویٰ ہے کہ اصل اور حقیقی اسلام اسی فرقہ میں ہے۔

حربہ تکفیر

اسلامی فرقوں کے ایک دوسرے کے خلاف فتاویٰ تکفیر:۔

مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگے گا

(۱) فتوحات مکیہ جلد۳ صفحہ۳۷۴ (۲) حجج الکرامہ صفحہ۳۶۳ (۳) مکتوبات امام ربانی جلد۲ صفحہ۱۰۷ مکتوب نمبر۵۵ (۴) اقتراب الساعۃ صفحہ۹۵ وصفحہ۲۲۴

مندرجہ بالا حوالجات کی اصل عبارات ملاحظہ فرمائیں پاکٹ بک ہذا صفحہ۸۲۴، ۸۲۵۔

(۱) شیعہ کافر ہیں:۔

اہل سنت کے بزرگان وعلماء نے بالاتفاق شیعوں پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل:۔

۱۔ دربار رسالت سے:۔ **"اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اِنَّہٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ..........یُقَالُ لَھُمُ الرَّافِضَۃُ فَاقْتُلُھُمْ قَاتَلَھُمُ اللّٰہُ اِنَّھُمْ مُشْرِکُوْنَ.**

(رواہ الامام الھادی یحییٰ بن الحسین امام الیمن فی کتابہ الاحکام مسلسلا بآبائہٖ الکرام من عندہ الیٰ عند الحسن ابن علی ابن ابی طالب...... وھو الامام العظیم الذی صار علماً یقتدی بمذھبہ فی غالب الدیار الیمنیۃ. سراج الوہاج جلد۲ صفحہ۵۷۸ از صدیق بن حسن بن علی الحسینی القنوجی مطبع صدیق الکائن بھوپال)

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایک ایسی قوم ہوگی جس کو "رافضی" کر کے پکارا جائے گا تم ان کو قتل کرو کیونکہ وہ مشرک ہیں۔

(۲) دربار غوث الاعظم سے:۔ (الف) **"عَلَیْھِمْ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ وَمَلَائِکَتَہٗ وَسَائِرُ خَلْقِہٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ......لِاَنَّھُمْ بَالَغُوْا فِیْ غُلُوِّھِمْ وَمَرَدُوْا عَلَی الْکُفْرِ وَتَرَکُوا الْاِسْلَامَ وَفَارَقُوا الْاِیْمَانَ وَجَحَدُوا الْاِلٰہَ وَالرُّسُلَ وَالتَّنْزِیْلَ."**

(غنیۃ الطالبین۔ مصنفہ حضرت پیرانِ پیر غوث الاعظم جیلانیؒ مع زبدۃ السالکین صفحہ۲۲۰ مطبع مرتضوی دہلی)

اس عبارت کا ترجمہ "تحفہ دستگیر ترجمہ اردو غنیۃ الطالبین" سے نقل کیا جاتا ہے۔

ان پر خدا کی اور تمام فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت تا قیامت ہے خدا ان کا نام ونشان اس جہان سے مٹا ڈالے اوران کی سبزیوں کو زمین سے دور کرے اوران میں زمین پر پھرنے والا کوئی باقی نہ رہے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے غلو میں بہت بڑھ گئے ہیں۔ کفر پر جم گئے ہیں۔ اسلام کو چھوڑ بیٹھے ہیں خداوند کریم اور قرآن اور تمام پیغمبروں کو نہیں مانتے جو لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں خدا ان سے اپنی پناہ میں رکھے۔''

(غنیۃ الطالبین مترجم اردو المعروف بہ تحفۂ دستگیر شائع کردہ ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور صفحہ ۱۳۱)

ب۔ پھر حضرت غوث الاعظم تحریر فرماتے ہیں:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب کو گالی نہ دو۔ پس جس شخص نے میرے اصحاب کو گالی دی اس پر خدا کی لعنت ہے............اور آخر زمانہ میں ایک گروہ پیدا ہوگا کہ وہ اصحابوں کے رتبہ کو کم کرے گا۔خبردار تم نے ہرگز ان کے ساتھ کھانا پینا نہیں۔ ہرگز ان کے ساتھ نکاح کرنا کرانا نہیں اوران کے ساتھ نماز بھی نہ پڑھنی اوران پر نماز جنازہ بھی نہ پڑھنی۔''

(غنیۃ الطالبین مترجم اردو صفحہ ۱۲۰ بعنوان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی فضیلت اور بزرگی)

۳۔امام ربّانی مجدد الف ثانی:۔ ''بدترین جمیع مبتدعان جماعہ اند کہ باصحاب پیغمبر علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام بغض دارند۔ اللہ تعالیٰ درقرآن مجید خود ایشاں را کفار می نامد۔ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ...... قرآن وشریعت لازم مے آید۔قرآن جمع حضرت عثمان ست علیہ الرضوان اگر عثمان مطعون ست۔ قرآن ہم مطعون است **اَعَاذَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَمَّا يَعْتَقِدُ الزَّنَادِقَةُ**''

(مکتوباتِ امام ربّانی جلد ا مکتوب پنجاہ وچہارم)(ب) بدترین فرق شیعۂ شنیعہ وحوالہ مذکورہ بالا صفحہ ۲۷)

''یعنی تمام بدعتیوں سے بدترین جماعت شیعوں کی ہے جو کہ اصحابِ پیغمبر علیہ السلام سے بغض رکھتے ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کا نام کافر رکھا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (الفتح:۳۰) صحابہ قرآن وشریعت کی تبلیغ کرنے والے تھے۔ پس اگر صحابہ پر طعن کیا جائے تو قرآن وشریعت پر طعن لازم آتا ہے۔قرآن مجید حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا ہے پس اگر عثمان پر طعن کیا جائے تو قرآن پر طعن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان زندیقوں کے عقائد سے بچائے رکھے۔آمین''

(ب) تمام فرقوں سے بدترین فرقہ شیعہ شنیعہ ہے۔

(مکتوبات امام ربّانی جلد ا دفتر اوّل حصہ دوم صفحہ ۲۷ مکتوب نمبر ۵۴ مطبوعہ مجددی پریس امرتسر ۱۳۳۸ھ)

گویا صرف دربار رسالت ہی سے نہیں بلکہ دربار خداوندی سے بھی شیعوں کی تکفیر کا فتویٰ بقول امام ربّانی مجدد الف ثانی صادر ہو چکا ہے۔

۴۔ دربار عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ سے:۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:۔

''اَلرَّافِضِیُّ اِذَا کَانَ یَسُبُّ الشَّیْخَیْنِ وَیَلْعَنُھُمَا وَالْعَیَاذُ بِاللّٰہِ فَھُوَ کَافِرٌ......مَنْ اَنْکَرَ اِمَامَةَ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَھُوَ کَافِرٌ......وَکَذَالِکَ مَنْ اَنْکَرَ خِلَافَةَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ......ھٰؤُلَآءِ الْقَوْمُ خَارِجُوْنَ عَنْ مِلَّةِ الْاِسْلَامِ وَاَحْکَامُھُمْ اَحْکَامُ الْمُرْتَدِّیْنَ کَذَا فِی الظَّھِیْرِیَّةِ.'' (فتاویٰ عالمگیری مرتبہ بحکم شہنشاہ اورنگ زیب جلد۲ صفحہ۲۶۴)

یعنی رافضی جو کہ حضرت ابوبکر وعمرؓ کو گالی دے یا ان پر لعنت کرے وہ کافر ہے۔....اور جو حضرت ابوبکرؓ کی امامت سے انکار کرے وہ بھی کافر ہے اسی طرح جو حضرت عمرؓ کی خلافت کا منکر ہو وہ بھی کافر ہے۔....یہ لوگ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں اور مرتد ہیں ان پر مرتدوں کے احکام نافذ ہوتے ہیں ایسا ہی ''ظہیریہ'' میں لکھا ہوا ہے۔''

نوٹ:۔ حضرت اورنگ زیب عالمگیر کے زمانۂ حکومت میں تمام اہل سنت والجماعت علماء نے متفقہ طور پر شیعوں کے کفر پر اجماع کر کے شیعوں کو مرتد اور کافر دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا اور حکومت وقت سے ان کو ''غیر مسلم اقلیت'' قرار دلوایا۔ مولوی کفایت حسین اور وہ دوسرے سادہ لوح شیعہ جو آج احراریوں کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ ذرا تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کریں اور اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ کے علماء کے فتاویٰ اور حکومت کے دباؤ کے ماتحت شیعوں کی قابلِ رحم حالت کو اگر ایک دفعہ یاد کر کے'' آنچہ برخود مپسندی بر دیگراں نیز مپسند'' کے مقولہ کو پیش نظر رکھیں تو یقین ہے کہ ان کا ضمیر ان کو ضرور ملامت کرے۔ بشرطیکہ ضمیر کی آواز بھی باقی ہو اور وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا (الشّمس:۱۱) کی کیفیت نہ طاری ہو چکی ہو۔ خادمؔ

۵۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی:۔ ''جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ صحابہؓ آپس میں بغض اور دشمنی رکھتے تھے وہ شخص قرآن کا منکر ہے اور جو شخص ان (صحابہؓ) کے ساتھ بغض اور خفگی رکھتا ہے قرآن میں اس کو کافر کہا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (الفتح:۳۰)''

(مَالَابُدَّ مِنْہُ. مترجم اردو شائع کردہ ملک دین محمد اینڈ سنز مطبوعہ دین محمدی الیکٹرک پریس لاہور صفحہ ۱ فصل نعت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم)

۶۔علماء اہل حدیث کا فتویٰ شیعوں کے بارے میں:۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی:۔

''شیعہ پانچ مذاہب کفار کا مجموعہ اور خلاصہ ہیں۔یعنی یہود، نصاریٰ، مجوس، صائبین، ہنود''

(تحفۂ اثناعشریہ قلمی صفحہ ۵۰۲ نیز صفحات ذیل:۔صفحہ ۵، ۶، ۴۵۶، ۵۰۱، ۵۰۳، ۵۰۴ وصفحہ ۵۰۴)

ب۔نواب صدیق حسن خاں صاحب آف بھوپال:۔ ''روئے زمین پر جس قدر فرقہ خبیثہ موجود ہے وہ کسی ایک اصحابِ رسول اللہ کو کافر کہہ کر کافر ہو گیا ہے۔جب وہ اصحابِ رسول اللہ کو کافر کہتے ہیں تو کس طرح کافر نہیں۔یہ اسلام کے دشمن ہیں جو ان کو کافر نہیں کہتا وہ بھی کافر ہے۔''

(منقول از سراج الوہاج جلد ۲ صفحہ ۵۷۶ و ۵۷۷ از حسن بن علی الحسینی القنوجی مطبع صدیق الکائن۔بھوپال ۱۳۰۱ھ)

۷۔اہلسنت والجماعت کے متعدد علماء نے اپنے دستخطوں اور مہروں سے شیعوں کے خلاف مندرجہ ذیل فتویٰ کفر صادر کیا۔

''فرقہ امامیہ منکرِ خلافتِ صدیق اند و در کتب فقہ مسطور است کہ ہر کہ انکارِ خلافتِ حضرت صدیق نمائد منکرِ اجماع قطع گشت و کافر شد......پس در حق ایشاں نیز حکمِ کفار جاری است۔''

(ردِّ تبرا صفحہ ۲۰، جواب استفتاء نمبر ۱ از سید الفت حسین مطبوعہ نصر المطابع دہلی)

۲۔اہلسنت والجماعت کے خلاف شیعوں کا فتویٰ کفر

الف۔ ''اہلسنت یہود و نصاریٰ سے بدتر ہیں۔''

(تحفہ اثناعشریہ قلمی صفحہ ۴۷۰ نیز حدیقہ شہداء صفحہ ۶۵)

ب۔اگر کسی سنی کے جنازہ پر شیعہ حاضر ہو اور نماز جنازہ پڑھنی پڑ جائے تو میت کے حق میں یہ دعا کرے۔

''اَللّٰھُمَّ اَمْلَاجَوْفَہٗ نَارًا وَ قَبْرَہٗ نَارًا وَسَلِّطْ عَلَیْہِ الْحَیَّاتَ وَالْعَقَارِبَ.''

(جامع العباسی دربیان نماز واجب وسنت باب دوم فصل نمبر ۸ ہشتم)

''یعنی اے اللہ! اس کے پیٹ اور قبر کو آگ سے بھر دے! اور اس پر سانپ اور بچھو مسلط کر دے۔''

اہلحدیث کا اہلسنت پر فتویٰ کفر

الف۔ ''چاروں اماموں کے پیرو اور چاروں طریقوں کے متبع یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور

چشتیہ وقادریہ ونقشبندیہ ومجددیہ سب لوگ کافر ہیں۔''

(جامع الشواہد صفحہ ۲ بحوالہ الاعتصام السنۃ مطبوعہ کانپور صفحہ ۷و۸)

ب۔''کذب کو قرآن وحدیث میں برابر شرک کے رکھا ہے اس لیے مقلدین پر اطلاق لفظ مشرکین کا تقلید پر اطلاق لفظ شرک کا کیا جاتا ہے دنیا میں آج کل اکثر لوگ یہی مقلد پیشہ ہیں۔وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (یوسف : ۱۰۷) یہ آیت ان پر بخوبی صادق آتی ہے۔(اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۱۶ از نور الحسن خان ۱۳۰۱ھ)

ج۔کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں (اوّل) یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا حاضر وناظر جان کر ورد کرنا جائز ہے یا نہ اور اس ورد کا پڑھنے والا کیسا ہے؟

الجواب:۔''جس کا یہ عقیدہ ہے وہ مشرک ہے جو شخص مجوز اور مفتی ان امور کا ہے وہ رأس المشرکین ہے۔اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور اس طرح کا اعتقاد رکھنے والا چاروں مذہب میں کافر اور مشرک ہے۔''(مجموعہ فتاویٰ صفحہ ۵۲ مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور)

د۔کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس امر میں کہ یہ گروہ مقلدین جو ایک ہی امام کی تقلید کرتے ہیں۔اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں یا نہیں؟ اور ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور ان کو اپنی مسجد میں آنے دینا اور ان کے ساتھ مخالطت اور مجالست جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ بیشک نماز پیچھے ایسے مقلدین کے جائز نہ ہوگی کہ ان کے عقائد اور اعمال مخالف اہل سنت والجماعۃ ہیں بلکہ بعض عقیدے اور عمل موجب شرک اور بعض مفسد نماز ہیں۔ایسے مقلدوں کو اپنی مسجدوں میں آنے دینا شرعاً درست نہیں۔'' (مجموعہ فتاویٰ صفحہ نمبر ۵۴،۵۵ مطبع صدیقی لاہور)

۳۔اہلحدیث کے خلاف اہلسنت کا فتویٰ

ستر علماء اہلسنت والجماعۃ کا فتویٰ:۔

الف۔فرقہ غیر مقلدین جن کی علامت ظاہری اس ملک میں آمین بالجہر اور رفع یدین اور نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا اور امام کے پیچھے الحمد پڑھنا ہے۔اہلسنت سے خارج ہیں اور مثل دیگر فرقِ مقلد رافضی وخارجی وغیرہما کے ہیں۔ان کے پیچھے نماز درست نہیں۔ان سے مخالطت اور مجالست کرنا اور ان کو اپنی خوشی سے مسجد میں آنے دینا شرعاً ممنوع ہے۔''

(جامع الشواهد فی اخراج الوهابیین عن المساجد صفحہ ۳ تا ۸ بحوالہ کتاب العتصام السنۃ مطبوعہ کانپور صفحہ ۷،۸)

ب۔ ''تقلید کو حرام اور مقلدین کو مشرک کہنے ولا شرعاً کافر بلکہ مرتد ہوا۔''

(انتظام المساجد باخراج اھل الفتن عن المساجد صفحہ ۷ مصنفہ مولوی محمد لدھیانوی)

ج۔ ''غیر مقلدین سب بیدین پکے شیاطین پورے ملاعین ہیں۔''

(چا بک لیث بر اہلحدیث مصنفہ مولوی محمد ظہیر حسین اعظم گڑھی صفحہ ۳۴ صفحہ ۳۵)

د۔ علماء اور مفتیانِ وقت پر لازم ہے کہ بمجرد مسموع ہونے ایسے امر کے اس کے کفر اور ارتداد کے فتویٰ میں تردد نہ کریں۔ ورنہ زمرۂ مرتدین میں یہ بھی داخل ہوں گے۔''

(انتظام المساجد باخراج اھل الفتن عن المساجد صفحہ ۷)

ھ۔ ''جو باوصف اطلاع احوال ان میں سے کسی کا معتقد ہو تو ابلیس کا بندہ جہنم کا کندہ ہے اور ان سفہاء اور ان کے نظراء تمام خبثاء جو شخص ...... ان ملحدوں کی حمایت اور مروت و رعایت کرے ان کی ان باتوں کی تصدیق و تحسین و توجیہہ و تاویل کرے وہ عدو خدا، دشمن مصطفٰے ہے۔''

(چابک لیث بر اہلحدیث مصنفہ مولوی محمد ظہیر حسین اعظم گڑھی صفحہ ۳۴ صفحہ ۳۵)

۴۔ دیوبندی کافر و مرتد

الف۔ ''وَبِالْجُمْلَةِ هٰؤُلَآءِ الطَّوَائِفُ كُلُّهُمْ كُفَّارٌ مُرْتَدُّوْنَ خَارِجُوْنَ عَنِ الْاِسْلَامِ بِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ''

(''حُسَامُ الْحَرَمَيْنِ عَلٰى منحر الكفر والْمَيْن'' مع سلیس ترجمہ اردو مسمّٰی مبین احکام و تصدیقات اعلام ۱۳۴۵ء مطبوعہ بریلی۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ بار اوّل۔ مصنفہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی صفحہ ۲۴)

یعنی یہ سب گروہ (یعنی گنگوہیہ، تھانویہ، نانوتویہ و دیوبندیہ وغیرہ) اجماع اسلام کے رو سے کفار اور مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ یاد رہے مندرجہ بالا عربی عبارت اصل کتاب کے صفحہ ۲۴ پر ہے اور اردو ترجمہ صفحہ ۲۵ پر۔ خادم)

اس کتاب میں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے (جو کہ فرقہ حنفیہ بریلویہ کے بانی تھے اور مولوی ابوالحسنات صاحب صدر جمعیت العلماء پاکستان اور ان کے والد مولوی دیدار علی مرحوم کے پیر ہیں) اپنا اور علماء حرمین شریفین کا متفقہ فتویٰ ان کے دستخطوں اور مہروں کے ساتھ شائع کیا ہے جس میں جماعت احمدیہ کے علاوہ دیوبندیوں کے تمام گروپوں کو بھی کافر و مرتد قرار دیا گیا ہے کتاب مذکور کے ٹائٹل پیج پر لکھا ہے:۔

''جس میں مسلمانوں کو آفتاب کی طرح روشن کر دکھایا کہ طوائف قادیانیہ گنگوہیہ وتھانویہ ونانوتویہ ودیوبندیہ وامثالہم نے خدا اور رسول کی شان کو کیا کچھ گھٹایا۔ علمائے حرمین شریفین نے باجماع امت ان سب کو زندیق ومرتد فرمایا۔ ان کو مولوی درکنار مسلمان جاننے یا ان کے پاس بیٹھنے ان سے بات کرنے کو زہر وحرام وتباہ کن اسلام بتایا۔''

گویا اس فتویٰ میں مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی اور ان کے مریدوں اور دیگر تمام دیوبندی خیال کے لوگوں کو ''باجماع امت'' کافر ومرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ثابت کیا گیا ہے اور ان کی تکفیر وتفسیق کو احمدی جماعت کی تکفیر وتفسیق سے ممیّز نہیں کیا بلکہ ایک ہی رنگ میں بیان کیا ہے اور جیسا ''اجماع امت'' ایک کے خلاف ہے ویسا ہی دوسرے کے بھی خلاف ہے۔ پس آج تعجب ہے کہ مولوی عبد الحامد بدایونی اور نام نہاد جمیعۃ العلماء پاکستان کے صدر نے اپنے پیر اور علماء حرمین شریفین کے ان متفقہ فتاویٰ اور اجماعِ امت کے خلاف ایک نیا امتیاز کہاں سے پیدا کر دیا ہے۔

ب۔ پھر احمد رضا خان صاحب بریلوی نے محمد قاسم نانوتوی، مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی محمود الحسن وغیرہ دیوبندی مولویوں کی نسبت لکھا ہے:۔

''یہ قطعاً مرتد وکافر ہیں اور ان کا ارتداد وکفر اشد درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ ایسا کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد وکفر میں شک کرے وہ بھی انہی جیسا مرتد وکافر ہے...... ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا اپنے پیچھے بھی انہیں نماز نہ پڑھنے دیں...... جو ان کو کافر نہ کہے گا وہ خود کافر ہو جائے گا اور اس کی عورت اس کے عقد سے باہر ہو جائے گی اور جو اولاد ہوگی حرامی ہوگی از روئے شریعت ترکہ نہ پائے گی۔'' (فتویٰ مذکورہ بالا)

۵۔ حنفی بریلوی پر دیوبندی کا فتویٰ

الف۔ ''مولوی احمد رضا خان بریلوی اور ان کے ہم خیال کافر۔ اکفر۔ دجالِ مائۃ حاضرہ۔ مرتد۔ خارج از اسلام۔''

(رد التکفیر علی الفحّاش الشَّنظیر مصنفہ مولوی سید محمد مرتضٰی دیوبندی مطبوعہ شمس المطابع مراد آباد شعبان ۱۳۴۲ھ)

ب:۔ فتاوی رشیدیہ (رشید احمد گنگوہی) حصہ سوم بار اوّل صفحہ ۳۲ میں ہے:۔

''جو شخص رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد ہے سادات حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک وکافر ہے......شامی نے ردالمختار کی کتاب الارتداد میں صاف طور پر ایسے عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی ہے۔اور جو یہ کہتے ہیں کہ علم غیب بجمیع اشیاء آنحضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے۔سو محض باطل اور خرافات میں سے ہے۔''

اس فتویٰ پر بہت سے علماء دیو بند کی مہریں ہیں جن میں مولوی محمود الحسن دیو بندی بھی ہیں۔

ج۔ لیکن سید انور شاہ صاحب دیو بندی کا فتویٰ بایں الفاظ درج ہے:۔

''بڑا تعجب ہے جو زمرۂ علماء میں ہو کر ایسے شخص کی تکفیر میں تردد کرے۔اور قطعاً اس کو کافر نہ کہے۔بھلا کوئی عالم کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی بتلائی سے بھی بعض چیزوں کی خبر نہ ہو، ہرگز نہیں۔بڑا فتور تو وہ شخص برپا کر رہا ہے جو ہر جگہ یہ کہتا پھرتا ہے کہ آپ کو جمیع اشیاء کا علم دیدیا گیا ہے حالانکہ یہ صریح شرک ہے اور تمام فقہاء متفق اللفظ ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں۔یہ شخص کس دلیل سے حجت پکڑتا ہے۔حالانکہ یہ تمام احادیث کے مخالف ہے۔''

(اکفار الملحدین فی ضروریات الدین)

د۔سوال:۔ جو شخص رسول اللہ صلعم کو غیب دان جانے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ از بندہ رشید احمد گنگوہی:۔''جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب جو خاصہ حق تعالیٰ ہے ثابت کرتا ہے اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔لِاَنَّہٗ کَفَرَ''(درالمختار)

(فتاوی رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۱۳، نیا ایڈیشن جنوری ۱۹۷۱ء سعید کمپنی صفحہ ۶۴ وصفحہ ۶۵)

نوٹ:۔ مندرجہ بالا تمام فتاویٰ دربارہ جماعت حنفیہ بریلویہ مولوی حسین علی آف واں بھچراں کی تصنیف **بُلْغَةُ الْحَیْرَان** کے آخر میں بطور تتمہ صفحہ ۱ تا ۴ تک یکجائی شائع شدہ موجود ہیں۔

ھ۔ مولوی مرتضٰی حسن ''ناظم تعلیم دیو بند'' کا فتویٰ بریلویوں کے خلاف ان کے ان عقائد باطلہ پر مطلع ہو کر بھی انہیں کافر و مرتد ملعون جہنمی نہ کہنے والا بھی ویسا ہی مرتد کافر ہے پھر اس کو جو ایسا نہ سمجھے وہ بھی ایسا ہی ہے۔''(اخبار وکیل امرتسر ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

و۔ ''کوکب الیمانی علی اولاد الزوانی......ان کتابوں میں ثابت کیا گیا ہے کہ ایسے عقائد والے کافر ہیں۔ان کا نکاح کوئی نہیں سب زانی ہیں۔''(بلغة الحیران آخر میں تتمہ صفحہ ۷ وصفحہ ۸)

۶۔سر سید احمد خان پر فتویٰ کفر

الف۔ ''اس شخص کی اعانت کرنی اور اس سے علاقہ اور رابطہ پیدا کرنا ہرگز درست نہیں۔ اصل میں یہ شخص شاگرد مولوی نذیر حسین وہابی بنگالی دہلوی غیر مقلد کا ہے۔ یہ شخص بہ سبب تکذیب آیاتِ قرآنی کے مرتد ہو کر ملعونِ ابدی ہوا اور مرتد ہوا۔ ایسا مرتد کہ بلا قبولِ اسلام اسلامی عملداری میں جزیہ دے کر بھی نہیں رہ سکتا، مگر اہل کتاب اور ہنود وغیرہ جزیہ دے کر اسلامی عملداری میں رہ سکتے ہیں۔ گویا نہایت سخت کافر و مرتد ہے۔'' (انتظام المساجد صفحہ ۱۳ تا صفحہ ۱۵ مصنفہ مولوی محمد لدھیانوی)

ب۔ مولونا الطاف حسین حالؔی لکھتے ہیں:۔

''سر سید کو ملحد۔ لا مذہب۔ کرسٹان۔ نیچری۔ دہریہ۔ کافر۔ دجال اور کیا کیا خطاب دیئے گئے ان کے کفر کے فتوؤں پر شہر شہر اور قصبہ قصبہ کے مولویوں سے مہریں اور دستخط کرائے گئے۔ یہاں تک کہ جو لوگ سر سید کی تکفیر پر سکوت اختیار کرتے تھے ان کی بھی تکفیر ہونے لگی۔''

(حیات جاوید حصہ دوم صفحہ ۲۷۸ پانی پتی ۱۹۰۲ء)

ج۔ مکہ معظّمہ کے مذاہب اربعہ کے مفتیوں نے جو فتویٰ سر سید احمد خاں پر لگایا وہ یہ ہے:۔

''یہ شخص ضَالّ اور مضِلّ ہے بلکہ وہ ابلیس لعین کا خلیفہ ہے کہ مسلمانوں کے اغوا کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا فتنہ یہود و نصاریٰ کے فتنے سے بھی بڑھ کر ہے خدا اس کو سمجھے...... ضَرب اور حبس سے اس کی تادیب کرنی چاہیے۔'' (ایضاً)

علماء مدینہ کا فتویٰ:۔

''اگر اس شخص نے گرفتاری سے پہلے توبہ کر لی...... تو قتل نہ کیا جائے ورنہ اس کا قتل واجب ہے دین کی حفاظت کے لئے اور وُلاۃ امر پر واجب ہے کہ ایسا کریں۔'' (ایضاً)

د۔علیگڑھ یونیورسٹی کے متعلق علماء حرمین شریفین کا فتویٰ:۔

''یہ مدرسہ جس کو خدا برباد اور اس کے بانی کو ہلاک کرے اس کی اعانت جائز نہیں۔ اگر یہ مدرسہ بن کر تیار ہو جائے تو اس کو منہدم کرنا اور اس کے مددگاروں سے سخت انتقام لینا واجب ہے۔''

(حیاتِ جاوید مصنفہ مولانا حالؔی جلد ۲ صفحہ ۲۸۸ مطبوعہ بار اوّل)

نوٹ:۔ احباب علماء کے فتاویٰ تکفیر کی زیادہ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں مقدمۂ بہاولپور

صفحہ ۱۵۷ و نیز رسالہ ''حربہ تکفیر اور علمائے زمانہ'' مطبوعہ قادیان ۱۹۳۳ء۔ خلاصہ کلام صرف اس قدر ہے کہ مسلمان کہلانے والے فرقوں میں سے ایک فرقہ بھی ایسا نہیں ہے جس پر باقی ۷۲ فرقوں نے متفقہ طور پر کفر کا فتویٰ نہ دیا۔

۷۔ دیگر کلمات کفر

الف۔ ''اگر یوں کہے کہ آسمان پر میرا خدا ہے اور زمین پر تُو ہے تو کافر ہوگا۔''

(ما لا بدمنه مترجم اردو شائع کردہ ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور صفحہ ۸۹ و فارسی نسخہ صفحہ ۱۴۶ مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۰ھ)

ب۔ ''اگر کوئی بدوں گواہ کے نکاح کرے اور کہے کہ خدا ور رسولؐ کو گواہ کیا۔ یا کہے کہ فرشتوں کو گواہ کیا میں نے تو کافر ہوگا۔'' (ایضاً)

ج۔ ''اگر کہے کہ روزی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن بندے سے ڈھونڈھ لینا چاہیے تو کافر ہوگا۔'' (ایضاً)

د۔ ''اگر کہے کہ فلانا اگر نبی ہوگا تب بھی اس پر ایمان نہ لاؤں گا تو کافر ہوگا۔'' (ایضاً)

''اگر کوئی شخص گناہ کرے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اور دوسرا شخص اسے کہے کہ توبہ کر اور وہ کہے کہ میں نے کیا کیا ہے جو توبہ کروں تو کافر ہوگا۔''

(مالا بدمنه مترجم اردو شائع کردہ ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور صفحہ ۸۹)

ر۔ ''اگر کوئی کہے کہ مجھ کو علم کی مجلس سے کیا کام یا کہے کہ جن باتوں کو علماء کہتے ہیں ان کو کون کر سکتا ہے......تو کافر ہوگا۔'' (ایضاً صفحہ ۹۳)

ز۔ ''روافض جو کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے دشمنوں کے خوف سے خدا تعالیٰ کے بعض احکام کو نہیں پہنچایا یہ کفر ہے۔'' (ایضاً صفحہ ۹۴)

احراریات

احراری کیا ہیں؟

ا۔ ''پنجاب میں چند پنجابیوں نے ایک انجمن قائم کر رکھی ہے جسے مجلس احرار کہتے ہیں۔ یہ مجلس غالباً دنیا بھر میں سب سے پہلی انجمن ہے جس کا کوئی اصول و عقیدہ نہیں۔ اگر پہلے اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی تو اب سمجھ لیجئے کہ اگر کوئی احراری شیخ حسام الدین بن کر اسٹیج پر آجائے اور مجلس احرار کی دف

بجا بجا کر کانگرس کے گیت گانے لگے تو وہ احرار کا صدر ہوگا۔ اگر کوئی چودھری افضل حق کے نام سے اخباری زبان میں چلائے کہ کانگریسی لیڈر سرمایہ دار ہیں اور سرمایہ داری کی تخریب مجلس احرار کے مقصد میں شامل ہے تو وہ متفکر احرار کہلائے گا گویا کانگرس کا ہواخواہ بھی قائدِ احرار ہے اور کانگرس پر لعنتیں بھیجنے والا بھی زعیمِ احرار ہے۔ اب بتائیے کہ احرار بذات خود کیا ہیں۔''

(روزنامہ ''زمیندار'' ۳ جولائی ۱۹۴۱ء)

۲۔ ''حر'' بمعنی آزاد عربی زبان کا لفظ ہے اس کی جمع احرار ہے۔ پنجاب میں ایک جماعت قائم ہوئی تھی، اس کا صدر مقام لاہور رہا ہے۔ شروع شروع میں یہ نقال جماعت تھی تحریک کشمیر ختم ہوئی تو اس کی عملی سرگرمیاں بھی ختم ہوگئیں۔ مگر دفتر باقاعدہ رہا اور احکام برابر جاری ہوتے رہے لیکن نصب العین کوئی نہ تھا۔ اور نہ کوئی لائحہ عمل، اس لئے جملہ احکام ہوائی توپیں ثابت ہوئیں۔ نصب العین پوچھو تو کوئی نہیں۔ صرف لکیر کے فقیر ہیں اور لفظ ''احرار'' کی مالا جپ رہے ہیں کوئی پوچھے کہ کانگرسی ہو تو کہتے ہیں کانگرسی کیا ہیں؟ کانگرسیوں کے کرتا دھرتا مہاتما گاندھی یہی غنیمت سمجھتے ہیں کہ زیر سایہ برطانیہ کم از کم سول اتھارٹی ہی مل جائے مگر ہم مکمل آزادی چاہتے ہیں۔ کوئی پوچھے کہ لیگی ہو تو کہتے ہیں نہیں۔ ہم تو سارے ہندوستان پر حکومت الٰہیہ چاہتے ہیں۔ اگر کوئی سر پھرا کہہ دے کہ کچھ کر کے بھی دکھائیے تو فرماتے ہیں کہ ہندو قوم ساری کانگرس کے ساتھ ہے اور مسلمان قوم تمام کی تمام لیگ سے جا ملی ہے ہم کریں تو کیا کریں؟'' (روزنامہ زمیندار ۲۱ فروری ۱۹۴۹ء)

۳۔ ''آٹھ اور آٹھ سولہ دن ہوئے کہ پنجاب میں ایک نئی پارٹی نے جنم لیا ہے قارئین کرام اس چوں چوں کے مربّہ سے بخوبی واقف ہوں گے کہ اس میں کون کون الّو باٹے اکٹھے ہوئے ہیں۔ ...... اس کا نام ہے ''مجلس احرار''۔ یہ جماعت معرضِ ظہور میں کیوں آئی اس کا جواب دینا ضروری ہے اس کے شرکاء وہ لوگ ہیں جو کبھی ملی کانگرس کے دامن سے وابستہ تھے اور ان کے باپو گاندھی جی مہاراج کی کرپا سے انہیں بھوجن اور پوشن مل جایا کرتا تھا لیکن جہاں کانگرس کا کام تمام ہوا۔ کانگرس سے انہیں طلاق مل گئی اور ان کا روزینہ بند ہوگیا۔ کانگرس سے الگ ہو کر ان کے پاس سوائے ازیں کوئی چارہ کار نہ تھا کہ پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے کوئی نیا پھندا پھیلائیں۔ لہٰذا انہوں نے ''مجلس احرار اسلام'' کی طرح ڈالی...... عوام حیران ہیں کہ آخر ان احراریوں کو کیا ہوگیا جو یکدم مہاراجہ (کشمیر) کے اشارے پر ناچنے لگ گئے! کسی نے خوب کہا ہے کہ

اے زرتو خدا نیست ولیکن بخدا ستّار العیوب وقاضی الحاجاتی

ان کی بلا سے قوم جہنم میں جائے یا کسی گھاٹی میں گرے انہیں اپنے حلوے مانڈے سے کام ہے۔'' (سیاست ۱۵ ستمبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۳)

احراری اوران کا امیر شریعت:۔

۴۔''احرار تبلیغ کے وسائل اختیار نہیں کرتے جو اسوہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے اور قرآن الحکیم کی تعلیم کے مطابق ہمیں اختیار کرنا چاہیے بلکہ قادیانوں کو اور نہ صرف ان کو بلکہ ہر اس شخص کو جو دیانتداری کے ساتھ ان سے اختلاف رکھتا ہے غلیظ گالیاں دیتے ہیں۔اس لحاظ سے بدترین مجرم وہ شخص ہے جس کو یہ لوگ ''امیر شریعت'' کہتے ہیں۔سید عطاء اللہ شاہ احراری (ان کو بخاری کہنا ساداتِ بخارا کی توہین ہے) عامیانہ مذاق کا آدمی ہے وہ بازاری گالیاں دینے میں مشاق ہے اسی لئے عام آدمی ان کی تقریر کو گھنٹوں اسی طرح ذوق شوق سے سنتے ہیں۔جس طرح وہ میراثیوں اور ڈوموں کی گندی کہانیوں کو سنتے رہے ہیں......عطاء اللہ احراری کا وجود علماء کی جماعت کے لئے رسوا کرنے والا ہے۔(سیاست ۱۸ جون ۱۹۳۵ء صفحہ ۳)

۵۔مولوی ظفر علی آف زمیندار بزبان امیر شریعت احرار کہتے ہیں:۔ ؎

اک طفل پری رو کی شریعت فگنی نے کل رات نکالا میرے تقویٰ کا دوالا

میں دین کا پتلا ہوں وہ دنیا کی ہے مورت اس شوخ کے نخرے میں مرا گرم مسالا

(لاہور۔۲۶ دسمبر ۱۹۳۶ء وچمنستان یعنی مجوعہ کلام مولوی ظفر علی خاں صفحہ ۹۶۔مطبوعہ پبلشرز یونائیٹڈ لاہور ۱۹۴۴ء بار اوّل)

مجلس احرار انگریز کا خود کاشتہ پودا:۔

۶۔مولوی ظفر علی خاں لکھتے ہیں:۔

''آج مسجد شہید گنج کے مسئلہ میں احرار کی غلط روش پر دوسرے مسلمانوں کی طرف سے اعتراض ہونے پر انگریزی حکومت احرار کی سپر بن رہی ہے اور حکومت کے اعلیٰ افسر حکم دیتے ہیں کہ احرار کے جلسوں میں کوئی گڑ بڑ پیدا نہ کی جائے تو کیا اس بدیہی الانتاج منطقی شکل سے یہی نتیجہ نہیں نکلتا کہ مجلس احرار حکومت کا خود کاشتہ پودا ہے؟ جس کی آبیاری کرنا اور جسے صرصرِ حوادث سے بچانا حکومت اپنے ذمہ ہمت پر فرض سمجھتی ہے۔'' (روزنامہ زمیندار۔۳۱ اگست ۱۹۳۵ء)

۷۔مولوی ظفر علی صاحب اپنے احباب کی ایک شاعرانہ مجلس کا تذکرہ لکھتے ہیں:۔

''ایک دوسرے صاحب نے فرمایا کہ احرار کے متعلق ایک شعر ضرور ہونا چاہیے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ احرار کی شریعت کے امیر مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے امروہہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سؤر ہیں اور سؤر کھانے والے ہیں۔''

اَوْ کَمَا قَالَ. پھر میرٹھ میں مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی صدر مجلس احرار اس قدر جوش میں آئے کہ دانت پیستے جاتے تھے۔ غصے میں آکر ہونٹ چباتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ:۔

''دس ہزار جِنّا اور شوکتؔ اور ظفؔر جواہر لعل کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جا سکتے ہیں۔''

اس پر میں نے یاروں کی فرمائش یوں پوری کی ؎

کیا کہوں آپ سے کیا ہیں احرار　　کوئی لچا ہے اور کوئی لُقّہ

(''چمنستان'' مجموعہ منظومات ظفر علی صاحب صفحہ ۱۶۵ مطبوعہ پبلشرز یونائیٹڈ لاہور ۱۹۴۴ء بار اوّل)

۸۔ گالیاں دے جھوٹ بول احرار کی ٹولی میں مل　　نکتہ یوں ہی ہو سکے گا حل سیاسیات کا

(ایضاً صفحہ ۹۲)

۹۔ آج اسلام اگر ہند میں ہے خوار و ذلیل　　تو یہ سب ذلت اسی طبقۂ غدار سے ہے

(ایضاً صفحہ ۴)

۱۰۔ چمنستان صفحہ ۲۳۲ پر ظفر علی خاں لکھتے ہیں:۔

''میں نے صدر مجلس احرار سے دریافت کیا کہ بندہ پرور! آپ خاکساروں کے کیوں مخالف ہیں؟ پٹیل۔ نہرو۔ بوس۔ گاندھی کے خلاف کیوں یلغار نہیں کرتے۔ اس کے جواب میں صدر مجلس احرار کی زبان سے جن حقائق کا انکشاف فرمایا گیا وہ آج بھی ملت کو تفکر و تدبر کی دعوت دیتے ہیں۔''

مولانا ظفر علی خان فرماتے ہیں ؎

پل رہے ہیں ان کے چندوں پر مگر احرارِ ہند　　پھر ہوں کیوں وہ اپنے ہی پروردگاروں کے خلاف

(ایضاً صفحہ ۲۳۲)

نیز ؎

نرالی وضع کا مومن ہے طبقۂ احرار　　کہ سر جھکا ہوا مشرک کے آستاں پر ہے

(ایضاً صفحہ ۱۶۸)

۱۱۔ ''تقسیم براعظم ہندو پاکستان کے موقعہ پر مسلمانوں کا جو قتل عام ہوا اس میں ہمارے خون

کا قطرہ قطرہ مجلس احرار اسلام اور اس کے زعماء کی بیدردی اور لا پرواہی کی داستان ہے ہمارے خون کی واحد ذمہ داری مجلس احرار کے سر ہے اور بس۔‘‘ (زمیندار ۱۳ جنوری ۱۹۴۸ء)

۱۲۔ خود مفکر احرار چوہدری افضل حق کہتے ہیں:۔

’’باسی کڑھی کے ابال کی طرح ہم اٹھتے ہیں اور پیشاب کے جھاگ کی طرح ہم بیٹھ جاتے ہیں۔‘‘ (زمزم لاہور ۱۵ جولائی ۱۹۴۱ء)

۱۳۔ ’’مجلس احرار ٹھگوں کی ٹولی اور چوروں کی جمعیت ہے۔‘‘

(اخبار احسان لاہور ۵ فروری ۱۹۳۶ء)

۱۴۔ ’’احرار‘‘ کے نام سے کسی کو منسوب کرنا ذلت اور تحقیر کے مترادف ہے۔‘‘

(اخبار ’’نوجوان افغان‘‘ ہری پور (ہزارہ) ۱۷ جولائی ۱۹۳۷ء)

احراری لیڈروں کے اپنے اقوال

۱۔ قاعد اعظم کی نسبت:۔

’’مسٹر جناح نے ایک بے درد وحشت پسند کی طرح ہمارے درمیان ایک بم پھینکا ہے جس سے انتشار اور ابتری پیدا ہوگئی ہے۔ حالانکہ آج متحدہ عمل (یعنی کانگرس اور ہندوؤں کے ساتھ اتحاد۔ ناقل) وقت کی سب سے بڑی ضرورت تھی۔ کٹر قوم پرست جناح اوّل درجہ کا فرقہ پرست بن چکا ہے ہمیں اس سوال پر اچھی طرح سوچ بچار کرنی چاہیے۔ مسٹر جناح کی زیر قیادت مسلم لیگ نے تقسیم ہند کی جو قرارداد منظور کی ہے اسے اگر کلیۃً شرانگیز نہیں کہا جا سکتا تو کم از کم اسے مصلحت وقت کے خلاف ضرور کہا جا سکتا ہے۔ یہ اس امر کا بدیہی ثبوت ہے کہ ہندوستانی سیاست ایک سخت مرض میں مبتلاء ہے۔ جناح ایک ہوشیار سیاست دان ہے اور اس نے ہندوستان کی دو بڑی قوموں کی چپقلش سے پورا فائدہ اٹھایا ہے اور زخم پر پھاہا رکھنے کی بجائے خنجر سے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا مناسب سمجھا ہے۔‘‘

(’’پاکستان اور اچھوت‘‘ مصنفہ مفکر احرار چوہدری افضل حق زیر عنوان ’’مسئلہ‘‘ صفحہ ۷ شائع کردہ مکتبہ اردو لاہور مرکنٹائن پریس لاہور)

۲۔ ’’گاندھی جناح سمجھوتا نہیں ہو سکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ مہاتما گاندھی جتنا جھکتے جائیں گے۔ مسٹر جناح اپنے مطالبات کو زیادہ کرتے جائیں گے۔ مسٹر جناح ان کی مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان۔

ہندوستان کی آزادی کی راہ میں ایک روڑا ہے کانگرس کے اثر اور بڑھتی ہوئی طاقت کو زائل کرنے کے لیے حکومتِ انگریزی نے خود مسلم لیگ کو طاقت بخشی۔ لیگی وزارتیں مسٹر جناح اور آل انڈیا مسلم لیگ سب انگریز کے اشارے پر ناچ رہے ہیں۔ چونکہ انگریز ہندوستان کو کچھ دینا نہیں چاہتا۔ اس لیے مسٹر جناح نے ان کے اشارے پر مطالبۂ پاکستان پیش کر دیا۔ دراصل پاکستان حاصل کرنے کے لیے مسٹر جناح نے مطالبۂ پاکستان پیش نہیں کیا یہ صرف ہندوستان کی غلامی کی زنجیروں کو اور مضبوط کرنے کے لیے پیش کیا گیا ہے اس لیے یہ ناممکن ہے کہ مسٹر جناح اور گاندھی جی میں صلح ہو جائے۔''

(احراری لیڈروں سے نمائندہ پریس کا انٹرویو ملاپ جالندھر ۱۲ اگست ۱۹۴۴ء)

۳۔ ''احرار اس پاکستان کو پلیدستان سمجھتے ہیں۔''

(تقریر چوہدری افضل حق یکم دسمبر ۱۹۴۱ء صدارتی خطبہ ڈسٹرکٹ احرار کانفرنس قصور۔ منقول از خطبات احرار صفحہ ۸۳ مطبوعہ بار اوّل ۱۹۴۴ء مرتبہ شورش کاشمیری)

۴۔ ''قائداعظم کو احرار نے ''کافر اعظم'' اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔''

(''حیات محمد علی جناح'' مؤلفہ رئیس احمد جعفری صفحہ ۱۹۱ بمبئی ۱۹۴۶ء اور مسٹر جناح کا اسلام صفحہ ۹ شائع کردہ جنرل سیکرٹری مجلس احرار اسلام نیز ہفت روزہ چٹان لاہور مورخہ ۶۔۱۱۔۵۰)

۵۔ صدر مجلس احرار نے قیام پاکستان سے پہلے کہا:۔

''مسلم لیگ نے ہمیشہ آزادی کی راہ میں روڑے اٹکائے۔ ملک آزاد ہونے پر مسٹر جناح اور دوسرے لیگی لیڈروں پر مقدمہ چلایا جائے گا۔'' (روزنامہ جنگ کراچی۔ استقلال نمبر ۴۹ء)

۶۔ ''ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کا نام نہاد رہنما ایک پارسی عورت کو حلقۂ زوجیت میں لینے کے لیے حلفیہ اقرار نامہ کے ذریعہ مسلمان ہونے سے انکار کرتا ہے اور آج تک کلمۂ توحید پڑھ کر مسلمان نہیں ہوا۔ لیکن پھر بھی مسلمانوں کا قائداعظم۔''

(رسالہ مسٹر جناح کا اسلام صفحہ ا شائع کردہ جنرل سیکرٹری مجلسِ احرار اسلام و ہفت روزہ چٹان لاہور ۶ نومبر ۱۹۵۰ء)

۷۔ ''ہم لیگ کو دامِ فرنگ سمجھ کر دور ہی رہنا چاہتے ہیں۔''

(خطبات احرار صفحہ ۱۲۲ از چوہدری افضل حق)

۸۔ ''پاکستان ایک خونخوار سانپ ہے جو ۱۹۴۰ء سے مسلمانوں کا خون چوس رہا ہے اور مسلم لیگ ہائی کمانڈ ایک سپیرا ہے۔'' (احراری اخبار آزاد کا اداریہ ۹ نومبر ۴۹ء)

۹۔ ''ہمیں پاکستان اوراکھنڈ ہندوستان کے دام فریب میں نہ پھنساؤ۔''

(خطبات احرار صفحہ ۱۰۱ بار اوّل از چوہدری افضل حق)

۱۰۔ ''قومی بوجھ جھگڑا ایسے حال میں شمالی ہند کو پاکستان بنا رہے ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۴۱)

۱۱۔ سیالکوٹ میں احراری امیر شریعت سے کسی نے سوال کیا کہ آپ لوگ قادیانیوں کے پیچھے تو لٹھ لیے پھرتے ہیں لیکن کمیونزم کے خلاف کیوں کچھ نہیں کہتے حالانکہ کمیونزم سراسر دہریت ہے تو اس سوال کا مندرجۂ ذیل جواب احراری امیر شریعت نے دیا:۔

''کمیونزم کی ٹکر امپریلزم سے ہے۔ کفر کفر سے لڑتا ہے اسلام سے اس کا کیا مقابلہ اور مقابلہ تو تب ہو کہ اسلام کہیں موجود ہو؟ ہم نے اسلام کے نام سے جو کچھ اختیار کر رکھا ہے وہ تو صریح کفر ہے۔ ہمارے دل دین کی سمجھ سے عاری، ہماری آنکھیں بصیرت سے نا آشنا کان سچی بات سننے سے گریزاں ؎

بیدلی ہائے تماشا کہ نہ غیرت ہے نہ ذوق　　بیکسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں

میں کمیونزم سے کیوں ٹکراؤں؟ وہ کون سا اسلام ہے جس پر کمیونزم ضربیں لگا رہا ہے۔ ہمارا اسلام ؎

بتوں سے تجھ کو تمنا خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

یہ اسلام جو ہم نے اختیار کر رکھا ہے کیا یہی اسلام ہے جو نبی نے سکھلایا تھا۔ کیا ہماری رفتار، ہماری گفتار، کردار میں وہی دین ہے جو خدا نے نازل کیا تھا؟...... میں کہتا ہوں کہ گورنری سے گداگری تک مجھے ایک بات ہی بتلاؤ جو قرآن اور اسلام کے مطابق ہوتی ہو...... فکر کج، دماغ پریشان، احکام الٰہی سے انکار اور پھر اصرار۔ سکندر حیات نے کالرہ بل بنوایا کہ جائیداد کا وارث بڑا لڑکا ہے اور لڑکیاں حصہ دار نہیں۔ قرآن کے ½1 رکوع کے انکار کے باوجود بھی ہم مسلمان اور پھر اس اسلام کو کمیونزم سے خطرہ؟ (لیکن بقول احراری مزکور اس اسلام کو احمدیت سے ضرور خطرہ ہے؟ خادؔم) کاش اسلام کا کہیں نظارہ ہوتا کوئی بستی ہوتی جہاں اسلام بستا۔ ہمارا تو سارا نظام کفر ہے قرآن کے مقابلہ میں ہم نے ابلیس کے دامن میں پناہ لے رکھی ہے قرآن صرف تعویذ کے لیے قسم کھانے کے لیے ہے۔

(تقریر عطاء اللہ شاہ بخاری سیالکوٹ احرار کانفرنس منقول از ''آزاد'' (احراری اخبار) ۹ دسمبر ۱۹۴۹ء)

۱۲۔ ''احراری امیر شریعت نے کہا کہ قائد اعظم سے ملاقات کی درخواست کرتے ہوئے میں

نے قائداعظم کے جوتوں میں اپنی سفید داڑھی رکھی اور کہا کہ میری ٹوپی لے جا کر ان کے قدموں میں رکھ دو۔'' مگر قائداعظم نے ملاقات کی اجازت نہ دی۔'' (احراری اخبار آزاد لاہور جلد ۷ نمبر ۵۳ مورخہ ۴۹۔۱۱۔۱۴)

۱۳۔ '' احرار اب تبلیغی جماعت ہے۔ اس کا ملکی الیکشن یا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ مرزائیت کی تردید اور ختم نبوت کا بیان یہ ہمارا فرض تھا۔ ہم نے اپنے فرض کو چھوڑ کر سیاست کے کانٹوں کو ہاتھ میں لیا۔ خدا نے ہمیں سزا دی اور الحمد للہ اب ہم سیاست سے تائب ہو چکے ہیں اور پھر اپنے اصل مقام پر آتے ہیں۔'' (تقریر عطاء اللہ شاہ بخاری۔ لاہور کانفرنس آزاد ۳۰ اپریل ۵۰ء صفحہ ۵)

۱۴۔ لیکن:۔

'' آج ہمارا ہاتھ اقتدار سے خالی اور ہمارے جیب و دامان اختیار سے تہی ہیں ...... ہم نے ٹھنڈے دل اور پرسکون دماغ سے غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ .... جس طبقہ، جس پارٹی کے ہاتھ میں اقتدار ہے اس سے الجھا نہ جائے .... ہم نے ایک شہری، ایک انسان، ایک مسلمان اور ایک سیاسی گروپ کی حیثیت سے اپنے فرائض کو سمجھتے ہوئے فیصلہ کر دیا کہ برسر اقتدار پارٹی کے لیے سنگ راہ نہ بنیں۔''

'' ہم نے دسمبر ۴۸ء میں حزب مخالف بنانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ مگر اقتدار کی مسند پر بیٹھنے والے گروپ نے اسے درست نہ سمجھا............ اس لیے ہم نے یہ فیصلہ کر دیا کہ اس رستہ کو ان کے لیے کھلا چھوڑ دیا جائے۔'' (تقریر احسان احمد شجاع آبادی احراری سیالکوٹ احرار کانفرنس آزاد لاہور ۹ دسمبر ۱۹۴۹ء)

۱۵۔ چوہدری افضل حق احراریوں کو یوں مخاطب کرتے ہیں:۔

'' انتہاء درجہ کے تنگ دل اور متعصب فرقہ پرست تمہیں فرقہ پرست کہیں گے ان کی پرواہ نہ کرو۔ کتوں کو بھونکتا چھوڑو۔ کاروانِ احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو احرار کا وطن لیگی سرمایہ دار کا پاکستان نہیں ہے۔'' (خطبات احرار صفحہ ۹۹ بار اوّل ۱۹۴۴ء)

۱۶۔ '' سرمایہ دار نظام میں گھس کر کامیاب حملہ کیسا ممکن ہے؟ باوجود اس کے ہم نے لیگ میں دو دفعہ گھسنے کی کوشش کی تا کہ اس پر قبضہ جمائیں۔ دونوں دفعہ قاعدے اور قانون نئے بنا دیئے گئے تا کہ ہم بیکار ہو جائیں۔'' (تقریر چوہدری افضل حق '' خطبات احرار'' صفحہ ۹۵ بار اوّل ۱۹۴۴ء)

۱۷۔ سید عطاء اللہ بخاری نے پسرور کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظم کو مخاطب کر کے کہا:۔

'' تم کہتے ہو کہ ہم نے پاکستان بنانا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اب تک کسی ماں نے کوئی ایسا بچہ

نہیں جنا جو پاکستان بنانا تو کجا پاکستان کی ''پ'' کا ایک نقطہ بھی بنا سکے۔

(روزنامہ جدید نظام لاہور۔استقلال نمبر ۱۹۵۰ء رپورٹ تحقیقاتی عدالت اردو صفحہ ۲۷۴)

۱۸۔مسلم لیگ حکومت انگریزی کا خود کاشتہ پودا:۔

''ہندوستان کے نام نہاد مسلمانوں کی رائے عامہ مدتوں ان لوگوں (مسلم لیگ۔خادم) کی طرف دار رہی جو بلحاظ ضمیر مردہ تھے اور بلحاظ ضمیر حکومت انگلشیہ کے خود کاشتہ پودے تھے۔''

(احرار آرگن اخبار ''افضل'' سہارنپور مورخہ ۴۵۔۷۔۱۳)

سچ ہے بقول مولوی ظفر علی خان ؎

پنجاب کے احرار اسلام کے غدّار

(زمیندار۔۱۰ اگست ۱۹۳۵ء ٹائٹل پیج)

حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے چند اقتباسات

ا۔آریہ سماج کی ہلاکت کی پیش گوئی:۔

ا۔''اور یہ خیال مت کرو کہ آریہ یعنی ہندو دیانندی مذہب والے کچھ چیز ہیں۔ وہ صرف اُس زنبور کی طرح ہیں جس میں بجز نیش زنی کے اور کچھ نہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ توحید کیا چیز ہے۔ اور روحانیت سے سراسر بے نصیب ہیں۔عیب چینی کرنا اور خدا کے پاک رسولوں کو گالیاں دینا اُن کا کام ہے اور بڑا کمال ان کا یہی ہے کہ شیطانی وساوس سے اعتراضات کے ذخیرے جمع کر رہے ہیں اور تقویٰ اور طہارت کی رُوح اُن میں نہیں۔ یاد رکھو کہ بغیر روحانیت کے کوئی مذہب چل نہیں سکتا۔اور مذہب بغیر روحانیت کے کچھ بھی چیز نہیں۔جس مذہب میں روحانیت نہیں اور جس مذہب میں خدا کے ساتھ مکالمہ کا تعلق نہیں اور صدق وصفا کی روح نہیں اور آسمانی کشش اُس کے ساتھ نہیں اور فوق العادت تبدیلی کا نمونہ اس کے پاس نہیں وہ مذہب مُردہ ہے۔اس سے مت ڈرو۔ابھی تم میں سے لاکھوں اور کروڑوں انسان زندہ ہوں گے کہ اس مذہب کو نابود ہوتے دیکھ لوگے۔ کیونکہ یہ مذہب آریا کا زمین سے ہے نہ آسمان سے۔ اور زمین کی باتیں پیش کرتا ہے نہ آسمان کی۔ پس تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔'' (تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۷،۶۸)

زلازل کے متعلق عام پیشگوئی:۔

''یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی

کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض اُن میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیروزبر ہو جائیں گے کہ گویا اُن میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں اُن کا پتہ نہیں ملے گا تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے۔ وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں اگر میں نہ آیا ہوتا تو اِن بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل:١٦) اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں اُن پر رحم کیا جائے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم اِن زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اُس دن خاتمہ ہوگا یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک اُن سے محفوظ ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید اُن سے زیادہ مصیبت کا مُنہ دیکھو گے۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو

چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ۔‘‘

(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ ۲۶۸،۲۶۹)

عالم گیر جنگ نمبر۲ونمبر۳ کی پیشگوئی:۔

۱۔’’ایسا ہی یاجوج ماجوج کا حال بھی سمجھ لیجئے۔ یہ دونوں پرانی قومیں ہیں جو پہلے زمانوں میں دوسروں پر کھلے طور پر غالب نہیں ہوسکیں اور اُن کی حالت میں ضعف رہا لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آخری زمانہ میں یہ دونوں قومیں خروج کریں گی یعنی اپنی جلالی قوت کے ساتھ ظاہر ہوں گی۔ جیسا کہ سورہ کہف میں فرماتا ہے وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ یعنی یہ دونوں قومیں دوسروں کو مغلوب کرکے پھر ایک دوسرے پر حملہ کریں گی اور جس کو خدائے تعالیٰ چاہے گا فتح دے گا۔ چونکہ ان دونوں قوموں سے مراد انگریز اور رُوس ہیں اس لئے ہریک سعادتمند مسلمان کو دعا کرنی چاہیے کہ اُس وقت انگریزوں کی فتح ہو۔‘‘ (ازالہ اوہام۔روحانی خزائن جلد۳صفحہ ۳۷۳)

۲۔’’ہر ایک قوم اپنے مذہب کی حمایت میں اُٹھے گی اور جس طرح ایک موج دوسری موج پر پڑتی ہے ایک دوسرے پر حملہ کریں گے اتنے میں آسمان پر قرناء پھونکی جائے گی یعنی آسمان کا خدا مسیح موعود کو مبعوث فرما کر ایک تیسری قوم پیدا کردے گا اور ان کی مدد کے لئے بڑے بڑے نشان دکھلائے گا یہاں تک کہ تمام سعید لوگوں کو ایک مذہب پر یعنی اسلام پر جمع کردے گا۔اور وہ مسیح کی آواز سنیں گے اور اس کی طرف دوڑیں گے تب ایک ہی چوپان اور ایک ہی گلہ ہوگا اور وہ دن بڑے سخت ہوں گے۔اور خدا ہیبت ناک نشانوں کے ساتھ اپنا چہرہ ظاہر کردے گا۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔روحانی خزائن جلد۲۱صفحہ۱۲۶)

مسئلہ وفات مسیح کے متعلق پیشگوئی:۔

’’ہر ایک مخالف یقین رکھے کہ اپنے وقت پر وہ جان کندن کی حالت تک پہنچے گا اور مرے گا مگر حضرت عیسیٰ کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ یہ بھی میری پیشگوئی ہے جس کی سچائی کا ہر ایک مخالف اپنے مرنے کے وقت گواہ ہوگا۔جس قدر مولوی اور مُلّاں ہیں اور ہر ایک اہلِ عناد جو میرے مخالف کچھ لکھتا ہے وہ سب یاد رکھیں کہ اس اُمید سے وہ نامراد مریں گے کہ حضرت عیسیٰ کو وہ آسمان سے اُترتے دیکھ لیں۔ وہ ہرگز اُن کو اُترتے نہیں دیکھیں گے یہاں تک کہ بیمار ہوکر غرغرہ کی حالت تک پہنچ جائیں گے اور نہایت تلخی سے اِس دنیا کو چھوڑیں گے۔کیا یہ پیشگوئی نہیں؟ کیا وہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ پوری نہیں ہو

گی؟ ضرور پوری ہوگی پھر اگر اُن کی اولاد ہوگی تو وہ بھی یادرکھیں کہ اسی طرح وہ بھی نامراد مریں گے اور کوئی شخص آسمان سے نہیں اُترے گا۔ اور پھر اگر اولاد کی اولاد ہوگی تو وہ بھی اس نامرادی سے حصہ لیں گے۔ اور کوئی اِن میں سے حضرت عیسیٰ کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۶۹)

ذاتی تجربہ

''چونکہ ہر ایک شخص کی حالت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اس لئے ہم اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ جن لوگوں نے ہمارے مقابل پر تقویٰ کو ضائع کیا اور راستی سے دشمنی کی وہ نہایت خطرناک حالت میں ہیں اور اگر وہ اس بدسیرت میں اَور بھی ترقی کریں اور رفتہ رفتہ کھلے کھلے طور پر قرآن شریف سے مُنہ پھیرلیں تو ان سے کیا تعجب ہے!!''

(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۲۰)

اہل بیعت حضرت مسیح موعودؑ کی پاکیزگی

الف:۔ ''سو چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اِسلام کی ڈالے گا اور اِس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی رُوح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اِس لئے اُس نے پسند کیا کہ اِس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اِس سے وہ اولاد پیدا کرے جو اُن نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی اس کا نام نُصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاول کے طور پر اِس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آیندہ خاندان کی بُنیاد ڈالی ہے۔ ہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ کبھی ناموں میں بھی اس کی پیشگوئی مخفی ہوتی ہے۔ ''

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۷۵)

ب۔ ''مجھے اِس الہام میں ایک نئی بیوی کا وعدہ دیا اور اِس الہام میں اشارہ کیا کہ وہ تیرے لئے مبارک ہوگی اور تو اس کے لئے مبارک ہوگا اور مریم کی طرح اُس سے تجھے پاک اولاد دی جائے گی۔ سو جیسا کہ وعدہ دیا گیا تھا ایسا ہی ظہور میں آیا۔''

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۸۸)

ج۔ ''یاد رہے کہ یہ شخص (بٹالوی) بدگوئی میں حد سے بڑھ گیا تھا۔ جس شخص کو اس کی گندی تحریروں پر علم ہوگا جو میری نسبت اور میرے اہل بیت آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اس شیخ بے ادب تیز مزاج نے سراسر ظلم اور ناحق پسندی کی خصلت سے اشاعۃُ السنہ میں شائع کی ہیں............ میں یقین رکھتا ہوں کہ ہر ایک شریف جس کی فطرت میں نقص نہ ہو۔ اور جس کے نیک گوہر میں کچھ کھوٹ نہ ہو اور جس کے نجیب الطرفین ہونے میں کچھ خلل نہ ہو۔ وہ کبھی اِس بات پر راضی نہیں ہوگا کہ معزز شرفاء کے بارے میں اور سادات کی شان میں اور اُن پاکدامن خاتونوں کی نسبت جو خاندان نبوت میں سے اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں ایسی گندی گالیاں اور ناپاکی سے بھرے افترا مُنہ پر لاوے۔'' (تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۳۲۷، ۳۲۸)

د۔ ''جن عظیم الشان لوگوں کو بڑے بڑے عظیم ذمہ داریوں کے کام ملتے ہیں اور بعض اوقات خدا تعالیٰ سے عِلم پا کر خضر کی طرح ایسے کام بھی اُن کو کرنے پڑتے ہیں جن سے ایک کوتہ بین شخص کی نظر میں وہ بعض اخلاقی حالتوں میں یا معاشرت کے طریقوں میں قابلِ ملامت ٹھہرتے ہیں۔ اُن کے دشمنوں کی باتوں کی طرف دیکھ کر ہرگز بدظن نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اندھے دشمنوں نے کسی نبی اور رسول کو اپنی نکتہ چینی سے مستثنیٰ نہیں رکھا۔ مثلاً وہ موسیٰ مردِ خدا جس کی نسبت توریت میں آیا ہے کہ وہ زمین کے تمام باشندوں سے زیادہ تر حلیم اور امین ہے مخالفوں نے اُن پر یہ اعتراض کئے ہیں کہ گویا وہ نعوذ باللہ نہایت درجہ کا سخت دل اور خونی انسان تھا............ ایسا ہی حضرت مسیح پر بھی اُن کے دشمنوں نے اعتراض کیا ہے کہ وہ تقویٰ کے پابند نہ تھے............ ایسا ہی عیسائیوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عفت اور تقویٰ اور امانت پر اعتراض کئے ہیں............ اور ایسا ہی روافض نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی عفت اور امانت اور دیانت اور عدالت پر انواع اقسام کے عیب لگائے ہیں............ اور ایسا ہی خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فاسق قرار دیتے ہیں اور بہت سے امور خلاف تقویٰ اُن کی طرف منسوب کرتے ہیں بلکہ حلیۂ ایمان سے بھی اُن کو عاری سمجھتے ہیں تو اِس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جبکہ صدیق کے لئے تقویٰ اور امانت اور دیانت شرط ہے تو............ کیوں خدا تعالیٰ نے اُن کے حالات کو عوام کی نظر میں مشتبہ کر دیا............ حالانکہ دنیا میں بہت سے ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں کہ نہ رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور نہ نبی ہونے کا۔ اور نہ اپنے تئیں ولی اور امام اور خلیفۃ المسلمین کہلاتے ہیں لیکن با ایں ہمہ کوئی اعتراض اُن کے چال چلن اور زندگی پر نہیں ہوتا تو اس سوال کا جواب یہ

ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسا کیا کہ تا اپنے خاص مقبولوں اور محبوبوں کو بدبخت شتاب کاروں سے جن کی عادت بدگمانی ہے مخفی رکھے جیسا کہ خود وجود اس کا اِس قسم کی بدظنّی کرنے والوں سے مخفی ہے............وہ قصہ جو قرآن شریف میں حضرت آدم صفی اللہ کی نسبت مذکور ہے............اپنے اندر یہ پیشگوئی مخفی رکھتا ہے کہ اہلِ کمال کی ہمیشہ نکتہ چینی ہوا کرے گی۔ خدا تعالیٰ نے اِسی غرض سے خضر کا قصہ بھی قرآن شریف میں لکھا ہے تا لوگوں کو معلوم ہو کہ ایک شخص ناحق خون کر کے اور یتیموں کے مال کو عمداً نقصان پہنچا کر پھر خدا تعالیٰ کے نزدیک بزرگ اور برگزیدہ ہے۔ ہاں اس سوال کا جواب دینا باقی رہا کہ اس طرح پر امان اُٹھ جاتا ہے اور شریر انسانوں کے لئے ایک بہانہ ہاتھ آجاتا ہے............ اِس اشکال کا جواب یہی ہے کہ ایسے اعتراضات صرف بدظنّی سے پیدا ہوتے ہیں اگر کوئی حق کا طالب اور متقی طبع ہے تو اُس کے لئے مناسب طریق یہ ہے کہ ان کاموں پر اپنی رائے ظاہر نہ کرے جو متشابہات میں سے اور بطور شاذ و نادر ہیں کیونکہ شاذ نادر میں کئی وجوہ پیدا ہو سکتے ہیں............اور نہیں جانتے کہ یہ متشابہات کا پہلو جو شاذ نادر کے طور پر پاک لوگوں کے وجود میں پایا جاتا ہے یہ شریر انسانوں کے امتحان کے لئے رکھا گیا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو اپنے پاک بندوں کا طریق اور عمل ہر ایک پہلو سے ایسا صاف اور روشن دِکھلاتا کہ شریر انسان کو اعتراض کی گنجائش نہ ہوتی مگر خدا تعالیٰ نے ایسا نہ کیا تا وہ خبیث طبع انسانوں کا خبث ظاہر کرے۔ نبیوں اور رسولوں اور اولیاء کے کارناموں میں ہزار ہا نمونے ان کی تقویٰ اور طہارت اور امانت اور دیانت اور صدق اور پاسِ عہد کے ہوتے ہیں اور خود خدا تعالیٰ کی تائیدات اُن کی پاک باطنی کی گواہ ہوتی ہیں۔ لیکن شریر انسان ان نمونوں کو نہیں دیکھتا اور بدی کی تلاش میں رہتا ہے آخر............ ہلاکت کی راہ اختیار کر کے جہنم میں جاتا ہے۔‘‘

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۲۰ تا ۴۲۵ بقیہ حاشیہ)

ھ۔ ’’اس اندھی دنیا میں جس قدر خدا کے ماموروں اور نبیوں اور رسولوں کی نسبت نکتہ چینیاں ہوتی ہیں اور جس قدر اُن کی شان اور اعمال کی نسبت اعتراض ہوتے ہیں اور بدگمانیاں ہوتی ہیں............وہ دنیا میں کسی کی نسبت نہیں ہوتیں اور خدا نے ایسا ہی ارادہ کیا ہے تا اُن کو بدبخت لوگوں کی نظر سے مخفی رکھے اور وہ ان کی نظر میں جائے اعتراض ٹھہر جائیں کیونکہ وہ ایک دولت عظمیٰ ہیں اور دولت عظمیٰ کو نااہلوں سے پوشیدہ رکھنا بہتر ہے۔ اِسی وجہ سے خدائے تعالیٰ اُن کو جو شقی ازلی ہیں اُس برگزیدہ گروہ کی نسبت طرح طرح کے شبہات میں ڈال دیتا ہے تا وہ دولتِ قبول سے محروم رہ جائیں۔ یہ سنت

اللہ ان لوگوں کی نسبت ہے جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے امام اور رسول اور نبی ہوکر آتے ہیں............پس چونکہ تمام تہمتوں کا معقولی طور پر جواب دینا ایک نظری امر تھااور نظری امور کا فیصلہ مشکل ہوتا ہے اور تاریک طبع لوگ اُس سے تسلی نہیں پکڑتے ۔اس لئے خدائے تعالیٰ نے نظری راہ کو اختیار نہیں کیا اور نشانوں کی راہ اختیار کی اور اپنے نبیوں کی بریّت کے لئے اپنے تائیدی نشانوں اور عظیم الشان نصرتوں کو کافی سمجھا۔ کیونکہ ہر ایک غبی اور پلید بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اگر وہ نعوذ باللہ ایسے ہی نفسانی آدمی اور مفتری اور ناپاک طبع ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ اُن کی نصرت کے لئے ایسے بڑے بڑے نشان دکھلائے جاتے۔'' (براہین احمدیہ۔روحانی خزائن جلد۲۱صفحہ۸۹،۹۰)

و۔حضرت موسیٰ پر بھی زنا کی تہمت لگی تھی۔

(ماخوذ از تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد۱۵صفحہ۳۵۰حاشیہ)

''حضرت موسی پر الزام لگانے والے بنی اسرائیل ہی تھے۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔روحانی خزائن جلد۲۱صفحہ۱۹۶)

کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے

ز۔''مَیں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک ظاہری بیعت کرنے والے بہت ایسے ہیں کہ نیک ظنی کا مادہ بھی ہنوز اُن میں کامل نہیں اور ایک کمزور بچہ کی طرح ہر ایک ابتلا کے وقت ٹھوکر کھاتے ہیں۔اور بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کتامُردار کی طرف ۔پس میں کیونکر کہوں کہ وہ حقیقی طور پر بیعت میں داخل ہیں مجھے وقتاً فوقتاً ایسے آدمیوں کا علم بھی دیا جاتا ہے مگر اذن نہیں دیا جاتا کہ ان کو مطلع کروں۔کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے۔پس مقام خوف ہے۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔روحانی خزائن جلد۲۱صفحہ۱۱۴)

ح۔مولوی محمد علی صاحب کو رؤیا میں کہا:۔

''آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔''

(بدر جلد۳نمبر۲۹ یکم اگست ۱۹۰۴ء صفحہ۴،تذکرہ صفحہ۴۳۵مطبوعہ۲۰۰۴ء)

ط۔'' آپ کے ساتھ انگریزوں کا نرمی کے ساتھ ہاتھ تھا۔اسی طرف خدا تعالیٰ تھا جو آپ

تھے۔آسمان پر دیکھنے والوں کوایک رائی برابر غم نہیں ہوتا۔‘‘ (اربعین نمبر۳۔روحانی خزائن جلد۷ اصفحہ ۴۲۸)

مخالفین سے خطاب اور اپنے دعویٰ پر استقامت

(الف)۔’’ٹھٹھا کرو جس قدر چاہو گالیاں دو جس قدر چاہو اور ایذا اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو جس قدر چاہو اور میرے استیصال کے لئے ہر ایک قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو جس قدر چاہو۔ پھر یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دکھلا دے گا کہ اس کا ہاتھ غالب ہے۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ۔روحانی خزائن جلد۷ اصفحہ ۵۳)

ب۔’’دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ اُن لوگوں کی غلطی ہے۔اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے............اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دُعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دُعا نہیں سُنے گا اور نہیں رُکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرلے............پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو کاذبوں کے اور مُنہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا............جس طرح خدا نے پہلے ماموریں اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا اِسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے ماموریں کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو! یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کردو۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ۔روحانی خزائن جلد۷ اصفحہ ۴۹،۵۰)

ج۔’’مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ مَیں وہ پودا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں۔ اگر ان کے پہلے اور ان کے پچھلے اور ان کے زندے اور ان کے مُردے تمام جمع ہو جائیں اور میرے مارنے کے لئے دعائیں کریں تو میرا خدا ان تمام دعاؤں کو لعنت کی شکل پر بنا کر اُن کے منہ پر مارے گا۔ دیکھو صدہا دانشمند آدمی آپ لوگوں کی جماعت میں سے نکل کر ہماری جماعت میں ملتے جاتے ہیں۔ آسمان پر ایک شور برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں۔ اب اس آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے؟ بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو۔ وہ تمام مکروفریب جو نبیوں

کے مخالف کرتے رہے ہیں وہ سب کرو اور کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھو۔ ناخنوں تک زور لگاؤ۔ اتنی بد دعائیں کرو کہ موت تک پہنچ جاؤ پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو؟ خدا کے آسمانی نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں مگر بدقسمت انسان دُور سے اعتراض کرتے ہیں۔ جن دلوں پر مہریں ہیں ان کا ہم کیا علاج کریں۔ اے خدا! تو اس اُمت پر رحم کر۔ آمین۔'' (اربعین نمبر۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۷۳)

د۔ ''اگر چہ ایک فرد بھی ساتھ نہ رہے اور سب چھوڑ چھاڑ کر اپنا اپنا راہ لیں تب بھی مجھے کچھ خوف نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے اگر میں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ایک ذرّے سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی اور لعنت دیکھوں تب بھی میں آخر فتح یاب ہوں گا مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے میں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔

اے نادانو اور اندھو مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا کبھی نہیں چھوڑے گا کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اس کے ساتھ وہ میرے ساتھ ہے کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلا سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگر چہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ابتلا ہو۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے ؎

من نہ آنستم کہ روز جنگ بینی پشت من   آں منم کاندر میان خاک وخوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پرخار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب وشتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے اور جو میرے نہیں وہ عبث

دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے اور ان کا پچھلا حال ان کے پہلے سے بدتر ہوگا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں۔ کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے۔ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں ہو سکتے مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے۔ پس جو جدا ہونے والے ہیں جدا ہو جائیں ان کو وداع کا سلام۔''

(انوار الاسلام۔ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲۳،۲۴)

ہ۔ ''ہائے! یہ قوم نہیں سوچتی کہ اگر یہ کاروبار خدا کی طرف سے نہیں تھا تو کیوں عین صدی کے سر پر اس کی بنیاد ڈالی گئی اور پھر کوئی بتلا نہ سکا کہ تم جھوٹے ہو اور سچا فلاں آدمی ہے۔''

(اربعین نمبر ۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۶۹)

و۔ ''مجھے اُس خدائے کریم وعزیز کی قسم ہے جو جھوٹ کا دشمن اور مفتری کا نیست ونابود کرنے والا ہے کہ میں اُس کی طرف سے ہوں اور اس کے بھیجنے سے عین وقت پر آیا ہوں اور اس کے حکم سے کھڑا ہوا ہوں اور وہ میرے ہر قدم میں میرے ساتھ ہے اور وہ مجھے ضائع نہیں کرے گا اور نہ میری جماعت کو تباہی میں ڈالے گا جب تک وہ اپنا تمام کام پورا نہ کر لے جس کا اُس نے ارادہ فرمایا ہے۔''

(اربعین نمبر ۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۴۸)

''یہ سلسلہ آسمان سے قائم ہوا ہے۔ تم خدا سے مت لڑو۔ تم اس کو نابود نہیں کر سکتے۔ اس کا ہمیشہ بول بالا ہے.......... اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو اور اس سِلسلہ کو بے قدری سے نہ دیکھو جو خدا کی طرف سے تمہاری اصلاح کیلئے پیدا ہوا۔ اور یقیناً سمجھو کہ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا اور کوئی پوشیدہ ہاتھ اس کے ساتھ نہ ہوتا تو یہ سلسلہ کب کا تباہ ہو جاتا اور ایسا مفتری ایسی جلدی ہلاک ہو جاتا کہ اب اُس کی ہڈیوں کا بھی پتہ نہ ملتا۔ سو اپنی مخالفت کے کاروبار میں نظر ثانی کرو۔ کم سے کم یہ تو سوچو کہ شائد غلطی ہوگئی ہو اور شائد یہ لڑائی تمہاری خدا سے ہو۔'' (اربعین نمبر ۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۵۶)

''اگر یہ علماء موجود نہ ہوتے تو اب تک تمام باشندے اس ملک کے جو مسلمان کہلاتے ہیں مجھے قبول کر لیتے۔ پس تمام منکروں کا گناہ ان لوگوں کی گردن پر ہے۔ یہ لوگ راستبازی کے محل میں نہ آپ داخل ہوتے ہیں نہ کم فہم لوگوں کو داخل ہونے دیتے ہیں۔ کیا کیا مکر ہیں جو کر رہے ہیں اور کیا کیا منصوبے ہیں جو اندر ہی اندر اُن کے گھروں میں ہو رہے ہیں۔ مگر کیا وہ خدا پر غالب آجائیں گے اور کیا وہ اُس قادر مطلق کے ارادہ کو روک دیں گے جو تمام نبیوں کی زبانی ظاہر کیا گیا ہے۔ وہ اس ملک کے شریر

امیروں اور بدقسمت دولتمند دنیا داروں پر بھروسا رکھتے ہیں مگر خدا کی نظر میں وہ کیا ہیں۔صرف ایک مرے ہوئے کیڑے۔'' (تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد۲۰صفحہ ٦٦)

''مجھے ایسی حالت سے ہزار دفعہ مرنا بہتر ہے کہ وہ جو اپنے حسن و جمال کے ساتھ میرے پر ظاہر ہوا ہے میں اس سے برگشتہ ہو جاؤں۔ یہ دنیا کی زندگی کب تک اور یہ دنیا کے لوگ مجھ سے کیا وفاداری کریں گے تا میں ان کے لئے اُس یارِ عزیز کو چھوڑ دوں............ مجھے ڈراتے ہیں اور دھمکیاں دیتے ہیں۔لیکن مجھے اُسی عزیز کی قسم ہے جس کو مَیں نے شناخت کرلیا ہے کہ مَیں ان لوگوں کی دھمکیوں کو کچھ بھی چیز نہیں سمجھتا۔ مجھے اس کے ساتھ غم بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ دوسرے کے ساتھ خوشی ہو مجھے اس کے ساتھ موت بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ اُس کو چھوڑ کر لمبی عمر ہو۔جس طرح آپ لوگ دن کو دیکھ کر اُس کو رات نہیں کہہ سکتے۔اِسی طرح وہ نور جو مجھ کو دکھایا گیا میں اس کو تاریکی نہیں خیال کرسکتا۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔روحانی خزائن جلد۲۱صفحہ ۲۹۷)

''مخالف چاہتے ہیں کہ میں نابود ہو جاؤں اوران کا کوئی ایسا داؤ چل جائے کہ میرا نام ونشان نہ رہے مگر وہ ان خواہشوں میں نامراد رہیں گے اور نامرادی سے مریں گے اور بہتیرے اُن میں سے ہمارے دیکھتے دیکھتے مر گئے اور قبروں میں حسرتیں لے گئے مگر خدا تمام میری مرادیں پوری کرے گا۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ جب میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اس جنگ میں مشغول ہوں تو میں کیوں ضائع ہونے لگا اور کون ہے جو مجھے نقصان پہنچا سکے۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔روحانی خزائن جلد۲۱صفحہ ۳۰۵)

حضرات انبیاء علیہم السلام پر غیر احمدی علماء کے بہتانات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تو یہ لوگ دشمن ہیں اس لیے اگر ان کے متعلق قابل شرم باتیں کیں تو معذور ہیں مگر ان انبیاءؑ کی نسبت بھی جن کو یہ خود مانتے ہیں یہ لوگ شرارت سے باز نہیں آتے۔ یہاں تک کہ تمام نبیوں کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن کی اُمت ہونے کا دعویٰ کرتے اور جن کا کلمہ پڑھتے ہیں ان پر بھی الزامات لگاتے وقت انہیں شرم نہیں آتی۔

۱۔حضرت ابراہیمؑ کے تین جھوٹ:۔

اس کا ذکر کذبات میں آچکا ہے ''لَمْ یَکْذِبْ اِبْرَاھِیْمُ فِیْ شَیْءٍ قَطُّ اِلَّا فِیْ ثَلَاثٍ.''

هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

(ترمذی جلد۲صفحہ۱۴۶مجتبائی۔نیز مطبع احمدی ترمذی جلد۲صفحہ۱۶۳ او بخاری جلد۲صفحہ۱۴۶مطبوعہ مجتبائی)

یعنی حضرت ابراہیمؑ نے صرف تین جھوٹ بولے۔

۲۔حضرت آدم علیہ السلام:۔

حضرت آدم علیہ السلام نے شرک کیا۔

(تفسیر محمدی زیر آیت فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا الاعراف:۱۹۱۔جلالین ومعالم التنزیل زیر آیت الاعراف:۱۹۰)

''جب حوا علیہا السلام حاملہ ہوئیں تو ابلیس ایک نامعلوم صورت پر حوا علیہا السلام کے سامنے ظاہر ہوا اور بولا کہ تیرے پیٹ میں کیا چیز ہے۔......حوا علیہا السلام بولیں کہ مجھے نہیں معلوم۔ابلیس نے کہا کہ شاید منہ یا کان یا نتھنے سے نکلے یا تیرا پیٹ پھاڑ کر نکالیں۔حضرت حوا علیہا السلام ڈریں اور یہ ماجرا حضرت آدم علیہ السلام سے بیان کیا۔حضرت آدم علیہ السلام بھی خوفناک ہوئے۔پھر ابلیس دوسری صورت پر ان کے سامنے ظاہر ہوا اور ان کے رنج کا سبب پوچھا۔ان دونوں نے حال بیان کیا۔ابلیس بولا کہ رنج نہ کرو۔میں اسم اعظم جانتا ہوں اور مستجاب الدعوات ہوں۔خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس حمل کو تمہارے مثل خوبصورت اور درست خلقت کرے اور آسانی کے ساتھ یہ تیرے پیٹ سے نکلے۔بشرطیکہ اس کا نام عبدالحارث رکھو۔اور ابلیس کا نام ملائکہ میں حارث تھا۔حوا علیہا السلام نے اس کا یہ فریب مان لیا۔......پھر جب عطا کیا خدا نے ان دونوں کو......فرزند صالح جسم اور تندرست......اور حوا نے واسطے خدا کے......ایک شرکت والا اور نام میں شریک کیا عبادت میں نہیں۔یعنی عبداللہ کے بدلے عبدالحارث نام رکھا۔''

(تفسیر قادری موسومہ بہ تفسیر حسینی زیر آیت الاعراف:۱۹۰مترجم اردو)

۳۔حضرت یوسف علیہ السلام:۔

''وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ قَصَدَتْ مُخَالِطَتَهٗ وَ هَمَّ بِهَا قَصَدَ مُخَالِطَتَهَا لِمَیْلِ الطَّبْعِ وَالشَّهْوَةِ الْغَیْرِ الْاِخْتِیَارِیِّ.'' (جامع البیان زیر آیت وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا یوسف:۲۴وجلالین مع کمالین زیر آیت وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا سورۃ یوسف)

کہ اس عورت (زلیخا) نے حضرت یوسفؑ سے زنا کا ارادہ کیا۔اور حضرت یوسفؑ نے بھی

نعوذ باللہ اس کے ساتھ میلان طبع اور شہوت غیر اختیاری کے باعث زنا کا ارادہ کیا۔

۴۔حضرت داؤد علیہ السلام:۔

"لِتَنْبِيْهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى مَا وَقَعَ مِنْهُ وَكَانَ لَهٗ تِسْعٌ وَ تِسْعُوْنَ اِمْرَءَةً وَ طَلَبَ اِمْرَءَةَ شَخْصٍ لَيْسَ لَهٗ غَيْرُهَا تَزَوَّجَهَا وَ دَخَلَ بِهَا."

(جلالین مع کمالین زیر آیت وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ ......الخ ص:۳۴)

کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو تنبیہ کی اس وجہ سے کہ حضرت داؤدؑ کی ۹۹ بیویاں تھیں۔انہوں نے ایک اور شخص (جس کے پاس صرف ایک ہی بیوی تھی) سے اس کی بیوی لے کر خود نکاح کرلیا۔

۵۔حضرت سلیمان علیہ السلام:۔

"وَ ذَالِکَ لِتَزَوُّجِهٖ بِاِمْرَأَةٍ هَوَاهَا (اَحَبَّهَا)"

(جلالین زیر آیت وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ ......الخ ص:۳۴)

کہ خدا سلیمانؑ سے ناراض ہوا کیونکہ انہوں نے ایک عورت کو اپنی بیوی بنالیا جس سے آپ کو عشق ہوگیا تھا۔(نیز دیکھو تفسیر معالم التنزیل زیر آیت وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ ......الخ ص:۳۴۔تفسیر محمدی زیر آیت وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ ......الخ ص:۳۴ وجامع البیان زیر آیت وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ ......الخ ص:۳۴)

۶۔حضرت ادریس علیہ السلام:۔

جھوٹ بول کر جنت میں داخل ہوگئے مگر پھر واپس نہ نکلے۔

(معالم التنزیل۔وتفسیر محمدی۔زیر آیت وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا مریم:۵۸)

۷۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم:۔

(ا۔"زَيْنَبَ وَ ذٰلِکَ اَنَّهٗ رَاٰهَا بَعْدَ مَا اَنْكَحَهَا بِزَيْدٍ فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِهٖ وَ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مُقَلِّبُ الْقُلُوْبِ وَ سَمِعَتْ زَيْنَبُ بِتَسْبِيْحِهٖ وَ ذَكَرَتْ لِزَيْدٍ فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِهٖ كَرَاهَةُ صُحْبَتِهَا وَ اَتَى النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ قَالَ اُرِيْدُ اَنْ اُفَارِقَ صَاحِبَتِيْ قَالَ مَا رَأَيْتَ مِنْهَا قَالَ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ مِنْهَا اِلَّا خَيْرًا وَلٰكِنَّهَا لِشَرْفِهَا."

(تفسیر بیضاوی تفسیر سورۃ الاحزاب:۳۸ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ)

کہ یہ آیت (اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ) زینبؓ کے متعلق ہے اور وہ اس طرح سے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے زینب کو دیکھا۔ اس کے بعد کہ آپ نے زینب کا نکاح زید سے کر دیا ہوا تھا۔ پس آپ کے دل میں (نعوذ باللہ) زینب کا عشق ہو گیا اور آپ نے فرمایا ''سُبۡحَانَ اللّٰہِ مُقَلِّبُ الۡقُلُوۡبِ'' کہ پاک ہے وہ اللہ جو دلوں کو پھیر دیتا ہے۔ زینب نے آپ کی یہ تسبیح سن لی اور زید سے ذکر کر دیا۔ پس زید کے دل میں زینب کے ساتھ صحبت کے متعلق کراہت پیدا ہو گئی اور وہ آنحضرت صلعم کے پاس آیا۔ اور آ کر کہا کہ میں اپنی بیوی سے علیحدہ ہونا چاہتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے پوچھا۔ کیا تجھ کو اس میں کوئی عیب نظر آتا ہے۔ زید نے کہا۔ بخدا نہیں۔ اس میں مجھے کوئی گناہ نظر نہیں آیا یہ تو محض حضرت زینب کے شرف اور عظمت کی وجہ سے ہے۔ آنحضرتؐ نے یہ سن کر فرمایا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ۔

ب۔ ''قَالَ مَقَاتِلُ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اَتٰی زَیۡدًا یَوۡمًا فَطَلَبَهٗ فَاَبۡصَرَ زَیۡنَبَ نَائِمَةً وَکَانَتۡ بَیۡضَاءَ جَمِیۡلَةً جَسِیۡمَةً مِنۡ اَتَمِّ نِسَآءِ قُرَیۡشٍ '' (کمالین برحاشیہ جلالین زیر آیت امسک علیک زوجک. الاحزاب :۳۸) کہ مقاتل نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم ایک دن زید کے گھر گئے اور وہاں پر زینب کو سوئے ہوئے دیکھا اور وہ گوری حسین اور جسیم تھی قریش کی تمام حسین ترین عورتوں میں سے۔

ج۔ آنحضرت صلعم کو (نعوذ باللہ) شیطانی الہام ہوا۔ قَدۡ قَرَءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ فِیۡ سُوۡرَةِ النَّجۡمِ بِمَجۡلِسٍ مِّنۡ قُرَیۡشٍ بَعۡدَ اَفَرَءَیۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰی وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰی بِالۡقَاءِ الشَّیۡطَانِ عَلٰی لِسَانِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ مِنۡ غَیۡرِ عِلۡمِهٖ بِهٖ ''تِلۡکَ الۡغَرَانِیۡقُ الۡعُلٰی وَاِنَّ شِفَاعَتَهُنَّ لَتُرۡتَجٰی'' فَفَرِحُوۡا بِذَالِکَ۔

(جلالین مجتبائی صفحہ ۲۸۲ مطبوعہ ۱۳۰۶ھ تفسیر زیر آیت النجم: ۲۰)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مشرکین قریش کی ایک مجلس میں سورۃ النجم کی آیات اَفَرَءَیۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰی کے آگے القائے شیطانی سے لاعلمی میں یہ پڑھ دیا کہ تِلۡکَ الۡغُرَانِیۡقَ الۡعُلٰی کہ یہ تینوں بت بڑی عظمت اور شان والے ہیں اور قیامت کو بھی ان کی شفاعت کی امید رکھنی چاہیے۔ بتوں کی یہ تعریف سن کر مشرک بہت خوش ہوئے۔ اس کے آگے لکھا ہے کہ بعد میں جبرائیل آئے اور انہوں نے آنحضرت صلعم کو بتایا کہ یہ الہام الٰہی نہیں بلکہ شیطانی القاء تھا۔ اس روایت کی سند کے متعلق مندرجہ ذیل حوالہ کافی ہے

''نَبَّهَ عَلٰى ثُبُوْتِ اَصْلِهَا شَيْخُ الْاِسْلَامِ اَبُوْ حَاتِمِ الْحَافِظُ الْكَبِيْرُ ابْنُ حَافِظِ الشَّهِيْرِ (والطبری) مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيْرٍ (وَابْنُ الْمُنْذِرِ. وَمِنْ طُرُقٍ عَنْ شُعْبَةَ) عَنْ اَبِىْ بِشْرٍ جَعْفَرِ ابْنِ اَيَاسٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ ...... قَالَ قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَكَّةَ وَالنَّجْمِ فَلَمَّا بَلَغَ الخ''

(زرقانی شرح مواهب اللدنیه جلد ۱ صفحه ۳۴۰ مطبوعہ ازہریہ پریس مصر ۱۳۲۵ھ مصنفہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی)

نیز تفسیر حسینی مترجم اردو زیر آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ (الحج :۵۳) میں لکھا ہے۔

''ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تلاوت کرتے تھے تو اس شیطان نے جسے ''ابیض'' کہتے ہیں آپ کی آواز بنا کر یہ کلمات پڑھ دیئے۔ تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى.''

د۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو چل گیا:۔

''سُحِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهٗ كَانَ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا فَعَلَهٗ. (بخاری کتاب الطب باب السحر)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم مسحور ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کو خیال ہوتا تھا کہ میں نے فلاں کام کیا ہے۔حالانکہ انہوں نے وہ کام کیا نہیں ہوتا تھا۔

صحابہؓ کی توہین

مسجد نبویؐ میں (آیت حجاب کے نازل ہونے سے پہلے) ایک خوبصورت سفید رنگ کی عورت نماز پڑھنے کے لئے آئی۔تو صحابی بے اختیار ہو کر اس کو تاڑنے لگے۔ جو پچھلی صف میں تھے ان کی خواہش تھی کہ آگے آجائیں۔اور جو اگلی صف میں تھے وہ اس صف میں ملنے کے لئے پیچھے آنا چاہتے تھے پھر نماز شروع ہوئی۔تو اگلی صف والے صحابی جب رکوع میں جاتے تھے تو اپنی بغلوں کے نیچے سے اس عورت کو دیکھتے تھے اس پر سورۃ حجر رکوع ۲ کی یہ آیت نازل ہوئی کہ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِيْنَ کہ ہم اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور پچھلوں کو بھی۔ یہ حدیث مستدرک حاکم میں بھی ہے اور اس کے آگے لکھا ہے۔هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْاَسْنَادِ (مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۳۵۳ مطبوعہ حیدرآباد) راوی نوح بن قیس قَالَ الذَّهَبِيُّ صَحِيْحٌ هُوَ صُدُوْقٌ خَرَجَ لَهٗ مُسْلِمٌ. کہ

راوی نوح بن قیس ثقہ اور سچا ہے اور اس سے مسلم نے روایت لی ہے۔

ب۔ عمر بن عذبہ رضی اللہ عنہ خرمے بیچتے تھے۔ ایک عورت خوبصورت خرمے مول لینے آئی۔ تو اس سے کہا کہ میرے گھر کے اندر بہت خوب خرمے ہیں۔ جب وہ عورت گھر کے اندر آئی تو عمر بن عذبہ نے اس کا بوسہ لے لیا اور فوراً نادم ہو کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس شریف میں حاضر ہوئے اور رو کر گذرا ہوا حال عرض کیا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (ھود:۱۱۵ نیز دیکھو تفسیر قادری موسومہ بہ تفسیر حسینی مترجم اردو)

ج۔ پھر لکھا ہے۔

''قریش کا قافلہ بہت اسباب لئے ہوئے شام سے پھرا اور ابوسفیان اور بعض رؤسائے عرب اس قافلے کے سردار تھے۔ جبرئیل علیہ السلام آئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی اور آپ نے مسلمانوں سے یہ حال بیان کیا۔ قافلہ میں بہت مال اور تھوڑے آدمی ہونے کے سبب سے مسلمان مائل ہوئے کہ راہ پر چل کر قافلہ مار لیں۔ پھر اسی قصد پر مسلمان مدینہ منورہ سے نکلے۔

(تفسیر حسینی زیر آیت كَمَآ اَخْرَجَكَ الخ الانفال :۶)

د۔ جنگ بدر کے ذکر میں سورۃ انفال رکوع ۲ کی پہلی آیت اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً (الانفال:۱۲) کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

''حق تعالیٰ نے صحابہؓ پر اونگھ غالب کر دی......اور اس نیند میں اکثر صحابہؓ کو احتلام ہو گیا۔ صبح ہی شیطان ملعون نے وسوسہ دینا شروع کیا کہ تم لوگوں کو نماز پڑھنا چاہیے اور بعضے بے وضو ہو بعضے نجس اور پانی تمہارے پاس ہے نہیں ......حق تعالیٰ نے بر محل پانی برسا دیا۔ چنانچہ فرماتا ہے وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ '' (تفسیر حسینی زیر آیت الانفال :۱۲)

دیوبندیوں کی توہین رسالت

الف۔ مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں:۔

''الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا۔ فخر عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خلاف نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخرِ عالم (صلی اللہ

علیہ وسلم) کی وسعت علمی کی کون سی نص قطعی ہے؟''

(براہین قاطعہ حاشیہ صفحہ ۵۰ تا ۵۳ مطبع کتب خانہ امدادیہ دیوبند ۱۳۲۹ھ مطبوعہ ہاشمی پریس)

یعنی شیطان کا علمِ محیط زمین نص سے ثابت ہے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ثابت نہیں۔

ب۔ نماز کے دوران میں:۔

''زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالتمآبؐ ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔''

(صراطِ مستقیم صفحہ ۹۳ مترجم اردو ۱۳۲۴ھ مطبع احمدی)

چار سوال اہل پیغام سے

اہل پیغام کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نبی اور رسول نہ تھے اور یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں جو اپنی نسبت نبوت غیر تشریعی کا دعویٰ پایا جاتا ہے۔اس سے مراد صرف محدثیت اور مجددیت ہے نہ کہ نبوت۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے۔اس پر ہماری طرف سے چار لاینحل سوالات ہیں جو مختلف مواقع پر کئے جاتے رہے ہیں۔

پہلا سوال:۔ یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

’’شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے۔‘‘

(تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ۴۱۲)

اس حوالہ سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ ’’نبوت تشریعی‘‘ اور ’’نبوت غیر تشریعی‘‘ آپس میں نقیضین ہیں جن کا اجتماع کسی صورت میں ممکن نہیں۔گویا دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ ’’نبوت تشریعی‘‘ اور ’’نبوت غیر تشریعی‘‘ کا کسی ایک شخص میں ایک ہی وقت میں جمع ہونا غیر ممکن ہے۔پس جو شخص تشریعی نبی ہوگا اس کے لئے ممکن نہیں کہ اس کے ساتھ ہی وہ غیر تشریعی نبی بھی ہو۔پس اہل پیغام کے عقیدہ کے مطابق ’’غیر تشریعی نبی‘‘ سے مراد مجدد اور محدث لی جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ تشریعی نبی مجدد یا محدث نہیں ہوسکتا کیونکہ تشریعی نبوت نقیض ہے غیر تشریعی نبوت کی اور غیر تشریعی نبوت سے مراد مجددیت اور محدثیت ہے بقول اہل پیغام۔پس تشریعی نبوت نقیض ہوئی مجددیت اور محدثیت کی۔ دونوں چیزوں کا ایک وقت میں اجتماع محال اور غیر ممکن ٹھہرا۔نتیجہ صاف ہے کہ تشریعی نبی کا مجدد یا محدث ہونا محال ہے۔حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے صاف طور پر ثابت ہے کہ ہر تشریعی نبی محدث ہوتا ہے اور مجدد بھی اور اس طرح سے مجددیت اور محدثیت ہمیشہ تشریعی نبی کے ساتھ جمع ہوتی ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (جو تشریعی نبی تھے) کی نسبت تحریر فرمایا ہے:۔

’’پس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کے لئے ایک مجدّد اعظم تھے۔‘‘

(لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ۲۰۶)

پس اگر اہل پیغام کے خیال کے مطابق غیر تشریعی نبوت سے مراد مجددیت اور محدثیت لی

جائے تو اجتماعِ نقیضین لازم آتا ہے جو محال ہے اور جو مستلزم محال ہو۔ وہ بھی محال اور باطل ہوتا ہے۔ پس غیر تشریعی نبوت سے مراد مجددیت اور محدثیت لینا علمی اور عقلی طور پر محال اور باطل ہے۔ **فَتَدَبَّرُوْا اَيُّهَا الْعَاقِلُوْنَ.**

پس ماننا پڑے گا کہ غیر تشریعی نبوت سے مراد ہرگز ہرگز مجددیت اور محدثیت نہیں ہے بلکہ اس سے وہ نبوت مراد ہے جو بغیر کتاب کے ہو اور یہ ظاہر ہے کہ ایک نبی ایک ہی وقت میں شریعت لانے والا اور نہ لانے والا نہیں ہوسکتا۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام حضورؑ کی اپنی تحریرات کے رو سے مجددیت اور محدثیت کے اوپر والا مقام ہے جو مقامِ نبوت ہے۔ **وَهُوَ الْمُرَادُ.**

یہ ایک علمی سوال ہے جو سالہا سال سے غیر مبایع مبلغین اور مناظرین کے سامنے پیش ہوتا رہا ہے۔ مگر وہ اس کا کوئی حل نہیں کر سکے۔

دوسرا سوال:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

''خدا نے اِس اُمّت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔''

(ریویو جلد ۱ صفحہ ۴۷۸ نمبر ۶ وحقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۵۲)

اس حوالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح ناصریؑ پر اپنی کلی فضیلت کا دعویٰ کیا ہے اس کے متعلق ہمارا اہل پیغام سے یہ سوال ہے کہ:۔

ا۔ کیا ایک غیر نبی کو نبی پر ''کلی فضیلت'' ہوسکتی ہے؟ جواب معہ حوالہ اور عبارت ہونا چاہیے۔

ب۔ اس ضمن میں خاص طور پر قابل غور امر یہ ہے کہ ایک نبی کی سب سے بڑی شان ''شانِ نبوت'' ہی ہوتی ہے۔ باقی تمام شانیں اس کے بعد اور اس کے ماتحت ہوتی ہیں۔ پس یہ تو ممکن ہے کہ کسی غیر نبی کو نبی پر جزوی فضیلت حاصل ہو مگر یہ ممکن نہیں کہ ایک غیر نبی (جس کو شانِ نبوت ملی ہی نہیں) وہ ایک نبی پر شانِ نبوت میں بھی صرف بڑھ کر ہی نہ ہو بلکہ ''بہت بڑھ کر'' ہو؟

تو دوسرا سوال اس حوالہ کے متعلق یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ''نبی'' نہیں تھے تو آپ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام سے ''شانِ نبوت'' میں کیونکر بڑھ کر ہیں؟ ہاں ایک بات جواب دیتے وقت مدِّنظر رکھنی چاہیے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹۔۱۵۰ میں یہ تسلیم فرمالیا ہے کہ محولہ بالا عبارت میں حضرت مسیح ناصریؑ پر جزوی فضیلت سے بڑھ کر آپ کو دعویٰ ہے اس لئے اس عبارت کا کوئی ایسا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کرنا جس سے صرف جزوی فضیلت کا دعویٰ نکلتا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریح کے صریح خلاف ہوگا۔ اور اس لئے نا قابلِ قبول ہے۔

اس ضمن میں یہ بھی مدنظر رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح ناصری پر اپنی فضیلت کو آیت تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (البقرۃ:۲۵۴) کے ماتحت قرار دیا ہے۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۱۵۶)

نیز آپ نے فطرتی استعدادوں کے لحاظ سے بھی اپنے آپ کو مسیح سے افضل قرار دیا ہے۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۱۵۵)

''کارناموں'' کے لحاظ سے بھی اپنے آپ کو افضل بتایا ہے۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۱۵۹)

پھر جلال اور قوی نشانوں کے لحاظ سے بھی اپنے آپ کو افضل قرار دیا ہے۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۱۵۸)

پھر ''معارف'' اور ''معرفت'' میں بھی مسیح ناصریؑ پر اپنی فضیلت بتائی ہے۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۱۵۵)

اور یہ بھی حضورؑ نے فرمایا ہے کہ میرے دل پر جو خدا تعالیٰ کی تجلی ہوئی۔ وہ مسیحؑ پر نہیں ہوئی۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۱۵۶)

غرضیکہ نبوت کے تمام اجزاء میں آپ مسیح ناصری سے افضل ہیں حضور علیہ السلام نے نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۳ تا صفحہ ۶ پر اپنے آپ میں شان نبوت بھی تسلیم فرمائی ہے۔ غرضیکہ مسیح ناصری پر کلّی فضیلت حضورؑ کی ''نبوت'' کا نا قابل تردید ثبوت ہے۔

تیسرا سوال:۔ وہی وزنی پتھر ہے جو پچھلے تیس سال سے اہل پیغام کے مقاصد مذمومہ کے آگے سدِّ راہ ہے اور جس کو باوجود ایڑی چوٹی کا زور لگانے سے ہلا نہیں سکے۔ یعنی حقیقۃ الوحی کا صفحہ ۳۹۱۔

''غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس اُمت میں سے مَیں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس اُمّت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے مَیں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اِس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرتِ وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط اُن میں پائی نہیں جاتی۔'' (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۴۰۶، ۴۰۷)

اس عبارت کے متعلق ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعد کی تحریرات میں بمطابق اشتہار فروری ۱۸۹۲ء نبی بمعنی محدث ہی ہے اور ۱۹۰۱ء کی بعد کی تحریرات میں بجائے نبی کے لفظ کے محدث کا لفظ سمجھنا چاہیے۔ تو حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کی مندرجہ بالا عبارت میں ''نبی'' کی بجائے ''محدث'' کا لفظ لگا کر عبارت کا مفہوم شائع فرمائیں۔ جو ہر اہل انصاف کی عقل کے مطابق یہ بنے گا کہ ۱۳۰۰ سال میں محدث کا نام پانے کے لئے صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی مخصوص ہوئے اور آپ سے پہلے کوئی محدث اس امت میں نہیں گذرا۔

اس ضمن میں دوسرا حل طلب امر یہ ہے کہ بقول مولوی محمد علی صاحب ''نبی'' ہونا اور ہے اور ''نبی کا نام پانا'' شے دیگر ہے۔ ان کے نزدیک ''نبی'' کا نام پانے سے کوئی شخص فی الواقعہ نبی نہیں بن جاتا۔ تو جب حقیقۃ الوحی کی مندرجہ بالا عبارت میں ''نبی'' کی جگہ ''محدث'' کا لفظ لگایا جائے گا۔ تو عبارت یوں بن جائے گی ''پس محدث کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔'' اس سے مولوی محمد علی صاحب کی تحریرات کی روشنی میں یہ نتیجہ نکلے گا:۔

۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صرف محدث کا نام پانے والے ہیں۔ حقیقی طور پر محدث بھی نہیں ہیں۔

۲۔ اُمت محمدیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوا کوئی غیر حقیقی محدث بھی نہیں ہوا۔ چہ جائیکہ اصلی محدث!

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ مصلح موعود ہیں

چوتھا سوال:۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء (مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۱۰۱) میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی

برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْآخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَ الْعُلَاءِ. كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَقْضِيًّا.'' (مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۹۶،۹۵ بار دوم اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء صفحہ ۳)

پھر فرماتے ہیں:۔

''اور خدا نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰/فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ ''مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔'' پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزولِ رحمت کا موجب ہوا اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۵۲ حاشیہ۔ بار دوم)

''بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ...... مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ ''اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا۔ اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیرِ ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۵۵ حاشیہ۔ بار دوم)

۹ سالہ میعاد:۔ ''ایسا لڑکا بموجب وعدۂ الٰہی ۹ برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے، بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔''

(اشتہار ۲۲/مارچ ۱۸۸۶ء و مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۹۸ بار دوم)

سبز اشتہار صفحہ ۲۱ حاشیہ کی عبارت اوپر نقل ہو چکی ہے جس میں درج ہے کہ ''مصلح موعود کا نام

الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا۔ نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے۔''اب بشیر ثانی کے متعلق دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا۔جس کا دوسرا نام محمود ہے۔''

(سبز اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء۔مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۴۶ حاشیہ باردوم)

''خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا جیسا کہ بشیر اوّل کی موت سے پہلے ۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں اس کے بارے میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے۔وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔**یخلق اللّٰہ ما یشآء.**''

(سبز اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء۔مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۵۲ باردوم)

''دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا۔جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔نادان اس کے الہامات پر ہنستا ہے اور احمق اس کی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے۔کیونکہ آخری دن اس کی نظر سے پوشیدہ ہے اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔''

(سبز اشتہار حاشیہ اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء۔مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۴۶۔باردوم)

مصلح موعود کی پیدائش

پیشگوئی مندرجہ اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کے مطابق پہلے بشیر اول مندرجہ ۷؍اگست ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوا اور نومبر ۱۸۸۸ میں فوت ہوگیا اور بشیر ثانی مصلح موعود مورخہ ۱۲؍جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوا اور اس کا ذکر حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنے اشتہار تکمیل تبلیغ مورخہ ۱۲ جون ۱۸۸۹ء میں فرمایا:۔

''خدائے عزوجل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء و اشتہار (یکم) دسمبر ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہوگا اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔سو آج ۱۲؍جنوری ۱۸۸۹ء میں مطابق

۹؍جمادی الاول ۱۳۰۶ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہٖ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائیگی۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۱۹۱ بار اوّل)

’’کامل انکشاف کے بعد کی اطلاع‘‘

۱۔ اسی خیال اور انتظار میں ’’سراج منیر‘‘ کے چھاپنے میں توقف کی گئی تھی تا جب اچھی طرح الہامی طور پر لڑکے کی حقیقت کھل جاوے۔ تب اس کا مفصل اور مبسوط حال لکھا جائے۔‘‘

(سبز اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۴۳۔ بار دوم)

کتاب سراج منیر میں لکھتے ہیں :۔

’’پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا۔ اور اس پیشگوئی کی اشاعت کیلئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے۔‘‘

(سراج منیر روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۳۶)

’’سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا۔ سو محمود پیدا ہو گیا۔ کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے اگر خدا کا خوف ہے تو پاک دل کے ساتھ سوچو!۔‘‘

(سراج منیر روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۳۶ حاشیہ)

۲۔ ’’محمود جو بڑا لڑکا ہے اس کی پیدائش کی نسبت اس سبز اشتہار میں صریح پیشگوئی معہ محمود کے نام کے موجود ہے جو پہلے لڑکے کی وفات کے بارے میں شائع کیا گیا تھا جو رسالہ کی طرح کئی ورق کا اشتہار سبز رنگ کے ورقوں پر ہے۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۹۹)

۳۔ (ا) ’’میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ محمود تب میں نے اِس پیشگوئی کے شائع کرنے کے لئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا۔ جس کی تاریخ

اشاعت یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے اور یہ اشتہار مورخہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہزاروں آدمیوں میں شائع کیا گیا اور اب تک اس میں سے بہت سے اشتہارات میرے پاس موجود ہیں۔‘‘

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۱۴)

(ب) ’’محمود جو میرا بڑا بیٹا ہے اس کے پیدا ہونے کے بارے میں اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں اور نیز اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا تھا پیشگوئی کی گئی اور سبز رنگ کے اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ اس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائے گا اور یہ اشتہار محمود کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا...... پھر جب کہ اِس پیشگوئی کی شہرت بذریعہ اشتہارات کامل درجہ پر پہنچ چکی اور مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے کوئی بھی فرقہ نہ رہا جو اس سے بے خبر ہو۔ تب خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے ۱۲/ جنوری ۱۸۸۹ء کو مطابق ۹/ جمادی الاوّل ۱۳۰۶ھ میں بروز شنبہ محمود پیدا ہوا۔ اور اس کے پیدا ہونے کی مَیں نے اس اشتہار میں خبر دی ہے جس کے عنوان پر تکمیل تبلیغ موٹی قلم سے لکھا ہوا ہے جس میں بیعت کی دس شرائط مندرج ہیں۔ اور اس کے صفحہ ۴ میں یہ الہام پسر موعود کی نسبت ہے ؎

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد　　دیر آمدۂ زراہ دُور آمدۂ‘‘

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۱۹)

۴۔ (ا) ’’میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اُس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے۔ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم ستمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اُس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ سات کی جس کے مطابق جنوری ۱۸۸۹ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا اور اب تک بفضلہٖ تعالیٰ زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۷۴)

(ب) ’’چونتیسواں نشان یہ ہے کہ میرا ایک لڑکا فوت ہو گیا تھا اور مخالفوں نے جیسا کہ اُن کی عادت ہے اس لڑکے کے مَرنے پر بڑی خوشی ظاہر کی تھی تب خدا نے مجھے بشارت دے کر فرمایا کہ اس کے عوض میں جلد ایک اور لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام محمود ہوگا اور اُس کا نام ایک دیوار پر لکھا ہوا مجھے دکھایا گیا

تب میں نے ایک سبز رنگ اشتہار میں ہزار ہا موافقوں اور مخالفوں میں یہ پیشگوئی شائع کی اور ابھی ستر دن پہلے لڑکے کی موت پر نہیں گزر رے تھے کہ یہ لڑکا پیدا ہو گیا اور اس کا نام محمود احمد رکھا گیا۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۲۷)

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف اور واضح الفاظ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو ''مصلح موعود'' قرار دیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا دعویٰ

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے آپ کو غیر مشروط طور پر اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء وسبز اشتہار کی پیشگوئی کا مصداق اور مصلح موعود قرار دیا ہے۔ (الفضل ۲۷ر فروری ۱۹۳۴ء جلد ۲۱ نمبر ۱۰۳ صفحہ ۶ کالم نمبر ۲) پر حضرت ایدہ اللہ تعالیٰ کی ڈائری شائع ہو چکی ہے۔ جس میں خاکسار خادم کے سوال کے جواب میں حضور نے اپنے آپ کو ''مصلح موعود'' کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا۔ یہ ڈائری بعد تحریر حضرت اقدس کو دکھا کر شائع کی گئی۔ بعد ازاں ۱۹۴۴ء (الفضل ۲۴ر فروری، ۱۵ر مارچ ۱۹۴۴ء صفحہ ۲ کالم ۳) میں حضور نے الہام الٰہی کی بنا پر مصلح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

حضرت اقدس علیہ السلام نے تریاق القلوب میں صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کو ''تین کو چار کرنے والا'' مطابق اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء قرار دیا ہے۔

جواب:۔ (ا) ''تین کو چار کرنے والا'' کے الہام میں اشارۃً چار (۴) لڑکوں کی پیدائش کا ذکر ہے۔ سو مبارک احمد بھی بوجہ ان میں سے ایک ہونے کے اس کا مصداق ہے لیکن حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ وہ مصلح موعود ہے۔

۲۔ مبارک احمد کی ولادت کے متعلق حضرت اقدس علیہ السلام کو ۱۸۸۳ء اور ۱۸۸۶ء میں علیحدہ رؤیا اور الہامات کے ذریعہ علم دیا گیا تھا۔ پس تریاق القلوب صفحہ ۴۰، ۴۱، ۴۳ نیز انجام آتھم صفحہ ۱۸۲، ۱۸۳ کی عبارت میں انہی رؤیا اور کشوف کی طرف اشارہ ہے۔

فرماتے ہیں:۔

(ا) ''۱۸۸۳ء میں مجھ کو الہام ہوا کہ تین کو چار کرنے والا مبارک۔...... اس کی نسبت تفہیم یہ

تھی کہ اللہ تعالیٰ اس دوسری بیوی سے چار لڑکے مجھے دے گا اور چوتھے کا نام مبارک ہوگا۔‘‘

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۵۷)

ب۔’’شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا ہے کہ......ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیئے گئے تین ان میں سے تو آم کے پھل تھے مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا۔ وہ اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا......کچھ شک نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے۔‘‘

(مکتوب بنام حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ مورخہ ۸؍جون ۱۸۸۶ء مطبوعہ ’’الحکم‘‘ ۱۷؍جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۶)

گویا یہ رؤیا قریباً جنوری یا فروری ۱۸۸۶ء میں ہوا۔ اور ہر دو عبارات کی رو سے مبارک احمد کے متعلق نیز چار بیٹوں کے متعلق الگ الہام ’’تین کو چار‘‘ کرنے کا بھی تھا مگر اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ اس کو مصلح موعود قرار دیا جائے؟ کیا کہیں یہ لکھا ہے کہ سوائے مصلح موعود کے کوئی اور ’’تین کو چار کرنے والا‘‘ نہیں ہوسکتا؟

مبارک احمد ’’نو سالہ میعاد کے اندر‘‘ پیدا نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ اس کی تاریخ پیدائش ۱۴؍جون ۱۸۹۹ء ہے۔ گویا نو سالہ میعاد ختم ہونے کے چار سال بعد وہ پیدا ہوا۔ اس لئے اس کے متعلق تو یہ شبہ بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ مصلح موعود ہے۔

’’تین کو چار کرنے والا‘‘ کی جو صفت مصلح موعود کی بیان کی گئی ہے۔ وہ الگ ہے۔ وہ اکیلی صفت نہیں بلکہ اس کے ساتھ بیسیوں دوسری علامات ہیں۔ جو مبارک احمد مرحوم میں پائی نہ جاتی تھیں اور حضرت اقدس علیہ السلام کو خود مبارک احمد کی ولادت سے بھی پہلے معلوم تھا کہ وہ چھوٹی عمر میں فوت ہوجائے گا۔ (ملاحظہ ہو پاکٹ بک ہذا صفحہ ۶۶۶)

پس حضرت اقدس علیہ السلام کے ذہن میں یہ شبہ بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ مبارک احمد مصلح موعود ہے۔

امر واقعہ

جب ہم امر واقعہ کے لحاظ سے دیکھتے ہیں تو یہ عقدہ بالکل حل ہوجاتا ہے کیونکہ مطلقاً حضرت اقدس علیہ السلام کے بیٹوں میں سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ’’مصلح موعود‘‘ ہی چوتھے بیٹھے ہیں۔ (۱) حضرت مرزا سلطان احمد صاحب (۲) فضل احمد (۳) بشیر اول (۴) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ۔ پس اس لحاظ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مطلقاً بلا شرط تین کو چار کرنے والے ہوئے، لیکن مرزا مبارک احمد نہ تو مطلقاً حضرت اقدس کے چوتھے لڑکے تھے۔ کیونکہ اس لحاظ سے وہ ساتویں تھے نہ وہ

صرف دوسری بیوی کے لڑکوں میں سے ہی چوتھے تھے۔ کیونکہ اس لحاظ سے وہ پانچویں تھے۔ (۱) بشیر اول (۲) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (۳) مرزا بشیر احمد (۴) مرزا شریف احمد (۵) مرزا مبارک احمد۔ ہاں دوسری بیوی کے زندہ بچوں میں وہ چوتھے تھے۔ اور اسی لحاظ سے ان کا ذکر حضرت اقدس علیہ السلام نے تریاق القلوب صفحہ ۴۴ میں فرمایا ہے، لیکن اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء میں نہ تو ''دوسری بیوی'' کی قید ہے اور نہ ''زندہ بچوں'' کی شرط ہے۔ پس بلا شرط وقید اگر کوئی ''تین کو چار'' کرنے والا ہے تو وہ صرف اور صرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہیں جو نو برس کے عرصہ میں میعاد پیشگوئی کے اندر پیدا ہوئے۔ حضور عمر پانے والے اور خلیفہ ثانی بھی ہو گئے اور دیگر صفات مصلح موعود کا ظہور بھی حضور کی ذات میں ہوا۔ پس حضور ہی بلا شبہ مصلح موعود ہیں۔

نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

از تحریرات خود

۱۔ پگٹ جو انگلستان کا ایک جھوٹا مدعی نبوت تھا۔ اس کے خلاف اشتہار لکھا۔ اور اس کے آخر میں جس جگہ راقمِ مضمون کا نام لکھا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ الفاظ لکھے:۔

The Prophet Mirza Ghulam Ahmad

یعنی ''النبی مرزا غلام احمد''۔ (ذکر حبیب صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷ از مفتی محمد صادق صاحب)

۲۔ ''اِس اُمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں اور ایک وہ بھی ہوا جو اُمّتی بھی ہے اور نبی بھی۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۰ حاشیہ)

۳۔ ''آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ لگتا ہے اُس کا اُنہیں حدیثوں میں یہ نشان دیا گیا ہے کہ وہ نبی بھی ہوگا اور امتی بھی۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۱)

۴۔ ''سو میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ)

۵۔’’خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں۔مَیں آدم ہوں مَیں شیث ہوں مَیں نوح ہوں مَیں ابراہیم ہوں مَیں اسحٰق ہوں مَیں اسمٰعیل ہوں مَیں یعقوب ہوں مَیں یوسف ہوں مَیں موسیٰ ہوں مَیں داؤد ہوں مَیں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا مَیں مظہر اتم ہوں یعنی ظلّی طور پر محمدؐ اور احمدؐ ہوں۔‘‘

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۷۶)

۶۔’’الہام یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰی لَھَا۔
(ترجمہ از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) اُس دن زمین اپنی باتیں بیان کرے گی کہ کیا اسپر گزرا۔خدا اس کے لئے اپنے رسول پر وحی نازل کرے گا کہ یہ مصیبت پیش آئی ہے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۹۵)

۷۔’’خدا کی مُہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ اُمتی ہے اور ایک پہلو سے نبی۔‘‘

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۹۹)

۸۔’’اور خود حدیثیں پڑھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں اسرائیلی نبیوں کے مشابہ لوگ پیدا ہوں گے اور ایک ایسا ہوگا کہ ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے اُمتی۔وہی مسیح موعود کہلائے گا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۱۰۴حاشیہ)

۹۔’’خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۱۵۴حاشیہ)

۱۰۔’’پس اِس میں کیا شک ہے کہ میری پیشگوئیوں کے بعد دنیا میں زلزلوں اور دوسری آفات کا سلسلہ شروع ہو جانا میری سچائی کے لئے ایک نشان ہے۔یاد رہے کہ خدا کے رسول کی خواہ کسی حصہ زمین میں تکذیب ہو مگر اس تکذیب کے وقت دوسرے مجرم بھی پکڑے جاتے ہیں۔‘‘

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۱۶۵)

۱۱۔’’اور کانگڑہ اور بھاگسو کے پہاڑ کے صدہا آدمی زلزلہ سے ہلاک ہو گئے۔اُن کا کیا قصور

تھا۔ اُنہوں نے کونسی تکذیب کی تھی۔ سو یاد رہے کہ جب خدا کے کسی مُرسل کی تکذیب کی جاتی ہے خواہ وہ تکذیب کوئی خاص قوم کرے یا کسی خاص حصہ زمین میں ہو مگر خدا تعالیٰ کی غیرت عام عذاب نازل کرتی ہے۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۱۶۶)

۱۲۔ ''اور اس امتحان کے بعد اگر فریق مخالف کا غلبہ رہا اور میرا غلبہ نہ ہوا تو میں کاذب ٹھہروں گا ورنہ قوم پر لازم ہوگا کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر آئندہ طریق تکذیب اور انکار کو چھوڑ دیں اور خدا کے مرسل کا مقابلہ کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۴۰۱)

۱۳۔ ''نبی کا نام پانے کے لئے مَیں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اِس نام کے مستحق نہیں۔'' (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۴۰۶، ۴۰۷)

۱۴۔ ''پس خدا تعالیٰ نے اپنی سنت کے موافق ایک نبی کے مبعوث ہونے تک وہ عذاب ملتوی رکھا اور جب وہ نبی مبعوث ہوگیا...... تب وہ وقت آگیا کہ ان کو اپنے جرائم کی سزا دی جاوے''

(تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۴۸۶)

۱۵۔ ''میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے اور اُسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔''

(تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۵۰۳)

۱۶۔ ''وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا پس اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے۔''

(تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۵۰۰)

۱۷۔ ''وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ...... یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے''۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۵۰۲)

۱۸۔ ''صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۱۵۴)

۱۹۔ ''جبکہ میں نے یہ ثابت کر دیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور آنے والا مسیح میں ہوں تو اس صورت میں جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اُس کو نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہیے کہ آنے والا مسیح کچھ چیز ہی نہیں نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حَکَم۔ جو کچھ ہے پہلا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۵۹)

۲۰۔ ''میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے۔''

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۲۷)

۲۱۔ ''میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔''

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۳۸۱ حاشیہ)

۲۲۔ ''ایسا ہی خدا تعالیٰ نے اور اُس کے پاک رسول نے بھی مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا ہے اور تمام خدا تعالیٰ کے نبیوں نے اس کی تعریف کی ہے اور اس کو تمام انبیاء کے صفات کاملہ کا مظہر ٹھہرایا ہے۔''

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۲۶)

۲۳۔ ''اس فیصلہ کے کرنے کے لئے خدا آسمان سے قرنا میں اپنی آواز پھونکے گا وہ قرنا کیا ہے؟ وہ اُس کا نبی ہوگا۔'' (چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۳۴)

۲۴۔ ''اس طرح پر میں خدا کی کتاب میں عیسیٰ بن مریم کہلایا۔ چونکہ مریم ایک اُمتی فرد ہے اور عیسیٰ ایک نبی ہے۔ پس میرا نام مریم اور عیسیٰ رکھنے سے یہ ظاہر کیا گیا کہ میں اُمتی بھی ہوں اور نبی بھی۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۶۱)

۲۵۔ ''خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے...... قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اُس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔''

(دافع البلاء روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۹، ۲۳۰)

''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیاں میں اپنا رسول بھیجا۔''

(دافع البلاء روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۳۱)

۲۶۔ ''ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے

بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔''

(ایک غلطی کا ازالہ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۶)

۲۷۔ ''میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔''

(ایک غلطی کا ازالہ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۱۰)

۲۸۔ ''اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔''

(ایک غلطی کا ازالہ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۱۱)

۲۹۔ ''میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔''

(آخری خط حضرت اقدسؑ مندرجہ اخبار عام لاہور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

۳۰۔ ''میں صرف اسی وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے الہام پا کر بکثرت پیشگوئی کرنے والا اور بغیر کثرت کے یہ معنے تحقیق نہیں ہو سکتے۔''

(آخری خط حضرت اقدسؑ مندرجہ اخبار عام لاہور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

۳۱۔ ''ہمارا دعوی ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ دراصل یہ نزاع لفظی ہے خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے ''نبی'' کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے۔ پس ہم نبی ہیں۔''

(بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء جلد ۷ نمبر ۹ صفحہ ۲ کالم نمبر ۱)

۳۲۔ ''پس اسی بنا پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے کہ اس زمانہ میں کثرتِ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرتِ اطلاع بر علومِ غیب صرف مجھے ہی عطا کی گئی ہے۔''

(آخری خط حضرت اقدسؑ مندرجہ اخبار عام لاہور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

۳۳۔ ''جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے۔ تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں، اس وقت تک جو اس دنیا سے گذر جاؤں۔''

(آخری خط حضرت اقدسؑ مندرجہ اخبار عام لاہور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

۳۴۔ ’’میں نبی ہوں اور امتی بھی ہوں تا کہ ہمارے سید و آقا کی وہ پیشگوئی پوری ہو کہ آنیوالا مسیح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا۔‘‘

(آخری خط حضرت اقدسؑ مندرجہ اخبار عام لاہور ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء)

۳۵۔ ’’یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جب آسمان سے مقرر ہو کر ایک نبی یا رسول آتا ہے تو اُس نبی کی برکت سے عام طور پر ایک نور حسب مراتب استعدادات آسمان سے نازل ہوتا ہے اور انتشار روحانیت ظہور میں آتا ہے تب ہر ایک شخص خوابوں کے دیکھنے میں ترقی کرتا ہے اور الہام کی استعداد رکھنے والے الہام پاتے ہیں اور روحانی امور میں عقلیں بھی تیز ہو جاتی ہیں کیونکہ جیسا کہ جب بارش ہوتی ہے ہر ایک زمین کچھ نہ کچھ اس سے حصّہ لیتی ہے ایسا ہی اُس وقت ہوتا ہے جب رسول کے بھیجنے سے بہار کا زمانہ آتا ہے تب اُن ساری برکتوں کا موجب دراصل وہ رسول ہوتا ہے اور جس قدر لوگوں کو خوابیں یا الہام ہوتے ہیں دراصل اُن کے کھلنے کا دروازہ وہ رسول ہی ہوتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ دنیا میں ایک تبدیلی واقع ہوتی ہے اور آسمان سے عام طور پر ایک روشنی اُترتی ہے جس سے ہر ایک شخص حسب استعداد حصہ لیتا ہے وہی روشنی خواب اور الہام کا موجب ہو جاتی ہے اور نادان خیال کرتا ہے کہ میرے ہنر سے ایسا ہوا ہے مگر وہ چشمہ الہام اور خواب کا صرف اس نبی کی برکت سے دنیا پر کھولا جاتا ہے اور اُس کا زمانہ ایک لیلۃ القدر کا زمانہ ہوتا ہے جس میں فرشتے اُترتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ جب سے خدا نے دنیا پیدا کی ہے یہی قانون قدرت ہے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۶۹ حاشیہ)

۳۶۔ ’’اِس جگہ صور کے لفظ سے مراد مسیح موعود ہے کیونکہ خدا کے نبی اس کی صور ہوتے ہیں۔‘‘

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۸۵)

۳۷۔ ’’کبھی نبی کی وحی خبر واحد کی طرح ہوتی ہے اور مع ذالک مجمل ہوتی ہے۔ اور کبھی وحی ایک امر میں کثرت سے اور واضح ہوتی ہے...... پس میں اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ کبھی میری وحی بھی خبر واحد کی طرح ہو اور مجمل ہو۔‘‘

(لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۴۵)

۳۸۔ ’’اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راستباز مقدس نبی گذر چکے ہیں ایک

ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جائیں سو وہ میں ہوں۔اسی طرح اس زمانہ میں تمام بدوں کے نمونے بھی ظاہر ہوئے فرعون ہو یا وہ یہود ہوں جنہوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا یا ابوجہل ہو سب کی مثالیں اِس وقت موجود ہیں۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۱۷، ۱۱۸)

۳۹۔ ''ایمان درحقیقت وہی ایمان ہے جو خدا کے رسول کو شناخت کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے اس ایمان کو زوال نہیں ہوتا اور اس کا انجام بد نہیں ہوتا۔ہاں جو شخص سرسری طور پر رسول کا تابع ہوگیا اور اُس کو شناخت نہیں کیا اور اُس کے انوار سے مطلع نہیں ہوا اُس کا ایمان بھی کچھ چیز نہیں اور آخر ضرور وہ مُرتد ہوگا جیسا کہ مسیلمہ کذّاب اور عبداللہ ابن ابی سرح اور عبیدہ اللہ بن جحش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہودا اسکریوطی اور پانسو اور عیسائی مرتد حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں اور جموں والا چراغدین اور عبدالحکیم خان ہمارے اِس زمانہ میں مُرتد ہوئے۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۶۳)

۴۰۔ ''سخت عذاب بغیر نبی قائم ہونے کے آتا ہی نہیں۔جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے۔اے غافلو! تلاش تو کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہوگیا ہے۔جس کی تم تکذیب کررہے ہو۔''

(تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۰، ۴۰۱)

پیغامی:۔

یہ کیونکر ممکن ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نبی بنا کر بھیجے اور ایک وقت تک آپ کو پتہ نہ لگے کہ میں نبی ہوں؟

جواب:۔ حضرت اقدسؑ خود تحریر فرماتے ہیں:۔

''اُس وقت مجھے مسیح موعود ٹھہرایا گیا کہ جبکہ مجھے بھی خبر نہیں تھی کہ میں مسیح موعود ہوں''

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۸۲)

غیر مبایعین کی پیش کردہ عبارتوں کا صحیح مفہوم

۱۔ ''جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتداً سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ اور میرا یہ قول کہ

''من نیستم رسول و نیاوردہ اَم کتاب''

اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔''

(ایک غلطی کا ازالہ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۱۰، ۲۱۱)

۲۔ ''یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنے ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعتِ اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ الزام میرے پر صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ سے یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے...... اس (خدا) نے میرا نام نبی رکھا ہے سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں مگر میں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں۔ یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا اور کسی کی مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا شعشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے۔''

(حضرت اقدسؑ کا آخری خط محررہ ۲۳ رمئی ۱۹۰۸ء مطبوعہ اخبار عام لاہور ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء)

۳۔’’شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے۔‘‘

(تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۱۲)

۴۔’’اِس نکتہ کو یاد رکھو کہ مَیں رسول اور نبی نہیں ہوں یعنی باعتبار نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے اور میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔‘‘

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۳۸۱ حاشیہ)

ا۔نبوت کی تعریف:۔

’’نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۰۶)

۲۔خدا کی اصطلاح:۔

’’خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات ومخاطبات کا نام اُس نے نبوت رکھا ہے یعنی ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔‘‘

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۴۱)

(ب)۔’’اے نادانو ...... آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ ومخاطبہ رکھتے ہیں میں اُس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۰۳)

۳۔نبیوں کی اصطلاح:۔

’’جب کہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیّت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔‘‘

(الوصیت روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۱۱)

۴۔قرآن شریف کی اصطلاح:۔

''جس کے ہاتھ پر اخبارِ غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے بالضرورت اس پر مطابق آیت لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔''

(ایک غلطی کا ازالہ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۸)

محدث نہیں

الف۔''خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہیے تو میں کہتا ہوں تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہارِ غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنی اظہارِ امرِ غیب ہے''

(ایک غلطی کا ازالہ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۹)

ب۔''قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علومِ غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ سے ظاہر ہے پس مصفّٰی غیب پانے کیلئے نبی ہونا ضروری ہوا۔''

(ایک غلطی کا ازالہ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۹ حاشیہ)

ج۔''آیت فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ایسی کھلی کھلی پیشگوئی صرف خدا کے مرسلوں کو دی جاتی ہے۔''

(حجۃ اللہ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۴)

۵۔اسلامی اصطلاح:۔

الف۔''خدا کی طرف سے کلام پا کر جو غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیاں ہوں مخلوق کو پہنچا دے خدا اور اسلامی اصطلاح میں نبی کہلاتا ہے۔'' (حجۃ اللہ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ)

ب۔''ایسے لوگوں کو اصطلاحِ اسلام میں نبی اور رسول اور محدّث کہتے ہیں اور وہ خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں اور خوارق اُن کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر دعائیں اُن کی قبول ہوتی ہیں اور اپنی دعاؤں میں خدا تعالیٰ سے بکثرت جواب پاتے ہیں۔''

(لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۲۵)

٦۔مذاہب سابقہ کی اصطلاح:۔

''یہ ضرور یاد رکھو کہ اس اُمت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے۔پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے۔''

(ایک غلطی کا ازالہ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۹ حاشیہ)

۷۔ہماری اصطلاح۔

(ا۔''میرے نزدیک نبی اُسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو۔''

(تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۱۲)

ب۔''ہم خدا کے ان کلمات کو جو نبوت یعنی پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت ے نام سے موسوم کرتے ہیں اور ایسا شخص جس کو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دی جائیں اس کا نام نبی رکھتے ہیں۔''

(تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ)

۸۔اس تعریف کا انکار نادانی ہے۔

''ہمارے مخالف مسلمان مکالمہ الٰہیہ کے قائل ہیں لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو جو بکثرت پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے نام سے موسوم نہیں کرتے۔''

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۱۸۹)

۹۔''خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اُس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو اُن کی بھی اُن سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔''

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۳۲)

دیگر اصطلاحات کا مفہوم

ا۔ظلی نبی:۔''ظلی نبوت جس کے معنے ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۰ و ایک غلطی کا ازالہ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۱۲)

''اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلّیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔''

(ایک غلطی کا ازالہ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۹ حاشیہ)

۲۔امتی نبی:۔ ''جب تک اس کو امّتی بھی نہ کہا جائے جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک انعام اُس نے آنحضرتؐ کی پیروی سے پایا ہے نہ براہِ راست۔''

(تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۱ حاشیہ)

۳۔مستقل نبوت:۔ (ا۔ ''بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے مگر اُن کی نبوت موسیٰ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وہ نبوتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں حضرت موسیٰ کی پیروی کا اس میں ایک ذرّہ کچھ دخل نہ تھا اسی وجہ سے میری طرح اُن کا یہ نام نہ ہوا کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی بلکہ وہ انبیاء مستقل نبی کہلائے اور براہ راست اُن کو منصب نبوت ملا۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۰ حاشیہ)

ب۔حضرت کا آخری خط مورخہ ۲۳ رمئی ۱۹۰۸ء مطبوعہ اخبار عام لاہور ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء

۴۔حقیقی نبوت:۔ (ا۔ ''لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے۔''

(مکتوب حضرت مسیح موعودؑ بنام مولوی محمد علی صاحب ۷ار اگست ۱۸۹۹ء بر صفحہ النبوۃ فی الاسلام مصنفہ مولوی محمد علی صاحب ضمیمہ صفحہ ۱۹۶)

ب۔ ''**وَمَنْ قَالَ بَعْدَ رَسُوْلِنَا وَسَيِّدِنَا اِنِّیْ نَبِیٌّ اَوْ رَسُوْلٌ عَلٰی وَجْهِ الْحَقِيْقَةِ وَالْاِفْتَرَاءِ وَتَرْكِ الْقُرْاٰنِ وَاَحْكَامِ الشَّرِيْعَةِ الْغَرَّاءِ فَهُوَ كَافِرٌ كَذَّابٌ.** غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہتا ہے تو وہ ملحد بے دین ہے اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا۔اور عبادت میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دے گا۔پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذّاب کا بھائی ہے اور اس کے کافر ہونے میں کچھ شک نہیں۔ایسے خبیث کی نسبت کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ قرآن شریف کو مانتا ہے۔''

(انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۸ حاشیہ)

۵۔مجازی نبی:۔ ''**وَسُمِّيْتُ نَبِيًّا مِنَ اللّٰهِ عَلٰى طَرِيْقِ الْمَجَازِ لَا عَلٰى وَجْهِ**

الْحَقِيْقَةِ. فَلَا تَهِيْجُ هٰهُنَا غَيْرَةُ اللّٰهِ وَلَا غَيْرَةُ رَسُوْلِهٖ، فَاِنِّیْ اُرَبّٰی تَحْتَ جَنَاحِ النَّبِیِّ، وَقَدَمِیْ هٰذِهٖ تَحْتَ الْاَقْدَامِ النَّبَوِیَّةِ۔‘‘

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۶۸۹)

یعنی میرا نام اللہ تعالیٰ نے نبی حقیقی معنوں میں نہیں بلکہ مجازی معنوں میں رکھا ہے۔ پس اس اللہ اور رسولؐ کی غیرت جوش میں نہیں آتی کیونکہ میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروں کے نیچے پرورش پائی ہے اور میرا یہ قدم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام مبارک کے نیچے ہے۔

پس اس عبارت سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ’’مجازی نبوت‘‘ کا لفظ ’’حقیقی نبوت‘‘ کے بالمقابل بایں معنی استعمال ہوا ہے کہ میں آنحضرت صلعم کے ماتحت اور حضورؐ کے فیض سے نبوت پانے والا ہوں یعنی غیر تشریعی بالواسطہ نبی ہوں۔ گویا ’’مجازی نبوت‘‘ کے معنے ہیں ’’غیر تشریعی بالواسطہ نبوت‘‘۔

ب۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ’’مجازی نبی‘‘ کا لفظ ’’حقیقی نبی‘‘ کے بالمقابل استعمال ہوا ہے۔ پس اصطلاح میں جو مفہوم ’’حقیقی نبی‘‘ کا ہے اس کے الٹ مفہوم ’’مجازی نبی‘‘ کا سمجھا جا سکتا ہے۔

اوپر ضمن نمبر ۴ میں ’’حقیقی نبی‘‘ کی اصطلاح کا مفہوم حضرت اقدسؑ کی تحریرات سے صاحب شریعت اور براہِ راست نبوت پانے والا ثابت کیا گیا ہے۔ پس ’’مجازی نبی‘‘ کا مفہوم اس کے بالمقابل ’’غیر تشریعی بالواسطہ نبی‘‘ ہی ہوسکتا ہے نہ کہ غیر نبی۔

ج۔ عام اصطلاح میں بھی لفظ ’’مجازی‘‘ کوئی مستقل لفظ نہیں بلکہ ہمیشہ لفظ حقیقی کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے اور ہمیشہ ’’حقیقت‘‘ سے ’’مجاز‘‘ کا پتہ لگایا جاتا ہے۔ نہ کہ مجاز سے حقیقت کا۔ چنانچہ لکھا ہے:۔ ’’اَمَّا الْحَقِیْقَةُ فَاسْمٌ لِکُلِّ لَفْظٍ اُرِیْدَ بِهٖ مَا وُضِعَ لَهٗ ...... وَالْمُرَادُ بِالْوَضْعِ تَعْیِیْنُهٗ لِلْمَعْنٰی بِحَیْثُ یَدُلُّ عَلَیْهِ مِنْ غَیْرِ قَرِیْنَةٍ فَاِنْ کَانَ ذٰلِکَ التَّعْیِیْنُ مِنْ جِهَةٍ وَاضِعِ اللُّغَةِ فَوَضْعٌ لُغَوِیٌّ. وَاِنْ کَانَ مِنَ الشَّارِعِ فَوَضْعٌ شَرْعِیٌّ. وَاِنْ کَانَ مِنْ قَوْمٍ مَخْصُوْصٌ فَوَضْعٌ عُرَفِیٌّ خَاصٌ. وَاِنْ کَانَ مِنْ قَوْمٍ غَیْرُ مُعَیَّنٍ فَوَضْعٌ عُرَفِیٌّ عَامٌ وَالْمُعْتَبَرُ فِی الْحَقِیْقَةِ هُوَ الْوَضْعُ لِشَیْءٍ مِنْ اَوْضَاعِ الْمَذْکُوْرَةِ وَ فِی الْمَجَازِ عَدَمُهٗ.‘‘ (کتاب نور الانوار باب بحث الحقیقت و المجاز صفحہ ۷۵ شرح المنار) یعنی حقیقت اس لفظ کو کہتے ہیں جس سے مراد وہی معنے لئے گئے ہوں جن کے لئے وہ مقرر کیا گیا ہو......اور ’’وضع‘‘ یعنی مقرر کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس لفظ سے کسی قرینہ کے بغیر وہ معنے سمجھے جاتے ہوں۔ اب اگر یہ تعیین لغت بنانے والے کی طرف سے

ہوا سے ''وضع لغوی'' کہتے ہیں اور اگر یہ تعیین شریعت نے کی ہو تو اسے ''وضع شرعی'' کہیں گے اور اگر یہ تعیین کسی خاص جماعت نے کی ہو تو اسے ''وضع عرفی خاص'' کہیں گے اور اگر عرفِ عام سے یہ تعیین ہو تو اسے ''وضع عرفی عام'' کہتے ہیں اور مجاز میں انہی تعیینوں کا عدم مراد ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ان چاروں اوضاع (یعنی وضع لغوی، وضع شرعی، وضع عرفی خاص اور وضع عرفی عام) میں سے حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات میں لفظ ''حقیقی نبی''۔ ''وضع عرفی خاص'' کے طور پر ہی استعمال ہوا ہے۔ یعنی یہ حضورؑ اور حضورؑ کی جماعت کی ایک خاص وضع کردہ اصطلاح ہے۔ جس کا مفہوم حضرت اقدسؑ نے ''تشریعی براہِ راست نبوت'' بیان فرمایا ہے۔ پس ''مجازی نبی'' کی اصطلاح بھی اس کے بالمقابل ''وضع عرفی خاص'' ہونے کی جہت سے ''غیر تشریعی بالواسطہ نبی'' کے معنوں میں ثابت ہوئی۔

د۔ اس امر کی مزید مثالیں کہ لفظ مجاز ہمیشہ ''حقیقت'' کا عکس ہوتا ہے۔ درج ذیل ہے۔ ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ فرماتے ہیں:۔

وجود افراد کا مجازی ہے ہستی قوم ہے حقیقی
فدا ہو ملت پہ یعنی آتش زن طلسم مجاز ہو جا

(بانگ درا۔ پیامِ عشق صفحہ ۱۳۸)

میں نے کہا کہ موت کے پردے میں ہے حیات
پوشیدہ جس طرح ہو حقیقت مجاز میں

(بانگ درا۔ شمع اور شاعر صفحہ ۲۲۰)

اشعار بالا میں ڈاکٹر صاحب نے قوم کے وجود کو ''حقیقی'' قرار دیکر اس کے بالمقابل ''افراد'' کے وجود کو ''مجازی'' قرار دیا ہے، لیکن کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ افراد قوم ''موجود'' ہی نہیں؟ یا ان کا درحقیقت کوئی وجود پایا ہی نہیں جاتا؟ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں۔ بلکہ آپ نے صرف قوم کے وجود کے بالمقابل افراد کے وجود کو مجازی قرار دیا ہے نہ کہ مطلقاً۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے خود کو مطلقاً ''مجازی نبی'' قرار نہیں دیا۔ بلکہ ''حقیقی نبی'' یعنی اپنے آقا و مطاع آنحضرت صلعم کے بالمقابل جو صاحبِ شریعت ہیں اپنے آپ کو مجازی نبی کہا ہے۔ پس چونکہ آپ کی خاص اصطلاح (مندرجہ بالا) میں ''حقیقی نبی'' سے مراد صاحبِ شریعت براہ راست نبی ہے اس لئے ''مجازی نبی'' کے معنے آپ کی

اصطلاح میں صرف غیر تشریعی بالواسطہ نبی ہوں گے۔

۶۔نبوت تامہ۔ **”اَلْحَدِیْثُ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ النُّبُوَّۃَ التَّامَّۃَ الْحَامِلَۃَ لِوَحْیِ الشَّرِیْعَۃِ قَدِ انْقَطَعَتْ.**

ترجمہ:۔ مذکورہ حدیث بتارہی ہے کہ نبوت تامہ جو وحی شریعت والی ہوتی ہے منقطع ہے۔

(توضیح مرام روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۶۱)

تمت بالخیر